وفاق المدارس العربیہ کے درجہ ثانویہ خاصہ کے
حل شدہ پرچہ جات کا مجموعہ
الجواب للخاصة
للبنین
لحل اسئلة الخاصة
حسب خواہش
استاذ العلماء حضرت مولانا محمد یسین شاکر صاحب رحمۃ اللہ علیہ
استاذ الحدیث والتفسیر جامعہ خیر المدارس، ملتان
مؤلف
مولوی ابو اسامہ محمد یامین رحمانی صاحب
مکتبہ زکریا
ملتان ◎ پاکستان
0300-6357913, 0313-6357913

فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون

پس سوال کرو تم اہل علم سے اگر تم نہیں جانتے

یاحیّ

یاقیّوم

وفاق المدارس العربیہ کے درجہ خاصہ کے

حل شدہ پرچہ جات کا مجموعہ

المسمّٰی بہ

الجواب للخاصّۃ

للبنین

لحلّ اسئلۃ الخاصّۃ

حسب خواہش

استاذ العلماء حضرت مولانا محمد یٰسین شاکر رحمۃ اللہ علیہ

استاذ الحدیث والتفسیر جامعہ خیر المدارس ملتان

مولف مولانا محمد یامین رحمانی صاحب

ناشر مکتبہ زکریا بالمقابل جامعہ خیر المدارس ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان

0300-6357913 0313-6357913

الجواب للخاصّۃ للبنین لحلّ اسئلۃ الخاصّۃ

نام کتاب: الجواب للخاصّۃ للبنین لحلّ اسئلۃ الخاصّۃ

حسب خواہش: استاذ العلماء حضرت مولانا محمد یٰسین شاکر رحمۃ اللہ علیہ
استاذ الحدیث والتفسیر جامعہ خیر المدارس ملتان

مولف: مولانا محمد یامین رحمانی صاحب

نظر ثانی: مولانا محمد طاسین رحیمی صاحب

طباعت: جمادی الاولیٰ ۱۴۴۰ھ بمطابق جنوری 2019ء

کمپوزنگ: الطاف حسین ناصر

مطبع: نعمان واصف پرنٹنگ پریس۔ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان
0300-7359985

ناشر

مکتبہ زکریا بالمقابل جامعہ خیر المدارس ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان

برائے رابطہ و معلومات: مولوی ابوطلحہ محمد طاسین رحیمی 0300-6357913 0313-6357913

انتساب

بندہ ناچیز اپنی اس تالیف کو اپنے جملہ محسنین کی طرف خصوصاً محسنِ انسانیت سرورِ دوعالم **حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم** کی طرف منسوب کرتا ہے جنکے طفیل بندہ کو ایمان کی دولت اور علم کی روشنی حاصل ہوئی۔

نیز اپنے والدین مرحومین اور اپنے اساتذہ کرام دامت برکاتہم العالیہ خصوصاً حضرت اقدس مولانا انیس الرحمٰن لدھیانوی نور اللہ مرقدہٗ خلیفہ مجاز حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائے پوری نور اللہ مرقدہٗ کی طرف منسوب کرتا ہے جن کے فیضِ عالم اور بے پایاں شفقت کے نتیجہ میں بندہ اس قابل ہوا کہ شائقین علومِ نبویہ کی خدمت میں یہ حقیر سا ہدیہ پیش کر سکے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندہ کی طرف سے محسنِ انسانیت **حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم** اور جملہ محسنین کو بہتر سے بہتر جزاء عطاء فرمائے۔

اور اس تالیف کو قبول فرما کر ان تمام حضرات کی ترقی درجات کا ذریعہ بنائے۔

آمین یارب العالمین

فہرست مضامین

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا:
یا رسول اللہ! مجھے مختصر نصیحت فرمایئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

1. نماز اس طرح پڑھا کرو جیسے کہ (تم ابھی اپنا سب) رخصت ہونے والے ہو (اور یہ تمہاری آخری نماز ہے)، اور اگر تمہیں دورانِ نماز یہ دھیان نہ ہو کہ تم اللہ کو دیکھ رہے ہو تو یہ دھیان تو کر لو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔
2. اور لوگوں کے پاس موجود مال و دولت پر نظر نہ رکھو تم مالدار بن جاؤ گے۔
3. اور ایسا کام کرنے سے بچو جس پر بعد میں معذرت کرنی پڑے۔ (المعجم الاوسط للطبرانی: 4427 حدیث حسن)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سرمہ لگانا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک سرمہ دانی تھی
جس میں سے ہر شب تین تین
سلائی اپنی مبارک آنکھوں
میں لگایا کرتے تھے۔

(شمائل ترمذی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں:

"رسول اللہ ﷺ کے مبارک ہاتھ عطار (خوشبو بیچنے والے) کے ہاتھوں کی طرح معطر رہتے، خواہ آپ ﷺ خوشبو لگائیں یا نہ لگائیں۔ جب آپ ﷺ سے مصافحہ کرنے والا شخص سارا دن اپنے ہاتھوں پر خوشبو محسوس کرتا اور جب آپ ﷺ کسی بچے کے سر پر دستِ شفقت پھیر دیتے تو وہ (بچہ) دستِ اقدس کی خوشبو کی وجہ سے دوسرے بچوں سے ممتاز ہو جاتا۔" (دلائل النبوۃ للبیہقی:238)

حضورِ اکرم ﷺ کے دستِ مبارک کی خوشبو!

حضرت سماک بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا:

کیا آپ حضورِ اکرم ﷺ کی مجلس میں بیٹھا کرتے تھے؟

انہوں نے فرمایا: "ہاں، آپ ﷺ زیادہ تر خاموش رہنے والے اور کم ہنسنے والے تھے۔ بعض اوقات صحابہ کرام آپ ﷺ کے پاس اشعار اور بعض ایسی چیزیں بیان فرماتے تو آپ ﷺ ہنس پڑتے اور بعض اوقات صرف تبسم فرماتے۔" (مسند احمد بن حنبل: [illegible] ،حدیث حسن)

رسول اللہ ﷺ کی مسکراہٹ

(1983ء میں سید نفیس الحسینی شاہ صاحبؒ کے روضہ رسول ﷺ پر حاضری کے وقت پڑھے گئے ایمان افروز اشعار) (برگِ گل، صفحہ نمبر: 65)

عطا قدموں میں ہو دائم حضوری، یارسُول اللہ
ہے اب ناقابلِ برداشت دُوری، یارسُول اللہ
عنایت ہو اگر اِک لمحہ، اپنی خاص خلوت کا
مجھے اِک عرض کرنی ہے ضروری، یارسُول اللہ
اجازت ہو تو کچھ چشمانِ تر سے بھی بیاں کرلوں
ابھی ہے داستانِ غم ادھوری، یارسُول اللہ
مری غایت تمنا ہے، درِ اقدس کی دربانی
زہے عزّت، اگر ہو جائے پُوری، یارسُول اللہ
مدینے ہی میں آکر راحت و تسکین پاتی ہے
دلِ فرقت زدہ کی ناصبُوری، یارسُول اللہ
دمِ رُخصت نفیسؔ اشکوں سے تر ہے رحم فرماؤ
خُدارا اِک جھلک ہلکی سی نُوری، یارسُول اللہ

سلام اُس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:
ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کھجور کی ایک چٹائی پر آرام فرما رہے تھے، جب آپ ﷺ بیدار ہوئے تو جسم مبارک پر چٹائی کے نشانات واضح دکھائی دینے لگے۔
صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:
یارسول اللہ ﷺ! (اگر آپ اجازت دیں تو) ہم آپ کے لیے نرم بستر بچھادیں؟
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
"مجھے دنیا سے کیا غرض؟ میں تو دنیا میں اس مسافر کی طرح ہوں جو (گرمی کے دن میں) کسی سایہ دار درخت کے نیچے ذرا دیر ستانے کیلیے بیٹھے اور پھر اُسے چھوڑ کے وہاں سے چلا جائے۔" (سنن ترمذی 2377)
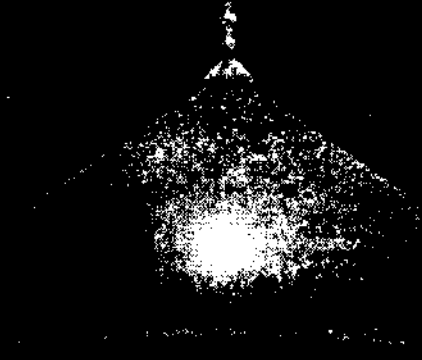
پیش لفظ

بندہ لاشئ علمی دنیا میں کسی خاص تعارف کا حامل نہیں ہے
اور نہ اس قابل ہے کہ اہل علم کی خدمت میں کوئی ہدیہ پیش کرنے کی
جسارت کرے، اس سے قبل والد محترم مولانا محمد یٰسین شاکر صاحبؒ استاذ
الحدیث والتفسیر جامعہ خیر المدارس ملتان نے درجاتِ کتب بنات کے دس سالہ سوالیہ
پرچہ جات کا مختصر طور پر آسان حل طالباتِ علوم نبویہ کی خدمت میں پیش کیا تھا اور انہی کے
نقشِ قدم پر چلتے ہوئے گزشتہ سالوں میں درجاتِ کتب بنین کے سوالات حل کر کے اہلِ علم
کی خدمت میں پیش کئے تھے، اسی سلسلہ کی ایک کڑی درجہ خاصہ بنین کے سوالیہ پرچہ جات
پیشِ خدمت ہیں جو حضرات اکابر واساتذہ کرام کی تصانیف وشروحات کو سامنے رکھتے
ہوئے تالیف وترتیب دیئے گئے ہیں۔

دعاء ہے کہ اللہ رب العزت اس تالیف کو بھی شرفِ قبولیت عطا فرمائے
اور نجات اُخروی کا ذریعہ بنائے۔ آمین

لاشئ محمد یامین
۰۳۰۰:۰۳۳۲:۷۳۸۳۰۰۰
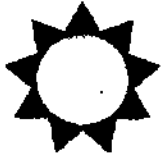
اظہار تشکر

بندہ لاشیئ اپنے ان حضرات اکابر اور اساتذہ کرام کا بے حد ممنون ہے بالخصوص استاذ الحدیث حضرت مولانا شبیر الحق کشمیری صاحب، حضرت مولانا محمد عابد مدنی صاحب، حضرت مولانا شمشاد احمد صاحب، حضرت مولانا نعیم احمد صاحب کا مشکور ہے کہ جنہوں نے اپنی انتہائی تعلیمی مصروفیات اور مشغولیات سے قیمتی وقت نکال کر ہماری رہنمائی فرمائی اور برادرم مفتی محمد احمد صاحب کا بھی انتہائی مشکور ہے جنہوں نے مشکل مسائل ومتعدد مقامات پر مشورہ اور قیمتی آراء سے نوازا۔ نیز برادرِ اکبر مولوی محمد طاسین رحیمی صاحب سلمہ اللہ انتہائی شکریہ کے مستحق ہیں جنہوں نے اس کتاب کی ترتیب اور نظرِ ثانی اور طباعت کے مراحل کو باحسن وجوہ سرانجام دیا۔ اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات اساتذہ کرام وجملہ احباب کو اپنی شایانِ شان جزائے خیر عطا فرماوے اور بندہ کو علم نافع اور عمل صالح کی توفیق عطا فرماوے اور ہر قسم کی ریا کاری سے محفوظ فرما کر دینِ متین کی خدمت کی مزید توفیق عطا فرماوے۔ آمین

اعتذار

جملہ ناظرین وناظرات سے گزارش ہے کہ بار بار نظر کر کے کتاب کو اغلاط سے پاک کرنے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے پھر بھی **الانسان مرکب من الخطأ والنسیان،** مُسلّم ہے۔ اگر کوئی غلطی نظر سے گزرے تو از راہِ اصلاح، اطلاع فرمادیں تاکہ آئندہ اس غلطی کو درست کیا جاسکے۔ ادارہ آپ کا ممنون ہوگا۔

الورقة الاولیٰ
تفسیر وحدیث
یونس تا عنکبوت و ریاض الصالحین

﴿الورقة الاولیٰ فی التفسیر﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۲۵ھ

الشق الاوّل ...... یَوْمَ یَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ فَمِنْهُمْ شَقِیٌّ وَّ سَعِیْدٌ ۝ فَاَمَّا الَّذِیْنَ شَقُوْا فَفِی النَّارِ لَهُمْ فِیْهَا زَفِیْرٌ وَّ شَهِیْقٌ ۝ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ ۝ وَ اَمَّا الَّذِیْنَ سُعِدُوْا فَفِی الْجَنَّةِ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ عَطَآءً غَیْرَ مَجْذُوْذٍ ۝

آیات کریمہ کا ترجمہ کریں۔آیات کی تفسیر کریں **مادامت السموات والارض** اور **الاماشاء ربك** کا مطلب واضح کریں۔خط کشیدہ کلمات کی لغوی تحقیق لکھیں اور بتائیں کہ "**یات**" کیوں مجزوم ہے۔(پ۱۲۔س ھود:۱۰۵تا۱۰۸)

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا خلاصہ پانچ امور ہیں(۱) آیات کا ترجمہ(۲) آیات کی تفسیر (۳) مذکورہ جملوں کا مطلب (۴) کلمات مخطوطہ کی لغوی تحقیق (۵) **یات** کے مجزوم ہونے کی وجہ۔

جواب ...... ❶ آیات کا ترجمہ:۔جب وہ دن آئے گا تو کوئی نفس بات نہیں کر سکے گا مگر اس کی اجازت سے پس کچھ لوگ ان اہل حشر میں سے بد بخت ہونگے اور بعض خوش نصیب ہونگے ،پس جو لوگ شقی و بد بخت ہیں وہ آگ میں ہونگے اور آگ میں ان کی چیخ وپکار ہوگی ہمیشہ رہیں گے وہ اس میں جب تک آسمان وزمین قائم ہیں مگر جو چاہے گا تیرا پروردگار، بے شک تیرا پروردگار جو کچھ چاہتا ہے اس کو کر سکتا ہے اور جو لوگ نیک وخوش بخت ہیں وہ جنت میں ہونگے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے جب تک آسمان وزمین قائم ہیں مگر جو چاہے گا تیرا پروردگار،وہ غیر منقطع عطیہ ہوگا۔

❷ آیات کی تفسیر:۔ان آیات میں سے پہلی آیت میں روز محشر کی سختی وہولناکی کا ذکر ہے کہ جب وہ دن آئے گا تو کسی بھی نفس کو بات کرنے کی بھی اجازت نہیں ہوگی اور دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ اس دن صرف باری تعالیٰ کی اجازت سے ہی بات ہو سکے گی اور وہ بھی درست بات ہی کر سکے گا **لایتکلمون الا من اذن له الرحمن وقال صوابا** اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ میدان محشر میں جمع ہونیوالے کچھ بد بخت وبد نصیب لوگ جہنم میں ہونگے اور گدھے کی آواز کی طرح جہنم میں ان کی چیخ وپکار ہوگی اور وہ دائمی طور پر جہنم میں رہیں گے البتہ اگر آپ کے ربّ نے ان کو جہنم سے نکالنا ہو تو پھر وہ جہنم سے نکالے جائینگے۔حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کچھ لوگ گناہوں کی سزا کی وجہ سے جہنم میں داخل کئے جائیں گے پھر اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت سے جنت میں داخل فرمائیں گے۔اور بعض مفسرین کا خیال یہی ہے کہ **الا ما شاء ربك** سے انہی گناہ کار مؤمنوں کی خلاصی کی طرف اشارہ ہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ بے شک تیرا پروردگار جو کرنا چاہے وہ کر سکتا ہے اسے مکمل قدرت واختیار حاصل ہے وہ مجبور نہیں کہ اہل جنت کو جنت میں اہلِ جہنم کو جہنم میں ڈالنے کے بعد بے اختیار ہو گیا ہو کہ کسی کو اس کے مسکن سے نہ نکال سکے ایسا نہیں ہے وہ نکالنے پر قادر ہے مگر وہ بالفعل نکالے گا نہیں۔

اسی طرح بعض لوگ خوش بخت وخوش نصیب ہونگے جو دائمی طور پر جنت میں ہی رہیں گے مگر جو تیرا پروردگار چاہے گا۔

صاحب تفسیرِ مظہری کے مطابق اس مشیت سے مراد وہ مقام ودرجہ ہے جو جنت سے بھی اعلیٰ وارفع ہوگا اور وہ درجہ ومقام اللہ

تعالیٰ کے دیدار میں استغراق وانہماک ہوگا مطلب یہ ہے کہ جنتی لوگ دائمی طور پر جنت میں ہی ہونگے مگر تیرا پروردگار چاہے گا تو ان کو جنت سے نکال کر اس سے بھی اعلیٰ درجہ پر پہنچادے گا اور اپنے دیدار میں ان کو مستغرق کردے گا کہ وہ جسمانی طور پر جنت میں ہی ہونگے مگر دیدار میں مستغرق ہونے کی وجہ سے وہ جنت کی نعمتوں کو بھی بھول جائینگے آخر میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ دیدار اور وصالِ پروردگار والا عطیہ غیر منقطع اور لامتناہی ہوگا اس میں کبھی زوال نہیں ہوگا البتہ اس دیدار کی شکلیں وصورتیں مختلف ہوں گی۔

۳ مذکورہ جملوں کا مطلب:۔ **مادامت السموات والارض** اہلِ لغت کہتے ہیں کہ عرب لوگ جب کسی چیز یا فعل کے دوام کو بیان کرتے ہیں تو وہ اس کو آسمان وزمین کی بقاء کے ساتھ مشروط کردیتے ہیں تو اس **مادامت السموات والارض** سے مراد دائمی وہمیشگی کے طور پر جنت وجہنم میں رہنا ہے۔

الا ما شاء ربك اس جملہ کا مطلب دونوں جگہ الگ الگ ہے جس کو تفسیر میں بیان کردیا گیا ہے۔

۴ کلمات مخطوطہ کی لغوی تحقیق:۔ "**شَقُوْا**" صیغہ جمع مذکر غائب بحث فعل ماضی معلوم از مصدر **شقاوت** (سمع، ناقص) بمعنی بدبخت ہونا۔ "**مَجْذُوْذٌ**" صیغہ واحد مذکر بحث اسم مفعول از مصدر **جَذًّا** (نصر، مضاعف) بمعنی کاٹنا، توڑنا، ٹکڑے کرنا۔

"**زفیر وشَهِيْقٌ**" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ **زفیر** سخت آواز اور **شهیق** پست آواز ہے۔ ضحاک اور مقاتل کہتے ہیں کہ "**زفیر**" گدھے کی ابتدائی آواز ہے اور **شهیق** گدھے کی آواز کی واپسی والی آخری حالت ہے۔ علامہ بیضاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ **زفیر** سانس کا باہر نکالنا ہے اور **شهیق** سانس کا لوٹا کر اندر لے جانا ہے۔

۵ **یأت** کے مجزوم ہونے کی وجہ:۔ اس میں ایک قراءت **یوم یأتی** (بذکر الیاء) ہی ہے اور دوسری قراءت **یوم یأت** (بحذف الیاء) ہے جو کہ رت کے کسرہ پر اکتفاء کرتے ہوئے یا کو حذف کیا گیا ہے اور یہ عمل لغت ہذیل میں بکثرت موجود ہے۔ لہٰذا یہ عرب کے محاورہ کے موافق ہے مثلاً **لا ادری** کی جگہ **لا ادر** کہتے ہیں۔ (کشاف ج ۳)

الشق الثانی ..... أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَالَتْ أَوْدِيَةٌ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا ۚ وَمِمَّا يُوقِدُونَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَاءَ حِلْيَةٍ أَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهُ ۚ كَذَٰلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ۚ فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً ۖ وَأَمَّا مَا يَنفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ ۚ كَذَٰلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ ﴿۱۷﴾ (پ ۱۳۔ س رعد: ۱۷)

آیت کریمہ کا ترجمہ کریں۔ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے بیان کردہ مثال کی وضاحت کریں۔ خط کشیدہ کلمات کی لغوی تحقیق لکھیں۔ **ومما یوقدون ..... زبد مثله** کی نحوی ترکیب لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حاصل چار امور ہیں (۱) آیت کا ترجمہ (۲) آیت کی تفسیر (۳) مثال کی وضاحت (۴) کلمات مخطوطہ کی لغوی تحقیق (۵) **ومما یوقدون ..... زبد مثله** کی ترکیب۔

جواب ..... ۱ آیت کا ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی نازل کیا پھر نالے اپنی مقدار کے موافق چلنے لگے پھر وہ سیلاب جھاگ میل کچیل کو بہا لایا جو پانی کے اوپر آرہا ہے اور جن چیزوں کو وہ آگ کے اندر تپاتے ہیں (گرم کرنا و پگھلانا) زیور یا دوسرا سامان بنانے کیلئے ان میں بھی اسی طرح میل کچیل ہے۔ اسی طرح بیان کرتے ہے اللہ تعالیٰ حق و باطل کو پس وہ جھاگ میل کچیل تو

ادھر ادھر منتشر ہو جاتا ہے اور جو چیز لوگوں کو نفع پہنچاتی ہے پس وہ زمین میں باقی رہتی ہے اللہ تعالیٰ اسی طرح مثالیں بیان کرتا ہے۔

② آیت کی تفسیر:۔ اللہ تعالیٰ اس آیت میں دو مثالوں کے ذریعہ حق و باطل کے درمیان فرق بیان کررہے ہیں اور اس فرق سے مقصود حق کا اثبات پائیداری اور باطل کا ابطال و بے ثباتی کو بیان کرنا ہے باقی اسکی مکمل توضیح ابھی مثال کی وضاحت میں آجائیگی۔

③ مثال کی وضاحت:۔ اس آیت کریمہ کے اندر اللہ تعالیٰ نے حق و باطل اور اہلِ حق و اہلِ باطل کے درمیان فرق بیان کرنے کے لئے دو مثالیں ذکر کی ہیں۔

پہلی مثال کا حاصل یہ ہے کہ آسمان سے بارش نازل ہوتی ہے اور تمام جگہوں و وادیوں پر یکساں طور پر برستی ہے، مگر وہ بارش ہر وادی کی وسعت کے مطابق اس میں سماتی ہے، چھوٹی وادی میں تھوڑی اور بڑی وادی میں زیادہ سماتی ہے اسی طرح قرآن کریم آسمان سے یکساں طور پر نازل ہوا ہے مگر مؤمنین کو نفع پہنچتا ہے اور کافروں کو نہیں اور مؤمنین میں سے بھی بعض کو زیادہ نفع پہنچتا ہے اور بعض کو تھوڑا نفع پہنچتا ہے۔ اسی مثال کے ضمن میں دوسری بات یہ کہ جب پانی وادیوں میں بہتا ہے تو صاف ستھرا پانی نیچے ہوتا ہے اور میل کچیل وجھاگ اوپر تیر رہا ہوتا ہے مگر وقت کے ساتھ ساتھ وہ میل کچیل وجھاگ ادھر ادھر رفع دفع ہو جاتا ہے اسی طرح بسا اوقات عارضی طور پر باطل حق کو دبا لیتا ہے مگر کچھ وقت کے بعد حقیقت واضح ہوتی ہے اور باطل کا نام و نشان تک مٹ جاتا ہے اور بالکل نیست و نابود ہو جاتا ہے اور ان الباطل کان زھوقا کا مصداق بن جاتا ہے۔

دوسری مثال کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے علم وہدایت کو دھات سے تشبیہ دی ہے کہ جب دھات کو پگھلایا جاتا ہے تو اس میں اصل دھات اور میل کچیل دونوں چیزیں ہوتی ہیں اور عارضی طور پر میل کچیل دھات کے اوپر آجاتا ہے اور پھر رفتہ رفتہ جل سڑ جاتا ہے اور ادھر ادھر ہو جاتا ہے اور اس دھات سے لوگ نفع حاصل کرتے ہیں اسی طرح عارضی طور پر بصورت میل کچیل کافر و باطل لوگ اہلِ اسلام پر غالب آجاتے ہیں مگر میل کچیل بالآخر نیست و نابود ہو جاتے ہیں اور اس علم وہدایت سے صرف مؤمن و مسلمان ہی نفع حاصل کرتے ہیں اور کافروں پر غالب ہو کر رہتے ہیں اور حق باطل کو ٹھہرنے و جمنے نہیں دیتا۔

④ کلمات مخطوطہ کی لغوی تحقیق:۔ "اَوْدِیَةٌ" یہ وادی کی جمع ہے بمعنی وہ ندی و نالے جہاں پانی بکثرت بہتا ہے۔

"زَبَدًا" یہ مفرد ہے اسکی جمع اَزْبَادٌ ہے بمعنی جھاگ و میل کچیل۔

"رَابِیًا" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر رِبَاءٌ، رُبُوًّا (نصر، ناقص) بمعنی پھولنا، چڑھنا و بڑھنا۔

"حِلْیَةٌ" یہ مفرد ہے اس کی جمع خلاف قیاس حِلِی، حُلِی آتی ہے بمعنی زیور۔

⑤ وممّا یوقدون ...... زبدٌ مثله کی ترکیب:۔ واؤ عاطفہ منْ جارہ مَا موصولہ یوقدون فعل مع فاعل علی جارہ ضمیر ذوالحال فی النار جار مجرور ملکر حال، ذوالحال حال ملکر مجرور، جار مجرور ملکر متعلق ہوا فعل کے ابتغاء مصدر مضاف حلیة او متاع معطوف علیہ و معطوف ملکر مضاف الیہ، مضاف و مضاف الیہ ملکر مفعول لہٗ، فعل اپنے فاعل، متعلق و مفعول لہٗ سے ملکر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ، موصول صلہ ملکر مجرور، جار مجرور ملکر ثابتةٌ کے متعلق ہو کر خبر مقدم، زبدٌ موصوف مثله مضاف مضاف الیہ ملکر صفت، موصوف صفت ملکر مبتداء مؤخر، مبتداء خبر ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۲۵ھ

الشق الاول ...... وَأَوْحَىٰ رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ أَنِ اتَّخِذِي مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا وَمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُونَ ﴿۶۸﴾ ثُمَّ كُلِي مِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ فَاسْلُكِي سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ۚ يَخْرُجُ مِن بُطُونِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ فِيهِ شِفَاءٌ لِّلنَّاسِ ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿۶۹﴾ وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفَّاكُمْ ۚ وَمِنكُم مَّن يُرَدُّ إِلَىٰ أَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْئًا ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ قَدِيرٌ ﴿۷۰﴾ (پ۱۴۔س نحل: ۶۸ تا ۷۰)

آیات کریمہ کا ترجمہ اور تفسیر کریں۔ **وحی الی النحل** اور **أرذلِ عمر** کی مراد واضح کریں **ذللا** کے منصوب ہونے کی وجہ لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حل چار امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) مذکورہ جملوں کی مراد (۴) **ذللا** کے منصوب ہونے کی وجہ

جواب ...... ❶ __آیات کا ترجمہ:۔__ تیرے پروردگار نے شہد کی مکھی کے دل میں یہ بات ڈالی کہ تو بعض پہاڑوں میں گھر بنا اور بعض درختوں میں بھی اور لوگ جو چھتیں بناتے ہیں ان میں بھی، پھر کھا تو ہر طرح کے پھلوں کو اور پھر اپنے رب کے راستوں پر چل جو کہ آسان ہیں اسکے پیٹ سے ایک پینے کی چیز نکلتی ہے جس کے رنگ مختلف ہوتے ہیں اس میں لوگوں کیلئے شفاء ہے بیشک اس میں غور وفکر کرنے والوں کیلئے نشانی ودلیل ہے اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں پیدا کیا ہے اور وہی تمہیں وفات دیتا ہے اور تم میں سے بعض وہ ہیں جو ناکارہ عمر کی طرف لوٹائے جاتے ہیں تاکہ جاننے کے باوجود بھی وہ بے خبر ہیں، بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کے جاننے والے ہر چیز پر قادر ہیں۔

❷ __آیات کی تفسیر:۔__ ان آیات میں اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کے واقعات کو بیان فرما کر غافل ناشکرے ونافرمان انسان کو دعوت فکر دے رہے ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ ہم نے بے عقل جانور یعنی شہد کی مکھی کے دل میں یہ بات ڈالی کہ تو پہاڑ درخت اور لوگوں کے رہنے وبسنے کی جگہوں میں اپنی حیران کن کاریگری کے ذریعہ گھر بنا چنانچہ اس نے ہمارے حکم کی تعمیل میں زبردست صاف وشفاف اور تازہ ہوا اور روشنی والی جگہوں پر خصوصی کاریگری کے ذریعہ گھر بنائے پھر ہمارے حکم کی تعمیل میں اپنی رغبت ومنشاء کے مطابق ہر طرح کے میٹھے وکڑوے پھلوں و پھولوں کا رس وعرق چوس کر اپنے گھروں سے میلوں میل دور نکلنے کے باوجود پروردگار کے سہل وآسان راستوں پر چلتے ہوئے واپس اپنے گھر پہنچتی ہے اس ساری محنت کا پھل وثمرہ یہ نکلتا ہے کہ وہ مختلف رنگ ومختلف ذائقوں کا ایک ایسا انتہائی میٹھا وخوش ذائقہ مشروب تیار کرتی ہے کہ دنیا اس کو ذائقہ ومٹھاس میں مثال کے طور پر پیش کرتی ہے اور اس مشروب کو متعدد بیماریوں کیلئے شفاء بھی بنا دیا گیا یہ سارا واقعہ جہاں پر ہماری قدرت کی علامت ہے وہاں پر نافرمان بندہ کیلئے درسِ عبرت بھی ہے کہ بے عقل جانور اتنی زیادہ فرمانبرداری کرے اور عقل مند انسان نافرمان ہی رہے؟ کتنی تعجب وافسوس والی بات ہے۔

دوسری آیت میں **بعث بعد الموت** پر قدرتِ کاملہ کے مظہر انسانی وجود کو بطور مثال کے بیان کیا جا رہا ہے کہ اے انسان ہم نے تجھے پیدا کیا تو کچھ نہ تھا اور تجھے بہت کچھ بلکہ سب کچھ بنایا اور پھر تجھے موت دے کر فنا کریں گے اور تیرے بعض افراد کو تو بڑھاپہ کی ایک ایسی عمر میں پہنچائیں گے کہ وہ سب کچھ ہونے کے بعد زندہ ہوتے ہوئے بھی مردہ اور فانی کی مثل ہونگے اور بہت کچھ جاننے کے بعد زندہ ہوتے ہوئے بھی سب کچھ بھول جائیں گے جس طرح ہم انسان کو عدم سے وجود بخشنے اور پھر وجود سے فناء

کرنے پر قادر ہیں اسی طرح سارے نظام کائنات کو ختم کرنے کے بعد میدان حشر میں روز قیامت سب کچھ حاضر کرنے پر بھی قادر ہیں۔اور یہ سب علم وقدرت کے مالک ہم ہی ہیں۔(**فاعتبروا یا اولی الابصار**)

۳ مذکورہ جملوں کی مراد:۔ "**واوحی ربك الی النحل**" اس جملہ میں وحی سے مراد وحی اصطلاحی یعنی وحی نبوت نہیں ہے بلکہ الہام کرنا اور دل میں بات ڈالنا مراد ہے۔ "**ارذل العمر**" اس سے مراد بڑھاپہ ہے کیونکہ اس میں انسانی اعضاء وعقل ناکارہ ومختل ہو جاتے ہیں حضرت قتادہ رحمہ اللہ نے اس کا مصداق نوے سال، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پچھتر سال اور بعض نے اسی سال کو قرار دیا ہے۔(مظہری)

۴ ذللا کے منصوب ہونے کی وجہ:۔ یہ **فاسلکی** کی ضمیر خطاب سے یا سُبُل سے حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

الشق الثانی ...... وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنسِفُهَا رَبِّي نَسْفًا ۝ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ۝ لَّا تَرَىٰ فِيهَا عِوَجًا وَلَا أَمْتًا ۝ يَوْمَئِذٍ يَتَّبِعُونَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهُ ۖ وَخَشَعَتِ الْأَصْوَاتُ لِلرَّحْمَٰنِ فَلَا تَسْمَعُ إِلَّا هَمْسًا ۝ (پ۱۶-س طٰہٰ:۱۰۵ تا ۱۰۸)

آیات کریمہ کا ترجمہ اور تفسیر لکھیں۔خط کشیدہ کلمات کی لغوی تحقیق لکھیں۔ **لاعوج له** کی ترکیبی حیثیت واضح کریں

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) کلمات مخطوطہ کی لغوی تحقیق (۴) **لاعوج له** کی ترکیبی حیثیت۔

جواب ...... ۱ آیات کا ترجمہ:۔ اور سوال کرتے ہیں وہ آپ سے پہاڑوں کے متعلق پس آپ فرمادیں کہ میرا رب انکو بالکل اڑادے گا پھر انکو ایک چٹیل وہموار میدان کردیگا نہ دیکھے گا تو اس میں کوئی ناہمواری اور نہ بلندی، اس دن پیچھے چلیں گے وہ ایک پکارنے والے کے اسکے سامنے کوئی ٹیڑھاپن نہ رہے گا اور پست ہوجائینگی تمام آوازیں رحمٰن کے سامنے پس نہیں سن سکے گا تو مگر پاؤں کی آہٹ۔

۲ آیات کی تفسیر:۔ ابن المنذر نے ابن جریج کی روایت بیان کی ہے کہ قریش نے سوال کیا تھا کہ قیامت کے دن آپ کا رب ان پہاڑوں کا کیا کرے گا اور بقول بعض مفسرین کہ منکرینِ قیامت میں سے قبیلہ ثقیف کے ایک آدمی نے بطور استہزاء یہ سوال کیا تھا کہ اگر قیامت قائم ہوگی تو پہاڑوں کا کیا حال ہوگا بقول صاحب تفسیرِ مظہری صحیح بات یہ ہے کہ کوئی خاص سائل نہ تھا بلکہ بر تقدیرِ سوال جواب کی تعلیم دی گئی ہے۔الحاصل اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ اے پیغمبر! ان سائلین سے فرمادیں کہ آپ کا پروردگار ان پہاڑوں کو ان کی جڑوں سے اکھاڑ دے گا اور ریت کی طرح ریزہ ریزہ کردے گا جس کے نتیجہ میں چٹیل میدان اور ہموار زمین نکل آئے گی زمین میں کسی قسم کی اونچ نیچ باقی نہیں رہے گی اور پھر اس دن حضرت اسرافیل علیہ السلام صخرۂ بیت المقدس پر کھڑے ہوکر پکاریں گے اے بوسیدہ ہڈیو! اے پارہ پارہ کھالو! اے ٹوٹے ہوئے بالو! تمہیں اللہ فیصلہ کیلئے میدانِ حشر میں جمع ہونے کا حکم دیتا ہے اور پھر اس دن یہ سب لوگ اس داعی کی آواز وپکار سن کر دائیں بائیں مڑے بغیر قیل وقال، سوال وجواب اور حیل وحجت، چوں چراں کئے بغیر سیدھے تیزی کے ساتھ چلتے ہوئے میدانِ حشر میں جمع ہوجائیں گے، اور رحمٰن کی ہیبت سے سب کی آوازیں پست ہوجائیں گی، بلکہ بالکل دب جائیں گی اور پاؤں کی ہلکی سی آہٹ کے علاوہ کسی کی کوئی آواز نہیں نکلے گی۔

۳ کلمات مخطوطہ کی لغوی تحقیق:۔ "**اَمْتًا**" یہ مفرد ہے اس کی جمع **امات ،اموت** آتی ہے بمعنی ٹیلہ، بلند جگہ، نشیب وفراز۔

"**يَنْسِفُ**" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل مضارع معلوم از مصدر **نَسْفًا** (ضرب، صحیح) بمعنی جڑ سے اکھیڑنا۔

"فَيَذَرُ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل مضارع معلوم از مصدر وَذْرًا (ضرب، مثال) بمعنی چھوڑنا۔

"قَاعًا" یہ مفرد ہے اسکی جمع اقواع، قیعان، قیعة ہے بمعنی پست وہموار زمین جس سے پہاڑ و ٹیلے دور کیے گئے ہوں۔

"صَفْصَفًا" اسم ہے بمعنی چٹیل میدان، ہموار زمین۔ "هَمْسًا" اسم ہے بمعنی پست وآہستہ آواز مراد پاؤں کی چاپ ہے۔

④ **لا عوج له** کی ترکیبی حیثیت:۔ یہ جملہ ماقبل والے کلمہ الداعی سے حال ہے۔

«السوال الثالث» ۱۴۲۵ھ

الشق الاوّل ...... **قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَلدُّنْيَا مَلْعُوْنٌ، مَلْعُوْنٌ مَا فِيْهَا اِلَّا ذِكْرَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَمَا وَالَاهُ وَعَالِمًا اَوْمُتَعَلِّمًا** ۔(حدیث:۱۳۸۴)

حدیث شریف پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ دنیا کے ملعون ہونے کے کیا معنی ہیں اور **ماوالاه** سے کیا مراد ہے؟ **الاذكر الله** میں مستثنیٰ متصل ہے یا منقطع؟ وجہ بیان کرنے کے ساتھ وضاحت کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال میں پانچ امور حل طلب ہیں (۱) حدیث پر اعراب (۲) حدیث کا ترجمہ (۳) دنیا کے ملعون ہونے کا معنی (۴) **ماوالاه** کی مراد (۵) مستثنیٰ کی وضاحت۔

جواب ...... ① حدیث پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

② حدیث کا ترجمہ:۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دنیا ملعون ہے اور جو کچھ بھی اس میں ہے وہ سب ملعون ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کا ذکر اور جو اس کے قریب ہو اور عالم یا متعلم۔

③ دنیا کے ملعون ہونے کا معنی:۔ دنیا کے ملعون ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہے اور دوری کا ذریعہ وسبب ہے اس کے ذریعہ سے عام طور پر آدمی رحمت باری تعالیٰ سے دور ہو جاتا ہے۔

④ **ما والاه** کی مراد:۔ اس سے مراد اطاعتِ باری تعالیٰ ہے کہ سب دنیا ملعون ہے مگر اللہ کا ذکر اور اسکی اطاعت لعنت سے خارج ہے۔

⑤ مستثنیٰ کی وضاحت:۔ یہ مستثنیٰ متصل ہے کیونکہ دنیا ومافیہا میں ذکر اللہ وغیرہ ہر چیز داخل وشامل ہے۔

الشق الثانی ...... **قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَاتَجْعَلُوْا قَبْرِىْ عِيْدًا وَصَلُّوْا عَلَيَّ فَاِنَّ صَلَاتَكُمْ تَبْلُغُنِىْ حَيْثُ كُنْتُمْ** ۔(حدیث:۱۴۰۱)

حدیث پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ **لاتجعلوا قبری عیدا** کی تشریح کریں۔ خط کشیدہ جملے کی نحوی ترکیب کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال میں چار امور توجہ طلب ہیں (۱) حدیث پر اعراب (۲) حدیث کا ترجمہ (۳) **لا تجعلوا قبری عیدا** کی تشریح (۴) جملہ مخطوطہ کی ترکیب۔

جواب ...... ① حدیث پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

② حدیث کا ترجمہ:۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری قبر کو عید نہ بنانا اور مجھ پر درود پڑھتے رہنا اس لئے کہ تمہارا درود مجھ تک پہنچتا ہے تم جہاں بھی ہو۔

❸ لا تجعلوا قبری عیدا کی تشریح:۔ اس جملہ کا پہلا مطلب یہ ہے کہ میری قبر کو عید و میلہ کی طرح جشن و خوشی کی جگہ نہ بناؤ بلکہ وہاں عبرت کے لیے اظہار افسوس کیلئے محبت کے اظہار کیلئے آؤ۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ عید کی طرح سال میں ایک آدھ مرتبہ میری قبر کی زیارت کے لئے نہ آؤ بلکہ جس قدر ممکن ہو زیادہ سے زیادہ میری قبر کی زیارت کے لئے آؤ۔

❹ جملہ مخطوطہ کی ترکیب:۔ فا جزائیہ ان حرف مشبہ بالفعل صلاتکم مضاف ومضاف الیہ ملکر ان کا اسم تبلغ فعل وفاعل ن وقایہ کیلئے ی ضمیر مفعول بہ حیث مضاف کنتم فعل تم ضمیر فاعل، فعل وفاعل ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر محلا مضاف الیہ، مضاف ومضاف الیہ مل کر مفعول فیہ، فعل اپنے فاعل، مفعول بہ، مفعول فیہ سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر اِنَّ کی خبر، اِنَّ اپنے اسم وخبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

﴿الورقة الاولٰی فی التفسیر﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۲۶ھ

الشق الاوّل ...... وَيٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيْبٌ ﴿۶۴﴾ فَعَقَرُوْهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ؕ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ ﴿۶۵﴾ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا صٰلِحًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَمِنْ خِزْيِ يَوْمِئِذٍ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ﴿۶۶﴾ وَاَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۶۷﴾ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ؕ اَلَآ اِنَّ ثَمُوْدَاۡ كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ ﴿۶۸﴾ (پ۱۲۔ ھود:۶۴ تا ۶۸)

آیات کریمہ کا ترجمہ اور تفسیر کیجئے۔ یہاں صیحة اور سورۃ اعراف میں رجفة کا ذکر ہے، دونوں کے درمیان ظاہری تعارض دور کیجئے۔ خط کشیدہ کلمات کی ترکیبی حیثیت واضح کریں۔

﴿خلاصہ سوال﴾ ...... اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) الصیحة الرجفة میں رفع تعارض (۴) کلمات مخطوطہ کی ترکیبی حیثیت۔

جواب ...... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ اے میری قوم یہ اللہ کی اونٹنی ہے جو تمہارے لئے ایک معجزہ و نشانی ہے پس تم اس کو چھوڑ دو تا کہ یہ اللہ کی زمین میں چرتی پھرے اور تم اس کو بری نیت سے ہاتھ مت لگاؤ ورنہ تم قریبی عذاب میں گرفتار ہو جاؤ گے پس انہوں نے اس کی کونچیں کاٹ دیں تو حضرت صالح علیہ السلام نے کہا کہ تم اپنے گھروں میں تین دن تک مزے حاصل کر لو یہ جھوٹا وعدہ نہیں ہے پھر جب ہمارا حکم (عذاب) آیا تو ہم نے صالح علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والوں کو اپنی رحمت کے سبب بچا لیا اور اس دن کی رسوائی سے بھی محفوظ رکھا بے شک تمہارا رب ہر چیز پر قدرت و غلبہ والا ہے اور پکڑ لیا ظلم کرنے والوں کو چیخ نے اور وہ سب اپنے گھروں میں صبح کے وقت اوندھے منہ گرے ہوئے (مردہ) رہ گئے گویا کہ وہ ان گھروں میں رہتے ہی نہ تھے۔ خبردار! بے شک قوم ثمود نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا، خبردار! قوم ثمود کیلئے اپنے رب کی رحمت سے دوری ہے۔

❷ آیات کی تفسیر:۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام اور ان کی قوم (قوم ثمود) کا واقعہ بیان کیا ہے کہ جب قوم کے مطالبہ پر معجزہ کے طور پر حضرت صالح علیہ السلام کی دعا کے نتیجہ میں پہاڑ سے اونٹنی پیدا ہوگئی تو پھر قوم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے میری قوم یہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی ہے جو بغیر ماں باپ کے تمہاری آزمائش کے لئے پیدا کی گئی ہے، اس کو اللہ تعالیٰ کی زمین میں

گھومتی پھرتی رہنے دو تا کہ یہ زمین کا سبزہ چرتی پھرے اور زمین کا پانی پیتی رہے تم پر اس کے کھانے پینے کا کوئی بوجھ نہیں ہے لہٰذا تم اس کو بری نیت سے ہاتھ بھی نہ لگانا، ورنہ اللہ تعالیٰ تمہیں سخت عذاب سے دوچار کردے گا قوم نے حضرت صالح علیہ السلام کی بات نہ مانی اور قوم کے مشورہ وحکم سے قدار بن سالف نامی بدبخت نے اس اونٹنی کی کونچیں کاٹ کر اس کو قتل کر دیا پھر حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ اے قوم! اب تم تین دن تک زندگی کے مزے اڑالو، تین دن کے اندر اندر تمہارے اوپر عذاب آئے گا، اور یہ سچا وعدہ ہے جس میں کوئی جھوٹ نہیں ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب ہمارا عذاب آیا تو ہم نے اس دن کی رسوائی اور عذاب سے حضرت صالح علیہ السلام کو اور ان پر ایمان لانے والوں کو بچالیا اور باقی سب کے سب لوگوں کو ایک ہی چیخ کے ذریعہ ہلاک کر دیا گیا، اور اس بستی کو دیکھنے سے معلوم ہی نہیں ہوتا تھا کہ یہاں بھی کوئی آباد تھا۔ آخری جملہ میں اللہ تعالیٰ تنبیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ قومِ ثمود نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا تھا اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی رحمت سے دور کر دیا۔

③ الصیحة ، الرجفة میں رفع تعارض:۔ بظاہر اس آیت کریمہ اور سورت اعراف کی آیت **فاخذتهم الرجفة** میں تعارض معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ قوم ثمود چیخ سے ہلاک ہوئی تھی اور سورت اعراف کی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ قوم ثمود زلزلہ سے ہلاک ہوئی تھی۔ علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ان میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے کہ پہلے زلزلہ آیا ہو پھر سخت آواز سے سب ہلاک کر دیئے گئے ہوں۔ (معارف القرآن ص ۶۴۴ ج ۴)

④ کلمات مخطوطہ کی ترکیبی حیثیت:۔ "آیَةً" یہ ماقبل کے جملہ **هذه ناقة الله** سے حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

"تَأْكُلْ" یہ فعل مضارع ہے جو کہ **فذروها** فعل امر کا جواب ہونے کی وجہ سے مجزوم ہے۔

"فَيَأْخُذَ" یہ جواب نہی ہے اور فا کے بعد اَنْ مقدر ہے اور اس اَنْ مقدر کی وجہ سے منصوب ہے۔

"بُعْدًا" یہ بَعُدَ فعل مقدر کا مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

الشق الثانی ...... لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ؕ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ؕ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ۞ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۞ (پ ۱۳۔ س رعد: ۱۴ و ۱۵)

آیات کریمہ کا ترجمہ اور تفسیر لکھیں۔ "**الاکباسط کفیه**......" میں استثناء کون سا ہے، تعیین کریں۔ **طوعا و کرھا** کے منصوب ہونے کی وجہ لکھیں اور خط کشیدہ کلمات کی تحقیق لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حاصل پانچ امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) استثناء کی تعیین (۴) **طوعا وکرھا** کے نصب کی وجہ (۵) کلمات مخطوطہ کی لغوی تحقیق۔

جواب ...... **① آیات کا ترجمہ:۔** سچا پکارنا اسی کے لئے خاص ہے اور جن معبودوں کو وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ پکارتے ہیں وہ ان کی پکار نہیں قبول کر سکتے کچھ بھی مگر پانی کی طرف اپنے دونوں ہاتھوں کو پھیلانے والے کی مثل کہ وہ پانی اس کے منہ تک پہنچ جائے حالانکہ وہ پانی از خود اس کے منہ تک نہیں پہنچ سکتا اور نہیں ہے کافروں کی پکار مگر بے اثر (ضائع و بیکار) اور اللہ تعالیٰ کو ہی سجدہ کرتا ہے

جو بھی آسمانوں اور زمین میں ہے خوشی و مجبوری سے اور انکے سائے بھی صبح و شام کے اوقات میں۔

❷ آیات کی تفسیر:۔ اللہ تعالیٰ ماقبل کی آیات میں اپنی قدرت کی بڑی بڑی نشانیاں ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ جب وہ ہر چیز پر قادر ہے تو عبادت و پکار کے لائق بھی وہی ہے وہی حاجت روا و مشکل کشا ہے اس کے علاوہ جن معبودوں کو وہ پکارتے ہیں اولاً تو وہ ان کی پکار سننے پر قادر ہی نہیں ہیں اور اگر سن لیں تو پھر کسی قسم کے نفع ونقصان کے مالک نہیں ہیں لہٰذا ان کا یہ پکارنا بے کار وفضول ہے جیسا کہ کوئی پیاسا کنویں کے پاس کھڑا ہو کر پانی کو پکارے تو وہ پانی بے اختیار ہونے کی وجہ سے خود بخود کبھی بھی اس کے منہ تک نہیں پہنچ سکتا اسی طرح یہ معبود بھی بے اختیار ہونے کی وجہ سے بالکل ان کی فریاد رسی نہیں کر سکتے، لہٰذا ان بتوں و باطل معبودوں کو پکارنا فضول ہے نیز اللہ تعالیٰ اسلئے بھی انسانوں کی پکار و عبادت کے لائق ہے کہ ساری کائنات کی اشیاء اور انکے سائے سب کے سب اسی کے سامنے سر بسجود ہوتے ہیں خواہ خوشی سے سجدہ کریں یا زبردستی مگر بہر صورت اسی کو سجدہ کرتے ہیں لہٰذا انسان کو بھی چاہیے کہ دیگر مخلوق کی طرح اپنے خالق و مالک اور نفع ونقصان کے مالک کو ہی پکارے۔

❸ استثناء کی تعیین:۔ یہاں مستثنیٰ متصل ہے جو کہ محذوف ہے۔ اور اس میں باسط سے پہلے بھی مضاف محذوف ہے اصل عبارت ہے **لا یستجیبون ای لا یجیبون لهم اجابة الا اجابة کاجابة باسط کفیه**۔ (تلخیص از تفسیر مظہری ص ۱۶۰ ج ۶)

❹ طوعاً وکرھاً کے نصب کی وجہ:۔ یہ دونوں کلمات **یسجد** فعل کے فاعل سے حال ہونے کی وجہ سے یا **یسجد** فعل کا مفعول لہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں۔

❺ کلمات مخطوطہ کی تحقیق:۔ "لَایَسْتَجِیْبُوْنَ" صیغہ جمع مذکر غائب بحث منفی مضارع معلوم از مصدر اَلْاِسْتِجَابَةُ (استفعال، اجوف) بمعنی قبول کرنا اَیْ لَا یُجِیْبُوْنَ یعنی وہ باطل معبودان کی پکار قبول نہیں کر سکتے۔

"بَاسِطٌ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر اَلْبَسْطُ (نصر، صحیح) بمعنی پھیلانا۔

"کَفَّیْهِ" یہ "کَفٌّ" کا تثنیہ ہے اور نون تثنیہ اضافت کی وجہ سے گر گیا ہے بمعنی ہتھیلی۔

"طَوْعًا وَکَرْهًا" یہ دونوں مصدر ہیں جو کہ خوشی و مجبوری یعنی عدم خوشی کے مفہوم میں مستعمل ہوتے ہیں مطلب یہ ہے کہ اہل ایمان اپنی خوشی سے پروردگار کی اطاعت کرتے ہوئے سجدہ کرتے ہیں اور کافر و منافق لوگ تلوار کے خوف و دبدبہ کی وجہ سے مجبوراً سر جھکاتے ہیں۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۲۶ھ

الشق الاول ...... وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ بِئْسَ الشَّرَابُ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا (پ ۱۵۔ س کہف: ۲۹، ۳۰)

آیات کریمہ کا ترجمہ لکھیں۔ خط کشیدہ حصے کی بے غبار تفسیر کریں۔ خط کشیدہ الفاظ کی لغوی تحقیق لکھیں اور **بئس الشراب وساءت مرتفقا** کی نحوی ترکیب کریں۔

﴿خلاصہ سوال﴾ ...... اس سوال کا حل چار امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیت مخطوطہ کی تفسیر (۳) الفاظ مخطوطہ کی لغوی

تحقیق(۴) بئس الشراب وساءت مرتفقا کی ترکیب۔

جواب ...... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ (اے پیغمبر!) کہہ دیجئے کہ حق تمہارے رب کی طرف سے ہے، اب جو چاہے ایمان لے آئے اور جو چاہے وہ کافر رہے بیشک ہم نے ظالموں کیلئے آگ تیار کر رکھی ہے جس کی قناتیں ان کو گھیر لیں گی اور اگر وہ پانی طلب کرینگے تو ان کو ایسا پانی دیا جائے گا جو مہل (تلچھٹ) کی طرح ہوگا جو چہروں کو بھون ڈالے گا وہ برا مشروب ہوگا اور آگ بری آرام گاہ ہوگی بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور اچھے عمل کئے تو بیشک ہم اس شخص کے عمل کو ضائع نہیں کرینگے جس نے اچھا عمل کیا۔

❷ آیت مخطوطہ کی تفسیر:۔ یہ ماقبل کی چند آیات کریمہ حضرت عیینہ رضی اللہ عنہ بن حصین فزاری کے متعلق نازل ہوئی تھیں جس وقت وہ مسلمان نہیں ہوئے تھے، پس منظر یہ ہے کہ یہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت کچھ نادار و مفلس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کی خدمت میں موجود تھے اور ان کے پھٹے پرانے کپڑے اور وہ بھی پسینہ سے شرابور تھے حضرت عیینہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے محمد ﷺ کیا تمہیں ان لوگوں کی بدبو سے دکھ نہیں ہوتا ہم قبائل مضر کے سردار اور بڑے لوگ ہیں ہمارے اسلام لانے سے سب لوگ مسلمان ہو جائینگے مگر ان مفلس لوگوں کی وجہ سے ہم آپ کے قریب نہیں آسکتے آپ ان کو ہٹا دیں یا ہمارے لئے کوئی علیحدہ جگہ بیٹھنے کی مقرر کردیں جہاں یہ لوگ موجود نہ ہوں، اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئیں کہ اے محمد! آپ خود کو ان لوگوں کے ساتھ جمائے رکھو جو صبح وشام اپنے رب کی رضاء کے طالب ہیں اور جن لوگوں کے قلوب ہماری یاد سے غافل ہیں ان کی بات نہ مانو وہ تو اپنی خواہش کے غلام ہیں تمہارے رب نے حق و سچ تمہیں عطاء کر دیا ہے لہٰذا جو اس پر ایمان لانا چاہتا ہے ایمان لے آئے اور جو ایمان نہیں لانا چاہتا نہ لائے اللہ تعالیٰ کو کسی کے ایمان لانے اور ایمان نہ لانے سے کوئی فرق نہیں پڑتا جو ایمان لائے گا اس کا ہی فائدہ ہے اور جو ایمان نہیں لائے گا اسکا ہی نقصان ہے۔ (مظہری ص۱۳۰ ج۷)

❸ الفاظ مخطوطہ کی لغوی تحقیق:۔ "وُجُوْهٌ" یہ "وجه" کی جمع ہے بمعنی چہرہ۔

"يُغَاثُوْا" صیغہ جمع مذکر غائب بحث مضارع مجہول از مصدر اِغَاثَةٌ (افعال، اجوف) بمعنی فریاد رسی کرنا۔

"كَالْمُهْلِ" یہ اسم ہے بمعنی تیل کی تلچھٹ، مجاہدؒ نے اس کا ترجمہ لہو، پیپ اور خون کیا ہے۔ (مظہری)

"يَشْوِیْ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث مضارع معلوم از مصدر شَيًّا (ضرب، لفیف) بمعنی بھوننا و گرم کرنا۔

"مُرْتَفَقًا" صیغہ واحد بحث اسم ظرف از مصدر "اِرْتِفَاقٌ" (افتعال، صحیح) بمعنی ٹیک لگانا، آرام کرنا۔

❹ بئس الشراب وساءت مرتفقا کی ترکیب:۔ بئس فعل از افعال ذم الشراب اس کا فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر خبر مقدم، هو ضمیر محذوف مخصوص بالذم قائم مقام مبتداء مؤخر، مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ انشائیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ ساءت فعل از افعال ذم هی ضمیر مستتر ممیز مرتفقا تمیز، ممیز تمیز مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر خبر مقدم هی ضمیر محذوف مخصوص بالذم قائمقام مبتداء مؤخر، مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ انشائیہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

الشق الثانی ...... فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ يّٰمُوْسٰٓى اِنِّيْٓ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ يٰمُوْسٰٓى اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ ۝ اُسْلُكْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ وَّاضْمُمْ اِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ ۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۝ (پ۲۰۔ س قصص: ۳۰ تا ۳۲)

آیات کریمہ کا ترجمہ اور تفسیر لکھیں۔ خط کشیدہ کلمات کی لغوی تحقیق کریں۔ **مدبرا** اور **بیضاء** کے منصوب ہونے اور **تخرج** کے مجزوم ہونے کی وجہ لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) کلمات مخطوطہ کی لغوی تحقیق (۴) **مدبرا، بیضاء** کے نصب اور **تخرج** کے جزم کی وجہ۔

جواب ...... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ پس جب حضرت موسیٰ علیہ السلام آگ پر پہنچے تو برکت والے مقام میں دائیں طرف وادی کے کنارے ایک درخت سے آواز آئی کہ اے موسیٰ میں ہی اللہ ہوں جو رب العالمین ہوں اور اپنی لاٹھی ڈال دو پس جب موسیٰ علیہ السلام نے اس کو لہراتے ہوئے دیکھا گویا کہ وہ سانپ کی سٹک ہے تو پشت پھیر کر بھاگے اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا (تو حکم ہوا) اے موسیٰ! آگے آؤ اور کوئی خوف نہ کرو بے شک تم امن والوں میں سے ہو، تم اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالو وہ بلا کسی مرض و برائی کے نہایت روشن ہو کر نکلے گا اور ملا لینا اپنا ہاتھ اپنی طرف خوف دور کرنے کے لئے پس یہ دو حجت و دلیلیں ہیں تیرے رب کی طرف سے فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف جانے کے لئے بے شک وہ نافرمان و فاسق لوگ ہیں۔

❷ آیات کی تفسیر:۔ ان ماقبل و مابعد کی تمام آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے طویل واقعہ کا ذکر ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام شادی کے بعد ملک مصر واپس جانے کیلئے لوٹے تو راستہ میں طور سینا کے قریب صحراء میں رات کو راستہ بھٹک گئے بیوی سے کہا کہ شدید سردی ہے تم یہاں ٹھہرو مجھے سامنے پہاڑ کی طرف آگ دکھائی دے رہی ہے میں وہاں سے راستہ کی خبر یا سردی کے حل کیلئے آگ لاتا ہوں جب حضرت موسیٰ علیہ السلام آگ کے قریب پہنچے تو وادی کے کنارے پر ایک سرسبز چمکتے ہوئے درخت سے آواز آئی کہ اے موسیٰ! جس چیز کو تم آگ سمجھ رہے ہو یہ آگ نہیں بلکہ تمہارے پروردگار رب العالمین کی ایک تجلی ہے دوسری آواز آئی کہ اپنی لاٹھی زمین پر ڈال دو جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے لاٹھی زمین پر پھینکی تو وہ سانپ بن گئی اور حرکت کرنا شروع کر دی، حضرت موسیٰ علیہ السلام گھبرا کر بھاگے تو آواز آئی کہ اے موسیٰ! گھبراؤ نہیں آگے آؤ اس سانپ سے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا یہ تو دشمن کو ڈرانے کیلئے تمہیں معجزہ عطاء کیا گیا ہے۔

نیز ارشاد فرمایا کہ اے موسیٰ! اپنے ہاتھ کو گریبان میں داخل کرنے کے بعد نکالو تو انتہائی روشن چمکدار ہو کر نکلے گا اور اگر تمہیں اس سے خوف محسوس ہو تو پھر دوبارہ اس کو اپنے گریبان میں ڈالنا اور وہ اپنی اصل حالت پر آ جائے گا اور یہ دونوں نشانیاں بطور معجزہ تمہیں فرعون اور اس کے لشکر کے مقابلہ کیلئے عطاء کی گئی ہیں کیونکہ وہ بدکار و فاسق لوگ ہیں تمہیں ان کی اصلاح کیلئے بھیجا گیا ہے۔

❸ کلمات مخطوطہ کی لغوی تحقیق:۔ "شَاطِئٌ" یہ اسم ہے بمعنی کنارہ اس کی جمع نہیں آتی (مصباح اللغات)۔

"نُوْدِيَ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث ماضی مجہول از مصدر مُنَادَاةٌ، مُنَادَاةٌ، نِدَاءٌ (مفاعلۃ، ناقص) بمعنی پکارنا۔

"اَلْبُقْعَةُ" یہ مفرد ہے اس کی جمع بِقَاعٌ و بُقَعٌ آتی ہے بمعنی زمین کا ٹکڑا۔

"تَهْتَزُّ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث مضارع معلوم از مصدر اِهْتِزَازٌ (افتعال، مضاعف) بمعنی ہلنا وحرکت کرنا۔

"جَانٌّ" یہ "جن" کا اسم جمع ہے اور اس کی جمع جِنَّانٌ ہے بمعنی جن، پری، دیو۔

"وَلّٰی" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل ماضی معلوم از مصدر تَوْلِيَةٌ (تفعیل) بمعنی منہ موڑنا، پیٹھ دے کر بھاگنا۔

"سُوْءٌ" یہ مفرد ہے اس کی جمع اَسْوَاءٌ ہے بمعنی آفت، شر وفساد۔ "الرَّهْبِ" یہ مصدر ہے از باب سمع بمعنی ڈرنا وخوف کرنا۔

❹ **مدبرًا، بیضاءً کے نصب اور تخرج کے جزم کی وجہ:۔** مدبرا، بیضاء یہ الفاظ اپنے ماقبل والے فعل کی ضمیر سے حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں۔ "تخرج" اسلك فعل امر کے جواب میں واقع ہونے کی وجہ سے مجزوم ہے۔

﴿السوال الثالث﴾ ١٤٢٦ھ

الشق الاول ......عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لِعَلِيٍّ (فَوَاللّٰهِ لَأَنْ يَّهْدِيَ اللّٰهُ بِكَ رَجُلًا وَاحِدًا خَيْرٌ لَّكَ مِنْ حُمُرِ النَّعَمِ)۔ (حدیث:١٣٧٩)

حدیث پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ ھدایت اور حمر النعم کی مراد واضح کریں۔ **فواللّٰه الخ** سے آخر تک نحوی ترکیب کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں چار امور توجہ طلب ہیں (۱) حدیث پر اعراب (۲) حدیث کا ترجمہ (۳) ھدایت، حمر النعم کی مراد (۴) جملہ مذکورہ کی ترکیب۔

جواب ...... ❶ **حدیث پر اعراب:۔** کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ **حدیث کا ترجمہ:۔** حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اللہ کی قسم البتہ تیری وجہ سے اللہ تعالیٰ ایک آدمی کو ہدایت دے دیں تو یہ تیرے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔

❸ **ھدایت و حمر النعم کی مراد:۔** ہدایت سے مراد ہدایت دینا اور دولت ایمان سے سرفراز کرنا ہے اور حمر النعم سے مراد عربوں کا سب سے قیمتی مال واثاثہ سرخ اونٹ ہیں اور یہاں پر مطلقاً عمدہ مال بھی مراد ہو سکتا ہے مطلب یہ ہے کہ اگر تیرے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کسی کی ہدایت کا فیصلہ فرما دیں اور اس کو دولت ایمان سے نواز دیں تو سرخ اونٹوں کے لشکر کے مقابلہ میں یہ تیرے لئے بہتر ہے بلکہ ایک آدمی کا تیرے ذریعہ سے اسلام قبول کرنا تیرے لئے دنیا ومافیہا سے ہزار ہا درجہ بہتر ہے۔

❹ **جملہ مذکورہ کی ترکیب:۔** فا تفریعیہ واؤ جارہ قسمیہ اللّٰه مجرور مقسم بہ، جار مجرور ملکر قسم لام برائے تاکید ان ناصبہ مصدریہ یهدی فعل اللّٰه فاعل بك، جار مجرور مل کر متعلق ہوا فعل کے رجلا واحدا موصوف وصفت ملکر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل، مفعول بہ ومتعلق سے مل کر بتاویل مصدر مبتدا خیر اسم تفضیل مع فاعل لك جار مجرور مل کر متعلق اوّل ہوا اسم تفضیل کے من جارہ حمر النعم مضاف ومضاف الیہ مل کر مجرور، جار ومجرور مل کر متعلق ثانی، اسم تفضیل اپنے فاعل ودونوں متعلقوں سے مل کر شبہ جملہ ہو کر خبر، مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر جواب قسم، قسم اپنے جواب قسم سے مل کر جملہ قسمیہ انشائیہ ہوا۔

الشق الثانی ......قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (إِنَّ مِنْ أَفْضَلِ أَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَأَكْثِرُوْا عَلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ فِيْهِ، فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَيَّ فَقَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَكَيْفَ تُعْرَضُ صَلَاتُنَا عَلَيْكَ، وَقَدْ أَرِمْتَ؟ قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ)۔ (حدیث:۱۳۹۹)

حدیث پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔حدیث کی تشریح کریں اور **عرض صلاۃ** کی وضاحت کریں۔**ان من افضل أیاکم یوم الجمعة** کی نحوی ترکیب کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں پانچ امور حل طلب ہیں (۱) حدیث پر اعراب (۲) حدیث کا ترجمہ (۳) حدیث کی تشریح (۴) **عرض صلوٰۃ** کی وضاحت (۵) مذکورہ جملہ کی ترکیب۔

جواب...... ❶ حدیث پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

❷ حدیث کا ترجمہ:۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک تمہارے افضل ترین دنوں میں سے جمعہ کا دن ہے پس کثرت کرو تم اس دن میں میرے اوپر درود وسلام کی پس بے شک تمہارا درود وسلام مجھ پر پیش کیا جاتا ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ہمارا درود وسلام آپ پر کیسے پیش کیا جائے گا حالانکہ آپ تحقیق بوسید ہو چکے ہوں گے، آپ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ نے حرام کر دیا ہے زمین پر انبیاء کے اجسام کو۔

❸ حدیث کی تشریح:۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے میری امت کے لوگو! تمہارے افضل دنوں میں سے ایک دن جمعہ بھی ہے اس کو بھی بہت فضیلت حاصل ہے لہذا اس فضیلت والے دن میں فضیلت والا عمل کیا کرو، یعنی مجھ پر کثرت سے درود وسلام پڑھا کرو کیونکہ تم کائنات میں جہاں بھی ہو تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! جب آپ ﷺ اس دنیا سے رحلت فرما جائینگے اور بوسید ہو چکے ہونگے پھر آپ ﷺ پر ہمارا درود وسلام کس طرح پیش کیا جائیگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے مٹی پر انبیاء کے اجسام کو حرام کر دیا ہے۔مٹی انکو نہیں کھا سکتی اور وہ محفوظ ہوتے ہیں۔

❹ عرضِ صلوٰۃ کی وضاحت:۔ حدیث کی تشریح میں اسکی وضاحت ہو چکی ہے مزید یہ کہ ایک حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے مٹی پر انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو حرام کر دیا ہے مٹی انکو نہیں کھا سکتی ہے اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ آپ کے روضہ مبارک پر جو درود وسلام پڑھا جاتا ہے اسکو آنحضرت ﷺ خود سنتے ہیں اور اس کا جواب بھی دیتے ہیں اور اسکے علاوہ روئے زمین پر جہاں کہیں بھی آپ ﷺ پر درود وسلام پڑھا جائے تو عالم الغیب اور حاضر ناظر نہ ہونے کی وجہ سے آپ ﷺ خود تو نہیں سنتے البتہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ذمہ لگا رکھا ہے کہ جو کوئی مسلمان جب بھی آپ ﷺ پر درود وسلام پڑھتا ہے تو وہ فرشتے فوراً آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں اس مسلمان کا نام لیکر اسکا درود وسلام پیش کرتے ہیں۔ **ان اللّٰه وملئکته یصلون علی النبی یاایها الذین آمنوا صلوا علیه وسلموا تسلیما ، صلی اللّٰه علیه وعلی اله واصحابه وازواجه وبناته وذریاته اجمعین یارب صل وسلم دائما ابدا علی حبیبك خیر الخلق کلهم۔**

❺ مذکورہ جملہ کی ترکیب:۔ ان حرف از حروف مشبہ بالفعل **من** جارہ **افضل** مضاف **ایامکم** مضاف ومضاف الیہ مل کر

مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور، جار مجرور مل کر "ثابت" کے متعلق ہو کر خبر مقدم **یوم الجمعة** مضاف ومضاف الیہ مل کر اسم موخر، إنّ اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

﴿الورقة الاولىٰ : فی التفسیر﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ١٤٢٧ھ

الشق الاوّل ...... الۤرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ۝ اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ ۝ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝ (پ ۱۱-س یونس: ۱ تا ۳)

آیات کا ترجمہ کریں۔ آیات کی تفسیر کرتے ہوئے **قدم صدق، ستة ایام** اور **استواء علی العرش** کی وضاحت کریں۔ **عجبا** کے منصوب ہونے کی وجہ تحریر کریں۔ "**اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ**" کی ترکیب کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا خلاصہ پانچ امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ، (۲) آیات کی تفسیر (۳) "**قدم صدق ، ستة ایام ، استوی علی العرش**" کی وضاحت (۴) "**عجبا**" کے نصب کی وجہ (۵) "**اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ**" کی ترکیب۔

جواب ...... ① آیات کا ترجمہ:۔ "الۤر" (اللہ تعالیٰ ہی اس کی مراد جانتے ہیں) یہ حکمت والی کتاب کی آیات ہیں، کیا لوگوں کو تعجب ہوا کہ ہم نے وحی بھیجی ہے انہی میں سے ایک مرد کی طرف اس بات کی کہ ڈرا تو لوگوں کو اور خوشخبری سنا اہل ایمان کو اس بات کی کہ ان کو انکے رب کے پاس پورا مرتبہ ملے گا؟ تو کافروں نے کہا کہ بیشک یہ واضح جادوگر ہے بے شک تمہارا پروردگار وہ ذات ہے جس نے آسمان وزمین کو چھ دن (کی مقدار) میں پیدا کیا پھر وہ عرش پر قائم ہوا ہر کام کی تدبیر کرتا ہے، (قیامت کے روز) کوئی سفارش کرنیوالا نہیں ہوگا مگر اس کی اجازت کے بعد، یہ ذات وہستی اللہ ہے جو تمہارا رب ہے بس تم اسکی عبادت کرو کیا تم غور وفکر نہیں کرتے۔

② آیات کی تفسیر:۔ ان آیات میں سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ قرآن کریم کو کتاب ہدایت وحکمت بیان کرنے کے بعد دوسری آیت میں مشرکینِ مکہ کے شبہ کا جواب دے رہے ہیں، وہ شبہ یہ تھا کہ مشرکین کہتے تھے کہ پیغمبر ورسول کوئی فرشتہ وغیرہ ہونا چاہیے تھا اللہ تعالیٰ کا ایک انسان کو پیغمبر بنا کر بھیجنا اور اس کی طرف وحی نازل کرنا تعجب خیز وخلاف عقل ہے یہ نبی نہیں بلکہ ساحر و جادوگر ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس دوسری آیت میں اس کا جواب دے دیا کہ انسان کو پیغمبر بنا کر بھیجنا عقل کے مقتضاء کے مطابق ہے کیونکہ پیغمبر نے "اسوہ" اور نمونہ بن کر دکھانا ہوتا ہے اگر پیغمبر بشر نہ ہوتا بلکہ فرشتہ ہوتا تو پھر یہی لوگ اعتراض کرتے کہ یہ تو فرشتہ ہے اس کو بشری تقاضے لاحق ہی نہیں ہوتے اس لئے اللہ تعالیٰ نے بشر کو ہی بشر کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔

نیز بادشاہوں کا قاعدہ ہے کہ محرر ومقرر اور قاصد ہمیشہ اس شخص کو بناتے ہیں جو ان لوگوں کی جنس وزبان سے واقف ہو ورنہ لوگ، اس کی بات سمجھ ہی نہ پائیں گے اور فائدہ تامہ حاصل نہ ہو سکے گا اسلئے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی طرف انہی میں سے پیغمبر

ورسول بنا کر بھیجے تا کہ وہ اس کی زبان وماحول سے واقفیت ومناسبت تامہ کی وجہ سے مکمل فائدہ وراہنمائی حاصل کرسکیں۔اسی مفہوم کو اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔**وما ارسلنامن قبلك الا رجالا نوحی الیهم۔**

تیسری آیت میں اللہ تعالیٰ ایک منفرد انداز میں توحید کی دعوت دے رہے ہیں کہ تمہارا پروردگار تو وہ ذات وہستی ہے جس نے تن تنہا زمین وآسمان کو پیدا کیا پھر وہ اکیلا ہی ان کی تخلیق کے بعد تخت شاہی عرش پر قائم ہوا،اور وہ تن تنہا ہی اپنی حکمت کے مطابق کائنات کے تمام امور کا فیصلہ کرتا ہے۔اور روزِ قیامت کوئی بزرگ کوئی ہستی کسی کی سفارش بھی اسکی اجازت کے بغیر نہیں کرسکتی، جب ان تمام امور کا وہ تن تنہا خالق ومالک اور مدبر ہے تو عبادت کے لائق بھی وہی ہے اگر تم ذرہ برابر بھی کائنات کے اس نظام میں غور وفکر کرتے تو تمہارا ضمیر بھی یہ فیصلہ دیتا کہ عبادت وبندگی کے لائق صرف اور صرف ایک ہی پروردگار کی ذات ہے۔

۳ **قدم صدق، ستة ایام، استوی علی العرش کی وضاحت:۔** قدم کا اصل معنی پاؤں ہے اور مرادی و مجازی معنی بلند مرتبہ ہے کیونکہ انسان کی بلندی اور ترقی کا ذریعہ قدم ہی ہوتا ہے اور صدق کے معنی حق ویقینی اور قائم وباقی رہنے والا ہے۔

عطاء رحمہ اللہ کے نزدیک **قدم صدق** سے مراد صدق کا مقام ہے جس میں نہ کوئی زوال ہے اور نہ دشواری وتکلیف، صاحب تفسیر مظہری کے نزدیک اونچا مرتبہ مراد ہے جس کی طرف اہل ایمان بڑھ رہے ہیں اور جہاں ان کا قیام ہوگا۔

حسن رحمہ اللہ نے کہا کہ مراد وہ نیک اعمال ہیں جو اہلِ ایمان نے مرنے سے پہلے کئے ہوں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک اس سے مراد سعادت سابقہ ہے۔

زید بن اسلم رحمہ اللہ نے کہا کہ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت مراد ہے۔(تفسیر مظہری ص ۳۰۸ ج ۵)

ستة ایام کی وضاحت یہ ہے کہ زمین وآسمان کو چھ دن کے وقت کے برابر میں پیدا کیا گیا یعنی آجکل حساب لگائیں تو اتنے وقت کے چھ دن بنتے ہیں اور باری تعالیٰ آن واحد میں بھی ان کو پیدا کرسکتے تھے،انسانیت کو آہستہ روی اور تدریج کی تعلیم دینے کیلئے چھ روز میں پیدا کیا۔

"**استوی علی العرش** تمام سلف صالحین کا ان جیسی آیات صفات میں مذہب یہ ہے کہ اس قسم کی آیات کے ظاہر پر ایمان لانا اور انکی حقیقت کے علم کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا واجب ہے۔

امام مالک بن انس رحمہ اللہ فرماتے ہیں **الاستواء معلوم والکیفیت مجهول والسوال عنه بدعة** (استواء کا لفظی معنی معلوم ہے اس کی کیفیت مجہول ہے اور اس کے بارے میں سوال کرنا بدعت ہے)۔

اگرچہ بعض متاخرین نے ان آیات کے بھی معانی بیان کئے ہیں مگر یہ صرف احتمال کے درجہ میں ہیں یقینی نہیں ہیں۔

۴ **عَجَبًا کے نصب کی وجہ:۔** آیت کریمہ میں موجود لفظ عَجَبًا کان ناقصہ کی خبر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

۵ **اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَا اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ کی ترکیب:۔** "ہمزہ" استفہامیہ **کان** ناقصہ **للناس** جارمجرور ملکر **عجبا** مصدر کے متعلق ہوکر شبہ جملہ بن کر خبرِ مقدم **ان** ناصبہ مصدریہ **اوحینا** فعل وفاعل **الی رجل منهم** جارمجرور مل کر متعلق ہوا فعل کے،فعل اپنے فاعل ومتعلق سے مل کر جملہ فعلیہ مصدر کی تاویل میں ہوکر اسم مؤخر، **کان** اپنے اسم وخبر سے ملکر جملہ اسمیہ انشائیہ ہوا۔

الشق الثانی ...... وَفِي الْأَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِيْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝ وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ (پ۱۳، س رعد:۴و۵)

آیات کریمہ کا ترجمہ وتفسیر کریں۔خط کشیدہ کلمات کی لغوی تحقیق لکھیں۔**یسقی بماء واحد** کی ترکیبی حیثیت واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال کا حاصل چار امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) کلمات مخطوطہ کی لغوی تحقیق (۴) **یسقی بماء واحد** کی ترکیبی حیثیت۔

جواب ...... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ اور زمین میں مختلف قطعات ہیں ایک دوسرے سے ملے ہوئے اور انگور کے باغات ہیں اور کھیتیاں ہیں اور کھجور کے درخت ہیں جن میں سے بعض کی جڑ ملی ہوئی ہے اور بعض کی جڑ نہیں ملی ہوئی ہے کہ ان کو ایک ہی پانی سے سیراب کیا جاتا ہے اور ہم بعض کو بعض پر پھلوں میں فوقیت دیتے ہیں بے شک ان میں غور وفکر کرنے والوں کیلئے نشانیاں ہیں اور اگر آپ ﷺ کو تعجب ہو تو ان کا یہ قول تعجب کے لائق ہے کہ جب ہم مٹی ہو جائینگے تو کیا ہم از سرِ نو پیدا کئے جائینگے؟ یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے رب کے منکر ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جن کی گردنوں میں طوق ہیں اور یہی لوگ جہنمی ہونگے اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

❷ آیات کی تفسیر:۔ اللہ تعالیٰ ان آیات میں اپنی قدرت کی نشانیوں کو ذکر کرنے کے بعد اہلِ عقل وفکر کو غور وفکر کی دعوت دے رہے ہیں چنانچہ ارشاد فرمایا کہ ایک ہی زمین ہے اس کے بہت سے ٹکڑے باہم متحد ہونے کے باوجود طبیعت کے اعتبار سے مختلف ہیں کوئی ٹکڑا عمدہ و پیداواری اور کوئی شوریلا ونمکین، کوئی صرف درختوں کے قابل اور کوئی صرف کھیتی کے قابل اور کوئی بالکل چٹیل، اور ہر علاقہ کی خاص پیداوار، ایک علاقہ کا پھل دوسرے علاقہ میں پیدا ہونا مشکل، کہیں انگور کے باغات اور کہیں کھجور باوجودیکہ سب پر ایک ہی پانی برسا لیکن پھر بھی اتنا فرق ہے، یہ سب ہماری قدرت ووحدانیت کے دلائل ہیں۔

دوسری آیت کریمہ میں بعث بعد الموت کے منکرین کے رد میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ لوگ آپ کے معجزات ودلائلِ نبوت کے منکر ہیں اور بے جان اپنے ہی ہاتھوں کے بنائے ہوئے بتوں کی عبادت پر قائم ہیں آپ کو ان کے ان افعال پر تعجب ہوتا ہے حالانکہ اس سے زیادہ تعجب وحیرانگی کی بات یہ ہے کہ یہ لوگ بعث بعد الموت کے منکر ہیں کہ جب ہم مر کر خاک ہو جائیں گے اور ہماری ہڈیاں بھی بوسیدہ وخاک ہو جائیں گی تو کیا ہم اس کے بعد دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔حالانکہ جو ذات ایک ہی زمین میں اتنے بڑے تغیرات وتبدیلی پر قادر ہے وہ بغیر نقشہ ومسودہ کے سب کچھ تیار کرنے پر قادر ہے وہ بعث بعد الموت پر بھی قادر ہے درحقیقت یہ دلائل میں غور وفکر نہیں کرتے اور اپنے رب کے منکر ہیں کیونکہ بعث بعد الموت کا انکار باری تعالیٰ کی قدرت کا انکار ہے۔اور جو ذات قادر نہ ہو وہ رب بھی نہیں ہو سکتی۔لہٰذا یہ اپنے رب کے منکر ہیں اور ان کی گردنوں میں گمراہی کے طوق ہیں جن سے چھٹکارا ممکن نہیں ہے اور اسی وجہ سے یہ جہنم میں جائیں گے اور پھر ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہیں گے، جس سے خلاصی نہیں ہو سکے گی **(اعاذنا الله منه)**

❸ کلمات مخطوطہ کی لغوی تحقیق:۔ "صِنْوَانٌ" یہ صِنْوٌ کی جمع ہے بمعنی مثل اور ایک ہی جڑ سے نکلنے والے درخت و تنے۔

"مُتَجَاوِرَاتٌ" صیغہ جمع مؤنث بحث اسم فاعل از مصدر تَجَاوُز (تفاعل، اجوف) بمعنی برابر ہونا، ملے ہوئے ہونا۔
"قِطَعٌ" یہ جمع ہے اس کا مفرد قِطْعَةٌ ہے بمعنی ٹکڑا۔ "اَغْلَالٌ" یہ غُلٌّ کی جمع ہے بمعنی ہتھکڑی یا طوق۔
❹ **یسقی بماء واحد کی ترکیبی حیثیت:۔** یہ پورا جملہ ماقبل کے جملہ قِطَعٌ مُتَجَاوِرَاتٌ الخ کی صفت ہے۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۲۷ھ

الشق الاول ...... وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْأَمْثَالَ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيرًا ۝ وَلَقَدْ أَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِي أُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ أَفَلَمْ يَكُونُوا يَرَوْنَهَا بَلْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ نُشُورًا ۝ وَإِذَا رَأَوْكَ إِنْ يَتَّخِذُونَكَ إِلَّا هُزُوًا أَهَٰذَا الَّذِي بَعَثَ اللَّهُ رَسُولًا ۝ إِنْ كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ آلِهَتِنَا لَوْلَا أَنْ صَبَرْنَا عَلَيْهَا وَسَوْفَ يَعْلَمُونَ حِينَ يَرَوْنَ الْعَذَابَ مَنْ أَضَلُّ سَبِيلًا ۝

(پ۱۹۔ س فرقان: ۳۹ تا ۴۲)

آیات کریمہ کا ترجمہ اور تفسیر کریں۔ **القریة** سے کون سی بستی مراد ہے؟ وضاحت کریں۔ **اِنْ کَادَ** میں **اِنْ** کون سا ہے، واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حل چار امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) **القریة** کی مراد (۴) **اِنْ** کی تعیین۔

جواب ...... ❶ **آیات کا ترجمہ:۔** اور ہر ایک کیلئے ہم نے امم مذکورہ میں سے مثالیں (نصیحت آموز مضامین) بیان کئے اور ہر ایک کو ہم نے امم سابقہ میں سے ہلاک و برباد کر دیا اور البتہ تحقیق یہ اہل مکہ اُس بستی پر گزرے ہیں جس پر بُری بارش برسائی گئی کیا انہوں نے اس بستی کو نہیں دیکھا بلکہ وہ دوبارہ اٹھنے کی امید نہیں رکھتے تھے اور جب یہ لوگ آپ ﷺ کو دیکھتے ہیں تو یہ آپ ﷺ کو مذاق بنا لیتے ہیں (کہتے ہیں کہ) کیا یہی ہے وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا ہے بے شک قریب تھا کہ یہ ہمیں ہمارے معبودوں سے گمراہ کر دیتا اگر ہم ان (کی پرستش) پر جمے نہ رہتے اور عنقریب جان لیں گے وہ جس وقت وہ عذاب دیکھیں گے کہ کون بڑا گمراہ تھا سیدھے راستہ سے۔

❷ **آیات کی تفسیر:۔** ماقبل کی آیات میں قوم عاد و ثمود اور اصحاب راس و دیگر اقوام کا ذکر کرنے کے بعد اس آیت میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہر ایک کے سامنے ہم نے طرح طرح کے واقعات اور معجزات بیان کئے تھے تو جب وہ ان سب دلائل کے باوجود بھی ایمان نہ لائے تو ہم نے ان کو تباہ و برباد کر دیا اور یہ اہلِ مکہ ملکِ شام کی طرف تجارت وغیرہ کی غرض سے آتے جاتے ہیں اور اس بستی پر بھی یہ گزرتے ہیں جس پر ہم نے پتھروں کی بارش کی تھی اور اس کے باشندوں کو نشانِ عبرت بنا دیا تھا تو کیا یہ اس بستی کو دیکھتے نہیں ہیں؟ مطلب یہ ہے کہ اس بستی کو دیکھنے کے باوجود بھی عبرت حاصل نہیں کرتے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ انکے دل کی آنکھیں اندھی ہیں اور انکو بعث بعد الموت اور عمل کی سزا و جزا کی امید و توقع نہیں ہے اسلئے یہ اس بستی سے عبرت حاصل نہیں کرتے۔

اگلی آیت میں ارشاد فرمایا کہ یہ کافر لوگ آپ سے استہزاء کرتے ہیں اور بطور تحقیر کہتے ہیں کہ کیا یہی شخص اللہ کا رسول ہے؟ اگر اللہ تعالیٰ نے رسول بنانا ہی تھا تو کسی معزز و محترم شخص کو رسول بناتے نہ کہ اس جیسے معمولی آدمی کو؟ مزید برآں یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ انتہاء درجہ کی دعوت و تبلیغ کرتا ہے کہ اگر ہم نے اچھی طرح اپنے آباؤ اجداد کے دین پر استقامت اختیار نہ کی ہوتی تو یہ شخص کب سے ہمیں گمراہ کر چکا ہوتا آخر میں اللہ تعالیٰ بطور انجام ذکر فرماتے ہیں کہ جب یہ لوگ عذاب سے دوچار ہوں گے اور تباہی و بربادی کا ان کو سامنا کرنا پڑے گا تو پھر ان کو معلوم ہوگا کہ ہدایت پر کون تھا اور گمراہی پر کون تھا؟

③ **القریة** کی مراد:۔ آیت کریمہ میں **القریة** سے مراد ملک شام کا ایک شہر سدوم اور اس کے مضافات میں واقع دوسری بستیاں ہیں جہاں قوم لوط آباد تھی ان پر لواطت و امرد پرستی جیسی قبیح حرکتوں کی وجہ سے پتھروں کی بارش برسائی گئی تھی اور بحوالہ بغوی قوم لوط کی ان بستیوں کی تعداد پانچ تھی جن میں سے چار تباہ و برباد کر دی گئی تھیں، اور ایک چھوٹی سی بستی بچ گئی تھی جس کے باشندے اس غلط حرکت میں مبتلا نہ تھے۔ (تفسیر مظہری)

④ اِن کی تعیین:۔ یہ ان مخففہ من المثقلہ ہے اور اس کا اسم محذوف ہے اصل عبارت **اِنَّه كاد** ہے۔ (مظہری)

الشق الثانی ...... وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ۝ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِ ۙ قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰۤاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ ۚ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ ۙ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا وَقَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْۤ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ فِيْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ (پ۱۹۔ س نمل: ۱۷تا۱۹)

آیات کریمہ کا ترجمہ و تفسیر کریں۔ آیات میں بیان کردہ قصہ کی تفصیل لکھیں۔ **ضاحکا** کے منصوب ہونے کی وجہ تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) مذکورہ واقعہ کی تفصیل (۴) **ضاحکا** کے نصب کی وجہ۔

جواب ...... ① **آیات کا ترجمہ:۔** اور جمع کئے گئے حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس جن و انس اور پرندوں کے لشکر وہ روکے جاتے تھے یہاں تک کہ جب وہ چیونٹیوں کی وادی پر پہنچے تو ایک چیونٹی نے کہا اے چیونٹیو! تم اپنے گھروں میں گھس جاؤ کہ کہیں سلیمان علیہ السلام اور اس کی فوجیں تمہیں پیس نہ ڈالیں اور ان کو خبر بھی نہ ہو پس حضرت سلیمان علیہ السلام چیونٹی کی اس بات پر مسکراتے ہوئے ہنس پڑے اور عرض کی کہ اے میرے پروردگار! مجھے توفیق عطاء فرما کہ تیری اس نعمت کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھے اور میرے والدین کو عطاء کی ہے اور یہ کہ میں وہ نیک عمل کروں جو تجھے پسند ہو اور مجھے اپنی خصوصی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں شامل فرما۔

② **آیات کی تفسیر:۔** ان آیات میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی بادشاہت کے ایک واقعہ کا ذکر ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی بادشاہت تمام چرند و پرند اور جن و انس پر تھی اور جب کبھی سفر پر نکلتے تو ان تمام مخلوقات میں سے چند ایک کو ساتھ لے کر چلتے چنانچہ ایک مرتبہ سب جن و انس اور پرندے سفر کے لئے جمع ہو گئے اور خصوصی نظم و ضبط اور منصوبہ بندی کے ساتھ چلتے ہوئے ایک ایسے میدان سے گزر ہو رہا تھا جہاں بکثرت چیونٹیاں موجود تھیں تو ان چیونٹیوں میں سے ایک چیونٹی نے اپنی دیگر چیونٹیوں سے کہا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا لشکر یہاں سے گزرنے والا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ لاعلمی میں وہ تمہیں روند ڈالیں اسلئے ان کی آمد سے قبل ہی اپنے اپنے سوراخوں میں گھس جاؤ جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے چیونٹی کی یہ بات ہواؤں کے ذریعہ سے سنی تو چیونٹی کی دانش مندی و احتیاط کی وجہ سے تعجب ہوا اور اس بات پر مسکراتے ہوئے ہنس پڑے اور پروردگار کی اس نعمت (پرندوں کی زبان کی) سمجھ کی وجہ سے دیگر نعمتیں بھی یاد آ گئیں، اور فرمایا کہ اے پرودگار تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر جو بے شمار انعامات کئے ہیں اور خصوصی نعمتوں سے نوازا ہے مجھے ان تمام نعمتوں پر شکر ادا کرنے اور مقبول عمل صالح کرنے کی توفیق بھی عطاء فرما اور سب سے بڑھ کر نیاز

مندانہ درخواست یہ ہے کہ تو مجھے اپنی رحمت سے اپنے نیک وصالح بندوں میں شامل فرما۔

③ مذکورہ واقعہ کی تفصیل:۔ ابھی تفسیر کے ضمن میں پورا واقعہ بالتفصیل ذکر کر دیا گیا ہے۔

④ ضاحکا کے نصب کی وجہ:۔ فَتَبَسَّمَ فعل کی ضمیر فاعل سے حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

﴿السوال الثالث﴾ ١٤٢٧ھ

الشق الاول ......وَعَنْ أَبِیْ أُمَامَۃَ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ أَفْضَلُ الصَّدَقَاتِ ظِلُّ فُسْطَاطٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَوْمَنِیْحَۃُ خَادِمٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ أَوْ طَرُوْقَۃُ فَحْلٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ۔(حدیث:۱۳۰۷)

حدیث پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔خط کشیدہ کلمات کی لغوی تحقیق لکھیں۔حدیث کی تشریح اور جہاد کا لغوی واصطلاحی معنی بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں پانچ امور توجہ طلب ہیں (۱) حدیث پر اعراب (۲) حدیث کا ترجمہ (۳) کلمات مخطوطہ کی لغوی تحقیق (۴) حدیث کی تشریح (۵) جہاد کا لغوی واصطلاحی معنی۔

جواب ...... ① حدیث پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

② حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سب سے افضل وبہترین صدقہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں ایک سایہ دار خیمہ (مجاہدین کو دینا) ہے یا اللہ کے راستہ میں ایک خادم وغلام کو عطیہ کرنا ہے یا اللہ تعالیٰ کے راستہ میں نوجوان اونٹ دینا ہے۔

③ کلمات مخطوطہ کی لغوی تحقیق:۔ "فُسْطَاطٌ" یہ مفرد ہے اس کی جمع فَسَاطِیْطُ ہے بمعنی اون کا خیمہ۔

"مَنِیْحَۃٌ" یہ مفرد ہے اور اس کی جمع مِنَحٌ ، مَنَائِحُ ہے بمعنی عطیہ از مصدر منحا (فتح وضرب) بمعنی عطا کرنا، دینا۔

"طَرُوْقَۃٌ" وہ اونٹنی جو اونٹ کی جفتی کے قابل ہو جائے۔

④ حدیث کی تشریح:۔ اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین کے ساتھ تعاون اور راہ خدا میں خرچ کرنے کی ترغیب دی ہے کہ سب سے بہترین صدقہ مجاہدین کو میدانِ جہاد میں رہنے سہنے اور راحت وسکون کیلئے سایہ دار خیمہ دینا ہے اور اسی طرح دوسری چیز مجاہدین کی خدمت اور ضروریات کیلئے کوئی خادم وغلام مہیا کرنا ہے اور تیسری چیز سواری وغیرہ مجاہدین کو عطاء کرنا ہے الحاصل مجاہدین کو میدان جہاد کیلئے آلات جہاد میں سے کوئی بھی ایسی چیز مہیا کرنا جس کی وجہ سے وہ یکسو ہو کر دشمن کا مقابلہ کر سکیں یہ افضل ترین صدقہ ہے۔

⑤ جہاد کا لغوی واصطلاحی معنی:۔ جہاد کا لغوی معنی کوشش کرنا ہے اور اصطلاح میں کلمۃ اللہ کی بلندی کیلئے کفار سے قتال کرنا اور ظلم وفساد سے معاشرہ کو پاک کرنے کے لیے ظالم کے خلاف انصاف کے حصول کیلئے میدان عمل میں اترنا جہاد کہلاتا ہے۔

الشق الثانی ......وَعَنْ أَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یَقُوْلُ :"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ أَعُوْذُبِکَ مِنَ الْجُوْعِ فَاِنَّہٗ بِئْسَ الضَّجِیْعُ وَأَعُوْذُبِکَ مِنَ الْخِیَانَۃِ، فَاِنَّھَا بِئْسَتِ الْبِطَانَۃُ" ۔ (حدیث:۱۳۸۵)

حدیث شریف پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔خط کشیدہ جملے کی نحوی ترکیب کریں۔کتاب الدعوات میں سے کوئی پانچ دعائیں تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں چار امور حل طلب ہیں (۱) حدیث پر اعراب (۲) حدیث کا ترجمہ (۳) آخری جملہ کی

ترکیب (۴) کتاب الدعوات میں سے پانچ دعائیں۔

جواب ...... ❶ حدیث پر اعراب:۔کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا کیا کرتے تھے (ترجمہ) اے اللہ میں بھوک سے تیری پناہ مانگتا ہوں کیونکہ وہ برا ساتھی ہے اور خیانت سے تیری پناہ مانگتا ہوں کیونکہ وہ بری خصلت وعادت ہے۔

❸ آخری جملہ کی ترکیب:۔فا تعلیلیہ ان حرف از حروف مشبہ بالفعل ھا ضمیر اس کا اسم بئست فعل از افعال ذم، اس میں ھی ضمیر اس کا اسم البطانۃ مخصوص بالذم، فعل ذم اپنے اسم اور مخصوص بالذم سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر، ان اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر تعلیل ہوئی ماقبل والے جملہ کی۔

❹ کتاب الدعوات میں سے پانچ دعائیں:۔اللھم اغفرلی وارحمنی واھدنی وعافنی وارزقنی ۔(مسلم)

اللھم مصرف القلوب صرف قلوبنا علی طاعتك ۔ (مسلم)

اللھم اکفنی بحلالك عن حرامك واغننی بفضلك عمن سواك ۔ (ترمذی)

اللھم انی اعوذ بك من منکرات الاخلاق والاعمال والاھواء ۔(ترمذی)

اللھم انی اعوذ بك من فتنة النار وعذاب النار ومن شر الغنی والفقر ۔(ابوداؤد و ترمذی)

﴿الورقة الاولىٰ فی التفسیر﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ١٤٢٨ھ

الشق الاول ...... اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ ۚ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ (پ ١١-س یونس: ٦٢ تا ٦٤)

آیات کریمہ کا ترجمہ اور تفسیر کریں۔اولیاء اللہ پر خوف اور غم نہ ہونے کا مطلب بیان کریں۔اولیاء اللہ کی تعریف اور علامات بیان فرمائیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) اولیاء اللہ پر خوف وغم نہ ہونے کا مطلب (۴) اولیاء اللہ کی تعریف وعلامات۔

جواب ...... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ آگاہ رہو بے شک اللہ کے دوستوں کو نہ کوئی خوف واندیشہ ہوتا ہے اور نہ وہ غمگین ہوتے ہیں، اولیاء اللہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور وہ تقوی اختیار کرتے ہیں ان کیلئے دنیاوی زندگی میں بھی بشارت ہے اور آخروی زندگی میں بھی، اللہ تعالیٰ کے کلمات میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوسکتی یہی بڑی کامیابی ہے۔

❷ آیات کی تفسیر:۔ان آیات کریمہ میں سے پہلی آیت میں اولیاء اللہ کی فضیلت کا ذکر ہے کہ اولیاء اللہ کو روزِ محشر جب تمام لوگ خوف وپریشانی میں مبتلا ہونگے اس وقت ان پر نہ ہی کسی ناگوار چیز کے پیش آنے کا خوف وخطرہ ہوگا اور نہ ہی کسی مقصد کے فوت ہونے کا غم ہوگا کیونکہ اب وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوچکے ہونگے پھر ان کی علامت بتلائی کہ اولیاء اللہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کے احکامات کو مکمل طور پر من وعن تسلیم کیا اور تقوی اختیار کرتے ہیں پھر ارشاد فرمایا کہ آخرت تو انہی کی ہے دنیا میں بھی

ان کیلئے فلاح وکامیابی کی بشارت وخوشخبری ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ فرمادیا وہ حق وسچ ہے اس میں کسی قسم کا ہیر پھیر وتبدیلی ممکن ہی نہیں ہے اور یہ دنیا وآخرت میں فلاح وکامیابی کی بشارت وخوشخبری ہی اصل وحقیقی کامیابی ہے۔

③ **اولیاء اللہ پر خوف وغم نہ ہونے کا مطلب:۔** اولیاء اللہ پر خوف وغم نہ ہونے کا ایک مطلب یہ ہے کہ آخرت میں حساب وکتاب کے بعد ان کو جنت میں داخل کر دیا جائے گا تو خوف وغم سے ہمیشہ کیلئے ان کو نجات مل جائیگی، نہ کسی تکلیف وپریشانی کا خطرہ ہوگا، اور نہ کسی محبوب چیز کے فوت ہونے کا غم ہوگا مگر یہ اولیاء اللہ کی کوئی خصوصیت نہیں ہے اسلئے بہت سے مفسرین نے فرمایا کہ اولیاء اللہ پر خوف وغم نہ ہونا دنیا وآخرت دونوں کیلئے عام ہے اور اولیاء اللہ کی خصوصیت یہی ہے کہ دنیا میں بھی وہ خوف وغم سے محفوظ ہیں۔

صاحب روح المعانی علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اولیاء اللہ کا دنیا میں خوف وغم سے محفوظ ہونا اس اعتبار سے ہے کہ جن چیزوں کے خوف وغم میں عام طور پر اہلِ دنیا مبتلا رہتے ہیں کہ دنیوی مقصد یعنی راحت وآرام اور عزت ودولت میں معمولی سی کمی ہو جائے تو مرنے لگتے ہیں اور معمولی سے تکلیف وپریشانی کے خوف سے ان سے بچنے کی تدبیروں میں دن رات کھوئے رہتے ہیں تو اولیاء اللہ کا مقام ان تمام سے بلند وبالا ہوتا ہے۔ (معارف القرآن ص۵۴۸ ج۴)

④ **اولیاء اللہ کی تعریف وعلامات:۔** اولیاء اللہ کی بے شمار تعاریف کی گئی ہیں مگر ہم اسی تعریف کو ذکر کرتے ہیں جو خود اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے کہ اولیاء اللہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لاتے ہیں اور حقیقت ایمان اپنے اندر پیدا کرتے ہیں ذکر اللہ سے ان کو اطمینان ہوتا ہے اور ذکر سے معمولی مقدار بھی غافل نہیں ہوتے، شرک ومعاصی سے مکمل اجتناب کرتے ہیں، اوامر کی مکمل اطاعت وپیروی ونواہی سے مکمل اجتناب کرتے ہیں۔

اولیاء اللہ کی علامات کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جن کو دیکھنے سے اللہ کی یاد آتی ہو، نیز آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ میرے بندوں میں سے میرے اولیاء وہ ہیں جن کی یاد میرے ذکر سے اور میری یاد انکا ذکر کرنے سے ہوتی ہے نیز ایک جگہ ارشاد فرمایا کہ کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ تم میں سب سے اچھے لوگ کون ہیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ ضرور بتلائیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جن کو دیکھنے سے اللہ کی یاد آتی ہو۔ (مظہری ص۳۳۹ ج۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ اس آیت میں اولیاء اللہ سے کون مراد ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ لوگ جو خالص اللہ کیلئے آپس میں محبت کرتے ہیں کوئی دنیاوی غرض درمیان میں نہیں ہوتی۔ (معارف القرآن ص۵۴۹ ج۴)

الشق الثانی ...... لَهُ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ﴿۱۱﴾ (پ۱۳ الرعد:۱۱)

آیت کا ترجمہ اور تفسیر کریں۔ احادیث کی روشنی میں **لہ معقبٰت** کی وضاحت فرمائیں **ان اللہ لایغیر** کا مطلب بیان فرمائیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حاصل چار امور ہیں (۱) آیت کا ترجمہ (۲) آیت کی تفسیر (۳) احادیث کی روشنی میں **لہ معقبٰت** کی وضاحت (۴) **ان اللہ لا یغیر** کا مطلب۔

جواب ...... ① **آیت کا ترجمہ:۔** ہر شخص کے لئے کچھ نگہبان (باری باری تبدیل ہونے والے فرشتے) وپہرے دار ہیں۔ کچھ اس کے آگے اور کچھ اس کے پیچھے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت

کو تبدیل نہیں کرتا جب تک کہ وہ خود اس چیز کو تبدیل نہ کریں جو ان کے نفسوں میں ہے اور جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کے ساتھ برائی ومصیبت کا ارادہ کرتے ہیں تو اس کے ہٹنے کی کوئی صورت نہیں، اور اللہ کے علاوہ ان کا کوئی مددگار نہیں ہے۔

❷ آیت کی تفسیر:۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرشتوں کے ذریعہ سے انسانوں کی حفاظت اور پھر انسانی بغاوت کی وجہ سے اس حفاظت کے خاتمہ کو ذکر کرتے ہیں، ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کی حفاظت ونگہبانی کیلئے صبح شام تبدیل ہونیوالے فرشتے مقرر کر رکھے ہیں جو ہر طرف سے اس کی حفاظت کرتے رہتے ہیں اور یہ مستقل طور پر بحکم خداوندی اس ڈیوٹی پر مامور ہیں اور اللہ تعالیٰ از خود کسی کو تکلیف ومصیبت میں مبتلا نہیں کرتا اور ان کی اچھی حالت کو از خود بری حالت سے تبدیل نہیں کرتا جب تک کہ وہ اپنے اچھے احوال کو اپنے ہاتھوں سے خود ہی بگاڑ نہ دے اور جب انکے اپنے ہی بگاڑے ہوئے احوال کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کو عذاب ومصیبت میں ڈالنا چاہیں تو کوئی ان کو بچانے والا نہیں ہے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ کے علاوہ ان کا کوئی بھی مددگار وکارساز نہیں ہے جو اس مصیبت کو ٹال سکے۔

❸ احادیث کی روشنی میں لہ معقبٰت کی وضاحت:۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ مجھے بتایئے کہ بندے کے ساتھ کتنے فرشتے ہوتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک فرشتہ تیرے دائیں ہاتھ کی طرف ہے جو تیری نیکیوں پر مامور ہے اور وہ بائیں ہاتھ والے فرشتہ کا سردار ہے۔ جب تو کوئی ایک نیکی کرتا ہے تو وہ دس نیکیاں لکھتا ہے اور جب تو کوئی بدی کرتا ہے تو بائیں ہاتھ والا فرشتہ اپنے سردار سے پوچھتا ہے کہ اس کو لکھ لوں؟ تو دائیں ہاتھ والا فرشتہ جواب دیتا ہے کہ ابھی ٹھہر جاؤ شاید یہ توبہ واستغفار کرلے جب وہ تین مرتبہ ایسا کہتا ہے تو پھر دائیں ہاتھ والا فرشتہ کہتا ہے کہ اچھا اب لکھ لو اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے بچائے یہ برا ساتھی ہے، نہ اس کو اللہ کا لحاظ ہے اور نہ یہ اللہ سے شرم کرتا ہے۔ اور دو فرشتے تیرے آگے پیچھے ہیں اور ایک فرشتہ تیری پیشانی پر مسلط ہے جب تو اللہ کیلئے اس کو نیچے رکھتا ہے تو وہ تجھے سربلند کر دیتا ہے۔ اور جب تو غرور کرتا ہے تو وہ تجھے شکستہ وذلیل کر دیتا ہے اور دو فرشتے تیرے لبوں پر مامور ہیں ان کا کام صرف یہ ہے کہ تو آپ ﷺ پر جو درود پڑھے وہ اس کی نگہداشت کریں اور ایک فرشتہ تیرے منہ کا محافظ ہے کہ سانپ وغیرہ کو منہ میں داخل نہیں ہونے دیتا اور دو فرشتے تیری آنکھوں پر مامور ہیں یہ ہر آدمی کے دس فرشتے ہوئے اور رات کے فرشتے دن کے فرشتوں پر اترتے ہیں کیونکہ رات کے فرشتے دن کے فرشتوں سے الگ ہیں۔ یہ کل بیس فرشتے ہیں اور ابلیس دن میں اور اسکی اولاد رات کو آتی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں دن اور رات کے فرشتے آگے پیچھے آتے جاتے رہتے ہیں فجر وعصر کی نماز میں ان کا اجتماع ہوتا ہے۔ رات کو جو فرشتے تم میں رہے ہیں فجر کو جب وہ اوپر چڑھتے ہیں تو ان کا رب بخوبی ان سے واقف ہونے کے باوجود فرشتوں سے پوچھتا ہے تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا ہے؟ تو وہ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ ہم نے انہیں نماز پڑھتے ہوئے چھوڑا ہے اور جب ہم پہنچے تھے وہ اس وقت بھی نماز پڑھ رہے تھے۔ (تفسیر مظہری ص ۱۵۵ ج ۶)

❹ ان اللہ لا یغیر کا مطلب:۔ مذکورہ جملہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم کی اچھی حالت کو بری حالت سے اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ خود برے اعمال کے ذریعہ اپنی اچھی حالت کو نہیں بدلتی مزید تفصیل تفسیر کے ضمن میں ابھی گزر چکی ہے۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۲۸ھ

الشق الاول ...... وَدَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِى الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ ۝ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا وَّسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ ۝ وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ ۝ (پ ۱۷۔س انبیاء:۷۸تا۸۰)

آیات کریمہ کا ترجمہ اور تفسیر کریں۔ اذیحکمٰن فی الحرث میں جس مقدمہ کی طرف اشارہ ہے اس کی وضاحت کریں۔ **علمنٰہ صنعة لبوس الخ** کی مکمل تفصیل بیان فرمائیں۔ لحکمھم میں ھم ضمیر اور ففھمنٰھا میں ھا ضمیر کا مرجع متعین کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حل پانچ امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) مقدمہ کی وضاحت (۴) **وعلمناہ صنعة لبوس لکم الخ** کی تفصیل (۵) ھُم، ھا ضمیر کا مرجع۔

جواب ...... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ اور (تذکرہ کیجئے) حضرت داؤد وسلیمان علیہما السلام کا جب وہ فیصلہ کر رہے تھے ایک کھیتی کا جب روند ڈالا تھا اس کو رات کے وقت ایک قوم کی بکریوں نے اور ہم ان کے فیصلہ سے واقف تھے پھر سمجھا دیا ہم نے وہ فیصلہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو اور دونوں کو ہم نے حکم اور علم و سمجھ دیا تھا اور مسخر کیا (تابع کیا) ہم نے حضرت داؤد علیہ السلام کیلئے پہاڑوں کو جو تسبیح پڑھتے تھے اور پرندوں کو (مسخر کیا) اور یہ سب کچھ ہم ہی کرنے والے تھے اور ہم نے اس کو تمہارے لباس (زرہیں) بنانے کا طریقہ بھی سکھایا تا کہ وہ محفوظ رکھے تمہیں تمہاری لڑائی میں پس کیا تم اب بھی شکر ادا نہ کرو گے؟

❷ آیات کی تفسیر:۔ ان آیات میں اولاً حضرت داؤد وسلیمان علیہما السلام کے ایک فیصلہ کا ذکر ہے کہ ان میں سے حضرت داؤد علیہ السلام نے ایک فیصلہ کیا مگر اس فیصلہ میں فریقین میں سے ایک کا بالکل نقصان تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو دوسرے فیصلہ کی سمجھ بوجھ عطاء کی اور انہوں نے دونوں کی بہتری والا فیصلہ کیا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت داؤد وسلیمان علیہما السلام دونوں کو علم وحکمت سے نوازا تھا اس کے علاوہ معجزہ کے طور پر بالخصوص ہم نے حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے پہاڑوں اور پرندوں کو بھی مسخر کیا تھا کہ وہ دونوں ذکر و تسبیح کرتے تھے۔ اور یہ علم وحکمت سے نوازنا اور پہاڑوں و پرندوں کو مسخر و تابع کرنا ہمارا ہی فعل تھا۔ مزید برآں ہم نے حضرت داؤد علیہ السلام کو زرہیں بنانے کی تعلیم بھی دی جو لڑائی میں تمہاری حفاظت کے کام آتی ہیں اور اے اہل مکہ! کیا تم اللہ تعالیٰ کے اس خصوصی کرم پر جو تمہاری حفاظت کیلئے زرہیں بنا کر اس نے کیا اب بھی اس کا شکر ادا نہیں کرو گے؟ یعنی کم از کم اب تو تمہیں پروردگار کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

❸ مقدمہ کی وضاحت:۔ بغوی نے لکھا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، قتادہ اور زہری رحمہما اللہ نے بیان کیا کہ دو آدمی حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس آئے ایک کھیت کا مالک تھا اور دوسرا بکریوں کا، کھیت والے نے کہا اس کی بکریاں رات کو چھوٹ کر میرے کھیت میں پڑ گئیں، اور سارا کھیت چر گئیں کچھ بھی باقی نہیں رہا، حضرت داؤد علیہ السلام نے فیصلہ کیا کہ وہ بکریاں کھیت کے عوض کھیت والے کو دیدی جائیں، یہ دونوں حضرت داؤد علیہ السلام کے فیصلہ کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس آئے حضرت سلیمان علیہ السلام نے پوچھا تم دونوں کا کیا فیصلہ ہوا؟ انہوں نے حضرت داؤد علیہ السلام کا فیصلہ بیان کر دیا حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا اگر تمہارا مقدمہ میرے سپرد کر دیا جاتا تو میرا فیصلہ کچھ اور ہی ہوتا ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ بھی کہا تھا کہ میرا فیصلہ دونوں کیلئے فائدہ بخش

ہوتا، حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس قول کی اطلاع حضرت داؤد علیہ السلام کو بھی ہوگئی حضرت داؤد علیہ السلام نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو بلوا کر فرمایا تم فیصلہ کرو دوسری روایت میں ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنی نبوت اور حق پدری کا واسطہ دے کر فرمایا کہ مجھے بتاؤ وہ کیا فیصلہ ہے جو فریقین کیلئے سود مند ہے؟ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا بکریاں کھیت والے کو دے دیجئے اور کھیت بکریوں کے مالک کے سپرد کر دیجئے کھیت والا بکریوں کے دودھ، اون اور نسل سے اتنی مدت تک فائدہ اندوز ہوتا رہے جتنی مدت تک کھیت بکریوں والے کی سپر دگی میں رہے بکریوں کا مالک کھیت کو درست کر کے اس میں بیج بکھیر دے اور جب کھیتی تیار ہو کر اصلی حالت پر آ جائے تو تیار کھیت کھیت والے کو دے دے اور اپنی بکریاں واپس لے لے، حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا صحیح فیصلہ یہی ہے جو تم نے کیا پھر آپ نے یہ فیصلہ جاری کر دیا روایت میں آیا ہے یہ فیصلہ کرنے کے وقت حضرت سلیمان علیہ السلام کی عمر گیارہ سال تھی۔ (تفسیر مظہری ص۳۰۵ ج۷)

④ وعلمنه صنعة لبوس لكم الخ کی تفصیل:۔ لفظ لبوس لغت کے اعتبار سے اسلحہ میں سے ہر چیز کو کہا جاتا ہے، جو انسان اوڑھ کر یا گلے میں ڈال کر استعمال کرے مراد اس جگہ آہنی زرہ ہے جو جنگ میں حفاظت کیلئے پہنی جاتی ہے دوسری آیت میں ہے۔ **وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ** یعنی ہم نے ان کیلئے لوہے کو نرم کر دیا تھا خواہ اس طرح کہ لوہا ان کے ہاتھ میں آ کر خود بخود نرم ہو جاتا ہو کہ اس کو جس طرح موڑیں مڑ جائے اور باریک یا موٹا کرنا چاہیں تو ہو جائے جیسے موم ہوتا ہے یا اس طرح کہ ان کو آگ میں پگھلا کر نرم کرنے کی تدبیر بتلا دی جو سب لوہے کے کارخانوں میں آج استعمال کی جاتی ہے۔

ایسی صنعت جس سے لوگوں کو فائدہ پہنچے مطلوب ہے اور فعلِ انبیاء علیہم السلام ہے، اس آیت میں زرہ سازی کی صنعت داؤد علیہ السلام کو سکھانے کے ذکر کے ساتھ اس کی حکمت بھی یہ بتلائی ہے **لتحصنكم من باسكم** کہ یہ زرہ تمہیں جنگ کے وقت تیر نیزہ و تلوار کے خطرہ سے محفوظ رکھ سکے یہ ایک ایسی ضرورت ہے کہ جس سے اہلِ دین اور اہلِ دنیا سب کو کام پڑتا ہے اس لئے اس صنعت کے سکھانے کو اللہ تعالیٰ نے اپنا ایک انعام قرار دیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ جس صنعت کے ذریعہ لوگوں کی ضرورتیں پوری ہوں اس کا سیکھنا سکھانا داخلِ ثواب ہے بشرطیکہ نیت خدمتِ خلق کی ہو صرف کمائی مقصد نہ ہو۔

⑤ هُم، هَا ضمیر کا مرجع:۔ **لحكمهم** کی هم ضمیر کا مرجع مقدمہ کے فریقین اور حضرت داؤد و سلیمان علیہما السلام سب ہیں، مگر امام فراء کہتے ہیں کہ اسکا مرجع صرف حضرت داؤد و سلیمان علیہما السلام ہیں اور جمع کے صیغہ سے دو فرد مراد ہو سکتے ہیں جیسا کہ آیت میراث **فان كان له اخوة** میں **اخوة** (جمع) سے مراد کم سے کم دو بھائی ہیں۔ **فَفَهَّمْنٰهَا** کی **هَا** ضمیر کا مرجع فیصلہ ہے۔ (تفسیر مظہری ج۷ ص۳۰۴)

الشق الثانی ...... سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا وَاَنْزَلْنَا فِيْهَآ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۪ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (پ۱۸۔ س نور: ۱،۲)

آیات کریمہ کا ترجمہ فرمائیں۔ سورۃ النور کی خصوصیات بیان فرمائیں۔ آیات کریمہ میں غیر شادی شدہ زانی کی سزا کا ذکر ہے تو شادی شدہ کی سزا کا ذکر کہاں ہے تفصیل سے بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) سورۃ النور کی خصوصیات (۳) شادی شدہ زانی کی سزا کا محل ذکر۔

جواب ...... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ یہ ایسی سورت ہے جو ہم نے نازل کی ہے اور (بیان کردہ احکام پر عمل کرنا) ہم نے فرض ولازم کیا ہے اور ہم نے اس میں واضح آیات نازل کی ہیں تاکہ تم نصیحت قبول کرو، زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والے مرد کہ تم ان میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو، اور تمہیں ان دونوں پر اللہ کے معاملہ میں بالکل رحم نہ آئے اگر تم اللہ پر اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو اور چاہیے کہ ان کو سزا دیتے وقت مؤمنین کی ایک جماعت حاضر ہو۔

❷ سورۃ النور کی خصوصیات:۔ اس سورت میں زیادہ تر احکام عفت کی حفاظت اور ستر وحجاب کے متعلق ہیں، اور اسی کی تکمیل کے لئے حدِ زنا کا ذکر ہے چونکہ اس سورت میں عفت کے اہتمام کیلئے متعلقہ احکام ذکر کئے گئے ہیں، اسی لئے عورتوں کو اس سورت کی تعلیم کی خصوصی ہدایات آئی ہیں۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اہلِ کوفہ کے نام اپنے ایک خط میں تحریر فرمایا تھا **علّموا نساء کم سورۃ النور** (اپنی عورتوں کو سورہ نور کی تعلیم دو) اور اس سورت کی ابتداء ان الفاظ سے کی گئی ہے۔ **سورۃ انزلنٰها و فرضنٰها** جس سے اس سورت کے خاص اہتمام کی طرف اشارہ ہے۔

❸ شادی شدہ زانی کی سزا کا محل ذکر:۔ سورۃ نور کی مذکورہ آیت کریمہ میں صرف غیر شادی شدہ زانی مرد وعورت کی سزا کا ذکر ہے اور شادی شدہ زانی مرد وعورت کی سزا کا ذکر صحیح مسلم، مسند احمد، نسائی، ابوداؤد، ترمذی وابن ماجہ میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی روایت سے اس طرح آئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ **خذوا عنی خذوا عنی قد جعل اللّٰه لهن سبیلا البکر بالبکر جلد مائة وتغریب عام والثیب بالثیب جلد مائة والرجم** (مجھ سے علم حاصل کرلو مجھ سے علم حاصل کرلو، کہ اللہ تعالیٰ نے زانی مرد وعورت کے لیے وہ سبیل جس کا وعدہ سورہ نساء میں کیا تھا وہ یہ ہے کہ غیر شادی شدہ مرد وعورت کیلئے سو کوڑے اور سال بھر کی جلاوطنی اور شادی شدہ مرد وعورت کیلئے سو کوڑے وسنگساری ہے)۔

اسی طرح صحیحین میں مذکور ہے کہ غیر شادہ شدہ مرد نے جو ایک شادی شدہ عورت کا ملازم تھا اسکے ساتھ زنا کیا اقرار سے واقعہ ثابت ہوگیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **لاقضین بینکما بکتاب اللّٰه** (میں تم دونوں کا فیصلہ کتاب اللہ کے مطابق کرونگا) پھر حکم فرمایا کہ غیر شادی شدہ لڑکے کو سو کوڑے لگائے جائیں اور عورت شادی شدہ تھی اسلئے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ عورت کو رجم وسنگسار کیا جائے۔

نیز ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ زنا کی سزا میں ہم شرعی حیثیت سے رجم کرنے پر مجبور ہیں کیونکہ وہ اللہ کی حدود میں سے ایک حد ہے خوب سمجھ لو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی رجم کیا ہے اور ہم نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد رجم کیا ہے۔ اور اگر مجھے یہ خطرہ نہ ہوتا کہ لوگ کہیں گے کہ عمر نے کتاب اللہ میں اپنی طرف سے کچھ بڑھا دیا ہے تو میں قرآن کریم کے کسی گوشہ وحاشیہ میں اس کو لکھوا بھی دیتا، اور عمر بن خطاب گواہ ہے۔ عبدالرحمٰن بن عوف گواہ ہے۔ اور فلاں فلاں صحابی گواہ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہم نے بھی رجم کیا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگرچہ آیتِ رجم مستقل آیت نہیں ہے لیکن جس ذاتِ اقدس پر آیتِ زنا نازل ہوئی اس ذات کی طرف سے ناقابلِ التباس وضاحت کے ساتھ یہ تفصیل مذکور ہے اور یہ صرف زبانی تعلیم ومحض ارشاد ہی نہیں بلکہ متعدد مرتبہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مجمع میں اس پر عمل بھی ہوا ہے۔ (تلخیص از معارف القرآن ص ۳۴۶ ج ۶)

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۲۸ھ

الشق الاول ......عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعِدِيٍّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رِبَاطُ يَوْمٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا وَمَوْضِعُ سَوْطِ اَحَدِكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا وَالرَّوْحَةُ يَرُوْحُهَا الْعَبْدُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى اَوِ الْغَدْوَةُ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَاعَلَيْهَا ۔(حدیث:۱۲۹۰)

حدیث پراعراب لگائیں۔ترجمہ کریں۔لفظ رباط ، غدوة اور روحة کی لغوی تحقیق کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں تین امور توجہ طلب ہیں (۱) حدیث پراعراب (۲) حدیث کا ترجمہ (۳) مذکورہ الفاظ کی لغوی تحقیق۔

جواب ...... ❶ حدیث پراعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا ۔

❷ حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت سہل بن سعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ اللہ کے راستہ میں ایک دن سرحد کا پہرہ دینا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے اور جنت میں ایک کوڑے کی جگہ کا ملنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے اور اللہ کے راستہ میں ایک صبح یا ایک شام کا نکلنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔

❸ مذکورہ الفاظ کی لغوی تحقیق:۔ "رباط" یہ اسم ہے بمعنی قلعہ، وہ جگہ جہاں لشکر سرحد کی حفاظت کے لئے قیام کرے۔ "روحة" باب نصر کا مصدر ہے بمعنی شام کو چلنا یا مطلق چلنا۔"غدوة" یہ مفرد ہے اسکی جمع غُدًی، غُدُوٌّ ہے بمعنی دن کا ابتدائی حصہ۔

الشق الثانی ......عَنْ اِبْنِ مَسْعُوْدٍ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَقِيْتُ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَيْلَةَ اُسْرِيَ بِيْ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اِقْرَءْ اُمَّتَكَ مِنِّيَ السَّلَامَ وَاَخْبِرْهُمْ اِنَّ الْجَنَّةَ طَيِّبَةُ التُّرْبَةِ عَذْبَةُ الْمَاءِ وَاِنَّهَا قِيْعَانٌ وَاِنَّ غِرَاسَهَا سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُلِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ ۔(حدیث:۱۳۳۰)

حدیث پراعراب لگاکر ترجمہ کریں۔لفظ قیعان، غراس، طیبة التربة اور عذبة الماء کی لغوی تحقیق کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) حدیث پراعراب (۲) حدیث کا ترجمہ (۳) مذکورہ الفاظ کی لغوی تحقیق۔

جواب ...... ❶ حدیث پراعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا ۔

❷ حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ میری حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی جس رات کہ مجھے معراج کرائی گئی، تو انہوں نے فرمایا کہ اے محمد! میری طرف سے اپنی امت کو سلام کہنا اور ان کو خبر دینا کہ جنت بہت پاکیزہ مٹی ہے اور اس کا پانی شیریں و میٹھا ہے اور وہ بالکل چٹیل میدان ہے۔اور اس کی کھیتی سبحان الله، الحمد لله، لا اله الا الله اور الله اكبر ہے۔

❸ مذکورہ الفاظ کی لغوی تحقیق:۔ "قِيْعَانٌ" یہ جمع ہے اس کا مفرد قَاعٌ ہے بمعنی پست ہموار ٹیلہ و میدان۔

"غِرَاسٌ" یہ غَرْسٌ کی جمع ہے بمعنی پودہ۔ "عَذْبَةُ الْمَاءِ" عذبة بمعنی میٹھا اور عذبة الماء بمعنی میٹھا و خوشگوار پانی۔

"طَيِّبَةُ التُّرْبَةِ" طيبة بمعنی پاکیزہ اور طيبة التربة بمعنی پاکیزہ و زرخیز مٹی۔

﴿الورقة الاولیٰ فی التفسیر﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۲۹ھ

الشق الاول ...... فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَضَآئِقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ اَنْ يَّقُوْلُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ ۭ اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِيْرٌ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ۝ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۭ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ (پ۱۲۔س ھود:۱۲،۱۳)

آیات مبارکہ کا ترجمہ کریں۔تفسیر کریں۔خط کشیدہ الفاظ کی لغوی وصرفی تحقیق کریں۔

﴿خلاصہ سوال﴾......اس سوال کا خلاصہ تین امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) الفاظ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق۔

جواب ...... ❶ **آیات کا ترجمہ:۔** پس شاید کہ آپ ﷺ چھوڑ دینے والے ہیں بعض ان احکام کو جو آپ ﷺ کی طرف وحی کے ذریعہ بھیجے جاتے ہیں اور آپ ﷺ کا دل ان کے اس قول کی وجہ سے تنگ ہوتا ہے کہ (اگر یہ نبی ہے تو) اس پر کوئی خزانہ کیوں نازل نہیں ہوا یا اس کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہیں آیا؟ آپ ﷺ تو صرف ڈرانے والے ہیں اور اللہ ہر چیز کا نگران و ذمہ دار ہے۔کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے خود قرآن کریم بنایا ہے؟ آپ کہہ دیجئے کہ تم بھی اس جیسی خود ساختہ دس سورتیں بنا کر پیش کرو اور اللہ کے علاوہ جس کی بھی تم استطاعت رکھتے ہو اس کو بلالو اگر تم اپنی بات میں سچے ہو۔

❷ **آیات کی تفسیر:۔** ان آیات میں سے پہلی آیت آپ ﷺ کی تسلی کیلئے نازل ہوئی اس کا پس منظر یہ ہے کہ مشرکین مکہ آپ ﷺ کے سامنے مختلف قسم کے مطالبے پیش کرتے تھے،ان میں سے ایک مطالبہ یہ تھا کہ اس قرآن میں ہمارے معبودوں کی تردید کی گئی ہے۔اسلئے ہم اس پر ایمان نہیں لاسکتے لہٰذا آپ ﷺ یا کوئی دوسرا قرآن لائیں یا اس میں ترمیم کریں نیز اگر آپ ﷺ رسول ہیں تو آپ ﷺ کو دنیاوی بادشاہوں کی طرح بخشش وعطایا کے لیے خزانہ کیوں نہیں دیا گیا، یا کم از کم کوئی فرشتہ ہی آسمان سے نازل ہو کر آپ ﷺ کی تصدیق کرے کہ بے شک یہ اللہ کے رسول ہیں،ان مختلف باتوں کی وجہ سے آپ ﷺ کا دل تنگ ہو گیا اور پریشان ہو گئے یہ بھی ممکن نہ تھا کہ ان کو ضلالت وشرک پر چھوڑ دیں اور یہ مطالبہ پورا کرنا بھی ممکن نہ تھا کہ دوسرا قرآن یا ترمیم شدہ قرآن پیش کریں تو اللہ تعالیٰ نے تسلی کیلئے یہ آیات نازل فرمائیں،ان میں فرمایا کہ کیا آپ ﷺ ان کے کہنے سے مجبور ہو کر اللہ کے کلام کا کچھ حصہ چھوڑ دیں گے جس سے یہ لوگ ناخوش ہوتے ہیں اور کیا آپ ﷺ ان کی ان فرمائشوں سے دل تنگ ہو جائیں گے؟ یہاں لعلك کے لفظ سے آپ ﷺ کا ان چیزوں سے بری ہونا بیان کرنا ہے کہ آپ ﷺ ان کی رعایت میں نہ تو قرآن کریم کا کوئی حصہ چھوڑ سکتے ہیں اور نہ ان کی فرمائشوں سے آپ کو دلتنگی ہونی چاہیے کیونکہ آپ ﷺ تو اللہ کی طرف سے محض بشیر ونذیر یعنی ڈرانے والے بنا کر بھیجے گئے ہو اور ان تمام کاموں کو سرانجام دینا اللہ تعالیٰ کی ہی قدرت وطاقت میں ہے۔

اس کے بعد ان کے مطالبہ (دولت کا ملنا فرشتہ کا نازل ہو کر تائید کرنا) کا جواب ہے کہ اگر تم قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب نہیں سمجھتے ہو اور کہتے ہو کہ یہ کلام محمد ﷺ نے خود گھڑا ہے تو پھر تم بھی اس جیسی دس سورتیں بنا کر لے آؤ اور یہ ضروری نہیں کہ صرف ایک آدمی ہی دس سورتیں بنائے بلکہ تم سب اور دنیا جہان کے تمام لوگ بھی اس کلام کے بنانے کیلئے اکٹھے ہو جاؤ اور

اس جیسا کلام بنا کر دکھاؤ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو دوسری جگہ ارشاد فرمایا کہ چلو دس نہیں صرف ایک ہی سورت بنا کر دکھاؤ، مگر تم ہرگز اس پر قادر نہیں ہو پس ثابت ہوا کہ یہ اللہ کا کلام ہے لہٰذا محمد ﷺ کے نبی ہونے کیلئے یہ دلیل و معجزہ ہی کافی ہے۔ پس اگر تم نیک نیتی سے معجزہ کا مطالبہ کرتے ہو تو یہ قرآن کریم کافی ہے اور اگر مقصد محض ضد و عناد ہے تو پھر تمہارے مطلوبہ معجزات بھی ظاہر ہو جائیں تب بھی تم سے ایمان کی توقع نہیں ہے۔ (تلخیص از معارف القرآن ص ۵۹۸ ج ۴)

③ الفاظ مخطوطہ کی لغوی و صرفی تحقیق:۔ "تَارِكٌ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر اَلتَّرْكُ (نصر، صحیح) بمعنی چھوڑنا۔

"یُوْحٰی" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل مضارع مجہول از مصدر اِیْحَاءٌ (افعال، لفیف) بمعنی وحی کرنا۔

"اُنْزِلَ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل ماضی مجہول از مصدر اِنْزَالٌ (افعال، صحیح) بمعنی اتارنا۔

"اِفْتَرٰی" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل ماضی معلوم از مصدر اِفْتِرَاءٌ (افتعال، ناقص) بمعنی از خود بنانا و گھڑنا۔

"اِسْتَطَعْتُمْ" صیغہ جمع مذکر حاضر بحث فعل ماضی معلوم از مصدر اِسْتِطَاعَةٌ (استفعال، اجوف) بمعنی طاقت رکھنا۔

الشق الثانی ...... وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ۝ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ۝ (پ ۱۳۔ س رعد: ۲۲، ۲۳)

آیات مبارکہ کا ترجمہ کریں۔ تفسیر کریں۔ صبر اور عدن کے معانی تفصیل سے بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال کا حاصل تین امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) صبر و عدن کے معانی کی تفصیل۔

جواب ...... ① آیات کا ترجمہ:۔ اور وہ لوگ جنہوں نے صبر کیا اپنے رب کی رضاء کی خاطر اور قائم کی انہوں نے نماز اور خرچ کیا انہوں نے ہمارے دیئے ہوئے مال میں سے پوشیدہ اور ظاہر طور پر اور دفع کرتے ہیں نیکی کے ذریعہ برائی کو انہی لوگوں کے لئے آخرت کا اچھا نتیجہ و ثواب ہے یعنی رہنے کے باغات، داخل ہونگے یہ لوگ ان میں اور ان کے والدین ازواج اور اولاد میں سے جو (جنت میں داخلہ کے) لائق ہونگے، اور فرشتے ان پر داخل ہوں گے ہر دروازے سے۔

② آیات کی تفسیر:۔ ماقبل کی چند آیات اور ان آیات میں اہل حق اور حقیقی اہل عقل و دانش کی چند علامات و صفات اور ان کی جزا کا ذکر ہے ان کی ایک علامت یہ ہے کہ وہ خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے صبر کرتے ہیں خواہ وہ صبر کسی خلاف طبع امر کو برداشت کرنے کی وجہ سے ہو خواہ فرائض و واجبات یعنی اوامر کو بجالانے کی وجہ سے ہو خواہ محرمات و مکروہات یعنی منہی عنہ سے بچنے کی وجہ سے ہو۔ دوسری علامت یہ ہے کہ وہ محض نماز پڑھتے ہی نہیں بلکہ مکمل آداب و شرائط کا لحاظ کرتے ہوئے خشوع و خضوع کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں۔ تیسری علامت یہ ہے کہ ہمارے دیئے ہوئے مال میں سے ظاہری طور پر اور چھپ کر کچھ مال راہِ خدا میں بھی خرچ کرتے ہیں۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ بدی و برائی کا جواب اچھائی و نیکی سے دیتے ہیں اس کے دو مطلب ہیں ایک مطلب یہ کہ اگر کوئی شخص ان سے برا معاملہ کرے تو وہ اس کے ساتھ بھی برے معاملہ کی بجائے اچھا معاملہ کرتے ہیں۔ دوسرا مطلب یہ کہ اگر ان سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو فوری طور پر اس گناہ کے بعد نیکی کرنے کے ذریعہ سے اس گناہ کو دفع و دور کر دیتے ہیں آخر آیت میں

ان کی جزاو انجام کا ذکر ہے کہ آخرت کے دائمی وحقیقی گھر میں ایسے نیک سیرت لوگوں کے لئے اچھا بدلہ واچھا انجام ہے۔

اسکے بعد دوسری آیت میں اس اچھے بدلہ وانجام کی تفصیل ہے کہ یہ نیک لوگ ایسے دائمی باغات میں داخل ہونگے جن کے کیا ہی کہنے؟ نہ ان باغات کو کسی نے دیکھا نہ ان کو کسی نے سنا اور نہ کسی نے سونگھا کہ کس اعلیٰ درجہ کے وہ باغات ہیں پھران کا مزید اعزاز واکرام یہ ہے کہ انکے ساتھ انکے نیک والدین بیویاں اور نیک اولاد بھی انہی باغات میں داخل ہونگے، اور فرشتے صبح وشام میں تین تین مرتبہ تحفے وہدایا اور سلامتی کا پیغام لیکر جنت یا محلات جنت کے ہر ہر دروازہ سے ان پر داخل ہونگے۔ (مظہری)

③ صبر وعدن کے معانی کی تفصیل:۔ صبر کا اصلی معنی خلاف طبع چیزوں سے پریشان نہ ہونا بلکہ ثابت قدمی کے ساتھ اپنے کام پر لگے رہنا ہے اس کی دو قسمیں ہیں۔ ① صبر علی الطاعۃ یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل پر ثابت قدم رہنا ② صبر عن المعصیۃ یعنی گناہوں سے بچنے پر ثابت قدم رہنا۔ (معارف القرآن)

عدن کا معنی قیام وقرار ہے مراد یہ کہ ان جنتوں سے کسی وقت ان کو نکالا نہ جائے گا بلکہ ان جنتوں میں ان کا قرار وقیام دائمی ہوگا اور بعض حضرات نے فرمایا کہ عدن وسطِ جنت کا نام ہے جو جنت کے مقامات میں سے اعلیٰ مقام ہے۔

حضرت مجاہد رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منبر پر یہ آیت تلاوت فرمائی اور پھر فرمایا کہ لوگو! تم کو معلوم ہے کہ جنات عدن کیا ہے؟ عدن جنت میں ایک قصر (محل) ہے جس کے دس ہزار دروازے ہیں اور ہر دروازے پر پچیس ہزار بڑی آنکھوں والی حوریں متعین ہیں اس قصر میں سوائے نبی، صدیق اور شہید کے اور کوئی داخل نہ ہوگا۔ (مظہری)

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۲۹ھ

الشق الاول ...... اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ۝ وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ۝ (پ۱۴۔ س نحل: ۱۲۵،۱۲۶)

آیات مبارکہ کا ترجمہ کریں۔ تفسیر کریں۔ ماقبل سے ربط بیان کریں اور دعوت کے اصول پر روشنی ڈالیں۔

﴿خلاصہ سوال﴾...... اس سوال کا حل چار امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) آیات کا ماقبل سے ربط (۴) دعوت کے اصول

جواب ...... ① آیات کا ترجمہ:۔ آپ اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت اور اچھی نصیحتوں کے ذریعہ بلائیں اور معارضہ ومناظرہ کیجئے ان سے اچھے واحسن طریقہ سے، بے شک آپ کا رب خوب جاننے والا ہے اس شخص کو بھی جو اس کے راستہ سے گمراہ ہوگیا اور وہ خوب جاننے والا ہے ہدایت یافتہ لوگوں کو بھی اور اگر تم بدلہ لینا چاہو تو بدلہ اتنا ہی لو جتنا تمہارے ساتھ برتاؤ کیا گیا، اور اگر تم صبر کرو تو یہ صبر کرنا بہتر ہے صبر کرنے والوں کے لئے۔

② آیات کی تفسیر:۔ ان آیات کریمہ میں اصول دعوت وتبلیغ کا اجمالاً ذکر ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ کا حاصل یہ ہے کہ اے پیغمبر! آپ اپنے رب کی راہ یعنی دینِ اسلام کی طرف لوگوں کو حکمت واچھی نصیحت کے ذریعہ بلائیں، حکمت سے وہ طریقہ دعوت مراد ہے جس میں مخاطب کے احوال کی رعایت سے ایسی تدبیر اختیار کی جائے جو مخاطب کے دل پر اثر انداز ہوسکے اور نصیحت سے مراد یہ ہے

کہ خیر خواہی اور ہمدردی کے جذبہ سے بات کہی جائے اور اچھی نصیحت سے مراد یہ ہے کہ عنوان بھی نرم ہو اور اگر بحث ومباحثہ کی نوبت آجائے تو وہ بھی شدت وبے انصافی اور مخاطب پر الزام تراشی سے خالی ہو، بس آپ کا اتنا ہی کام ہے خواہ کوئی مانے یا نہ مانے اور آپ ﷺ کا پروردگار ماننے اور نہ ماننے والوں کو خوب جانتا ہے۔ یعنی اسکے مطابق وہ ان کو بدلہ دے گا، اور اگر مخاطب علمی بحث ومباحثہ میں حد سے بڑھ کر علمی جدال وغیرہ پر آجائے تو آپ ﷺ اور آپ کے متبعین کیلئے بدلہ لینا اور صبر کرنا دونوں کام جائز ہیں مگر بہر صورت صبر کرنا بہتر ہے اس سے مخاطب ومخالف اور دیکھنے والوں پر اچھا اثر بھی پڑتا ہے اور آخرت میں اجرِ عظیم کا باعث بھی ہے۔

③ آیات کا ماقبل سے ربط:۔ سابقہ آیات میں آپ ﷺ کی نبوت ورسالت کے اثبات سے مقصود یہ تھا کہ امت آپ ﷺ کے احکام کی تعمیل کر کے رسالت کے حقوق ادا کرے اور مذکورہ آیات میں خود رسولِ کریم ﷺ کو ادائے رسالت کے حقوق وآداب کی تعلیم ہے جس کے عموم میں تمام مؤمنین شریک ہیں۔ (معارف القرآن)

④ دعوت کے اصول:۔ دعوت کے اصول کے متعلق اجمالی کلام تفسیر کے ضمن میں گزر چکا ہے مزید تفصیل یہ ہے کہ آیت میں دعوت کے لیے تین چیزوں کا ذکر ہے ① حکمت ② موعظہ حسنہ ③ مجادلہ بطریقِ احسن۔

بعض حضرات مفسرین نے فرمایا کہ یہ تین چیزیں مخاطبین کی تین قسموں کی بناء پر ہیں، دعوت بالحکمۃ اہل علم وفہم کے لئے ہے، دعوت بالموعظۃ عوام کے لئے ہے، مجادلہ متعنتین (ضدی وہٹ دھرم) اور شکوک وشبہات والے لوگوں کے لئے ہے۔

صاحب روح المعانی ؒ لکھتے ہیں کہ آیت کے نسق سے معلوم ہوتا ہے کہ اصولِ دعوت دو ہی ہیں۔ حکمت اور موعظت مجادلہ اصولِ دعوت میں شامل نہیں ہے بلکہ طریقِ دعوت میں کبھی اس کی بھی ضرورت پیش آجاتی ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر تینوں چیزیں اصول دعوت ہوتیں تو تینوں چیزوں کو عطف کے ساتھ **بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ والجدال الحسن** ذکر کیا جاتا، مگر قرآن کریم نے جدال ومجادلہ کیلئے الگ جملہ **وجادلھم بالتی ھی احسن** ذکر کیا، معلوم ہوا کہ یہ اصولِ دعوت میں شامل نہیں بلکہ طریقِ دعوت میں پیش آنیوالے معاملات کے متعلق ایک ہدایت وتنبیہ ہے۔ (معارف القرآن)

الشق الثانی ...... يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۭ اِنِّىْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ۝ وَاِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ۝ فَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا ۭ كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ۝ فَذَرْهُمْ فِيْ غَمْرَتِهِمْ حَتّٰى حِيْنٍ ۝ (پ۱۸۔ س مؤمنون: ۵۱ تا ۵۴)

آیات مبارکہ کا ترجمہ کریں۔ تفسیر کریں۔ **یٰأیھا الرسل کلوا من الطیبٰت واعملوا صالحًا** میں **اکلِ طیب** اور **عملِ صالح** کو ملانے کی حکمت بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) اکلِ طیب اور عملِ صالح کو ملانے کی حکمت۔

جواب ...... **① آیات کا ترجمہ:۔** اے رسولو! کھاؤ تم پاکیزہ چیزیں اور عمل کرو تم اچھے بے شک میں تمہارے اعمال سے باخبر ہوں، اور بے شک یہ ہے تمہارا طریقہ جو ایک ہی طریقہ ہے اور میں ہی تمہارا رب ہوں پس تم مجھ سے ڈرو اور ان لوگوں نے اپنا دین وطریقہ الگ الگ کر کے اختلاف پیدا کر لیا اور ہر گروہ اس دین پر جو ان کے پاس ہے خوش ہے پس آپ ان کو ایک وقت تک

ان کی جہالت میں رہنے دیجئے۔

❷ آیات کی تفسیر:۔ آیات کا حاصل یہ ہے کہ اے پیغمبر! جس طرح ہم نے تمہیں نعمتوں کے استعمال کی اجازت دی اور پھر عبادت کا حکم دیا اسی طرح سب پیغمبروں کو اور ان کے واسطہ سے ان کی امتوں کو بھی حکم دیا کہ اے پیغمبر! تم اور تمہاری امتیں حلال و نفیس چیزیں کھاؤ اور پھر ان نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہوئے نیک کام کرو اور میری عبادت کرو اور میں تمہارے تمام اعمال سے واقف و باخبر ہوں اور تمہارے نیک و بد اعمال پر تمہیں جزا و سزا بھی دونگا اور ہم نے ان انبیاء سے یہ بھی کہا کہ جو طریقہ تمہیں ابھی بتلایا گیا ہے اس طریقہ پر چلنا اور رہنا تمہارے لئے واجب ہے اور یہ طریقہ تمام امتوں و شریعتوں میں ایک ہی رہا ہے اور اس طریقہ کا حاصل یہ ہے کہ میں تمہارا رب ہوں بس تم مجھ سے ڈرو، یعنی میرے احکام کی مخالفت نہ کرو کیونکہ رب ہونے کی حیثیت سے میں ہی تمہارا خالق و مالک ہوں اور تمہیں بے شمار نعمتوں سے نوازتا ہوں لہٰذا ان سب باتوں کا تقاضا یہ تھا کہ تم ایک ہی طریقہ مذکورہ پر رہتے مگر تم نے اپنا دین و طریقہ الگ الگ کر کے باہم اختلاف پیدا کر لیا اور پھر ہر گروہ اپنے اپنے طریقہ اور بنائے ہوئے دین پر خوش ہے اس کے باطل ہونے کے باوجود بھی اس کو حق سمجھتا ہے، لہٰذا اے پیغمبر! آپ ان کی جہالت کی وجہ سے غمگین نہ ہوں آپ ان کو ایک خاص وقت یعنی قیامت تک مہلت دیجئے جب قیامت کا وقت مقرر آئے گا تو پھر سب حقیقت کھل جائے گی۔

❸ اکل طیب اور عمل صالح کو ملانے کی حکمت:۔ اکلِ طیب اور عملِ صالح کو ایک ساتھ لانے میں علماء نے لکھا ہے کہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حلال غذا کا عملِ صالح میں بڑا دخل ہے جب حلال غذا ہوتی ہے تو نیک اعمال کی توفیق خود بخود ہونے لگتی ہے اور جب غذا حرام ہو تو نیک کام کا ارادہ کرنے کے باوجود بھی اس میں مشکلات حائل ہو جاتی ہیں۔

حدیث میں ہے کہ بعض لوگ لمبے لمبے سفر کرتے ہیں اور غبار آلود رہتے ہیں پھر اللہ کے سامنے دعا کے لیے ہاتھ پھیلاتے ہیں اور یارب! یارب! پکارتے ہیں مگر ان کا کھانا بھی حرام ہوتا ہے اور پینا بھی، لباس بھی حرام سے تیار ہوتا ہے اور حرام ہی کی ان کو غذا ملتی ہے ایسے لوگوں کی دعا کیسے قبول ہو سکتی ہے۔

پس معلوم ہوا کہ عبادت یعنی نیک عمل اور دعا کے قبول ہونے میں حلال کھانے کو بڑا دخل ہے اور جب غذا حلال نہ ہو تو عبادت اور دعا کی قبولیت کا بھی استحقاق نہیں رہتا۔ (معارف القرآن ص۳۱۶ ج۶)

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۲۹ھ

الشق الاول ...... عَنْ اَنَسٍ اَنَّ فَتًى مِنْ اَسْلَمَ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ اِنِّیْ اُرِيْدُ الْغَزْوَ وَلَيْسَ مَعِیَ مَا اَتَجَهَّزُبِهٖ قَالَ ائْتِ فُلَانًا قَدْ كَانَ تَجَهَّزَ فَمَرِضَ فَاَتَاهُ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يُقْرِئُكَ السَّلَامَ وَيَقُوْلُ اَعْطِنِیْ الَّذِیْ تَجَهَّزْتَ بِهٖ قَالَ يَا فُلَانَةُ اَعْطِيْهِ الَّذِیْ كُنْتُ تَجَهَّزْتُ بِهٖ وَلَا تَحْبِسِیْ عَنْهُ شَيْئًا فَوَاللهِ لَا تَحْبِسِیْ مِنْهُ شَيْئًا فَيُبَارَكَ لَكِ فِيْهِ ۔ (حدیث:۱۳۰۸)

حدیث مبارک پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ حدیث کا مطلب واضح کریں نیز خط کشیدہ الفاظ کی لغوی و صرفی تحقیق کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حل چار امور ہیں (۱) حدیث پر اعراب (۲) حدیث کا ترجمہ (۳) حدیث کا مطلب

(۴)الفاظ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق۔

جواب ...... ❶ حدیث پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قبیلہ اسلم کے ایک آدمی نے کہا کہ یارسول اللہ ﷺ! بے شک میں جہاد کا ارادہ رکھتا ہوں مگر میرے پاس وہ سامان نہیں ہے جس کے ذریعہ جہاد کی تیاری کروں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ فلاں آدمی کے پاس جاؤ تحقیق اس نے جہاد کی تیاری کی تھی، اور وہ بیمار ہو گیا ہے۔ پس وہ شخص اس (بیمار) کے پاس آیا اور کہا کہ بے شک رسول اللہ ﷺ تجھے سلام کہہ رہے ہیں اور فرمارہے ہیں کہ آپ مجھے وہ سامان دے دیں جو آپ نے جہاد کیلئے تیار کیا تھا اس شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ اے فلاں! تو اس کو وہ سامان دیدے جسکے ساتھ میں نے جہاد کی تیاری کی تھی اور اس میں سے کوئی چیز نہ روکنا، قسم بخدا اس میں سے کوئی چیز نہ روکنا کیونکہ تیرے لئے اس میں برکت دی جائے گی۔

❸ حدیث کا مطلب:۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قبیلۂ بنو اسلم کا ایک جوان آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میرا جہاد میں جانے کا ارادہ ہے لیکن میرے پاس جہاد کا ساز وسامان نہیں ہے، تو آپ ﷺ نے انہیں کسی دوسرے صحابی کے پاس بھیجا جنہوں نے جہاد کی تیاری کی تھی، ساز وسامان موجود تھا مگر وہ بیماری کی وجہ سے جہاد میں نہ جاسکے تھے تو وہ جوان صحابی اس مریض صحابی کے پاس گئے اور انہیں آپ ﷺ کا سلام پیش کیا اور کہا کہ آپ ﷺ فرمارہے ہیں کہ جو آپ نے جہاد کی تیاری کے لئے ساز وسامان تیار کیا تھا وہ مجھے دے دو، اُس مریض صحابی نے فوراً اپنی اہلیہ سے کہا کہ وہ میرا جہاد والا سارا ساز وسامان اس کو دے دو اور اُس میں سے کوئی چیز بھی اپنے پاس نہ رکھنا پھر اُس مریض صحابی نے دوبارہ اپنی اہلیہ سے قسم اٹھا کر کہا کہ وہ مکمل ساز وسامان اس کو دے دینا کوئی چیز نہ روکنا، اس ساز وسامان کو دینے کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ تیرے مال میں برکت عطاء کرینگے۔

❹ الفاظ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ "اَتَجَهَّزُ" صیغہ واحد متکلم بحث مضارع معلوم از مصدر اَلتَّجَهُّزُ (تفعل) بمعنی تیاری کرنا۔

"فَاَتَاهُ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل ماضی معلوم از مصدر اِتْيَانٌ (ضرب) بمعنی آنا۔

"يُقْرِئُكَ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل مضارع معلوم از مصدر اِقْرَاءٌ (افعال) بمعنی پڑھنا۔

"لَاتَحْبِسِيْ" صیغہ واحد مؤنث حاضر بحث فعل نہی حاضر معلوم از مصدر اِحْبَاسٌ (افعال) بمعنی روکنا۔

"فَيُبَارَكُ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل مضارع مجہول از مصدر مُبَارَكَةٌ (مفاعلة) بمعنی برکت دینا۔

الشق الثانی ......عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُصْبِحُ عَلٰی كُلِّ سُلَامٰی اَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ فَكُلُّ تَسْبِيْحَةٍ صَدَقَةٌ وَكُلُّ تَحْمِيْدَةٍ صَدَقَةٌ وَكُلُّ تَهْلِيْلَةٍ صَدَقَةٌ وَكُلُّ تَكْبِيْرَةٍ صَدَقَةٌ وَاَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ صَدَقَةٌ وَنَهْیٌ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ وَيُجْزِءُ مِنْ ذٰلِكَ رَكْعَتَانِ يَرْكَعُهُمَا مِنَ الضُّحٰی ۔ (حدیث:۱۴۳۲)

حدیث پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ یصبح علی کل سلامی احدکم صدقة کی ترکیب اور خط کشیدہ الفاظ کی لغوی وصرفی تحقیق کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) حدیث پر اعراب (۲) حدیث کا ترجمہ (۳) مذکورہ جملہ کی ترکیب (۴) الفاظ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق۔

جواب ...... ① حدیث پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

② حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ صبح کے وقت تم میں سے ہر شخص کے ہر جوڑ پر صدقہ واجب ہوتا ہے، ہر تسبیح (سبحان الله) صدقہ ہے۔ ہر تحمید (الحمد لله) صدقہ ہے، ہر تہلیل (لا اله الا الله) صدقہ ہے اور ہر تکبیر (اللہ اکبر) صدقہ ہے نیکی کا حکم کرنا صدقہ ہے برائی سے روکنا صدقہ ہے اور اس تمام سے کفایت کرتی ہیں وہ دو رکعتیں جن کو آدمی چاشت کے وقت پڑھے۔

③ مذکورہ جملہ کی ترکیب:۔ یصبح فعل ناقص علی جارہ سلامی موصوف من جارہ احدکم مضاف ومضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور مل کر کائنة کے متعلق ہو کر صفت، موصوف صفت مل کر مجرور، جار مجرور مل کر ثابتة کے متعلق ہو کر خبر مقدم صدقه اسم مؤخر، فعل ناقص اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہوا۔

④ الفاظ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ "يُجْزِءُ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث مضارع معلوم از مصدر اِجْزَاءٌ (افعال) بمعنی کافی ہونا، کفایت کرنا۔ "اَمْرٌ" یہ مصدر ہے از باب نصر بمعنی حکم کرنا۔ "نَهْيٌ" یہ مصدر ہے از باب فتح بمعنی روکنا و منع کرنا۔

﴿الورقة الاولى فى التفسير﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ١٤٣٠ھ

الشق الاول ...... وَاللّٰهُ يَدْعُوٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ ۗ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ۗ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ ۗ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ جَزَآءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا ۙ وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۗ مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ كَاَنَّمَآ اُغْشِيَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ الَّيْلِ مُظْلِمًا ۗ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ (پ ١١۔ س یونس: ٢٥ تا ٢٧)

آیات مبارکہ کا ترجمہ کریں۔ واللہ یدعو الی دار السلٰم کی تفسیر کریں۔ مخطوطہ الفاظ کے ابواب اور معانی لکھیں۔ **کانّما اغشیت وجوهم قطعًا من اللیل مظلما** کی نحوی ترکیب کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا خلاصہ تین امور ہیں (١) آیات کا ترجمہ (٢) واللہ یدعو الی دار السلام کی تفسیر (٣) الفاظ مخطوطہ کے ابواب و معانی (٤) **کانّما اغشیت وجوهم قطعًا من اللیل مظلما** کی ترکیب۔

جواب ...... ① آیات کا ترجمہ:۔ اور اللہ تعالیٰ بلاتا ہے سلامتی والے گھر کی طرف اور جس کو چاہتا ہے راہ راست پر چلنے کی توفیق دیتا ہے جن لوگوں نے نیک اعمال کئے ان کیلئے آخرت میں اچھا ثواب ہے اور مزید انعام بھی اور انکے چہروں پر نہ غم کی کدورت چھائے گی اور نہ ذلت، یہی لوگ اہل جنت ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے، اور جن لوگوں نے برے اعمال کئے ان کو برائی کی سزا برائی کے برابر ملے گی اور ان پر ذلت چھائی ہوگی اور ان کو اللہ کے عذاب بچانے والا کوئی نہ ہوگا گویا کہ انکے چہروں کو اندھیری رات کے ٹکڑوں سے ڈھانپ دیا گیا ہے، یہی لوگ دوزخ والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

② واللہ یدعو الی دار السلام کی تفسیر:۔ اللہ تعالیٰ انسان کو دار السلام کی طرف دعوت دیتا ہے یعنی ایسے گھر کی

طرف جس میں ہر طرح کی سلامتی ہی سلامتی ہے، نہ اس میں کوئی تکلیف اور رنج و غم ہے، اور نہ بیماری و فنا ہے اور نہ حالت بدلنے کی فکر ہے اس سے مراد جنت ہے اور اسکو دار السلام کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں ہر شخص کو ہر طرح کا امن و سکون اور سلامتی حاصل ہوگی۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اس میں بسنے والوں کو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور فرشتوں کی طرف سے سلام پہنچتا رہے گا بلکہ لفظ سلام ہی اہلِ جنت کی اصطلاح ہوگی، جس کے ذریعہ وہ اپنی خواہشات کا اظہار کریں گے اور فرشتے ان کو مہیا کریں گے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ دار السلام جنت کے سات ناموں میں سے ایک نام ہے۔ (معارف القرآن)

③ **الفاظ مخطوطہ کے ابواب و معانی:۔** "یَدْعُوْ" یہ باب نصر سے مضارع معلوم کا صیغہ ہے، بمعنی بلانا و دعوت دینا۔

"یَهْدِیْ" یہ باب ضرب سے مضارع معلوم کا صیغہ ہے بمعنی راستہ دکھانا یا منزل تک پہنچانا۔

"اَحْسَنُوْا" یہ باب افعال سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی بھلائی کرنا، نیک کام کرنا۔

"یَرْهَقُ" یہ باب سمع سے مضارع معلوم کا صیغہ ہے، بمعنی چھا جانا، ڈھانپ لینا۔

"کَسَبُوْا" یہ باب ضرب سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی کمانا، کام کرنا۔

"اُغْشِیَتْ" یہ باب افعال سے ماضی مجہول کا صیغہ ہے بمعنی ڈھانکنا۔

④ **کانما اغشیت وجوههم قطعًا من اللیل مظلمًا کی ترکیب:۔** کانّ حرف مشبہ بالفعل مَا کافہ اغشیت فعل مجہول وجوهھم مضاف و مضاف الیہ ملکر نائب فاعل قطعًا موصوف من اللیل جار مجرور ملکر کائنۃ کے متعلق ہوکر صفت اوّل مظلمًا صفت ثانی، موصوف اپنی دونوں صفات سے ملکر مفعول بہ، فعل مجہول اپنے نائب فاعل و مفعول بہ سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔ (اعراب القرآن)

الشق الثانی ...... وَلَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ ۚ اِنَّهٗ لَيَئُوْسٌ كَفُوْرٌ ۝ وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ ۭ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝ فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَضَاۗىِٕقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ اَنْ يَّقُوْلُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ جَاۗءَ مَعَهٗ مَلَكٌ ۭ اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِيْرٌ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ۝ (پ۱۲۔ س ہود: ۹ تا ۱۲)

آیات کا ترجمہ کریں۔ ابتدائی دو آیتوں میں انسان کی کمزوریوں کی نشاندہی کی وضاحت کریں۔ مخطوطہ الفاظ کے ابواب اور معانی لکھیں۔

﴿ خلاصۂ سوال ﴾...... اس سوال کا حاصل تین امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) انسانی کمزوریوں کی نشاندہی (۳) الفاظِ مخطوطہ کے ابواب و معانی۔

جواب ...... ① **آیات کا ترجمہ:۔** اور اگر ہم انسان کو اپنی طرف سے رحمت چکھائیں پھر وہ اس سے چھین لیں تو وہ ناامید و ناشکرا ہو جاتا ہے اور اگر ہم اس کو کسی نعمت کا مزہ چکھائیں کسی تکلیف کے بعد جو اس کو پہنچی تھی تو کہتا ہے کہ مجھ سے برائیاں دور ہو گئیں بے شک وہ اترانے والا اور شیخیاں مارنے والا ہے مگر وہ لوگ جنہوں نے صبر کیا اور اعمال صالحہ کئے انہی لوگوں کے لیے مغفرت کا بڑا ذخیرہ ہے۔ پس شاید کہ آپ بعض ان احکام کو جو آپ کی طرف وحی کئے جاتے ہیں چھوڑنے والے ہیں اور آپ کا دل

ان کے اس قول سے تنگ ہوتا ہے کہ (اگر یہ نبی ہے تو) کیوں نہیں اس پر کوئی خزانہ نازل کیا گیا اور اس کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہیں آیا آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں اور اللہ ہر چیز کا نگران وذمہ دار ہے۔

❷ انسانی کمزوریوں کی نشاندہی:۔ ان آیات میں فطری طور پر انسان کے غیر مستقل مزاج، جلدی پسند ہونے اور موجودہ حالت میں کھپ کر ماضی ومستقل کو بھلا دینے کا ذکر ہے حاصل یہ ہے کہ اگر ہم انسان کو کوئی نعمت چکھاتے ہیں اور پھر اس کو واپس لیتے ہیں تو وہ بڑا نا امید ونا شکرا بن جاتا ہے اور اگر اس کو کسی تکلیف کے بعد کسی نعمت کا مزہ چکھائیں تو اترانے اور شیخی مارنے لگتا ہے، اور کہتا ہے کہ میرے سب دکھ درد رخصت ہوگئے ہیں مطلب یہ ہے کہ انسان عاجل پسند اور موجودہ حالت کو سب کچھ سمجھنے کا عادی ہے اور اگلے پچھلے حالات واقعات میں غور وفکر اور ان کو یاد رکھنے کا بالکل عادی نہیں ہے اس لیے نعمت کے بعد تکلیف پہنچے تو نا امید ونا شکرا بن جاتا ہے اور اگر تکلیف کے بعد نعمت وراحت ملے تو فوراً بجائے شکر کرنے کے اِترانے لگ جاتا ہے اور اس بات سے غافل ہو جاتا ہے کہ سابقہ حالت دوبارہ بھی آسکتی ہے۔

❸ الفاظ مخطوطہ کے ابواب ومعانی:۔ "اَذَقْنَا" یہ باب افعال سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی چکھانا۔

"نَزَعْنٰهَا" یہ باب ضرب سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی چھیننا، واپس لینا۔

"مَسَّتْهُ" یہ باب نصر وضرب سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی چھونا، پہنچنا۔

"ذَهَبَ" یہ باب فتح سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی جانا۔

"يُوْحٰى" یہ باب افعال سے مضارع مجہول کا صیغہ ہے بمعنی وحی کرنا و پیغام بھیجنا۔

"اُنْزِلَ" یہ باب افعال سے ماضی مجہول کا صیغہ ہے بمعنی نازل کرنا، اتارنا۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۰ھ

الشق الاول ...... وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ۝ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ۝ (پ۱۳۔ س ابراہیم: ۳۵ تا ۳۷)

آیات کا ترجمہ کریں۔ فمن تبعنی .... فانك غفور رحیم کی تفسیر کریں۔ مخطوطہ الفاظ کے ابواب ومعانی لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) مذکورہ جملہ کی تفسیر (۳) الفاظ مخطوطہ کے ابواب ومعانی۔

جواب ...... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ اور جب کہا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہ اے میرے رب! اس شہر کو امن کا گہوارہ بنا دے اور مجھے اور میری اولاد کو بتوں کی عبادت سے بچائے رکھنا، اے میرے رب! بے شک ان بتوں نے بہت لوگوں کو گمراہ کیا ہے پس جس نے بھی میری پیروی کی ہے وہ میرا ہے اور جس نے میری نافرمانی کی ہے پس تو بخشنے والا مہربان ہے اے ہمارے رب! بے شک میں نے اپنی کچھ اولاد کو باشندہ بنا دیا ایسی وادی میں جہاں زراعت وکھیتی نہیں ہے تیرے معظم ومحترم گھر کے پاس اے ہمارے

رب! تا کہ وہ قائم کریں نماز کو پس تو کچھ لوگوں کے دل بنادے کہ وہ ان کی طرف تیزی سے بڑھیں (انکے دل ان کی طرف جھک جائیں) اور انکو پھلوں سے رزق عطاء فرما امید ہے کہ وہ تیرا شکر ادا کریں گے۔

❷ مذکورہ جملہ کی تفسیر:۔ جملہ کی تفسیر کا حاصل یہ ہے کہ اے میرے پروردگار جو شخص بھی میری اتباع و پیروی کرے گا وہ میرا ہے یعنی دنیا و آخرت میں اس کا تعلق مجھ سے نہیں ٹوٹے گا یہاں تک کہ وہ جنت میں داخل ہو جائے گا مطلب یہ ہے کہ اس پر فضل و کرم کی امید ظاہر ہے اور جو شخص میری نافرمانی کرے اگر صرف عملی نافرمانی کرے تو آپ کے فضل سے اس کی بھی مغفرت و بخشش کی امید ہے اور اگر نافرمانی سے کفر و انکار مراد ہو تو کافر و مشرک کی مغفرت نہ ہونے اور ان کی شفاعت نہ کرنے کا حکم حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پہلے ہو چکا تھا اس لئے ان کی مغفرت کی امید کا اظہار کرنا درست نہیں ہو سکتا اسلئے بحر محیط میں فرمایا کہ اس جگہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کی سفارش یا دعا کے الفاظ اختیار نہیں کئے کہ اے پروردگار ان کی مغفرت کر دے بلکہ پیغمبرانہ شفقت کے دامن میں کافر بھی رہتے ہیں اور ہر پیغمبر کی دلی خواہش ہوتی ہے کہ کوئی بھی کافر عذاب میں مبتلا نہ ہو تو اس طبعی خواہش کا اظہار ان الفاظ سے کیا کہ اے پروردگار آپ بڑے غفور و رحیم ہیں یعنی انکے ساتھ بھی مغفرت کا معاملہ ہو جائے تو آپ کی غفور و رحیم ذات اس کے زیادہ لائق ہے، یہ نہیں فرمایا کہ اے پروردگار ان کی بھی مغفرت و بخشش فرما دے، جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی امت کے کافروں کے بارے میں فرمایا تھا **وان تغفرلهم فانك انت العزيز الحكيم**۔

❸ الفاظ مخطوطہ کے ابواب و معانی:۔ "تَبِعَنِیْ" یہ باب سمع سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی اتباع و پیروی کرنا۔

"عَصَانِیْ" یہ باب ضرب سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی نافرمانی کرنا۔

"اَسْكَنْتُ" یہ باب افعال سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی آباد کرنا و بسانا، ٹھہرانا۔

"لِيُقِيْمُوْا" یہ باب افعال سے مضارع معلوم کا صیغہ ہے بمعنی قائم کرنا، پورا کرنا۔

"تَهْوِیْ" یہ باب ضرب سے مضارع معلوم کا صیغہ ہے بمعنی مائل ہونا، تیزی سے بڑھنا و گرنا۔

"وَارْزُقْهُمْ" یہ باب نصر سے امر حاضر معلوم کا صیغہ ہے بمعنی رزق دینا۔

الشق الثانی ...... وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ؕ وَاٰتَيْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَا ؕ وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا ۝ وَاِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ ؕ وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِیْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِی الْقُرْاٰنِ ؕ وَنُخَوِّفُهُمْ ۙ فَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيْرًا ۝ (پ۱۵۔س بنی اسرائیل:۵۹-۶۰)

آیات کا ترجمہ کریں۔ "**وما جعلنا الرؤيا التى ارينك الافتنة للناس**" کی تفسیر کریں۔ مخطوط الفاظ کے ابواب اور معانی لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) مذکورہ جملہ کی تفسیر (۳) الفاظ مخطوطہ کے ابواب و معانی۔

جواب ...... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ اور نہیں منع کیا ہمیں معجزات کے بھیجنے سے مگر اس بات نے کہ پہلے لوگوں نے بھی معجزات کو جھٹلایا تھا اور ہم نے قوم ثمود کو اونٹنی دی تھی جو واضح نشانی تھی پس انہوں نے اس پر ظلم کیا اور ہم صرف ڈرانے کے لئے ہی معجزات بھیجتے ہیں، اور یاد کرو جب ہم نے آپ سے کہا تھا کہ بے شک آپ کا رب لوگوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور نہیں بنایا ہم نے اس

عجیب وغریب واقعہ کو جو ہم نے آپ کو دکھایا مگر فتنہ وآزمائش لوگوں کے لئے اور جس درخت کی قرآن میں مذمت بیان کی گئی ہے، اور ہم ان لوگوں کو ڈراتے ہیں مگران کی بڑی سرکشی اور بڑھتی وزائد ہوتی ہے۔

❷ مذکورہ جملہ کی تفسیر:۔ آیت کریمہ کے مذکورہ جملہ کا تعلق واقعۂ معراج سے ہے کہ ہم نے اس کو لوگوں کیلئے فتنہ وآزمائش بنایا ہے۔بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ واقعۂ معراج روحانی ومنامی تھا جسمانی معراج ممکن نہیں ہے اور اس پر دلیل یہ ہے کہ قرآن کریم میں اس کو رؤیا (خواب) کہا گیا ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کو قرآن کریم میں فتنہ وآزمائش کہنا دلیل ہے کہ جسمانی معراج تھا کیونکہ خواب کے واقعہ کی وجہ سے متعدد نو مسلموں کے مرتد ہونے کا کیا مطلب ہے؟ پس یہاں پر رؤیا سے مراد خواب نہیں ہے بلکہ عجیب وغریب واقعہ کا بحالت بیداری دیکھنا مراد ہے۔اور کلام عرب میں رؤیا کا لفظ اس معنی میں بھی مستعمل ہے۔

❸ الفاظ مخطوطہ کے ابواب ومعانی:۔ "مَنَعَنَا" یہ باب فتح سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی روکنا ومنع کرنا۔

"كَذَّبَ" یہ باب تفعیل سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی جھٹلانا وتکذیب کرنا، انکار کرنا۔

"فَظَلَمُوْا" یہ باب ضرب سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی ظلم وناانصافی کرنا۔

"نُرْسِلَ" یہ باب افعال سے مضارع معلوم کا صیغہ ہے بمعنی بھیجنا۔

"اَحَاطَ" یہ باب افعال سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی گھیرنا واحاطہ کرنا۔

"رُؤْيَا" یہ اسم ہے بمعنی خواب اور اس کی جمع "رُؤًى" ہے۔مصدر "رُؤْيَا، رُؤْيَةً" (ضرب، مہموز وناقص) بمعنی دیکھنا۔

﴿السوال الثالث﴾ ١٤٣٠ھ

الشق الاول ......عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: تَضَمَّنَ اللّٰهُ لِمَنْ خَرَجَ فِیْ سَبِیْلِهٖ، لَایُخْرِجُهٗ اِلَّا جِهَادٌ فِیْ سَبِیْلِیْ وَاِیْمَانٌ بِیْ وَتَصْدِیْقٌ بِرُسُلِیْ، فَهُوَ ضَامِنٌ عَلَیَّ اَنْ اُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ اَوْ اَرْجِعَهٗ اِلٰی مَنْزِلِهِ الَّذِیْ خَرَجَ مِنْهُ بِمَا نَالَ مِنْ اَجْرٍ اَوْ غَنِیْمَةٍ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِهٖ مَامِنْ کَلْمٍ یُکْلَمُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اِلَّا جَاءَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ کَهَیْئَتِهٖ یَوْمَ کُلِمَ لَوْنُهٗ لَوْنُ دَمٍ وَرِیْحُهٗ رِیْحُ مِسْكٍ۔ (حدیث:۱۲۹۴)

حدیث پر اعراب لگائیں۔ترجمہ کریں۔مخطوط الفاظ کے ابواب اور معانی لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) حدیث پر اعراب (۲) حدیث کا ترجمہ (۳) الفاظ مخطوطہ کے ابواب ومعانی۔

جواب ...... ❶ حدیث پر اعراب:۔کما مرّ فی السوال آنفاً۔

❷ حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کی ضمان وذمہ داری لی ہے جو اس کے راستہ میں نکلے اور اس کو گھر سے نکالنے والی چیز میرے راستہ میں جہاد کرنا اور میرے اوپر ایمان لانا اور میرے رسولوں کی تصدیق کرنا ہی ہو تو وہ شخص میرے ذمہ ہے کہ میں اس کو جنت میں داخل کروں گا اس کو اس کے گھر کی طرف اجر یا مال غنیمت کے ساتھ لوٹا دوں اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے کہ راہ خدا میں مجاہد کو کوئی زخم نہیں لگتا مگر وہ قیامت کے دن اس حال میں آئیگا کہ جیسے زخم ابھی لگا ہے اسکا رنگ خون والا ہوگا اور اسکی مہک مشک کی طرح ہوگی۔

③ الفاظ مخطوطہ کے ابواب ومعانی:۔ "تَضَمَّنَ" یہ باب تفعل سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی ضمان دینا، ذمہ داری لینا۔

"لَا يُخْرِجُهُ" یہ باب افعال سے مضارع معلوم کا صیغہ ہے بمعنی نکالنا۔

"اُدْخِلَهُ" یہ باب افعال سے مضارع معلوم کا صیغہ ہے بمعنی داخل کرنا۔

"اُرْجِعَهُ" یہ باب افعال سے مضارع معلوم کا صیغہ ہے بمعنی لوٹانا۔

"نَالَ" یہ باب ضرب سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی پانا وحاصل کرنا۔

"يُكْلَمُ" یہ باب نصر وضرب سے مضارع مجہول کا صیغہ ہے بمعنی زخمی کرنا۔

الشق الثانی ...... وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: مَنْ قَالَ لَآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، فِيْ يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ كَانَتْ لَهٗ عَدْلُ عَشْرِ رِقَابٍ، وَكُتِبَتْ لَهٗ مِائَةُ حَسَنَةٍ، وَمُحِيَتْ عَنْهُ مِائَةُ سَيِّئَةٍ، وَكَانَتْ لَهٗ حِرْزًا مِنَ الشَّيْطَانِ يَوْمَهٗ ذٰلِكَ حَتّٰى يُمْسِيَ، وَلَمْ يَاْتِ اَحَدٌ بِاَفْضَلَ مِمَّا جَاءَ بِهٖ اِلَّا رَجُلٌ عَمِلَ اَكْثَرَ مِنْهُ ۔(حدیث:۱۳۱۰)

حدیث مبارک پر اعراب لگائیں۔ترجمہ کریں۔مخطوط الفاظ کے ابواب اور معانی لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) حدیث پر اعراب (۲) حدیث کا ترجمہ (۳) الفاظ مخطوطہ کے ابواب ومعانی۔

جواب ...... ① حدیث پر اعراب:۔کما مرّ فی السوال آنفا۔

② حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص ایک دن میں یہ کلمہ لا الــه الا الله وحده الخ سو مرتبہ پڑھے گا اس کے لیے دس غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ہے اور اس کے نامہ اعمال میں سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور اس کے سو گناہ مٹا دیے جاتے ہیں اور اس دن شام تک اس کی شیطان سے حفاظت کر دی جاتی ہے اور کوئی شخص (قیامت کے دن) اس سے افضل عمل لے کر نہیں آئے گا مگر وہ شخص جس نے اس سے بھی زیادہ اس عمل کی کثرت کی ہوگی۔

③ الفاظ مخطوطہ کے ابواب ومعانی:۔ "كُتِبَتْ" یہ باب نصر سے ماضی مجہول کا صیغہ ہے بمعنی لکھنا۔

"مُحِيَتْ" یہ باب نصر سے ماضی مجہول کا صیغہ ہے بمعنی مٹانا۔ "عَمِلَ" یہ باب سمع سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی عمل کرنا۔

"يُمْسِيَ" یہ باب افعال سے مضارع معلوم کا صیغہ ہے بمعنی شام کرنا۔ "لَمْ يَاْتِ" یہ باب ضرب سے نفی جحد بلم معروف کا صیغہ ہے بمعنی آنا۔ "اَكْثَرُ" یہ باب کرم سے اسم تفضیل کا صیغہ ہے بمعنی کثیر وزیادہ ہونا۔

﴿الورقة الاولٰى فى التفسير﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ١٤٣١ھ

الشق الاوّل ...... وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۝ اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُرَكَآءَ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ۝ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ۝ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا

سُبۡحٰنَهٗ ؕ هُوَ الۡغَنِیُّ ؕ (پ ۱۱۔س یونس: ۶۵ تا ۶۸)

آیات کا ترجمہ کریں۔خط کشیدہ الفاظ کے ابواب اور معانی لکھیں۔هو الذی جعل لکم اللیل لتسکنوا فیه کی ترکیب کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) الفاظ مخطوطہ کے ابواب ومعانی (۳) مذکورہ جملہ کی ترکیب۔

جواب...... ① آیات کا ترجمہ:۔ اور نہ غمگین کرے آپ کو ان کی بات، بے شک عزت ساری کی ساری اللہ ہی کیلئے ہے وہ سننے والا جاننے والا ہے، خبردار! جو کچھ مخلوقات آسمانوں وزمین میں ہیں، وہ سب اللہ ہی کیلئے ہیں اور کس چیز کی اتباع کر رہے ہیں وہ لوگ جو اللہ کے علاوہ دیگر شرکاء کو پکارتے ہیں وہ صرف بے سند خیال کی اتباع کرتے ہیں اور وہ محض قیاسی باتیں کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے تمہارے لئے رات بنائی تاکہ تم اس میں سکون کرو اور دن بنایا دکھلانے والا (واضح) بیشک اس میں نشانیاں ہیں اس قوم کیلئے جو سنتی ہے وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے، وہ پاک ہے وہ بے نیاز ہے۔

② الفاظ مخطوطہ کے ابواب ومعانی:۔ "لَا يَحۡزُنۡكَ" یہ باب نصر سے نہی غائب معلوم کا صیغہ ہے بمعنی غم میں ڈالنا۔

"يَتَّبِعُ" یہ باب افتعال سے مضارع معلوم کا صیغہ ہے بمعنی اتباع وپیروی کرنا۔

"يَدۡعُوۡنَ" یہ باب نصر سے مضارع معلوم کا صیغہ ہے۔ بمعنی بلانا وپکارنا۔

"يَخۡرُصُوۡنَ" یہ باب نصر وضرب سے مضارع معلوم کا صیغہ ہے بمعنی جھوٹ بولنا، اٹکل سے کہنا، قیاس کرنا، اندازہ کرنا۔

"لِتَسۡكُنُوۡا" یہ باب نصر سے مضارع معلوم کا صیغہ ہے بمعنی آرام کرنا، سکون کرنا۔

"اِتَّخَذَ" یہ باب افتعال سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی ٹھہرانا وبنانا۔

③ مذکورہ جملہ کی ترکیب:۔ هو ضمیر مبتدا الذی اسم موصول جعل فعل وفاعل لکم جار مجرور مل کر متعلق ہوا فعل کے اللیل مفعول به لام جارہ کی تسکنوا فعل وفاعل فیه جار ومجرور مل کر متعلق ہوا فعل کے، فعل اپنے فاعل ومتعلق سے مل کر بتقدیر اَنۡ مصدر کی تاویل میں ہو کر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق معنیً مفعول له ہوا فعل کا، فعل اپنے فاعل دونوں مفعول ومتعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صلہ، موصول صلہ مل کر خبر، مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

الشق الثانی...... وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗۤ اٰتَيۡنٰهُ حُكۡمًا وَّعِلۡمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجۡزِى الۡمُحۡسِنِيۡنَ ۝ وَرَاوَدَتۡهُ الَّتِىۡ هُوَ فِىۡ بَيۡتِهَا عَنۡ نَّفۡسِهٖ وَغَلَّقَتِ الۡاَبۡوَابَ وَقَالَتۡ هَيۡتَ لَكَ ؕ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّىۡۤ اَحۡسَنَ مَثۡوَاىَ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفۡلِحُ الظّٰلِمُوۡنَ ۝

آیات کا ترجمہ اور انه ربی احسن مثوای کی تفسیر کریں۔مخطوطہ الفاظ کے ابواب اور معانی لکھیں۔(پ ۱۲۔س یوسف: ۲۲،۲۳)

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) مذکورہ جملہ کی تفسیر (۳) الفاظ مخطوطہ کے ابواب ومعانی۔

جواب...... ① آیات کا ترجمہ:۔ اور جب پہنچ گیا وہ اپنی قوت یعنی جوانی کو تو دیا ہم نے اسکو حکم اور علم اور اسی طرح ہم جزا دیتے ہیں نیکی والوں کو اور پھسلایا اسکو اس عورت نے جسکے گھر میں تھے اور بند کردیئے دروازے اور کہا کہ آجاؤ تم ہی سے کہتی ہوں، یوسف علیہ السلام نے کہا کہ میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں بیشک وہ میرا مربی ومحسن ہے اس نے اچھا کیا میرے ٹھکانہ کو بیشک ظالم وگنہگار لوگ فلاح نہیں پاتے۔

② مذکورہ جملہ کی تفسیر:۔ اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ تیرا شوہر (قطفیر) میرا مربی ومحسن اور آقا ہے اس نے خود بھی میری خاطر

ومدارت کی ہے اور پھر تجھے بھی حکم دیا تھا اکرمی مثواہ کہ اس کو خاطر سے رکھنا یعنی اس کی غذا لباس ومکان ہر چیز کا خصوصی خیال رکھنا، لہٰذا اپنے محسن ومربی کے حرم پر دست اندازی کرنا بڑا ظلم ہے اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو کامیابی سے ہمکنار نہیں کرتا۔ بعض مفسرین نے کہا کہ انہٗ کی ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے کہ وہی میرا پروردگار ہے اور اُسی نے حقیقت میں مجھے اچھا ٹھکانہ دیا ہے۔

❸ الفاظ مخطوطہ کے ابواب ومعانی:۔ "بَلَغَ" یہ باب نصر سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی پہنچنا وبالغ ہونا۔

"نَجْزِیْ" یہ باب ضرب سے مضارع معلوم کا صیغہ ہے بمعنی جزاء وبدلہ دینا۔

"رَاوَدَتْهُ" یہ باب مفاعلہ سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی فریب دینا، پھسلانا، برائی کی ترغیب دینا۔

"غَلَّقَتْ" یہ باب تفعیل سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی خوب مضبوطی سے بند کرنا یا بکثرت بند کرنا۔

"اَحْسَنَ" یہ باب افعال سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی احسان کرنا، اچھائی کرنا۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۱ھ

الشق الاوّل ...... وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۚ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ ۝ وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا ۗ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝ (پ۱۴۔ س نحل: ۶۶، ۶۷)

آیات مبارکہ کا ترجمہ کریں۔ **بطونه** کی ضمیر کا مرجع متعین کریں۔ **بین فرث ودم لبنا خالصا** کی تفسیر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حل تین امور ہیں۔ (۱) آیات کا ترجمہ (۲) ضمیر کا مرجع (۳) مذکورہ جملہ کی تفسیر۔

جواب ...... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ اور بیشک تمہارے لئے چوپاؤں میں عبرت (غور وفکر کی جگہ) ہے ہم پلاتے ہیں تمہیں انکے پیٹ کی چیزوں میں سے گوبر وخون کے درمیان سے ایسا خالص دودھ جو پینے والوں کیلئے خوشگوار ہے یا آسانی سے گلے میں اترنے والا ہے اور کھجور وانگور کے پھلوں سے تم لوگ نشہ کی چیز اور عمدہ کھانے بناتے ہو بیشک اس میں نشانی ہے ان لوگوں کیلئے جو سمجھتے ہیں۔

❷ ضمیر کا مرجع:۔ **بطونه** کی ضمیر کا مرجع انعام ہے جو کہ اسم جمع ہے اور لفظ کے اعتبار سے مفرد ہے۔ امام سیبویہ نے اس لفظ کو ان مفرد الفاظ میں شمار کیا ہے جو **اَفْعَالٌ** کے وزن پر آتے ہیں **نِعَمٌ** اور **اَنْعَام** دونوں مفرد کے صیغے ہیں، مذکر ومؤنث دونوں طرح ان کا استعمال ہوتا ہے جس نے مؤنث استعمال کیا اس نے جمع والے معنی کا لحاظ کیا اور جس نے مذکر استعمال کیا اس نے لفظ کا لحاظ کیا، الحاصل اس کی طرف مذکر ومؤنث دونوں ضمیریں لوٹائی جاسکتی ہیں۔ (تفسیر مظہری)

❸ مذکورہ جملہ کی تفسیر:۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جانور جو گھاس وغیرہ کھاتا ہے وہ اس کے معدہ میں جمع ہوجاتا ہے اور معدہ اس کو پکاتا ہے معدہ کے اس عمل غذا کا فضلہ نیچے بیٹھ جاتا ہے، اور دودھ اوپر ہوجاتا ہے اور خون اسکے بھی اوپر ہوجاتا ہے، پھر جگر ان تینوں چیزوں کو الگ الگ تقسیم کرتا ہے، خون کو رگوں میں منتقل کردیتا ہے، دودھ کو جانور کے تھنوں میں پہنچادیتا ہے اور معدہ میں صرف فضلہ باقی رہ جاتا ہے۔ جو گوبر کی صورت میں نکلتا ہے۔ (معارف القرآن)

الشق الثانی ...... وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۚ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ۝ وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ۖ لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا ۖ نَّحْنُ نَرْزُقُكَ ۗ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوَىٰ ۝

ترجمہ کریں۔ **وأمر اهلك بالصلوٰة واصطبر عليها** کی تفسیر کریں۔ مخطوط الفاظ کے ابواب اور معانی لکھیں۔ (پ۱٦۔س طٰہٰ:۱۳۲،۱۳۱)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) جملہ کی تفسیر (۳) الفاظ مخطوطہ کے ابواب ومعانی۔

جواب ...... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ اور ہرگز آپ ﷺ ان چیزوں کی طرف اپنی آنکھ اٹھا کر نہ دیکھیں جن سے ہم نے کفار کے مختلف گروہوں کو ان کی آزمائش کے لئے متمتع کر رکھا ہے اور وہ محض دنیوی زندگی کی رونق ہے اور آپ کے رب کا عطیہ اس سے بہتر اور دیرپا ہے اور آپ ﷺ اپنے متعلقین کو نماز کا حکم دیتے رہیں اور خود بھی اس پر پابند رہیں ہم نہیں سوال کرتے آپ ﷺ سے مخلوق کی روزی کا، روزی تو ہم آپ کو دیں گے اور بہتر انجام تو پرہیزگار کیلئے ہے۔

❷ مذکورہ جملہ کی تفسیر:۔ اس جملہ میں اہل وعیال ومتعلقین کو نماز کی تاکید اور اس کی حکمت کو بیان کیا گیا ہے چنانچہ ارشاد فرمایا کہ آپ اپنے اہل وعیال کو بھی نماز کا حکم کیجئے اور خود بھی اس پر پابند رہیں، بظاہر یہ دو الگ الگ حکم ہیں۔ ① اہل وعیال ومتعلقین کو نماز کی تاکید ② خود اس کی پابندی، مگر غور کیا جائے تو خود اپنی نماز کی پابندی کیلئے بھی یہ ضروری ہے کہ آپ کا ماحول آپ کے اہل وعیال ومتعلقین نماز کے پابند ہوں کیونکہ ماحول اسکے خلاف ہو تو طبعی طور پر انسان خود بھی کوتاہی کا شکار ہو جاتا ہے۔ لفظ اہل میں بیوی، اولاد و جملہ متعلقین سب داخل ہیں جن سے انسان کا ماحول ومعاشرہ بنتا ہے۔ جب آپ ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی تو آپ ﷺ روزانہ صبح کی نماز کے وقت حضرت علی وحضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مکان پر جا کر **الصلوٰة الصلوٰة** کی آواز لگاتے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب تہجد کیلئے بیدار ہوتے تو اپنے گھر والوں کو بھی بیدار کرتے اور یہی آیت پڑھ کر سناتے تھے۔ (معارف القرآن ص۱٦۵ ج٦)

❸ الفاظ مخطوطہ کے ابواب ومعانی:۔ "لَا تَمُدَّنَّ" یہ باب نصر سے نہی حاضر معلوم با نون تاکید ثقیلہ کا صیغہ ہے بمعنی کھینچنا۔

"مَتَّعْنَا" یہ باب تفعیل سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی دنیاوی نفع پہنچانا۔

"وَأْمُرْ" یہ باب نصر سے امر حاضر معلوم کا صیغہ ہے، بمعنی حکم کرنا۔ "نَرْزُقُكَ" یہ باب نصر سے مضارع معلوم کا صیغہ ہے بمعنی روزی دینا۔

"لَا نَسْأَلُكَ" یہ باب فتح سے نفی مضارع معلوم کا صیغہ ہے بمعنی سوال کرنا۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۱ھ

الشق الاول ...... عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ "إِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ بِالسَّهْمِ الْوَاحِدِ ثَلَاثَةَ نَفَرٍ الْجَنَّةَ: صَانِعَهُ يَحْتَسِبُ فِي صَنْعَتِهِ الْخَيْرَ وَالرَّامِيَ بِهِ وَمُنْبِلَهُ وَارْمُوا وَارْكَبُوا وَأَنْ تَرْمُوا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ تَرْكَبُوا وَمَنْ تَرَكَ الرَّمْيَ بَعْدَ مَا عَلِمَهُ رَغْبَةً عَنْهُ فَإِنَّهَا نِعْمَةٌ تَرَكَهَا.

حدیث مبارک پر اعراب لگائیں۔ ترجمہ کریں۔ مخطوط الفاظ کے ابواب اور معانی لکھیں۔ (حدیث:۱۳۳۵)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) حدیث پر اعراب (۲) حدیث کا ترجمہ (۳) الفاظ مخطوطہ کے ابواب ومعانی۔

جواب ...... ❶ حدیث پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ **حدیث کا ترجمہ:۔** حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ بے شک اللہ تعالیٰ ایک تیر کی وجہ سے تین آدمیوں کو جنت میں داخل فرماتے ہیں اس کے بنانے والے کو جو اس کے بنانے سے ثواب کی امید رکھے اور اس تیر کو چلانے والا اس تیر کو ترکش سے نکال کر دینے والا، تیر اندازی کرو اور گھڑ سواری کرو اور تمہارا تیر اندازی کرنا تمہارے گھڑ سواری کرنے سے مجھے زیادہ پسند و محبوب ہے اور جس شخص نے تیر اندازی کو سیکھنے کو بعد بے رغبتی کی وجہ سے چھوڑ دیا تو بے شک وہ ایک نعمت تھی جس کو اس نے چھوڑ دیا۔

❸ **الفاظ مخطوطہ کے ابواب ومعانی:۔** "یَحْتَسِبُ" یہ باب افتعال سے مضارع معلوم کا صیغہ ہے بمعنی ثواب کی امید رکھنا۔

"اِرْمُوْا" یہ باب ضرب سے امر حاضر معلوم کا صیغہ ہے بمعنی تیر پھینکنا اور تیر اندازی کرنا۔

"اِرْكَبُوْا" یہ باب سمع سے امر حاضر معلوم کا صیغہ ہے بمعنی سوار ہونا۔

"تَرَكَ" یہ باب نصر سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی چھوڑنا۔ "عَلِمَهٗ" یہ باب سمع سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی سیکھنا۔

الشق الثانی ......**عن زید بن ارقم قال: کان رسول الله ﷺ یقول "اللهم انی أعوذبك من العجز والکسل، والبخل والهرم، وعذاب القبر، اللهم نفسي تقواها وزکها انت خیر من زکاها، انت ولیها ومولاها، اللهم انی اعوذبك من علم لاینفع، ومن قلب لایخشع، ومن نفس لاتشبع، ومن دعوة لایستجاب لها۔** (حدیث:۱۴۷۹)

حدیث کا ترجمہ کریں۔ اعوذبك من علم لاینفع، ومن قلب لایخشع کی ترکیب کریں۔ مخطوطہ الفاظ کے ابواب اور معانی لکھیں۔

﴿خلاصہ سوال﴾......اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) حدیث کا ترجمہ (۲) مذکورہ جملہ کی ترکیب (۳) الفاظ مخطوطہ کے ابواب ومعانی۔

جواب ...... ❶ **حدیث کا ترجمہ:۔** حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا کیا کرتے تھے (ترجمہ، اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں عاجزی اور سستی سے، بخل اور کبر سے اور قبر کے عذب سے اے اللہ میرے نفس کو اسکا تقویٰ دے اور اسکو پاک کردے اور تو سب سے بہتر پاک کرنیوالا ہے تو ہی اسکا والی و مولی ہے اے اللہ! بیشک میں تیری پناہ مانگتا ہوں ایسے علم سے جو نفع نہ دے اور ایسے دل سے جس میں خوف نہ ہو اور ایسے نفس سے جو سیر نہ ہو اور ایسی دعاء سے جو قبول نہ ہو۔

❷ **مذکورہ جملہ کی ترکیب:۔** اعوذ فعل وفاعل بك جار ومجرور مل کر متعلق اوّل من جارہ علم موصوف لاینفع فعل وفاعل مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صفت، موصوف صفت مل کر مجرور، جار مجرور ملکر معطوف علیہ، مابعد والا جملہ معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر متعلق ثانی، فعل اپنے فاعل اور دونوں متعلقوں سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

❸ **الفاظ مخطوطہ کے ابواب ومعانی:۔** "اَعُوْذُ" یہ باب نصر سے مضارع معلوم کا صیغہ ہے بمعنی پناہ مانگنا۔

"لَا یَنْفَعُ" یہ باب فتح سے نفی مضارع معلوم کا صیغہ ہے بمعنی نفع دینا۔

"لَا یَخْشَعُ" یہ باب فتح سے نفی مضارع معلوم کا صیغہ ہے۔ بمعنی ڈرنا۔

"لَاتَشْبَعُ" یہ باب سمع سے نفی مضارع معلوم کا صیغہ ہے بمعنی سیر ہونا۔

"لَایُسْتَجَابُ" یہ باب استفعال سے نفی مضارع مجہول کا صیغہ ہے بمعنی قبول کرنا۔

﴿الورقة الاولٰی فی التفسیر﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۲ھ

الشق الاول ...... هُوَالَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَالْحِسَابَ ؕ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ ۚ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ۝ اِنَّ فِی اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَّقُوْنَ ۝ (پ۱۱۔س یونس:۵،۶)

آیات مبارکہ کا سلیس ترجمہ وتفسیر تحریر کریں، خط کشیدہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق کریں، ضیاء اور نور کے درمیان فرق واضح کریں، قدرہ میں ضمیرِ مفعول کا مرجع متعین کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال کا خلاصہ پانچ امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) الفاظ مخطوطہ کی لغوی و صرفی تحقیق (۴) ضیا و نور میں فرق (۵) قدرہ کی ضمیرِ مفعول کا مرجع۔

جواب ...... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ اللہ وہی ہے جس نے سورج کو چمکنے والا اور چاند کو نور والا بنایا اور اس کے لئے منزلیں مقرر کیں تا کہ تم جان لو برسوں کی گنتی اور (باہم) حساب وکتاب، نہیں پیدا کیا اللہ تعالیٰ نے ان اشیاء کو مگر حق کے ساتھ وہ کھول کھول کر بیان کرتا ہے نشانیاں اس قوم کے لئے جو سمجھتے ہیں، بے شک دن اور رات کے بدلنے میں اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں وزمین میں پیدا کیا ہے البتہ نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو ڈرتے ہیں۔

❷ آیات کی تفسیر:۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ اپنی قدرت وحکمت کی علامات ونشانیاں بیان فرما رہے ہیں کہ ہم نے کائنات کے اتنے بڑے نظام کو چلانے کیلئے اور روشن رکھنے کیلئے دو ایسے روشن وچمکدار خزانے پیدا فرمائے جو خصوصی ترتیب ونظام کے مطابق بغیر کسی پٹرول وڈیزل اور ڈرائیور کے یکے بعد دیگرے سالہا سال سے چل رہے ہیں ان کو کسی قسم کے ایندھن بجلی گریس وسگنل وغیرہ کی ضرورت نہیں ہے کہ یہ رک جائیں گے اور یہ سب تمہارے فائدہ کیلئے ہے تا کہ تمہیں اپنے حساب وکتاب ومعاملات اور فرائض شریعت کے اوقات کا صحیح علم ہو سکے اور یہ تمام اشیاء اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کاملہ کے ذریعہ اپنی کاریگری وقدرت کو ظاہر کرنے کیلئے پیدا کی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس طرح کی نشانیاں بے فائدہ نہیں بلکہ عقل وشعور اور فہم وفراست والے لوگوں کو اپنی قدرت وحکمت دکھلانے کیلئے پیدا کی ہیں اسی طرح یکے بعد دیگرے دن رات کا آنا جانا اور کائنات کی دیگر تمام مخلوقات بھی اللہ تعالیٰ کے وجود و وحدانیت اور کمالِ علم وقدرت کی اور اس کے تمام عیوب ونقائص سے پاک ہونے کی علامات ونشانیاں ہیں بشرطیکہ کوئی صحیح طور پر غور وفکر کرے اور اس کے دل میں پروردگار کا ڈر وخوف بھی ہو۔

❸ الفاظ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ "ضِیَآءً" یہ اسم جامد ہے اور بقول زجاج یہ ضوء کی جمع ہے بمعنی ذاتی روشنی۔

"نُوْرًا" یہ اسم بھی ہو سکتا ہے اور مصدر (نصر) بھی ہو سکتا ہے بمعنی وہ روشنی جو دوسرے سے حاصل شدہ ہو۔

"مَنَازِلَ" صیغہ جمع بحث اسم ظرف از مصدر نزولاً (ضرب، صحیح) بمعنی اترنا۔

"یَعْلَمُوْنَ" صیغہ جمع مذکر غائب بحث مضارع معلوم از مصدر عِلْمٌ (سمع، صحیح) بمعنی جاننا۔

"یَتَّقُوْنَ" صیغہ جمع مذکر غائب بحث مضارع معلوم از مصدر اِتِّقَاءٌ (افتعال، لفیف) بمعنی ڈرنا و خوف کرنا۔

❹ **ضیاء و نور میں فرق:۔** ائمہ لغت نے دونوں لفظوں کو مترادف کہا ہے، علامہ زمخشری و طیبی رحمہما اللہ نے فرمایا کہ اگر چہ روشنی کے معنی میں دونوں مشترک ہیں مگر نور عام ہے ہر قوی ضعیف ہلکی و تیز روشنی کو نور کہا جاتا ہے جبکہ ضوء صرف قوی و تیز روشنی کو ہی کہا جاتا ہے اور قرآن کریم نے شمس و قمر کی روشنیوں میں فرق و امتیاز کو متعدد جگہ مختلف عنوانات سے بیان فرمایا ہے۔ **وجعل القمر فیهن نورا وجعل الشمس سراجا، وجعل فیها سراجا وقمرا منیرا** سراج کا معنی چراغ ہے اور چراغ کی ذاتی روشنی ہوتی ہے کسی چیز سے حاصل شدہ نہیں ہوتی اس لئے بعض حضرات نے کہا کہ ضیاء کسی چیز کی ذاتی روشنی اور نور دوسری چیز سے حاصل شدہ روشنی کو کہتے ہیں مگر بظاہر یہ یونانی فلسفہ سے متاثر ہو کر کہا گیا ہے۔ ورنہ لغت میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے اور قرآن کریم میں بھی اس کا کوئی قطعی فیصلہ نہیں کیا گیا۔ (معارف القرآن ص ۵۰۵ ج ۴)

❺ **قدرہ کی ضمیر مفعول کا مرجع:۔** بعض مفسرین نے کہا کہ اگر چہ ذکر مفرد کی ضمیر ہے مگر مراد ہر ہر واحد اعتبار سے دونوں ہیں اور اسکے نظائر قرآن کریم و عربی محاورات میں بکثرت پائے جاتے ہیں، چاند ہر مہینے میں اپنا دورہ و چکر پورا کرتا ہے اِسلئے اُس کی منزلیں تیس یا اُنتیس ہوتی ہیں مگر چونکہ چاند ہر مہینہ میں ایک دن غائب رہتا ہے اِسلئے عموماً اسکی اٹھائیس منزلیں کہی جاتی ہیں۔

بعض حضرات نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اگر چہ منزلیں شمس و قمر دونوں کے لئے قائم فرمائی ہیں مگر اس جگہ صرف چاند کی منازل کا ذکر مقصود ہے کیونکہ سورج کی منازل آلات رصدیہ و حسابات کے بغیر معلوم نہیں ہوسکتیں، اس کا طلوع و غروب ایک ہی ہیئت میں سال کے تمام ایام میں ہوتا ہے مشاہدہ سے کسی کو یہ پتہ نہیں چل سکتا کہ آج آفتاب کونسی منزل سے طلوع ہوا ہے بخلاف چاند کے کہ اس کے حالات ہر روز مختلف ہوتے ہیں آخر ماہ میں بالکل نظر نہیں آتا اور درمیان ماہ میں مکمل نظر آتا ہے اس طرح کے تغیرات کے مشاہدہ سے بے علم لوگوں کو بھی تاریخوں کا علم ہوسکتا ہے۔ (معارف القرآن)

الشق الثانی ...... هُوَ الَّذِیْ یُرِیْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّ طَمَعًا وَّ یُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ۝ وَ یُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِیْفَتِهٖ ۚ وَ یُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَیُصِیْبُ بِهَا مَنْ یَّشَآءُ وَ هُمْ یُجَادِلُوْنَ فِی اللّٰهِ ۚ وَ هُوَ شَدِیْدُ الْمِحَالِ ۝ (پ۱۳، س رعد: ۱۲، ۱۳)

آیات مبارکہ کا ترجمہ اور تفسیر تحریر کریں، خط کشیدہ الفاظ کی لغوی تشریح ذکر کریں، **ویرسل الصواعق الخ** کا شانِ نزول لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) الفاظ مخطوطہ کی لغوی تشریح (۴) جملہ کا شانِ نزول۔

جواب ...... ❶ **آیات کا ترجمہ:۔** اللہ تعالیٰ ہی وہ ذات ہے جو تمہیں بجلی دکھلاتا ہے ڈرانے اور امید دلانے کیلئے اور وہی اٹھاتا ہے بوجھل بادلوں کو اور تسبیح بیان کرتی ہے گرج یا فرشتہ اسکی حمد و ثناء کے ساتھ اور تمام فرشتے بھی اسکے خوف سے اور بھیجتا ہے وہ بجلیاں پھر گرادیتا ہے انکو جس پر چاہتا ہے۔ اور یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی قوت و طاقت میں جھگڑتے ہیں حالانکہ وہ زبردست قوت والا ہے۔

❷ **آیات کی تفسیر:۔** ان آیات میں اللہ تعالیٰ اپنی کمالِ قدرت کی علامات و نشانیوں کو ذکر فرمارہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی وہ پاک

ذات ہے جو تمہیں بجلی دکھلاتا ہے اور یہی بجلی انسان کیلئے خوف بھی ہوتی ہے کہ جس جگہ گرے گی سب کچھ جلا کر راکھ کر دے گی اور طمع لالچ و امید بھی ہوتی ہے کہ اسکی چمک کے بعد بارش آئیگی جو تمام انسان و حیوان کی زندگی کا سہارا ہے تو ایک ہی چیز میں نفع ونقصان والی دو متضاد وصفوں کو جمع کرنا اسکی کمالِ قدرت کی دلیل ہے، اسی طرح بھاری بھر کم بادل ہزاروں ٹن پانی کے ساتھ اٹھاتا ہے اور بڑی سرعت و تیزی سے کہیں سے کہیں ان بادلوں کو لے جاتا ہے اور پھر اپنے خصوصی حکم و قدرت سے جس زمین پر برسانا چاہتا ہے وہاں پر برساتا ہے اسکے حکم کے بغیر پانی کی ایک بوند بھی دوسرے علاقہ میں نہیں برس سکتی یہ بھی اس کی کمالِ قدرت کی دلیل ہے۔

اور رعد (بادل کی گرج کو کہتے ہیں یا بارش برسانے پر مسلط فرشتہ کا نام ہے) بھی اس کی حمد و ثناء کے ساتھ تسبیح کرتا ہے اور اسکے ساتھ دیگر فرشتے بھی اس کے خوف سے تسبیح وتحمید پڑھتے ہیں یہ سب اس کی کمالِ قدرت کی دلیل ونشانیاں ہیں۔

پھر وہ اپنی کمالِ قدرت سے زمین پر بجلیاں بھیج کر جس کو چاہتا ہے جلا دیتا ہے اور ہلاک کر دیتا ہے وہ ان تمام چیزوں پر مکمل قدرت رکھتا ہے مگر یہ کافر لوگ اسکے عذاب وقہر سے ڈرتے نہیں ہیں۔ بلکہ یہ آپس میں جھگڑتے اور مباحثہ ومجادلہ میں مبتلا ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ بہت بڑی طاقت وقوت اور تدبیر کا مالک ہے جس کے سامنے کسی کی تدبیر و چال نہیں چل سکتی۔

❸ الفاظ مخطوطہ کی لغوی تشریح:۔ "اَلْبَرْقُ" یہ اسم ہے بمعنی بجلی و بجلی کی چمک اور مصدر (نصر، صحیح) بمعنی چمکنا وروشن ہونا۔

"اَلثِّقَالُ" یہ جمع ہے اس کا مفرد ثقیل ہے بمعنی بوجھ اور مصدر ثِقَلًا (کرم، صحیح) بمعنی بھاری ہونا۔

"اَلرَّعْدُ" یہ اسم ہے بمعنی کڑک و گرج اور مصدر (نصر و فتح، صحیح) بمعنی کڑکنا و گرجنا۔

"اَلصَّوَاعِقُ" یہ جمع ہے اس کا مفرد صَاعِقَةٌ ہے بمعنی بجلی و کڑک اور مصدر صَعْقًا (سمع) بمعنی بادل کا گرجنا۔

"اَلْمِحَالُ" یہ اسم ہے بمعنی حیلہ و تدبیر اور مصدر بمعنی مکر کرنا دشمنی کرنا، زور آزمائی کرنا، جھگڑا کرنا، گرج سے غشی طاری ہونا۔

❹ جملہ کا شانِ نزول:۔ اس آیت کے شانِ نزول کے سلسلہ میں متعدد روایات ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ آپ ﷺ نے کسی صحابی کو دعوت اسلام دینے کیلئے کسی کافر کی طرف بھیجا اس نے آگے سے سوال کیا جس رب کی طرف تم مجھے بلا رہے ہو وہ کس چیز کا ہے؟ لوہے کا تانبے کا سونے کا یا چاندی کا؟ اس صحابی نے واپس آ کر آپ ﷺ کو اسکے جواب کی خبر دی تو آپ ﷺ نے دوبارہ اور سہ بارہ اس صحابی کو اس کی طرف بھیجا جب تیسری مرتبہ اس نے یہی سوال کیا تو فوراً اللہ تعالیٰ نے اس پر ایک بجلی گرادی جس سے جل کر راکھ ہو گیا، اور اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی، دیگر روایات بھی اسی سے ملتی جلتی ہیں۔ (تفسیر مظہری)

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۲ھ

الشق الاول ...... اَفَرَءَيْتَ الَّذِىْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًاؕ۝ اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًاۙ۝ كَلَّا ؕ سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ وَنَمُدُّ لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّاۙ۝ وَّنَرِثُهٗ مَا يَقُوْلُ وَيَاْتِيْنَا فَرْدًا۝ (پ۱۶۔س مریم: ۷۷ تا ۸۰)

آیات مبارکہ کا ترجمہ اور تفسیر لکھیں، مذکورہ آیات کا شان نزول تحریر کریں، خط کشیدہ کلمات کے صیغے اور ابواب ذکر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حل چار امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) آیات کا شانِ نزول (۴) کلمات مخطوطہ کے صیغے وابواب۔

جواب ...... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ کیا آپ ﷺ نے اس شخص کو دیکھا جس نے ہماری آیات کا انکار کیا اور کہا کہ مجھے ضرور مال واولاد دیا جائیگا کیا وہ غیب پر مطلع ہو گیا ہے یا اللہ تعالیٰ سے اس نے کوئی عہد لیا ہے؟ ہرگز ایسا نہیں ہے ہم یہ اسکی باتیں لکھ رہے ہیں اور ہم اس کیلئے عذاب بڑھاتے جائینگے اور لے لیں گے ہم اس کا وہ مال جس کا وہ دعویٰ کرتا ہے۔اور آئے گا وہ ہمارے پاس تن تنہا۔

❷ آیات کی تفسیر:۔ شیخین کی روایت ہے حضرت خباب رضی اللہ عنہ بن ارت کہتے ہیں کہ میں لوہاری کا کام کرتا تھا اور میں نے ایک مرتبہ عاص بن وائل کا کام کیا اور میری مزدوری اس کے پاس جمع ہو گئی ایک دن میں مزدوری لینے کیلئے اس کے پاس گیا تو اس نے کہا کہ خدا کی قسم جب تک تو محمد ﷺ کا انکار نہیں کرے گا اس وقت تک تجھے مزدوری نہیں ملے گی، میں نے کہا کہ خدا کی قسم جب تک تو مر کر دوبارہ زندہ ہو کر اٹھے گا اس وقت تک بھی میں یہ کام نہیں کرونگا، عاص بن وائل نے کہا کیا میں دوبارہ زندہ کیا جاؤنگا؟ میں نے کہا کہ ہاں اس نے کہا کہ پھر میرے پاس وہاں مال واولاد بھی ہوگا، میں وہیں تیرا قرض دے دونگا۔تو اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئیں، ان میں اللہ تعالیٰ اس کی حماقت کا تذکرہ کرتے ہیں کہ اس کو کس طرح پتہ چلا کہ اسے بھی اگلے جہان میں مال واولاد ملے گا کیا اس کو غیب سے خبر واطلاع آئی ہے یا اس نے اللہ تعالیٰ سے عہد و پیمان لیا ہے کہ وہ اسے وہاں بھی مال واولاد سے نوازے گا؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ اسکی بالکل غلط بات ہے ہرگز ایسا نہیں ہوگا بلکہ جو کچھ وہ غلط باتیں کر رہا ہے ہم اس کو لکھ رہے ہیں اور اسکی وجہ سے آخرت میں اسکے عذاب میں اضافہ ہوتا رہے گا اور جو کچھ وہ مال واولاد چھوڑ کر مرے گا وہ سب مال ومتاع بھی ہمارا ہی ہوگا اور وہ ہمارے پاس تن تنہا ہی آئے گا کوئی مال واولاد اسکے ساتھ نہیں ہوگا۔

❸ آیات کا شانِ نزول:۔ ابھی آیات کی تفسیر کے ضمن میں شانِ نزول بھی گزر چکا ہے۔

❹ کلمات مخطوطہ کے صیغے وابواب:۔ "نَمُدُّ" صیغہ جمع متکلم بحث مضارع معلوم از مصدر مَدًّا (نصر) بمعنی کھینچنا وگھسیٹنا۔

"لَاُوْتَيَنَّ" صیغہ واحد متکلم بحث لام تاکید با نون ثقیلہ مجہول از مصدر اِيْتَاءٌ (افعال) بمعنی دینا۔

"اِطَّلَعَ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث ماضی معلوم از مصدر اِطِّلَاعٌ (افتعال) بمعنی جاننا۔

"نَرِثُهٗ" صیغہ جمع متکلم بحث مضارع معلوم از مصدر وَرْثًا، وِرْثًا، اِرْثًا (حسب) بمعنی وارث ہونا۔

الشق الثانی ...... وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِیْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۙ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۚ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (پ۱۸، سورۃ النور:۴،۵)

آیات مبارکہ کا ترجمہ وتفسیر تحریر کریں، حدِ قذف میں ثبوتِ احصان کے لئے کیا کیا شرائط ہیں؟ وضاحت کے ساتھ لکھیں، محدود فی القذف کی شہادت توبہ کرنے کے بعد قبول کی جائے گی یا نہیں؟ اس مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف ذکر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) حدِ قذف میں ثبوتِ احصان کی شرائط (۴) محدود فی القذف کی توبہ کے بعد شہادت کی قبولیت میں اختلاف۔

جواب ...... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ اور وہ لوگ جو پاکدامن عورتوں پر تہمت لگائیں اور پھر چار گواہ نہ لائیں تو ان کو اسی کوڑے

لگاؤ اور کبھی بھی ان کی گواہی قبول نہ کرو اور یہی فاسق لوگ ہیں مگر جو لوگ اس کے بعد توبہ کرلیں اور اپنی اصلاح کرلیں تو بے شک اللہ تعالیٰ مغفرت کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

❷ آیات کی تفسیر:۔ ان آیات میں زنا کی جھوٹی تہمت لگانے کی شرعی حد کا ذکر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جس طرح زنا کرنا اسلامی معاشرہ میں بہت بڑا جرم ہے اور اس کی سزا سخت سے سخت تر ہے اسی طرح اس کے ثبوت کیلئے شرائط بھی سخت سے سخت تر ہیں لہٰذا عام شہادتوں سے ہٹ کر اس کے ثبوت کے لئے چار عادل مردوں کی گواہی کی شرط لگائی گئی ہے پس جس طرح یہ جرم سخت ہے اسی طرح اس کی جھوٹی تہمت کی حد و سزا بھی سخت ہے وہ یہ کہ اگر آدمی زنا کی جھوٹی تہمت لگائے اور پھر چار عادل گواہوں کے ذریعہ اس کو ثابت نہ کر سکے تو اسے اسّی دُرّے و کوڑے لگائے جائیں مزید یہ کہ کسی بھی معاملہ میں اس کی گواہی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے قبول نہیں ہوگی، البتہ اگر یہ شخص صدقِ دل سے ندامت کے ساتھ توبہ و استغفار کرے اور جس شخص پر جھوٹی تہمت لگائی ہے اس سے معافی مانگے تو پھر ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ کے نزدیک اس کی گواہی قبول ہوسکتی ہے جبکہ حنفیہ یہ کہتے ہیں کہ اس کی گواہی ہمیشہ کے لیے مردود ہے وہ قبول نہیں ہوگی، البتہ توبہ و معافی کے نتیجہ میں اخروی سزا و عذاب سے بچ جائے گا، آخرت میں اس کی پکڑ نہیں ہوگی۔

❸ حدِ قذف میں ثبوتِ احصان کی شرائط:۔ حدِ قذف میں ثبوتِ احصان کے لیے باجماعِ علماء مندرجہ ذیل شرائط ہیں، محصن شخص آزاد عاقل بالغ مسلمان اور پاک دامن ہو اس سے پہلے متہم بالزنا نہ ہو۔ (تفسیر مظہری)

لہٰذا غلام، مجنون و دیوانہ بچہ کافر یا متہم بالزنا پر تہمت لگانے والے پر حد جاری نہیں ہوگی۔

❹ محدود فی القذف کی توبہ کے بعد شہادت کی قبولیت میں اختلاف:۔ اس امر کا حل تفسیر کے ضمن میں گزر چکا ہے کہ حنفیہ کے نزدیک اسکی گواہی ہمیشہ کیلئے مردود ہے جبکہ ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ کے نزدیک اسکی گواہی توبہ، استغفار و معافی کے بعد قبول ہے۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۲ھ

الشق الاول ...... وَعَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: مَامِنْ غَازِيَةٍ اَوْ سَرِيَّةٍ تَغْزُوْ فَتَغْنَمُ وَتَسْلَمُ اِلَّا كَانُوْا قَدْ تَعَجَّلُوْا ثُلُثَيْ اُجُوْرِهِمْ وَمَامِنْ غَازِيَةٍ اَوْ سَرِيَّةٍ تُخْفِقُ وَتُصَابُ اِلَّاتَمَّ اُجُوْرُهُمْ۔

حدیث شریف پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، خط کشیدہ کلمات کی لغوی تحقیق ذکر کریں۔ (حدیث: ۱۳۴۴)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) حدیث پر اعراب (۲) حدیث کا ترجمہ (۳) کلمات مخطوطہ کی لغوی تحقیق۔

جواب ...... ❶ حدیث پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ لڑنے والا جو گروہ یا لشکر جہاد کرے پھر مالِ غنیمت حاصل کرے اور صحیح سالم واپس لوٹ آئے تو اس نے اپنے دو تہائی اجر کو جلدی لے لیا، اور جو گروہ یا لشکر مالِ غنیمت حاصل نہ کرے اور زخمی کر دیا جائے اس کے لئے مکمل اجر ہے۔

❸ کلمات مخطوطہ کی لغوی تحقیق:۔ "سَرِيَّةٍ" یہ مفرد ہے اس کی جمع سَرَايَا ہے بمعنی فوج کا دستہ۔

"غَازِيَةٍ" یہ اسم فاعل کا صیغہ ہے از مصدر غَزْوًا، غَزَاوَةً (نصر) بمعنی جنگ و جہاد کے لئے نکلنا۔

"فَتَغْنَمَ" یہ مضارع معلوم کا صیغہ ہے از مصدر غَنْمًا وَغَنِیْمَةً (سمع) بمعنی غنیمت حاصل کرنا۔

"تَسْلَمَ" یہ مضارع معلوم کا صیغہ ہے از مصدر سَلَامًا وَسَلَامَةً (سمع) بمعنی سلامتی والا ہونا۔

"تُخْفِقَ" یہ مضارع معلوم کا صیغہ ہے از مصدر اِخْفَاقًا (افعال) بمعنی محروم کرنا ہونا، حاجت میں ناکام لوٹنا۔

"تُصَابُ" یہ مضارع مجہول کا صیغہ ہے از مصدر اِصَابَةً (افعال) بمعنی پہنچانا۔

الشق الثانی ...... **وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ تَعَوَّذُوْا بِاللّٰہِ مِنْ جَهْدِ الْبَلَاءِ وَدَرْكِ الشَّقَاءِ وَسُوْءِ الْقَضَاءِ وَشَمَاتَةِ الْاَعْدَاءِ وَعَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْجُوْعِ فَاِنَّهٗ بِئْسَ الضَّجِیْعُ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْخِیَانَةِ فَاِنَّهَا بِئْسَتِ الْبِطَانَةُ** ۔(حدیث:۱۳۷۱،۱۳۸۵)

احادیث مبارکہ پر اعراب لگا کر سلیس ترجمہ کریں، خط کشیدہ کلمات کے لغوی معنی ذکر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) احادیث پر اعراب (۲) احادیث کا ترجمہ (۳) کلمات مخطوطہ کی لغوی تحقیق۔

جواب ...... ① احادیث پر اعراب: ۔**کما مرّ فی السوال آنفا۔**

② **احادیث کا ترجمہ:** ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پناہ مانگو آزمائش کی سختی سے اور بد بختی کے آنے سے اور بری قضا وتقدیر سے اور دشمنوں کے خوش ہونے سے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ یہ دعا مانگا کرتے تھے (ترجمہ) اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں بھوک سے کیونکہ وہ برا ساتھی ہے، اور تیری پناہ مانگتا ہوں خیانت سے کیونکہ وہ بری خصلت ہے

③ **کلمات مخطوطہ کی لغوی تحقیق:** ۔ "جُهْدًا" یہ اسم ہے بمعنی سختی ومشقت مصدر (فتح) بمعنی کوشش کرنا۔

"اَلْبَلَاءُ" یہ اسم ہے بمعنی غم وآزمائش مصدر (نصر) بمعنی آزمانا، تجربہ کرنا۔

"دَرْكٌ" یہ باب نصر کا مصدر ہے بمعنی لاحق ہونا، پانا۔ "شَمَاتَةٌ" یہ اسم ہے بمعنی دشمن کے غم پر خوشی کا اظہار کرنا۔

"اَلضَّجِیْعُ" یہ صفت کا صیغہ ہے بمعنی ساتھ لیٹنے والا۔ "بِطَانَةٌ" یہ اسم ہے بمعنی بھید راز، اندرونی خصلت وعادت۔

﴿الورقة الاولٰی فی التفسیر﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۳ھ

الشق الاوّل ...... لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰی وَزِیَادَةٌ ؕ وَلَا یَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ كَسَبُوا السَّیِّاٰتِ جَزَآءُ سَیِّئَةٍۭ بِمِثْلِهَا ۙ وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ كَاَنَّمَآ اُغْشِیَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ الَّیْلِ مُظْلِمًا ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ (پ ۱۱-س یونس:۲۶،۲۷)

آیات مبارکہ کی مختصر تفسیر کریں۔ **الحسنٰی وزیادة** سے کیا مراد ہے؟ واضح کریں۔ خط کشیدہ کلمات کی لغوی تحقیق کریں۔ **قطعا** اور **مظلما** کے منصوب ہونے کی وجہ لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں (۱) آیات کی تفسیر (۲) **حسنٰی ، زیادہ** کی مراد (۳) کلمات مخطوطہ

کی لغوی تحقیق (۴) **قطعا ،مظلما** کے نصب کی وجہ۔

جواب ...... ❶ آیات کی تفسیر:۔ ان آیات میں اہلِ جنت واہلِ جہنم کے احوال وانجام کا اجمالاً ذکر ہے، اولاً اہلِ جنت واہلِ ایمان کے انجام کا ذکر فرمایا کہ نیکی وبھلائی کرنے والوں کیلئے اچھا بدلہ یعنی جنت اوراس سے بھی بڑھ کر یہ کہ دیدارِ خداوندی نصیب ہوگا اوران کے چہروں پرغم کی کدورت اورذلت وپریشانی نہ ہوگی اور یہ لوگ ہمیشہ جنت کی دائمی نعمتوں میں رہیں گےاور پھر اہلِ جہنم کے احوال کا ذکر ہے کہ ان کو برے اعمال کی بدولت برابدلہ ہی ملے گا اوران کے چہروں پر ذلت ورسوائی چھائی ہوئی ہوگی اوران کے چہروں کی ایسی حالت ہوگی جیسے اندھیری رات میں تہ بہ تہ ظلمات وتاریکیاں ہوتی ہیں، اوران تاریکیوں کے ساتھ اس کے چہرہ کو لپیٹا گیا ہو اور یہ لوگ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم کے دائمی عذاب میں رہیں گے۔

❷ **حسنی ، زیادة** کی مراد:۔ صحیحین میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ **الحسنی** سے مراد اچھا ثواب یعنی جنت ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ **احسنوا** یعنی **لا الـه الا الله** کی شہادت دی **الحسنی** جنت **زیادة** اللہ کی طرف دیکھنا ہے، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن ایک فرشتہ آواز لگائے گا کہ اے اہلِ جنت! اللہ تعالیٰ نے تم سے اچھے ثواب کا وعدہ کیا تھا اور زیادتی کا بھی اچھا ثواب جنت ہے اورمزید انعام رحمان کا دیدار حاصل ہونا ہے۔

❸ کلمات مخطوطہ کی لغوی تحقیق:۔ "قَتَرٌ" یہ اسم ہے بمعنی لکڑی کا اٹھتا ہوا دھواں مراد غبار نما بدرونقی ہے جو چہرہ پر چھا جائے۔

"لَا یَرْهَقُ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث نفی مضارع معلوم ازمصدر رَهْقًا (سمع،صحیح) بمعنی چھاجانا، ڈھانپ لینا۔

"عَاصِمٌ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل ازمصدر عِصْمَةٌ (ضرب،صحیح) بمعنی بچانا وحفاظت کرنا۔

"أُغْشِیَتْ" صیغہ واحد مونث غائب بحث ماضی مجہول ازمصدر اِغْشَاءٌ (افعال،ناقص) بمعنی ڈھانکنا۔

"قِطَعًا" یہ قِطْعَةٌ کی جمع ہے بمعنی ٹکڑا۔

❹ **قطعا ،مظلما** کے نصب کی وجہ:۔ **قطعا** یہ **اغشیت** فعل کا مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

مظلما یہ **لیل** یا **قطعا** سے حال ہونے کی وجہ سے یا **قطعا** کی صفت ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

الشق الثانی ...... فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ۝ وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِیَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ۝ (پ۱۲۔س ھود:۱۱۲،۱۱۳)

آیات مبارکہ کا ترجمہ اور تفسیر لکھیں۔استقامت کا مفہوم واضح کریں۔ **ولا ترکنوا الی الذین ظلموا** کی تفسیر میں مفسرین کے اقوال تحریر کریں۔ **ومن تاب** کی ترکیبی حیثیت واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال کا حاصل پانچ امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) استقامت کا مفہوم (۴) **لاترکنوا الی الذین ظلموا** کی تفسیر میں مفسرین کے اقوال (۴) **من تاب الخ** کی ترکیبی حیثیت۔

جواب ...... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ پس آپ قائم رہیں جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے اوروہ لوگ بھی جنہوں نے آپ کے

ساتھ توبہ کی اور حد سے نہ بڑھو، بے شک وہ (تمہارا رب) دیکھنے والا ہے اس کو جو تم عمل کرتے ہو، اور مت جھکو ظالموں کی طرف پھر تم کو آگ چھولے گی اور نہیں ہوگا اللہ کے علاوہ تمہارا کوئی مددگار اور پھر تم مدد بھی نہ کیے جاؤ گے۔

❷ آیات کی تفسیر:۔ اس سورۃ کے اندر اللہ تعالیٰ نے سابقہ امتوں کے واقعات حضرت نوح علیہ السلام سے شروع کر کے حضرت موسیٰ علیہ السلام تک خصوصی ترتیب وتفصیل سے ذکر کیے جن میں متعدد مواعظ احکام وہدایات ہیں اسکے بعد امت محمدیہ کو ان واقعات سے عبرت حاصل کرنے کی دعوت دی گئی اسکے بعد اس آیت میں بھی آپ ﷺ کے واسطہ سے امت کو دوبارہ خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے پیغمبر! آپ دین کے راستہ پر اسی طرح مستقیم وسیدھے رہیں جیسے آپ ﷺ کو حکم دیا گیا ہے اور وہ لوگ بھی مستقیم رہیں جو کفر سے توبہ کر کے آپ ﷺ کے ساتھ ہو گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود سے نہ نکلو کیونکہ وہ تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔

دوسری آیت میں انسان کو خرابی وبربادی سے بچانے کیلئے ایک اور ہدایت جاری کی کہ ظالموں کی طرف ادنی میلان بھی نہ رکھو ورنہ اس ادنی میلان کی وجہ سے تمہیں عذاب دیا جا سکتا ہے اور پھر خدا کے علاوہ تمہارا کوئی رفیق ومددگار نہ ہوگا۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ ظالموں سے دوستی نہ کرو اور انکا کہنا نہ مانو، ابن جریج رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ظالموں کی طرف کسی طرح کا بھی میلان نہ رکھو، ابوالعالیہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ انکے اعمال وافعال کو پسند نہ کرو، سدی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ انکے برے اعمال پر سکوت ورضا کا اظہار نہ کرو، قاضی بیضاوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ شکل وصورت اور فیشن ورہن سہن کے طریقوں میں ان کا اتباع کرنا بھی اس ممانعت میں داخل ہے اور ظلم وجور کی ممانعت وحرمت کیلئے اس آیت میں وہ انتہائی شدت ہے جو زیادہ سے زیادہ تصور میں لائی جاسکتی ہے کیونکہ اس آیت میں ظالموں کے ساتھ دوستی وگہرے تعلق ہی نہیں بلکہ ان کی طرف ادنی میلان وجھکاؤ اور ان کے پاس بیٹھنے سے بھی منع کیا گیا ہے۔ امام اوزاعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس عالم سے زیادہ مبغوض نہیں جو اپنے دنیاوی مفاد کی خاطر کسی ظالم سے ملنے جائے، تفسیر قرطبی میں ہے کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اہل کفر ومعصیت اور اہل بدعت کی صحبت سے اجتناب وپرہیز واجب ہے۔ (معارف القرآن)

❸ استقامت کا مفہوم:۔ استقامت کا لفظ اپنے اندر عموم رکھتا ہے ہر طرح کی استقامت کو شامل ہے۔

① عقائد کی استقامت، یعنی اللہ کی ذات کو تمام صفات کمالیہ کا جامع سمجھنا (صفات خداوندی کا انکار نہ کرنا) اور اس کی صفات کو مخلوق کی صفات کے مشابہ بھی نہ قرار دینا (یعنی یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ کی کوئی صفت مخلوق کی صفت کی طرح نہیں ہے بلکہ اس کی صفات کامل ہیں) اور نہ بندوں کو بالکل مجبور سمجھ لینا نہ کامل مختار (یعنی انسان کو درودیوار اور چرند پرند کی طرح بے اختیار بھی نہ سمجھنا اور نہ قادر مطلق، بے لگام، مختار کل کہ جیسا چاہے کرسکے اور جب چاہے جاسکے بلکہ درمیانی سیدھی راہ پر ہی چلنا)

② اعمال کی استقامت، یعنی وحی اور شریعت کو پورا پورا بیان کر دینا، نہ اس میں زیادتی کرنا نہ کمی۔

③ عبادات اور معاملات کو ان کے حقوق کے موافق ادا کرنا، نہ ان میں (جذبۂ خیر کے زیر اثر) زیادتی کرنا کہ پانچ وقت کی جگہ چھ وقت کی نماز فرض قرار دے دی جائے، نہ کمی کرنا کہ چار رکعت فرض کی جگہ تین رکعتیں مقرر کر لی جائیں۔

حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے میں نے عرض کیا یارسول اللہ! اسلام کے متعلق مجھے کوئی ایسی بات بتا دیجئے کہ

آپ کے بعد میں کسی سے پوچھنے کا محتاج نہ رہوں فرمایا آمنت باللہ کہو اور استقامت رکھو یعنی سیدھی چال چلو اور اس پر قائم رہو لفظ استقامت ان تمام امور کو حاوی ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا استقامت سے مراد یہ ہے کہ اوامر و نواہی پر قائم ہو جائے اور لومڑی کی طرح (راہِ مستقیم سے ادھر اُدھر) نہ مڑے۔

استقامت بہت ہی سخت حکم ہے یعنی اس پر عمل کرنا انتہائی دشوار ہے اس لیے صوفیاء کا قول ہے کہ استقامت کا مرتبہ کرامت سے اونچا ہے، بغوی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری نبوت کی مدت میں اس آیت سے زیادہ سخت آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی اور آیت نازل نہ ہوئی اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا مجھے سورہ ہود نے بوڑھا کر دیا، میں کہتا ہوں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس قول سے معلوم ہو رہا ہے کہ سورہ ہود نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بوڑھا کر دیا اس سے مراد پوری سورت نہیں بلکہ اس سورت کی یہی آیت ہے جس میں استقامت کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گو فطرتاً اور تخلیقاً استقامت کے حامل تھے مگر آپ پر ایمان لانے والے اور آپ کا اتباع کرنے والی ساری امت تو ایسی نہ تھی اور امت پر آپ بڑے مہربان تھے اسی فکر نے آپ کو بوڑھا کر دیا کہ امت کے لئے استقامت سخت دشوار ہے اس کا کیا ہوگا۔

④ <u>لا ترکنوا الی الذین ظلموا کی تفسیر میں مفسرین کے اقوال:</u>۔ کمامرّ فی التفسیر آنفا۔

⑤ <u>من تاب الخ کی ترکیبی حیثیت:</u>۔ یہ جملہ استقم کی ضمیر فاعل پر عطف کی وجہ سے فاعل حکماً مرفوع ہے۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۳ھ

الشق الاول ...... وَإِذَا بَدَّلْنَا آيَةً مَّكَانَ آيَةٍ ۙ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوا إِنَّمَا أَنتَ مُفْتَرٍ ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝ قُلْ نَزَّلَهُ رُوحُ الْقُدُسِ مِن رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِينَ آمَنُوا وَهُدًى وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ ۝ وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّهُمْ يَقُولُونَ إِنَّمَا يُعَلِّمُهُ بَشَرٌ ۗ لِّسَانُ الَّذِي يُلْحِدُونَ إِلَيْهِ أَعْجَمِيٌّ وَهَٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِينٌ ۝

آیات کا ترجمہ کریں۔ آیات کی تفسیر کریں۔ نیز انما یعلمه بشر میں بشر سے کون شخص مراد ہے؟ (پ۱۴۔ س نحل: ۱۰۱ تا ۱۰۳)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) بشر کی تعیین۔

جواب ...... ① <u>آیات کا ترجمہ:</u>۔ اور جب ہم بدلتے ہیں ایک آیت کی جگہ دوسری آیت اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو وہ نازل کرتا ہے، تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ تو از خود تراش لیتا ہے بلکہ اکثر کافر (اس کی حکمت و مصلحت) نہیں جانتے، کہہ دیجئے کہ اس کو روح القدس نے تیرے رب کی طرف سے اتارا ہے (لے کر آیا ہے) حکمت کے مطابق تا کہ ثابت قدم رکھے مؤمنین کو اور ہدایت و خوشخبری ہو جائے مسلمانوں کے لئے اور البتہ تحقیق ہم جانتے ہیں جو وہ کہتے ہیں کہ اس کو سکھلاتا ہے ایک بشر، اس شخص کی زبان و لغت جس کی طرف یہ نسبت کرتے ہیں عجمی ہے اور یہ قرآن تو واضح عربی زبان ہے۔

② <u>آیات کی تفسیر:</u>۔ ان آیات میں کفار و مشرکین کے شیطانی وساوس و شبہات کا ذکر ہے کہ جب ہم کسی آیت یا حکم کو منسوخ کر کے دوسری آیت یا حکم نازل کرتے ہیں تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم از خود کلام گھڑتا ہے اور پھر اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیتا ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ کو اس کے بدلنے کی کیا ضرورت تھی کیا اللہ تعالیٰ کو پہلے اس کا علم نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم جو کچھ نازل کرتے ہیں

اس کی حکمت و مصلحت کو بھی خوب جانتے ہیں اور یہ کافر لوگ اکثر جاہل ہیں کہ یہ احکام میں نسخ کو بغیر کسی دلیل کے کلام الٰہی کے خلاف سمجھتے ہیں آپ ﷺ ان کے جواب میں فرمادیں کہ یہ کلام میرا بنایا ہوا نہیں ہے۔ بلکہ اس کو حضرت جبرائیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے لیکر نازل ہوتے ہیں، اور اس میں احکام کی تبدیلی کسی حکمت و مصلحت کی وجہ سے ہوتی ہے اور یہ کلام اسلئے بھیجا جاتا ہے تاکہ اہلِ ایمان کو ایمان پر ثابت قدم رکھا جائے اور وہ مسلمانوں کیلئے ہدایت و خوشخبری کا ذریعہ ہو جائے، اس کے بعد تیسری آیت میں کفار کے ایک اور شبہ کا ازالہ ہے کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ محمد ﷺ کو یہ کلام ایک آدمی ہی سکھلاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا رد کرتے ہیں کہ اس کی تو زبان بھی عجمی ہے جبکہ یہ قرآن فصیح و بلیغ عربی زبان میں ہے اور کوئی عجمی شخص تو درکنار کوئی عربی شخص بھی اس کی مثل ایک سورت لانے پر قادر نہیں ہے۔ پس معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نبی برحق ہیں اور یہ قرآن کریم منزل من اللہ ہے۔ اور احکام و آیات کی تبدیلی بھی اسی کی طرف سے ہے۔

❸ **بَشَـرٌ کی تعیین:** اس بشر کی تعیین میں مفسرین کے متعدد اقوال ہیں خلاصہ سب کا یہ ہے کہ آپ ﷺ کا مختلف لوگوں کے ساتھ ایمان کے حوالہ سے ملنا جلنا تھا اور ان میں سے بعض ایسے عجمی غلام بھی تھے جو پہلے سے تورات و انجیل پڑھتے تھے تو یہ کفار کہتے کہ یہ محمد اس عجمی غلام سے قرآن سیکھ کر اپنے ساتھیوں کو بیان کرتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کا نام بلعام حضرت عکرمہ رحمہ اللہ نے اس کا نام یعیش، فراء رحمہ اللہ نے اس کا نام عائش اور ابن اسحاق رحمہ اللہ نے اس کا نام جبر لکھا ہے۔ (تفسیر مظہری ص ۲۹۰ ج ۶)

الشق الثانی ...... وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ ۨاطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ۨانْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ۚ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ۚ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ۝ (پ ۱۷۔ س ج:۱۱)

آیت مبارکہ کا ترجمہ اور تفسیر تحریر کریں نیز آیات مذکورہ کا شانِ نزول لکھنا نہ بھولیے۔

﴿ خلاصۂ سوال ﴾...... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) آیت کا ترجمہ (۲) آیت کی تفسیر (۳) آیت کا شانِ نزول۔

جواب ...... ❶ **آیت کا ترجمہ:** اور بعض لوگ وہ ہیں جو عبادت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی کنارہ پر پس اگر اس کو کوئی دنیاوی نفع پہنچے تو اس کی وجہ سے مطمئن ہو جاتا ہے اور اگر اس کو کوئی آزمائش و مصیبت پہنچے تو اپنے چہرہ کے بل لوٹ جاتا ہے دنیا و آخرت دونوں کو کھو بیٹھا، یہی واضح نقصان ہے۔

❷ **آیت کی تفسیر:** اس آیت کریمہ میں بعض منافقین لوگوں کے ایمان لانے کا ذکر ہے کہ وہ ایسے شک کے ساتھ ایمان لاتے ہیں جیسے کوئی شخص کسی چیز کے کنارہ پر کھڑا ہو اور موقع ملتے ہی چلنے و بھاگنے کیلئے تیار ہو کہ اگر اس کو کوئی دنیاوی غرض و فائدہ حاصل ہو جائے تو اسکی وجہ سے مطمئن ہو جاتا ہے اور اگر کوئی آزمائش و مصیبت پہنچ جائے تو منہ اٹھا کر کفر کی طرف بھاگ پڑتا ہے جس کی وجہ سے دنیا و آخرت دونوں کو کھو بیٹھتا ہے اور اس مصرعہ (نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم، نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے) کا مصداق بن جاتا ہے۔

❸ **آیت کا شانِ نزول:** حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائے تو بعض ایسے لوگ بھی مسلمانوں کے ساتھ شامل ہو جاتے تھے جن کے دل میں ایمان کی پختگی نہ ہوتی تھی اگر اسلام لانے کے بعد ان کے مال و اولاد میں ترقی ہو جاتی تو کہتے کہ یہ دین اچھا ہے اور اگر اس کے خلاف ہوتا تو کہتے کہ برا دین ہے تو ایسے ہی لوگوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (معارف القرآن)

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۳ھ

الشق الاول ......عَنْ مَعَاذٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَنْ قَاتَلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مِنْ رَّجُلٍ مُسْلِمٍ فَوَاقَ نَاقَةٍ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ وَمَنْ جُرِحَ جَرْحًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ نَكِبَ نَكْبَةً فَاِنَّهَا تَجِيْئُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَاَغْزَرِ مَاكَانَتْ، لَوْنُهَا كَالزَّعْفَرَانِ وَرِيْحُهَا كَالْمِسْكِ ۔(حدیث:۱۲۹۶)

حدیث شریف پر اعراب لگا کر واضح ترجمہ کریں۔خط کشیدہ کلمات کی لغوی تشریح کریں۔ فانها میں ها ضمیر کا مرجع متعین کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں چار امور توجہ طلب ہیں (۱) حدیث پر اعراب (۲) حدیث کا ترجمہ (۳) کلمات مخطوطہ کی لغوی تشریح (۴) ها ضمیر کا مرجع۔

جواب ...... ❶ حدیث پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس مسلمان شخص نے اونٹنی کے دو دفعہ دودھ دینے کے درمیان وقت کی بقدر اللہ کے راستہ میں جہاد کیا تو اس کیلئے جنت واجب ہوگئی اور جو شخص اللہ کے راستہ میں زخمی کیا گیا یا اسے کوئی مصیبت و چوٹ آئی تو وہ قیامت کے دن پہلے سے زیادہ تازہ زخم کے ساتھ آئے گا اسکا رنگ زعفران جیسا اور خوشبو مشک جیسے ہوگی۔

❸ کلمات مخطوطہ کی لغوی تشریح:۔ "فَوَاقَ نَاقَةٍ" اسم ہے بمعنی دو مرتبہ (صبح و شام) دودھ دوہنے کا درمیانی وقفہ یا ایک ہی وقت میں تھن سے دو مرتبہ دودھ نکالنے کا درمیانی معمولی وقفہ (ایک دو سیکنڈ)۔

"نُكِبَ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث ماضی مجہول از مصدر نَكْبًا (نصر) بمعنی مصیبت زدہ ہونا اَلنَّكْبَةُ یہ مفرد ہے اسکی جمع نَكَبَاتٌ ہے بمعنی مصیبت۔ كَاَغْزَرِ "صیغہ واحد مذکر بحث اسم تفضیل از مصدر غَزْرًا وغَزَارَةً (کرم) بمعنی کثیر ہونا، اسم بمعنی کثرت

❹ ها ضمیر کا مرجع:۔ مذکورہ جملہ میں ها ضمیر کا مرجع نکبة ہے اور بواسطہ عطف کے مرجع جَرْحٌ بھی ہے۔

الشق الثانی ......وَعَنْ اَبِيْ مُوسٰى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهُ كَانَ يَدْعُوْ بِهٰذَا الدُّعَاءِ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ خَطِيْئَتِيْ وَجَهْلِيْ وَاِسْرَافِيْ فِيْ اَمْرِيْ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّيْ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ جِدِّيْ وَ هَزْلِيْ وَخَطَئِيْ وَعَمَدِيْ وَكُلُّ ذٰلِكَ عِنْدِيْ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ مَاقَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّيْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْئٍ قَدِيْرٌ ۔(حدیث:۱۲۷۶)

حدیث شریف پر اعراب لگائیں۔حدیث کا ترجمہ اور مفہوم وضاحت کے ساتھ تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں تین امور حل طلب ہیں (۱) حدیث پر اعراب (۲) حدیث کا ترجمہ (۳) حدیث کا مفہوم۔

جواب ...... ❶ حدیث پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ یہ دعا مانگا کرتے تھے۔ اللهم اغفرلی الخ (ترجمہ) اے اللہ! تو میری خطا، نادانی، کاموں میں زیادتی اور جن باتوں کو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے بخش دے اے اللہ! میری سنجیدہ و مزاحیہ غیر ارادی اور ارادی سب خطاؤں کو بخش دے اور یہ تمام خطائیں مجھ میں موجود ہیں، اے اللہ! میری اگلی و پچھلی، پوشیدہ و ظاہری

اوروہ خطائیں جن کوتو مجھ سے زیادہ جانتا ہے ان سب کو بخش دے تو ہی آگے کرنیوالا اور پیچھے رکھنے والا ہے اور تو ہر چیز پر قادر ہے۔

۳ حدیث کا مفہوم:۔ اس حدیث مبارکہ میں آپ ﷺ کی ایک دعا کا ذکر ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ اے میرے پروردگار !میری غلطیوں وناداینوں اور کاموں کی زیادتی کے گناہوں کو سنجیدگی ومزاح، ارادی وغیرارادی سب خطاؤں کو بخش دے اور میں تسلیم کرتا ہوں کہ میرے اندران سب خطاؤں کا پایا جانا ممکن ہے اور نیز میرے سابقہ زندگی کے گناہ اور آئندہ زندگی کے گناہ خواہ وہ چھپ کر ہوئے یا ظاہرا ہوئے تمام کے تمام گناہ جن کو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے۔ان سب خطاؤں کو معاف فرما تو ہی عمل صالح کی توفیق کے ذریعہ جنت کی طرف آگے کرنے والا ہے اور تو ہی عمل بدوخطاؤں کے ذریعہ رسواوذلیل کر کے جنت اور عمل صالح سے پیچھے رکھنے والا ہے اور تو ہر چیز پر قادر ہے لہٰذا میری تمام خطاؤں ولغزشوں کو معاف فرمادے۔

اس حدیث ودعا سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ ﷺ سے یہ تمام گناہ سرزد بھی ہوئے ، بلکہ یہ دعا ہے اور دعا میں عاجزی و انکساری کے ذریعہ معافی کو طلب کیا جاتا ہے اور خود کو امکانی وجہ سے بڑے سے بڑے مجرم کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔

﴿الورقة الاولىٰ فى التفسير﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۴ھ

الشق الاوّل ...... فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُوْا بَقِيَّةٍ يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْاَرْضِ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّنْ اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ ۚ وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَآ اُتْرِفُوْا فِيْهِ وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ۝ وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ ۝ (پ۱۲۔ س ہود:۱۱۶،۱۱۷)

آیات مبارکہ کا واضح ترجمہ کرکے مختصر تفسیر لکھیں۔اولوا بقية کی لغوی تشریح کرتے ہوئے یہ بتائیں کہ ان سے کون لوگ مراد ہیں؟

﴿خلاصہ سوال﴾......اس سوال کا خلاصہ تین امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) اولوا بقية کی تشریح ومراد۔

جواب ...... ۱ آیات کا ترجمہ:۔ پس کیوں نہ ہوئے ان جماعتوں میں جو تم سے پہلے گزری ہیں ایسے سمجھدار لوگ جو (لوگوں کو) زمین میں بگاڑ کرنے سے منع کرتے مگر بہت تھوڑے کہ جن کو ہم نے نجات دی ان میں سے اور ظالم لوگ پیچھے پڑے رہے اسی عیش کے جسمیں وہ تھے اور وہ مجرم لوگ تھے اور آپ کا رب ہرگز ایسا نہیں کہ کسی بستی کو ظلم سے ہلاک کردے اس حال میں کہ اسمیں نیک لوگ بھی ہوں

۲ آیات کی تفسیر:۔ ان آیات میں پچھلی اقوام پر عذاب الٰہی نازل ہونے کی وجہ اور لوگوں کو اس سے بچنے کی ہدایت کی گئی ہے۔جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ افسوس ایسا نہیں ہوا کہ سابقہ امتوں میں کچھ سمجھدار لوگ ہوتے جو اپنی قوم کو زمین پر فساد وبگاڑ پیدا کرنے سے منع کرتے مگر بہت کم لوگوں نے انبیاء علیہم السلام کا اتباع کرتے ہوئے یہ کام کیا اور وہی عذاب سے بچے، باقی سب لوگ دنیا کی لذتوں میں پھنس کر جرائم پیشہ بن گئے۔اسکے بعد اگلی آیت میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہرگز ظالم نہیں ہے اور اس کے ہاں ظلم کا امکان وتصور بھی نہیں کہ وہ نیک لوگوں کی موجودگی میں کسی بستی والوں کو ہلاک کردے بلکہ کسی بھی قوم اور بستی کو اس وقت ہلاک کیا جاتا ہے جب وہ مکمل طور پر اسکی مستحق ہوجاتی ہے اور اس میں کوئی مصلح باقی نہیں رہتا۔

۳ اولوا بقية کی تشریح ومراد:۔ بقية کا لفظ باقی ماندہ چیز پر بولا جاتا ہے اور اس آیت میں اس سے اہل الرائے وسمجھ دار

لوگ مراد ہیں کیونکہ انسان کی عادت ہے کہ جو چیز اسے سب سے زیادہ محبوب ہوتی ہے اس کو ہر حال میں اپنے لئے محفوظ و باقی رکھنے کا اہتمام کرتا ہے۔ ضرورت کے وقت دوسری سب چیزیں قربان کر دیتا ہے مگر وہ محبوب چیز نہیں دیتا اسی لئے عقل وبصیرت کو **بقیة** کہا جاتا ہے کہ وہ سب سے زیادہ عزیز ہے۔ (معارف القرآن ص ۶۷۹ ج ۴)

الشق الثانی ...... اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ؕ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ۝ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ۝ سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌ بِالنَّهَارِ ۝ (پ ۱۳۔ س رعد: ۸ تا ۱۰)

آیات مبارکہ کا سلیس ترجمہ کر کے مختصر تفسیر لکھیں۔ خط کشیدہ کلمات کی لغوی تشریح کریں۔ **وما تغیض الارحام وما تزداد** کی تفسیر میں مفسرین کے اقوال تحریر کریں۔

﴿ خلاصۂ سوال ﴾ ...... اس سوال کا حل چار امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) کلمات مخطوطہ کی لغوی تشریح (۴) **وما تغیض الارحام وما تزداد** کی تفسیر میں مفسرین کے اقوال۔

جواب ...... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ اللہ ہی جانتا ہے جو کچھ کسی مادہ کو حمل ہوتا ہے اور جو کچھ رحم میں کمی وبیشی ہوتی ہے اور ہر چیز کا اللہ کے نزدیک ایک خاص اندازہ ہے۔ وہ تمام پوشیدہ وظاہری چیزوں کو جاننے والا ہے، سب سے بڑا اور عالیشان ہے، برابر ہے تم میں سے جو شخص چپکے سے کوئی بات کہے اور جو شخص پکار کر کہے اور جو چھپنے والا ہے رات میں اور جو چلنے پھرنے والا ہے دن میں۔

❷ آیات کی تفسیر:۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی صفت عالم الغیب کا ذکر ہے کہ وہ تمام کائنات ومخلوقات کے ذرہ ذرہ سے واقف اور ہر ذرہ کے بدلتے ہوئے حالات سے مکمل طور پر باخبر ہے اور حمل کا یقینی وصحیح علم صرف اسی کو ہے کہ لڑکا ہے یا لڑکی یا دونوں یا کچھ بھی نہیں، حسین ہے یا بدشکل ہے، نیک ہے یا بد ہے اور جو کچھ ان عورتوں کے رحم میں کمی بیشی ہوتی ہے کہ کبھی ایک بچہ پیدا ہوتا ہے اور کبھی زیادہ، کبھی جلدی پیدا ہوتا ہے اور کبھی دیر میں، یہ سب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اور وہ سب ظاہر وباطن کا جاننے والا اور سب سے بڑا و بلند و برتر ہے اور تم میں سے کوئی شخص کوئی بات دل میں چھپائے رکھے یا آہستہ سے کوئی بات کرے یا زور سے پکار کر کوئی بات کہے، رات کو کہیں چھپ کر کوئی عمل کرے یا دن میں ظاہرا کوئی کام کاج کرے وہ پروردگار ہر ایک سے مکمل طور پر باخبر ہے۔

❸ کلمات مخطوطہ کی لغوی تشریح:۔ "مُتَعَالِ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر تَعَالِیْ (تفاعل، ناقص) بمعنی بلند ہونا۔

"تَغِیْضُ" صیغہ واحد مؤنث غائب بحث مضارع معلوم از مصدر غَیْضًا (ضرب، اجوف) بمعنی کم ہونا۔

"اَسَرَّ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث ماضی معلوم از مصدر اِسْرَارٌ (افعال، مضاعف) بمعنی چھپانا، چپکے سے بات کرنا۔

"مُسْتَخْفٍ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر اِسْتِخْفَاءٌ (استفعال، ناقص) بمعنی چھپنا و پوشیدہ ہونا۔

"سَارِبٌ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر سُرُوْبًا (نصر، صحیح) بمعنی برآمد ہونا، باہر نکلنا۔ (مظہری)

❹ ماتغیض الارحام وما تزداد کی تفسیر میں مفسرین کے اقوال:۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس جملہ سے مراد حمل کی مدت کا نو ماہ سے کم اور زیادہ ہونا ہے، بعض نے کہا کہ نقصان سے مراد بچہ کا ساقط ہونا اور زیادتی سے مراد بناوٹ کا پورا ہونا ہے۔ (مظہری)

پیدا ہونے والے بچہ کی تعداد میں کمی بیشی بھی مراد ہو سکتی ہے کہ حمل میں ایک بچہ ہے یا زیادہ بچے ہیں اور زمانہ پیدائش کی کمی بیشی بھی مراد ہو سکتی ہے کہ یہ حمل کتنے مہینے کتنے دن اور کتنے گھنٹے میں پیدا ہو کر انسان کو ظاہری وجود دیگا۔

حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ زمانہ حمل میں عورت کو جو خون آتا ہے وہ حمل کی جسامت وصحت میں کمی کا باعث ہوتا ہے اور آیت میں کمی سے یہی جسامت وصحت کی کمی مراد ہے۔ (معارف القرآن)

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۴ھ

الشق الاول ...... وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ فَسْـَٔلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِذْ جَآءَهُمْ فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ اِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا ۝ قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَآئِرَ ۚ وَاِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا ۝ فَاَرَادَ اَنْ يَّسْتَفِزَّهُمْ مِّنَ الْاَرْضِ فَاَغْرَقْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ جَمِيْعًا ۝ (پ۱۵۔س بنی اسرائیل:۱۰۱تا۱۰۳)

آیات کا ترجمہ اور مختصر تفسیر لکھیں۔ **تسع آیات بینات** کی مراد تحریر کریں۔ **بصائر** کے منصوب ہونے کی وجہ ذکر کریں۔

﴿خلاصہ سوال﴾ ...... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) **تسع آیات بینات** کی مراد (۴) **بصائر** کے نصب کی وجہ۔

جواب ...... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ اور البتہ تحقیق ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نو واضح نشانیاں دیں۔ بس آپ ﷺ پوچھیں بنی اسرائیل سے جب آئے موسیٰ علیہ السلام اُن کے پاس تو کہا ان سے فرعون نے کہ میرے خیال میں اے موسیٰ! تجھ پر جادو کیا گیا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ تحقیق تو جانتا ہے کہ یہ عجائبات (آیات ومعجزات) زمین وآسمان کے رب نے نازل کئے ہیں جو کہ بصیرت کے ذرائع ہیں اور میرے خیال میں اے فرعون! تیری کم بختی وہلاکت کے دن آ گئے ہیں۔ پھر اس نے ارادہ کیا کہ بنی اسرائیل کے قدم ارضِ مصر سے اکھاڑ دے تو ہم نے اس کو اور اس کے تمام ساتھیوں کو غرق کر دیا۔

❷ آیات کی تفسیر:۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام وفرعون کے درمیان ہونے والے واقعات کے ذریعہ آپ ﷺ کو تسلی دینا چاہتے ہیں کہ اگر ان کفار کی تمام فرمائشیں پوری کر دی جائیں تب بھی یہ لوگ بنی اسرائیل کی طرح ضد وعناد کی وجہ سے ایمان نہیں لائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ تم فرعون سے بنی اسرائیل کو مانگ لو یعنی فرعون بنی اسرائیل کو تمہارے ساتھ چھوڑ دے، یا مطلب یہ ہے کہ اے پیغمبر! آپ چاہے بنی اسرائیل سے اسکے متعلق پوچھ لیں کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے فرعون وآلِ فرعون کو ایمان کی دعوت دی اور انہیں آیات بینات سے ڈرایا تو فرعون نے کہا کہ اے موسیٰ! تم پر کسی جادو کا اثر ہے جسکی وجہ سے تمہاری عقل مخبوط ہو گئی ہے اور تم بہکی بہکی باتیں کر رہے ہو، موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اے فرعون! تو بھی دل میں خوب جانتا ہے اگرچہ عار کی وجہ سے زبان سے اقرار نہیں کرتا کہ یہ تمام معجزات زمین وآسمان کے پروردگار نے ہی بھیجے ہیں جو کہ بصیرت وعبرت کیلئے کافی ہیں اور میرے خیال میں تیری کمبختی وہلاکت کے دن قریب ہیں، فرعون بنی اسرائیل کو مصر جانے کی اجازت نہ دیتا تھا مگر جب اس نے دیکھا کہ بنی اسرائیل موسیٰ علیہ السلام کے اثر سے قوت پکڑ کر مضبوط ہو رہے ہیں تو خوف کی وجہ سے اس نے خود ہی سوچا کہ بنی اسرائیل کو ملک بدر کر دے، مگر اسکی تدبیر کی کامیابی سے قبل ہی اللہ تعالیٰ نے اسکو اور اسکے لشکر کو غرق کر دیا۔ (معارف القرآن ج۵ص۵۳۷، مظہری ج۷ص۹۸)

③ **تسع آیات بینات کی مراد:۔** تعیین معجزات میں علماء کے مختلف اقوال ہیں، حضرت ابن عباس اور ضحاک رضی اللہ عنہم کے نزدیک معجزات یہ تھے عصا، ید بیضاء، زبان کی گرہ کا کھل جانا، سمندر کا لاٹھی کی ضرب سے پھٹ جانا، طوفان، ٹڈیاں، جوئیں، مینڈک وخون۔ حضرت عکرمہ، مجاھد اور عطاء رحمہم اللہ کے نزدیک نو معجزات یہ تھے، طوفان، ٹڈیاں، جوئیں، مینڈک، خون، عصا، ید بیضاء، قحط، پھلوں کی کمی۔ قبطیوں میں سے ایک شخص اپنی بی بی کے ساتھ بستر پر سو رہا تھا (شاید حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بددعا سے) دونوں پتھر بن گئے ایک عورت کھڑی روٹی پکا رہی تھی (شاید حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شان میں گستاخی کرنے سے) وہ بھی پتھر کی ہوگئی محمد بن کعب قرظی نے طمس (صورتوں کو بدل دینا یا بگاڑ دینا) اور سمندر کو پھاڑنے اور طور کے سروں پر معلق ہوجانے کو بھی تسع آیات میں شمار کیا ہے۔

حضرت صفوان بن عسال کا بیان ہے کہ ایک یہودی نے دوسرے یہودی سے کہا چلو اس نبی کے پاس چلیں اس نے کہا ارے نبی نہ کہو اگر اس نے یہ لفظ سن لیا تو اس کی چار آنکھیں ہو جائیں گی غرض دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نو واضح آیات دریافت کیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (وہ نو آیات یعنی احکام یہ ہیں) ① کسی چیز کو اللہ کا ساجھی نہ قرار دو ② چوری نہ کرو ③ زنا نہ کرو ④ ناحق ناجائز خون نہ کرو ⑤ کسی بے قصور کو (قتل یا بغاوت وغیرہ کی تہمت لگا کر) حاکم کے پاس قتل کرانے کیلئے نہ جاؤ ⑥ جادو نہ کرو ⑦ سود نہ کھاؤ ⑧ کسی پاک دامن عورت پر زنا کی تہمت نہ لگاؤ ⑨ جہاد میں مقابلہ کے وقت بھاگنے کیلئے پشت نہ پھیرو۔ اور اے یہودیو! تمہارے لئے خصوصی حکم یہ تھا کہ ہفتہ کے دن کی حرمت میں حدود شرعیہ سے تجاوز نہ کرو۔ (مظہری ص ۹۸ ج ۷)

④ **بصائر کے نصب کی وجہ:۔ بصائر** کا لفظ ماقبل والے جملہ **ما انزل ھؤلاء** سے حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

الشق الثانی ...... وَلَقَدْ اٰتَیْنٰکَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ ۝ لَا تَمُدَّنَّ عَیْنَیْکَ اِلٰی مَا مَتَّعْنَا بِہٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْھُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَیْھِمْ وَاخْفِضْ جَنَاحَکَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ ۝ وَقُلْ اِنِّیْۤ اَنَا النَّذِیْرُ الْمُبِیْنُ ۝ کَمَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَی الْمُقْتَسِمِیْنَ ۝ الَّذِیْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِیْنَ ۝ فَوَرَبِّکَ لَنَسْئَلَنَّھُمْ اَجْمَعِیْنَ ۝ عَمَّا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝ (پ ۱۴۔ س حجر: ۸۷ تا ۹۳)

آیات مبارکہ کا سلیس ترجمہ اور مختصر تفسیر تحریر کریں، خط کشیدہ کلمات کی لغوی تشریح کریں۔ **کَمَاۤ اَنْزَلْنَا الخ** کی ترکیبی حیثیت واضح کریں۔ **الْمُقْتَسِمِیْنَ** کی مراد بیان کرتے ہوئے **الذین جعلوا القرآن عضین** کا مطلب تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حاصل پانچ امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) کلمات مخطوطہ کی لغوی تشریح (۴) **کما انزلنا الخ** کی ترکیبی حیثیت (۵) **المقتسمین** کی مراد اور **الذین جعلوا القرآن عضین** کا مطلب۔

جواب ...... ① **آیات کا ترجمہ:۔** اور تحقیق ہم نے آپ کو سات مکرر پڑھی جانے والی آیات دیں اور قرآن عظیم دیا، اور آپ نہ اٹھا کر دیکھیں اپنی آنکھوں کو ان چیزوں کی طرف جو ہم نے مختلف قسم کے کافروں کو برتنے (استعمال) کیلئے دی ہیں اور آپ کافروں پر غمگین نہ ہوں اور آپ اپنے بازوؤں کو مؤمنین کیلئے جھکائیے اور آپ (کافروں سے) کہہ دیں کہ میں واضح ڈرانے والا ہوں جیسا کہ نازل کیا ہم نے (عذاب) تقسیم کرنے والوں پر، جنہوں نے آسمانی کتاب کے حصے کیے تھے، پس قسم ہے تیرے رب کی البتہ ہم ضرور سوال کرینگے ان سے ان اعمال کے متعلق جو وہ کرتے تھے۔

② **آیات کی تفسیر:۔** اللہ تعالیٰ ان آیات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دے رہے ہیں کہ اے پیغمبر! آپ ان کفار کے معاملہ کو نہ دیکھیں جس

سے آپ غمگین ہوتے ہیں بلکہ آپ ہمارا معاملہ اپنے ساتھ دیکھیں کہ ہماری طرف سے آپ ﷺ کے ساتھ کیسے لطف وعنایت کا معاملہ ہے کہ ہم نے آپ کو سات آیات عظیم نعمت کے طور پر دی ہیں جو نماز میں بار بار پڑھی جاتی ہیں اور وہ جامع مضامین ہونے کے اعتبار سے پورا قرآن کریم ہی ہیں پس آپ ﷺ اس انعام ونعمت کی طرف دیکھیں تا کہ آپ کا قلب مسرور و مطمئن ہو، آپ ﷺ ان لوگوں کے عناد و اختلاف کی طرف متوجہ ہی نہ ہوں، اور آپ اپنی آنکھ اٹھا کر بھی اس چیز کی طرف نہ دیکھیں جو ہم نے مختلف کافروں کو عارضی طور پر نفع اٹھانے کیلئے دی ہیں اور پھر بہت جلد وہ اُن سے واپس لے لیں گے اور آپ انکی حالتِ کفر پر غمگین نہ ہوں بلکہ آپ مسلمانوں پر شفقت رکھئے یعنی فکرِ مصلحت وشفقت کیلئے مسلمان ہی کافی ہیں اور ان کو اس سے نفع بھی ہے جبکہ کافروں کیلئے فکرِ مصلحت کا کوئی فائدہ نہیں ہے اسلئے آپ انکی طرف متوجہ بھی نہ ہوں البتہ آپ اپنا فرضِ منصبی ادا کرتے ہوئے انکی تبلیغ کرتے رہیں اور ان کو بتادیں کہ میں کھلم کھلا تمہیں خدا کے عذاب سے ڈرانے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہیں یہ مضمون پہنچاتا ہوں وہ عذاب جس سے ہمارا نبی تمہیں ڈراتا ہے وہ عذاب ہم تم پر کسی وقت ضرور نازل کرینگے جیسا کہ وہ عذاب ہم نے مختلف اوقات میں اُن لوگوں پر نازل کیا تھا جنہوں نے احکامِ الٰہی کے مختلف اجزاء وحصے بنا رکھے تھے ان میں سے جو انکی مرضی کے موافق ہوا وہ مان لیا اور جو مرضی کے خلاف ہوا اس کا انکار کر دیا۔

آخر میں اللہ تعالیٰ اپنی قسم کھا کر حلفاً کہتے ہیں کہ ہم اگلے پچھلے تمام کافروں سے ان کے اعمال کے متعلق ضرور باز پرس کریں گے اور پھر اُن اعمال کے مطابق ان کو سزا دیں گے۔ (معارف القرآن ج۵ص ۳۱۲)

③ **کلمات مخطوطہ کی لغوی تشریح:۔** "اَلْمَثَانِیْ" یہ مَثْنَاۃٌ اسمِ ظرف یا مَثْنِیَۃٌ اسم فاعل کی جمع ہے بمعنی بار بار ومکرر پڑھی جانیوالی۔

"اَلْمُقْتَسِمِیْنَ" صیغہ جمع مذکر بحث اسم فاعل از مصدر اِقْتِسَامٌ (افتعال، صحیح) بمعنی تقسیم کرنا۔

"عِضِیْنَ" یہ جمع ہے اسکا مفرد عِضَۃٌ ہے جو اصل میں عِضْوَۃٌ تھا بمعنی ٹکڑا و پارہ۔ بعض نے کہا کہ یہ اصل میں عِضْہَۃٌ تھا بمعنی بہتان۔ بعض نے عِضَۃٌ کا معنی جادو بھی بیان کیا ہے۔ (مظہری)

④ **کما انزلنا الخ کی ترکیبی حیثیت:۔** ① اتینك کے متعلق ہے یعنی نازل کی ہم نے آپ پر وحی جیسا کہ مقتسمین (اہلِ کتاب) پر نازل کی ② النذیر کے متعلق ہے یعنی میں ڈرانے والا ہوں تمہیں نزولِ عذاب سے جیسا کہ مقتسمین پر عذاب نازل ہوا۔ (اعراب القرآن)

⑤ **المقتسمین کی مراد اور الذین جعلوا القرآن عضین کا مطلب:۔** حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ و مجاہد رحمہ اللہ نے کہا کہ اس سے مراد یہودی وعیسائی ہیں۔ بعض علماء نے کہا کہ اس سے مراد قرآن کریم کے متعلق مختلف خیالات رکھنے والے کافر ہیں کوئی قرآن کو جادو کہتا، کوئی شاعری کہتا، کوئی کہانت کہتا، کوئی پرانے لوگوں کے قصے وداستانیں کہتا۔

بعض علماء نے کہا کہ اس سے مراد رسول اللہ ﷺ کے متعلق ان کے بٹے ہوئے اقوال ہیں کوئی آپ ﷺ کو جادو کہتا، کوئی شاعر کہتا اور کوئی کاہن کہتا۔ بعض نے کہا کہ اس سے مراد یہود ونصاریٰ ہیں، انہوں نے قرآن کریم کے دو حصے کر دیئے تھے جو حصہ تورات وانجیل کے موافق تھا اُس کو حق کہتے اور جو حصہ تورات وانجیل کے خلاف تھا اُس کو باطل کہتے تھے۔ بعض علماء نے کہا کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے رات کے وقت حضرت صالح علیہ السلام کو قتل کرنے کا مشورہ کیا تھا اور اس پر انہوں نے قسمیں کھائی تھیں، اس صورت میں مقتسمین کا ترجمہ قسم کھانا ہے۔ (مظہری ج۶ص ۲۴۰)

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۴ھ

الشق الاول ......عَنْ أَبِي مُوسٰى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: إِنَّ مَثَلَ مَا بَعَثَنِيَ اللّٰهُ بِهِ مِنَ الْهُدٰى وَالْعِلْمِ كَمَثَلِ غَيْثٍ أَصَابَ أَرْضًا فَكَانَتْ مِنْهَا طَائِفَةٌ طَيِّبَةٌ قَبِلَتِ الْمَاءَ فَأَنْبَتَتِ الْكَلَأَ وَالْعُشْبَ الْكَثِيرَ وَكَانَ مِنْهَا أَجَادِبُ أَمْسَكَتِ الْمَاءَ فَنَفَعَ اللّٰهُ بِهَا النَّاسَ فَشَرِبُوا وَسَقَوْا وَزَرَعُوا وَأَصَابَتْ مِنْهَا طَائِفَةً أُخْرٰى، إِنَّمَا هِيَ قِيعَانٌ لَاتُمْسِكُ مَاءً وَلَاتُنْبِتُ كَلَأً فَذٰلِكَ مَثَلُ مَنْ فَقُهَ فِي دِينِ اللّٰهِ وَنَفَعَهُ مَابَعَثَنِيَ اللّٰهُ بِهِ فَعَلِمَ وَعَلَّمَ وَمَثَلُ مَنْ لَمْ يَرْفَعْ بِذٰلِكَ رَأْسًا وَلَمْ يَقْبَلْ هُدَى اللّٰهِ الَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ ۔ (حدیث:۱۳۷۸)

حدیث شریف پر اعراب لگائیں، ترجمہ کر کے واضح تشریح کریں، خط کشیدہ کلمات کی لغوی تحقیق کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حل چار امور ہیں (۱) حدیث پر اعراب (۲) حدیث کا ترجمہ (۳) حدیث کی تشریح (۴) کلمات مخطوطہ کی لغوی تحقیق۔

جواب...... ① حدیث پر اعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔

② حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے جتنا علم اور ہدایت دے کر مبعوث فرمایا، اس کی مثال ایسے ہے جیسے کہ زمین پر بارش برسی، اس زمین میں سے کچھ حصہ ایسا تھا کہ جس نے پانی اپنے اندر جذب کر لیا اور بہت کثرت سے چارہ اور سبزہ اگایا اور زمین کا کچھ حصہ سخت تھا کہ وہ پانی کو روک لیتا ہے، جس سے اللہ تعالیٰ لوگوں کو نفع دیتا ہے، لوگ اس میں سے پیتے ہیں اور اپنے جانوروں کو پلاتے اور چراتے ہیں اور زمین کا کچھ حصہ چٹیل میدان ہے کہ وہ پانی کو نہیں روک سکتا اور نہ ہی اس میں گھاس پیدا ہوتی ہے، تو یہی مثال اس کی ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کے دین کو سمجھا اور اس کو اللہ تعالیٰ نے اس دین سے نفع دیا جو مجھے دے کر مبعوث فرمایا، چنانچہ اس نے خود دین سیکھا اور دوسروں کو بھی سکھایا اور مثال ہے ان لوگوں کی کہ جنہوں نے اس کی طرف سر بھی نہ اٹھایا اور اللہ تعالیٰ کی اس ہدایت و دین کو جسے میں دے کر بھیجا گیا ہوں قبول نہ کیا۔

③ حدیث کی تشریح:۔ وحی کی مثال نبی کریم ﷺ نے بارش کے ساتھ دی، بارش ہونے کے بعد زمین کی تین قسمیں ہو جاتی ہیں اسی طرح علم و ہدایت کے آنے کے بعد بھی لوگ تین قسموں میں تقسیم ہو گئے۔ ① بارش اگر صاف ستھری پاکیزہ زمین پر برسی تو اب زمین خود بھی منتفع ہوئی کہ اس سے سبزہ وغیرہ نکلا دوسرا یہ کہ اس سبزہ سے دوسروں کو فائدہ بھی پہنچا، اسی طرح ہدایت آنے کے بعد بعض لوگوں نے علم کو سیکھا اور اس پر عمل کیا اور دوسروں کو بھی سکھایا تو اس شخص نے علم سے خود بھی فائدہ حاصل کیا اور دوسروں کو بھی فائدہ پہنچایا مثلاً ائمہ اربعہ ② دوسری قسم زمین کی ہوتی ہے کہ بارش برسنے کے بعد وہ خود تو منتفع نہیں ہوتی کہ اس سے کوئی سبزہ وغیرہ نکلتا (پتھریلی ہونے کی وجہ سے) مگر وہ اپنے اندر پانی کو محفوظ کر لیتی ہے جس سے دوسروں کو فائدہ ہو جاتا ہے تو اسی طرح ہدایت آنے کے بعد علم تو حاصل کیا اس پر خود عمل نہیں کیا مگر دوسرے کو سکھایا تو یہ شخص خود علم سے منتفع نہیں ہوا مگر دوسرے کو اسکی وجہ سے فائدہ پہنچ گیا یہ مثال محدثین کی ہے ③ تیسری قسم زمین کی ہوتی ہے کہ بارش برسنے کے بعد اس پر پانی نہیں ٹھہرتا تو اس بارش سے زمین کو بھی کوئی فائدہ نہیں پہنچا اور نہ ہی دوسرے کو اس سے کوئی فائدہ پہنچا تو اسی طرح ہدایت آنے کے بعد لوگوں کی یہ حالت ہوئی کہ ایک کان سے سن کر دوسرے

کان سے نکال دیا، نہ خود انہوں نے فائدہ حاصل کیا اور نہ اس کے ذریعہ سے کسی اور کو کوئی فائدہ پہنچا۔ (روضۃ الصالحین ج۴ص ۳۹۳)

④ کلماتِ مخطوطہ کی لغوی تحقیق:۔ "غَیْثٌ" بمعنی بادل وبارش۔ مصدر غَیْثًا (ضرب) بمعنی بارش برسنا۔

"کَلَأٌ" یہ مفرد ہے اس کی جمع اَکْلَاءٌ ہے بمعنی گھاس۔ "اَلْعُشْبُ" یہ مفرد ہے اس کی جمع اَعْشَابٌ ہے بمعنی سبز گھاس۔

"اَجَادِبُ" بمعنی وہ زمین جس میں پیداوار نہ ہو۔

الشق الثانی ...... **عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَجُلًا اَتَی النَّبِیَّ ﷺ یَتَقَاضَاهُ فَاَغْلَظَ لَهٗ فَهَمَّ بِهٖ اَصْحَابُهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ دَعُوْهُ فَاِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالًا ثُمَّ قَالَ اَعْطُوْهُ سِنًّا مِثْلَ سِنِّهٖ قَالُوْا: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ لَا نَجِدُ اِلَّا اَمْثَلَ مِنْ سِنِّهٖ، قَالَ: اَعْطُوْهُ فَاِنَّ خَیْرَکُمْ اَحْسَنُکُمْ قَضَاءً.** (حدیث:۱۳۶۷)

حدیث شریف پر اعراب لگا کر سلیس ترجمہ کریں، مفہوم واضح کریں، خط کشیدہ کلمات کی لغوی تشریح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں (۱) حدیث پر اعراب (۲) حدیث کا ترجمہ (۳) حدیث کا مفہوم (۴) کلمات مخطوطہ کی لغوی تشریح۔

جواب ...... ① **حدیث پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔**

② حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا کہ وہ آپ ﷺ سے اپنے قرض کی ادائیگی کا تقاضا ومطالبہ کررہا تھا۔ اور اس نے آپ کو سخت الفاظ کہے پس حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسے ٹوکنے وجواب دینے کا ارادہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو اس کے اونٹ کی مثل ادا کرو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول اس کے اونٹ سے اعلیٰ اونٹ ہم پاتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہی اس کو دیدو اسلئے کہ تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو اپنا قرض اچھی طرح ادا کرے۔

③ حدیث کا مفہوم:۔ مفہوم حدیث یہ ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے قرض لینا تھا وہ آپ ﷺ کے پاس آیا اور اپنے قرض کا مطالبہ کیا اور بدتمیزی کی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اُس کے اِس بُرے عمل کی وجہ سے غصہ آیا اور اُس کو جواب دینے یا مارنے کا ارادہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اِسے کچھ نہ کہو اس لئے کہ جس نے اپنا حق لینا ہوتا ہے وہ اس طرح کہہ سکتا ہے، اُس کو کہنے کی گنجائش ہے لہٰذا تم اُس کو اُس کے اونٹ کے مثل کوئی اونٹ ادا کردو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول اُس کے اونٹ جیسا تو کوئی اونٹ نہیں ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ چلو اچھا اونٹ ہی ادا کردو اس لئے کہ تم میں سے سب سے اچھا وہ شخص ہے جو ادائیگی کے اعتبار سے اچھا ہو یعنی لیے ہوئے سے بہتر ادا کرے۔

④ کلماتِ مخطوطہ کی لغوی تشریح:۔ "فَهَمَّ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث ماضی معلوم از مصدر هَمًّا (نصر) بمعنی ارادہ کرنا، چاہنا۔

"یَتَقَاضَاهُ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث مضارع معلوم از مصدر التقاضی (تفاعل) بمعنی قرض کا مطالبہ کرنا۔

"دَعُوْهُ ای اُتْرُکُوْهُ" صیغہ جمع مذکر حاضر بحث امر حاضر معلوم از مصدر وَدْعًا بمعنی چھوڑنا۔

"سِنًّا" اسم ہے بمعنی اونٹ۔ "اَمْثَلَ" یہ مفرد ہے اس کی جمع اماثل، مثل ہے بمعنی افضل واعلیٰ۔

﴿الورقة الاولىٰ : فى التفسير﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۵ھ

الشق الاوّل ...... وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُیِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِیْعًا اَفَلَمْ یَایْـَٔسِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ لَّوْ یَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِیْعًا وَ لَا یَزَالُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا تُصِیْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ قَرِیْبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰى یَاْتِیَ وَعْدُ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ (پ۱۳۔س رعد:۳۱)

آیت مبارکہ کا ترجمہ اور مفہوم وضاحت کے ساتھ تحریر کریں، خط کشیدہ کلمات کی لغوی اور صرفی تحقیق کریں، لـو حرف شرط کا جواب متعین کریں نیز آیت کا شانِ نزول لکھنا نہ بھولیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال کا خلاصہ پانچ امور ہیں (۱) آیت کا ترجمہ (۲) آیت کا مفہوم (۳) کلماتِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق (۴) لَوْ کا جوابِ شرط (۵) آیت کا شانِ نزول۔

جواب ...... ❶ آیت کا ترجمہ:۔ اور اگر کوئی قرآن ایسا ہوتا کہ اس کے ذریعہ پہاڑ چلا دیئے جاتے یا اس کے ذریعہ زمین کی مسافت جلدی طے ہوتی یا اس کے ذریعہ مُردوں سے کلام کروا دیا جاتا (تب بھی یہ لوگ ایمان نہ لاتے) بلکہ سارا اختیار اللہ کو ہی ہے، کیا (ابھی تک بھی) اہلِ ایمان نا اُمید نہیں ہوئے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تمام لوگوں کو ہدایت (ایمان کی توفیق) دے دیتا، اور یہ کافر لوگ ہمیشہ اس حالت میں رہتے ہیں کہ انکو کوئی آفت ومصیبت انکے اعمال وکردار کی وجہ سے پہنچتی ہی رہتی ہے یا انکے علاقہ وبستی کے قریب وہ آفت ومصیبت نازل ہوتی ہی رہتی ہے یہاں تک کہ اللہ کا وعدہ آجائیگا، بیشک اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

❷ آیت کا مفہوم:۔ یہ آیت کریمہ مشرکینِ مکہ کی طرف سے معجزات کے مطالبہ کے جواب میں نازل ہوئی، جس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ان کے مطالبات پورے کردیں یعنی پہاڑوں کو ہٹا کر مکہ کی زمین کو فراخ ووسیع کردیا جائے یا ہواؤں کو ان کیلئے مسخر کرکے بڑے بڑے فاصلے وسفر ان کیلئے مختصر کردیئے جائیں یا مُردے زندہ ہوکر ان سے کلام کریں تب بھی یہ لوگ ایمان نہ لائیں گے اور مذکورہ مطالبات کو پورا کرنا اللہ تعالیٰ کی قدرت سے خارج نہیں ہے البتہ مصالح دنیا کو وہی جانتا ہے اس لئے اپنی حکمت سے ان مطالبات کو پورا کرنا مناسب نہیں سمجھتا اس لئے کہ ان مشرکین کی ہٹ دھرمی وبدنیتی اس کو معلوم ہے۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تمنا تھی کہ یہ مطالبات پورے کردیئے جائیں تا کہ سب اہلِ مکہ مسلمان ہوجائیں تو اس کے متعلق اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ کیا ابھی تک مسلمان ان مشرکین وکفار کے ایمان لانے سے مایوس نہیں ہوئے کہ ابھی تک وہ ان کے ایمان کی تمنا کرتے ہیں؟ اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو یہ سب ایمان لے آتے کوئی بھی ایمان کے بغیر باقی نہ رہتا مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے ہر شخص کو ایمان لانے اور نہ لانے کا اختیار دیا ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کے مطالبات پورے کرنا اپنی جگہ، یہ لوگ تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک آفات ومصائب کے مستحق ہیں چنانچہ کبھی قحط کی، کبھی اسلامی فتوحات کی، کبھی قتل وقید کی اور کبھی بجلی گرنے کی آفات ان پر نازل ہوئیں اور کبھی براہِ راست ان پر آفات نازل نہیں ہوتیں مگر ان کے قرب وجوار کے علاقوں میں آفات نازل ہوتی رہتی ہیں تا کہ ان کو عبرت حاصل ہو

اوران کو اپنا انجامِ بد بھی نظر آئے، مگر وہ اس سے عبرت حاصل نہیں کرتے یہ آفات کا سلسلہ اسی طرح چلتا رہے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا فتح مکہ کا وعدہ پورا کر دیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتے اور پھر یہ سب لوگ مغلوب و مقہور ہو جائیں گے۔

۳ **کلماتِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔** "**قَارِعَةٌ**" صیغہ واحد مؤنث بحث اسم فاعل از مصدر قَرْعًا (فتح، صحیح) بمعنی کھٹکھٹانا۔

"**سُيِّرَتْ**" صیغہ واحد مؤنث غائب بحث فعل ماضی مجہول از مصدر تَسْيِيْرٌ (تفعیل، اجوف) بمعنی چلانا۔

"**قُطِّعَتْ**" صیغہ واحد مؤنث غائب بحث فعل ماضی مجہول از مصدر تَقْطِيْعٌ (تفعیل، صحیح) بمعنی ٹکڑے ٹکڑے کرنا۔

"**تَحُلُّ**" صیغہ واحد مؤنث غائب بحث فعل مضارع معلوم از مصدر حَلًّا، حُلُوْلًا (نصر وضرب، مضاعف) بمعنی اترنا۔

۴ **لَوْ کا جوابِ شرط:۔** لَوْ کا جوابِ شرط بقرینۂ مقام محذوف ہے جو کہ **لَمَا آمَنُوْا** ہے اور اسکی دلیل دوسری آیت کریمہ میں اسکی تصریح ہے **وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَا اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى ...... مَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا** (معارف القرآن)

بعض حضرات نے کہا کہ اس کا جوابِ شرط مقدم ہے جو کہ **وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ** ہے اور درمیان میں جملہ معترضہ ہے اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ قرآن کے ذریعہ پہاڑ بھی رواں کر دیتے تب بھی یہ لوگ کفر ہی کرتے، ایمان نہ لاتے کیونکہ ان کیلئے بدبختی لکھ دی گئی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے اسمِ مُضِل کے مظہر ہیں انکو ہدایت کیسے مل سکتی ہے۔ (مظہری)

۵ **آیت کا شانِ نزول:۔** طبرانی وغیرہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالہ سے لکھا ہے کہ قریش نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا تم جو کچھ کہہ رہے ہو اگر وہ صحیح ہے تو ہمارے مُردہ اسلاف کو ہم سے ملا دو تا کہ ہم ان کو دیکھیں اور ان سے باتیں کریں (اور وہ تمہاری تصدیق کریں) اور مکہ کے پہاڑوں کو (ان کی جگہ سے ہٹا کر) پھیلا دو، اس زمین کو کشادہ کر دو۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے عطیہ عوفی کا بیان نقل کیا ہے کہ قریش نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا اگر مکہ کے پہاڑوں کو یہاں سے چلا دیں کہ میدان نکل آئے اور ہم اس پر کھیتی کریں یا جس طرح ہوا کے ذریعہ سے سلیمان علیہ السلام قطع مسافت کرتے تھے اور قوم کو ہوا کے دوش پر قطعِ مسافت کراتے تھے آپ بھی ہمارے لئے ایسا ہی کر دیتے یا جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام مُردوں کو زندہ کر دیتے تھے آپ بھی ہمارے مُردوں کو زندہ کر دیتے (تو ہم ایمان لے آتے) اس پر آیت مذکورہ نازل ہوئی۔

بغوی نے تفصیل کے ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ آیت مذکورہ چند مشرکوں کے حق میں نازل ہوئی جن میں ابو جہل بن ہشام اور عبداللہ بن امیہ بھی شامل تھے، وہاں سے عبداللہ بن امیہ نے ایک شخص کی زبانی یہ کہلوایا کہ اگر آپ ہم کو اپنا تابع بنانا چاہتے ہیں تو قرآن کے ذریعے سے مکہ کے پہاڑوں کو یہاں سے ہٹا دیجئے تا کہ کشائش پیدا ہو جائے ہماری کھیتی کے لئے اسوقت زمین تنگ ہے اور یہاں چشمے اور نہریں بھی نکال دیجئے تا کہ ہم درخت لگائیں، کھیتیاں بوئیں اور باغ تیار کریں۔ آپ اپنے دعوے کے اعتبار سے اللہ کے نزدیک حضرت داؤد علیہ السلام سے کم مرتبہ تو نہیں ہیں آپ کہتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے پہاڑ رواں کر دیئے گئے تھے جو اُن کے ساتھ مل کر اللہ کی پاکی بیان کرتے تھے، آپ ہوا کو بھی ہمارا تابع بنا دیجئے کہ ہم غلہ کو حاصل کرنے اور دوسری ضروریات کو فراہم کرنے کیلئے جو شام کو جاتے ہیں ہوا پر چلے جایا کریں اور ہم روز لوٹ آیا کریں آخر آپ کا قول ہے کہ ہوا کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے زیر حکم کر دیا گیا تھا اور آپ کا یہ بھی خیال ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مُردوں کو زندہ کر دیا کرتے تھے اور خدا کے نزدیک آپ کا مرتبہ (بقول آپ کے) عیسیٰ علیہ السلام سے کم نہیں ہے لہٰذا آپ اپنے دادا قصی کو یا ہمارے مُردوں [illegible]

آپ کے معاملہ میں دریافت کریں کہ آپ کا دعویٰ نبوت صحیح ہے یا غلط۔ اس پر آیت مذکورہ نازل ہوئی۔

الشق الثانی ...... وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۥ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ۙ مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ ۭ وَاَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ۭ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ۙ (پ۱۳۔س ابراہیم: ۴۲ تا ۴۴)

آیات کا ترجمہ کریں اور مختصر تفسیر لکھیں، خط کشیدہ کلمات کی لغوی تحقیق کریں، **مھطعین** کیوں منصوب ہے؟ وجہ تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حاصل چار امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) کلمات مخطوطہ کی لغوی تحقیق (۴) مُهْطِعِيْنَ کے نصب کی وجہ۔

جواب ...... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ اور ہرگز مت گمان کر کہ اللہ تعالیٰ غافل و بے خبر ہے ان کاموں سے جو ظالم لوگ کرتے ہیں، وہ مہلت دیتا ہے ان کو اُس دن تک کہ جس دن آنکھیں پتھرا جائیں گی (کھلی کی کھلی رہ جائیں گی) دوڑ رہے ہوں گے وہ اوپر اٹھائے ہوئے اپنے سروں کو، نہیں لوٹیں گی ان کی طرف ان کی نظریں، اور ان کے دل بدحواس (حیرت زدہ و دہشت زدہ) ہوں گے۔ اور (اے محمد) آپ ڈرائیے لوگوں کو اُس دن سے کہ آئے گا ان کے پاس عذاب، پس کہیں گے ظالم لوگ کہ اے ہمارے رب! ہمیں مہلت دیجئے تھوڑی مدت تک کہ ہم قبول کریں تیری دعوت کو اور ہم رسولوں کی اتباع و پیروی کریں، کیا وہ اس سے پہلے قسمیں نہیں کھاتے تھے کہ ہمیں کوئی زوال نہیں ہے؟

❷ آیات کی تفسیر:۔ پہلی آیت میں آنحضرت ﷺ اور ہر مظلوم کی تسلی اور ظالم کیلئے سخت عذاب کی دھمکی ہے کہ یہ ظالم و مجرم لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو انکے جرائم کی خبر نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت و حکمت کے تقاضے سے خود ان کو ڈھیل دے رہے ہیں۔

اس کے بعد بقیہ آیات میں عذابِ آخرت کی تفصیلات اور ہولناک واقعات کا ذکر ہے کہ اُس دن لوگوں کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی اور لوگ خوف و حیرت کے سبب سر اوپر اٹھائے ہوئے تیزی سے دوڑ رہے ہوں گے، ان کی پلکیں بھی نہ جھپکیں گی اور ان کے دل انتہائی دہشت و حیرت کی وجہ سے فہم و عقل سے خالی ہو جائیں گے۔

اسکے بعد اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کو خطاب کر رہے ہیں کہ آپ ﷺ اپنی قوم کو اس دن کے عذاب سے ڈرائیے جس دن ظالم و مجرم لوگ مجبور ہو کر پکاریں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں مزید کچھ مہلت دے دیجئے یعنی پھر ہمیں چند روز کیلئے دنیا میں بھیج دیجئے تاکہ ہم آپ کی دعوت قبول کریں اور آپ کے رسولوں کی اتباع و پیروی کر کے اس عذاب سے نجات حاصل کرسکیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب ملے گا کہ اب تم یہ کہہ رہے ہو کیا تم نے اس سے پہلے یہ قسمیں نہیں کھائی تھیں کہ ہماری دولت اور شان و شوکت کو زوال نہ ہوگا، ہم ہمیشہ دنیا میں یونہی عیش و عشرت میں رہیں گے اور تم نے بعث بعد الموت اور عالمِ آخرت کا انکار کیا تھا۔ (معارف القرآن)

❸ کلمات مخطوطہ کی لغوی تحقیق:۔ "مُقْنِعِيْ" صیغہ جمع مذکر بحث اسم فاعل از مصدر اِقْنَاعٌ (افعال، صحیح) بمعنی بلند کرنا۔

"تَشْخَصُ" صیغہ واحد مؤنث غائب بحث فعل مضارع معلوم از مصدر شُخُوْصًا (فتح، صحیح) بمعنی ٹکٹکی لگانا۔

"مُهْطِعِیْنَ" صیغہ جمع مذکر بحث اسم فاعل از مصدر اِهْطَاعٌ (افعال، صحیح) بمعنی سر جھکانا، تیز چلنا۔
"اَفْئِدَۃٌ" یہ جمع ہے، اس کا مفرد فُؤَادٌ ہے بمعنی دل۔
۴ مُهْطِعِیْنَ کے نصب کی وجہ:۔ یہ ماقبل سے حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ (جلالین)

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۵ھ

الشق الاوّل ...... وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِیٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰۤى اَلْقَى الشَّیْطٰنُ فِیْۤ اُمْنِیَّتِهٖ فَیَنْسَخُ اللّٰهُ مَا یُلْقِی الشَّیْطٰنُ ثُمَّ یُحْكِمُ اللّٰهُ اٰیٰتِهٖ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ۙ لِّیَجْعَلَ مَا یُلْقِی الشَّیْطٰنُ فِتْنَةً لِّلَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْقَاسِیَةِ قُلُوْبُهُمْ وَاِنَّ الظّٰلِمِیْنَ لَفِیْ شِقَاقٍ بَعِیْدٍ ۙ (پ ۱۷۔ س ج: ۵۲،۵۳)

آیات کا ترجمہ کریں اور بے غبار تفسیر تحریر کریں "رسول" اور "نبی" کی تعریف میں فرق اور باہمی نسبت بیان کریں **والقاسیة قلوبهم** کی ترکیبی حیثیت واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) رسول و نبی میں فرق اور نسبت (۴) **القاسیة قلوبهم** کی ترکیبی حیثیت۔

جواب ...... ۱ آیات کا ترجمہ:۔ اور ہم نے آپ ﷺ سے پہلے کوئی رسول اور کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا (جس کو یہ قصہ پیش نہ آیا ہو) کہ جب اس نے کلام اللہ کا کچھ حصہ پڑھا تو شیطان نے اس کے پڑھنے میں کچھ مداخلت کی، پھر اللہ تعالیٰ شیطان کے خیالات و مداخلت کو نیست و نابود کر دیتا ہے اور محکم و مضبوط کر دیتا ہے اپنی آیات کو اور اللہ تعالیٰ جاننے والا، حکمت والا ہے (یہ عمل اور واقعہ اس لئے کیا) تاکہ بنائے شیطان کے خیالات و شبہات کو آزمائش ان لوگوں کے لئے جن کے دلوں میں مرض ہے اور جن کے قلوب سخت ہیں اور بے شک ظالم لوگ بڑی مخالفت میں ہیں۔

۲ آیات کی تفسیر:۔ ان آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے پیغمبر! یہ لوگ جو شیطان کے اغواء سے آپ سے مجادلہ کرتے ہیں یہ کوئی نئی بات نہیں بلکہ ہم نے آپ ﷺ سے پہلے کوئی رسول اور کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا جس کو یہ قصہ پیش نہ آیا ہو کہ جب اس نے اللہ تعالیٰ کے احکام میں سے کچھ پڑھا تو شیطان نے اس کے پڑھنے میں مداخلت کی تو اللہ تعالیٰ شیطان کے ان خیالات و مداخلت کو جوابات قاطعہ اور دلائل واضحہ سے نیست و نابود کر دیتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اپنی آیات کے مضامین کو زیادہ مضبوط کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ خوب علم و حکمت والا ہے اور اللہ تعالیٰ نے یہ سارا قصہ اس لئے بیان کیا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ شیطان کے ڈالے ہوئے شبہات کو ایسے لوگوں کے لئے آزمائش کا ذریعہ بنا دے جن کے دل میں شک کا مرض ہے اور جن کے دل بالکل ہی سخت ہیں کہ وہ شک سے بڑھ کر باطل کا یقین کیے ہوئے ہیں اور یہ ظالم لوگ بڑی مخالفت میں ہیں۔

۳ رسول و نبی میں فرق اور نسبت:۔ بغوی نے لکھا ہے کہ رسول وہ ہوتا ہے جس کے سامنے حضرت جبرائیل علیہ السلام رُو در رُو (آمنے سامنے) ہو کر آئیں اور نبی وہ ہوتا ہے جس کی نبوت بصورت الہام و خواب ہو۔

بعض علماء نے کہا کہ رسول وہ ہے جس کو نئی شریعت دے کر بھیجا گیا ہو اور نبی کا لفظ عام ہے، رسول بھی نبی ہوتا ہے اور وہ شخص

بھی نبی ہوتا ہے جس کو سابق شریعت کی دعوت دینے اور اس کی تائید کرنے کے لئے بھیجا گیا ہو۔

رسول و نبی میں عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے۔ نبی اعم اور رسول اخص ہوتا ہے یعنی ہر رسول نبی ہوتا ہے مگر ہر نبی کا رسول ہونا ضروری نہیں ہے۔ (مظہری)

❹ **القاسية قلوبهم کی ترکیبی حیثیت:۔** بواسطہ ''واؤ'' عاطفہ اس کا عطف ہو رہا ہے **الذين** پر جو کہ لام جارہ کا مدخول ہونے کی وجہ سے مجرور ہے لہٰذا یہ بھی لام جارہ کا مدخول ہونے کی وجہ سے مجرور ہے۔

الشق الثانی ...... وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۸۲﴾ وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ يُّكَذِّبُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿۸۳﴾ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْ قَالَ اَكَذَّبْتُمْ بِاٰيٰتِيْ وَلَمْ تُحِيْطُوْا بِهَا عِلْمًا اَمَّاذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوْا فَهُمْ لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿۸۵﴾ (پ۲۰۔ س نمل: ۸۲ تا ۸۵)

آیات مبارکہ کا ترجمہ اور مختصر تفسیر تحریر کریں، **دابة الارض** کیا ہے؟ کہاں اور کب نکلے گا، نیز لوگوں سے کیا کلام کریگا؟

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال میں چار امور توجہ طلب ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) **دابة الارض** کی وضاحت اور وقت و مقام خروج (۴) **دابة الارض** کا کلام۔

جواب ...... ❶ **آیات کا ترجمہ:۔** اور جب اللہ تعالیٰ کا قول واقع ہونے کے قریب ہوگا تو ہم ان کے لئے زمین سے ایک چوپایہ وجانور نکالیں گے جو ان سے کلام کرے گا کہ کافر لوگ ہماری آیات پر یقین نہیں کرتے تھے اور جس دن جمع کریں گے ہم ہر امت میں سے ایک جماعت وگروہ ان لوگوں کا جو ہماری آیات کی تکذیب کرتے تھے پھر وہ روکے جائیں گے (اکٹھے کئے جائیں گے) یہاں تک کہ جب وہ آجائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ کیا تم نے میری آیات کو ایسی حالت میں جھٹلایا تھا کہ تم نے ان کے پورے علم کا احاطہ بھی نہیں کیا تھا یا (بتلاؤ کہ) تم کون سے عمل کرتے تھے اور (عذاب موعود کا) قول ان پر ان کے ظلم کرنے کی وجہ سے ثابت ہو جائے گا اور وہ کوئی بات (کوئی عذر) نہ کر سکیں گے۔

❷ **آیات کی تفسیر:۔** اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ اس وقت کو یاد کرو جب عذاب موعود اور قیامت کا زمانہ قریب پہنچے گا تو ہم ان کافروں کیلئے ایک عجیب الخلقت چوپایہ زمین سے نکالیں گے جو اُن سے کلام کریگا کہ یہ کافر لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات پر خصوصاً جو آیات قیامت کے متعلق تھیں یہ اُن پر یقین نہیں کرتے تھے اور ایمان نہیں لاتے تھے مگر اب قیامت آپہنچی ہے اور اسکی ایک علامت میں ہی ہوں۔

نیز اس وقت کو بھی یاد کرو جب ہم قبروں سے دوبارہ زندہ کرنے کے بعد تمام امتوں میں سے ایک ایسی جماعت کو جمع کریں گے جو ہماری آیات کی تکذیب کرتی تھی پھر ان کو حساب وکتاب کے لئے روانہ کیا جائے گا اور کثرت کی وجہ سے چلنے میں جب وہ لوگ آگے پیچھے ہوں گے تو ان سب کو اکٹھا کرنے کے لئے روکا جائے گا تا کہ وہ آگے پیچھے نہ ہوں بلکہ سب اکٹھے ہو کر موقف حساب کی طرف چلیں، یہاں تک کہ جب وہ سب محشر کی طرف آجائیں گے تو حساب وکتاب شروع ہوگا اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کہ کیا تم نے میری آیات کو ایسی حالت میں جھٹلایا تھا کہ تم نے ان کا پورا علم بھی حاصل نہ کیا تھا؟ اور اگر تم نے تکذیب نہیں کی تھی تو پھر بتلاؤ کہ تم تکذیب کے علاوہ اور کیا عمل کرتے تھے۔

دوسرا مطلب یہ ہے کہ تم نے صرف میری آیات کی تکذیب پر ہی اکتفاء نہیں کیا تھا بلکہ تم یاد کرو کہ تم نے اسکے علاوہ بھی کون کون

سے عمل کئے تھے مثلاً حضرات انبیاء علیہم السلام اور اہلِ ایمان کو ایذائیں دی تھیں اور تم عقائد کفریہ وفسق وفجور میں بھی مبتلا رہے۔

لہٰذا اس جرم کے قائم ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا عذاب کا وعدہ اور عذاب کا استحقاق ان پر ثابت ہو گیا ہے اور اب ان کے پاس کوئی عذر وجواب نہیں ہے اس لئے وہ لوگ بات بھی نہ کر سکیں گے۔

❸ **دابة الارض کی وضاحت اور وقت ومقام خروج:۔** اکثر مفسرین کا قول یہ ہے کہ وہ چوپایہ اُون اور رنگارنگ کے پروں والا ہوگا اس کی چار ٹانگیں ہوں گی، اس کا سر بیل کی طرح، آنکھیں خنزیر کی طرح، کان ہاتھی کی طرح، سینگھ بارہ سینگھے کی طرح، سینہ شیر کی طرح، رنگ چیتے کی طرح، کوکھیں بلی کی طرح، دم مینڈھے کی طرح، ٹانگیں اُونٹ کی طرح ہوں گی، اسکے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی ہوگی، وہ ہر مؤمن کے سجدہ کی جگہ پر لاٹھی کی نوک سے نشان لگائے گا جس سے اس کا چہرہ جگمگا جائے گا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی کے ذریعہ ہر کافر کے چہرہ پر نشان لگائے گا جس سے اس کا چہرہ کالا ہو جائے گا۔

بغوی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ وہ کوہ صفا کے ایک شگاف سے برآمد ہوگا اور جمعہ کی رات کو برآمد ہوگا جب لوگ منیٰ کی طرف جا رہے ہوں گے۔ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دابّہ کا ذکر ہوا تو میں نے عرض کیا کہ وہ کہاں سے برآمد ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے زیادہ حرمت والی مسجد (مسجدِ حرام) میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام طواف کر رہے ہوں گے مسلمان آپ علیہ السلام کے ساتھ ہوں گے ان کے قدموں کے نیچے قندیل کی طرح زمین میں حرکت پیدا ہوگی اور مشرقی جانب سے کوہِ صفا پھٹے گا اور اس سے وہ دابّہ برآمد ہوگا۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو یا تین مرتبہ فرمایا کہ جناد کی گھاٹی بُری گھاٹی ہے عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ! ایسا کیوں ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس سے دابّہ برآمد ہوگا اور تین چیخیں مارے گا جن کو مشرق ومغرب کے درمیان سب سنیں گے اس کا چہرہ انسان کی طرح ہوگا اور باقی جسمانی بناوٹ پرندے کی طرح ہوگی الخ۔ (مظہری)

❹ **دابة الارض کا کلام:۔** سدی نے کہا کہ وہ کہے گا سوائے اسلام کے تمام مذاہب باطل ہیں۔

بعض نے کہا کہ اس کا کلام یہ ہوگا کہ بعض کے متعلق وہ کہے گا یہ مؤمن ہے اور بعض کے متعلق وہ کہے گا کہ یہ کافر ہے۔

بعض نے کہا کہ اس کا کلام یہی مابعد والا جملہ ہوگا **اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ** (مظہری)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت بصری وقتادہ رحمہما اللہ سے منقول ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی ایک روایت ہے کہ یہ دابّہ لوگوں سے عمومی کلام کرے گا۔ (معارف القرآن)

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۵ھ

الشق الاوّل ......وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ : مَرَّ رَجُلٌ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم بِشِعْبٍ فِيْهِ عُيَيْنَةٌ مِنْ مَاءٍ عَذْبَةٍ فَاَعْجَبَتْهُ فَقَالَ لَوِاعْتَزَلْتُ النَّاسَ فَاَقَمْتُ فِیْ هٰذَا الشِّعْبِ وَلَنْ اَفْعَلَ حَتّٰى اَسْتَاْذِنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَذَكَرَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ لَاتَفْعَلْ فَاِنَّ مَقَامَ اَحَدِكُمْ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهٖ فِیْ بَيْتِهٖ سَبْعِيْنَ عَامًا اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَاللّٰهُ لَكُمْ وَيُدْخِلَكُمُ الْجَنَّةَ؟ اُغْزُوْا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ قَاتَلَ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

فُوَاقَ نَاقَةٍ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ ۔ (حدیث:۱۲۹۷)

حدیث شریف پر اعراب لگائیں، واضح ترجمہ کریں، خط کشیدہ کلمات کی لغوی تحقیق کریں، **فواق ناقة** سے کیا مراد ہے؟ واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال میں چار امور حل طلب ہیں (۱) حدیث پر اعراب (۲) حدیث کا ترجمہ (۳) کلماتِ مخطوطہ کی لغوی تحقیق (۴) **فواق ناقة** کی مراد۔

جواب ...... ❶ حدیث پر اعراب:۔ **کمامرّ فی السوال آنفا۔**

❷ حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابی پہاڑ کے ایک درے سے گزرے جس میں میٹھے پانی کا ایک چشمہ تھا جوان کو اچھا لگا انہوں نے کہا اے کاش! میں لوگوں سے الگ ہو جاؤں، پس میں اس درے میں رہائش اختیار کرلوں۔ اس نے اس بات کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا، آپ ﷺ نے فرمایا ایسا نہ کر، تم میں سے ایک کا اللہ کی راہ میں ٹھہرنا اپنے گھر میں ستر سال نماز پڑھنے سے افضل ہے تم اس بات کو پسند نہیں کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ تم کو معاف کردے اور جنت میں داخل کردے، اللہ کی راہ میں جنگ کرو جو شخص اللہ کی راہ میں اونٹنی کے دودھ دوہنے کی مقدار جہاد کرے اس کیلئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔

❸ کلماتِ مخطوطہ کی لغوی تحقیق:۔ "عَذْبَةٌ" بمعنی میٹھا خوشگوار، مصدر عَذُوْبَةٌ (کرم، صحیح) بمعنی میٹھا خوشگوار ہونا۔

"شِعْبٌ" یہ مفرد ہے اس کی جمع شِعَابٌ ہے بمعنی پہاڑی راستہ، پانی کا راستہ، پہاڑی درّہ، بڑا قبیلہ، جانب۔

"عُيَيْنَةٌ" یہ عَيْنٌ (چشمہ) کی تصغیر ہے بمعنی چھوٹا سا چشمہ۔

"مَقَامٌ" یہ مصدر بھی ہو سکتا ہے اور اسم ظرف بھی ہو سکتا ہے بمعنی کھڑا ہونا یا کھڑے ہونے کا زمانہ وجگہ۔

❹ **فواق ناقة** کی مراد:۔ اس کا معنی دو مرتبہ دودھ دوہنے کا درمیانی وقت ہے اور یہ معمولی مقدار میں جہاد کرنے سے کنایہ ہے۔

الشق الثانی ...... **عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ لَايَقْبِضُ الْعِلْمَ اِنْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ الْعِبَادِ وَلٰكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ حَتّٰى اِذَا لَمْ يُبْقِ عَالِمًا اِتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُوْسًا جُهَّالًا فَسُئِلُوْا فَاَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوْا وَاَضَلُّوْا ۔** (حدیث:۱۳۹۲)

حدیث شریف پر اعراب لگائیں، سلیس ترجمہ کریں اور یہ بتائیں کہ **انتزاعًا** کیوں منصوب ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) حدیث پر اعراب (۲) حدیث کا ترجمہ (۳) **انتزاعًا** کے نصب کی وجہ۔

جواب ...... ❶ حدیث پر اعراب:۔ **کمامرّ فی السوال آنفا۔**

❷ حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نہیں اٹھائے گا علم کو کہ اٹھا لے اسے لوگوں کے دلوں سے بلکہ علم کو اٹھائے گا علماء کو اٹھانے کے ذریعہ یہاں تک کہ جب کوئی بھی عالم باقی نہیں رکھے گا تو لوگ اپنے سردار و پیشوا جاہلوں کو بنالیں گے پھر وہ جاہل مسئلہ پوچھے جائیں گے۔ (لوگ پوچھیں گے) اور وہ بغیر علم کے فتویٰ دیں گے پس وہ خود بھی گمراہ ہونگے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔

❸ **انتزاعًا** کے نصب کی وجہ:۔ یہ يَنْتَزِعُ کا مفعول مطلق مقدم ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

الورقة الاولیٰ: فی التفسیر والحدیث

السوال الاوّل ۱۴۳۶ھ

الشق الاوّل ...... وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيْلًا ۝ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا ۝ (پ۱۵۔س بنی اسرائیل:۸۵تا۸۸)

آیات کا ترجمہ، تفسیر اور شانِ نزول لکھیں اور یہ بتائیں کہ روح سے متعلق سوال کا واقعہ مکہ معظمہ میں پیش آیا یا مدینہ منورہ میں؟

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں چار امور حل طلب ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) آیات کا شانِ نزول (۴) روح کے متعلق سوال کا محلِ وقوع۔

جواب ...... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ اور یہ لوگ آپ ﷺ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں، کہہ دیجئے کہ روح میرے رب کے حکم سے ہے اور تم معمولی علم دیئے گئے ہو، اور اگر ہم چاہیں تو لے جائیں اس چیز کو جو ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے پھر (اس کو واپس لانے کیلئے) آپ کو ہمارے مقابلہ میں کوئی حمایتی نہ ملے، مگر یہ آپ کے رب کی رحمت ہے، بے شک تجھ پر اسکی بخشش وفضل بہت بڑا ہے۔

❷ آیات کی تفسیر:۔ پہلی آیت میں کفار کی طرف سے روح کے متعلق سوال اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا جواب مذکور ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ کفار ومشرکین آپ ﷺ سے روح کے متعلق سوال کر رہے ہیں، آپ ﷺ ان کو بتادیں کہ روح میرے رب کے حکم سے بنی ہے جس کی تخلیق مادہ کے بغیر صرف لفظ "کُن" سے ہوئی ہے، چونکہ یہ روح غیر مادی اشیاء میں سے ہے اور غیر مادی اشیاء کا تمہیں بالکل معمولی علم دیا گیا ہے جتنا تم اپنے حواس سے حاصل کر سکو، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے سارے جہان کے علم کو اپنے علم کے مقابلہ میں حقیر وقلیل ہونا بیان کیا، پھر دوسری آیت میں آپ ﷺ کو کافروں کی طرف سے پہنچنے والے دُکھ پر صابر رہنے کی تلقین کی غرض سے نعمتِ وحی کی عظمت کا اظہار کر رہے ہیں کہ اے پیغمبر! اگر ہم چاہیں تو آپ ﷺ کی طرف نازل کردہ اس قرآن کو واپس لے لیں اور لوگوں کے سینوں سے اس کو نکال دیں اور تحریروں سے اس کو مٹا دیں اور پھر آپ کو کوئی ایسی ہستی نہیں ملے گی جو قرآن کریم کو ہم سے واپس لینے کی ذمہ داری لے سکے، مگر یہ سب کچھ آپ کے رب کی رحمت ہے کہ اس نے ایسا نہیں کیا، اور آپ کے پروردگار کا آپ پر خصوصی فضل وکرم ہے کہ اس نے آپ کو نبی بنا کر بھیجا، اپنی کتاب آپ پر نازل فرمائی پھر اس کو تحریروں و دلوں میں جمع کرایا اور لوگوں سے بیان کرنے کا حکم دیا، پھر مقامِ محمود وحوضِ کوثر آپ ﷺ کو عطا فرمائی۔ (مظہری)

❸ آیات کا شانِ نزول:۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ کے کھیتوں میں ایک مرتبہ جا رہے تھے، میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھا، چلتے چلتے یہودیوں کی ایک جماعت کے پاس سے گزرے تو یہود باہم کہنے لگے کہ ان سے روح کے متعلق دریافت کرو چنانچہ ایک یہودی نے کھڑے ہو کر روح کے متعلق دریافت کیا آپ ﷺ کچھ دیر خاموش رہے میں سمجھ گیا کہ وحی نازل ہونے والی ہے میں بھی کھڑا ہو گیا کچھ دیر میں جب وحی کی کیفیت ختم ہو گئی تو آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی۔

بغوی نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ یہ آیت مکہ میں نازل ہوئی۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کا بیان

ہے کہ قریش نے جمع ہو کر باہم مشورہ کیا اور کہا کہ محمد ﷺ ہم میں پلے بڑھے ہیں اور ہمیشہ امانت وسچائی کے حامل رہے ہیں کبھی ہم نے کسی جھوٹ کا ان پر شبہ بھی نہیں کیا، لیکن اب انہوں نے وہ دعویٰ کیا جو تم لوگ جانتے ہو، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کسی کو مدینہ کے یہودیوں کے پاس بھیج کر دریافت کراؤ، وہ اہل کتاب ہیں دیکھو وہ کیا کہتے ہیں، چنانچہ چند آدمیوں کو یہودیوں کے پاس مدینہ میں بھیجا گیا، لوگوں نے جا کر یہودیوں سے دریافت کیا یہودیوں نے جواب دیا محمد ﷺ سے جا کر تین باتیں پوچھو اگر وہ تینوں کا جواب دے دیں یا کسی کا جواب نہ دیں تو سمجھ وہ نبی نہیں ہیں اور اگر دو باتوں کا جواب دیں اور تیسری کا جواب نہ دیں تو سمجھ لو وہ نبی ہیں۔ ① ان سے دریافت کرو وہ نوجوان کون تھے جنہوں نے بھاگ کر کہیں پناہ پکڑی تھی ان کا کیا واقعہ تھا ② وہ کون شخص تھا جو مشرق ومغرب تک پہنچ گیا اس کا کیا واقعہ تھا ③ روح کیا ہے؟ اس کے متعلق بھی جا کر دریافت کرو۔

قریش نے رسول اللہ ﷺ سے یہ تینوں سوال کئے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں کل کو تمہارے سوالوں کے جواب دے دوں گا۔ آپ ﷺ نے انشاء اللہ نہیں فرمایا، اسلئے وحی آنے میں تاخیر ہوگئی۔ مجاہد کے قول میں بارہ دن، بعض اقوال میں پندرہ دن اور عکرمہ کے نزدیک چالیس دن تک تاخیر وحی کی صراحت آئی ہے۔ اہل مکہ کہنے لگے محمد ﷺ نے ہم سے کل کا وعدہ کیا تھا لیکن اتنی مدت ہوگئی کچھ بھی نہیں بتایا، اُدھر نزول وحی میں تاخیر ہوئی اِدھر اہلِ مکہ ایسی باتیں کہتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کو اس کا رنج ہوا (اور سخت رنج ہوا) اسی اثناء میں اچانک ایک روز جبرائیل علیہ السلام یہ وحی لے کر آئے **وَلَا تَقُولَنَّ لِشَيْءٍ إِنِّي فَاعِلٌ ذَٰلِكَ غَدًا إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ** پھر پہلے سوال کے متعلق نازل ہوا **أَمْ حَسِبْتَ أَنَّ أَصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيمِ كَانُوا مِنْ آيَاتِنَا عَجَبًا**۔ دوسرے سوال کے جواب میں نازل ہوا **يَسْأَلُونَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ الخ** اور روح کے متعلق ارشاد فرمایا **قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي**۔ ترمذی نے یہ قصہ اختصار کے ساتھ نقل کیا ہے۔ (مظہری ج ۷ ص ۸۹)

ابن کثیر رحمہ اللہ نے دونوں حدیثوں کا تعارض دور کرنے کے لئے تکرار نزول کا قول اختیار کیا ہے۔ اگر دونوں حدیثوں میں تطبیق نہ دی جائے تو پھر صحاح کی روایت ہی قابل ترجیح ہے۔

نیز بخاری کی روایت کے راجح ہونے کی یہ وجہ بھی ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ جو اس حدیث کے راوی ہیں وہ یہودیوں کی ملاقات کے وقت اُسی جگہ موجود تھے اور بغوی کی روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے دوران قصہ موجود ہونے کا ذکر نہیں ہے (مظہری ج ۷ ص ۸۷ تا ۹۰)

④ <u>**روح کے متعلق سوال کا محل وقوع:**</u> ابھی شانِ نزول میں یہ بات گزر چکی ہے کہ راجح قول کے مطابق یہودیوں نے یہ سوال مدینہ منورہ میں کیا تھا اور اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئی تھیں۔

الشق الثانی ...... **وَإِذَا أَرَدْنَا أَنْ نُهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنَاهَا تَدْمِيرًا ۝ وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُونِ مِنْ بَعْدِ نُوحٍ ۗ وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ بِذُنُوبِ عِبَادِهِ خَبِيرًا بَصِيرًا ۝** (پ ۱۵۔ بنی اسرائیل: ۱۶، ۱۷)

آیات مبارکہ کا سلیس ترجمہ کریں، لفظ امرنا میں کتنی قرأتیں ہیں؟ ہر قرأت کے اعتبار سے آیت کی تفسیر تحریر کریں، خط کشیدہ حصہ کی نحوی ترکیب کریں۔

﴿خلاصہ سوال﴾ ...... اس سوال کا خلاصہ تین امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) **أَمَرْنَا** کی قرأتیں وتفسیر (۳) عبارت مخطوطہ کی ترکیب۔

جواب ...... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک وتباہ وبرباد کرنا چاہتے ہیں تو ہم اس بستی کے خوش عیش لوگوں کو حکم دیتے ہیں پس وہ اسکی نافرمانی کرتے ہیں اور اُن پر بات ثابت ہوجاتی ہے پھر ہم ان کو بالکل تباہ وبرباد کردیتے ہیں اور کتنی ہی امتوں کو ہم نے حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ کے بعد ہلاک کیا ہے اور تیرا پروردگار اپنے بندوں کے گناہوں کو جاننے والا دیکھنے والا کافی ہے۔

❷ اَمَرْنَا کی قرأتیں وتفسیر:۔ اس لفظ میں دو قرأت اور تین تفسیریں منقول ہیں۔ ① اَمَرْنَا (عمومی قرأت) اس صورت میں تفسیر کا حاصل یہ ہے کہ جب ہم کسی بستی کو جو اپنے کفر ونافرمانی کی وجہ سے بمقتضائے حکمت الٰہیہ ہلاک کرنے کے قابل ہو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو اُس کو بعثت رسل سے پہلے ہلاک نہیں کرتے بلکہ پہلے کسی رسول کی معرفت اس بستی کے خوش عیش یعنی امراء رئیس لوگوں کو خصوصاً اور دوسرے عوام کو عموماً ایمان واطاعت کا حکم دیتے ہیں پھر جب وہ لوگ کہنا نہیں مانتے بلکہ وہاں شرارت مچاتے ہیں تب ان پر حجت تمام ہوجاتی ہے پھر اس بستی کو تباہ وغارت کر ڈالتے ہیں۔

② اَمَرْنَا (عمومی قرأت) حضرت علی وابن عباس رضی اللہ عنہم نے اس کی عمومی قرأت ہی کی ہے مگر انہوں نے اس کی تفسیر اَكْثَرْنَا کی ہے، مطلب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم یا بستی پر عذاب بھیجتے ہیں تو اس کی علامت یہ ہوتی ہے کہ اُس قوم میں خوش عیش سرمایہ دار لوگوں کی کثرت کردی جاتی ہے اور وہ اپنے فسق وفجور کے ذریعہ پوری قوم کو عذاب میں مبتلا کرنے کا سبب بنتے ہیں۔

③ اَمَّرْنَا (بتشدید المیم) ابوعثمان نہدی، ابورجاء، ابوالعالیہ اور مجاہد رحمہم اللہ نے اسی کو اختیار کیا ہے، اس صورت میں تفسیر یہ ہے کہ جب ہم نے کسی بستی وقوم کو ہلاک کرنا چاہا تو ہم نے اس قوم کا امیر وحاکم خوش عیش سرمایہ دار لوگوں کو بنایا جو فسق وفجور میں مبتلا ہونے کی وجہ سے قوم کے لئے عذاب وہلاکت کا سبب بنے۔ (معارف القرآن ج۵ص ۴۵۸)

❸ عبارت مخطوطہ کی ترکیب:۔ كَفٰى فعل ب زائد ربك مضاف ومضاف الیہ ملکر مجرور محلًا فاعل ب جارہ ذنوب مضاف عبادہ مضاف ومضاف الیہ ملکر ذنوب کا مضاف الیہ، مضاف ومضاف الیہ ملکر مجرور، جار مجرور ملکر متعلق مقدم خبيرا بصيرا اپنے متعلق مقدم سے ملکر نسب فعل سے حال، فعل اپنے فاعل سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۶ھ

الشق الاول ...... وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا ؕ لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا ۝ يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ وَيَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ۝ وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ۝ (پ۱۹۔س فرقان: ۲۱ تا ۲۳)

آیات مبارکہ کا واضح ترجمہ اور تفسیر تحریر کریں، خط کشیدہ حصہ کی لغوی تشریح کرکے مفہوم واضح کریں۔

﴿خلاصہ سوال﴾ ...... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) وَيَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا کی لغوی تشریح ومفہوم۔

جواب ...... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ اور وہ لوگ جو ہم سے ملنے کا خوف واندیشہ نہیں رکھتے (یا اُمید نہیں رکھتے) وہ کہتے ہیں کہ کیوں نہیں نازل کئے گئے ہم پر فرشتے یا دیکھ لیں ہم اپنے پروردگار کو، تحقیق یہ لوگ اپنے آپ کو اپنے دلوں ونفسوں میں بڑا سمجھ رہے

ہیں اور یہ لوگ بہت دور نکل گئے ہیں۔ جس دن یہ لوگ فرشتوں کو دیکھیں گے اُس دن مجرموں کے لئے کوئی خوشی کی بات نہ ہوگی اور وہ لوگ کہیں گے کہ پناہ ہے پناہ ہے۔ اور ہم متوجہ ہوں گے اُن کے اُن (نیک) اعمال کی طرف جو انہوں نے (دنیا میں) کئے ہوں گے اور ہم اُن اعمال کو فضاء میں بکھری ہوئی گرد وغبار کی طرح بنادیں گے۔

۲ آیات کی تفسیر:۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ منکرینِ بعث بعد الموت کا تذکرہ فرما رہے ہیں کہ جو لوگ دوسری زندگی کے قائل نہیں ہیں اور آخرت پر اُن کا ایمان و یقین نہیں ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم پر فرشتے کیوں نازل نہیں کئے گئے جو ہمیں محمد ﷺ کے سچا ہونے کی اطلاع دیتے یا وہ فرشتے اللہ کی طرف سے ہمارے پاس قاصد بن کر آتے یا ہم خود اپنے پروردگار کو دیکھتے اور ہمارا پروردگار ہمیں محمد ﷺ کی اتباع کا حکم دیتا۔ اُن کے اس قول کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھ رہے ہیں اور یہ لوگ حدِ انسانیت میں یا کفر میں بہت دور نکل گئے ہیں، انہوں نے ایسی چیز کا مطالبہ کیا ہے جو حضرات انبیاء علیہم السلام کو بھی بعض خاص حالات و اوقات میں حاصل ہوتی ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ یہ کافر لوگ مرنے کے وقت یا قیامت کے دن جب فرشتوں کو دیکھیں گے اُس وقت فرشتے ان سے کہیں گے کہ آج تمہارے لئے کوئی خوشی کی خبر نہیں ہے اور یہ کافر لوگ کہیں گے کہ ہمیں اِن سے بچاؤ، ہمیں ان سے بچاؤ۔ اللہ تعالیٰ انجام کے طور پر ذکر فرماتے ہیں کہ ہم کفار کا حساب و کتاب لیں گے اور اُن کے دنیاوی نیک اعمال ضائع کردیں گے کیونکہ آخرت میں اعمال کے اجر وثواب کی شرط ایمان اور رضاءِ الٰہیہ ہے اور یہ دونوں شرطیں کفار کے اعمال میں موجود نہ ہونے کی وجہ سے اُن کے اعمال بیکار ہوں گے۔

۳ **وَيَقُولُونَ حِجْرًا مَّحْجُورًا کی لغوی تشریح ومفہوم**۔ حِجْرٌ کا لفظی معنیٰ محفوظ جگہ ہے اور مَحْجُورًا اس کی تاکید ہے اور یہ محاورہ کلامِ عرب میں اس وقت بولا جاتا ہے کہ جب کوئی مصیبت سامنے ہو اس مصیبت سے بچنے کیلئے لوگ کہتے ہیں پناہ ہے، پناہ ہے یعنی ہمیں اس مصیبت سے پناہ دو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کا معنیٰ **حرامًا محرّمًا** منقول ہے یعنی حرام و ممنوع۔ (معارف القرآن)

بغویؒ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول اس آیت کی تفسیر میں یہی نقل کیا ہے کہ فرشتے کہیں گے کہ حرام ہے یعنی جنت میں **لاالٰہ الااللہ کے پڑھنے والوں کے علاوہ دیگر لوگوں کا داخلہ حرام ہے۔**

مقاتلؒ نے کہا کہ جب کافروں کو قبروں سے نکالا جائے گا اُس وقت فرشتے اُن سے کہیں گے کہ حرام ہے یعنی تمہارے لئے جنت حرام کردی گئی ہے۔ بعض علماء نے کہا کہ جب مجرموں کو قبروں سے نکالا جائے گا اور وہ فرشتوں کو دیکھیں گے تو مجرم خود ہی یہ الفاظ کہیں گے۔ بغویؒ نے لکھا ہے کہ عربوں پر جب کوئی مصیبت آتی ہے اور وہ کسی ناخوشگوار امر میں مبتلا ہوتے ہیں تو وہ **حِجْرًا مَّحْجُورًا** کہتے ہیں چنانچہ مجرم فرشتوں کو دیکھنے کے بعد یہ الفاظ کہیں گے۔ بعض حضرات نے اس لفظ کا ترجمہ خدا کی پناہ کیا ہے۔

مجاہدؒ نے کہا کہ جب کافر فرشتوں کو دیکھیں گے تو اُس وقت وہ فرشتوں سے اللہ کی پناہ مانگیں گے اور یہ الفاظ استعمال کریں گے یعنی وہ اللہ تعالیٰ سے یہ درخواست کریں گے کہ اللہ فرشتوں سے اُن کو بچالے۔ (مظہری)

الشق الثانی ...... قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يٰسَامِرِيُّ ۝ قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوْا بِهٖ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِيْ نَفْسِيْ ۝ قَالَ فَاذْهَبْ فَاِنَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ وَاِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهٗ ۚ وَانْظُرْ اِلٰٓى اِلٰهِكَ الَّذِيْ ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا ۭ لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ فِي الْيَمِّ نَسْفًا ۝ (پ۱۶۔س طٰہٰ:۹۵تا۹۷)

آیات مبارکہ کا سلیس ترجمہ کریں، آیات مذکورہ کی تفسیر لکھتے ہوئے **اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ** کا مطلب واضح کریں۔ **مِنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ** میں رسول سے کون مراد ہیں؟ ''سامری'' کون تھا؟ نام کیا تھا؟ اور کس قبیلہ سے تعلق تھا۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں پانچ امور توجہ طلب ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) **اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ** کا مطلب (۴) **اثر الرسول** میں رسول کی مراد (۵) سامری کا تعارف، نام وقبیلہ۔

جواب ...... ❶ **آیات کا ترجمہ:۔** حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے سامری! تیرا کیا معاملہ ہے؟ اس نے کہا کہ میں نے وہ چیز دیکھی تھی جو دوسروں نے نہیں دیکھی تھی پھر میں نے ایک مٹی رسول کے نشانات قدم کے نیچے سے اُٹھائی تھی پھر میں نے وہی خاک اس (مجسمہ) میں ڈال دی تھی اور میرے نفس کو یہی بات پسند آئی تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ پس تیرے لئے زندگی میں یہ سزا ہے کہ تو کہے گا **لَا مِسَاسَ** یعنی مجھے کوئی نہ چھوئے، اور بیشک تیرے لئے ایک دوسرا مقررہ وعدہ ہے وہ ہرگز تجھ سے خلاف نہ ہوگا اور دیکھ تو اپنے اُس معبود کی طرف کہ جس پر تو جما بیٹھا تھا، ہم اس کو جلا دیں گے پھر اس کو دریا میں بکھیر کر بہا دیں گے۔

❷ **آیات کی تفسیر:۔** حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب حضرت ہارون علیہ السلام سے بنی اسرائیل کی شرکیہ گمراہی وغیرہ کے متعلق باز پرس کر لی تو اسکے بعد سامری کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اے سامری! تو بتلا کہ تو نے یہ حرکت کیوں کی؟ تو اس نے جواب دیا کہ میں نے وہ چیز دیکھی جو دوسروں نے نہیں دیکھی اس سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں اور جس وقت دریائے قلزم سے بنی اسرائیل گزر گئے اور فرعونی لشکر دریا میں داخل ہو رہا تھا اس وقت سامری نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو گھوڑے پر سوار دیکھا تھا جو دوسروں کو معلوم نہ تھا، دوسری روایت کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام کو طور پر آنے کی دعوت دینے کیلئے حضرت جبرائیل علیہ السلام گھوڑے پر سوار ہو کر آئے تھے اس وقت سامری نے دیکھا تھا اور سامری کے دل میں شیطان نے یہ بات ڈالی کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے گھوڑے کا قدم جس جگہ پڑتا ہے وہاں حیات وزندگی کے خاص اثرات ہیں یہ مٹی اٹھالی جائے چنانچہ اس نے وہ مٹی اٹھالی اور اس نے وہی مٹی بچھڑے کے اندر ڈالی تو بقدرتِ خداوندی اس میں حیات کے آثار پیدا ہو گئے اور وہ بچھڑا بولنے لگا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کیلئے بددعا کی **فَاِنَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ** اس بددعا کے نتیجہ میں یہ کسی کو ہاتھ لگاتا یا کوئی دوسرا اسے ہاتھ لگاتا تو دونوں کو بخار ہو جاتا اس لئے وہ سب سے الگ رہتا، اور جب کسی کو اپنی طرف آتے دیکھتا تو دور سے پکارتا **لَا مِسَاسَ** یعنی کوئی مجھے نہ چھوئے۔

بعض حضرات نے کہا کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کیلئے سزا تجویز کی تھی کہ سب لوگ اس سے مقاطعہ کریں اور کوئی اسکے قریب نہ جائے اور اس کو بھی یہ حکم دیا کہ وہ کسی کو ہاتھ نہ لگائے اور زندگی بھر وحشی جانوروں کی طرح سب سے الگ رہے اور آخرت میں بھی اس کیلئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب کا وعدہ ہے۔ اسکے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سامری سے فرمایا کہ تو اپنے اس معبود یعنی بچھڑے کو دیکھ جس کی عبادت کے لئے تو جم کر بیٹھا ہوا تھا کہ ہم اسکو جلا دیں گے یا ریتی سے بالکل گھس ڈالیں گے اور پھر اسکے گھسے ہوئے ذرات کو یا

جلی ہوئی راکھ کو دریا میں بکھیر کر بہادیں گے اور اسکی خاک کا کوئی ذرہ بھی ہاتھ نہ لے گا چنانچہ اسی طرح کیا گیا۔ (معارف القرآن ومظہری)

③ **اَنْ تَقُوْلَ لَامِسَاسَ کا مطلب:۔** اس جملہ کے دو مطلب ابھی تفسیر میں ذکر کئے گئے ہیں۔

④ **اثر الرسول میں رسول کی مراد:۔** اس رسول سے لغوی معنی کے اعتبار سے رسول یعنی قاصد مراد ہے اور اس کا مصداق حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں جیسا کہ ابھی تفسیر میں گزرا۔

⑤ **سامری کا تعارف، نام وقبیلہ:۔** بعض حضرات نے کہا کہ یہ آلِ فرعون کا قبطی آدمی تھا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پڑوس میں رہتا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لایا، اور بنی اسرائیل کے ساتھ ہی مصر سے نکلا تھا۔ بعض نے کہا کہ یہ بنی اسرائیل کے ہی ایک قبیلہ سامرہ کا رئیس تھا اور یہ قبیلہ شام میں معروف ہے۔

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ فارسی شخص کرمان کا رہنے والا تھا۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ ایسی قوم کا آدمی تھا جو گائے کی پرستش کرنے والی تھی اور یہ کسی طرح مصر پہنچ کر بظاہر دینِ بنی اسرائیل میں داخل ہو گیا مگر اس کے دل میں نفاق تھا۔ بحوالی حاشیہ قرطبی یہ شخص ہندوستان کا ہندو تھا جو گائے کی عبادت کرتے ہیں۔

مشہور یہ ہے کہ سامری کا نام موسیٰ بن ظفر تھا۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سامری اس وقت پیدا ہوا جب فرعون کی طرف سے تمام اسرائیلی لڑکوں کو قتل کرنے کا حکم تھا، اس کی والدہ نے قتل سے بچانے کے لئے جنگل کے ایک غار میں رکھ کر اوپر سے اس کو بند کر دیا اور کبھی کبھی وہ اس کی خبر گیری کرتی ہوگی۔ اُدھر اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو اس کی حفاظت وغذاء پر مامور کر دیا وہ اپنی ایک انگلی پر شہد، ایک انگلی پر مکھن اور ایک انگلی پر دودھ لاتے اور اس کو چٹا دیتے حتیٰ کہ یہ غار ہی میں پل کر بڑا ہوا اور اس کا انجام یہ ہوا کہ خود بھی یہ کفر میں مبتلا ہوا اور بنی اسرائیل کو بھی مبتلا کیا اور پھر قہرِ الٰہی میں گرفتار ہوا۔ (معارف القرآن ج۶ ص۱۳۳)

السوال الثالث ۱۴۳۶ھ

الشق الاول ......عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ عَلٰى نَفَرٍ يَنْتَضِلُوْنَ فَقَالَ اِرْمُوْا بَنِيْ اِسْمَاعِيْلَ فَاِنَّ اَبَاكُمْ كَانَ رَامِيًا وَعَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ مَنْ رَمٰى بِسَهْمٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَهُوَ لَهٗ عِدْلُ مُحَرَّرَةٍ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ الْحَرْبُ خَدْعَةٌ ۔ (حدیث:۱۳۳۶،۱۳۳۷،۱۳۵۲)

احادیث مبارکہ پر اعراب لگائیں، ترجمہ کر کے مطلب بیان کریں، خط کشیدہ کلمات کی لغوی تحقیق کریں۔

﴿خلاصہ سوال﴾......اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) احادیث پر اعراب (۲) احادیث کا ترجمہ (۳) کلمات مخطوطہ کی لغوی تحقیق۔

جواب ...... ① **احادیث پر اعراب:۔** کما مرّ فی السوال آنفا۔

② **احادیث کا ترجمہ:۔** حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ایک جماعت پر گزر ہوا جو تیر اندازی کر رہے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے بنو اسماعیل! تیر اندازی کرو اس لئے کہ تمہارے والد (آباء) بھی تیر انداز تھے۔ حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص اللہ کے راستہ میں تیر چلائے گا تو اس کیلئے

غلام آزاد کرنے والے کے برابر ثواب ہوگا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جنگ دھوکہ وچال ہے۔

③ کلمات مخطوطہ کی لغوی تحقیق:۔ "یَنْتَضِلُوْنَ" یہ انتضال (افتعال، صحیح) سے مضارع کا صیغہ ہے بمعنی تیر اندازی کرنا۔

"اِرْمُوْا" یہ اَلرَّمْیُ (ضرب، ناقص) سے امر حاضر کا صیغہ ہے بمعنی تیر پھینکنا وچلانا۔

"عِدْلٌ" یہ مفرد ہے اس کی جمع عُدُوْلٌ، اَعْدَالٌ ہے بمعنی نظیر و مثل، قیمت۔

"مُحَرِّرٌ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر تحریر (تفعیل، مضاعف) بمعنی آزاد کرنا۔

"خُدْعَةٌ" اس کا اعراب پانچ طرح ہے ① خُدْعَةٌ بمعنی لڑائی، دھوکہ وفریب ② خُدَعَةٌ یہ مبالغہ کا صیغہ ہے یعنی لڑائی بہت دھوکہ دینے والی چیز ہے ③ خَدَعَةٌ یہ خَادِعٌ کی جمع ہے بمعنی دھوکہ باز یعنی لڑنے والا دھوکہ باز ہوتا ہے ④ خِدْعَةٌ بمعنی حقیقت کے خلاف ظاہر کرنا ⑤ خَدْعَةٌ یہ فَعْلَةٌ کے وزن پر ہے جو مَرَّةٌ (ایک مرتبہ) کے لئے آتا ہے یعنی جنگ میں ایک ہی مرتبہ چال چلنے سے کامیابی مل جاتی ہے یہی لغت سب سے فصیح ہے۔ (کشف الباری، جہاد ج۳ ص۳۸۲)

الشق الثانی ...... وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ إِذَا فَرَغَ مِنَ الصَّلٰوةِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْئٍ قَدِيْرٌ، اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ ۔ (حدیث:۱۳۱۶)

حدیث شریف پر اعراب لگائیں، واضح ترجمہ کریں، خط کشیدہ حصہ کا مطلب وضاحت کے ساتھ تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں تین امور حل طلب ہیں (۱) حدیث پر اعراب (۲) حدیث کا ترجمہ (۳) جملہ مخطوطہ کا مطلب۔

جواب ...... ① حدیث پر اعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔

② حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز سے فارغ ہوتے تھے اور سلام پھیر لیتے تھے تو یہ دعا پڑھتے تھے (ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں جو تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے، اسی کے لئے بادشاہت وتعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ! جو چیز تو عطا کرے اس کو کوئی روکنے والا نہیں ہے اور جو چیز تو روک لے اس کو کوئی دینے والا نہیں ہے اور کسی کی دولت اس کو تیرے بغیر نفع نہیں دے سکتی)۔

③ جملہ مخطوطہ کا مطلب:۔ اس جملہ کا ایک مطلب یہ ہے کہ کسی کی دولت تیرے حکم ومشیت کے بغیر اس کو نفع نہیں پہنچا سکتی اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ اگر تو کسی کو عذاب دینا چاہے تو اس کی دولت ومالداری تیرے عذاب کے معاملہ میں اسکو کوئی فائدہ نہیں دے سکتی۔

﴿الورقة الاولى : فى التفسير والحديث﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ١٤٣٧ھ

الشق الاوّل ...... وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ أَنْ أَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ إِلَى النُّوْرِ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝ وَإِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ إِذْ أَنْجٰىكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ وَيُذَبِّحُوْنَ أَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ۝ (پ۱۳-س ابراہیم:۵،۶)

آیات کا سلیس ترجمہ اور مختصر تفسیر تحریر کریں، تذکیر بایام اللہ سے کیا مراد ہے؟ وضاحت کے ساتھ لکھیں، وفی ذلکم بلآء میں بلاء کا مفہوم اور مراد واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں۔(۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) تذکیر بایام اللہ کی مراد (۴) بلاء کا مفہوم و مراد۔

جواب...... ❶ __آیات کا ترجمہ:__ اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی آیات ونشانیوں کے ساتھ کہ نکالو اپنی قوم کو تاریکیوں سے نور وروشنی کی طرف اور انہیں اللہ تعالیٰ کے خاص ایام یاد دلاؤ، بے شک اسمیں البتہ ہر صبر کرنے والے شکر گزار بندے کیلئے نشانیاں ہیں اور اس وقت کو یاد کرو جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ یاد کرو اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت واحسان کو جب نجات دی اس نے تمہیں فرعون کی قوم سے جو تمہیں بُرا عذاب پہنچاتے تھے اور تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے تھے اور تمہاری عورتوں کو زندہ رکھتے تھے، اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے بڑا امتحان وآزمائش ہے۔

❷ __آیات کی تفسیر:__ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی واضح نشانیاں دے کر انکی قوم کی طرف بھیجا (نشانی سے مراد تورات ہے یا دیگر نو معجزات مراد ہیں) اور حکم دیا کہ جاؤ اپنی قوم کو کفر ومعاصی کی تاریکیوں سے نکال کر ایمان وطاعت کی روشنی ونور کی طرف لے آؤ اور انہیں میرے مخصوص ایام (عذاب والے ایام، نعمتوں والے ایام) یاد دلاؤ کیونکہ ان معاملات میں صبر کرنے والے اور شکر گزار بندوں کیلئے عبرت وسبق آموز باتیں ہیں کہ وہ نعمت کو یاد کر کے شکر کریں گے اور سزا وعذاب اور انکے زوال کو یاد کر کے آئندہ حوادثات پر صبر کریں گے چنانچہ اس وقت کو یاد کرو جب موسیٰ علیہ السلام نے ہمارے حکم کے مطابق اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم! اپنے اوپر اپنے پروردگار کی نعمتوں واحسانات کو یاد کرو جب اس نے تمہیں فرعون اور اسکے لشکر سے نجات دی تھی کہ وہ تمہیں سخت تکالیف پہنچاتے تھے حتی کہ وہ تمہارے بچوں کو قتل کر دیتے تھے اور تمہاری مستقبل کی عورتوں کو اپنی خدمت وغیرہ کیلئے زندہ چھوڑ دیتے تھے، اس قتل وخدمت والی مصیبت میں بلاء، اور نجات میں نعمت تھی اور یہ بلاء ونعمت دونوں ہی تمہارے رب کی طرف سے بڑے امتحان وآزمائش ہیں۔

❸ __تذکیر بایام اللہ کی مراد:__ ایام یوم کی جمع ہے اس کا مشہور معنی دن ہے۔ لفظ ایام اللہ دو معنی کے لئے بولا جاتا ہے اور وہ دونوں معنی یہاں مراد ہو سکتے ہیں ① وہ خاص ایام جن میں کوئی جنگ یا انقلاب آیا ہو جیسے غزوۂ بدر، اُحد، احزاب، حنین وغیرہ کے واقعات یا پچھلی امتوں پر عذاب نازل ہونے کے واقعات جن میں بڑی بڑی قومیں زیر وزبر یا دنیا سے نیست ونابود ہو گئیں، اس صورت میں ایام اللہ یاد دلانے سے اُن لوگوں کو کفر کے انجام بد سے ڈرانا اور تنبیہ کرنا مقصود ہوگا۔ ② ایام اللہ کا معنیٰ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اور احسانات بھی ہیں ان کو یاد دلانے سے مقصد یہ ہوگا کہ شریف انسان کو جب کسی محسن کا احسان یاد دلایا جائے تو وہ اُس کی مخالفت اور نافرمانی سے شرما جاتا ہے۔ (معارف القرآن ج ۵ ص ۲۳۱)

حضرت ابن عباس، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہما، مجاہد وقتادہ رحمہما اللہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی نعمتیں مراد ہیں اور مقاتلؒ کے نزدیک وہ واقعات مراد ہیں جو گذشتہ امتوں (عاد، ثمود، قوم نوح وغیرہ) کو پیش آئے۔ محاورہ میں بولا جاتا ہے کہ فلاں شخص ایام عرب کا عالم

ہے یعنی عرب کی لڑائیوں سے واقف ہے اس تقریر پر کلام کا مطلب یہ ہوگا کہ اپنی قوم کو وہ واقعات بتاؤ جو اللہ تعالیٰ نے گزشتہ ایام میں ظاہر کئے خواہ بصورت نعمت واقع ہوئے ہوں یا بشکل مصیبت۔ (مظہری ج۶ص ۱۸۷)

❷ بلاء کا مفہوم و مراد:۔ بلاء کا اصل مفہوم امتحان و آزمائش ہے اور تکلیف و راحت دونوں حالتوں میں بندے کے صبر شکر کی آزمائش ہے کما قال تعالیٰ (ونبلو کم بالشر والخیر فتنة (الانبیاء) وبلونٰھم بالحسنات والسیاٰت (اعراف)

یہاں بلاء سے مراد غلامی کی ذلت سے نکال کر آزادی عطاء کرنا ہے۔ (عثمانی)

الشق الثانی ...... وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِى الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۞ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذٰلِكَ نُـْۨجِى الْمُؤْمِنِيْنَ ۞ (پ۱۷۔س انبیاء: ۸۷، ۸۸)

آیات کا ترجمہ کریں، حضرت یونس علیہ السلام کا قصہ اختصار کے ساتھ ذکر کریں، آیت مبارکہ کی بے غبار تفسیر تحریر کریں، الظلمات سے کون سے **ظلمات** مراد ہیں؟ واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں۔(۱) آیات کا ترجمہ (۲) حضرت یونس علیہ السلام کا قصہ (۳) آیات کی تفسیر (۴) ظلمات کی مراد۔

جواب ...... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ اور یاد کیجئے مچھلی والے (پیغمبرؑ کے واقعہ) کو جب چلے گئے وہ غصہ کی حالت میں یہ خیال کرتے ہوئے کہ ہم اس پر کوئی گرفت نہ کریں گے یا اس پر کوئی تنگی نہ کریں گے، پھر پکارا اس نے اندھیروں میں **"لا الٰہ الا انت الـخ"** (ترجمہ: تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں، تو بے عیب ہے، بیشک میں ظالمین میں سے ہوں) پھر ہم نے قبول کی اس کی دعا اور ہم نے اس کو گھٹن سے نجات دی اور ہم اسی طرح مؤمنین کو نجات دیتے ہیں۔

❷ حضرت یونس علیہ السلام کا قصہ:۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ یونس علیہ السلام کو علاقہ موصل کی ایک بستی نینوی کے لوگوں کو ہدایت کے لئے بھیجا گیا تھا، یونس علیہ السلام نے ان کو ایمان و عمل صالح کی دعوت دی، انہوں نے سرکشی سے کام لیا، یونس علیہ السلام ان سے ناراض ہو کر بستی سے نکل گئے اور اُن کو کہہ دیا کہ تین دن کے اندر تمہارے اوپر عذاب آجائے گا۔ یونس علیہ السلام بستی چھوڑ کر نکل گئے تو ان کو فکر ہوئی کہ اب عذاب آہی جائے گا (اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ عذاب کے بعض آثار کا اُن کو مشاہدہ بھی ہوگیا) تو انہوں نے اپنے شرک و کفر سے توبہ کی اور بستی کے سب مرد عورت اور بچے جنگل کی طرف نکل گئے اور اپنے مویشی جانوروں اور ان کے بچوں کو بھی ساتھ لے گئے اور بچوں کو ان کی ماؤں سے الگ کر دیا اور سب نے گریہ و زاری کرنا شروع کر دی اور الحاح و زاری کے ساتھ اللہ سے پناہ مانگی، جانوروں کے بچوں نے جن کو ان کی ماؤں سے الگ کر دیا گیا تھا الگ شور و غل کیا۔ حق تعالیٰ نے ان کی سچی توبہ اور الحاح و زاری کو قبول کر لیا اور عذاب اُن سے ہٹا دیا۔ ادھر حضرت یونس علیہ السلام اس انتظار میں رہے کہ قوم پر عذاب آرہا ہے وہ ہلاک ہوگئی ہوگی جب ان کو یہ پتہ چلا کہ عذاب نہیں آیا اور قوم صحیح سالم اپنی جگہ ہے (تو ان کو یہ فکر لاحق ہوئی کہ میں جھوٹا سمجھا جاؤں گا اور بعض روایات میں ہے کہ اُن کی قوم میں یہ رسم جاری تھی کہ کسی کا جھوٹا ہونا ثابت ہوجائے تو اس کو قتل کر دیا جاتا تھا۔ مظہری)۔ اس سے حضرت یونس علیہ السلام کو اپنی جان کا بھی خطرہ لاحق ہوگیا تو یونس علیہ السلام نے اپنی قوم میں واپس جانے کی بجائے کسی دوسری جگہ کو ہجرت

کرنے کے قصد سے سفر اختیار کیا، راستہ میں دریا تھا اسکو پار کرنے کیلئے ایک کشتی میں سوار ہو گئے، اتفاق سے کشتی ایسے گرداب میں پھنسی کہ غرق ہونے کا خطرہ لاحق ہو گیا، ملاحوں نے یہ طے کیا کہ کشتی میں سوار لوگوں میں سے ایک کو دریا میں ڈال دیا جائے تو باقی لوگ غرقابی سے محفوظ رہ سکیں گے، اس کام کیلئے کشتی والوں نے نام پر قرعہ اندازی کی، اتفاق سے قرعہ حضرت یونس علیہ السلام کے نام پر نکل آیا (کشتی والے شاید انکی بزرگی سے واقف تھے) انکو دریا میں ڈالنے سے انکار کیا اور دوبارہ قرعہ ڈالا پھر بھی اس میں یونس علیہ السلام کا نام نکلا، انکو پھر بھی تامل ہوا تو تیسری مرتبہ قرعہ ڈالا پھر بھی اُنہی کا نام نکل آیا، اسی قرعہ اندازی کا ذکر قرآن کریم میں دوسری جگہ ان الفاظ سے آیا ہے **فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِينَ** یعنی قرعہ اندازی کی گئی تو یونس علیہ السلام ہی اس قرعہ میں متعین ہوئے، اس وقت یونس علیہ السلام کھڑے ہو گئے اور اپنے غیر ضروری کپڑے اتار کر اپنے آپ کو دریا میں ڈال دیا، اُدھر حق تعالیٰ نے بحر اخضر سے ایک مچھلی کو حکم دیا وہ دریاؤں کو چیرتی پھاڑتی فوراً وہاں پہنچ گئی (کما قال ابن مسعود رضی اللہ عنہ) اور یونس علیہ السلام کو اپنے اندر لے لیا، اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو یہ ہدایت فرمادی تھی کہ نہ انکے گوشت کو کوئی نقصان پہنچے نہ ہڈی کو، یہ تیری غذا نہیں بلکہ تیرا پیٹ چند روز کیلئے ان کا قید خانہ ہے۔

قرآن کریم کے اشارات اور بعض تصریحات سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کا بغیر اللہ تعالیٰ کے صریح حکم کے اپنی قوم کو چھوڑ کر نکل جانا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناپسند ہوا اسی پر عتاب نازل ہوا اور دریا میں پھر مچھلی کے پیٹ میں رہنے کی نوبت آئی۔ اس کے بعد انہوں نے صدق و اخلاق سے آیت کریمہ کا ورد کیا اور نجات ملی۔ (معارف القرآن ج ۶ ص ۲۲۱)

❸ **آیات کی تفسیر:**۔ اے پیغمبر! آپ اس وقت کو یاد کریں جب حضرت یونس علیہ السلام قوم کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے خفا ہو کر ہمارے حکم کا انتظار کئے بغیر چلے گئے اور اپنے اجتہاد سے یہ سمجھا کہ شاید ہم انکی اس معاملہ میں گرفت نہیں کریں گے پھر جب ہمارے حکم سے مچھلی نے انکو نگل لیا تو اس تاریکی میں انہوں نے صدق و اخلاص کے ساتھ ہمیں پکارا کہ اے پروردگار! تیرے علاوہ کوئی معبود و پروردگار نہیں ہے تو تمام عیوب و نقائص سے پاک ہے اور میں نے خود یہ ظلم اپنے اوپر کیا ہے کہ تیرے حکم و اجازت کے بغیر قوم کو چھوڑ کر چل پڑا چنانچہ ہم نے اسکی دعا قبول کرتے ہوئے اسکو نجات دی اور ہم اپنے مؤمن بندوں کو اسی طرح نجات دیتے ہیں۔

❹ **ظلمات کی مراد:**۔ یہاں پر یا تو شدید ترین تاریکی کو متعدد تاریکیوں سے تعبیر کیا گیا ہے یا پھر اس سے رات کی تاریکی سمندر کی تاریکی اور مچھلی کے پیٹ کی تاریکی مراد ہے۔ (مظہری)

السوال الثالث ۱۴۳۷ھ

الشق الاول ...... وَعَنْهُ (ابی هریرة) اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: مِنْ خَيْرِ مَعَاشِ النَّاسِ لَهُمْ رَجُلٌ مُمْسِكٌ بِعِنَانِ فَرَسِهٖ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَطِيْرُ عَلٰى مَتْنِهٖ كُلَّمَا سَمِعَ هَيْعَةً اَوْ فَزْعَةً طَارَ عَلَيْهِ يَبْتَغِي الْقَتْلَ اَوِ الْمَوْتَ مَظَانَّهٗ اَوْ رَجُلٌ فِيْ غُنَيْمَةٍ فِيْ رَأْسِ شَعَفَةٍ مِنْ هٰذِهِ الشَّعَفِ اَوْ بَطْنِ وَادٍ مِنْ هٰذِهِ الْاَوْدِيَةِ يُقِيْمُ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتِي الزَّكٰوةَ وَيَعْبُدُ رَبَّهٗ حَتّٰى يَاْتِيَهُ الْيَقِيْنُ لَيْسَ مِنَ النَّاسِ اِلَّا فِيْ خَيْرٍ۔ (حدیث:۶۰۱)

حدیث شریف پر اعراب لگائیں، ترجمہ کر کے مفہوم بیان کریں، خط کشیدہ کلمات کی لغوی و صرفی تحقیق کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں۔ (۱) حدیث پر اعراب (۲) حدیث کا ترجمہ (۳) حدیث کا مفہوم

(۴) کلمات مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق۔

جواب ...... ① **حدیث پر اعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔**

② **حدیث کا ترجمہ:۔** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں میں سب سے اچھی زندگی اُس آدمی کی ہے جو اللہ کی راہ میں اپنے گھوڑے کی لگام تھامے ہوئے ہے اُس کی پیٹھ پر سوار ہو کر اڑتا ہے جب بھی کوئی لڑائی یا گھبراہٹ کی آواز سنتا ہے تو فوراً اُس پر اُڑ کر وہاں پہنچتا ہے قتل ہو جانے یا موت کے متوقع مقامات کو تلاش کرتا ہے، یا وہ آدمی جو تھوڑی سی بکریوں کے ساتھ پہاڑ کی چوٹی پر یا ان وادیوں میں سے کسی وادی میں اقامت گزین ہے وہاں نماز قائم کرتا ہے، زکوۃ ادا کرتا ہے اور اپنے رب کی عبادت کرتا ہے حتیٰ کہ وہیں اُسے موت آجائے، یہ لوگوں سے اچھی حالت میں ہے۔

③ **حدیث کا مفہوم:۔** اس حدیث میں دو آدمیوں کی زندگی کو سب سے اچھی و بہتر زندگی قرار دیا گیا ہے۔ ① وہ مجاہد جو ہر وقت اپنے گھوڑے کی لگام تھامے ہوئے اسپر سوار ہے جہاں سے بھی اسے لڑائی وقتال وغیرہ کی خبر ملتی ہے فوراً جلدی سے اس مقام پر پہنچ جاتا ہے، گویا ہر وقت دشمنانِ دین کے مقابلہ کیلئے تیار ہے کہ کسی طرح مجھے شہادت نصیب ہو۔ ② وہ آدمی جو اپنی چند بکریاں لیکر کسی پہاڑ کی چوٹی پر یا کسی وادی میں قیام پذیر ہے نماز قائم کرتا ہے اور زکوۃ ادا کرتا ہے گویا حقوق اللہ وحقوق العباد کی ادائیگی کرتا ہے اور اپنی تنہائی کی زندگی وہاں بسر کرتا ہے، یہ شخص بھی دوسرے لوگوں کے اعتبار سے بہت اچھی حالت میں ہے۔

④ **کلمات مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔** "مَعَاش" یہ باب ضرب کا مصدر ہے بمعنی زندہ رہنا۔

"مُمْسِكٌ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر اِمْسَاكٌ (افعال) بمعنی روکنا۔

"يَطِيْرُ" صیغہ واحد مذکر غائب فعل مضارع معروف از مصدر طَيْرًا و طَيَرَانًا (ضرب، اجوف) بمعنی اڑنا، دوڑنا۔

"مَتْنٌ" یہ مفرد ہے اسکی جمع مِتَانٌ، مُتُوْنٌ ہے بمعنی پیٹھ، ظاہری حصہ، اصول وقواعد۔

"هَيْعَةٌ" بمعنی دشمن کی آواز، سخت چیز۔ مصدر (ضرب، اجوف) بمعنی بزدل ہونا وگھبرانا۔

"فَزْعَةٌ" اسم ہے هَيْعَةٌ والا معنی ہی ہے۔ "غُنَيْمَةٌ" یہ غَنَمٌ کی تصغیر ہے بمعنی چھوٹی بکریاں یا معمولی بکریاں۔

"مَظَانٌ" اسم ظرف ہے بمعنی وہ جگہ جہاں چیز کی موجودگی کا گمان ہو۔ مصدر ظَنًّا (نصر) بمعنی جاننا وگمان کرنا۔

الشق الثانی ......**وَعَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَلْعِبَادَةُ فِي الْهَرْجِ كَهِجْرَةٍ اِلَيَّ۔**

وَعَنْ اَبِيْ صَفْوَانَ سُوَيْدِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ : جَلَبْتُ اَنَا وَمَخْرَمَةُ الْعَبْدِيُّ بَزًّا مِنْ هجر فَجَاءَنَا النَّبِيُّ ﷺ فَسَاوَمَنَا بِسَرَاوِيْلَ وَعِنْدِيْ وَزَّانٌ يَزِنُ بِالْاَجْرِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِلْوَزَّانِ : زِنْ وَارْجِحْ۔ (حدیث: ۱۳۶۶، ۱۳۷۵)

احادیث پر اعراب لگائیں، ترجمہ کریں، احادیث کا مطلب وضاحت کے ساتھ لکھیں، خط کشیدہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق کریں۔

﴿ خلاصۂ سوال ﴾...... اس سوال کا حل چار امور ہیں (۱) احادیث پر اعراب (۲) احادیث کا ترجمہ (۳) احادیث کا مطلب (۴) کلمات مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق۔

جواب ...... ① **احادیث پر اعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔**

❷ <u>احادیث کا ترجمہ:۔</u> حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا فتنہ وفساد کے دور میں عبادت کرنا میری طرف (مدینہ) ہجرت کرنے کی طرح ہے۔

حضرت ابوصفوان سوید بن قیس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں اور مخرمہ عبدی مقام ہجر سے کچھ کپڑا لے کر آئے تو آپ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم سے ایک پائجامہ کا بھاؤ کیا اور میرے پاس ایک وزن کرنے والا آدمی تھا جو معاوضے پر وزن کرتا تھا آپ ﷺ نے اُس وزن کرنے والے سے فرمایا کہ وزن کرو اور جھکتا ہوا وزن کرو۔

❸ <u>احادیث کا مطلب:۔</u> حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ جب ہر طرف برائی ہی برائی ہو اور جگہ جگہ فتنے جنم لے رہے ہوں تو اب اس وقت میں ایک آدمی کا ان سب معمول کے خلاف عبادت پر جمنا اتنا مشکل ہے جیسا کہ شروع میں مکہ جو آباء واجداد کا شہر تھا اس کو چھوڑ کر مستقل مدینہ آنا مشکل تھا۔

دوسری حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کوئی بھی چیز فروخت کرنے والے کو چاہئے کہ وہ طے شدہ مقدار سے زیادہ دے، یہ امر بہتر و مستحب ہے، اسمیں خریدار پر احسان بھی ہے، اور اس سے معاشرہ پر اچھے اثرات مرتب ہوتے ہیں اور باہم الفت ومحبت میں اضافہ بھی ہوتا ہے۔ (روضۃ الصالحین)

❹ <u>کلمات مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔</u> "هَرَجٌ" (بفتح الهاء) بمعنی فتنہ وفساد۔ (بکسر الهاء) بمعنی بیوقوف۔

"جَلَبْتُ" صیغہ واحد متکلم فعل ماضی معلوم از مصدر جَلَبًا (نصر وضرب، صحیح) بمعنی ہانک کر لانا، لانا۔

"بَزًّا" یہ مفرد ہے اسکی جمع بُزُوْزًا ہے بمعنی کپڑا و ہتھیار۔ مصدر (نصر، مضاعف) بمعنی چھیننا۔

"سَاوَمَنَا" صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معلوم از مصدر مُسَاوَمَةً (مفاعلہ، اجوف) بمعنی بھاؤ کرنا۔

"سَرَاوِيْلُ" یہ جمع ہے اسکا مفرد سِرْوَالٌ، سِرْوَالَةٌ، سِرْوِيْلٌ ہے بمعنی پائجامہ وازار۔

"وَزَّانٌ" یہ مبالغہ کا صیغہ ہے از مصدر وَزْنًا، زِنَةً (ضرب، مثال) بمعنی تولنا، وزن کرنا۔

"زِنْ" صیغہ واحد مذکر امر حاضر معروف از مصدر وَزْنًا، زِنَةً (ضرب، مثال) بمعنی تولنا، وزن کرنا۔

﴿الورقة الاولى : فى التفسير و الحديث﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۸ھ

الشق الاوّل ...... وَرَاوَدَتْهُ الَّتِيْ هُوَ فِيْ بَيْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّيْٓ اَحْسَنَ مَثْوَايَ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۞ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ۞ (پ۱۲۔ یوسف: ۲۳، ۲۴)

آیات مبارکہ کا ترجمہ کر کے بے غبار تفسیر تحریر کریں۔ بُرْهَانَ رَبِّهٖ سے کیا مراد ہے؟ مفسرین کے اقوال ذکر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) بُرْهَانَ رَبِّهٖ کی مراد۔

جواب ...... ❶ <u>آیات کا ترجمہ:۔</u> اور پھسلایا اسکو اس عورت نے جسکے گھر میں تھے اور بند کر دیئے دروازے اور کہا کہ

آجاؤتم ہی سے کہتی ہوں، یوسف علیہ السلام نے کہا کہ میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں بیشک وہ میرا مربی ومحسن ہے اس نے اچھا کیا میرے ٹھکانہ کو بیشک ظالم وگنہگار لوگ فلاح نہیں پاتے۔ اور وہ عورت حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ جماع وزنا کا پختہ قصد وارادہ کرچکی تھی اور حضرت یوسف علیہ السلام کے دل میں بھی اس کا خیال آجاتا اگر وہ اپنے رب کی برہان ودلیل نہ دیکھ لیتے۔ ہم نے ایسا اس لئے کیا تاکہ ان سے بے حیائی وبرائی کو پھیر دیں۔ بے شک یوسف ہمارے مخلص ومنتخب بندوں میں سے تھے۔

❷ آیات کی تفسیر:۔ ان آیات میں حضرت یوسف علیہ السلام کی عفت وپاکدامنی کا ذکر کیا گیا ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام جوانی وشباب کو پہنچے تو ذلیخا جس کے گھر میں یوسف علیہ السلام رہائش پذیر تھے اس نے یوسف علیہ السلام کو گمراہ کرنے کی کوشش کی، گھر کے سب دروازے بند کردیئے اور گناہ کی دعوت دی۔ یوسف علیہ السلام نے کہا کہ میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں کہ اس گناہ وظلم کا ارتکاب کروں کیونکہ اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والوں کو کامیابی سے ہمکنار نہیں کرتا۔ اس واقعہ کی مزید وضاحت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ذلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام سے اپنی خواہش پوری کرنے کا پختہ عزم وارادہ کرلیا تھا اور یوسف علیہ السلام میں بھی بتقاضاء بشری اور طبعی اس کی طرف وسوسہ کے درجہ میں کچھ غیر اختیاری میلان پیدا ہونے لگا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے اسی وقت اپنی حجت وبرہان ان کے سامنے کردی جس کی وجہ سے وہ غیر اختیاری میلان آگے بڑھنے کی بجائے بالکل ختم ہوگیا اور یہ عصمت کے منافی نہیں ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے اسی طرح ان کو برہان دکھلائی اور اپنی پناہ میں لے لیا تاکہ ہم اس سے یعنی یوسف علیہ السلام سے خیانت اور بے حیائی کو موڑ دیں اور اسکے دامن عفت وعصمت پر کوئی دھبہ نہ لگ جائے کیونکہ وہ ہمارے مخلص بندوں میں سے تھے۔

بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ اس جگہ کلام میں تقدیم وتاخیر ہے **لَوْلَا اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ** حقیقت میں مقدم ہے اور **هَمَّ بِهَا** مؤخر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یوسف علیہ السلام کو بھی خیال پیدا ہوجاتا اگر وہ اللہ تعالیٰ کی حجت وبرہان کو نہ دیکھ لیتے، مگر برہان رب کو دیکھنے کی وجہ سے وہ اس ہم وارادہ سے بھی بچ گئے۔ (معارف القرآن)

❸ **بُرْهَانَ رَبِّهٖ** کی مراد:۔ علامہ سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے حضرت یعقوب علیہ السلام آئے اور ان کے سینے پر ہاتھ مارا جس کی وجہ سے ان کے پوروں سے شہوت نکل گئی۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ وہ برہان حضرت یعقوب علیہ السلام کی صورت تھی کہ وہ دانتوں میں انگلی دبائے ان کو متنبہ کررہے تھے، بعض نے کہا کہ عزیز مصر کی صورت سامنے آگئی تھی۔ بعض نے کہا کہ آسمان پر نظر پڑی تو لکھا تھا **لَا تَقْرَبُوا الزِّنَا** الخ۔ (معارف القرآن)

الشق الثانی ...... **اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ۝ اِذْ اَوَى الْفِتْيَةُ اِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ۝ فَضَرَبْنَا عَلٰٓى اٰذَانِهِمْ فِى الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا ۝ ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَىُّ الْحِزْبَيْنِ اَحْصٰى لِمَا لَبِثُوْٓا اَمَدًا ۝** (پ۱۵۔کہف:۹تا۱۲)

آیات کا سلیس ترجمہ کریں۔ رقیم سے کیا مراد ہے؟ مفسرین کے اقوال لکھیں۔ اصحاب کہف اور اصحاب رقیم ایک ہی جماعت کے دو نام ہیں یا یہ الگ الگ دو جماعتیں ہیں؟ وضاحت کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) رقیم کی مراد (۳) اصحاب کہف اور

اصحابِ رقیم کامصداق۔

جواب ...... ❶ **آیات کا ترجمہ:۔** کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ غار اور رقیم والے ہماری عجیب نشانیوں میں تھے؟ جب اُن جوانوں نے غار میں پناہ لی اور دعا کی کہ اے ہمارے رب ہم پر اپنی خصوصی رحمت نازل فرما اور اس حال میں ہمارے لئے بھلائی کا راستہ مہیا فرما۔ پھر تھپکی دی ہم نے ان کے کانوں پر غار میں چند سالوں تک، پھر ہم نے ان کو اٹھایا تا کہ ہم جان لیں کہ دوہ گروہوں میں سے کون زیادہ صحیح جانتا ہے اس مدت کو جو وہ ٹھہرے رہے۔

❷ **رقیم کی مراد:۔** رقیم کالفظی معنی مرقوم بمعنی لکھی ہوئی چیز ہے۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اس کا معنی لکھی ہوئی تختی ہے جس پر بادشاہِ وقت نے اصحابِ کہف کے نام لکھوا کر غار کے دروازے پر لگادی تھی اسی وجہ سے اصحاب کہف کو اصحاب رقیم کہا جاتا ہے۔قتادہ،عطیہ،عوفی ومجاہد کا قول یہ ہے کہ رقیم اس پہاڑ کے نیچے ایک وادی کا نام ہے جس پہاڑ میں اصحاب کہف کا غار تھا۔بعض نے کہا کہ رقیم اسی پہاڑ کا نام ہے۔کعب احبار اور وہب بن منبہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رقیم ایلہ یعنی عقبہ کے قریب ایک شہر کا نام ہے جو بلادِ روم میں واقع ہے۔(معارف القرآن)

❸ **اصحابِ کہف اور اصحابِ رقیم کا مصداق:۔** جمہور محدثین ومفسرین اصحابِ کہف واصحاب رقیم کے ایک ہونے پر متفق ہیں کہ یہ دونوں ایک ہی جماعت کے دونام ہیں۔ان کو اصحابِ کہف کہنے کی وجہ ظاہر ہے کہ یہ جماعت ایک غار میں چھپی تھی الخ اور اصحاب رقیم کہنے کی وجہ رقیم کی مراد سے واضح ہے۔البتہ امام بخاریؒ نے اپنی کتاب میں یہ دوالگ الگ عنوان قائم کئے ہیں اور اصحاب کہف کے تحت یہی واقعہ ہے اور اصحاب رقیم کے تحت تین شخصوں کا مشہور واقعہ ذکر کیا ہے جو غار میں داخل ہوئے تو پہاڑ کی ایک چٹان کے ذریعہ غار کا منہ بند ہوگیا تھا اور تینوں نے اپنے اپنے نیک اعمال کے وسیلہ سے دعا کی تھی۔شارح بخاری حافظ ابن حجرؒ نے امام بخاریؒ کی بات کو تسلیم نہیں کیا اور کہا کہ یہ ایک ہی جماعت کے دونام ہیں۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۸ھ

الشق الاول ...... هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ ۝ يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ ۝ وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ ۝ كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۝ (پ۱۷۔ج:۱۹تا۲۲)

آیات کا ترجمہ اور تفسیر لکھیں۔هٰذان خصمٰن سے کون سے دوفریق مراد ہیں؟ واضح کریں۔خط کشیدہ کلمات کی لغوی تحقیق کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) هٰذان خصمان کی مراد (۴) کلمات مخطوطہ کی لغوی تحقیق۔

جواب ...... ❶ **آیات کا ترجمہ:۔** یہ دوگروہ ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار کے بارے میں جھگڑا کیا پس جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ان کے لئے آگ کے کپڑے تراشے جائیں گے، ان کے سروں کے اوپر کھولتا ہوا پانی انڈیلا جائے گا جس سے ان کے پیٹ کے اندر کی چیزیں اور ان کی کھالیں گل جائیں گی اور ان کے لئے لوہے کے ہتھوڑے ہوں گے، جب کبھی وہ غم اور تکلیف کی

وجہ سے اُس سے نکلنا چاہیں گے تو وہ اسی میں لوٹا دیئے جائیں گے اور (کہا جائے گا کہ) تم جلتی آگ کا مزہ چکھو۔

❷ **آیات کی تفسیر:۔** ماقبل کی آیات میں مؤمنین و کفار کے درمیان قیامت کے دن فیصلہ کا ذکر تھا، ان آیات میں اُس فیصلہ کی کچھ تفصیل ہے کہ کفار کو آگ کے کپڑے پہنائے جائیں گے یعنی ان کو آگ کا عذاب دیا جائے گا جو کپڑوں کی طرح ان کے پورے جسم کو محیط ہوگا اور ان کے سروں کے اوپر گرم کھولتا ہوا پانی ڈالا جائیگا جس سے ان کی آنتیں اور کھالیں سب کچھ گل جائے گا اور ان کو مارنے کیلئے لوہے کے بڑے بڑے ہتھوڑے و گرز ہونگے اور کبھی بھی ان کو اس عذاب سے چھٹکارا نہ ملے گا، جب بھی وہ عذاب سے تنگ آ کر اور گھبرا کر باہر نکلنا چاہیں گے تو ان کو دوبارہ اُسی عذاب میں دھکیل دیا جائے گا، گویا وہ ہمیشہ ہمیشہ اُسی میں ہی رہیں گے۔

❸ **هٰذان خصمان کی مراد:۔** خصمان سے مراد مؤمن و کفار ہیں اور کفار میں یہودی، نصرانی، صابی، مجوسی اور مشرک سب شامل ہیں جیسا کہ ماقبل کی آیت "**ان الذين آمنوا والذين هادوا والصابئين والنصارى والمجوس والذين اشركوا**" میں مذکور ہے۔

❹ **کلماتِ مخطوطہ کی لغوی تحقیق:۔** "خَصْمَانِ" یہ خَصْمٌ کا تثنیہ ہے بمعنی مدمقابل و مخالف۔

"**قُطِّعَتْ**" صیغہ واحد مؤنث غائب فعل ماضی مجہول از مصدر **تقطيع** (تفعیل، صحیح) بمعنی کاٹنا۔

"**اَلْحَمِيْمُ**" یہ صفت کا صیغہ ہے از مصدر **حَمًّا** (نصر، مضاعف) بمعنی گرم کرنا و پگھلانا۔

"**يُصْهَرُ**" صیغہ واحد مذکر غائب فعل مضارع مجہول از مصدر **صَهْرًا** (فتح صحیح) بمعنی پگھلانا۔

"**مَقَامِعُ**" یہ اسم آلہ کا جمع کا صیغہ ہے اس کا مفرد **مِقْمَعَةٌ** ہے بمعنی انسان کو مارنے والا لوہا یا لکڑی۔

الشق الثانی ...... اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى عَلَيْهِمْ وَاٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَآ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِى الْقُوَّةِ اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ ۝ وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِى الْاَرْضِ ط اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ (پ۲۰۔ قصص:۷۶و۷۷)

آیات مبارکہ کا ترجمہ اور مختصر تفسیر لکھیں۔ خط کشیدہ کلمات کی لغوی تشریح کریں۔ **ولا تنس نصيبك من الدنيا** میں نصیب دنیا سے کیا مراد ہے؟ واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) کلماتِ مخطوطہ کی لغوی تحقیق (۴) نصیب دنیا کی مراد۔

جواب ...... ❶ **آیات کا ترجمہ:۔** بیشک قارون موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں سے تھا پھر اس نے انہی پر زیادتی کی اور ہم نے اس کو اتنے خزانے دیئے تھے کہ ان کی چابیاں طاقتور لوگوں کی ایک جماعت سے بھی مشکل سے اٹھتی تھی، جب اس کو اس کی قوم نے کہا کہ اِترا و مت، بے شک اللہ تعالیٰ اِترانے والوں کو پسند نہیں کرتا، اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو کچھ دے رکھا ہے اس کے ذریعہ آخرت والے گھر کی کوشش کرو اور دنیا میں بھی اپنا حصہ نظر انداز نہ کرو اور تم بھی بھلائی کرو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ بھلائی

کی ہے اور زمین میں فساد مچانے کی کوشش نہ کرو، بیشک اللہ تعالیٰ فساد مچانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

❷ آیات کی تفسیر:۔ ماقبل کی آیات میں ایک رکوع قبل اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا تھا وما اوتیتم من شیئ فمتاع الحیوۃ الدنیا الخ کہ دنیا کے مال واسباب اور دولت چند روزہ ہے، اصل ودائمی نعمتیں تو آخرت کی ہیں لہٰذا دنیاوی زندگی میں لگ جانا عقل ودانشمندی نہیں ہے چنانچہ ان آیات میں فرعون کا ذکر ہے جس نے آخرت کو چھوڑ کر دنیا کو ہی سب کچھ سمجھا اور ہلاک ہوا، تو فرمایا کہ قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم یعنی بنی اسرائیل کا ہی ایک فرد تھا اور اس کو اتنا مال ومتاع دیا گیا تھا کہ اسکے خزانوں کی چابیاں ایک طاقتور جماعت بھی مشکل سے اٹھاتی تھی۔ قوم نے جب اس کو سمجھانے کی کوشش کی تو وہ ظلم وتکبر کرنے لگا۔ قوم نے کہا کہ مال ودولت پر اترانا اچھا نہیں ہے، آخرت کی بھی فکر کر اور جو کچھ تجھے مال ودولت، عمر وقوت اور صحت وغیرہ ملی ہے ان سے وہ کام لے جو آخرت میں تیرے کام آئے اور تو بھی لوگوں کے ساتھ اسی طرح اچھا سلوک وبرتاؤ کر جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا ہے اور بالخصوص دنیا میں فساد کا خواہاں نہ بن، کیونکہ فسادی لوگ اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہیں مگر وہ نہ مانا، اس کا انجام یہ ہوا کہ اس کو زمین میں دھنسا دیا گیا۔

❸ کلمات مخطوطہ کی لغوی تحقیق:۔ "اَلْعُصْبَةِ" یہ مفرد ہے اس کی جمع عُصَبٌ ہے بمعنی جماعت وگروہ۔

"اَلْکُنُوْزِ" یہ جمع ہے اس کا مفرد کَنْزٌ ہے بمعنی مدفون خزانہ۔ مصدر کَنْزًا (ضرب) بمعنی جمع وذخیرہ کرنا۔

"مَفَاتِحَه" یہ جمع ہے اس کا مفرد مِفْتَحٌ ہے بمعنی کنجی وچابی۔ مصدر فَتْحٌ (فتح) بمعنی کھولنا۔

"لَتَنُوْٓاُ" یہ نَوْءٌ (نصر، اجوف ومہموز) سے مضارع کا صیغہ ہے بمعنی مشقت وتکلیف سے اٹھانا۔

"اَلْفَرِحِیْنَ" یہ صفت کا جمع کا صیغہ ہے اس کا مفرد فَرِحٌ ہے از مصدر فَرَحًا (سمع) بمعنی خوش ہونا۔

❹ نصیب دنیا کی مراد:۔ اکثر مفسرین کے نزدیک اس سے مراد دنیا کی عمر اور اس میں کئے ہوئے وہ نیک اعمال ہیں جو اس کو آخرت میں بھی کام آئیں جس میں صدقہ خیرات بھی شامل ہے، اس صورت میں دوسرا جملہ پہلے جملہ کی تاکید ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تجھے دیا ہے یعنی مال ودولت، عمر اور قوت وصحت ان سب سے وہ کام لے جو آخرت میں تیرے کام آئے اور درحقیقت دنیا کا یہی حصہ تیرا ہے، پیچھے چھوڑا ہوا تو سب کچھ وارثوں کا ہے۔ بعض مفسرین نے کہا کہ دوسرے جملے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو کچھ دیا ہے اس سے آخرت کا سامان بھی کرو مگر اپنی دنیاوی ضروریات کو بھی نہ بھلاؤ کہ سب صدقہ خیرات کر کے کنگال ہو جاؤ بلکہ معاشی ضروریات کے بقدر اپنے لئے بھی رکھو۔ (معارف القرآن)

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۲۸ھ

الشق الاول ...... عَنْ فُضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: كُلُّ مَيِّتٍ يُخْتَمُ عَلٰى عَمَلِهٖ اِلَّا الْمُرَابِطَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاِنَّهٗ يَنْمِىْ لَهٗ عَمَلُهٗ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَيُؤَمَّنُ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ۔ (حدیث:۱۲۹۳)

وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا مِنْ مَكْلُوْمٍ يُكْلَمُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِلَّا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَكَلْمُهٗ يَدْمِىْ اَللَّوْنُ لَوْنُ دَمٍ وَالرِّيْحُ رِيْحُ مِسْكٍ۔ (حدیث:۱۲۹۵)

مذکورہ دونوں حدیثوں پر اعراب لگا کر واضح ترجمہ کریں۔ خط کشیدہ کلمات کی لغوی تحقیق کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) احادیث پر اعراب (۲) احادیث کا ترجمہ (۳) کلماتِ مخطوطہ کی لغوی تحقیق۔

جواب ...... ❶ احادیث پر اعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔

❷ احادیث کا ترجمہ:۔ حضرت فضالہ بن عبیدؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہر میت کے عمل کو مہر لگا کر بند کر دیا جاتا ہے مگر اللہ کی راہ میں پہرہ دینے والا اس کا عمل اس کیلئے قیامت تک بڑھتا رہے گا اور وہ شخص قبر کے فتنہ سے محفوظ رہے گا۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کوئی شخص اللہ کے راستے میں زخم کھانے والا نہیں ہوگا مگر وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اُسکے زخموں سے خون ٹپک رہا ہوگا جس کا رنگ خون جیسا ہوگا اور خوشبو مشک (کستوری) کی طرح ہوگی۔

❸ کلماتِ مخطوطہ کی لغوی تحقیق:۔ كَلْمَةٌ یہ مفرد ہے اس کی جمع كُلُوْمٌ، كِلَامٌ ہے بمعنی زخم۔

"اَلْمُرَابِطُ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر مُرَابَطَةٌ (مفاعلہ) بمعنی پہرہ دینا اور دشمن کی سرحد کے پاس قیام کرنا۔

"يَنْمِیْ" صیغہ واحد مذکر غائب فعل مضارع معلوم از مصدر نَمْيًا (ضرب، ناقص) بمعنی بڑھنا و زیادہ ہونا۔

"مَكْلُوْمٍ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم مفعول از مصدر كَلْمٌ (نصر و ضرب) بمعنی زخمی کرنا۔

"يَدْمِیْ" صیغہ واحد مذکر غائب فعل مضارع معلوم از مصدر دَمْيٌ و دُمِيًّا (ضرب، ناقص) بمعنی خون بہنا۔

الشق الثانی ...... **عَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ جُوَيْرِيَةَ بِنْتِ الْحَارِثِؓ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ خَرَجَ مِنْ عِنْدِهَا بُكْرَةً حِيْنَ صَلَّى الصُّبْحَ وَهِیَ فِیْ مَسْجِدِهَا، ثُمَّ رَجَعَ بَعْدَ اَنْ اَضْحٰى وَهِیَ جَالِسَةٌ فَقَالَ: مَازِلْتِ عَلَى الْحَالِ الَّتِیْ فَارَقْتُكِ عَلَيْهَا قَالَتْ نَعَمْ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ لَقَدْ قُلْتُ بَعْدَكِ اَرْبَعَ كَلِمَاتٍ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ لَوْ وُزِنَتْ بِمَا قُلْتِ مُنْذُ الْيَوْمِ لَوَزَنَتْهُنَّ۔** (حدیث:۱۴۳۳)

حدیث شریف پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ اربع کلمات کون سے کلمات ہیں؟ تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) حدیث پر اعراب (۲) حدیث کا ترجمہ (۳) اربع کلمات کی مراد۔

جواب ...... ❶ حدیث پر اعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔

❷ حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت جویریہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ صبح سویرے اُن کے پاس سے تشریف لے گئے جبکہ آپ ﷺ نے صبح کی نماز ادا فرمائی اور وہ اپنی جگہ پر بیٹھی ہوئی تھیں پھر آپ ﷺ چاشت کے بعد لوٹے اور وہ اُسی حال میں بیٹھی ہوئی تھیں پس آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو اُسی حال میں بیٹھی ہے جس حال میں مَیں تجھ سے جدا ہوا؟ انہوں نے عرض کیا جی ہاں، پس آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ البتہ مَیں نے تیرے بعد چار کلمات تین مرتبہ کہے ہیں اگر اُن کلمات کا اُس چیز کے ساتھ وزن کیا جائے جو تو نے آج کہا ہے تو وہ البتہ میرے والے کلمات اُن سے وزنی ہوں گے۔

❸ اربع کلمات کی مراد:۔ **سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ خَلْقِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ رِضَا نَفْسِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ زِنَةَ عَرْشِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ مِدَادَ كَلِمَاتِهٖ۔ (سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ خَلْقِهٖ وَ رِضَا نَفْسِهٖ وَ زِنَةَ عَرْشِهٖ وَ مِدَادَ كَلِمَاتِهٖ)۔**

✱◯✱◯✱

الورقة الثانية
فقه
شرح وقایه اخیرین

﴿الورقة الثانية : فی الفقه﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۲۶ھ

الشق الاوّل ......فان باع صبرة على أنها مائة صاع بمائة وهی أقل أو أكثر أخذ المشتری الأقل بحصته أوفسخ البيع ومازاد للبائع، وان باع المذروع هكذا أخذ الأقل بكل الثمن أوترك والأكثرله بلا خيارللبائع . (ص۱۲-ج۳-رحمانیہ)

عبارت میں ذکر کردہ مسائل کی تشریح کریں، کپڑے کے اندر ذراع کو شارح رحمہ اللہ نے وصف قرار دیا ہے، اس کی وضاحت کریں، بیع کے لغوی اور شرعی معنی بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں تین امور حل طلب ہیں (۱) عبارت میں مذکور مسائل کی تشریح (۲) کپڑے میں ذراع کو وصف قرار دینے کی تشریح (۳) بیع کا لغوی اور شرعی معنی۔

جواب ...... ❶ عبارت میں مذکور مسائل کی تشریح:۔ اس عبارت میں مصنف رحمہ اللہ نے دو مسئلے ذکر کئے ہیں۔

① اگر کسی شخص نے کیلی یا وزنی چیز مثلاً گندم چاول وغیرہ کا ڈھیر بیچا اس شرط پر کہ یہ سو صاع ہیں سو درہم کے عوض پھر جب مشتری نے اس کو کیل یا وزن کیا تو وہ کم یا زیادہ نکلا تو کمی کی صورت میں مشتری کو اختیار ہے چاہے تو اس کے بقدر ثمن دے کر وہ غلہ خرید لے یا بیع فسخ کر دے کیونکہ جس مقدار پر عقد ہوا تھا وہ مطلوبہ مقدار موجود نہیں ہے اور اگر زائد نکلے تو زائد مبیع بائع کی ہوگی کیونکہ وہ زائد حصہ بائع نے فروخت ہی نہیں کیا ہے۔ اور مشتری کو فسخ کا اختیار بھی نہیں ہوگا کیونکہ اس کی مطلوبہ مقدار اس کو مل چکی ہے۔

② اگر کسی شخص نے مذروعی چیز مثلاً کپڑے کا ایک تھان بیچا اس شرط پر کہ یہ سو گز ہے سو درہم کے عوض لیکن جب مشتری نے اس کپڑے کی پیائش کی تو وہ کپڑا مقررہ مقدار سے کم یا زیادہ نکلا تو کم ہونے کی صورت میں مشتری کو چاہئے کہ کل ثمن دے کر اس کپڑے کو لے لے یا بیع کو فسخ کر دے، کیونکہ کپڑے میں لمبائی ایک وصف ہے اور اوصاف کے مقابلہ میں ثمن نہیں ہوتے یعنی شرعاً مشتری کو یہ اختیار نہیں کہ وہ کہے کہ مبیع کے اندر وصف کم ہے اس لئے اس کی قیمت کم کر دوں۔ البتہ اگر بائع اپنی رضا مندی سے قیمت کم کر دے تو اس کو اختیار ہے، مبیع کے ناقص ہونے کی وجہ سے مشتری کو بیع فسخ کرنے کا حق حاصل رہے گا۔ اور اگر کپڑا مقررہ مقدار سے زیادہ نکل آئے تو ثمن میں زیادتی کے بغیر ہی وہ زائد کپڑا مشتری کا ہوگا۔ بائع اس زائد کپڑے کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔ کیونکہ وہ کمی زیادتی بمنزلِ وصف کے ہے اور وصف کے مقابلے میں ثمن نہیں ہوتے۔

❷ کپڑے میں ذراع کو وصف قرار دینے کی تشریح:۔ کپڑے کے ذراع میں تفصیل یہ ہے کہ ذراع کبھی تو مذروع کے لئے وصف ہوتا ہے۔ اور کبھی ذراع مقصود ہوتا ہے اور عین کے قائم مقام ہوتا ہے۔ اوّل صورت میں اس کے مقابلے میں ثمن نہیں ہوں گے۔ کیونکہ ثمن وصف کے مقابلہ میں نہیں ہوتے اور دوسری صورت میں اس کے مقابلہ میں ثمن ہوں گے کیونکہ یہاں ذراع عین ہے مثلاً بائع یہ کہے کہ اس کپڑے کا ہر گز ایک درہم میں فروخت کرتا ہوں۔ گویا کہ بائع نے یہ کہا کہ اس کپڑے کا ہر ذراع ایک جزء ہے اور ہر جزء ایک درہم کا ہے۔ اس صورت میں ذراع عین اور جزء کے قائم مقام ہو جائیگا اور ذراع کے مقابلے میں ثمن ہونگے۔

③ بیع کا لغوی وشرعی معنی:۔ لفظ بیع اضداد کی قبیل سے ہے اس کا معنی خرید وفروخت دونوں ہے اور اصطلاحِ شرع میں **هو مبادلة المال بالمال بالتراضی** (آپس کی رضامندی سے ایک مال کا دوسرے مال سے تبادلہ بیع ہے)۔

الشق الثانی ......**اَلْمُرَابَحَةُ، هِیَ بَیْعُ الْمُشْتَرِیْ بِثَمَنِهٖ وَفَضْلٍ، وَالتَّوْلِیَةُ بَیْعُهٗ بِهٖ بِلَافَضْلٍ، وَشَرْطُهُمَا شِرَاؤُهٗ بِمِثْلِیٍّ، وَلَهٗ ضَمُّ أَجْرِ الْقَصَّارِ وَالصَّبَّاغِ وَالطَّرَّازِ وَالْفَتْلِ وَالْحَمْلِ اِلٰی ثَمَنِهٖ۔** (ص۵۵۔ج۳۔رحمانیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر تشریح کریں، مرابحہ اور تولیہ کا حکم بیان کریں، دَین اور قرض کے درمیان فرق بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں چار امور حل طلب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کی تشریح (۳) بیع مرابحہ اور تولیہ کا حکم (۴) دَین اور قرض میں فرق۔

جواب...... ① عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

② عبارت کی تشریح:۔ مصنف رحمہ اللہ نے عبارت میں پہلے بیع مرابحہ اور بیع تولیہ کی تعریف ذکر کی ہے اور پھر ان کی شرط کو ذکر کیا ہے، مرابحہ یہ ہے کہ مشتری کسی چیز کو ثمن اوّل اور کچھ نفع کے ساتھ دوسرے کو فروخت کرے یعنی مشتری نے جس قیمت پر کوئی چیز خریدی ہے آگے فروخت کرتے وقت اس کے بارے میں مشتری ثانی کو صراحۃً بتائے کہ میں نے یہ چیز اتنے میں خریدی تھی اور تم سے اتنا نفع لے کر تمہیں فروخت کر رہا ہوں۔ بیع تولیہ یہ ہے کہ مشتری کسی چیز کو ثمنِ اول پر بغیر منافع کے دوسرے کو فروخت کر دے یعنی جس ثمن پر اس نے وہ چیز خریدی تھی اسی ثمن پر آگے دوسرے کو فروخت کر دے۔

بیع مرابحة اور **بیع تولیه** کے صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ وہ ثمن مثلی ہو یعنی ذوات الامثال کے قبیل سے ہو ذوات القیم کے قبیل سے نہ ہو یعنی کیلی وزنی یا عددِ متقاربہ کے قبیل سے ہو کیونکہ ان دونوں بیع کا تعلق اعتماد و دیانتداری پر مبنی ہے اور مشتری بیع تولیہ میں اس بات سے خوش ہوتا ہے کہ میں نے یہ چیز ثمنِ اول پر خرید لی ہے جس ثمن پر بائع نے خریدی تھی اور بائع نے اس سے کوئی نفع نہیں لیا۔ اور بیع مرابحہ میں وہ مشتری اس بات سے خوش ہو جاتا ہے کہ میں نے یہ چیز ثمنِ اول پر تھوڑا سا نفع دے کر خریدی ہے۔ اور یہ خوش ہونا ذوات الامثال میں ظاہر ہوتا ہے۔ ذوات القیم میں ظاہر نہیں ہوتا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ ذوات القیم کی قیمت بازار میں مجہول ہوتی ہے جبکہ ان دونوں بیع کی بنیاد دیانتداری پر ہے کہ اصل قیمت بتانی پڑتی ہے اور اصل قیمت کا پتہ لگانا ذوات القیم میں مشکل ہے اور ذوات الامثال میں ممکن ہے۔ اسلئے یہ دونوں بیع ذوات الامثال میں جائز ہوں گی نہ کہ ذوات القیم میں۔ البتہ ان دونوں بیع میں بائع کیلئے یہ بات جائز ہے کہ وہ کپڑے کو دھلوانے کی اجرت، رنگوانے اور نقش و نگار بنانے اور اس کی کناری بنوانے وغیرہ کی اجرت اور اسی طرح بار برداری کی اجرت اصل ثمن کے ساتھ ملا دے۔ لیکن بیچتے وقت مشتری سے یہ کہے کہ مجھے یہ کپڑا اتنے میں پڑا ہے یہ نہ کہے کہ میں نے اتنے میں خریدا ہے۔ کیونکہ اس صورت میں جھوٹ ہو جائیگا۔

③ بیع مرابحہ اور تولیہ کا حکم:۔ بیع مرابحہ اور تولیہ دونوں شرط مذکور کے ساتھ صحیح ہیں مکمل تفصیل ابھی گزر چکی ہے۔

④ دَین اور قرض میں فرق:۔ دَین کسی عقد وغیرہ کے نتیجہ میں لازم ہوتا ہے مثلاً مبیع کے ثمن، بدلِ خلع وغیرہ اور قرض رقم کے بدلہ میں رقم کی ادائیگی کو کہتے ہیں مثلاً دس درہم قرض لیا تو یہ قرض ہے، نیز دَین میں وقتِ مقرر سے قبل مطالبہ جائز نہیں ہے اور قرض

کی کوئی مدت وقت مقرر نہیں جب چاہے مطالبہ کرسکتا ہے وگرنہ سود لازم آئے گا۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۲٦ھ

الشق الاوّل ......**والکفالة بالمال تصح، وان جهل المکفول به، اذا صح دینه، بنحو: کفلت بمالك علیه ، أو بمایدرکك فی هذا البیع، أو علق الکفالة بشرط ملائم......** (ص۹۸۔ج۳۔رحمانیہ)

عبارت کی وضاحت کریں، کفالت بالمال اور کفالت بالنفس کی تعریف اور حکم بیان کریں، ضمان درک کس کو کہتے ہیں؟ وضاحت کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حل تین امور میں ہیں (۱) عبارت کی وضاحت (۲) کفالت بالمال اور کفالت بالنفس کی تعریف وحکم (۳) ضمانِ درک کی تعریف اور وضاحت۔

جواب ...... ❶ عبارت کی وضاحت:۔ مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کفالت بالمال درست ہے اگر چہ مکفول بہ (مال جس کی کفالت لی گئی) کی مقدار معلوم نہ ہو بشرطیکہ وہ مال دَینِ صحیح کے نتیجے میں واجب ہوا اور دَینِ صحیح وہ دَین ہے جو ادائیگی یا معافی کے بغیر ساقط نہ ہو لہٰذا مکاتب کا **بدلِ کتابت** جو آقا کا غلام کے ذمے دَین ہوتا ہے وہ اس تعریف سے خارج ہے اس لئے کہ وہ دین غیر صحیح ہے کیونکہ وہ مکاتب کے عاجز آنے کی صورت میں بھی ساقط ہو جاتا ہے۔

اس کے بعد مصنف رحمہ اللہ کفالت بالمال کے الفاظ بیان فرمارہے ہیں، چنانچہ فرمایا کہ کفیل کے **كَفَلْتُ بِمَالَكَ عَلَيْهِ** (فلاں کے ذمے جو تمہارا مال ہے۔ میں اس کا کفیل وضامن ہوں) کہنے سے، اگر چہ اس مال کی مقدار یا وصف مجہول ہو تب بھی کفالت درست ہے۔اسی طرح اگر کفیل یہ الفاظ کہے **كَفَلْتُ بِمَايُدْرِكُكَ فِيْ هٰذَا الْبَيْعِ** تمہیں اس بیع کے اندر جو نقصان لاحق ہوگا اس کا میں ضامن ہوں) یا کفالت کو کسی مناسب شرط کیساتھ معلق کر دیا ان تمام صورتوں میں کفالت درست ہے مثلاً کفیل نے یہ کہا **مَابَايَعْتَ فَلَانًا فَعَلَيَّ** اگر تو فلاں سے بیع کرے تو میں اس کا ضامن ہوں میں اس کے ثمن ادا کروں گا **فَعَلَيَّ** (جو تیرے لئے فلاں شخص پر واجب ہوگا میں اس کا ذمہ دار ہوں) یا کفیل نے یہ کہا **مَاغَصَبَكَ فَعَلَيَّ** (فلاں شخص جو کچھ تجھ سے غصب کریگا وہ میرے ذمے ہے۔) الحاصل ان تمام صورتوں میں مکفول بہ کے مجہول ہونے کی باوجود بھی کفالت بالمال درست ہے۔

❷ کفالت بالمال اور کفالت بالنفس کی تعریف وحکم:۔ کفالت بالنفس: میں شخصی ضمانت ہوتی ہے کہ اگر یہ شخص فلاں وقت پر حاضر نہ ہوا تو میں اس کو حاضر کرنے کا ذمہ دار ہوں۔

کفالت بالمال: میں مال کی ضمانت ہوتی ہے کہ میں فلاں آدمی کا کفیل وضامن ہوں کہ اگر اس نے یہ پیسے ادا نہ کیے تو میں ادا کرونگا۔

ان کا پہلا حکم یہ ہے کہ یہ دونوں کفالتیں جائز ہیں اور دوسرا حکم یہ ہے کہ پہلی قسم میں جب مکفول لہ مکفول بہ کے حاضر کرنے کا مطالبہ کرے تو کفیل پر اس کو حاضر کرنا لازم ہوگا۔اور دوسری قسم میں مکفول عنہ نے انکار کر دیا اور مکفول لہ نے کفیل سے مکفول بہ کے ادا کرنے کا مطالبہ کیا تو کفیل پر مکفول بہ کا ادا کرنا لازم ہوگا، پھر اگر کفیل مکفول عنہ کے حکم سے کفیل بنا تھا تو کفیل مکفول عنہ پر رجوع کر سکتا ہے۔اور اگر وہ از خود کفیل بنا تھا تو پھر مکفول عنہ سے رجوع ومطالبہ نہیں کر سکتا۔

❸ ضمانِ درک کی تعریف اور وضاحت:۔ کوئی آدمی ایک چیز خریدنا چاہتا ہے مگر وہ ڈرتا ہے کہ اس چیز کا کوئی مستحق نہ نکل

آ ئے یا کوئی اور دھوکہ فریب میرے ساتھ نہ ہو جائے تو کفیل مشتری سے کہتا ہے کہ تجھے اس بیع کے اندر استحقاق وغیرہ کی وجہ سے کوئی نقصان ہوا تو میں اس کا ضامن ہوں۔ تو اس ضمان کو ضمانِ درک کہتے ہیں۔ اب اگر اس صورت میں بیع کا کوئی مستحق نکل آئے اور وہ مبیع لے جائے تو کفیل کے ذمے لازم ہے کہ وہ مشتری کو بائع سے ثمنِ مبیع واپس دلوائے۔ مثلاً احمد نے اکرم سے دس ہزار میں ایک سائیکل خریدی اور خالد نے احمد کو کہا کہ اگر تجھے اس بیع میں نقصان ہوا تو میں اس کا ضامن ہوں۔ اس کے بعد اشرف آیا اس نے سائیکل دیکھ کر کہا کہ یہ سائیکل میری ہے۔ اور وہ سائیکل لے گیا۔ خالد کے لئے لازم ہے کہ دس ہزار روپے احمد کو دے اور وہ خود اکرم سے رجوع کر سکتا ہے اگر اس کے کہنے پر کفالت اٹھائی۔

الشق الثانی ...... **وَصَحَّ الْإِيْصَاءُ بِلَاعِلْمِ الْوَصِيِّ بِهٖ، لَاالتَّوْكِيْلُ ، شُرِطَ خَبَرُ عَدْلٍ أَوْ مَسْتُوْرَيْنِ لِعَزْلِ الْوَكِيْلِ وَلِعِلْمِ السَّيِّدِ بِجِنَايَةِ عَبْدِهٖ وَلِلشَّفِيْعِ بِالْبَيْعِ، وَالْبِكْرِ بِالنِّكَاحِ، وَمُسْلِمٍ لَمْ يُهَاجِرْ بِالشَّرَائِعِ ، لَابِصِحَّةِ التَّوْكِيْلِ .** (ص۱۴۹۔ ج۳۔ رحمانیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، عبارت کی تشریح بطرزِ شارح کریں، تحکیم اور قضاء میں فرق بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں چار امور طلب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) عبارت کی تشریح بطرزِ شارح (۴) تحکیم اور قضاء میں فرق۔

جواب ...... ① **عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔**

② **عبارت کا ترجمہ:۔** وصی کے علم کے بغیر اس کو وصی بنانا صحیح ہے وکیل بنانا صحیح نہیں ہے۔ وکیل کو معزولی کی خبر دینے کے لئے اور آقا کو اس کے غلام کی جنایت کی خبر دینے کے لئے اور شفیع کو بیع کی خبر دینے کے لئے اور باکرہ عورت کو اس کے نکاح کی خبر دینے کے لئے اور وہ مسلمان جس نے دارالاسلام کی طرف ہجرت نہیں کی اس کو شرعی احکام کی خبر دینے کے لئے ایک عادل شخص یا دو مستور الحال افراد کا خبر دینا شرط کیا گیا ہے، نہ کہ وکالت کی صحت کے لئے۔

③ **عبارت کی تشریح بطرزِ شارح:۔** مذکورہ عبارت میں مصنف رحمہ اللہ نے متعدد مسئلے ذکر کئے ہیں۔ ① کسی نے ایک شخص کو اپنے مرنے کے بعد امور انجام دینے کا وصی بنا دیا اور اس وصی کو اس بات کا علم نہ تھا۔ پس موصی کے مرنے کے بعد اس شخص نے اس کے ترکہ میں سے کوئی چیز فروخت کر دی تو یہ بیع جائز ہے ② اگر کسی شخص نے دوسرے کو بیع کا وکیل بنایا اور اس وکیل کو اس وکالت کا علم نہیں تھا۔ اب اس وکیل نے مؤکل کی کوئی چیز بیچ دی تو اس کی یہ بیع جائز نہ ہوگی ③ مؤکل نے اپنے وکیل کو معزول کر دیا اور ایک عادل آدمی نے یا دو مستور الحال آدمیوں نے اس وکیل کو اس بات کی اطلاع دی کہ تیرے مؤکل نے تجھے وکالت سے معزول کر دیا ہے تو اس خبر کے بعد اس وکیل کے لئے تصرف کرنا جائز نہیں ہے لیکن اگر کسی فاسق نے یا ایک مستور الحال آدمی نے اس وکیل کو معزولی کی خبر دی تو وہ معزول نہ ہوگا اور اس کی خبر کا کوئی اعتبار نہ ہوگا۔ لہٰذا اس کے بعد اس وکیل کا تصرف جائز ہوگا ④ کسی غلام نے خطأً کوئی جنایت کر لی، اس کے آقا کو ایک عادل یا دو مستور الحال آدمیوں نے خبر دی اس کے باوجود آقا نے وہ غلام آزاد کر دیا۔ تو اس اطلاع کے باوجود غلام کو آزاد کرنا اس بات کی علامت ہے کہ وہ آقا اس جنایت کا فدیہ دینے کو اختیار کر رہا ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ

جب کسی شخص کا غلام جنایت کرتا ہے تو اس کے آقا کو دو اختیار ملتے ہیں یا تو آقا اس غلام کو صاحب جنایت کے حوالے کر دے یا پھر جنایت کا فدیہ اور بدلہ دے۔ مذکورہ مسئلہ میں جب آقا نے ایک عادل یا دو مستور الحال آدمیوں کے خبر دینے کے باوجود آزاد کر دیا تو معلوم ہوا کہ وہ غلام دینا گوارہ نہیں کر رہا بلکہ فدیہ کو اختیار کر رہا ہے، لہٰذ فدیہ لازم ہو جائے گا ⑤ کوئی مکان فروخت ہوا اور شفیع کو اس کے پڑوس میں مکان کے بکنے کی اطلاع دی گئی لیکن وہ خاموش رہا۔ اب اگر خبر دینے والا عادل آدمی تھا یا دو مستور الحال آدمی تھے تو شفیع کا خاموش رہنا حقِ شفع کو ساقط کر دے گا لیکن اگر خبر دینے والا فاسق تھا یا ایک مستور الحال آدمی تھا تو شفیع کی خاموشی حق شفع کو ساقط نہیں کرے گی ⑥ باکرہ عورت کو اس کے نکاح کی اطلاع دی گئی اور وہ خاموش رہی تو اگر اطلاع دینے والا ایک عادل آدمی یا دو مستور الحال آدمی تھے تو اس صورت میں خاموشی رضامندی کی دلیل ہوگی اور اگر خبر دینے والا فاسق یا ایک مستور الحال مرد تھا تو اس صورت میں خاموشی رضامندی کی علامت و دلیل نہ ہوگی ⑦ وہ مسلمان جس نے درالاسلام کی طرف ہجرت نہیں کی بلکہ دارالکفر میں مقیم ہے اس کو دارالحرب میں ایک عادل آدمی نے یا دو مستور الحال آدمیوں نے شریعت کے احکامات کے بارے میں بتلایا تو اس شخص کے لئے ان احکامات پر عمل کرنا واجب ہوگا اگر وہ عمل نہیں کرے گا تو قیامت کے دن پکڑ ہوگی۔ اور اگر ایک فاسق آدمی نے یا ایک مستور الحال آدمی نے خبر دی تو پھر عمل کرنا اس شخص پر واجب نہ ہوگا اور ان احکامات کے ترک پر کوئی گرفت نہیں ہوگی۔

⑧ وکالت کے صحیح ہونے کے لئے ایک عادل یا دو مستور الحال آدمیوں کا اطلاع دینا شرط نہیں ہے۔ لہٰذا ایک فاسق آدمی نے اس کی اطلاح دی کہ فلاں شخص نے تجھے بیع کا وکیل بنایا ہے اور اس اطلاع کی وجہ سے وہ وکیل بن کر بیع کر لے تو اس کی بیع درست ہو جائے گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عدد یعنی گواہوں کا دو ہونا اور عادل ہونا گواہی میں اس لئے شرط کیا گیا ہے کہ گواہی سے مقصد ہی محض دوسرے پر کسی چیز کو لازم کرنا ہوتا ہے لہٰذا گواہی کا مؤکد اور مضبوط ہونا ضروری ہے۔ اور وکیل بنانے میں وکیل پر کوئی چیز لازم نہیں ہوتی بلکہ اعزازی طور پر ایک حق دیا جاتا ہے جس میں اس کو اختیار ہوتا ہے کہ چاہے وہ کام کرے یا نہ کرے۔ لہٰذا اس کی اطلاع میں شہادت کی دونوں وصفوں عدد اور عدالت کا پایا جانا شرط نہیں ہے۔ جہاں تک عزلِ وکیل اور اس جیسے دوسرے مسائل ہیں ان میں دو حیثیتیں ہیں۔ یہ من وجہ الزام ہے۔ اور من وجہ الزام نہیں۔ اگر یہ دیکھا جائے کہ اطلاع ملنے پر وکیل کا تصرف اس کی اپنی طرف سے تصرف سمجھا جائے گا اس میں وکیل کا ضرر ہے اور یہ بمنزلِ شہادت کے ہے اور شہادت میں عدالت اور عدد دونوں ضروری ہیں تو اس لحاظ سے دونوں وصفوں کا پایا جانا شرط ہوا۔ اور اگر یہ دیکھا جائے کہ مؤکل اپنے وکیل کو معزول کر کے اپنی ذات کے حق میں تصرف کر رہا ہے اور اپنا کام جو وکیل کے سپرد کیا تھا خود کرنا چاہتا ہے۔ اس لحاظ سے کوئی الزام نہیں ہے تو معزولی کی خبر شہادت کا درجہ نہیں رکھتی اس لئے عدد اور عدالت دونوں وصفیں شرط نہیں ہونی چاہئے۔ تو ہم نے دونوں حیثیتوں کو سامنے رکھتے ہوئے یہ حکم لگایا ہے کہ ان دو وصفوں میں سے ایک کا پایا جانا شرط ہے یا عدد ہو یا پھر عدالت ہو تا کہ دونوں جانبوں کی رعایت ہو سکے۔

④ **تحکیم اور قضاء کے درمیان فرق:۔** قضاء و تحکیم میں پہلا فرق یہ ہے کہ قاضی کا تقرر بادشاہ کی طرف سے ہوتا ہے جبکہ حکم کا تقرر خصمین کی رضامندی سے ہوتا ہے، دوسرا فرق یہ ہے کہ قاضی کا فیصلہ تمام لوگوں پر نافذ ہوتا ہے جبکہ حکم کا فیصلہ صرف خصمین (جنہوں نے اسے حکم بنایا ہے) پر نافذ ہوتا ہے، تیسرا فرق یہ ہے کہ قاضی کا فیصلہ حدود و قصاص سمیت تمام چیزوں میں نافذ ہوتا ہے جبکہ حکم کا فیصلہ حدود و قصاص میں نافذ نہیں ہوتا۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۲۶ھ

الشق الاول ......وَيَصِحُّ بِشِرَاءِ شَيْئٍ جَهْلَ جِنْسُهُ مِنْ وَجْهٍ كَالْعَبْدِ ، وَذُكِرَ نَوْعُهُ كَالتُّرْكِيِّ أَوْ ثَمَنٌ عَيَّنَ نَوْعًا بِشِرَاءِ عَيْنٍ بِدَيْنٍ لَهُ عَلَى وَكِيْلِهِ ، وَفِيْ غَيْرِ عَيْنٍ إِنْ هَلَكَ فِيْ يَدِالْوَكِيْلِ هَلَكَ عَلَيْهِ، فَإِنْ قَبَضَهُ آمِرُهُ فَهُوَلَهُ۔

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، عبارت کی تشریح بطرزِ شارح لکھیں اس طرح کہ امام صاحب اور صاحبین رحمہم اللہ کا اختلاف اور منشا اختلاف واضح ہو جائے۔ (ص ۱۸۶، ج ۳۔ رحمانیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال میں چار امور توجہ طلب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) عبارت کی تشریح (۴) مسئلہ مذکورہ میں امام صاحب اور صاحبین رحمہم اللہ کا اختلاف اور منشاءِ اختلاف۔

جواب ...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ اور ایسی چیز کو خریدنے کی وکالت درست ہے جس کی جنس من وجہ مجہول ہو جیسے غلام اور اس غلام کی نوع ذکر کی گئی ہو جیسے ترکی یا ایسے ثمن ذکر کئے گئے ہوں جس نے نوع کو متعین کر دیا ہو۔ اور کسی معین چیز کو خریدنے کے لئے اس دَین کے عوض وکیل بنانا درست ہے جو دَین مؤکل کا وکیل کے ذمے ہے۔ اور غیر معین چیز میں اگر وکیل کے قبضہ میں مبیع ہلاک ہو گئی تو اس وکیل پر ہلاک ہوگی۔ پس اگر آمر یعنی مؤکل نے اس پر قبضہ کر لیا تھا تو اب آمر یعنی مؤکل کے مال سے ہلاک ہوگی۔

❸ عبارت کی تشریح بطرزِ شارح:۔ عبارت کا حاصل یہ ہے کہ ایسی چیز کو خریدنے کا وکیل بنانا درست ہے جس کی من وجہ جنس مجہول ہو جیسے غلام۔ اور اس غلام کی نوع بیان کر دے جیسے میرے لئے ترکی غلام خرید لے یا مؤکل غلام کی نوع تو بیان نہ کرے لیکن اسکے ایسے ثمن بیان کر دے کہ وہ ثمن اس غلام کی نوع کو معین کر دے تو یہ وکالت درست ہوگی۔ غلام من وجہ معلوم الجنس ہے اس لئے کہ لفظِ غلام بولنے سے باندی خارج ہو جائے گی۔ لیکن غلام منفعت اور حسن و جمال کے اعتبار سے گویا کہ مختلف الاجناس ہے۔ جیسے ترکی غلام، حبشی، ہندی غلام وغیرہ لہٰذا اگر مؤکل غلام کی نوع متعین کر دے مثلاً یہ کہے کہ ترکی غلام خرید لاؤ تو اب یہ وکالت درست ہو جائیگی اسی طرح اگر نوع کو بیان نہ کرے لیکن غلام کے ثمن بیان کر دے مثلاً یہ کہے دس ہزار والا خرید لاؤ اور اس قیمت کی تعیین کے ذریعے غلام کی نوع متعین ہو جاتی ہو تو یہ وکالت درست ہوگی کیونکہ اصل مقصود تو جہالت کا رفع کرنا ہے خواہ کسی ذریعہ سے ہو۔

مصنف رحمہ اللہ کی عبارت "بشراء عین" کا عطف "بشراء شئ" پر ہے، مطلب یہ ہے کہ کسی معین چیز کو اس دَین کے عوض خریدنے کیلئے بھی وکیل بنانا درست ہے جو دین مؤکل کا وکیل کے ذمے ہے۔ اس جگہ عین سے مراد معین شئ ہے۔ پس اس معین چیز کی خریداری مؤکل کی طرف سے ہوگی اور ہلاکت کی صورت میں یہ مؤکل کا ہی نقصان ہوگا۔ اور اگر اس دَین کے عوض جو کہ مؤکل کا اس کے وکیل پر تھا کسی غیر معین چیز کے خریدنے کا وکیل بنایا مثلاً مؤکل نے وکیل کو کہا کہ جو تو نے مجھے ہزار روپیہ دینا ہے اسکے عوض ایک غلام خرید لا اور اس نے اس غلام کو متعین نہیں کیا پس اس وکیل نے ایک غلام اس ہزار کے بدلے خرید لیا۔ اب وہ غلام اگر مؤکل کے قبضہ میں نہیں آیا تھا کہ ہلاک ہو گیا تو وکیل کے مال سے ہلاک ہوگا اور یہ نقصان وکیل کا ہوگا اور اگر مؤکل نے قبضہ کر لیا تھا بعد میں ہلاک ہوا تو یہ مؤکل کے مال سے ہلاک ہوا اور یہ نقصان مؤکل کا ہوگا۔ اور وکیل سے اس غلام کی قیمت بقدرِ حصہ قرض سے ساقط ہو جائیگی۔

④ مسئلہ مذکورہ میں امام صاحب اور صاحبین رحمہم اللہ کا اختلاف اور منشاء اختلاف:۔ اوپر تشریح میں ذکر کردہ مسئلہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ہے لیکن صاحبین رحمہم اللہ کے نزدیک دونوں صورتوں میں وہ ہلاکت آمر کی طرف سے ہوگی مامور کا کوئی نقصان نہیں ہوگا۔

امام صاحب اور صاحبین رحمہم اللہ کے درمیان مسئلہ مذکورہ میں اختلاف کا منشاء وکالت کی صحت اور عدم صحت ہے۔امام صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک یہ وکالت صحیح نہیں ہے اور صاحبین رحمہم اللہ کے نزدیک یہ وکالت صحیح ہے۔اسلئے کہ امام صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک دراہم اور دنانیر وکالت میں متعین کرنے سے متعین ہو جاتے ہیں۔اور صاحبین رحمہم اللہ کے نزدیک وکالت میں بھی متعین کرنے سے متعین نہیں ہوتے۔

الشق الثانی ......**الشفعة هي تملك عقار على مشتريه جبرا بمثل ثمنه، وتجب بعد البيع، تستقر بالاشهاد، ويملك بالأخذ بالتراضي أو بقضاء القاضي بقدر رؤوس الشفعاء لا الملك.** (ص۶۔ج۴۔رحمانیہ)

عبارت کی تشریح کرتے ہوئے شفعہ کی تعریف اور حکم بیان کریں، شفیع کو کب تک حق شفعہ حاصل رہتا ہے، شفعہ کن چیزوں میں شرعاً جاری ہوتا ہے، ان کی وضاحت کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال میں چار امور حل طلب ہیں (۱) شفعہ کی تعریف (۲) شفعہ کا حکم (۳) حق شفعہ کی میعاد (۴) اشیاء شفعہ کی وضاحت۔

جواب ...... ① شفعہ کی تعریف:۔ شفعہ کا لغوی معنی ضـــم ملانا اور جفت کرنا ہے چونکہ شفیع شفعہ کے ذریعہ بھی دوسرے کی زمین اپنی زمین کے ساتھ ملاتا ہے اس لئے اسے شفعہ کہتے ہیں اور اصطلاح فقہاء میں زمین یا مکان کو خریدنے والے مشتری کے خلاف زبردستی اس مکان یا زمین کا ثمن مثل کے ساتھ مالک بننے کا نام شفعہ ہے۔

② شفعہ کا حکم:۔ شفعہ کا حکم یہ ہے کہ کسی مکان یا زمین کے فروخت ہونے کے بعد یہ حق ثابت ہوتا ہے۔اور شفیع کے طلب اشہاد کے بعد شفعہ کا حق مضبوط اور پختہ ہوتا ہے کیونکہ اس سے پہلے یہ حق متزلزل ہوتا ہے۔اور شفیع مشتری کی رضامندی سے اس مکان یا زمین پر قبضہ کرنے سے یا بغیر قبضہ کے قضاء قاضی کے ساتھ مالک ہو جاتا ہے۔یعنی جب قاضی شفیع کے حق میں فیصلہ کر دے گا تو شفیع کی ملکیت اس مکان یا زمین پر قبضہ کرنے سے پہلے ہی ثابت ہو جائے گی۔

③ حق شفعہ کی میعاد:۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ شفیع کو مکان یا زمین کے فروخت ہونے کی جس مجلس میں اطلاع ملی ہے اس مجلس کے اندر شفعہ کا مطالبہ ضروری ہے اگر مجلس بدل گئی اور مطالبہ نہیں کیا تو اب مطالبہ کا اختیار ختم ہو گیا۔بعض مشائخ کے نزدیک مجلس کے آخر تک یہ اختیار باقی نہیں رہے گا بلکہ جونہی بیع کی خبر ملی اگر اسکے بعد تھوڑی سی دیر خاموش رہا تو یہ اختیار ختم ہو جائے گا۔

④ اشیاء شفعہ کی وضاحت:۔ باتفاق ائمہ اربعہ شفعہ کا محل صرف غیر منقول چیز ہے مثلاً زمین مکان دکان باغ وغیرہ اور منقول چیز مثلاً گائے گاڑی وغیرہ میں حق شفعہ ثابت نہیں ہوتا۔

﴿الورقة الثانية : في الفقه﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۲۷ھ

الشق الاوّل ......كِتَابُ الْبَيْعِ هُوَ مُبَادَلَةُ الْمَالِ بِالْمَالِ يَنْعَقِدُ بِإِيْجَابٍ وَقُبُوْلٍ بِلَفْظَيِ الْمَاضِيْ وَبِتَعَاطٍ

فِی النَّفِیْسِ وَالْخَسِیْسِ فَمُبَادَلَۃُ الْمَالِ بِالْمَالِ عِلَّۃٌ صُوْرِیَّۃٌ لِلْبَیْعِ وَالْاِیْجَابُ وَالْقُبُوْلُ وَالتَّعَاطِیْ عِلَّۃٌ مَادِیَّۃٌ لَہٗ وَالْمُبَادَلَۃُ یَکُوْنُ بَیْنَ اِثْنَیْنِ فَھُمَا الْعِلَّۃُ الْفَاعِلِیَّۃُ۔ (ص۹۔ج۳۔رحمانیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں، وضاحت کریں، مصنف ﷫ نے فرمایا **ھو الصحیح** تو اس لفظ سے جس اختلاف کی طرف اشارہ ہے اس کی وضاحت کریں اور تعریف تعاطی کے بارے میں بھی اختلاف کی وضاحت کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کی وضاحت (۳) **قولہ ھو الصحیح** کی وضاحت (۴) تعریف التعاطی میں اختلاف کی وضاحت۔

جواب ...... ① عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

② عبارت کی وضاحت:۔ اس عبارت میں مصنف ﷫ نے بیع کی تعریف کو بیان کیا ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ بیع مال کا مال کے ساتھ تبادلہ کرنا ہے اور یہ بیع ایسے ایجاب وقبول سے منعقد ہوتی ہے جو کہ دونوں ماضی کے صیغے ہوں اور یہ بیع عمدہ اور گھٹیا دونوں چیزوں میں محض تعاطی سے بھی منعقد ہو جاتی ہے چونکہ ہر چیز چار علتوں سے وجود میں آتی ہے ① علت مادیہ ② علت صوریہ ③ علت فاعلیہ ④ علت غائیہ۔ جیسے تپائی کی علت مادیہ لکڑی ہے اور علت صوریہ اس کی خاص شکل وصورت ہے اور علت فاعلیہ ترکھان ہے اور علت غائیہ اس پر کتاب وغیرہ رکھنا ہے۔ تو اسی طرح بیع کے وجود میں آنے کی بھی چار علتیں ہیں۔ مبادلۃ المال بالمال بیع کی علت صوریہ ہے۔ ایجاب و قبول اور تعاطی بیع کی علت مادیہ ہے۔ متعاقدین یعنی بائع ومشتری علت فاعلیہ ہیں اور ملک وتصرف کا حاصل ہونا علت غائیہ ہے۔

③ **قولہ ھو الصحیح** کی وضاحت:۔ مصنف ﷫ نے **ھو الصحیح** کے لفظ سے علماء کے اختلاف کی طرف اشارہ کیا ہے۔ کہ بیع تعاطی صرف معمولی چیزوں میں جائز ہے یا قیمتی چیزوں میں بھی جائز ہے۔ امام کرخی ﷫ فرماتے ہیں کہ بیع تعاطی صرف معمولی اور گھٹیا چیزوں میں جائز ہے اور قیمتی چیزوں میں جائز نہیں ہے لیکن صحیح مذہب کے مطابق بیع تعاطی گھٹیا اور قیمتی دونوں چیزوں میں جائز ہے کیونکہ عاقدین کی رضامندی موجود ہے۔

④ تعریف تعاطی میں اختلاف کی وضاحت:۔ تعاطی کی تعریف میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ بیع تعاطی میں جانبین سے اعطاء کا پایا جانا ضروری ہے اور جانبین ہی سے کلام نہ ہو اور حقیقتاً اصل تعاطی بھی یہی ہے۔ البتہ بعض فقہاء کے نزدیک اگر صرف ایک جانب سے اعطاء پایا جائے اور دوسری طرف سے کلام ہو تو یہ بھی تعاطی کے اندر داخل ہے لیکن یہ من وجہ تعاطی ہے۔ بہر حال تعاطی میں متعاقدین کی رضامندی ضروری ہے خواہ کلام دونوں طرف سے نہ ہو یا ایک طرف سے نہ ہو۔

الشق الثانی ...... **کتاب الکفالۃ ھی ضم ذمۃ الی ذمۃ فی المطالبۃ لا فی الدین ھو الاصح وھی ضربان بالنفس والمال فالاول ینعقد بکفلت بنفسہ ونحوھا مما یعبربہ عن بدنہ وبنصفہ وثلثہ۔** (ص۹۳۔ج۳۔رحمانیہ)

عبارت کی وضاحت کریں، **ھو الاصح** کے لفظ سے جس اختلاف کی طرف اشارہ ہے اس کی وضاحت کریں۔ **مکفول بہ کا احضار عند الحاکم** ضروری ہے یا نہیں پوری وضاحت کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا خلاصہ تین امور ہیں (۱) عبارت کی وضاحت (۲) وھو الاصح کی وضاحت (۳) مکفول

بہ کے احضار عند الحاکم کی وضاحت۔

جواب ...... ① عبارت کی وضاحت:۔ اس عبارت میں اولاً کفالہ کی تعریف و معنی کا بیان ہے۔ کفالت کا لغوی معنی ملانا ہے۔ اصطلاح فقہاء میں کفالت کا ایک معنی دَین طلب کرنے میں ایک کی ذمہ داری کے ساتھ دوسرے کی ذمہ داری کو ملا دینا ہے اور دوسرا معنی دَین کی ذمہ داری میں ایک شخص کے ساتھ دوسرے شخص کو ملانا ہے، کیونکہ ثبوتِ دَین کے بغیر کفیل سے مطالبہ ہی درست نہیں ہے، لیکن مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ اس لئے کہ دَین مکرر نہیں ہوتا یعنی ایک دین دو آدمیوں پر ایک ہی وقت میں واجب نہیں ہوتا یہی وجہ ہے کہ اگر ایک شخص اس دَین کو ادا کر دے تو دوسرے کے ذمہ بھی دَین باقی نہیں رہے گا۔

کفالت کی دو قسمیں ہیں ① کفالت بالنفس ② کفالت بالمال۔ کفالت بالنفس میں شخصی ضمانت ہوتی ہے کہ اگر یہ شخص فلاں وقت پر حاضر نہ ہوا تو میں اس کو حاضر کروں گا جبکہ کفالت بالمال میں مال کی ضمانت ہوتی ہے کہ اگر اس نے یہ پیسے ادا نہ کئے تو میں ادا کر دوں گا۔ پہلی قسم کی کفالت یعنی کفالت بالنفس لفظ **كَفَّلْتُ بِنَفْسِهٖ** اور اسی طرح وہ الفاظ جن کو بول کر اس سے پورا بدن یا نصف یا ثلث بدن مراد لیا جاتا ہے جیسے **کفلت برقبته، بروحه، بجسده، براسه وغیره** سے منعقد ہو جاتی ہے۔ مزید تفصیل کما مرّ فی **الشق الاول من السوال الثانی ۱۴۲۵ھ**۔

② **و هوا الاصح** کی وضاحت:۔ مصنف رحمہ اللہ نے **هو الاصح** کے قول سے ایک اختلاف کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جس کی تفصیل ابھی عبارت کی وضاحت میں گزر چکی ہے۔

③ مکفول بہ کے **احضار عند الحاکم** کی وضاحت:۔ کفالہ بالنفس میں مکفول لہ کے مطالبہ کے وقت مکفول بہ کو قاضی کے دربار میں حاضر کرنا کفیل کے ذمہ لازم ہے اگر اس نے حاضر نہ کیا تو قاضی اس کو قید کر سکتا ہے بشرطیکہ وہ حاضر کرنے پر قادر ہو، اگر وہ حاضر کرنے پر قادر نہ ہو تو قاضی اس کو مہلت دے گا۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۲۷ھ

الشق الاول ...... **بَابُ قُبُوْلِ الشَّهَادَةِ وَ عَدَمِهٖ وَتُقْبَلُ الشَّهَادَةُ مِنْ اَهْلِ الْاَهْوَاءِ اِلَّا الْخِطَابِيَّةَ وَالذِّمِّيُّ عَلٰى مِثْلِهٖ وَاِنْ خَالَفَا مِلَّةً وَعَلَى الْمُسْتَأْمِنِ وَالْمُسْتَأْمِنِ عَلٰى مِثْلِهٖ اِنْ كَانَا مِنْ دَارٍ وَاحِدَةٍ** (ص۱۵۹۔ج۳۔رحمانیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ و تشریح کریں۔ شہادت و اقرار کی تعریف کریں۔ **اهل الاهواء** کی تعریف، ان کی جماعتیں اور فرق ذکر کریں اور ان کی شہادت قبول کرنے میں اختلاف بیان کریں۔ خطابیہ کی تعریف اور ان کی شہادت کے عدم قبولیت کی وجہ ذکر کریں۔

﴿خلاصہ سوال﴾ ...... اس سوال میں سات امور توجہ طلب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) عبارت کی تشریح (۴) شہادت و اقرار کی تعریف (۵) **اهل الاهواء** کی تعریف و جماعتیں (۶) **اهل الاهواء** کی شہادت کے قبول کرنے میں اختلاف (۷) خطابیہ کی تعریف اور اسکی شہادت کے عدم قبولیت کی وجہ۔

جواب ...... ① عبارت پر اعراب:۔ **کمامرّ فی السوال آنفاً**۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ یہ باب گواہی کے قبول کرنے اور نہ کرنے کے بیان میں ہے۔ خطابیہ کے علاوہ باقی اہل الاہواء کی

شہادت قبول کرلی جائیگی۔اور ذمی کی اپنے جیسے کے خلاف شہادت قبول کرلی جائیگی۔اگر چہ مذہب کے اعتبار سے وہ دونوں مخالف ہوں اوراسی طرح متامن کیخلاف اور متامن کی اپنی مثل کے خلاف اگر وہ دونوں ایک ہی دار میں ہوں (تو گواہی قبول کرلی جائے گی)

③ عبارت کی تشریح:۔ احناف کے نزدیک اہلِ اھواء اوراہل بدع کی گواہی قبول کی جاتی ہے سوائے فرقہ خطابیہ کے کہ صرف فرقہ خطابیہ کی گواہی قبول نہیں کی جاتی اور باقی تمام اہلِ اھواء اوراہلِ بدع کی گواہی قبول کی جاتی ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک تمام اہلِ اھواء کی گواہی مردود ہے، وہ قبول نہیں کی جائے گی، اسی طرح امام شافعی رحمہ اللہ وامام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک ذمی ومستأمن کی گواہی بھی قبول نہیں کی جائے گی۔ (احسن الوقایہ ج۱ص ۳۱۸)

④ شہادت واقرار کی تعریف:۔ شہادت کالغوی معنی مشاہدہ کے بعد کسی واقعہ کی صحت کی خبر دینا ہے اور اصطلاح میں شہادت **اخبار بحق للغیر علی آخر** (غیر کے حق کی دوسرے پر خبر دینا) ہے، یعنی کسی کے حق کو ثابت کرنے کیلئے قاضی کی مجلس میں سچی خبر دینا شہادت ہے۔

اقرار: لغوی معنی اثبات ہے، اصطلاح میں **ھو اخبار بحق لآخر علیه** (کسی غیر کیلئے اپنے ذمہ کسی چیز کے ہونے کی خبر دینا) یعنی دوسرے کا حق اپنے ذمہ ہونے کی اطلاع وخبر اقرار ہے۔

⑤ **اھل الاھواء** کی تعریف وجماعتیں:۔ **اھل الاھواء** وہ لوگ ہیں جو اپنی نفسانی خواہشات کے مطابق عقائد ونظریات رکھتے ہیں اور سنت کی مخالفت کرتے ہیں، ظاہراً قبلہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتے ہیں مگران کا عقیدہ اہل سنت والجماعت کے عقیدہ سے الگ ہے اوراہل الاھواء کے اصولی طور پر چھ فرقے وجماعتیں ہیں ① جبریہ ② قدریہ ③ روافض ④ خوارج ⑤ معطلہ ⑥ مُشَبِّہ، پھران میں سے ہرایک کے بارہ بارہ فرقے ہیں۔اور جب بارہ کو چھ سے ضرب دیں تو کل بہتر (۷۲) فرقے بن جاتے ہیں۔

⑥ **اھل الاھواء** کی شہادت قبول کرنے میں اختلاف:۔ حنفیہ کے نزدیک خطابیہ کے علاوہ بقیہ اہل اھواء کی شہادت مقبول ہے۔البتہ بعض حضرات نے یہ شرط لگائی ہے کہ ان کے عقائد حدِ کفر کو نہ پہنچیں، اگران کے عقائد حدِ کفر کو پہنچیں تو پھران کی شہادت مقبول نہیں ہے۔امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک اہل اھواء کی شہادت انکے فسق کی وجہ سے نہیں کی جائے گی کیونکہ یہ اعتقادی فاسق ہیں اور یہ عملی فاسق سے بدتر ہیں، جب عملی فاسق کی گواہی قبول نہیں تو ان کی گواہی بطریق اولیٰ قبول نہیں ہے۔

ہم امام شافعی رحمہ اللہ کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ انکے اپنے اعتقاد میں اسی مذہب کو قبول کرنا دیانتداری کا تقاضا تھا اوراس مذہب کو حق سمجھ کرانہوں نے قبول کیا ہے، یہی دیانتداری ان کو جھوٹ بولنے سے روکتی ہے اور فاسق کی شہادت جھوٹ کی تہمت کی وجہ سے قبول نہیں کی جاتی، للہٰذا جب ان پر جھوٹ کی تہمت نہیں تو انکی گواہی مقبول ہے اور جھوٹ سب فرقوں کے نزدیک بالاتفاق حرام ہے۔

⑦ خطابیہ کی تعریف اوراس کی شہادت کے عدم قبولیت کی وجہ:۔ یہ روافض کا ایک غالی فرقہ ہے جو کہ ''ابوالخطاب محمد بن ابی وہب اجدع'' نامی کوئی شخص کی طرف منسوب ہے اورانکے نظریات کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیں۔

① حضرت علی رضی اللہ عنہ **الالہ الاکبر** ہیں اور حضرت جعفر صادق **الالہ الاصغر** ہیں ② ان کی جماعت کا کوئی شخص دوسرے فرقہ کے کسی شخص پر دعویٰ کرے تو اپنی جماعت کے شخص کے حق میں شہادت دینا تقیۃً واجب ہے ③ ان کے نزدیک ہر قسم کھانے والے شخص کے حق میں شہادت دینا جائز ہے جو ان کے سامنے حق پر ہونے کی قسم کھالے خواہ شاہد نے مشاہدہ اور معائنہ نہ کیا ہو ④

ان کے نزدیک اپنی جماعت کے آدمی کے حق میں شہادت دینا واجب ہے خواہ وہ حق پر ہو یا باطل پر ہو۔ پہلے نظریہ کی وجہ سے یہ فرقہ کافر ہے اور باقی نظریات کی وجہ سے یہ متہم بالکذب ہے اس لئے اس فرقہ کی گواہی مقبول نہیں ہے۔

الشق الثانی ...... باب فسخ الاجارة هی تفسخ بعیب فوت النفع کخراب الدار و انقطاع ماء الارض والرحی اولخلل به کمرض العبد ووبر الدابة فلوا انتفع بالمعیب اوزال الموجر العیب سقط خیاره وبخیار الشرط والرؤیة ۔ (ص۳۱۳۔ج۳۔رحمانیہ)

عبارت کی وضاحت کریں۔لفظ تفسخ کی بطرز شارح وضاحت کریں۔ **خیار شرط** اور عذر کے بارے میں اختلاف بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) عبارت کی وضاحت (۲) لفظِ تفسخ کی وضاحت (۳) خیارِ شرط اور عذر کی وجہ سے فسخ میں اختلاف۔

جواب ...... ❶ عبارت کی وضاحت:۔ اس عبات میں مصنف ؒ نے فسخ اجارہ کے اسباب کو ذکر کیا ہے چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اجارہ ہر ایسے عیب کی وجہ سے فسخ کیا جا سکتا ہے جو عیب اس چیز کا نفع فوت کر دے۔ جیسے مکان کا ویران ہو جانا، یا کھیتی باڑی والی زمین کا پانی آنا بند ہو جانا یا پن چکی کا پانی بند ہو جانا۔ یا ایسا عیب پیدا ہو جائے جو اس سے نفع اٹھانے میں خلل ڈالے جیسے خدمت کے لئے غلام اجارہ پر لیا تھا لیکن وہ بیمار ہو گیا بُرادری والے جانور کی پیٹھ زخمی ہو گئی وغیرہ۔ تو ایسے عیب کی وجہ سے بھی اجارہ فسخ کیا جا سکتا ہے لیکن اگر مستاجر اس عیب دار چیز سے ہی نفع اٹھا لے یا مُوجر (اجار پر دینے والا) اس عیب کو زائل کر دے تو مستاجر کا اختیار ساقط ہو جائے گا کیونکہ مستاجر کو عیب کی وجہ سے خیارِ فسخ ملا تھا جب عیب نہ رہا تو اختیارِ فسخ بھی ساقط ہو گیا۔

نیز اجارہ خیارِ شرط اور خیارِ رویۃ اور عذر کی وجہ سے فسخ کیا جا سکتا ہے یعنی عقد اجارہ کے وقت مستاجر یا مؤجر نے اپنے لئے خیار رکھا تھا تو اس خیار کی بنیاد پر وہ اس عقد کو فسخ کر سکتا ہے۔ اسی طرح اگر مستاجر نے اس چیز کو دیکھے بغیر عقد اجارہ کر لیا تھا تو دیکھنے کے بعد اس کو عقد باقی رکھنے اور فسخ کرنے کا اختیار ہوگا۔

❷ لفظ تفسخ کی وضاحت:۔ شارح ؒ فرماتے ہیں کہ مصنف ؒ نے تُفْسَخُ (مجہول) ذکر کیا یعنی اجارہ فسخ کیا جا سکتا ہے یہ نہیں کہا کہ از خود اجارہ فسخ ہو جاتا ہے اسلئے کہ نفسِ عیب سے عقد اجارہ خود فسخ نہیں ہوتا کیونکہ اس عیب دار چیز سے کوئی دوسرا نفع اٹھانے کا امکان موجود ہوتا ہے، **لیکن اسکے باوجود مستاجر کو فسخ کا حق حاصل ہوتا ہے اگر چاہے تو اجارہ فسخ کر دے اور اگر چاہے تو جاری رکھے۔**

❸ خیارِ شرط اور عذر کی وجہ سے فسخ میں اختلاف:۔ احناف اور شوافع کا اختلاف ہے کہ خیارِ شرط اور عذر کی وجہ سے اجارہ کو فسخ کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ احناف کے نزدیک خیارِ شرط اور عذر دونوں کی وجہ سے اجارہ کو فسخ کیا جا سکتا ہے، لیکن امام شافعی ؒ دونوں صورتوں میں عدمِ فسخ کے قائل ہیں۔ اسلئے کہ مدتِ خیار کے دوران اگر مستاجر نے اس سے نفع اٹھایا اور اسکے بعد خیارِ شرط استعمال کرتے ہوئے اس کو واپس کر دیا تو اس نے کامل چیز واپس نہیں کی بلکہ ناقص چیز واپس کی ہے۔ اسلئے امام شافعی ؒ کے نزدیک فسخ کا اختیار نہ ہو گا۔ اسی طرح عذر کی صورت میں بھی اجارہ کو باقی رکھا جائے تو مستاجر کو ایسا ضرر لازم آئیگا جس کا مستاجر عقد کی وجہ سے مستحق نہیں ہے۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۲۷ھ

الشق الاول ...... ألاکل فرض ان دفع به ھلاکه وماجور علیه ان مکنه من صلوته قائما ومن صومه

ومباح الی الشبع لیزید قوته وحرام فوقه الالقصد قوة صوم اولئلا یستحی ضیفه وکره لبن الاتان وبول الابل۔ (ص۳۵۔ج۴۔رحمانیہ)

عبارت کی وضاحت کریں۔**لبن الاتان** کی کراہت کی وجہ بیان کریں۔**بول الابل** کی کراہت وغیرہ کی پوری تفصیل بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں تین امور توجہ طلب ہیں (۱) عبارت کی وضاحت (۲) **لبن الاتان** کے مکروہ ہونے کی وجہ (۳) **بول الابل** کی تفصیل۔

جواب...... ❶ **عبارت کی وضاحت:۔** اس عبارت میں مصنف رحمہ اللہ نے اُکل (کھانے پینے) کے چار حکم بیان فرمائے ہیں۔

① یہ کہ کھانا فرض ہے جبکہ کھانا کھانے کا مقصد اپنی ہلاکت کو دفع کرنا ہو ② یہ کہ کھانا باعثِ اجر وثواب ہے جبکہ کھانا کھانے سے مقصود کھڑے ہو کر نماز پڑھنے اور روزہ رکھنے کی طاقت کو حاصل کرنا ہو اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اسی نیت سے تھوڑا بہت کھانا کھاتے ہیں ③ یہ کہ کھانا مباح ہے جبکہ کھانا شکم سیری تک قوت کے حصول کیلئے کھائے ④ یہ کہ شکم سیری سے بھی زیادہ کھانا حرام ہے بشرطیکہ محض اسراف کیلئے ہو۔البتہ اگر دوسرے دن کے روزے کیلئے قوت حاصل کرنے کیلئے یا مہمان کا ساتھ دینے کیلئے کھائے تو پھر یہ حرام نہیں ہے۔

اس کے بعد گدھی کے دودھ اور اونٹ کے پیشاب کا حکم بیان فرمایا کہ یہ دونوں چیزیں پینا مکروہ ہیں۔

❷ **لبن الاتان کے مکروہ ہونے کی وجہ:۔** گدھی کا دودھ مکروہ تحریمی ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ دودھ کا حکم وہی ہوتا جو گوشت کا حکم ہوتا ہے اور گھریلو گدھوں کا گوشت مکروہ تحریمی ہے۔لہٰذا ان سے پیدا شدہ دودھ کا پینا بھی مکروہ تحریمی ہے۔

❸ **بول الابل کی تفصیل:۔** اونٹ کے پیشاب میں اختلاف ہے کہ اونٹ کا پیشاب پاک وحلال ہے یا نجس اور حرام ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مطلقاً حرام ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک تداوی (دوائی، علاج) کے طور پر اونٹ کا پیشاب استعمال کرنا حلال ہے وگرنہ انکے نزدیک بھی حرام ہے اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک اونٹ کا پیشاب مطلقاً پاک اور حلال ہے۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا استدلال واقعہ عرنیین سے ہے۔واقعہ یہ ہے کہ قبیلہ عرینہ اور قبیلہ عُکل کے کچھ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ منورہ حاضر ہوئے مسلمان ہو گئے اور مدینہ کی آب وہوا اور پانی موافق نہ آنے کی وجہ سے بیمار ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بیت المال کے اونٹوں کا پیشاب اور دودھ استعمال کرنے کا حکم دیا۔چنانچہ انہوں نے اونٹوں کا پیشاب اور دودھ استعمال کیا اور ٹھیک ہو گئے تو اسلام چھوڑ کر مرتد ہو گئے اور بیت المال کے اونٹوں کو بھگا کر لے گئے۔تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پکڑوا کر ان کی آنکھوں میں گرم سلائی ڈالی اور حرّہ کی گرم جگہ پر ڈال دیئے گئے حتیٰ کہ وہ وہیں پر مر گئے، امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل عرینہ کے لوگوں کا علاج اونٹوں کے پیشاب سے کرایا اگر علاج کی غرض سے بول الابل حلال نہ ہوتا تو ہرگز آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں پیشاب کے استعمال کا حکم نہ دیتے۔البتہ صرف علاج کیلئے یہ حلال وپاک ہے وگرنہ نہیں۔

امام محمد رحمہ اللہ کا استدلال بھی مذکورہ بالا حدیث سے ہے وہ فرماتے ہیں کہ اگر اونٹوں کا پیشاب حرام ہوتا تو اس کے ذریعے علاج کرنا حلال نہ ہوتا کیونکہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا **ما وضع شفائکم فیما حرم علیکم** (جو چیز تم پر حرام کی گئی ہے اس میں تمہارے لئے شفاء نہیں رکھی گئی۔) لہٰذا یہ مطلقاً حلال وپاک ہیں۔

امام صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ پیشاب میں اصل تو حرام ہونا ہے لیکن حضور ﷺ کو وحی کے ذریعے عرنیین کی شفاء کا بتلا دیا گیا تھا۔ اس لئے آپ ﷺ نے انہیں اونٹوں کا پیشاب استعمال کرنے کا حکم دیا دوسرے لوگوں کے متعلق پیشاب میں ان کی شفاء کا ہونا یقینی نہیں ہے لہٰذا دوسرے لوگوں کے لئے پیشاب حلال نہ ہوگا بلکہ وہ اپنی اصل پر حرام ہی رہے گا نیز یہ حدیث عرنیین دیگر متعدد روایات کی وجہ سے منسوخ ہے جیسا کہ اس میں مثلہ کا بھی ذکر ہے مگر وہ بھی منسوخ ہے۔

الشق الثانی ...... **فَإِنْ تَرَكَهَا اَيِ التَّذْكِيَةَ عَمَدًا فَمَاتَ اَوْ اَرْسَلَ مَجُوْسِيٌّ كَلْبَهٗ فَزَجَرَهٗ مُسْلِمٌ فَانْزَجَرَ اَوْقَتَلَهٗ مِعْرَاضٌ بِعَرْضِهٖ اَوْ بَنْدَقَةٌ ثَقِيْلَةٌ ذَاتُ حِدَّةٍ اَوْ رَمٰى صَيْدًا فَوَقَعَ فِيْ مَاءٍ اَوْ عَلٰى سَطْحٍ اَوْ جَبَلٍ فَتَرَدّٰى مِنْهُ اِلَى الْاَرْضِ حَرُمَ۔** (ص۲۷ے۔ج۴۔رحمانیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں، ترجمہ کریں، **قتله معراض** سے آخر تک ہر قید کی وضاحت کریں۔

﴿خلاصہ سوال﴾ ...... اس سوال میں تین امور طلب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) **قتله معراض الخ** میں مذکور قیود کی وضاحت۔

جواب ...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ اگر مرسل (شکاری) نے ذبح اختیاری کو جان بوجھ کر ترک کر دیا کہ وہ شکار مر گیا یا کسی مجوسی نے اپنا کتا چھوڑا پھر کسی مسلمان نے اس کو شکار پر ابھارا تو وہ بھاگ پڑا یا تیر چوڑائی میں شکار کو جا کر لگا اور اسے قتل کر دیا یا غلیل کے ثقیل دھاری دار پتھر نے اس شکار کو قتل کر دیا یا شکار کو تیر پھینکا کہ وہ شکار پانی میں گر گیا یا کسی چھت یا کسی پہاڑ پر گر پڑا اور وہاں سے پھر زمین پر گرا تو یہ سب شکار حرام ہیں۔

❸ **قتله معراض الخ** میں مذکور قیود کی وضاحت:۔ اس عبارت میں پہلی قید معراض کے ساتھ **بعرضه** ہے لہٰذا اگر وہ تیر شکار کو نوک کی طرف سے جا کر لگا اور اس تیر کی نوک تیز تھی اور شکار کو زخمی کر دیا تو یہ شکار حلال ہوگا۔ دوسری قید **بندقة** کے ساتھ ثقیلہ کی لگائی لہٰذا اگر وہ خفیف ہو اور دھاری دار ہو تو ایسی صورت میں جانور حلال ہوگا اس لئے کہ اس صورت میں یہ بات متعین ہے کہ اس شکار کی موت زخم کی وجہ سے ہوئی ہے اور وہ زخم اس دھاری دار ہونے کی وجہ سے لگا ہے۔ تیسری قید **رمی صیدا** کے ساتھ **فوقع فی الماء** کی لگائی کہ اس صورت میں بھی یقینی طور پر موت کا سبب معلوم نہیں ہے کہ تیر نے قتل کیا ہے یا پانی کی وجہ سے موت واقع ہوئی ہے اور جب موت کا سبب یقینی طور پر معلوم نہ ہو اس وقت بھی شکار حلال نہیں ہوتا۔

چوتھی قید **رمی صیدا** کے ساتھ **فوقع علی سطح او جبل فتردی الی الارض** کی لگائی کیونکہ اس صورت میں بھی یہ احتمال ہے کہ زخم کی وجہ سے شکار کی موت واقع نہ ہوئی ہو بلکہ چھت سے نیچے گرنے کی وجہ سے یا پہاڑ سے نیچے گرنے کی وجہ سے موت واقع ہوئی ہو۔

﴿الورقة الثانية: فی الفقه﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۲۸ھ

الشق الاوّل ...... **وَبَطَلَ شِرَاءُ ذِمِّيٍّ مِنْ ذِمِّيٍّ خَمْرًا بِالْخِيَارِ اِنْ اَسْلَمَ لِئَلَّا يَتَمَلَّكَهَا مُسْلِمًا بِاِسْقَاطِ خِيَارِهٖ۔**

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، مسئلہ کی صورت واضح کریں، مسئلہ مذکورہ میں اختلاف کو مدلل بیان کریں۔ (ص۲۲۔ج۳۔رحمانیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال میں چار امور طلب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) صورتِ مسئلہ کی وضاحت (۴) اختلاف ائمہ مع الدلائل۔

جواب...... ① عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

② عبارت کا ترجمہ:۔ ایک ذمی کا دوسرے ذمی سے شراب کا خریدنا خیارِ شرط کے ساتھ باطل ہو جائے گا اگر وہ مشتری اسلام لے آئے تا کہ اس مشتری کا اپنے خیار کے ساقط کرنے سے مسلمان ہونے کی حالت میں اس شراب کا مالک بننا لازم نہ آئے۔

③ صورتِ مسئلہ کی وضاحت:۔ صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ اگر ایک ذمی نے دوسرے ذمی سے خیارِ شرط کے ساتھ شراب خریدی پھر مشتری مسلمان ہو گیا تو یہ بیع باطل ہے۔

④ اختلاف ائمہ مع الدلائل:۔ جیسا کہ ذکر کیا گیا کہ مذکورہ صورت میں امام صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک شراء ہی باطل ہو جائے گا جبکہ صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک یہ شراء نافذ ہو جائے گا اور خیار باطل ہو جائے گا۔

صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ اگر ذمی مشتری کے اسلام لانے کے بعد اختیار باقی رہے تو مشتری کو رد کرنے کا بھی اختیار ہوگا اور رد کی صورت میں ایک مسلمان کا دوسرے شخص کو شراب کا مالک بنانا لازم آئے گا اور کسی مسلمان کیلئے دوسرے کو شراب کا مالک بنانا جائز نہیں ہے۔

امام صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شراء باقی رہنے کی صورت میں اختیار بھی باقی رہے گا اور مشتری اسے استعمال بھی کرے گا۔ اور جب وہ اپنے اختیار کو ساقط کرے گا تو اس کے نتیجے میں وہ شراب کا مالک بن جائے گا اور اس کی وجہ سے ایک مسلمان کیلئے شراب کا مالک بننا لازم آئے گا جو کہ جائز نہیں ہے۔ لہٰذا سرے سے بیع ہی باطل ہے وگرنہ مسلمان کیلئے شراب کا مالک بننا یا بنانا لازم آئے گا۔

الشق الثانی...... **ومن شریٰ شیئًا بنصف درهم فلوس او دانق فلوس او قیراط فلوس صح وعلیه مایباع بنصف درهم اودانق او قیراط منها۔** (ص۹۲۔ج۳۔رحمانیہ)

عبارت کا ترجمہ کریں، مسئلہ کی وضاحت کریں، مسئلہ میں امام زفر رحمہ اللہ کا اختلاف واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال میں تین امور طلب ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) مسئلہ مذکورہ کی وضاحت (۳) امام زفر رحمہ اللہ کے اختلاف کی وضاحت۔

جواب...... ① عبارت کا ترجمہ:۔ اگر کسی شخص نے نصف درہم فلوس یا نصف دانق فلوس یا نصف قیراط فلوس کے عوض کوئی چیز خریدی تو یہ بیع صحیح ہے۔ اور اس مشتری کے ذمے اتنے فلوس واجب ہوں گے جتنے فلوس نصف درہم یا نصف دانق یا نصف قیراط کے عوض فروخت کیے جاتے ہیں۔

② مسئلہ مذکورہ کی وضاحت:۔ مسئلہ مذکورہ کی وضاحت یہ ہے کہ کسی شخص نے کوئی چیز نصف درہم یا نصف دانق یا نصف قیراط کے عوض خریدی اور یہ شرط لگائی کہ میں بطورِ ثمن کے نصف دانق یا نصف قیراط نہیں دوں گا بلکہ اس ثمن کے عوض فلوس ادا کروں گا، تو یہ بیع درست ہوگی۔ اس لئے کہ ثمن معلوم ہیں مجہول نہیں، اور مشتری پر اس ثمن کے مقابلے میں اتنے فلوس واجب ہوں گے جتنے فلوس بازار میں نصف درہم یا نصف دانق یا نصف قیراط کے عوض فروخت کیے جاتے ہیں۔

۳ امام زفر رحمہ اللہ کے اختلاف کی وضاحت:۔ امام زفر رحمہ اللہ کے نزدیک مذکورہ مسئلہ میں یہ بیع ہی جائز نہیں ہے کیونکہ فلوس عددی ہیں اوران فلوس کا دانق یا درہم کے ذریعے اندازہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ وزنی ہیں۔اور جو چیز عددی ہو،اس کا وزن کے ذریعے تبادلہ کرنا درست نہیں ، بلکہ عدد کے ذریعے فلوس کی مقدار کی تعیین ضروری ہے اور یہاں اس عددی تعیین کے نہ ہونے کی وجہ سے یہ بیع ہی جائز نہیں ہے۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۲۸ھ

الشق الاوّل ......ویجلس للحکم ظاهرًا فی المسجد والجامع اولی ۔(ص۱۴۴۔ج۳۔رحمانیہ)

مسئلہ کی وضاحت کریں،مسئلہ میں امام شافعی رحمہ اللہ کے اختلاف کو مدلل ذکر کریں،ویجلس للحکم ظاهرا فی المسجد کی ترکیب کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال میں تین امور حل طلب ہیں (۱) مسئلہ مذکورہ کی وضاحت (۲) امام شافعی رحمہ اللہ کا اختلاف مع الدلائل (۳) ویجلس للحکم الخ کی ترکیب۔

جواب ...... ۱ مسئلہ مذکورہ کی وضاحت:۔ مسئلہ کا حاصل یہ ہے کہ فیصلوں کی غرض سے مسجد میں کھلم کھلا طور پر بیٹھنا جائز ہے اور جامع مسجد میں بیٹھنا اولیٰ ہے بشرطیکہ جامع مسجد وسطِ شہر میں ہو۔جلوس ظاہر کا مطلب یہ ہے کہ اس قاضی کی نشست گاہ مشہور ہو اور لوگوں کی وہاں تک رسائی ہو اور مقدمات کو ختم کرانے کے لئے اس جگہ آنے میں کوئی رکاوٹ نہ ہو ایسا نہ ہو کہ مخصوص لوگوں کی وہاں تک رسائی ہو اور عوام کی وہاں تک رسائی نہ ہو۔یہ حکم احناف کے نزدیک ہے اگر چہ امام شافعی رحمہ اللہ اس سے اختلاف کرتے ہیں۔ہمارے نزدیک اس لئے جائز ہے کہ آپ ﷺ اور خلفاء راشدین فیصلے نمٹانے کے لئے مسجد ہی میں تشریف فرما ہوتے تھے۔ اور مزید یہ کہ فیصلے نمٹانا ایک عبادت ہے۔جس طرح نماز ایک عبادت ہے لہٰذا نماز کی طرح اس کو بھی مسجد میں ادا کرنا جائز ہے۔

۲ امام شافعی رحمہ اللہ کا اختلاف مع الدلائل:۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قاضی کو فیصلوں کے لئے مسجد میں بیٹھنا جائز نہیں ہے بلکہ مکروہ ہے وہ دلیل یہ دیتے ہیں کہ فیصلہ کرانے کے لئے بعض اوقات مشرک اور حائضہ خاتون بھی آجاتی ہے اور ان دونوں کا مسجد میں داخل ہونا ممنوع ہے۔اس لئے قاضی کو ایسی جگہ بیٹھنا چاہئے جہاں یہ لوگ بھی آسکیں۔ہم اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ مشرک کی نجاست اعتقادی ہے،ظاہری نہیں۔نیز حائضہ کے لئے قاضی مسجد کے دروازے پر اس کی بات سننے کیلئے آسکتا ہے نیز وہ حائضہ اپنا نائب بھی بنا سکتی ہے لہٰذا ہمارے نزدیک قاضی کے لئے مسجد میں بیٹھنا جائز ہے۔

۳ ویجلس للحکم الخ کی ترکیب:۔ واؤ استنافیہ یجلس فعل ھو ضمیر فاعل للحکم جار مجرور مل کر متعلق ہوا فعل کے ظاهرًا صفت ہے موصوف محذوف جلوسًا کی،موصوف صفت مل کر مفعول مطلق فی المسجد جار مجرور مل کر متعلق ہوا فعل کے فعل اپنے فاعل،مفعول مطلق اور دونوں متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

الشق الثانی ......وَلَوْ اَمَرَكَ قَاضٍ عَالِمٌ عَادِلٌ بِفِعْلٍ قَضٰى بِهٖ عَلٰى هٰذَا مِنْ رَجْمٍ اَوْ قَطْعٍ اَوْ ضَرْبٍ وَسِعَكَ فِعْلُهٗ وَصُدِّقَ عَدْلٌ جَاهِلٌ سُئِلَ فَاَحْسَنَ تَفْسِيْرَهٗ وَلَمْ يُصَدَّقْ قَوْلَ غَيْرِهِمَا ۔(ص۱۵۲۔ج۳۔رحمانیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں،ترجمہ کریں،مسئلہ کی پوری وضاحت کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں تین امور طلب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) مسئلہ مذکورہ کی وضاحت۔

جواب...... ① عبارت پر اعراب:۔کما مرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ اگر ایک عادل عالم قاضی نے تمہیں کسی ایسی سزا کے جاری کرنے کا حکم دیا جس کا اس نے کسی کے خلاف فیصلہ کر دیا یعنی رجم کرنے کا یا ہاتھ کاٹنے کا یا کوڑے مارنے کا حکم دیا تو تمہارے لئے اس کام کے کرنے کی گنجائش ہے۔ وہ عادل جاہل قاضی جس سے حکم کی علت اور سبب کے متعلق پوچھا گیا تو اس نے اس کی اچھی طرح وضاحت کر دی تو اس کی بھی تصدیق کی جائے اور ان کے علاوہ کی بات کی تصدیق نہیں کی جائے گی۔

③ مسئلہ مذکورہ کی وضاحت:۔ مسئلہ کی وضاحت یہ ہے کہ قاضی چار طرح کے ہیں ① عالم و عادل ہو ② جاہل و عادل ہو ③ عالم ہو لیکن عادل نہ ہو ④ عالم بھی نہ ہو اور عادل بھی نہ ہو۔ پہلی قسم کا قاضی جو عالم بھی ہو اور عادل بھی ہو اگر کسی ایسے کام کے کرنے کا حکم دے جس کا اسنے کسی کے خلاف فیصلہ دیا ہو جیسے رجم کرنا، ہاتھ کاٹنا وغیرہ تو تمہارے لئے قاضی کے اس حکم پر عمل کرتے ہوئے اس فعل کو کرنے کی گنجائش ہے۔ اور اگر دوسری قسم کا قاضی بعینہ وہی حکم کر دے تو تمہارے لئے اس حکم پر عمل کرنا جائز نہیں بلکہ تمہارے لئے یہ ضروری ہوگا کہ تم قاضی سے اس فعل مثلاً قطع ید کا سبب پوچھو کہ کس وجہ سے زید کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دے رہے ہو؟ اب اگر قاضی واضح طور پر زید کے ہاتھ کاٹنے کا سبب بیان کر دے کہ اس نے چوری کی تھی اور فلاں دو گواہوں کے ذریعے چوری ثابت ہوگئی ہے تو پھر اس قاضی کی تصدیق کرنا واجب ہے اور تمہارے لئے زید کا ہاتھ کاٹنا جائز ہے۔ اور اگر قاضی کی تیسری اور چوتھی قسم ہے اور تمہیں اس فعل کے کرنے کا حکم دیتا ہے تو اس کے حکم کو قبول نہیں کیا جائے گا اور تمہارے لئے سزا جاری کرنا جائز نہیں ہوگا۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱٤۲۸ھ

الشق الاوّل......وَاِنِ اخْتَلَفَا فِيهِمَا فَحُجَّةُ الْبَائِعِ فِى الثَّمَنِ وَحُجَّةُ الْمُشْتَرِىْ فِى الْمَبِيْعِ اَوْلٰى ، فَاِنْ عَجَزَا رَضِىَ كُلٌّ بِزِيَادَةٍ يَدَّعِيْهِ الْاٰخَرُ وَاِلَّاتَحَالَفَافَقَوْلُهٗ فَاِنْ عَجَزَا يَرْجِعُ اِلَى الصُّوَرِ الثَّلَاثِ.

عبارت پر اعراب لگائیں، اختلفا اور فیھما دونوں کی ضمیر کا مرجع بیان کریں، مسئلہ کی پوری وضاحت کریں۔ نیز صور ثلاث سے کون سی تین صورتیں مراد ہیں؟ بطرز شارح رحمہ اللہ تحریر کریں۔ (ص ۲۱۳۔ ج ۳۔ رحمانیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں چار امور توجہ طلب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) اختلفا، فیھما کی ضمیر کا مرجع (۳) مذکورہ مسئلہ کی وضاحت (۴) صور ثلاثہ کی مراد۔

جواب...... ① عبارت پر اعراب:۔کما مرّ فی السوال آنفا۔

② اختلفا فیھما کی ضمیر کا مرجع:۔ مذکورہ بالا دونوں لفظوں میں تثنیہ کی ضمیر لائی گئی ہے اوّل لفظ اختلفا میں یہ ضمیر عاقدین یعنی بائع اور مشتری کی طرف راجع ہے اور ثانی لفظ فیھما کی ضمیر کا مرجع مبیع اور ثمن ہیں۔

③ مذکورہ مسئلہ کی وضاحت:۔ مذکورہ مسئلہ کی وضاحت یہ ہے کہ اگر بائع اور مشتری نے ثمن اور مبیع دونوں میں اختلاف کیا مثلاً بائع نے کہا میں نے یہ ایک غلام دو ہزار درہم میں فروخت کیا ہے اور مشتری نے یہ کہا کہ نہیں بلکہ تم نے یہ دونوں غلام ایک ہزار

میں فروخت کئے ہیں۔ اب جس نے اپنے دعویٰ پر گواہ قائم کردیئے تو اسی کے حق میں فیصلہ دیا جائے گا اور اگر دونوں نے گواہ قائم کردیئے تو اس صورت میں ثمن کے بارے میں بائع کے گواہ قبول کرنا اولیٰ ہیں اور مبیع کے بارے میں "مشتری" کی گواہی کو قبول کرنا اولیٰ ہے۔ یعنی مذکورہ بالا صورت میں مشتری پر دو ہزار درہم دینا لازم ہوں گے اور بائع پر دو غلام ادا کرنا لازم ہوں گے۔ اس لئے کہ گواہ وہ معتبر ہوتے ہیں جو مثبت للزیادۃ ہوں۔ چونکہ مذکورہ صورت میں ثمن کے حق میں بائع کے گواہ زیادتی کو ثابت کر رہے ہیں اور مبیع کے حق میں مشتری کے گواہ زیادتی کو ثابت کر رہے ہیں اسلئے اوّل صورت میں بائع کے گواہ معتبر ہوں گے اور مشتری پر دو ہزار درہم لازم ہونگے۔ اور ثانی صورت میں مشتری کے گواہ معتبر ہوں گے اور بائع پر دو غلام ادا کرنا لازم ہونگے۔ اور اگر دونوں فریق گواہ پیش کرنے سے عاجز ہو جائیں تو اس صورت میں دونوں فریق میں سے ہر ایک یا تو اس زیادتی پر راضی ہو جائے جس کا فریق ثانی دعویٰ کر رہا ہے اور اگر وہ دونوں راضی نہ ہوں تو اس صورت میں دونوں فریق قسم کھائیں گے اور قاضی بیع کو فسخ کر دیگا۔

۲ صورِ ثلاثہ کی مراد:۔ شارح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ قول تینوں صورتوں کے ساتھ متعلق ہے یعنی اگر اختلاف ثمن میں ہو بائع ثمن کی زیادتی کا دعویٰ کرتا ہے اور مشتری اس کا منکر ہے تو مشتری کو کہا جائے گا کہ یا تو آپ اس ثمن پر راضی ہو جائیں جس کا بائع دعویٰ کرتا ہے ورنہ ہم بیع کو فسخ کر دیں گے اور اگر اختلاف مبیع میں ہو یعنی مشتری یہ دعویٰ کرتا ہے کہ مبیع دو چیزیں ہیں اور بائع کہتا ہے کہ نہیں بلکہ ایک چیز ہے اور دونوں کے پاس بینہ نہیں ہے تو بائع کو کہا جائے گا کہ یا تو آپ اس مبیع کے سپرد کرنے پر راضی ہو جائیں جس کا مشتری دعویٰ کر رہا ہے ورنہ ہم عقد کو فسخ کر دیں گے۔

اور اختلاف دونوں میں ہو یعنی بائع ثمن کی زیادتی کا دعویٰ کر رہا ہے اور مشتری مبیع کی زیادتی کا دعویٰ کر رہا ہے تو اس صورت میں بائع اور مشتری دونوں کو کہا جائیگا کہ تم میں سے ہر ایک یا تو اس زیادتی پر راضی ہو جائے جس پر دوسرا دعویٰ کر رہا ہے ورنہ ہم عقد کو فسخ کر دیں گے۔ پس اگر ہر ایک دوسرے کے قول پر راضی ہو گیا تو عقد برقرار رہے گا اور اگر دونوں دوسرے کے دعویٰ پر راضی نہ ہوئے تو پھر دونوں قسمیں کھائیں گے تا کہ جھگڑا ختم ہو جائے اور قاضی عقد کو فسخ کر دے گا۔ (احسن الوقایہ ج ۲ ص ۱۰۵)

الشق الثانی ...... **ورجع الشفيع بالثمن فقط ان بنى او غرس ثم استحقت وبكل الثمن ان خربت وجف الشجر۔** (ص ۱۲۔ ج ۴۔ رحمانیہ)

عبارت کا ترجمہ کریں، دونوں مسئلوں کی وضاحت کریں، **ورجع الشفيع بالثمن** کی ترکیب کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں تین امور حل طلب ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) دونوں مسئلوں کی وضاحت (۳) و **رجع الشفيع بالثمن** کی ترکیب۔

جواب ...... ۱ عبارت کا ترجمہ:۔ اگر شفیع نے قبضہ کے بعد تعمیر کرلی یا درخت لگا دیئے پھر وہ مستحق نکل آئی تو شفیع مشتری سے صرف ثمن کا رجوع کرے گا اور اگر مشتری کے پاس رہنے کے زمانے میں وہ مکان ویران ہو جائے یا درخت سوکھ جائیں تو وہ شفیع کل ثمن دے کر وہ مکان اور زمین لے گا۔

۲ دونوں مسئلوں کی وضاحت:۔ شفیع نے شفعہ کا دعویٰ کر کے ایک زمین لے لی اور اس پر قبضہ کر لیا اور اس پر کوئی تعمیر کر لی یا اس زمین میں درخت لگا دیئے پھر اس زمین کا کوئی مستحق نکل آیا اور وہ زمین اس نے دعویٰ کر کے لے لی۔ تو اب شفیع مشتری سے صرف ثمن کا

رجوع کریگا اس عمارت یا اس درخت کی قیمت کا کسی سے رجوع نہیں کرے گا، نہ مشتری سے اور نہ بائع سے۔ بخلاف مشتری کے کہ اگر اس نے اس زمین پر عمارت بنالی اور درخت لگادیئے اسکے بعد شفیع نے شفعہ کا دعویٰ کردیا اور زمین لے لی تو وہ مشتری بائع سے اس عمارت اور درخت کی قیمت کا رجوع کرے گا کیونکہ مشتری پر بائع کی طرف سے وہ بیع مسلط کی گئی ہے۔ بخلاف شفیع کے کہ اس پر مشتری کی طرف سے وہ زمین مسلط نہیں کی گئی بلکہ خود شفیع نے جبراً وہ زمین لی ہے لہٰذا مستحق نکلنے کی صورت میں اس کو عمارت اور درخت کی قیمت نہیں ملے گی۔

مشتری نے ایک مکان خریدا، اسکے بعد وہ مکان خود بخود ملبہ کا ڈھیر بن گیا اور ویران ہوگیا۔ یا مشتری نے ایک باغ خریدا اسکے بعد اس باغ کے درخت سوکھ گئے، اسکے بعد اس مکان یا باغ پر شفیع نے شفعہ کا دعویٰ کردیا اور شفیع کے حق میں اس مکان یا باغ کا فیصلہ کردیا گیا، اب اگر شفیع وہ مکان یا باغ لینا چاہتا ہے تو پوری قیمت پر لے گا شفیع یہ کہہ کر کم قیمت پر نہیں لے سکتا ہے کہ جب تم نے یہ مکان خریدا تھا تو وہ صحیح سالم تھا اب وہ مکان گرچکا ہے یا اس باغ کے درخت سوکھ چکے ہیں۔ البتہ شفیع کو چھوڑنے کا اختیار ہے۔ کہ چاہے تو وہ مکان یا باغ نہ لے۔

۳ ورجع الشفیع بالثمن کی ترکیب:۔ واؤ استنافیہ رجع فعل الشفیع فاعل بالثمن جار مجرور مل کر متعلق ہوا فعل کے۔ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

﴿الورقة الثانية : فی الفقه﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ١٤٢٩ھ

الشق الاوّل ......وَلَا يَخْرُجُ الْمَبِيعُ عَنْ مِلْكِ بَائِعِهِ مَعَ خِيَارِهِ ، فَإِنْ قَبَضَهُ الْمُشْتَرِيْ فَهَلَكَهُ عَلَيْهِ بِالْقِيْمَةِ : اَیْ بِيعَ بِشَرْطِ خِيَارِ الْبَائِعِ فَقَبَضَهُ الْمُشْتَرِیْ فَهَلَكَ فِیْ يَدِهِ يَجِبُ عَلَيْهِ الْقِيْمَةُ لِاَنَّهُ مَقْبُوضٌ عَلٰى سَوْمِ الشِّرَاءِ وَهُوَ مَضْمُوْنٌ بِالْقِيْمَةِ وَيَخْرُجُ عَنْ مِلْكِ الْبَائِعِ مَعَ خِيَارِ الْمُشْتَرِیْ وَهُلْكُهٗ فِیْ يَدِهٖ بِالثَّمَنِ كَتَعَيُّبِهٖ۔ (ص۱۹۔ ج۳۔ رحمانیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں مقبوض علی سوم الشراء کا مطلب واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا خلاصہ تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) مقبوض علی سوم الشراء کا مطلب۔

جواب ...... ۱ عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

۲ عبارت کا ترجمہ:۔ اور مبیع اپنے بائع کی ملک سے اس کے خیارِ شرط لگانے کے ساتھ نہیں نکلتی۔ پس اگر مشتری نے اس مبیع پر قبضہ کرلیا تو اس کا ہلاک ہونا اس مشتری پر ہوگا قیمت کے ساتھ۔ یعنی وہ مبیع بائع کے خیارِ شرط کے ساتھ بیچ دی گئی پھر مشتری نے اس پر قبضہ کرلیا اور وہ مبیع اس مشتری کے قبضہ میں ہلاک ہوگئی تو اس مشتری پر اس کی قیمت واجب ہوگی کیونکہ وہ مقبوض علی سوم الشراء ہے اور وہ مضمون بالقیمۃ ہے اور مشتری کے خیارِ شرط لگانے سے مبیع بائع کی ملکیت سے نکل جاتی ہے اور اس کا مشتری کے ہاتھ میں ہلاک ہوجانا ثمن کے ساتھ ہوگا جیسا کہ اس مبیع کا عیب دار ہوجانا۔

۳ مقبوض علی سوم الشراء کا مطلب:۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بھاؤ لگانے کے لئے نرخ مقرر کرنے کیلئے اس چیز پر قبضہ کیا گیا ہے۔ مشتری نے اس مبیع پر شراء کے ارادہ سے قبضہ کیا ہے اور جس چیز پر شراء کے ارادہ سے قبضہ کیا جائے اور پھر وہ چیز مشتری کے پاس ہلاک ہو جائے تو وہ چیز مضمون بالقیمۃ ہوتی ہے یعنی مشتری پر بازاری قیمت لازم ہوتی ہے، ثمن یعنی آپس میں طے کردہ قیمت لازم نہیں ہوتی۔

الشق الثانی ...... **فَلَوْ قَالَ : بِعْ عَبْدَكَ مِنْ زَيْدٍ بِأَلْفٍ عَلٰى أَنِّيْ ضَامِنٌ كَذَا مِنَ الثَّمَنِ سِوَى الْأَلْفِ أَخَذَ الْأَلْفَ مِنْ زَيْدٍ وَالزِّيَادَةُ مِنْهُ ، وَلَوْ لَمْ يَقُلْ "مِنَ الثَّمَنِ" فَالْأَلْفُ عَلٰى زَيْدٍ وَلَاشَيْئٌ عَلَيْهِ ، وَكُلُّ دَيْنٍ أُجِّلَ إِلٰى أَجَلٍ مَّعْلُوْمٍ صَحَّ إِلَّا الْقَرْضَ فَإِنَّهٗ يَصِيْرُ بَيْعُ الدَّرَاهِمِ بِالدَّرَاهِمِ نَسِيْئَةً فَلَا يَجُوْزُ لِأَنَّهٗ يَصِيْرُ رِبوًا لِأَنَّ النَّقْدَ خَيْرٌ مِّنَ النَّسِيْئَةِ** ۔(ص ۱۶۱۔ج ۳۔رحمانیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں، مسائل مذکورہ کی وضاحت کریں و لا شیء علیہ کی دلیل بیان کریں۔

﴿خلاصہ سوال﴾ ...... اس سوال کا حاصل تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) مسائل کی وضاحت (۳) **لا شیئ علیہ** کی دلیل۔

جواب ...... ۱ عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

۲ مسائل کی وضاحت:۔ اس عبارت میں دو مسئلے بیان کئے گئے ہیں۔ پہلے مسئلہ کا حاصل یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے بائع سے کہا کہ تم اپنا غلام زید کو ایک ہزار میں فروخت کر دو اور میں ہزار روپے کے علاوہ ثمن میں سے اتنے روپے کا ضامن ہوں۔ گویا کہ اس تیسرے شخص نے ثمن میں اضافہ کر دیا اور اسکے ادا کرنے کا خود ضامن بھی ہو گیا۔ تو اب بائع ایک ہزار تو زید سے وصول کرے گا اور ایک ہزار سے زائد اس تیسرے شخص سے وصول کریگا۔ البتہ اگر اس تیسرے شخص نے **من الثمن** کے الفاظ نہیں کہے تھے تو اس صورت میں زید کے ذمے ایک ہزار واجب ہوں گے اور اس تیسرے شخص کے ذمے کوئی رقم واجب نہیں ہوگی۔

دوسرے مسئلہ کا حاصل یہ ہے کہ ہر قسم کے دَین کو اجل معلوم تک مؤخر کرنا صحیح ہے سوائے قرض کے اسے اجل معلوم تک مؤخر کرنا صحیح نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ قرض کو اجل معلوم تک مؤخر کرنے سے وہ اجل معلوم لازم نہیں ہوتی کہ اس اجل معلوم سے پہلے قرض کا مطالبہ صحیح نہ ہو، بلکہ قرض دینے والے کو ہر وقت یہ اختیار رہتا ہے کہ وہ جب اور جس وقت چاہے اپنے قرض کا مطالبہ کر لے۔ اس لئے کہ قرض کو مؤجل کرنے کی صورت میں دراہم کی بیع دراہم سے نسیئۃ ہو جائے گی اور یہ بیع سود کے زمرے میں داخل ہونے کی وجہ سے جائز نہیں اور اس صورت میں ایک طرف دراہم نقد ہیں اور دوسری طرف ادھار ہیں۔ حالانکہ دراہم کا دراہم سے تبادلہ کرنا بیع صرف ہے اور بیع صَرف میں جانبین سے قبضہ کرنا ضروری ہے اور یہاں جانبین سے قبضہ نہ ہونے کی وجہ سے یہ سود بنتا ہے۔ لیکن قرض میں ضرورت کی بنا پر عدمِ قبضہ کو جائز قرار دیا گیا ہے۔ البتہ قرض دینے والے کو یہ اختیار ہے کہ وہ جب چاہے اپنے قرض کا مطالبہ کر لے اور قرض لینے والا اس کے مطالبہ پر قرضہ واپس کرنے کا پابند ہوگا۔

۳ **لا شیئ علیہ** کی دلیل:۔ یعنی جب تیسرے شخص نے بائع کو کہا کہ تم اپنا غلام زید کو ہزار میں بیچ دو اور میں ہزار کے علاوہ کا ضامن ہوں اور **من الثمن** کا لفظ نہیں کہا تو زید پر ہزار لازم ہوگا لیکن اس تیسرے شخص پر کچھ لازم نہ ہوگا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اس تیسرے شخص کی طرف سے صرف وعدہ ہی وعدہ ہے۔ جس کا پورا کرنا اس کے ذمے ضروری نہیں ہے۔ بخلاف **من الثمن** کے

کہ وہاں **من الثمن** کے لفظ سے تیسرے شخص نے ثمن کے اندر اضافہ کیا تھا اور اضافہ ہونے کی لالچ میں بائع نے وہ غلام فروخت کیا تھا۔لہٰذا وہ اضافی رقم اس تیسرے شخص پر لازم ہوگی۔

﴿السوال الثانی﴾ ١٤٢٩ھ

الشق الاوّل ......لِلْمُوَكِّلِ عَزْلُ وَكِيْلِهِ وَوَقَفَ عَلٰى عِلْمِهِ وَتَبْطُلُ الْوَكَالَةُ بِمَوْتِ اَحَدِهِمَا وَجُنُوْنِهٖ مُطْبَقًا ، وَلِحَاقِهٖ بِدَارِ الْحَرْبِ مُرْتَدًّا وَكَذَا بِعِجْزِ مُوَكِّلِهٖ مُكَاتَبًا ، وَحَجْرِهٖ مَاذُوْنًا وَافْتِرَاقِ الشَّرِيْكَيْنِ : اَیْ اَحَدُ الشَّرِيْكَيْنِ وَكَّلَ ثَالِثًا فِی التَّصَرُّفِ فِیْ مَالِ الشِّرْكَةِ فَافْتَرَقَا تَبْطُلُ الْوَكَالَةُ ۔(ص٢٠٢۔ج٣۔رحمانیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں ،مسائلِ مذکورہ کی صورت واضح فرمائیں ،جنونِ مطبق میں اختلاف واضح کریں۔

﴿خلاصہ سوال﴾......اس سوال میں تین امور طلب ہیں (١) عبارت پر اعراب (٢) مذکورہ مسائل کی وضاحت (٣) **جنون مطبق** میں اختلاف کی وضاحت۔

جواب...... ① **عبارت پر اعراب :۔کما مرّ فی السوال آنفا۔**

② **مذکورہ مسائل کی وضاحت :۔** عبارت میں مذکور پہلے مسئلہ کی وضاحت یہ ہے کہ مؤکل اگر اپنے وکیل کو معزول کرنا چاہے تو یہ اس کیلئے جائز ہے کیونکہ مؤکل ہی نے اس کو وکیل بنایا تھا لہٰذا معزول کرنے کا اختیار بھی مؤکل کو ہوگا البتہ وکیل کی یہ معزولی اس وکیل کے علم پر موقوف ہوگی جب تک وکیل کو معزولی کا علم نہ ہوگا اس وقت تک وہ شرعاً وکیل ہی رہے گا اور اس کے تمام تصرفات مؤکل کے لئے ہی سمجھے جائیں گے۔البتہ معزولی کا علم ہو جانے کے بعد جو تصرف کرے گا وہ اس کا ذاتی تصرف ہوگا۔

دوسرے مسئلہ کا حاصل یہ ہے کہ اگر وکیل اور مؤکل میں سے کسی کا انتقال ہو گیا تو وکالت باطل ہو جائے گی کیونکہ مؤکل انتقال کے بعد اہل تصرف نہیں رہا تو وکیل کا تصرف کس کی طرف منسوب ہوگا اور وکیل کے انتقال کے بعد وکیل کا اہلِ تصرف نہ ہونا ظاہر ہے، نیز وکیل اور مؤکل میں سے کسی ایک کے مسلسل جنون میں مبتلا ہونے سے بھی وکالت باطل ہو جائے گی کیونکہ جنون کے نتیجے میں نہ انسان تصرف کا اہل رہتا ہے اور نہ اس میں وکالت کی صلاحیت ہوتی ہے۔نیز اگر وکیل اور متوکل دونوں میں سے کوئی ایک مرتد ہو کر دارالحرب میں چلا جائے تب بھی وکالت باطل ہو جائے گی۔اگر وکیل مرتد ہوا تو وہ بمنزل میت کے ہے اور میت تصرف کی اہل نہیں ہوتی اور اگر مؤکل مرتد ہو جائے تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وکالت باطل ہو جائے گی۔البتہ صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک مؤکل کے مرتد ہونے سے وکالت باطل نہیں ہوگی جب تک قاضی اس کے لحاقِ دارالحرب کا فیصلہ نہ کرے اور جب فیصلہ کر دے تو وکالت باطل ہو جائے گی۔اسی طرح اگر مؤکل مکاتب غلام ہو اور وہ بدلِ کتابت ادا کرنے سے عاجز ہو جائے یا اگر مؤکل ''عبدِ ماذون فی التجارۃ'' ہو اور آقا اس غلام پر پابندی لگا دے یا شریکین میں سے ایک مال شرکت میں تصرف کے لئے ثالث کو وکیل بنا دے پھر وہ دونوں شریک جدا ہو جائیں یعنی شرکت ختم کر دیں تو مذکورہ بالا تینوں صورتوں میں وکالت باطل ہو جائے گی اگرچہ ان تینوں کے وکیل کو اس بات کا علم نہ ہو کہ میرا مؤکل مال کتابت کی ادائیگی سے عاجز ہو چکا ہے یا عبد ماذون کے وکیل کو یہ علم نہ ہو کہ اس کے مؤکل پر بیع و شراء کی پابندی لگ چکی ہے یا شریکین کے وکیل کو یہ علم نہ ہو کہ میرے مؤکل نے شراکت ختم کر دی ہے۔اس

لئے کہ ان تینوں صورتوں میں عزل حکمی پائی گئی اور عزل قصدی میں وکیل کے معزول ہونے کی اطلاع لازم ہوتی ہے۔

③ **جنون مطبق میں اختلاف کی وضاحت:۔** جنونِ مطبق کی مدت میں فقہاء کا اختلاف ہے۔امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک اسکی مدت ایک ماہ ہے کیونکہ اسکے نتیجے میں رمضان کے روزے ساقط ہو جاتے ہیں اور انہی سے ایک روایت یہ ہے کہ اگر جنون ایک دن اور رات سے لمبا ہو جائے تو یہ جنونِ مطبق ہے کیونکہ اسقدر جنون کے لمبا ہونے میں پورے دن کی نمازیں ساقط ہو جاتی ہیں۔امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک جنون مطبق کی مدت احتیاطاً ایک سال ہے کیونکہ اس کے نتیجے میں ساری عبادات ساقط ہو جاتی ہیں۔

الشق الثانی ......صَحَّ شِرَاءُ مَالَمْ يَرَهُ خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ" وَلِمُشْتَرِيهِ الْخِيَارُ عِنْدَهَا اَىْ عِنْدَ الرُّؤْيَةِ إِلَى اَنْ يُوجَدَ مُبْطِلُهُ ، وَإِنْ رَضِيَ قَبْلَهَا اَىْ اِنْ رَضِيَ قَبْلَ الرُّؤْيَةِ يَكُوْنُ لَهُ حَقُّ الْفَسْخِ إِذَا رَاٰهُ لٰكِنْ لَوْفَسَخَ قَبْلَ الرُّؤْيَةِ يَنْفُذُ الْفَسْخُ بِحُكْمِ اَنَّهُ عَقْدٌ غَيْرُ لَازِمٍ حَتّٰى لَايَجُوْزُ إِجَازَتُهُ عِنْدَ الرُّؤْيَةِ ۔(ص۴۶۔ج۳۔رحمانیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں، مسئلہ کی صورت واضح کریں،امام شافعی رحمہ اللہ کے اختلاف کو واضح کریں۔

﴿خلاصہ سوال﴾......اس سوال کا حل تین امور ہیں(۱) عبارت پر اعراب (۲) صورتِ مسئلہ کی وضاحت (۳) امام شافعیؒ کا اختلاف۔

جواب ...... ① **عبارت پر اعراب:۔** كما مرّ في السوال آنفا۔

② **صورت مسئلہ کی وضاحت:۔** صورت مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص کا ایسی شی کو خریدنا جس کو ابھی تک اس نے دیکھا نہیں تو یہ جائز ہے۔خریدنے کے بعد دیکھنے کی صورت میں اسے یہ اختیار ہوگا کہ اس عقد کو باقی رکھے یا رد کر دے،اور یہ اختیار اس وقت تک رہے گا جب تک اس سے کوئی ایسا امر ظاہر نہ ہو جو اس کی طرف سے رضا مندی کی علامت ہو اور اگر مشتری نے مبیع کے دیکھنے سے پہلے اس بیع پر رضا مندی ظاہر کر دی تب بھی اس کو دیکھنے کے وقت اس بیع کے رد کرنے کا حق ہوگا،لیکن اگر دیکھنے سے پہلے مشتری نے اس بیع کو فسخ کر دیا تو یہ فسخ نافذ ہو جائیگا کیونکہ وہ عقد ابھی تک لازم نہیں ہوا،لیکن اس مبیع کو بغیر دیکھے فسخ کر دینے کے بعد اگر مبیع کو دیکھا تو اب اس بیع کو جائز رکھنا معتبر نہ ہوگا بلکہ وہ فسخ کرنا ہی نافذ ہوگا۔

③ **امام شافعی رحمہ اللہ کے اختلاف کی وضاحت:۔** اس مسئلہ میں احناف اور امام شافعی رحمہ اللہ کا اختلاف ہے امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس چیز کو دیکھا نہیں ہے اس کی خریداری ہی جائز نہیں ہے کیونکہ بغیر دیکھے بیع کرنے کی صورت میں مبیع مجہول ہے۔ اور مجہول چیز کی بیع جائز نہیں ہے۔احناف کہتے ہیں کہ یہ بیع جائز ہے جہاں تک مبیع کی جہالت کا تعلق ہے وہ مبیع کے اوصاف اور ماہیت بتانے سے ختم ہو جاتی ہے۔اگر معمولی سی جہالت باقی ہو تو وہ **مفضى الى النزاع** نہ ہونے کی وجہ سے قابل برداشت ہے۔لہٰذا رویت کے بغیر بھی بیع جائز ہے۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱٤۲۹ھ

الشق الاول ......كِتَابُ الْمُسَاقَاتِ : هِيَ دَفْعُ الشَّجَرِ إِلٰى مَنْ يُصْلِحُهُ كَجُزْءٍ مِنْ ثَمَرِهٖ وَهِيَ كَالْمُزَارَعَةِ حُكْمًا وَخِلَافًا وَشُرُوْطًا ، فَإِنَّ حُكْمَ الْمُسَاقَاتِ حُكْمُ الْمُزَارَعَةِ فِيْ اَنَّ الْفَتْوٰى عَلٰى صِحَّتِهَا ، وَفِيْ اَنَّهَا بَاطِلَةٌ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ" خِلَافًا لَهُمَا ، وَفِيْ اَنَّ شُرُوْطَهَا كَشُرُوْطِهَا ۔(ص۳۴۔ج۴۔رحمانیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر مسئلہ واضح کریں، مساقات کی شرائط بیان کریں، مساقات ومزارعت میں امام شافعی رحمہ اللہ کا مذہب بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں چار امور توجہ طلب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) مسئلہ کی وضاحت (۳) مساقات کی شرائط (۴) مساقات اور مزارعت میں امام شافعی رحمہ اللہ کا مذہب۔

جواب ...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ مسئلہ کی وضاحت:۔ اس عبارت میں "مساقات" کی تعریف اور اس کا حکم بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "مساقات" یہ ہے کہ درخت یا باغ کسی دوسرے کو اصلاح اور دیکھ بھال کے لئے اس درخت یا باغ کے بعض پھل کے عوض دینا اس طور پر کہ وہ بعض پھل مشاع ہو یعنی مالک یہ کہے کہ اس درخت یا پھل کا خمس یا ربع یا ثلث تجھے دوں گا۔ یہ مساقات اپنے حکم، فقہاء کے اختلاف اور شرائط کے اعتبار سے مزارعت کی طرح ہے، یعنی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مساقات باطل ہے جس طرح کہ انکے نزدیک مزارعت باطل ہے۔ صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک جس طرح مزارعت جائز ہے اسی طرح مساقات بھی جائز ہے اور اسی طرح جو شرائط مزارعت میں ضروری ہیں اسی طرح ان شرائط کا مساقات میں بھی پایا جانا ضروری ہے۔

❸ مساقات کی شرائط:۔ مساقات کی صحت کیلئے یہ شرائط ہیں ① عاقدین اہلِ عقد ہوں یعنی عاقدین عاقل، بالغ ہوں ② عامل کیلئے پیداوار میں سے متناسب ومشاع حصہ متعین ہو مثلاً کل پیداوار کا خمس، رُبع، ثلث وغیرہ ③ درخت یا باغ اور عامل کے درمیان تخلیہ ہو یعنی اس باغ یا درخت کی نگرانی میں مالک وغیرہ حائل نہ ہو ④ پیداوار میں دونوں متعاقدین شریک ہوں وغیرہ۔ چونکہ مساقات میں بیج اور بیل وغیرہ کا تعلق نہیں ہے اسلئے مساقات میں انکی ضرورت بھی نہیں ہے۔

❹ مساقات اور مزارعت میں امام شافعی رحمہ اللہ کا مذہب:۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک مساقات جائز ہے اور مزارعت مساقات کے ضمن میں تبعاً جائز ہے۔ لیکن مستقلاً جائز نہیں ہے۔ تبعاً جائز ہونے کی صورت یہ ہوگی کہ ایک شخص نے کھجور کا ایک باغ دوسرے کو مساقاۃ پر دیا اور ان درختوں کے درمیان میں خالی جگہ تھی وہ مزارعت پر اسی شخص کو دیدی اور اس درمیان والی زمین کی سیرابی درختوں کے پانی سے ہو جاتی ہو تو اس صورت میں امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک یہ مزارعت جائز ہوگی لیکن درمیان والی زمین کو علیحدہ پانی سے سیراب کرنا پڑتا ہو تو یہ مزارعت تبعاً نہ ہوگی بلکہ مستقلاً ہونے کی وجہ سے امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک جائز نہ ہوگی۔ وجہ یہ ہے کہ مزارعت اور مساقات میں اصل مضاربت ہے۔ یعنی جیسے مزارعت میں رب المال کی طرف سے مال ہوتا ہے اور مضارب کی طرف سے عمل ہوتا ہے اور نفع میں دونوں اپنے اپنے حصوں کے مطابق شریک ہوتے ہیں۔ اسی طرح مساقات میں بھی درخت وغیرہ مالک کے ہوتے ہیں اور عامل کی طرف سے صرف عمل ہوتا ہے اور اشجار مالک کی ملکیت میں باقی رہتے ہیں پیداوار میں دونوں شریک ہوتے ہیں لہٰذا مساقات مضاربت کے زیادہ مشابہ ہے اور مزارعت میں صرف ربح میں شرکت کی شرط مفسد عقد ہے اور اگر پوری پیداوار میں شرکت ہو تو پھر مضاربت کے ساتھ مشابہت نہیں ہے، لہٰذا مستقلاً مزارعت جائز نہیں ہے اور مساقات کے ضمن میں جائز ہے۔

الشق الثانی ...... وَشُرِطَ كَوْنُ الذَّابِحِ مُسْلِمًا اَوْ كِتَابِيًّا ذِمِّيًّا اَوْ حَرْبِيًّا، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: "وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَّكُمْ وَذٰلِكَ لِاَنَّهُمْ يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا فَحَلَّ ذَبِيْحَتُهُمَا لَوْ مَجْنُوْنًا اَوِ امْرَأَةً وَصَبِيًّا يَعْقِلُ وَيَضْبِطُ حَتّٰى لَوْكَانَ الْمَجْنُوْنُ اَوِ الصَّبِيُّ بِحَيْثُ لَايَعْقِلُ وَلَا يَضْبِطُ التَّسْمِيَةَ لَايَحِلُّ ذَبِيْحَتُهُمَا"

عبارت پراعراب لگائیں، صورتِ مسئلہ واضح کریں، ابتداء سے حربیا تک ترکیب کریں۔ (ص ۳۶۔ج ۳۔رحمانیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت پراعراب (۲) صورت مسئلہ کی وضاحت (۳) جملہ مذکورہ کی ترکیب۔

جواب...... ❶ عبارت پراعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

❷ صورت مسئلہ کی وضاحت:۔ اس عبارت میں جانور کے حلال ہونے کی شرط بیان کی گئی ہے کہ جانور کو ذبح کرنے والا مسلمان ہو یا اہل کتاب (یعنی یہودی یا نصرانی) ہو، خواہ وہ دارالاسلام کا باشندہ ہو یا دارالحرب کا باشندہ ہو۔ اسلئے کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے **و طعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم** کہ اہل کتاب کا حلال کیا ہوا ذبیحہ تمہارے لئے حلال ہے اسلئے کہ اہلِ کتاب ذبح کرتے وقت جانور پر اللہ تعالیٰ کا نام لیتے ہیں۔ اگرچہ اہل کتاب وہ مجنون ہو یا عورت ہو یا ایسا سمجھدار بچہ ہو جو زبان سے اللہ تعالیٰ کا نام ادا کر سکتا ہو لہٰذا اگر مجنون اور بچہ سمجھ نہ رکھتے ہوں اور زبان سے اللہ تعالیٰ کا نام ادا نہ کر سکتے ہوں تو ان کا ذبیحہ حلال نہ ہوگا۔

❸ جملہ مذکورہ کی ترکیب:۔ **واؤ** استنافیہ **شرط** فعل **کون** مصدر از افعالِ ناقصہ مضاف **الذابح**، کون کا اسم، **مسلما** معطوف علیہ **او** عاطفہ **کتابیا** موصوف **ذمیا** معطوف علیہ **او** عاطفہ **حربیًا** معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے ملکر خبر۔ **کون** اپنے اسم اور خبر سے ملکر جملہ اسمیہ ہو کر نائب فاعل، فعل مجہول اپنے نائب فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

﴿الورقة الثانية : فی الفقه﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۰ھ

الشق الاوّل...... **وَلَوِاشْتَرىٰ عَبْدَيْنِ صَفْقَةً وَقَبَضَ اَحَدَهُمَا وَوَجَدَبِهٖ اَوْ بِالْاٰخَرِ عَيْبًا اَخَذَهُمَا اَوْرَدَّهُمَا، وَلَوْ قَبَضَهُمَا رَدَّ الْمَعِيْبَ خَاصَةً لِاَنَّ الصَّفْقَةَ اِنَّمَا تَتِمُّ بِالْقَبْضِ فَقَبْلَ الْقَبْضِ لَايَجُوْزُ تَفْرِيْقُ الصَّفْقَةِ وَبَعْدَ الْقَبْضِ يَجُوْزُ، وَكَيْلِيٌّ اَوْوَزْنِيٌّ قَبَضَ اِنْ وَجَدَ بِبَعْضِهٖ عَيْبًا رَدَّ كُلَّهٗ اَوْ اَخَذَهٗ لِاَنَّهٗ اِذَا كَانَ مِنْ جِنْسٍ وَاحِدٍ فَهُوَ كَشَيْئٍ وَاحِدٍ، وَقِيْلَ هٰذَا اِذَا كَانَ فِی وِعَاءٍ وَاحِدٍ حَتّٰى لَوْكَانَ فِیْ وِعَائَيْنِ فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ عَبْدَيْنِ فَيَرُدُّ الْوِعَاءَ الَّذِیْ فِيْهِ الْمَعِيْبُ.** (ص ۳۶۔ج ۳۔رحمانیہ)

عبارت پراعراب لگائیں، مذکورہ مسائل کی وضاحت کریں، درج ذیل عبارت کی ترکیب کریں **لان الصفقة انما تتم بالقبض۔**

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال کا خلاصہ تین امور ہیں (۱) عبارت پراعراب (۲) عبارت میں مذکور مسائل کی وضاحت (۳) **لان الصفقة انماتتم بالقبض** کی ترکیب۔

جواب...... ❶ عبارت پراعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

❷ عبارت میں مذکور مسائل کی وضاحت:۔ صورت مسئلہ یہ ہے کہ اگر مشتری نے ایک ہی عقد میں دو غلام خریدے اور ایک غلام پر قبضہ کرلیا۔ پھر اس مقبوضہ غلام یا دوسرے غیر مقبوضہ غلام میں عیب پایا گیا تو اس صورت میں مشتری کو اختیار ہے چاہے دونوں غلاموں کو اپنے پاس رکھ لے یا دونوں کو واپس کردے۔ اسے اس بات کا اختیار نہیں ہے کہ ایک غلام میں عقد کو جائز رکھتے

ہوئے اپنے پاس رکھے اور دوسرے کو عیب کی وجہ سے واپس کردے، کیونکہ ایسا کرنے سے تفریق صفقہ لازم آئے گا اور یہ (تفریق صفقہ) بیع تام ہونے سے پہلے جائز نہیں ہے، چنانچہ اگر دونوں غلاموں پر قبضہ کرلیا تو اب صرف عیب دار غلام کو واپس کرنا جائز ہے کیونکہ قبضہ کی وجہ سے عقد تام ہوگیا ہے اور عقد کے تام ہونے کے بعد تفریق صفقہ جائز ہے۔

اگر کسی مشتری نے کوئی کیلی یا موزونی چیز پر قبضہ کرلیا پھر اس میں سے بعض کے اندر عیب پایا تو اب مشتری یا تو پوری مبیع واپس کردے یا پوری مبیع کو اپنے پاس رکھ لے۔ اسے یہ اختیار نہیں ہے کہ صرف عیب دار کو واپس کردے باقی کو اپنے پاس رکھ لے کیونکہ کیلی یا وزنی اشیاء ایک جنس ہونے کی وجہ سے بمنزلِ شئ واحد کے ہیں اور مبیع کے شئ واحد ہونے کی صورت میں تفریق (ایک حصہ میں بیع جائز ہو اور دوسرے میں ناجائز ہو) جائز نہیں ہے۔ بعض فقہاء نے فرمایا کہ یہ حکم اس صورت میں ہے جب مبیع ایک برتن میں ہو لیکن اگر وہ ایک جنس ہونے کے باوجود دو برتنوں میں رکھی ہو تو اس کا حکم دو غلاموں کی طرح ہے لہٰذا جس برتن میں عیب دار مبیع ہوگی صرف اس کو واپس کرنا جائز ہے دوسرے برتن والی چیز کو واپس کرنا جائز نہیں ہے۔

۳ **لان الصفقة انماتتم بالقبض** کی ترکیب:۔ لام تعلیلیہ أنّ حرف از حروف مشبہ بالفعل **الصفقة**، أنّ کا اسم **انما** کلمۂ حصر **تتم** فعل وفاعل **بالقبض** جار مجرور ملکر متعلق ہوا فعل کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر خبر۔ أنّ اپنے اسم وخبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر بتاویل مفرد مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ہوا دی فعل کے۔

الشق الثانی ...... **بَابُ الْبَيْعِ الْفَاسِدِ: بَطَلَ بَيْعُ مَالَيْسَ بِمَالٍ كَالدَّمِ وَالْمَيْتَةِ وَالْحُرِّ، وَالْبَيْعُ بِهِ، وَكَذَا بَيْعُ أُمِّ الْوَلَدِ وَالْمُدَبَّرِ وَالْمُكَاتَبِ، وَبَيْعُ مَالٍ غَيْرِ مُتَقَوَّمٍ كَالْخَمْرِ وَالْخِنْزِيرِ بِالثَّمَنِ، اِعْلَمْ اَنَّ الْمَالَ عَيْنٌ يَجْرِيْ فِيْهِ التَّنَافُسُ وَالْاِبْتِذَالُ.** (ص ۳۸۔ ج ۳۔ رحمانیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں، ترجمہ کریں، مال کی تعریف میں قیود کی مکمل وضاحت کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا خلاصہ تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) مال کی تعریف میں قیود کی مکمل وضاحت۔

جواب ...... ۱ عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

۲ عبارت کا ترجمہ:۔ یہ باب بیع فاسد کے بیان میں ہے، باطل ہے اس چیز کی بیع جو مال نہیں جیسے خون، مردار اور آزاد کو بیچنا اور اس کے عوض کسی شئ کو بیچنا۔ اور اسی طرح ام ولد اور مدبر اور مکاتب کو بیچنا اور مال غیر متقوم جیسے شراب اور خنزیر کو ثمن کے عوض بیچنا بھی اسی طرح باطل ہے۔ جان تو یہ بات کہ مال وہ چیز ہے جس میں رغبت کرنا اور خرچ کرنا جاری ہوتا ہے۔

۳ مال کی تعریف میں قیود کی مکمل وضاحت:۔ مال کی تعریف میں دو قیود ذکر کی گئی ہیں۔ **تنافس** یعنی رغبت کرنا۔ **ابتذال** یعنی خرچ کرنا، **تناقس** کی قید سے وہ معمولی مال خارج ہوگیا جس کی طرف انسان کی رغبت اور میلان نہیں ہوتا جیسے معمولی مقدار کی مٹی، خون اور وہ مردار جانور جو اپنی طبعی موت مرگیا ہو، کیونکہ انسان ان کی طرف رغبت نہیں کرتا بلکہ ان سے نفرت کرتا ہے۔ **ابتذال** کی قید سے آزاد انسان خارج ہوگیا کیونکہ آزاد انسان خرچ نہیں کیا جاتا بلکہ وہ خود خرچ کرتا ہے۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۰ھ

الشق الاوّل ......وَالْبَيْعُ بِشَرْطٍ يَقْتَضِيْهِ الْعَقْدُ كَشَرْطِ الْمِلْكِ لِلْمُشْتَرِيْ، اَوْلَا يَقْتَضِيْهِ وَلَا نَفْعَ فِيْهِ لِاَحَدٍ كَشَرْطِ اَنْ لَا يَبِيْعَ الدَّابَّةَ الْمَبِيْعَةَ، بِخِلَافِ شَرْطٍ لَا يَقْتَضِيْهِ الْعَقْدُ وَفِيْهِ نَفْعٌ لِاَحَدِ الْعَاقِدَيْنِ اَوِ الْمَبِيْعِ يَسْتَحِقُّهٗ۔

عبارت پراعراب لگائیں، ترجمہ کریں، وفیہ نفع سے آخر تک کی عبارت کی مکمل وضاحت کریں۔ (ص۴۶۔ج۳۔رحمانیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت پراعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) وفیہ نفع الخ کی وضاحت۔

جواب...... ❶ عبارت پراعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ اور صحیح ہے ایسی شرط کے ساتھ بیع کرنا جس کا عقد تقاضا کرتا ہے جیسے مشتری کے لئے ملک کی شرط لگانا یا عقد اس کا تقاضا نہیں کرتا اور اس میں متعاقدین میں سے کسی ایک کے لئے نفع بھی نہیں ہے جیسے اس بات کی شرط لگانا کہ مشتری دابہ مبیعہ کو آگے فروخت نہیں کرے گا۔ بخلاف اس شرط کے جس کا عقد تقاضا نہیں کرتا اس حال میں کہ اس میں عاقدین میں سے کسی ایک کے لئے یا اس مبیع کے لئے جو اس نفع کا استحقاق رکھتی ہے، نفع ہو۔

❸ وفیہ نفع الخ کی وضاحت:۔ اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے عقد بیع میں ایسی شرط لگائی جس کا عقد تو تقاضا نہیں کرتا لیکن اس شرط سے بائع یا مشتری یا خود مبیع کو نفع ہوتا ہے تو یہ بائع فاسد ہے۔ مشتری کے نفع کی مثال یہ ہے کہ مشتری عقد کے وقت یہ شرط لگائے کہ میں اس کپڑے کو اس شرط پر خریدتا ہوں کہ بائع اس کو کاٹ کر دے، یا سی کر دے۔ بائع کے نفع کی مثال یہ ہے کہ بائع یہ کہے کہ میں دار اس شرط پر فروخت کرتا ہوں کہ اس میں ایک ماہ رہائش رکھوں گا۔ اور مبیع کے نفع کی مثال یہ ہے کہ بائع کہے کہ میں یہ غلام اس شرط پر فروخت کرتا ہوں کہ مشتری اس غلام سے خدمت نہ لے گا یا اسکو آگے فروخت نہیں کرے گا۔ مذکورہ بالا تینوں امثلہ میں ایسی شرائط ہیں جو مقتضاءِ عقد نہیں ہیں مگر ان میں متعاقدین یا مبیع میں سے ایک کا نفع ہے۔ لہٰذا ان تمام صورتوں میں بیع فاسد ہے۔

الشق الثانی ......بَابُ الْاِسْتِثْنَاءِ : وَمَنِ اسْتَثْنٰى بَعْضَ مَا اَقَرَّبِهٖ مُتَّصِلًا لَزِمَهٗ بَاقِيْهِ، وَاِنِ اسْتَثْنَى الْكُلَّ فَكُلُّهٗ اَيْ لَزِمَهٗ كُلُّهٗ لِاَنَّ اِسْتِثْنَاءَ الْكُلِّ لَا يَصِحُّ، فَاِنِ اسْتَثْنٰى كَيْلِيًّا اَوْ وَزْنِيًّا مِنْ دَرَاهِمَ صَحَّ قِيْمَةً، وَاِنِ اسْتَثْنٰى غَيْرَهُمَا مِنْهَا لَمْ يَصِحَّ۔ (ص۲۳۹۔ج۳۔رحمانیہ)

عبارت پراعراب لگائیں، ترجمہ کریں، فان استثنی کیلیا سے آخر تک کی مکمل وضاحت کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پراعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) فان استثنی کیلیًا الخ کی وضاحت۔

جواب...... ❶ عبارت پراعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت ترجمہ:۔ یہ باب استثناء کے بیان میں ہے۔ اور جس شخص نے اقرار کی ہوئی چیز میں سے بعض کا متصلاً استثناء کیا تو اس کو باقی لازم ہوگا اور اگر اقرار کی ہوئی چیز کا مکمل استثناء کیا تو کل لازم ہوگا یعنی اس کو اس اقرار کی ہوئی چیز کا کل لازم ہوگا اس لئے کہ کل کا استثناء درست نہیں ہے۔ پس اگر دراہم میں سے کسی کیلی یا کسی وزنی چیز کا استثناء کیا تو یہ قیمۃً درست ہوگا۔ اور اگر ان دراہم

میں سے کیلی اور وزنی چیز کے علاوہ کا استثناء کیا تو یہ استثناء درست نہ ہوگا۔

③ **فان استثنی کیلیًا الخ کی وضاحت:۔** عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے دراہم کے اقرار میں سے کسی کیلی یا وزنی چیز کا استثناء کر لیا تو یہ استثناء قیمۃً درست ہوگا لیکن اگر دراہم کے اقرار میں سے کیلی اور وزنی چیز کے علاوہ کسی اور چیز کا استثناء کیا تو یہ استثناء درست نہیں ہوگا مثلاً مُقِرّ نے اقرار کرتے ہوئے یہ کہا **لَهٗ عَلَیَّ مِاۃُ دَرَاھِمَ اِلَّا دِیْنَارًا** (یعنی فلاں کے میرے ذمے سو دراہم ہیں مگر ایک دینار) تو یہ استثناء درست ہے کیونکہ دینار وزنی ہے اور دراہم میں سے ایک دینار کی قیمت کم کر دی جائے گی۔ لیکن اگر مُقِرّ نے کہا **لہ علی مأۃ دراھم الا ثوبا** (یعنی فلاں کے میرے ذمے سو دراہم ہیں مگر ایک کپڑا) تو یہ استثناء امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک درست نہیں ہے۔ اس لئے کہ کپڑا نہ کیلی ہے اور نہ وزنی ہے بلکہ مساحتی ہے۔ دلیل یہ ہے کہ دراہم اور کیلی وموزونی چیزوں کے درمیان من وجہ مجانست ہے اور وہ مجانست یہ ہے کہ دراہم بھی "قدری" ہے اور کیلی وزنی چیز بھی "قدری" ہے۔ دوسرا یہ کہ دراہم بھی ثمن ہے اور دینار بھی ثمن ہے اور ہر کیلی اور وزنی چیز اوصاف کے بیان کے بعد ثمن بن سکتی ہے۔ لہٰذا اس من وجہ مجانست کی وجہ سے ان کا استثناء جائز ہے، امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک دراہم کے اقرار میں سے کیلی اور وزنی چیز کا استثناء بھی درست نہیں ہے اس لئے کہ من وجہ مجانست موجود نہیں ہے اور استثناء کے درست ہونے کیلئے من کل الوجوہ مجانست ضروری ہے اور وہ یہاں موجود نہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک مندرجہ بالا تمام استثناء درست ہیں یعنی دراہم سے دینار کا اور گندم اور کپڑے کا استثناء درست ہے۔ اس لئے کہ ان تمام اشیاء میں مالیت کے اعتبار سے مجانست موجود ہے۔ اور استثناء کے درست ہونے کیلئے مالیت کے اعتبار سے مجانست کافی ہے۔

﴿السوال الثالث﴾ ١٤٣٠ھ

الشق الاول ......**کِتَابُ الْاُضْحِیَۃِ هِیَ شَاۃٌ مِنْ فَرْدٍ وَبَقَرَۃٌ اَوْ بَعِیْرٌ مِنْهُ اِلٰی سَبْعَۃٍ اِنْ لَمْ یَکُنْ لِفَرْدٍ اَقَلَّ مِنْ سُبُعٍ حَتّٰی لَوْ کَانَ لِاَحَدِ السَّبْعَۃِ اَقَلَّ مِنَ السُّبُعِ لَایَجُوْزُ عَنْ اَحَدٍ، لِاَنَّ وَصْفَ الْقُرْبَۃِ لَایَتَجَزّٰی، وَعِنْدَ مَالِکٍ تَجُوْزُ عَنْ اَھْلِ بَیْتٍ وَاحِدٍ وَاِنْ کَانُوْا اَکْثَرَ مِنْ سَبْعَۃٍ، وَلَاتَجُوْزُ عَنْ اَھْلِ بَیْتَیْنِ وَاِنْ کَانُوْا اَقَلَّ مِنْ سَبْعَۃٍ۔**

عبارت پر اعراب لگائیں، ترجمہ کریں، وجوب قربانی کی شرائط بیان کریں۔ (ص۳۹۔ج۴۔رحمانیہ)

﴿خلاصہ سوال﴾ ...... اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) قربانی کے وجوب کی شرائط۔

جواب ...... ① **عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔**

② **عبارت کا ترجمہ:۔** یہ کتاب قربانی کے احکام کے بیان میں ہے۔ وہ قربانی ایک مرد کی طرف سے ایک بکری ہے اور ایک گائے یا ایک اونٹ ہے ایک سے لے کر سات آدمیوں تک اگر ان سات میں سے کسی ایک کے لئے ساتویں حصہ سے کم نہ ہو یہاں تک کہ اگر سات افراد میں سے کسی ایک فرد کا حصہ ساتویں سے کم ہوگا تو کسی ایک کی بھی قربانی جائز نہ ہوگی۔ اس لئے کہ وصف قربت میں تجزی نہیں ہوتی۔ اور امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک ایک گھر والوں کی طرف سے کافی ہوسکتی ہے اگرچہ وہ سات سے زائد افراد ہوں اور دو گھر والوں کی طرف سے جائز نہیں ہے اگرچہ وہ سات سے کم افراد ہوں۔

④ قربانی کے وجوب کی شرائط:۔ قربانی کے وجوب کی سات شرطیں ہیں ① آزاد ہونا ② عاقل ہونا ③ بالغ ہونا ④ مسلمان ہونا ⑤ مقیم ہونا ⑥ مالدار ہونا ⑦ قربانی کے ایام ہوں۔

الشق الثانی ...... **وَحَلَّ نَبِيذُ التَّمْرِ وَالزَّبِيبِ مَطْبُوخًا اَدْنٰى طَبْخَةٍ وَاِنِ اشْتَدَّ اِذَا شَرِبَ مَالَمْ يَسْكَرْ بِلَالَهْوٍ وَطَرَبٍ اَىْ اِنَّمَا يَحِلُّ هٰذِهِ الْاَشْرِبَةُ اِذَا شَرِبَ مَالَمْ يَسْكَرْ وَاَمَّا الْقَدَحُ الْاٰخِيْرُ وَهُوَ الْمُسْكِرُ حَرَامٌ اِتِّفَاقًا وَشَرْطُهٗ اَنْ يَشْرَبَ لَالِقَصْدِ اللَّهْوِ وَالطَّرَبِ بَلْ لِقَصْدِ التَّقَوِّىْ وَالْخَلِيْطَانِ** ......(ص۶۹۔ج۴۔رحمانیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں، ترجمہ کریں، خلیطان کی مکمل وضاحت کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) خلیطان کی وضاحت۔

جواب ...... ① عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

② عبارت کا ترجمہ:۔ کھجور اور کشمش کی نبیذ جس کو تھوڑا پکایا گیا ہو اگر چہ گاڑھا ہو گیا ہو، جب اتنی مقدار پی جائے جس سے نشہ پیدا نہ ہو اور یہ پینا لہو اور مستی کے لئے نہ ہو تو حلال ہے یعنی یہ اشربہ اس وقت حلال ہیں کہ جب تک ان کے پینے سے نشہ نہ آئے۔ بہر حال آخری پیالہ جو کہ نشہ والا ہو وہ بالاتفاق حرام ہے اور اس کے حلال ہونے کی شرط یہ ہے کہ ان کو لہو ولعب کی غرض سے نہ پیا گیا ہو بلکہ صرف قوت حاصل کرنے کے لئے پیا گیا ہو، اور خلیطین بھی حلال ہے۔

③ خلیطان کی مکمل وضاحت:۔ خلیطان یہ ہے کہ کھجور اور کشمش دونوں کا پانی ملا دیا جائے اور پھر اس مشترک پانی کو تھوڑا سا پکا کر رکھ دیا جائے یہاں تک کہ اسکے اندر جوش پیدا ہو جائے اور گاڑھا ہو جائے، ایسی شراب کو قوت حاصل کرنے کیلئے تفریح طبع کے بغیر پینا حلال ہے البتہ صرف تفریح طبع اور مستی کی غرض سے ایسی شراب پینا جائز نہیں ہے۔

﴿الورقة الثانية : فی الفقه﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۱ھ

الشق الاوّل ...... **وَلَايَخْرُجُ الْمَبِيْعُ عَنْ مِلْكِ بَائِعِهٖ مَعَ خِيَارِهٖ فَاِنْ قَبَضَهُ الْمُشْتَرِىْ فَهَلَكَ عَلَيْهِ بِالْقِيْمَةِ ...... وَيَخْرُجُ عَنْ مِلْكِ الْبَائِعِ مَعَ خِيَارِ الْمُشْتَرِىْ وَهَلَكَهٗ فِىْ يَدِهٖ بِالثَّمَنِ كَتَعَيُّبِهٖ ...... وَلَا يَمْلِكُهُ الْمُشْتَرِىْ عِنْدَ اَبِىْ حَنِيْفَةَ خِلَافًا لَهُمَا وَثَمَرَةُ الْخِلَافِ تَظْهَرُ فِىْ هٰذِهِ الْمَسَائِلِ وَهِىَ قَوْلُهٗ فَشِرَاءُ عِرْسِهٖ بِالْخِيَارِ لَايُفْسِدُ نِكَاحَهٗ، وَاِنْ وَطِيَهَا رَدَّهَا لِاَنَّهٗ بِالنِّكَاحِ اِلَّافِى الْبِكْرِ وَلَايُعْتَقُ قَرِيْبُهٗ عَلَيْهِ فِىْ مُدَّةِ خِيَارِهٖ**

عبارت پر اعراب لگا کر واضح تشریح کریں، قیمت اور ثمن کے درمیان فرق بیان کریں۔(ص۱۹۔ج۳۔رحمانیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) مذکورہ مسائل کی تشریح (۳) قیمت اور ثمن میں فرق۔

جواب ...... ① عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

② مذکورہ مسائل کی تشریح:۔ اس عبارت میں مصنف ﷫ نے دو مسئلے ذکر کئے ہیں۔

پہلا مسئلہ یہ ہے کہ بائع کے مبیع میں خیارِ شرط لگانے سے مبیع بائع کی ملکیت سے خارج نہیں ہوگی۔ پس اگر مشتری نے اس

مبیع پر قبضہ کرلیا اور وہ مبیع مشتری کے ہاتھ میں ہلاک ہوگئی تو مشتری پر اس کی قیمت واجب ہوگی کیونکہ اس مبیع پر شراء کے ارادہ سے قبضہ کیا گیا ہے اور جس چیز پر شراء کے ارادہ سے قبضہ کیا جائے اور پھر وہ ہلاک ہوجائے تو وہ چیز **مضمون بالاقیمۃ** ہوتی ہے۔ لہٰذا مشتری اس مبیع کی قیمت کا ضامن ہوگا۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر عقدِ بیع میں خیارِ شرط مشتری نے لگایا ہو اور مشتری اس مبیع پر قبضہ بھی کرلے پھر وہ مبیع مشتری کے قبضہ میں ہلاک ہوجائے یا اس مبیع میں کوئی عیب پیدا ہوجائے تو اس صورت میں مشتری پر مبیع کے ثمن واجب ہونگے اسکی قیمت واجب نہ ہوگی۔ البتہ امام صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک مشتری اس مبیع کا مالک نہیں ہوگا لیکن صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ مشتری اس مبیع کا مالک بن جاتا ہے۔

ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ کے اس اختلاف کا ثمرہ ونتیجہ مابعد والے مسائل سے ظاہر ہوگا۔ ① اگر مشتری خیارِ شرط کے ساتھ اپنی بیوی کو (جو کسی دوسرے شخص کی باندی تھی) خرید لے، تو امام صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک اس وقت نکاح فاسد نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ وہ بیوی اس کی ملکیت میں نہیں آئی اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک مشتری کا نکاح فاسد ہوگیا کیونکہ شوہر اپنی بیوی کا مالک بن گیا ہے اور ملکیت اور زوجیت دونوں جمع نہیں ہوسکتے ② مشتری نے خیارِ شرط کے ساتھ اپنی بیوی کو خریدے اور اسکے بعد اس سے وطی کرلی تو امام صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک وطی کے بعد بھی اس باندی کو خیارِ شرط کی وجہ سے واپس کرسکتا ہے۔ اسلئے کہ مشتری نے جو وطی کی ہے وہ حق نکاح کی وجہ سے کی ہے۔ اِلّا یہ کہ وہ باندی باکرہ ہو یعنی باکرہ نہ ہونے کی صورت میں اس کا وطی کرنا بسبب نکاح کے تھا لہٰذا اس وطی کو بیع کی اجازت پر محمول نہیں کیا جائیگا، البتہ اگر وہ باندی باکرہ تھی پھر اس سے مشتری نے مدت خیار میں وطی کرلی تو اس وطی کے ذریعے مشتری نے اس باندی کے اندر عیب اور نقص پیدا کردیا۔ لہٰذا اس باندی کو واپس کرنے کا اختیار نہیں رہے گا۔ صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ ثیبہ ہونے کی صورت میں بھی اگر مشتری وطی کرلے تو بھی واپس کرنے کا اسے اختیار ختم ہوجائیگا۔ اسلئے کہ مشتری اس باندی پر قبضہ کرتے ہی اسکا مالک بن گیا تھا اور مالک بن جانے کے بعد اسکا نکاح فاسد ہوگیا، اسکے بعد اس کا باندی کے ساتھ وطی کرنا ملکِ یمین کی وجہ سے ہے اور خیار کے بعد مشتری کا باندی سے وطی کرنا بیع کی اجازت شمار ہوتا ہے۔ لہٰذا اس وطی کے بعد واپس کرنے کا اختیار ختم ہوجائیگا ③ مشتری نے خیارِ شرط کے ساتھ اپنے کسی قریبی رشتہ دار کو خرید لیا، تو امام صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک مدت خیار میں وہ قریبی عزیز آزاد نہیں ہوگا کیونکہ خیار کی وجہ سے ابھی تک مشتری اس کا مالک نہیں ہوا ہے۔ اور آزادی ملکیت کے بعد آتی ہے۔ صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک چونکہ خیار کے باوجود مشتری مالک بن جاتا ہے۔ لہٰذا مشتری کے قریبی عزیز کو خریدتے ہی وہ مشتری پر آزاد ہوجائے گا۔

③ <u>قیمت اور ثمن کے درمیان فرق</u>:۔ قیمت اشیاء کا وہ عوض اور بدل ہے جو بازار اور مارکیٹ میں طے ہے جبکہ ثمن مبیع کا وہ عوض اور بدل ہے جو متعاقدین کے درمیان طے ہوجائے۔

الشق الثانی ......**وجاز بیع الفلس بفلسین باعیانهما...... واللحم بالحیوان۔** (ص ۶۷۔ج ۳۔رحمانیہ)

درج بالا عبارت میں مذکورہ دونوں مسئلوں کی وضاحت کریں اور ان میں ائمہ کا اختلاف دلائل کے ساتھ تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال میں فقط عبارت میں مذکور مسائل کی وضاحت مع اختلاف ائمہ ہے۔

جواب ...... <u>عبارت میں مذکور مسائل کی وضاحت مع اختلاف ائمہ رحمہم اللہ</u>:۔ پہلے مسئلہ کی وضاحت یہ ہے کہ ایک فلس (سکہ، پیسہ) کی بیع دو فلوس کے ساتھ، ان فلوس کے عین کے ساتھ شیخین رحمہما اللہ کے نزدیک جائز ہے اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

برابری کے ساتھ بیع جائز ہے لیکن تفاوت کے ساتھ جائز نہیں ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ فلوس ثمن ہیں جو متعین کرنے سے متعین نہیں ہوتے۔ لہٰذا یہ دونوں غیر متعین کی طرح ہو گئے یعنی تبادلے کے وقت ان کی عینِ ذات مقصود نہیں ہوتی، بلکہ وصف ثمنیۃ مقصود ہوتی ہے۔ جب یہ متعین نہ ہوئے تو عوضین کے غیر متعین ہونے کی صورت میں بیع فاسد ہوتی ہے لہٰذا یہ بیع فاسد ہے اوران کی بیع ایسی ہے جیسے درہم کی بیع درہم سے کرنا یعنی جس طرح درہم کی بیع درہم سے کرنے کی صورت میں برابری ضروری ہے۔ اسی طرح فلس کی بیع فلس سے کرنے کی صورت میں بھی برابری ضروری ہوگی۔

حضرات شیخین رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ ان فلوس کا ثمن ہونا عاقدین کے اتفاق سے ثابت ہوا ہے۔ نہ کہ تمام لوگوں کے اتفاق سے، اور غیر کی اصطلاح متعاقدین کے خلاف حجت نہیں ہوتی اور ان دونوں عاقدین نے فلوس کی ثمنیت کو (جو کہ اصطلاحی تھی) باطل کر دیا ہے۔ اس لئے اس عقد کو صحیح کرنے کی صرف یہ صورت ہے کہ ان فلوس کو متعین کر دیا جائے اور ان کو ثمنیت سے نکال دیا جائے کیونکہ جب یہ فلوس ثمنیت سے نکل جائیں گے تو اس وقت خود ان فلوس کی ذات مطلوب ہوگی، ان کی مالیت مطلوب نہیں ہوگی۔ لہٰذا یہ ممکن ہے کہ ایک شخص دو سکے دے کر ایک سکہ اسکی صورت اور ذات کو طلب کرتے ہوئے لے لے۔

دوسرے مسئلہ کا حاصل یہ ہے کہ گوشت کی بیع حیوان کے ساتھ حضرت شیخین رحمہما اللہ کے نزدیک مطلقاً جائز ہے اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر حیوان کو اسی جنس کے حیوان کے گوشت سے بیچا جائے جیسے بکری کا تبادلہ بکری کے گوشت سے کرنا تو یہ اگر یہ گوشت اس گوشت سے زیادہ ہو جو اس حیوان کے اندر ہے تو بیع جائز ہوگی تاکہ گوشت کے مقابلے میں گوشت ہو جائے اور زائد گوشت گوشت کے علاوہ ردی اور بے کار اشیاء کے مقابلہ میں ہو جائے وگرنہ یہ بیع جائز نہیں ہے۔

اور شیخین رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ مذکورہ بالا صورت میں وزنی چیز کی بیع غیر وزنی (عددی) چیز سے ہو رہی ہے کیونکہ گوشت وزنی ہے اور حیوان عددی ہے اور ایسے عقود میں تفاوت جائز ہے۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۱ھ

الشق الاوّل ......**کفیل امره اصیله بان یتعین علیه ثوبا فعل فهوله ای امر الاصیل الکفیل بان یشتری علیه ثوبا بطریق العینة، وبیع العینة ان...... والثمن وماربح بائعه فعلیه** ۔(ص۱۰۵۔ج۳۔رحمانیہ)

صورتِ مسئلہ کی مکمل وضاحت کریں، **بیع عینہ** کی تعریف اور وجہ تسمیہ تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں فقط دو امر مطلوب ہیں (۱) صورت مسئلہ کی وضاحت (۲) بیع عینہ کی تعریف اور وجہ تسمیہ۔

جواب...... ❶ صورتِ مسئلہ کی وضاحت:۔ ایک اصیل نے کفیل کو حکم دیا کہ تم میرے لئے **بیع عینہ** کے طریقہ پر کپڑا خریدو۔ اس کفیل نے ایسا کر لیا تو وہ کپڑا اسی کفیل کا ہوگا۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ کپڑا خریدنے کی وکالت وکالتِ فاسدہ تھی۔ اسلئے کہ وہ کپڑا مجہول تھا اصیل نے یہ متعین نہیں کیا تھا کہ فلاں قسم کا کپڑا خرید، بلکہ مطلق کہا تھا کہ کوئی بھی کپڑا خرید کر اسکو فروخت کر دو، ایسی صورت میں وکالت فاسد ہوتی ہے۔ اور کپڑے کی اصل قیمت اور بائع نے جو نفع اس کپڑے کے ذریعے کمایا وہ سب کفیل ہی کے ذمے ہوگا۔

❷ **بیع عینہ** کی تعریف اور وجہ تسمیہ:۔ بیع عینہ یہ ہے کہ کسی شخص کے ذمہ کسی کا قرضہ ہے لیکن قرض ادا کرنے کیلئے نہ اس

کے پاس پیسے ہیں اور نہ ہی کوئی شخص اس کو قرضہ دینے کیلئے تیار ہے تو وہ شخص مجبوراً کسی تاجر سے کچھ قرض طلب کرتا ہے لیکن وہ تاجر اس شخص کو قرضہ حسنہ نہیں دیتا، بلکہ وہ تاجر قرض طلب کرنے والے کو کوئی چیز بازاری قیمت سے زیادہ قیمت پر ادھار دے دیتا ہے پھر وہ شخص اس چیز کو بازار میں فروخت کر کے پیسے حاصل کر لیتا ہے۔ اس طرح اس کو پیسے حاصل ہو جاتے ہیں تو یہ بیع عینہ ہے۔

عینہ یہ عین سے مشتق ہے اور اس بیع کا نام "بیع عینہ" اس لئے رکھا ہے کہ اس میں دَین سے عین کی طرف اعراض ہے۔

الشق الثانی ...... **فمن استعار دابة او استاجر مطلقا يحمل ويعير له اى للحمل وبركوبه يعين وضمن بغيره وان اطلق الانتفاع فى الوقت والنوع انتفع به ماشاء اى وقت شاء وان قيد ضمن بالخلاف الى شر فقط، القيد اما ان يكون فى الوقت دون النوع او فى النوع دون الوقت او فيهما فان عمل على موافقة القيد فظاهر وان خالف فان كان الخلاف الى مثل او الى خير لايضمن والى شريضمن۔**

عاریه کے لغوی اور شرعی معنی لکھیں، عبارت کی مکمل تشریح کریں کہ کوئی ابہام نہ باقی رہے۔ (ص ۲۷۸۔ ج ۳۔ رحمانیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں دو امر توجہ طلب ہیں (۱) عاریہ کا لغوی اور شرعی معنی (۲) عبارت کی تشریح۔

جواب ...... ❶ عاریہ کا لغوی اور شرعی معنی:۔ بعض حضرات کے نزدیک یہ لفظ **تعاور** سے ماخوذ ہے اور تعاور کے معنی ہیں "باری باری لینا" اور عاریت کی چیز کو بھی مختلف لوگ باری باری فائدہ اٹھانے کے لیتے ہیں۔ بعض نے فرمایا ہے کہ یہ **عرایا** سے مشتق ہے بمعنی "دوسرے کو صرف پھل کھانے کیلئے کوئی درخت بلاعوض دینا" اور عاریت میں بھی بلاعوض دوسرے کو منافع کا مالک بنایا جاتا ہے۔

اصطلاح میں عاریہ **تمليك منفعة بلا بدل او عوض** یعنی دوسرے کو بلا بدل اور بلاعوض کسی شی کے منافع کا مالک بنانا ہے۔

❷ عبارت کی تشریح:۔ اگر کسی شخص نے کوئی جانور مطلقاً عاریۃً پر لیا یا مطلقاً کرائے پر لیا تو اس کے لئے اجازت ہے کہ وہ خود اس پر بوجھ لادے، اور یہ بھی اجازت ہے کہ وہ بوجھ اٹھانے کے لئے دوسرے شخص کو وہ جانور عاریت پر دے۔ اس لئے کہ "حمل" یعنی بوجھ کے اندر تفاوت نہیں ہوتا، وہ بوجھ چاہے مستعیر کا ہو یا کسی اور کا ہو، لیکن جانور سواری کے لئے لیا تھا تو مستعیر کے اس پر سواری کر لینے سے راکب متعین ہو جائے گا، اس کے بعد دوسرے شخص کو جانور پر سواری کرانے سے مستعیر ضامن ہوگا۔ اسی طرح اس کے برعکس میں بھی ضامن ہوگا۔ اس لئے کہ مستعیر کو راکب کے بدلنے کا اختیار نہیں، پہلی مرتبہ جس نے بھی اس پر سواری کر لی وہ راکب متعین ہو جائے گا۔ چاہے راکب مستعیر خود ہو یا کوئی اور ہو۔

پھر مطلق اور مقید عاریت کے اعتبار سے اس عاریت کی چار صورتیں ہیں۔ ① معیر نے وقت اور نوع دونوں میں نفع اٹھانے کو مطلق رکھا تھا یعنی نہ تو وقت کی قید لگائی تھی اور نہ ہی انتفاع کی خاص قسم کی قید لگائی تھی تو اس صورت میں مستعیر کو اختیار ہوگا کہ جس طرح چاہے اور جس وقت چاہے اس چیز سے نفع اٹھائے ② مُعِیر نے وقت اور نوع کی قید لگائی تھی ③ معیر نے عاریت میں صرف وقت کی قید لگائی تھی نوع کی قید نہیں لگائی تھی ④ نوع کی قید تھی وقت کی کوئی قید نہیں تھی۔ آخری تینوں صورتوں میں اگر مستعیر نے قید کے موافق عمل کیا اس قید کی مخالفت نہیں کی یا مخالفت کی مگر وہ مخالفت قید کی مثل یا اس سے بہتر تھی مثلاً ایک من لادنے کی قید لگائی تھی اس نے گندم (مثل) یا آٹا (بہتر) لادا تو مستعیر پر کوئی ضمان نہیں آئے گی اور اگر مستعیر نے قید کی مخالفت کی اور یہ مخالفت قید سے بری تھی مثلاً گندم کہہ کر پتھر یا نمک وغیرہ لادا تو اس صورت میں مستعیر پر ضمان آئے گی۔

السوال الثالث ١٤٣١ھ

الشق الاول ......وینعقد (الرهن) بایجاب وقبول غیر لازم فللراهن تسلیمه والرجوع عنه فاذ سلم فقبض محوزا مفرغا متمیزا لزم والتخلیة قبض فیه کما فی البیع .(ص٥٧٥۔ج٤۔رحمانیه)

رھن کی لغوی اور اصطلاحی تعریف ذکر کریں، عبارت کی تشریح کرتے ہوئے خط کشیدہ کلمات کا مفہوم مثالوں سے واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا خلاصہ تین امور ہیں (۱) رہن کی لغوی اور اصطلاحی تعریف (۲) عبارت کی تشریح (۳) خط کشیدہ کلمات کا مفہوم مع امثلہ۔

جواب ...... ❶ رہن کی لغوی اور اصطلاحی تعریف:۔ ''رہن'' کے لغوی معنی کسی چیز کو حبس کرنا، روکنا ہے اور اسی طرح دوام وثبوت کے معنی میں بھی آتا ہے اور اصطلاح میں رہن کی تعریف **حبس شیٔ بحق یمکن استیفاء ہ منه** کہ ایسے حق کے عوض کسی چیز کو روک لینا جس حق کو رہن کے ذریعے وصول کرنا ممکن ہو جیسے دَین۔

❷ عبارت کی تشریح:۔ عقدِ رہن ایجاب وقبول کے ذریعے منعقد ہو جاتا ہے۔لیکن ایجاب وقبول کے نتیجے میں عقدِ رہن لازم نہیں ہوتا جب تک مرتہن شی مرہون پر قبضہ نہ کرلے۔ لازم نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ راہن کو اختیار ہوگا چاہے تو شی مرہون مرتہن کے حوالے کردے۔ چاہے تو عقدِ رہن سے رجوع کرلے اور اسے ختم کردے۔ جب راہن شی مرہون کو مرتہن کے حوالے کردے اور مرتہن اس پر محوز مفرغ اور ممیز ہونے کی حالت میں قبضہ کرلے تو عقدِ رہن لازم ہو جائے گا۔اسی وجہ سے زمین کا رہن درخت کے بغیر جائز نہیں ہے۔اور درخت کا رہن پھلوں کے بغیر اور ایسے مکان کا رہن جس میں راہن کا سامان رکھا ہوا ہو جائز نہیں ہے۔اس لئے کہ ان تینوں صورتوں میں شی مرہون راہن کے حق اور ملکیت کے ساتھ مشغول ہے فارغ نہیں ہے۔

اور شی مرہون کا صرف تخلیہ کر دینا قبضہ میں شمار ہوگا۔جیسا کہ بیع میں مبیع کا تخلیہ مبیع پر قبضہ شمار ہوتا ہے۔تخلیہ کا مطلب یہ ہے کہ راہن شی مرہون کو ایسی جگہ رکھ دے کہ مرتہن کے لئے اس پر قبضہ کرنا ممکن ہو، ایسا قبضہ تخلیہ شمار ہوگا۔ یہ تو ظاہر الروایۃ میں ہے۔امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک منقولی شی میں منتقلی کے بغیر قبضہ ثابت نہ ہوگا۔یعنی مرتہن کی ملکیت میں منتقل کرنا ضروری ہے۔اس لئے کہ رہن پر قبضہ ایسا قبضہ ہے جو غصب کی طرح ضمان کا سبب ہے۔یعنی جس طرح غاصب کوئی چیز غصب کرلے تو غصب کرنے کے بعد وہ چیز مضمون ہو جاتی ہے۔اسی طرح رہن کی منتقلی کے بعد رہن مضمون ہو جائیگا۔امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک محض ایجاب وقبول سے رہن پر قبضہ کے بغیر بھی عقدِ رہن لازم ہو جائیگا۔گویا کہ انکے نزدیک عقد کے لازم ہونے کیلئے قبضہ شرط نہیں۔

❸ خط کشیدہ کلمات کا مفہوم مع امثلہ:۔ عبارت مذکورہ میں تین کلمات پر خط کھینچا گیا ہے۔ ① **مَحوزًا**: محوز کا معنی مقسوم اور تقسیم شدہ سے کیا جاتا ہے۔جیسے کوئی چیز دو شخصوں کے درمیان مشترک تھی ایک نے اپنا حصہ رہن رکھ دیا تو یہ جائز نہ ہوگا۔ جب تک وہ شی اپنے شریک سے تقسیم کرکے علیحدہ نہ کرلے ② **مُفَرَّغًا**: اس لفظ کا تعلق محل سے ہے یعنی محل کا اس چیز سے فارغ ہونا واجب ہے مراد یہ ہے کہ وہ مرہون راہن کے حق کے ساتھ مشغول نہ ہو بلکہ فارغ ہو لہٰذا زمین درختوں کے بغیر اور درخت پھلوں کے بغیر اور راہن کے سامان والا گھر رہن رکھنا صحیح نہیں ہے کیونکہ مرہون مفرغ نہیں بلکہ راہن کے حق کے ساتھ مشغول ہے۔

③ **مُتَمَیِّزًا**: اس لفظ کا تعلق حال سے ہے جو حال میں رکھا جائے یعنی حال کا شیٔ غیر مرہون سے علیحدہ ہونا ضروری ہے بشرطیکہ یہ اتصال

رہن کیلئے مضر نہ ہو جیسے پھل کو درختوں کے بغیر رہن رکھنا، یہ اس وقت تک جائز نہیں ہے جب تک کہ پھل کو درختوں سے اتارا نہ جائے۔

الشق الثانی ...... وَشِرَاءُ اَحَدِ الثَّوْبَيْنِ اَوْ اَحَدِ ثَلَاثَةٍ عَلٰى اَنْ يُّعَيِّنَ اَيًّا شَاءَ فِىْ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ صَحَّ، لَا اِنْ لَّمْ يَشْتَرِطْ تَعْيِيْنَهٗ وَلَا فِىْ اَحَدِ اَرْبَعَةٍ، وَاَخْذُهٗ بِالشُّفْعَةِ دَارًا بِيْعَتْ بِجَنْبِ مَاشُرِطَ فِيْهِ الْخِيَارُ رِضًا۔

عبارت پر اعراب لگا کر واضح ترجمہ کریں، عبارت میں مذکورہ مسائل کی صورتیں واضح کر کے بے غبار تشریح کریں اور یہ بتائیں کہ بیع میں خیارِ تعیین مشروع ہے یا نہیں؟ (ص ۲۴۔ج ۳۔رحمانیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) مسائل کی تشریح (۴) بیع میں خیارِ تعیین کی مشروعیت۔

جواب ...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ اور صحیح ہے خریدنا دو کپڑوں میں سے ایک کا یا تین کپڑوں میں سے ایک کا اس شرط پر کہ متعین کریگا جس کو چاہے گا ان میں سے تین دن کے اندر، اور صحیح نہیں ہے اگر متعین کرنے کی شرط نہیں لگائی، اور نہ چار کپڑوں میں سے ایک کی بیع (یہ بھی صحیح نہیں ہے) اور شفعہ کے ذریعہ اس گھر کو خریدنا جو اس گھر کے پڑوس میں فروخت ہوا ہو جس میں خیار ہے یہ رضامندی ہے۔

❸ مسائل کی تشریح:۔ پہلے مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ کسی شخص نے دو کپڑوں میں سے یا تین کپڑوں میں سے ایک کپڑا اس شرط پر خریدا کہ مجھے ان دو یا تین کپڑوں میں سے جو کپڑا بھی پسند آئے گا میں وہ دس روپے میں خرید لوں گا تو یہ خیار جائز ہے، قیاس کا تقاضا تو یہ تھا کہ مبیع کی عدمِ تعیین و مجہول ہونے کی وجہ سے یہ جائز نہ ہوتا، کیونکہ مبیع کے مجہول ہونے کی صورت میں بیع فاسد ہوتی ہے، مگر ہم نے استحسانًا خلاف قیاس حاجت و مجبوری کی وجہ سے جائز قرار دے دیا، اور حاجت تین پر پوری ہوتی ہے کیونکہ تین کا عدد اعلیٰ متوسط اور ادنیٰ پر مشتمل ہے اس لئے اس میں تعیین کی ضرورت ہے اور یہ جہالت **مفضی الی النزاع** بھی نہیں ہے اور تین سے زائد میں ضرورت نہیں ہے اس لئے وہ قیاس کے مطابق ناجائز ہی ہے، اسی طرح جب تعیین کی شرط نہیں لگائی تو یہ بیع بھی فاسد ہے کیونکہ یہ جہالت **مفضی الی النزاع** ہے۔

دوسرے مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ کسی شخص نے خیارِ شرط کے ساتھ ایک مکان خریدا، پھر اس خیارِ شرط والے مکان کے قریب دوسرا مکان فروخت ہوا اور اس مشتری نے مدتِ خیار کے اندر اس دوسرے مکان پر شفعہ کا دعویٰ کر دیا تو مشتری کا اس دوسرے مکان پر شفعہ کا دعویٰ کرنا اپنے سابقہ مکان کی بیع کے تمام ہونے اور خیارِ شرط کے ساقط ہونے کی دلیل اور رضامندی کی علامت سمجھا جائے گا۔ کیونکہ اگر یہ سابقہ مکان کی بیع پر راضی نہ ہوتا تو یہ اس دوسرے مکان پر شفعہ نہ کرتا، تو اس کا یہ شفعہ کرنا اس کی رضامندی کی علامت و دلیل ہے۔

❹ بیع میں خیارِ تعیین کی مشروعیت:۔ ہمارے نزدیک بیع میں خیارِ تعیین مشروع ہے جبکہ امام شافعی و امام زفر رحمہما اللہ عدمِ مشروعیت کے قائل ہیں۔

﴿الورقة الثانية : فی الفقه﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ١٤٣٢ھ

الشق الاوّل ...... فَاِنْ قَبَضَ الْمُشْتَرِىْ الْمَبِيْعَ بَيْعًا فَاسِدًا بِرِضَاءِ بَائِعِهٖ صَرِيْحًا اَوْ دَلَالَةً كَقَبْضِهٖ فِىْ

مَجْلِسِ عَقْدِهٖ وَكُلُّ مِنْ عِوَضَيْهِ مَالٌ يَمْلِكُهٗ وَلِكُلٍّ مِنْهُمَا فَسْخُهٗ قَبْلَ الْقَبْضِ وَكَذَا بَعْدَهٗ مَادَامَ فِي مِلْكِ الْمُشْتَرِيْ اِنْ كَانَ الْفَسَادُ فِيْ صُلْبِ الْعَقْدِ كَبَيْعِ دِرْهَمٍ بِدِرْهَمَيْنِ ، وَلِمَنْ لَهُ الشَّرْطُ اِنْ كَانَ بِشَرْطٍ زَائِدٍ كَشَرْطِ اَنْ يَهْدِيَ لَهٗ هَدِيَّةً۔ (ص۸ ج۳۔رحمانیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر مکمل تشریح کریں۔ بیع فاسد میں عوضین کا مال ہونا ضروری ہے تو پھر ماتن رحمہ اللہ نے **وکل من عوضیه مال** کی تصریح کیوں فرمائی؟ وضاحت کیساتھ لکھیں اور یہ بتائیں کہ **فساد فی صلب العقد** سے کیا مراد ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حل چار امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کی تشریح (۳) **وکل من عوضیه مال** کی تصریح کی وضاحت (۴) **فساد فی صلب العقد** کی مراد۔

جواب ...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

❷ عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں اولاً مصنف رحمہ اللہ نے بیع فاسد کا حکم بیان فرمایا ہے حاصل یہ ہے کہ اگر مشتری نے بیع فاسد میں بائع کی صراحتاً یا دلالۃً اجازت کی صورت میں مشتری پر قبضہ کرلیا اور عقد میں عوضین مال ہوں تو مشتری مبیع کا مالک ہو جائیگا۔

اس کے بعد مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بیع فاسد میں فساد کو دور کرنے کے لئے متعاقدین میں سے ہر ایک کو فساد دور کرنے کا اختیار ہے۔ خواہ قبضہ سے پہلے ہو یا قبضہ کے بعد ہو جب تک کہ مبیع مشتری کی ملکیت میں موجود ہو۔ قبضہ سے پہلے اس لئے بیع فسخ کرنے کا اختیار ہے کہ بیع فاسد مفید ملک نہیں ہوتی۔ تو قبضہ سے پہلے فسخ کرنا مالک بننے سے رکنا ہے اور مالک ہونے سے رکنے کا اختیار بائع و مشتری دونوں کو ہے لہٰذا دونوں کو فسخ کا اختیار حاصل ہے، قبضہ کے بعد فسخ کا اختیار اس لئے ہے کہ اس کی دو صورتیں ہیں کہ فساد یا صلب عقد میں ہوگا یعنی احد البدلین میں فساد ہوگا مثلاً ایک درہم کو دو درہم کے عوض فروخت کرنا یا شرطِ زائد کی وجہ سے فساد ہوگا جیسے بائع نے فروخت کرتے وقت یہ شرط لگادی کہ مشتری بائع کو ہدیہ دے گا۔

پہلی صورت میں فساد قوی ہے اور اس کو دور کرنا شریعت کا حق ہے اور شریعت کے حق کی وجہ سے عقدِ فاسد لازم نہ رہا، جب عقد لازم نہیں تو عاقدین میں سے ہر ایک کو فسخ کرنے کا اختیار حاصل ہے۔

دوسری صورت میں فساد شرط زائد کی وجہ سے ہے تو جس نے شرط لگائی ہے یا جس کو شرط کی وجہ سے فائدہ حاصل ہو رہا ہے اس کو فسخ کرنے کا حق حاصل ہے، یہ امام محمد رحمہ اللہ کا قول ہے، حضرت شیخین رحمہما اللہ کے نزدیک اب بھی دونوں کو فسخ کرنے کا حق حاصل ہے کیونکہ فسخ کرنا حقِ شریعت کی وجہ سے ہے، نہ کہ عاقدین کی وجہ سے کیونکہ عاقدین تو شرط پر راضی ہو چکے ہیں۔ شریعت راضی نہیں ہے۔ لہٰذا فسخ کرنا حقِ شرع کی وجہ سے ہے اور حقِ شرع دونوں کو حاصل ہے لہٰذا دونوں فسخ کر سکتے ہیں۔

❸ **وکل من عوضیه مال** کی تصریح کی وضاحت:۔ مصنف رحمہ اللہ کی اس عبارت پر سوال ہوتا ہے کہ بیع فاسد میں عوضین مال ہی ہوتے ہیں کیونکہ اگر عوضین مال نہ ہوں تو پھر بیع فاسد نہیں بلکہ بیع باطل ہے تو عوضین کے مال ہونے کی شرط بے فائدہ اور تحصیل حاصل ہے، اس قید کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

شارح رحمہ اللہ اس کا جواب دیتے ہیں کہ بعض اوقات فاسد سے مراد باطل ہوتا ہے، جیسا کہ امام قدوری نے مردار کے عوض بیع کو فاسد قرار دیا ہے حالانکہ یہ بیع باطل ہے، معلوم ہوا کہ بعض اوقات فاسد سے مراد باطل بھی ہوتا ہے، فاسد عام ہے جو کہ باطل کو بھی شامل ہے، تو مصنف رحمہ اللہ نے یہ قید لگا کر بیع باطل کو خارج کردیا کہ یہاں پر بیع فاسد سے مراد بیع فاسد ہی ہے، بیع باطل مراد نہیں ہے۔

④ **فساد فی صلب العقد** کی مراد:۔ صلبِ عقد میں فساد کا مطلب یہ ہے کہ عوضین میں سے ایک میں فساد ہو مثلاً ایک درہم کو دو درہم کے عوض فروخت کرنا۔

الشق الثانی......**وقبض راس المال قبل الافتراق شرط بقائه فلواسلم مائة نقدا ومائة دينا على المسلم اليه فی کربر بطل السلم فی حصة الدین فقط، ولم یجز التصرف فی رأس المال والمسلم فیه کالشرکة والتولیة قبل قبضه۔** (ص۸۷۔ج۳۔رحمانیہ)

بیع سلم کی تعریف کریں، عبارت مذکورہ کی تشریح کرتے ہوئے یہ بتائیں کہ کیا خیارِ شرط، خیارِ رؤیت اور خیارِ عیب کے ساتھ بیع سلم جائز ہے؟ نیز قبل القبض تصرف فی رأس المال والمسلم فیہ، شرکت اور تولیہ کی صورتیں وضاحت کے ساتھ لکھیں۔

﴿ خلاصۂ سوال ﴾......اس سوال کا حل چار امور میں (۱) بیع سلم کی تعریف (۲) عبارت کی تشریح (۳) خیارِ شرط، خیارِ رؤیت اور خیارِ عیب کے ساتھ بیع سلم کا حکم (۴) قبضہ سے پہلے رأس المال، مسلم فیہ میں تصرف شرکت اور تولیہ کی صورت۔

جواب...... ① بیع سلم کی تعریف:۔ بیع سلم شیٔ مؤجل کو عوض معجل کے ساتھ فروخت کرنا یعنی ثمن نقد ہو اور مبیع ادھار ہو۔

② عبارت کی تشریح:۔ مصنف رحمہ اللہ اس عبارت میں بیع مسلم کے باقی رہنے کی شرائط کو ذکر کر رہے ہیں، تو فرمایا کہ بیع سلم کے باقی رہنے کی شرط یہ ہے کہ مجلسِ عقد میں جدا ہونے سے پہلے مسلم الیہ رأس المال پر قبضہ کرے۔

اسکے بعد اس شرط پر تفریع قائم کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر دو سو روپے درہم پر بیع سلم ہوئی اور ان میں سے سو درہم نقد مجلس میں ادا کئے اور سو درہم مسلم الیہ کے ذمہ دَین تھا تو اس صورت میں صرف سو درہم مقبوض کے بدلہ میں بیع سلم جائز ہوگی کیونکہ مجلسِ عقد میں رأس المال پر قبضہ ضروری ہے اور یہاں سو درہم دَینپر قبضہ نہیں پایا گیا اسلئے اس دَین والے حصہ میں بیع سلم درست نہیں ہے بقیہ میں درست ہے۔

دوسرا مسئلہ یہ بیان کیا کہ قبضہ سے پہلے رأس المال میں تصرف کرنا اور مسلم فیہ میں تصرف کرنا جائز نہیں ہے۔ جیسا کہ قبضہ سے پہلے مسلم فیہ میں شرکت اور تولیہ کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ بھی مسلم فیہ میں قبضہ سے پہلے تصرف کرنا ہے جو کہ جائز نہیں ہے۔

③ خیارِ شرط خیارِ رؤیت اور خیارِ عیب کے ساتھ بیع سلم کا حکم:۔ بیع سلم میں خیارِ شرط اور خیارِ رؤیت جائز نہیں ہے۔ خیارِ شرط اس لئے جائز نہیں کہ اس کے ساتھ عقد تام نہیں ہوتا یعنی خیارِ شرط قبضہ پورا ہونے سے مانع ہے اور بیع سلم میں مجلسِ عقد میں ہی رأس المال پر قبضہ کرنا ضروری ہے، البتہ اگر خیارِ شرط کو مجلس ختم ہونے سے پہلے ساقط کر دیا تو بیع سلم درست ہو جائے گی۔

خیارِ رؤیت اس لئے جائز نہیں کہ خیارِ رؤیت کا فائدہ یہ ہے کہ اگر مشتری کو مبیع پسند نہ آئے تو بیع فسخ کر دے اور بیع سلم میں مسلم فیہ مسلم الیہ کے ذمہ دَین ہوتا ہے جب مسلم الیہ رب المال کو مسلم فیہ سپرد کر دے گا وہ اس کو رد کر دے گا مسلم فیہ پھر اس کے ذمہ دَین ہو گئی، پھر وہ سپرد کر دے گا اور رب المال رد کر دے گا، اس طرح یہ لامتناہی سلسلہ لازم آئے گا اس لئے خیارِ رؤیت جائز نہیں ہے۔

بیع سلم میں خیارِ عیب جائز ہے یعنی خیارِ عیب کی وجہ سے بیع سلم باطل نہیں ہوتی کیونکہ خیارِ عیب تمام صفقہ سے مانع نہیں ہے۔

④ قبضہ سے پہلے رأس المال، مسلم فیہ میں تصرف اور شرکت وتولیہ کی صورت:۔ رأس المال میں قبل القبض تصرف کی صورت یہ ہے کہ مسلم الیہ رأس المال پر قبضہ سے پہلے رب السلم سے کہے کہ تم مجھے رأس المال کے بدلہ میں ایک گھوڑا دیدو۔

مسلم فیہ میں قبل القبض تصرف کی صورت یہ ہے کہ رب السلم مسلم الیہ سے کہے کہ تم مجھے مسلم فیہ کے بدلہ میں ایک من گندم دیدو۔

قبل القبض مسلم فیہ میں شرکت کی صورت یہ ہے کہ رب السلم کسی شخص سے کہے کہ تم مجھے نصف رأس المال دیدو تا کہ نصف مسلم فیہ تیرے لئے ہو جائے۔
قبل القبض مسلم فیہ میں تولیہ کی صورت یہ ہے کہ رب السلم کسی شخص سے کہے کہ تم مجھے پورا رأس المال دیدو اور مکمل مسلم فیہ تمہارا ہو جائیگا۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۲ھ

الشق الاوّل ......**ولو اودع المودع فهلكت ضمن الاوّل فقط هذا عند ابى حنيفة وقالا يضمن ايهما شاء فان ضمن الآخر رجع على الاوّل، ولو اودع الغاصب ضمن ايهما شاء هذا بالاتفاق** (ص۲۷۵۔ج۳۔رحمانیہ)
عبارت میں مذکورہ دونوں مسئلوں کی وضاحت کریں، پہلے مسئلہ میں امام صاحب اور صاحبین رحمہم اللہ کا اختلاف دلائل کے ساتھ قلمبند کریں۔
﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں دو امر توجہ طلب ہیں (۱) مذکورہ مسائل کی وضاحت (۲) پہلے مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل۔
جواب ...... ❶ مذکورہ مسائل کی وضاحت :۔ پہلے مسئلہ کی وضاحت یہ ہے کہ کسی شخص (مودِع) مثلاً زید نے خالد (مودَع اوّل) کے پاس ودیعت رکھوائی اور کہا کہ یہ کسی اور کو نہیں دینا خالد نے وہ ودیعت آگے بکر (مودَع ثانی) کے پاس رکھوادی اور وہ ودیعت ہلاک ہوگئی تو اس صورت میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک خالد (مودَع اوّل) پر ہی ضمان آئے گی، اور مودِع مودَع ثانی کو ضامن قرار نہیں دے سکتا جبکہ صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک مودِع کو اختیار ہے خواہ مودَع اوّل کو ضامن قرار دے یا مودَع ثانی کو ضامن قرار دے۔ اگر اس نے مودَع ثانی کو ضامن قرار دیا تو وہ مودَع اوّل پر رجوع کرے گا۔
اس لئے کہ مودَع اوّل نے مودِع کی اجازت کے بغیر ودیعت کو غیر کے سپرد کر دیا ہے اور مودَع ثانی سے یہ غلطی ہوئی کہ اس نے غیر کے مال پر بغیر اجازت قبضہ کیا ہے لہٰذا مودِع کو اختیار ہے کہ جس سے بھی چاہے ضمان لے، اگر مودَع اوّل سے ضمان لیا تو وہ کسی پر رجوع نہیں کرے گا کیونکہ تعدی اس کی طرف سے پائی گئی ہے اگر مودَع ثانی سے ضمان لیا تو وہ مودَع اوّل پر رجوع کرے گا اسلئے کہ اس کو دھوکہ دیا گیا ہے کہ غیر کا مال اسکی اجازت کے بغیر اسکے پاس رکھوادیا گیا ہے، لہٰذا اس کو نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔
امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب مودَع اوّل نے دوسرے کو کپڑے کا تھان دیا تو محض دینے سے اس پر ضمان نہیں آتا **کیونکہ ابھی تک وہ خود حاضر ہے اور حفاظت میں اس کی رائے حاصل ہے گویا وہ خود حفاظت کر رہا ہے اور اسکے الگ ہونے سے گویا** اس نے خود حفاظت ترک کی جو اس پر لازم تھی تو اس ترکِ حفاظت کی وجہ سے تعدی پائی گئی اور تعدی کی صورت میں ضمان لازم ہوتا ہے۔ لہٰذا اس پر ضمان لازم ہوگا لیکن مودَع ثانی پر ضمان لازم نہ ہوگا کیونکہ جب مودَع اوّل غائب ہوا تو اب وہ مودَع بن گیا اور مودَع اوّل کے غائب ہونے میں مودع ثانی کا کوئی عمل دخل نہیں ہے اسلئے مودع ثانی پر ضمان لازم نہ ہوگا یہ ایسے ہی ہے جیسے کسی کا کوئی کپڑا ہوا نے اڑا کر کسی کی گود میں پھینک دیا اور وہ بغیر تعدی کے اس سے ہلاک ہوگیا تو اس پر ضمان لازم نہیں ہوتا، **و هٰکذا هٰهنا**۔
دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ زید نے خالد سے کپڑے کا ایک تھان غصب کیا جس کی قیمت ہزار روپے ہے پھر زید نے یہ تھان بکر کے پاس بطور ودیعت رکھوا دیا اور بکر سے یہ تھان ہلاک ہوگیا تو اب خالد کو بالاتفاق اختیار ہے کہ غاصب سے ضمان لے یا مودَع سے ضمان لے کیونکہ تعدی دونوں طرف سے پائی گئی ہے۔
❷ پہلے مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل :۔ ابھی مسئلہ کی وضاحت میں مکمل مسئلہ دلائل کے ساتھ گزر چکا ہے۔

الشق الثانی ......وصح اشتراك ستة فی بقرة مشترية لاضحية استحسانا وفی القياس لايجوز وهوقول زفرؒ...... وذاقبل الشراء احب۔ (ص ۳۹۔ج ۴۔رحمانیہ)

صورت مسئلہ واضح کریں، مذکورہ مسئلہ میں استحسان اور قیاس کی وجہ تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں دوامرحل طلب ہیں (۱) صورت مسئلہ کی وضاحت (۲) مذکورہ مسئلہ میں قیاس واستحسان کی وجہ۔

جواب ...... ❶ **صورت مسئلہ کی وضاحت:۔** ایک شخص نے قربانی کی نیت سے ایک گائے خریدی پھر بعد میں اس قربانی والی گائے میں چھ افراد کومزید شریک کرلیاتو یہ شرکت قیاس کی رو سے جائز نہیں ہے مگراستحساناً یہ شرکت جائز ہے مگر یہ شرکت خرید نے سے پہلے افضل ہے تاکہ ابتداء سے ہی سب کی نیت تقرب الی اللہ کی ہوجائے۔

❷ **مذکورہ مسئلہ میں قیاس واستحسان کی وجہ:۔** قیاس: کا تقاضا یہ ہے کہ مذکورہ شرکت صحیح وجائز نہ ہوکیونکہ جب اس نے قربانی کی نیت سے گائے خرید لی تواس نے اس گائے کواللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ بنالیا، اور جس چیز کوقرب کا ذریعہ بنایا جائے اس کوفروخت کرنا جائز نہیں ہے اوراس گائے میں دوسرے لوگوں کوشریک کرنا درحقیقت اس کوفروخت کرنا ہے جوکہ جائز نہیں ہے۔

استحسان: کی وجہ یہ ہے کہ بعض اوقات آدمی کوموٹی تازی گائے مل جاتی ہے اوراس وقت شرکاء میسر نہیں ہوتے، اگر وہ شرکاء کی تلاش میں لگ جائے تو گائے ہاتھ سے نکل جاتی ہے اس لئے ضرورت وحاجت کے پیش نظر اس وقت گائے کوخرید لے اور بعد میں اپنے ساتھ دوسرے لوگوں کوشریک کرلے۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۲ھ

الشق الاول ...... فَاِنْ قَبَضَ مُشْتَرِيْهِ وَادَّعٰى عَيْبًا لَمْ يُجْبَرْ عَلٰى دَفْعِ ثَمَنِهٖ حَتّٰى يَحْلِفَ بَائِعُهٗ اَوْ يُقِيْمَ بَيِّنَةً فَقَوْلُهٗ "اَوْيُقِيْمُ" مَرْفُوْعٌ عَطْفًا عَلٰى قَوْلِهٖ "لَمْ يُجْبَرْ" وَلَيْسَ عَطْفًا عَلٰى قَوْلِهٖ يَحْلِفَ بَائِعُهٗ۔ (ص ۳۳۔ج ۳۔رحمانیہ)

عبارت پراعراب لگائیں، عبارت کی تشریح کرتے ہوئے صورت مسئلہ واضح کریں۔ اویقیم کا عطف اگر یحلف پر کیا جائے تو کیا خرابی لازم آئے گی؟ وضاحت کے ساتھ لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا خلاصہ تین امور ہیں (۱) عبارت پراعراب (۲) عبارت کی تشریح مع صورت مسئلہ (۳) او یقیم کے اعراب کی وضاحت۔

جواب ...... ❶ **عبارت پراعراب:۔** کمامرّ فی السوال آنفا۔

❷ **عبارت کی تشریح مع صورت مسئلہ:۔** صورت مسئلہ یہ ہے کہ ایک آدمی نے کوئی چیز خریدی اوراس پر قبضہ بھی کرلیا قبضہ کرنے کے بعد مشتری نے اس مبیع میں عیب کا دعویٰ کردیا تو قاضی مشتری کوثمن کی ادائیگی پر مجبور نہیں کرسکتا۔ بلکہ اولاً مشتری مبیع میں عیب کے موجود ہونے پر گواہی پیش کرے تواس صورت میں مشتری کومبیع کے واپس کرنے کا اختیار مل جائے گا اور اگر مشتری گواہ قائم نہ کرسکے تو ثانیاً قاضی بائع سے عیب کے موجود نہ ہونے پر قسم لے گا، اگر بائع نے قسم کھالی تواس صورت میں قاضی مشتری کوثمن ادا کرنے پر مجبور کرسکتا ہے۔

❸ **او یقیم کے اعراب کی وضاحت:۔** اس عبارت کا اصل مفہوم ابھی ذکر کردیا گیا ہے مگر کتاب کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ قاضی مشتری کوثمن کی ادائیگی پر مجبور نہیں کرسکتا، یہاں تک کہ بائع عدم عیب پر قسم کھالے یا مشتری عیب کے وجود پر بینہ قائم

کردے، گویا عیب کے وجود پر بینہ قائم کرنے کی صورت میں بھی عدم جبر ختم ہو جائے گا، اور قاضی اس کو مجبور کر سکتا ہے حالانکہ عیب پر بینہ قائم کرنے کے بعد ثمن کی ادائیگی کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، یہ خرابی **یقیم** کا **یحلف** پر عطف کرتے ہوئے منصوب پڑھنے کی صورت پیش آئی ہے۔

اس پیچیدگی کو حل کرنے کے لئے شارح نے اعراب کے متعلق ایک توجیہ پیش کی ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ **یقیم** کو مرفوع پڑھا جائے اور منصوب نہ پڑھا جائے اور اس کا عطف **لم یجبر** پر ہو اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ جب مشتری نے عیب کا دعویٰ کیا تو قاضی اس کو ثمن کی ادائیگی پر مجبور نہ کرے بلکہ اس سے گواہ طلب کرے اس کے گواہ قائم کرنے کی صورت میں قاضی بیع کو فسخ کردے اور اگر اس کے پاس گواہ نہ ہو تب بھی اس کو ثمن کی ادائیگی پر مجبور نہ کرے یہاں تک کہ بائع عیب کے عدم وجود پر قسم کھا لے تو پھر اس کو ثمن کی ادائیگی پر مجبور کیا جائے گا۔

الشق الثانی ......**دَيْنٌ عَلٰى اِثْنَيْنِ كَفَلَ كُلٌّ عَنِ الْاٰخَرِ لَمْ يَرْجِعْ عَلٰى شَرِيْكِهٖ اِلَّا بِمَا اَدّٰى زَائِدًا عَلَى النِّصْفِ...... وَلَوْ كَفَلَا بِشَيْءٍ عَنْ رَجُلٍ وَكُلٌّ كَفَلَ بِهٖ عَنْ صَاحِبِهٖ رَجَعَ عَلَيْهِ بِنِصْفِ مَا اَدّٰى وَاِنْ قَلَّ۔**

عبارت پر اعراب لگائیں، کفالہ کے لغوی اور شرعی معنی بیان کریں، عبارت میں مذکورہ دونوں مسئلوں کی واضح تشریح کرتے ہوئے دونوں کے درمیان وجہ فرق بیان کریں۔ (ص۱۱۱۔ج۳۔رحمانیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال کا حاصل دو امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) دونوں مسائل کی تشریح مع وجہ فرق۔

جواب ...... ① **عبارت پر اعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔**

② **دونوں مسائل کی تشریح مع وجہ فرق:۔** دو شخصوں کے ذمہ مشترکہ طور پر دَین تھا اور دونوں شریک ایک دوسرے کے لئے دَین کے کفیل بن گئے تو یہ کفالت جائز ہے، پس اگر دونوں میں سے ایک نے اگر کچھ رقم ادا کی تو اسے اپنے شریک سے واپس لینے کا اختیار نہیں ہوگا، البتہ اگر نصف دَین سے زیادہ ادائیگی کی تو پھر نصف سے زائد اضافی رقم کے بقدر اپنے ساتھی سے رجوع کرے گا۔

دوسرے مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص کے ذمہ دین لازم تھا اور دو شخص الگ الگ طور پر اس شخص کے دَین کے کفیل بن گئے اور پھر دونوں آپس میں بھی ایک دوسرے کے کفیل بن گئے تو یہ کفالت جائز ہے۔ پس اگر ان دونوں میں سے ایک نے کچھ رقم ادا کی تو وہ اداشدہ رقم کے نصف حصہ کیلئے دوسرے سے رجوع کریگا، خواہ وہ اداشدہ مال نصف مال سے کم ہو تب بھی وہ نصف رقم کیلئے رجوع کریگا۔

ذکر کردہ دونوں مسئلوں میں فرق ہے کہ پہلے مسئلہ میں نصف حصہ یا اس سے کم کی ادائیگی پر رجوع نہیں کر سکتا نصف سے زائد پر صرف زیادتی کے بقدر رجوع کریگا اور دوسرے مسئلہ میں خواہ معمولی مقدار میں ادائیگی کرے تب بھی نصف کیلئے رجوع کرے گا۔

وجہ فرق یہ ہے کہ دوسرے مسئلہ میں ہر شخص اصیل (اصل مدیون) کی طرف سے بھی مکمل مال کا کفیل ہے اور کفیل کی طرف سے بھی پورے مال کا کفیل ہے، لہٰذا جو کچھ بھی وہ ادا کرے گا خواہ کم ہو یا زیادہ وہ مشترکہ طور پر ادا کرے گا، نصف اپنی طرف سے اور نصف کفیل کی طرف سے، لہٰذا یہاں تمام کا تمام مال کفالہ ہی ہے ایک کو دوسرے پر ترجیح نہیں ہے پس اداشدہ مال دونوں کفیلوں کی طرف سے سمجھا جائے گا جبکہ پہلے مسئلہ میں نصف مال بطور اصیل کے لازم ہے اور نصف مال بطور کفیل لازم ہے، لہٰذا نصف مال کی ادائیگی تک بطور اصیل ہی ادائیگی سمجھی جائے گی اور دوسرے پر رجوع نہیں کر سکتا۔ مگر جب نصف سے زائد ادائیگی کرے گا تو زائد ادائیگی بطور کفیل سمجھی جائے گی اور صرف زائد کی بقدر ہی دوسرے سے رجوع کرے گا اس سے پہلے رجوع نہیں کر سکتا۔

﴿الورقة الثانية : فی الفقه﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۳ھ

الشق الاوّل......حجة الخارج فی الملك المطلق أحق من حجة ذی الیدو أن وقت أحدهما فقط (ص۲۲۱۔ج۳۔رحمانیہ)
مذکورہ مسئلہ کی تشریح کرتے ہوئے اقوال فقہاء ذکر کریں۔ خارج اور ذو الید سے کون مراد ہیں؟ نیز ملکِ مطلق سے کیا مراد ہے؟ واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) مسئلہ کی تشریح مع اقوال فقہاء (۲) خارج اور ذو الید کی وضاحت (۳) ملکِ مطلق کی مراد۔

جواب...... ❶ **مسئلہ کی تشریح مع اقوال فقہاء:۔** مسئلہ کا حاصل یہ ہے کہ کسی چیز کے متعلق دو دعویدار ہیں کہ یہ میری ہے تو ملک مطلق کے دعویٰ میں طرفین رحمہما اللہ کے نزدیک خارجی شخص کا بینہ قبول کرنا زیادہ حقدار ہے یعنی خارجی کے مبینہ کو ترجیح حاصل ہوگی امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک جو بینہ کے ساتھ تاریخ بھی بیان کرے وہ زیادہ حقدار ہے اور اگر کوئی بھی تاریخ بیان نہ کرے یا دونوں تاریخ بیان کریں تو پھر ان کے نزدیک بھی خارجی کے بینہ کو ترجیح حاصل ہوگی۔

❷ **خارج اور ذو الید کی وضاحت:۔** خارج: سے وہ مراد وہ شخص ہے جس کے قبضہ میں وہ چیز نہیں ہے۔

ذو الید: سے مراد صاحبِ قبضہ ہے یعنی وہ شخص جس کے قبضہ میں وہ چیز ہے۔

❸ **ملکِ مطلق کی مراد:۔** ملکِ مطلق سے مراد وہ ملکیت کا دعویٰ ہے جس میں ملکیت کا سبب بیان نہ کیا گیا ہو اور اس کے مقابلہ میں ملک مقید ہے جس میں ملکیت کا سبب بیان کیا گیا ہو مثلاً زید نے دعویٰ کیا کہ یہ قلم میرا ہے، اس میں اس نے ملکیت کا سبب بیان نہیں کیا کہ اس نے خریدا ہے؟ اس کو کسی نے ہدیہ دیا ہے؟ یا اس کو مدرسہ سے انعام ملا ہے؟ یہ ملک مطلق ہے اور اگر زید یہ کہے کہ یہ قلم میں نے خریدا ہے یا یہ قلم مجھے بکر نے ہدیہ دیا ہے تو یہ ملکِ مقید ہے کہ ملکیت کا سبب بیان کیا گیا ہے۔

الشق الثانی......ومن أمر بأداء نصف دین علیه غدا علی أنه بریٔ ممازاد أن قبل ووفی بریٔ وأن لم یف عاد دینه۔ صورت مسئلہ واضح کریں، مذکورہ مسئلہ میں اختلاف فقہاء دلائل کے ساتھ تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں فقط صورت مسئلہ کی وضاحت مع الاختلاف والدلائل مطلوب ہے۔

جواب...... **صورت مسئلہ کی وضاحت مع الاختلاف والدلائل:۔** صورت مسئلہ یہ ہے کہ کسی شخص مثلاً زید کے ذمہ دوسرے شخص مثلاً بکر کے ہزار روپے واجب ہیں۔ بکر نے کہا کہ اگر تو کل ہی کل میں پانچ سو روپے ادا کردے تو بقیہ پانچ سو روپے سے تو بری ہو جائیگا تو ایسی صورت میں اگر زید نے کل پانچ سوادا کر دیئے تو بالاتفاق بقیہ پانچ سو روپے سے وہ بری ہو جائے گا اور اگر وہ پانچ سوادا نہ کرسکا تو طرفین رحمہما اللہ کے نزدیک اب بقیہ پانچ سو روپے سے بری نہ ہوگا اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک اب بھی پانچ سو روپے سے بری ہو جائے گا۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ ابراء (بری کرنا) مطلق ہے اس لئے کہ کلمہ علیٰ عوض کیلئے ہے اور نصف کی ادائیگی کل کا عوض نہیں بن سکتی پس علی کو عوض ٹھہرانا ممکن نہیں ہے۔ جب علیٰ کو عوض ٹھہرانا ممکن نہیں تو یہ شرط لگانا باطل ہو گیا اور مطلق براءت باقی رہ گئی لہٰذا اگر کل کے دن میں نصف ادا کردیا تب بھی باقی نصف سے بری ہوگا اور اگر کل کے دن میں نصف ادا نہ کیا تب بھی باقی نصف سے بری ہوگا۔

طرفین رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ علی شرط کے لئے ہے اور شرط کا تقاضا یہ ہے کہ ابراء (بری کرنا) شرط کے ساتھ مقید ہو اور شرط کے فوت ہونے سے مشروط بھی فوت ہو جائے گا کیونکہ فقہ کا ضابطہ ہے **اذا فات الشرط فات المشروط**۔

السوال الثانی ۱۴۳۳ھ

الشق الاوّل ......**وفی بیع ثوب علی انه عشرة اذرع کل ذراع بدرهم اخذ بعشرة فی عشرة ونصف بلاخیار و بتسعة فی تسعة ونصف ان شآء و قال ابو یوسفؒ ان شاء اخذ باحد عشر فی الاوّل و بعشرة فی الثانی وقال محمد ان شاء اخذ بعشرة ونصف فی الاوّل وبتسعة ونصف فی الثانی .** (ج ۳۔ص ۱۵۔رحمانیہ)

صورتِ مسئلہ واضح کریں، مذکورہ مسئلہ میں اختلاف ائمہ کی تشریح کریں نیز ائمہ کے دلائل لکھنا نہ بھولیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا خلاصہ تین امور ہیں (۱) صورتِ مسئلہ کی وضاحت (۲) ائمہ کا اختلاف (۳) ائمہ کے دلائل۔

جواب...... ① **صورتِ مسئلہ کی وضاحت:۔** کسی شخص نے ایک تھان اس شرط پر خریدا کہ وہ دس گز دس درہم یا دس روپے میں ہے، ہر ایک گز ایک درہم یا روپے کا ہے، وہ تھان ساڑھے نو یا ساڑھے دس گز نکلا تو اس صورت میں اختلاف ہے۔

② **ائمہ کا اختلاف:۔** امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک یہ ہے کہ زیادتی کی صورت میں مشتری دس درہم میں لے گا اور لینے یا نہ لینے کا اختیار نہیں ہوگا بلکہ لینا ضروری ہوگا اور کم نکلنے کی صورت میں مشتری نو روپے میں لے گا اور لینے یا نہ لینے کا اختیار ہوگا۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا مسلک یہ ہے کہ زیادتی کی صورت میں گیارہ روپے اور کمی کی صورت میں نو روپے میں لے گا۔ دونوں صورتوں میں مشتری کو لینے یا نہ لینے کا اختیار ہوگا۔

امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک زیادتی کی صورت میں ساڑھے دس روپے میں اور کمی کی صورت میں ساڑھے نو روپے میں لے گا۔

③ **ائمہ کے دلائل:۔** امام محمد رحمہ اللہ کی دلیل: یہ ہے کہ جب ایک گز کے مقابلے میں ایک درہم ہے تو نصف گز کے مقابلے میں نصف درہم ہوگا اور ربع گز کے مقابلے میں ربع درہم ہوگا تو صورتِ اوّل میں ساڑھے دس درہم میں لے گا اور صورتِ ثانی میں ساڑھے نو درہم میں، البتہ مشتری کو اختیار دیا جائے گا۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی دلیل: یہ ہے کہ **کل ذراع بدرهم** کہہ کر جب ہر گز کے مقابلے میں ثمن ذکر کر دیا گیا تو اب ذراع وصف نہ رہا بلکہ اصل ہو گیا اور دس ذراع بمنزلِ دس تھان کے ہو گئے پس زیادتی کی صورت میں مشتری نے گویا کہ گیارہ تھان خریدے ہیں مگر گیارہواں تھان کچھ کم نکلا، نقصان کی صورت میں گویا کہ دس تھان خریدے تھے مگر دسواں تھان کچھ کم نکلا اور ذراع کے کم ہونے سے ثمن میں کمی نہیں آتی اس لئے پورے ذراع کا ثمن لازم ہوگا یعنی پہلی صورت میں گیارہ اور دوسری صورت میں دس درہم لازم ہوں گے اور مشتری کو دونوں صورتوں میں اختیار ہوگا، دونوں صورتوں میں اگرچہ نصف ذراع زیادہ ہوا لیکن ثمن بھی زیادہ ہوا تو زیادتی کا ضرر شامل ہونے کی وجہ سے اختیار ہوگا۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی دلیل: یہ ہے کہ ذراع اصل میں وصف ہے اور وصف کے مقابلے میں ثمن نہیں ہوتا لیکن **کل ذراع بدرهم** کی شرط کے ساتھ اس نے اصل کا حکم لے لیا اور شرط مقید ہے ذراع کے ساتھ اور نصف ذراع چونکہ ذراع نہیں ہے اس لئے نصف ذراع وصف ہوگا اور وصف کے مقابلہ میں ثمن نہیں ہوتا لہٰذا دس یا نو پر جو نصف ذراع زیادہ ہوا اسکے مقابلہ میں ثمن نہیں ہوگا۔ زیادتی کی صورت میں مشتری کو اختیار نہیں ہوگا اسلئے کہ اس میں مشتری کا نفع ہے اور نقصان کی صورت میں وصف مرغوب کے فوت ہونے کی وجہ سے اختیار ہوگا، آج کل عمل حضرت امام محمد رحمہ اللہ کے قول پر ہے۔ (احسن الوقایہ ج ۱ص ۳۱)

الشق الثانی......**وبیع شخص علی انه امة وهو عبد فان البیع باطل بخلاف ما اذا اشتری کبشا فاذا هو نعجة فان البیع منعقد وللمشتری الخیار والاصل فی ذلک ان الاشارة والتسمیة اذا اجتمعتا......**

مذکورہ مسئلہ جس اصل پر مبنی ہے پہلے اسے تحریر کریں اور پھر اس اصل کی روشنی میں مسئلہ کی مکمل وضاحت کریں اور عبارت میں مذکورہ دونوں مسئلوں کے درمیان فرق بیان کریں۔ (ج۴-ص۴۴-رحمانیہ)

﴿خلاصہ سوال﴾......اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) مسئلہ کا مبنٰی علیہ (اصل) (۲) مسئلہ کی وضاحت (۳) دونوں مسئلوں میں فرق۔

جواب ...... ❶ مسئلہ کا مبنٰی علیہ (اصل):۔ شارح رحمہ اللہ نے تین اصول کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ① جب اشارہ و مسمّٰی دو مختلف الجنس اشیاء میں جمع ہو جائیں تو عقد مسمّٰی کے ساتھ متعلق ہوتا ہے اور اگر دونوں اشیاء کی جنس متحد ہو تو پھر عقد مشار الیہ کے ساتھ متعلق ہوتا ہے ② اگر مبیع و مسمّٰی معدوم ہو جائے تو بیع ہی باطل ہوتی ہے اور اگر مسمّٰی و مبیع موجود ہو مگر وصف مرغوب فیہ معدوم ہو تو بیع درست ہوتی ہے مگر مشتری کو فسخِ بیع کا اختیار رہتا ہے ③ انسانوں میں مذکر و مؤنث دو مختلف جنس ہیں کیونکہ ان کے اغراض مختلف ہیں، مذکر کی غرض بیرونِ گھر خدمت، تجارت، زراعت وغیرہ ہے اور مؤنث کی غرض اندروں گھر کام کاج، فراش، ولادت وغیرہ ہے جبکہ جانوروں میں مذکر و مؤنث ایک جنس ہے کیونکہ ان کے اغراض (گوشت، سواری اور بوجھ وغیرہ) سب متحد ہیں۔

❷ مسئلہ کی وضاحت:۔ کسی شخص نے ایک باندی فروخت کی اور کہا کہ یہ باندی ہے اور مشتری نے اس شرط پر قبول کر لیا کہ یہ باندی ہے اور پھر معلوم ہوا کہ وہ غلام ہے تو یہ بیع باطل ہوگی اور اگر کسی نے مینڈھا فروخت کیا اور مشتری نے اس شرط پر قبول کیا کہ یہ مینڈھا ہے اور بعد میں معلوم ہوا کہ وہ بھیڑ ہے تو یہ بیع درست ہے لیکن مشتری کو اختیار ہوگا کہ بیع کو فسخ کرے یا نافذ کرے۔

❸ دونوں مسئلوں میں فرق:۔ دونوں مسئلوں میں وجہِ فرق یہ ہے کہ پہلے مسئلے میں مشار الیہ غلام ہے اور مسمّٰی جس کا نام لیا گیا ہے وہ باندی ہے اور غلام و باندی دونوں کی جنس مختلف ہے لہٰذا عقدِ بیع مسمّٰی کے ساتھ متعلق ہوگا اور مسمّٰی باندی ہے اور یہاں باندی موجود نہیں ہے بلکہ معدوم ہے اور معدوم کی بیع باطل ہوتی ہے تو اس صورت میں بیع باطل ہے اور دوسرے مسئلے میں چونکہ مشار الیہ بھیڑ ہے اور مسمّٰی مینڈھا ہے اور دونوں کی جنس متحد ہے اس لئے عقد کا تعلق مشار الیہ کے ساتھ ہوگا اور مشار الیہ بھیڑ ہے جو کہ موجود ہے اور مبیع موجود ہونے کی صورت میں بیع درست ہوتی ہے البتہ وصف مرغوب فیہ یعنی مذکر ہونا فوت ہوا ہے اس کی وجہ سے مشتری کو اختیار حاصل ہوگا کہ چاہے تو بیع فسخ کرے یا نافذ کرے۔ (احسن الوقایہ ج ۱ ص ۱۰۳)

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۳ھ

الشق الاوّل......مندرجہ ذیل سوالات کا جواب نعم یا لا کے ساتھ ذکر کریں۔

① کیا حیوان اور اطراف حیوان میں بیع سلم جائز ہے؟ (لا)

② کیا قبضہ سے پہلے رأس المال اور مسلم فیہ میں تصرف جائز ہے؟ (لا)

③ کیا مرہون کا نفقہ مرتہن پر واجب ہے؟ (لا)

④ کیا راہن یا مرتہن مرہون کو فروخت کر سکتا ہے؟ (بالاجازة نعم......بدون الاجازة لا)

⑤ کیا مسلمان کو ذمی کے بدلہ قتل کیا جائے گا؟ (نعم)

⑥ کیا مسلمان کو مستامن کے بدلہ میں قتل کرنا جائز ہوگا؟ (لا)

⑦ غلام نے قتل عمد کا اقرار کیا تو کیا اس سے قصاص لیا جائیگا؟ (نعم)

جواب......کمامرّ فی السوال آنفا۔

الشق الثانی......درج ذیل سوالات کا جواب نعم یا لا کے ساتھ ذکر کریں۔

① کیا شی مجہول کا اقرار درست ہے؟ (نعم، مگر وضاحت طلب کی جائے گی)

② کیا وارث کے لئے اقرار صحیح ہے؟ (لا) ③ کیا عقد اجارہ میں خیارِ شرط صحیح ہے؟ (لا)

④ کیا شفیع یا مشتری کے مرنے سے شفعہ باطل ہو جائیگا؟ (بموت الشفیع تبطل و بموت المشتری لا)

⑤ کیا شفیع پر مجلس قاضی میں مخاصمت کے واسطے احضارِ ثمن ضروری ہے؟ (لا)

جواب......کمامرّ فی السوال آنفا۔

الورقة الثانية: فی الفقه

السوال الاوّل ۱۴۳۴ھ

الشق الاوّل......**وَمَنْ بَاعَ اِنَاءَ فِضَّةٍ وَقَبَضَ بَعْضَ ثَمَنِهٖ ثُمَّ افْتَرَقَا صَحَّ فِيْمَا قَبَضَ فَقَطْ وَاشْتَرَكَا فِي الْاِنَاءِ...... وَاِنِ اسْتَحَقَّ بَعْضَهٗ اَخَذَ الْمُشْتَرِيْ بَاقِيَهٗ بِحِصَّتِهٖ اَوْ رَدَّهٗ ...... وَلَوْ اِسْتَحَقَّ بَعْضَ قِطْعَةِ نُقْرَةٍ بِيْعَتْ اَخَذَ مَا بَقِيَ بِحِصَّتِهٖ بِلَاخِيَارٍ.** (ج۳۔ص۸۹۔رحمانیہ)

بیع صرف کی لغوی اور اصطلاحی تعریف لکھیں، عبارت پر اعراب لگائیں، عبارت میں مذکورہ تینوں مسئلوں کی تشریح اور انمیں فرق واضح کریں۔

﴿خلاصہ سوال﴾......اس سوال میں چار امور حل طلب ہیں (۱) بیع صرف کی لغوی و اصطلاحی تعریف (۲) عبارت پر اعراب (۳) مسائل کی تشریح (۴) مذکورہ مسائل میں فرق۔

جواب...... ① __بیع صرف کی لغوی و اصطلاحی تعریف:۔__ صرف کا لغوی معنی پھیرنا و منتقل کرنا و زیادتی ہے جیسا کہ عبادات نافلہ کو صرف کہا جاتا ہے، چونکہ اس بیع میں عوضین کو ہاتھ در ہاتھ پھیرنا و منتقل کرنا لازم ہے اسلئے اس کو صرف کہتے ہیں نیز اس بیع سے مقصود عوضین میں زیادتی ہوتی ہے۔ اصطلاح میں صرف بیع الثمن بالثمن (ثمن کے عوض ثمن کو فروخت کرنا، سونا و چاندی کی باہم بیع کرنا) کو کہتے ہیں۔

② __عبارت پر اعراب:۔__ کمامرّ فی السوال آنفا۔

③ __مسائل کی تشریح:۔__ صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص نے چاندی کا ایک برتن فروخت کیا اور پورے ثمن پر قبضہ نہ کیا بلکہ بعض ثمن پر قبضہ کیا اور اس حالت میں جدا ہو گئے تو جس مقدار پر قبضہ کیا ہے اس کے بقدر عوض میں عقد صحیح ہے اور باقی میں باطل ہے اور برتن دونوں کے درمیان مشترک ہے مثلاً چاندی کا ایک برتن سو درہم وزن کا ہے مشتری نے اس کو سو درہم کے عوض خرید لیا اور پچاس درہم ادا کر دیئے اور ابھی پچاس باقی تھے کہ وہ دونوں جدا ہو گئے تو پچاس درہم کے عوض میں عقد صحیح ہے اور باقی میں باطل ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ عقد صرف میں جدا ہونے سے پہلے پہلے عوضین پر قبضہ کرنا شرط ہے پس جس قدر مقدار میں شرط پائی گئی اس میں عقد صحیح ہوگا اور جتنے حصے میں شرط نہیں پائی گئی اس میں عقد فاسد ہوگا۔ پس پچاس درہم کے عوض میں عقد صحیح ہے اور پچاس درہم کے عوض میں باطل

ہے اور یہ برتن بائع اور مشتری کے درمیان مشترک ہوگا۔ مذکورہ صورت میں بائع اور مشتری کے علاوہ کوئی اور شخص اس کا مستحق ظاہر ہوا اور اس نے آدھا برتن استحقاقاً لے لیا تو مشتری کو اختیار ہے چاہے باقی برتن کو اس کے حصہ ثمن کے عوض لے لے یا برتن واپس کر دے اور بائع سے اپنا ثمن واپس لے لے کیونکہ برتن میں شرکت عیب ہے اور اس عیب پر مشتری راضی نہیں ہے لہٰذا اسکو اختیار ہے۔

اگر کسی نے چاندی کا ایک ٹکڑا فروخت کیا اور مشتری نے لے لیا اسکے بعد اس کا کوئی مستحق ظاہر ہوا یعنی ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ اس میں کچھ حصہ میرا ہے اور اس نے اپنا حصہ ثابت کر کے لے لیا تو مشتری باقی چاندی کے حصے کو لے گا اسکے حصہ ثمن کے عوض میں اور اس کو لینے اور نہ لینے کا اختیار نہ ہوگا بلکہ ہر حال میں لینا ہوگا کیونکہ چاندی کو ٹکڑے ٹکڑے کرنا عیب نہیں ہے اور جب ٹکڑے کرنا عیب نہیں ہے تو اس میں شرکت بھی عیب نہ ہوگا اور جب شرکت عیب نہیں ہے تو مشتری کو واپس کرنے کا اختیار بھی نہ ہوگا۔ (احسن الوقایہ ج۱ص۲۳۲)

④ مذکورہ مسائل میں فرق:۔ پہلے اور دوسرے مسئلہ میں فرق یہ ہے کہ پہلے مسئلہ میں برتن میں شرکت والا عیب مشتری کی وجہ سے پیدا ہوا ہے اس لئے کہ مجلس عقد میں پورا ثمن مشتری نے ادا نہیں کیا، پس جب یہ عیب مشتری کی طرف سے پیدا ہوا تو گویا مشتری اس عیب پر راضی ہے لہٰذا اس کو واپس کرنے کا اختیار نہ ملے گا اور دوسرے مسئلہ میں مستحق نکلنے کی صورت میں شرکت والا عیب بائع کی وجہ سے آیا ہے کہ بائع نے اُس مشترک برتن کو فروخت کیا ہے اور مشتری شرکت پر راضی نہیں ہے لہٰذا اس کو واپس ورد کرنے کا اختیار ملے گا۔ تیسرے مسئلہ میں چاندی کے ٹکڑے میں مستحق نکلا ہے اور اس میں شرکت کوئی عیب نہیں ہے، اس کو تقسیم کیا جا سکتا ہے لہٰذا اس میں بھی واپس کرنے کا اختیار نہیں ملے گا۔ (ایضاً)

الشق الثانی ......وَمَنْ بَاعَ مَشْرِيَّهُ وَ رُدَّ عَلَيْهِ بِعَيْبٍ بِقَضَاءٍ بِإِقْرَارٍ أَوْ بِبَيِّنَةٍ أَوْ نُكُولٍ رَدَّ عَلَى بَائِعِهِ وَإِنْ رَدَّ بِرِضَاهُ لَا۔ (ج۳۔ص۳۱۔رحمانیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، صورتِ مسئلہ تحریر کریں، عبارت میں مذکورہ مسئلہ کی مکمل تشریح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حل چار امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) صورتِ مسئلہ کی وضاحت (۴) مسئلہ کی تشریح۔

جواب ...... ① عبارت پر اعراب:۔ **كمامرّ فی السوال آنفا۔**

② عبارت کا ترجمہ:۔ اور جس شخص نے اپنی خریدی ہوئی چیز کو بیچ دیا اور وہ چیز اس پر عیب کی وجہ سے قاضی کے فیصلہ کے ذریعہ اقرار کے ساتھ یا گواہوں کے ساتھ یا انکار کے ساتھ رد کر دی گئی تو یہ اپنے بائع پر بھی اس کو واپس کر سکتا ہے اور اگر وہ رضامندی کے ساتھ واپس کی گئی ہے تو پھر یہ اپنے بائع پر واپس نہیں کر سکتا۔

③ صورتِ مسئلہ کی وضاحت:۔ صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ زید نے بکر سے ایک غلام خریدا پھر زید نے یہ غلام خالد کو فروخت کر دیا اور خالد نے غلام میں عیب پایا اور اس عیب کی وجہ سے یہ غلام زید کو واپس کر دیا تو زید یہ غلام بکر کو واپس کر سکتا ہے یا نہیں؟ یہاں پر اب بکر بائع اوّل اور زید بائعِ ثانی ہے، زید مشتریِ اوّل اور خالد مشتریِ ثانی ہے۔

④ مسئلہ کی تشریح:۔ صورتِ مسئلہ بیان کر دی گئی ہے اس کے حکم کی تفصیل یہ ہے کہ قاضی کا فیصلہ تین بنیادوں پر ہوتا ہے۔
① بینہ کے ذریعے یعنی مشتریِ ثانی نے گواہوں سے یہ ثابت کر دیا کہ یہ عیب مشتریِ اوّل کے ہاں موجود تھا ② نکول (انکار) کے

ذریعے یعنی مشتریِ ثانی نے عیب کا دعویٰ کیا اور مشتریِ اوّل نے عیب سے انکار کردیا۔ مشتریِ ثانی کے پاس گواہ نہیں تھے تو قاضی نے مشتریِ اوّل سے قسم کا مطالبہ کیا کہ تم قسم کھاؤ کہ اس میں عیب نہیں تھا اور مشتریِ اوّل نے قسم سے انکار کردیا، چنانچہ انکار کی وجہ سے اس پر عیب کا دعویٰ لازم کردیا گیا اور مبیع اس کو واپس کردی گئی ③ یا اقرار کے ذریعے یعنی مشتریِ ثانی نے یہ دعویٰ کیا کہ مشتریِ اوّل یہ اقرار کرچکا ہے کہ مبیع میں عیب موجود ہے اور مشتریِ اوّل نے اس اقرار سے انکار کردیا تو مشتریِ ثانی نے گواہوں سے اس کا اقرارِ عیب ثابت کردیا، اس صورت میں مبیع اس کو واپس کردی جائے گی۔

ان تینوں صورتوں میں مشتریِ اوّل یہ غلام بائعِ اوّل کو عیب کی وجہ سے واپس کرسکتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ جب غلام مشتریِ ثانی کو قاضی کے فیصلے سے واپس کردیا گیا تو بیع اصل سے فسخ ہوگئی، جب فسخ ہوگئی تو بیعِ ثانی گویا کہ واقع ہی نہیں ہوئی اور بیعِ اوّل موجود ہے، تو مشتریِ اوّل کو عیب کی وجہ سے مبیع واپس کرنے کا حق حاصل ہوگا۔ اور اگر مشتریِ ثانی نے باہمی رضامندی سے مشتریِ اوّل کو مبیع واپس کردی تو اس صورت میں مشتریِ اوّل یہ مبیع بائعِ اوّل کو واپس نہیں کرسکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ باہمی رضامندی سے واپس کرنا مشتریِ اوّل اور مشتریِ ثانی کے درمیان فسخِ عقد ہے لیکن ثالث کے حق میں بیعِ جدید ہے اور بائعِ اوّل ان دونوں کے حق میں ثالث ہے۔ پس مشتریِ اوّل بائعِ اوّل پر اس بیع کو واپس نہیں کرسکتا۔ (احسن الوقایہ ج ا ص ۶۹)

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۴ھ

الشق الاوّل ......وَكُرِهَ النَّجَشُ وَالسَّوْمُ عَلٰى سَوْمِ غَيْرِهٖ اِذَا رَضِيَا بِثَمَنٍ وَ تَلَقِّي الْجَلَبِ الْمُضِرِّ بِاَهْلِ الْبَلَدِ ...... وَقَدْ سَمِعْتُ اَبْيَاتًا لَطِيْفَةً لِمَوْلَانَا بُرْهَانِ الْاِسْلَامِ فَكَتَبْتُهَا اِحْمَاضًا وَهِيَ۔

اَبُوْبَكْرِ الْوَلَدُ الْمُنْتَخَبُ   اَرَادَ الْخُرُوْجَ لِاَمْرٍ عَجَبْ
فَقَدْ قَالَ اِنِّيْ عَزَمْتُ الْخُرُوْجَ   لِكَفْتَارَةَ هِيَ لِيْ اُمُّ اَبْ
فَقُلْتُ اَلَمْ تَسْمَعَنْ يَابُنَيَّ   بِنَهْيٍ اَتٰى عَنْ تَلَقِّي الْجَلَبْ

وَبَيْعُ الْحَاضِرِ لِلْبَادِيْ طَمَعًا فِي الثَّمَنِ الْغَالِيْ زَمَانَ الْقَحْطِ۔ (ج ۳۔ص ۵۲۔رحمانیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، عبارت میں بیوع مکروہہ کی وضاحت کریں اور یہ بتائیں کہ مذکورہ اشعار کی تلقی جلب سے کیا مناسبت ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) بیوعِ مکروہہ کی وضاحت (۴) اشعار کی تلقی جلب سے مناسبت۔

جواب ...... ① عبارت پر اعراب:۔ **کمامرّ فی السوال آنفا۔**

② عبارت کا ترجمہ:۔ نجش مکروہ ہے اور دوسرے کے بھاؤ پر بھاؤ لگانا جب کہ وہ دونوں ایک ثمن پر راضی ہوگئے ہوں اور تلقیِ جلب جو کہ اہلِ شہر کے لئے مضر ہو (یہ سب مکروہ ہیں) اور تحقیق میں نے کچھ لطیف اشعار مولانا برہان الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے سنے ہیں پس میں ان کو دلچسپی کے لئے لکھتا ہوں (ترجمہ: پیارے بیٹے ابوبکر نے ایک عجیب امر و کام کیلئے نکلنے کا ارادہ کیا، پس تحقیق اس نے کہا کہ میں نے کفتارہ کے لئے نکلنے کا ارادہ کیا ہے جو کہ میرے والد کی والدہ ہے، تو میں نے کہا کہ اے بیٹے! کیا تم نے اس نہی کو نہیں سُنا جو تلقی جلب کے متعلق وارد ہوئی ہے) اور شہری کا بیچنا دیہاتی کے لئے قحط کے زمانہ میں مہنگے دام کی لالچ میں (یہ بھی مکروہ ہے)۔

❸ **بیوع مکروہہ کی وضاحت:۔** نجش مکروہ ہے اور نجش یہ ہے کہ مشتری مبیع کا ثمن اس کی قیمت کے بقدر لگاتا ہے اس کے بعد ایک آدمی آتا ہے اور اس مبیع کی قیمت زیادہ بتاتا ہے حالانکہ خود لینے کا ارادہ نہیں رکھتا لیکن صرف اس لئے یہ کام کرتا ہے تاکہ مشتری اس چیز کو اس سے زیادہ قیمت کے ساتھ لے لے یہ مکروہ ہے کیونکہ اس میں مشتری کو دھوکہ دینا ہے اور دھوکہ دہی امر قبیح ہے۔ بیوع مکروہ میں سے دوسری قسم دوسرے کے بھاؤ پر بھاؤ کرنا ہے یعنی بائع اور مشتری سامان کے بیچنے میں ثمن کی ایک مقدار پر راضی ہوگئے ہیں مثلاً بائع نے مشتری سے کہا کہ یہ سائیکل میں نے آپ کو ہزار روپے کے عوض فروخت کی اور مشتری بھی اس پر راضی ہوا اتنے میں ایک تیسرا شخص آیا اور اس نے کہا کہ میں یہ سائیکل گیارہ سو روپے میں لیتا ہوں تو یہ عمل مکروہ ہے کیونکہ اس صورت میں احد المتعاقدین کے قلب میں وحشت ڈالنا ہے جو کہ امرِ قبیح ہے۔ نیز حدیث شریف میں ہے **لایستام الرجل علی سوم اخیه** لیکن یہ بیع مکروہ اس وقت ہے جب کہ بائع اور مشتری ایک مقدارِ ثمن پر راضی ہو چکے ہوں لیکن اگر وہ راضی نہ ہوئے ہوں اور ایک شخص ثالث نے قیمت بڑھا کر وہ چیز خرید لی تو یہ جائز ہے مکروہ نہیں ہے بلکہ بیع من یزید اور نیلام ہے جو کہ جائز ہے۔

تلقی جلب کی چند صورتیں ہیں ① یہ کہ شہر میں قحط ہو اور شہر کے تاجروں کو قافلے کے آنے کی اطلاع مل جائے تو وہ شہر سے باہر جا کر قافلے والوں سے سارا غلہ خرید لیں تاکہ اہلِ شہر کو اپنی من مانی قیمت پر فروخت کریں ② یہ کہ شہر میں غلے کی کمی نہ ہو اور کچھ تاجروں نے شہر سے باہر جا کر سارا غلہ خرید لیا ③ کچھ تاجروں نے شہر سے باہر جا کر قافلے والوں سے سستے داموں مال خرید لیا اور شہر کا بھاؤ ان پر مخفی رکھا یا یہ کہا کہ شہر میں اس سے کم دام پر بکے گا اور خود قافلے والے بھی شہر کے دام سے واقف نہ ہوں ④ یہ کہ قافلے والوں سے سستے داموں تو خرید لیا لیکن ان پر شہر کا بھاؤ مخفی نہیں رکھا بلکہ ان کو صاف بتلا دیا۔

ان میں سے پہلی اور تیسری صورت مکروہ ہے، پہلی صورت تو اس لئے مکروہ ہے کہ تاجروں کے اس فعل سے اہلِ شہر کو ضرر ہے ان کی پریشانی میں مزید اضافہ کرنا ہے اور کسی کو ضرر میں مبتلا کرنا امرِ قبیح ہے اور امرِ قبیح کی مجاورت سے بیع مکروہ ہو جاتی ہے اور تیسری صورت میں آنے والے قافلے سے بھاؤ مخفی رکھ کر ان کو دھوکہ دینا ہے اور دھوکہ دینا بھی امرِ قبیح ہے اور امرِ قبیح کی مجاورت سے بیع مکروہ ہو جاتی ہے اور باقی دو صورتوں میں چونکہ یہ خرابیاں نہیں ہیں اس لئے ان میں بیع بلا کراہت درست ہے۔

بیع الحاضر للبادی کی صورت یہ ہے کہ ایک دیہاتی باہر سے غلہ لے کر شہر آتا ہے اور ایک شہری اُن سے یہ کہتا ہے کہ تم اہلِ شہر کی عادت سے **واقف نہیں ہو اور میں ان سے واقف ہوں لہٰذا تم خود مت بیچنا بلکہ میرے پاس چھوڑ دو تاکہ میں زیادہ قیمت کے ساتھ** فروخت کرسکوں تو شہری دیہاتی کا وکیل بن کر ان کے لئے گراں قیمت کے ساتھ بیچتا ہے تو یہ بھی مکروہ ہے کیونکہ یہ صورت بھی اہلِ شہر کے لئے ضرر رساں ہے اس لئے کہ دیہاتی اگر بذاتِ خود فروخت کرتا تو اپنے حساب سے ارزاں فروخت کرتا چنانچہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے **دعوا الناس یرزق اللّٰه بعضهم ببعض** کہ لوگوں کو خود کاروبار کرنے دو اس لئے کہ اللہ پاک ایک انسان کے ذریعے دوسرے انسان کو روزی پہنچاتا ہے لہٰذا دیہاتی کا وکیل بن کر اہلِ شہر کو مہنگے داموں فروخت کرنا مکروہ ہے جبکہ اہلِ شہر کو اس فعل سے ضرر ہو اگر اہلِ شہر کو ضرر نہ ہو تو پھر مکروہ نہیں ہے۔

❹ **اشعار کی تلقی جلب سے مناسبت:۔** اشعار کی تلقی جلب کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ ابو بکر نے جب کہا کہ میں نے خروج کا قصد کیا ہے تو اس نے کہا کہ خروج تلقی جلب کیلئے لازم ہے نیز دادی کے استقبال اور ملاقات کیلئے جانا یہ تلقی جلب کے مشابہ ہے اور تلقی جلب سے حدیث میں نہی وارد ہوئی ہے۔ گویا محض ایک لطیفہ کے طور پر ان اشعار کو ذکر کیا گیا ہے۔ (احسن الوقایہ ج ۱ ص ۱۲۸)

الشق الثانی ......والقضاء بحرمة اوحل ینفذ ظاهرا وباطنا ولو بشهادة زور اذا ادعاه بسبب معین فان اقامت بینة زور انه تزوجها وحکم به حل لها تمکینه . هذا عند ابی حنیفة وعندهما ینفذ ظاهرا ...... ومذهبهما ظاهر واما مذهب ابی حنیفة فمشکل جدا ۔ (ج ۳ ص ۱۳۴۔رحمانیہ)

نفاذ ظاهرًا وباطنًا سے کیا مراد ہے؟ واضح کریں، سبب معین کی قید کا فائدہ بیان کریں، مذکورہ مسئلہ کی تشریح کرتے ہوئے امام صاحب رحمہ اللہ کے مذہب پر اشکال اور اس کا جواب وضاحت کے ساتھ تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا خلاصہ تین امور ہیں (۱) نفاذ ظاہرًا و باطنًا کی مراد (۲) سببِ معین کی قید کا فائدہ (۳) مسئلہ کی تشریح مع اشکال وجواب۔

جواب ...... ❶ **نفاذ ظاہرًا و باطنًا کی مراد:۔** نفاذ ظاہری یہ ہے کہ یہ حکم فیما بین الناس نافذ کردیا جائے اور نفاذ باطنی یہ ہے کہ یہ حکم فیما بینہ وبین اللہ نافذ کردیا جائے مثلاً زید نے دعویٰ کیا کہ فلاں عورت میری بیوی ہے اور دو گواہ اس پر قائم کردیئے اور قاضی نے حکم دیدیا کہ یہ عورت زید کی بیوی ہے تو یہ فیصلہ ظاہرًا نافذ ہوگا اور ظاہرًا نافذ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ عورت اپنے آپ کو زید کے سپرد کردے اور زید پر نان نفقہ واجب ہے اور باطنًا نافذ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ فیما بینہ وبین اللہ زید کیلئے اس عورت کے ساتھ وطی حلال ہے۔

❷ **سببِ معین کی قید کا فائدہ:۔** سببِ معین کی قید احترازی ہے اس قید کی صورت میں مذکورہ مسئلہ میں اختلاف ہے کہ امام صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک قضاءِ قاضی ظاہرًا و باطنًا نافذ ہے اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک نہیں اگر دعویٰ مطلق ہو سببِ معین کے ساتھ نہ ہو تو پھر بالاتفاق قضاءِ قاضی صرف ظاہرًا نافذ و باطنًا نافذ نہیں ہے۔ (احسن الوقایہ ج ا ص ۳۴۶)

❸ **مسئلہ کی تشریح مع اشکال وجواب:۔** اگر مدعی نے املاک مقیدہ میں دعویٰ کیا مثلاً مدعیہ (عورت) نے یہ دعویٰ کیا کہ زید نے میرے ساتھ نکاح کیا ہے اور اس پر جھوٹے گواہ بھی قائم کردیئے اور قاضی نے اس گواہی کی بناء پر فیصلہ کردیا تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یہ فیصلہ ظاہرًا اور باطنًا نافذ ہوگا یعنی قاضی بیوی کو شوہر کے سپرد کردے گا اور شوہر پر اس کا نان نفقہ لازم ہوگا اور بیوی کو بھی شوہر کو اپنے اوپر قدرت دینا (جماع کرانا) حلال ہوگا۔

صاحبین اور ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ کے نزدیک اس صورت میں قاضی کا فیصلہ ظاہرًا تو نافذ ہوگا لیکن باطنًا نافذ نہ ہوگا یعنی یہ عورت ظاہرًا تو قاضی شوہر کے سپرد کردے گا اور شوہر پر نان نفقہ لازم ہوگا لیکن باطنًا نافذ نہ ہوگا یعنی بیوی کیلئے جائز نہیں ہے کہ شوہر کو اپنے اوپر قدرت دیدے (جماع کرنا جائز نہ ہوگا)۔ شارح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرات صاحبین رحمہما اللہ کا مسلک تو ظاہر ہے کہ حلت ثابت نہ ہوگی اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک مشکل ہے اسلئے کہ حرام محض کو اس کے اور اللہ کے درمیان حلت کا سبب کیسے بنایا جائے گا۔

لیکن امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف سے جواب یہ ہے کہ ہم نے حرام محض کو حلت کا سبب نہیں بنایا ہے یعنی جھوٹی گواہی کو ہم نے حلت کا سبب نہیں بنایا اس حیثیت سے کہ یہ جھوٹی گواہی اور اخبار کاذبہ ہے بلکہ قاضی کا حکم انشاءِ عقد کے مانند ہے گویا کہ قاضی نے ازسرِنو فیصلہ کرلیا ہے اور قاضی کا فیصلہ حرام نہیں ہے بلکہ عینِ واجب ہے کیونکہ قاضی کو گواہوں کا جھوٹا ہونا معلوم نہیں ہے جب قاضی کو گواہوں کا جھوٹا ہونا معلوم نہیں اور گواہی قاضی نے سن لی ہے تو گواہی سننے کے بعد قاضی پر فیصلہ کرنا واجب ہے، پس اگر گواہی سننے کے باوجود قاضی فیصلہ نہیں کرتا اور قاضی کا خیال یہ ہے کہ گواہی سننے کے باوجود فیصلہ کرنا جائز نہیں تو اس سے قاضی کافر ہوجاتا ہے اور اگر یہ خیال نہیں لیکن پھر بھی فیصلے میں ٹال مٹول کرتا ہے اس سے قاضی فاسق بن جاتا ہے اور معزول کرنے کا مستحق ہوجاتا ہے۔

نیز امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی دلیل مشہور حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ شاهداك زوجاك ہے کہ تیرے گواہوں نے تیرا نکاح کر دیا ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک قضاءِ قاضی کے ظاہراً و باطناً نافذ ہونے کیلئے پانچ شرائط ہیں، اگر وہ تمام شرائط موجود ہوں گی تو پھر قضاءِ قاضی ظاہراً و باطناً نافذ ہے، وگرنہ صرف ظاہراً نافذ ہے، باطناً نافذ نہیں ہے۔ ① قاضی کا وہ فیصلہ عقود یا فسوخ کے متعلق ہو مثلاً میں نے فلاں عورت سے نکاح کیا تھا، یا عورت کہے کہ مجھے خاوند نے طلاق دیدی تھی ② وہ دعویٰ املاکِ مرسلہ کے متعلق نہ ہو، املاکِ مرسلہ کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص ملکیت کا دعویٰ کرے، مگر ملکیت میں آنے کا سبب بیان نہ کرے، مثلاً ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ یہ کتاب جو مدعیٰ علیہ کے پاس ہے یہ میری ہے اور گواہ پیش کردے، مگر ملکیت میں آنے کی وجہ بیان نہ کرے تو مدعی کے حق میں قاضی کا فیصلہ صرف ظاہراً نافذ ہوگا، باطناً نافذ نہیں ہوگا ③ وہ معاملہ انشاء کا احتمال رکھتا ہو یعنی اس بات کا احتمال رکھتا ہو کہ وہ عقد اب قائم کردیا جائے مثلاً نکاح و طلاق، اگر وہ معاملہ انشاء کا احتمال نہ رکھتا ہو مثلاً میراث کا دعویٰ، میراث ایک مرتبہ ہی ورثاء کی طرف منتقل ہو جاتی ہے، اس کے بعد اس میں انشاء کا احتمال نہیں ہے، تو ایسی صورت میں بھی قضاءِ قاضی باطناً نافذ نہیں ہے ④ وہ محل قابل للعقد بھی ہو مثلاً کوئی آدمی اپنی محرم عورت کے متعلق منکوحہ ہونے کا دعویٰ کرے اور بینہ سے نکاح ثابت بھی کردے تو قاضی کا فیصلہ صرف ظاہراً نافذ ہوگا، باطناً نافذ نہیں ہوگا ⑤ قاضی نے بینہ کی بنیاد پر یا مدعیٰ علیہ کے قسم سے انکار کی بنیاد پر فیصلہ کیا ہو، اگر قاضی نے مدعیٰ علیہ کی قسم پر فیصلہ کیا تو پھر بھی یہ فیصلہ صرف ظاہراً نافذ ہوگا، باطناً نافذ نہیں ہوگا۔ (تقریر ترمذی ج ۱ ص ۲۷۱)

﴿الورقة الثانية: فی الفقه﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ١٤٣٥ھ

الشق الاوّل......وهی (الدعوی) تصح بذكر شيئ علم جنسه وقدره ۔ هذا فی دعوی الدين لافی دعوی العين فان العين ان كانت حاضرة تكفی الاشارة بان هذا ملك لی وان كانت غائبة يجب ان يصفها ۔ ويذكر قيمتها وانه فی يد المدعی عليه ۔ هذا يختص بدعوی الاعيان ۔ وفی المنقول يزيد بغير حق ۔ **فان الشيئ قد يكون فی يدغير المالك بحق كالرهن فی يد المرتهن والمبيع فی يدالبائع لاجل الثمن ۔ اقول هذه العلة يشتمل العقار ايضًا فلا ادری ماوجه تخصيص المنقول بهذا الحكم؟**

دعویٰ، مدعی اور مدعیٰ علیہ کی تعریف کریں، عبارت کا ترجمہ کریں، عبارت کی تشریح کرتے ہوئے **اقول هذه العلة**...... سے شارح رحمہ اللہ کا مقصد واضح کریں۔ (ج ۳۔ ص ۲۰۴۔ رحمانیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حل چار امور ہیں (۱) دعویٰ، مدعی و مدعیٰ علیہ کی تعریف (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) عبارت کی تشریح (۴) اقول هذه العلة الخ سے شارح رحمہ اللہ کا مقصد۔

جواب...... ① دعویٰ، مدعی و مدعیٰ علیہ کی تعریف: دعویٰ: هی اخبار بحق له علی غيره (غیر پر اپنے حق کی خبر دینا)۔ عالمگیری میں دعویٰ کی یہ تعریف ہے اضافة الشيئ الی نفسه حالة المنازعة (بوقتِ خصومت کسی شیئ کو اپنی طرف منسوب کرنا) مُدّعی: من لايجبر علی الخصومة (وہ شخص جس کو خصومت پر مجبور نہ کیا جاسکتا ہو) یعنی اگر وہ دعویٰ کر کے چھوڑ نا

چاہے تو چھوڑ سکتا ہو۔ مدّعیٰ علیہ: **من یجبر علی الخصومة** (وہ شخص جس کو خصومت پر مجبور کیا جاتا ہے) یعنی مدعی کے دعویٰ کا جواب دینا اس پر لازم اور واجب ہوتا ہے۔

❷ **عبارت کا ترجمہ:۔** اور دعویٰ صحیح ہوتا ہے ایسی چیز ذکر کرنے سے جس کی جنس اور مقدار معلوم ہو، یہ دَین کے دعویٰ میں ہے، نہ کہ عین کے دعویٰ میں اس لئے کہ اگر عین حاضر ہو تو اس کی طرف اشارہ کافی ہے کہ یہ میری ملکیت ہے اور اگر غائب ہو تو واجب ہے کہ اس کے اوصاف بیان کرے اور اس کی قیمت ذکر کرے اور یہ بھی بیان کرے کہ وہ چیز مدعیٰ علیہ کے قبضہ میں ہے یہ خاص ہے عین کے دعویٰ کے ساتھ اور غیر منقولی چیز میں یہ اضافہ کرے کہ ناحق طور پر ہے اس لئے کہ کبھی ایک چیز غیرِ مالک کے پاس جائز قبضہ کے ساتھ ہوتی ہے جیسا کہ رہن مرتہن کے قبضہ میں اور مبیع بائع کے قبضہ میں ثمن حاصل کرنے کے واسطے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ علت تو جائیداد کو بھی شامل ہے، میں نہیں جانتا کہ منقول کو اس حکم کے ساتھ خاص کرنے کی کیا وجہ ہے؟

❸ **عبارت کی تشریح:۔** دعویٰ اس وقت صحیح تسلیم کیا جائے گا جب کہ مدعی اس شی کی جنس اور مقدار بیان کردے جس کا دعویٰ کررہا ہے مثلاً یہ کہے کہ میرے فلاں پر ایک سو دینار واجب ہیں اس لئے کہ دعویٰ کا فائدہ یہ ہے کہ حجت قائم کرکے مدعیٰ علیہ پر مدعی کا حق لازم کیا جائے اور مجہول چیز کا لازم کرنا ممکن نہیں ہے اس لئے شی مدعیٰ بہ کی جنس اور مقدار معلوم کرنا ضروری ہے لیکن جنس اور مقدار کا بیان کرنا دَین کے دعویٰ میں ضروری ہے کیونکہ دَین واجب فی الذمہ ہوتا ہے۔ البتہ دعوئ عین میں جنس اور مقدار کا بیان کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر عین حاضر ہو قاضی کی مجلس میں تو اس کی طرف یہ اشارہ بھی کافی ہے کہ یہ چیز میری ملکیت ہے اور مدعیٰ علیہ نے اس پر ناجائز قبضہ جمایا ہے اور اگر عین حاضر نہ ہو اور یہ بھی معلوم نہ ہو کہ عین ہلاک ہوچکی ہے یا موجود ہے تو پھر اس کے اوصاف کا بیان ضروری ہے اور اس کی قیمت بھی بیان کرے اور یہ بھی بیان کرے کہ وہ عین مدعیٰ علیہ کے قبضہ میں فی الحال موجود ہے اور میں اس کا دعویٰ کرتا ہوں کہ وہ چیز مجھے واپس کردی جائے تو اس تفصیل کے بعد مدعی کا دعویٰ تام ہوجائے گا۔

نیز منقولی اشیاء میں یہ اضافہ بھی کرنا ہوگا کہ وہ چیز مدعیٰ علیہ کے قبضہ میں ناحق طور پر ہے یہ قید اس لئے ضروری ہے کہ بسا اوقات ایک چیز غیر مالک کے قبضہ میں ہوتی ہے لیکن ناحق طور پر نہیں ہوتی بلکہ حق طور پر ہوتی ہے مثلاً مرتہن کا قبضہ ہے یا بائع کا ثمن کی وصول یابی کے لئے مبیع پر قبضہ ہے، یہ جائز اور حق قبضہ ہے ناجائز نہیں ہے۔ (احسن الوقایہ ج۲ ص۷۵)

❹ **اقول هٰذه العلة الخ سے شارح رحمہ اللہ کا مقصد:۔** شارح رحمہ اللہ کی اس عبارت سے غرض ومقصد مصنف رحمہ اللہ کی عبارت کی کمزوری وکمی کو بیان کرنا ہے کہ مصنف رحمہ اللہ کا صرف غیر منقولی اشیاء کے دعویٰ میں بغیر حق کی قید لگانا مناسب معلوم نہیں ہوتا کیونکہ یہ بغیر حق والی علت غیر منقولی اشیاء یعنی زمین وجائیداد میں بھی موجود ہے اور اس کے دعویٰ میں بھی مدعی یہی کہے گا کہ اس زمین پر مدعیٰ علیہ کا قبضہ ناجائز وناحق ہے۔

الشق الثانی ......**ولا یحجر حر مکلف بسفه وفسق و دین ۔ بل مفت ماجن وطبیب جاهل ومکار مفلس ۔**

حجر کی لغوی اور اصطلاحی تعریف کریں، اسبابِ حجر کتنے ہیں اور کون کون سے ہیں؟ مذکورہ عبارت کی تشریح میں فقہاء کے اقوال تحریر کریں، مفتی ماجن اور مکاری مفلس سے کون مراد ہیں؟ واضح کریں۔ (ج۳۔ص۳۴۶۔رحمانیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں چار امور حل طلب ہیں (۱) حجر کی لغوی واصطلاحی تعریف (۲) اسباب حجر کی تعداد ونشاندہی

(۳) عبارت کی تشریح میں فقہاء کے اقوال (۴) مفتی ماجن، مکاری مفلس کی مراد۔

جواب ...... ① **حجر کی لغوی واصطلاحی تعریف:۔** حجر کا لغوی معنی روکنا و منع کرنا ہے۔ اصطلاح میں **هو منع نفاذ تصرف قولي لافعلي** (کسی تصرف قولی کے نفاذ سے روکنا) ہے۔ بعض نے کہا ہے **الحجر عبارة عن منع مخصوص متعلق بشخص مخصوص عن تصرف مخصوص او عن نفاذه** (حجر وہ منع مخصوص ہے جو مخصوص شخص یعنی صغیر ومجنون وغیرہ کے ساتھ تصرف مخصوص یعنی تصرف قولی سے یا اس کے نفاذ سے متعلق ہو)۔

② **اسباب حجر کی تعداد ونشاندہی:۔** عمومی اسباب حجر تین ہیں ① صغر یعنی بچپن یا عدم بلوغ ② رقیت یعنی غلام ہونا ③ جنون۔

③ **عبارت کی تشریح میں فقہاء کے اقوال:۔** عبارت کا حاصل یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک عمومی اسباب حجر یہی تین ہیں البتہ مفتی ماجن، طبیب جاہل اور مکاری مفلس پر بھی ضرر عامہ کی وجہ سے پابندی لگائی جاسکتی ہے کیونکہ مفتی ماجن ادیان کو، طبیب جاہل ابدان کو اور مکاری مفلس اموال کو ضرر پہنچانے والے ہیں۔ باقی سفیہ جو اپنا مال بلا فائدہ وفضول خرچ کرتا ہے اور فاسق جو اپنا مال گناہ کے کاموں میں خرچ کرتا ہے اور مدیون جس پر لوگوں کا قرض ہے ان پر حجر یعنی پابندی نہیں لگائی جاسکتی۔

صاحبین وائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ مذکورہ اسباب کی وجہ سے پابندی لگائی جاسکتی ہے مثلاً سفیہ جو اتنا بیوقوف ہے کہ اپنا مال فضول وبے فائدہ خرچ کرتا ہے اس پر حجر واقع ہوسکتا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے **ولا تؤتوا السفهاء اموالكم الخ** کہ جب تک وہ سفیہ ہیں ان کو اموال مت دو۔ اسی طرح کوئی آدمی مدیون ومقروض ہے تو اس پر بھی پابندی لگائی جائے تا کہ وہ اپنا مال کسی دوسرے کو فروخت نہ کرے یا کسی کے لئے اقرار نہ کرے تا کہ قرض خواہوں کا حق ضائع نہ ہو۔ اسی طرح فاسق آدمی جو اپنا مال معصیت کے کاموں میں خرچ کرتا ہے اس پر بھی زجر وتنبیہ کے لئے پابندی لگائی جاسکتی ہے۔

④ **مفتی ماجن، مکاری مفلس کی مراد:۔** مفتی ماجن: وہ آدمی جو لوگوں کو غلط وباطل حیلے سکھاتا ہے مثلاً زکوۃ سے بچنے کے لئے کچھ دیر کے لئے مال ہبہ کرنے کا حیلہ، عورت کو بائنہ کرنے کے لئے مرتد ہونے کا حیلہ سکھلاتا ہے۔

مکاری مفلس: وہ آدمی جو لوگوں کو سواری وجانور وغیرہ کرایہ پر دیتا ہے اور کرایہ ایڈوانس ہی وصول کر لیتا ہے، پھر جب سفر کا وقت آتا ہے تو اسکے پاس سواری وغیرہ نہیں ہوتی جسکی وجہ سے اس کو کرایہ دینے والا شخص اپنے دیگر رفقاء وساتھیوں سے پیچھے رہ جاتا ہے۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۵ھ

الشق الاول ...... **ويقضى للشفيع بالشفعة والعهدة على البائع حتى يجب تسليم الدار على البائع وعند الاستحقاق يكون عهدة الثمن على البائع فيطلب منه ۔ وللشفيع خيار الرؤية والعيب وان شرط المشترى البراءة عنه وان اختلف الشفيع والمشترى فى الثمن صدق المشترى ...... ولو برهنا فالشفيع احق ۔ هذا عند ابى حنيفة و محمد ...... وعند ابى يوسف بينة المشترى احق ۔** (ج۴-ص۹-رحمانیہ)

شفعہ کے لغوی اور اصطلاحی معنی بیان کریں، عبارت میں مذکورہ مسائل کی بے غبار تشریح کریں، آخری اختلافی مسئلہ میں ائمہ کے دلائل ذکر کریں۔

﴿خلاصہ سوال﴾ ...... اس سوال کا خلاصہ دو امور ہیں (۱) مذکورہ مسائل کی تشریح (۲) مسئلہ ثالثہ میں ائمہ کے دلائل۔

جواب ...... ① **مذکورہ مسائل کی تشریح:۔** پہلا مسئلہ: یہ ہے کہ جب مکان بائع کے قبضہ میں ہو تو شفیع کا خصم بائع ہے لیکن

صرف بائع کے حضور سے فیصلہ نہیں کیا جائیگا بلکہ بائع اور مشتری دونوں کے حضور سے قاضی شفیع کے حق میں شفعے کا فیصلہ دے گا اور اس کی ذمہ داری بائع پر ہوگی یعنی مکان کا سپرد کرنا بائع کے ذمہ لازم ہوگا اور اگر اس مکان کا کوئی مستحق ظاہر ہوگیا اور اس نے شفیع سے مکان لے لیا تو شفیع ثمن کا رجوع بائع پر کریگا اور اس سے ثمن کا مطالبہ کریگا کیونکہ اس نے مکان بائع سے لیا ہے تو سلامتی کا ضامن بھی بائع ہوگا۔

دوسرا مسئلہ: یہ ہے کہ جب شفیع کے لئے خیارِ رؤیت اور خیارِ عیب ثابت ہے یعنی اگر شفیع نے مکان نہ دیکھا ہو پھر دیکھ کر پسند نہ آیا تو شفیع کو یہ حق حاصل ہے کہ یہ مکان واپس کردے۔ اسی طرح اگر مکان میں عیب ظاہر ہوگیا تو شفیع کو عیب کی وجہ سے واپس کرنے کا حق حاصل ہے اگرچہ مشتری نے ہر قسم کے عیب سے براءت کی شرط لگائی ہو یعنی اگرچہ مشتری نے یہ کہا ہو کہ مجھے ہر قسم کے عیب کے ساتھ قبول ہے تب بھی شفیع کو خیارِ عیب حاصل ہوگا۔

تیسرا مسئلہ: یہ ہے کہ جب شفیع اور مشتری کا ثمن کی مقدار میں اختلاف ہوجائے مثلاً شفیع کہتا ہے کہ مشتری نے یہ گھر ایک لاکھ روپے میں خریدا ہے اور مشتری کہتا ہے کہ میں نے یہ مکان دو لاکھ روپے میں خریدا ہے اور بینہ کسی کے پاس نہ ہو تو اس صورت میں مشتری کی تصدیق کی جائیگی قسم کے ساتھ کیونکہ شفیع اس بات کا دعویٰ کرتا ہے کہ میں کم ثمن کے ساتھ مکان کا مستحق ہوں اور مشتری اس کا انکار کرتا ہے اور قسم کے ساتھ منکر کا قول معتبر ہوتا ہے۔ اور اگر شفیع اور مشتری دونوں نے بینہ قائم کیا یعنی شفیع نے اس بات پر بینہ قائم کیا کہ مشتری نے یہ مکان ایک لاکھ روپے کے عوض خریدا ہے اور مشتری نے اس بات پر بینہ قائم کیا کہ میں نے یہ مکان دو لاکھ کے عوض خریدا ہے تو اس صورت میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک شفیع کا بینہ قبول ہوگا کیونکہ شفیع اس بات کا دعویٰ کرتا ہے کہ میں مکان کا مستحق ہوں کم ثمن کے ساتھ اور مشتری اس کا انکار کرتا ہے اور بینہ مدعی کا قبول ہوتا ہے اسلئے شفیع کا بینہ قبول ہوگا۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مشتری کا بینہ قبول ہوگا کیونکہ مشتری کا بینہ زیادتی کو ثابت کرتا ہے اور بینہ اس کا قبول ہوتا ہے جس کا بینہ زیادتی کو ثابت کرتا ہے لہٰذا مشتری کا بینہ قبول ہوگا۔ (احسن الوقایہ ج ۳ ص ۱۹)

❷ **مسئلہ ثالثہ میں ائمہ کے دلائل:۔** ابھی مسائل کی تشریح میں ائمہ کے دلائل بھی گزر چکے ہیں۔

الشق الثانی ...... **وَاِذَا اَوْجَبَ وَاحِدٌ قَبِلَ الْاٰخَرُ فِی الْمَجْلِسِ كُلَّ الْمَبِيْعِ بِكُلِّ الثَّمَنِ اَوْ تَرَكَ اِلَّا اِذَا بَيَّنَ ثَمَنَ كُلٍّ وَمَالَمْ يَقْبَلْ بَطَلَ الْاِيْجَابُ اِنْ رَجَعَ الْمُوْجِبُ اَوْ قَامَ اَحَدُهُمَا عَنْ مَجْلِسِهٖ وَاِذَا وُجِدَا لَزِمَ الْبَيْعُ۔**

بیع کی تعریف اور اس میں موجود عللِ اربعہ کی وضاحت کریں، عبارت مذکورہ پر اعراب لگا کر تشریح کریں، خیارِ مجلس کسے کہتے ہیں؟ اختلاف ائمہ دلائل کے ساتھ تحریر کریں۔ (ج ۳۔ ص ۱۰۔ رحمانیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا خلاصہ پانچ امور ہیں (۱) بیع کی تعریف وعللِ اربعہ کی وضاحت (۲) عبارت پر اعراب (۳) عبارت کی تشریح (۴) خیارِ مجلس کی تعریف (۵) خیارِ مجلس میں اختلاف مع الدلائل۔

جواب ...... ❶ **بیع کی تعریف وعللِ اربعہ کی وضاحت:۔** لغوی اعتبار سے لفظِ بیع اضداد میں سے ہے اسکا معنی خریدنا وبیچنا دونوں ہے۔ اصطلاحی اعتبار سے مشہور تعریف **مبادلۃ المال بالمال بالتراضی** (باہمی رضامندی سے ایک دوسرے کے مال کا تبادلہ کرنا) ہے۔

ہر کام کی عللِ اربعہ ہوتی ہیں بیع کی عللِ اربعہ یہ ہیں ① مال کا مال سے تبادلہ علتِ صوری ہے ② ایجاب وقبول وتعاطی علت

مادی ہے ③ عاقدین یعنی بائع ومشتری علت فاعلی ہے ④ ملکیت وتصرف علت غائی ہے۔

② **عبارت پر اعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔**

③ **عبارت کی تشریح:۔** جب عاقدین میں سے ایک نے ایجاب کیا تو دوسرے کو اختیار ہے چاہے پورے مبیع کو قبول کرے اسی مجلس میں چاہے رڈ کرے اور یہ خیار خیارِ مجلس کہلاتا ہے، مجلس کے اختتام تک اس کو اختیار رہے گا تاکہ اسکی رضا کامل پائی جائے لیکن یہ نہیں کرسکتا کہ بعض مبیع کو قبول کرے اور بعض کو ردّ کرے اس لئے کہ اس سے تفریق الصفقہ قبل التمام لازم آتا ہے اور تفریق الصفقہ قبل التمام ناجائز ہے۔ ہاں البتہ ہر ایک کا ثمن الگ الگ ذکر کردے کہ یہ ایک درہم میں اور دوسرا بھی ایک درہم میں تو اس صورت میں بعض کو قبول کرنا اور بعض کو قبول نہ کرنا جائز ہے اس لئے کہ یہ صفقۂ واحدہ نہیں ہے بلکہ صفقاتِ متفرقہ ہیں۔

جب ایک نے ایجاب کیا اور دوسرے نے قبول نہ کیا، دوسرے کے قبول کرنے سے پہلے موجب نے اپنے ایجاب سے رجوع کیا تو یہ رجوع کرنا صحیح ہے اسلئے کہ ابھی تک اس سے کسی کا حق وابستہ نہیں ہوا تو اس میں ابطالِ حقِ غیر لازم نہیں آتا، یا ان دونوں میں سے ایک مجلس سے کھڑا ہوگیا یا ہر ایک نے ایسا کام شروع کیا جو اعراض پر دلالت کرتا ہے تو ایجاب باطل ہوگیا۔

جب ایجاب وقبول مکمل ہوگئے تو بیع لازم ہوگئی، اب کسی کو خیارِ مجلس وغیرہ حاصل نہ ہوگا کہ اب وہ بیع کو دوسرے کی رضامندی کے بغیر ختم کردے۔ (احسن الوقایہ ج ۱ ص ۲۰)

④ **خیارِ مجلس کی تعریف:۔** خیارِ مجلس کا مطلب ابھی گزرا کہ ایجاب وقبول یعنی بیع مکمل ہونے کے بعد مجلس عقد کے ختم ہونے سے پہلے اُسی مجلس میں بیع کو ختم کرنا۔

⑤ **خیارِ مجلس میں اختلاف مع الدلائل:۔** امام احمد وامام شافعی رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ متعاقدین کو خیارِ مجلس حاصل ہے کہ دونوں سے کوئی ایک یکطرفہ طور پر بیع کو فسخ کردے لیکن اگر مجلس ختم ہوگئی تو یہ خیار بھی ساقط ہوجائے گا، اور دلیل مشہور حدیث ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ متعاقدین کو بیع فسخ کرنے کا اختیار حاصل ہے جب تک وہ دونوں جدا نہ ہوجائیں یا بیع کو اختیار نہ کرلیں

امام ابوحنیفہ وامام مالک رحمہما اللہ خیارِ مجلس کے قائل نہیں ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ جب متعاقدین میں ایجاب وقبول ہوگیا تو بیع تام ہوگئی، **اب کسی ایک کو یک طرفہ طور پر بیع فسخ کرنے کا اختیار نہیں ہے،** البتہ مشتری کو خیارِ شرط، خیارِ رؤیت اور خیارِ عیب حاصل رہے گا

امام ابوحنیفہ وامام مالک رحمہما اللہ کے دلائل: ① یہ آیت کریمہ ہے **یَآ اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ** اس آیت میں عقد کو پورا کرنے کا حکم ہے، اور عقد ایجاب وقبول سے منعقد ہوتا ہے، لہٰذا ایجاب وقبول کے بعد اس عقد کو پورا کرنا واجب ہے اور اب یکطرفہ طور پر عقد کو ختم کرنا ایفاءِ عقد کے خلاف ہے ② یہ حدیث مبارک ہے **من ابتاع طعاما فلا یبعه حتی یستو فیه**، اس حدیث میں مبیع پر قبضہ کرنے کے بعد اس کو آگے فروخت کرنے کی اجازت دی گئی ہے، اگرچہ تفرقِ ابدان نہ ہوا ہو ③ یہ واقعہ ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے گھوڑا خریدنے کے بعد اسی مجلس میں تفرق ابدان سے پہلے ہی وہ گھوڑا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو ہبہ کردیا تھا، اور خیارِ مجلس بھی ختم نہیں کیا تھا۔

حنفیہ ومالکیہ رحمہم اللہ کی طرف سے حنابلہ وشوافع کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں تفرقِ اقوال مراد ہے اور **البیعان بالخیار** میں خیار سے مراد قبول ہے، اب حدیث کا معنی یہ ہے کہ ایجاب کے بعد بائع کو اختیار ہے کہ وہ اپنا ایجاب واپس لے لے

اور مشتری کو یہ اختیار ہے کہ وہ ایجاب کو قبول کرے یا نہ کرے اور جب تک تفرقِ اقوال نہ پایا جائے یعنی ایجاب کے بعد قبول نہ ہو اس وقت تک دونوں کو یہ اختیار حاصل رہتا ہے، البتہ قبول کے بعد ختم ہو جاتا ہے۔

حدیث کے دوسرے جملہ **او یختار** سے مراد خیارِ شرط ہے مطلب یہ ہے کہ تفرقِ اقوال سے بیع لازم ہو جائے گی البتہ اگر دونوں میں سے کسی ایک نے اپنے لیے خیارِ شرط رکھا یعنی یہ کہا کہ میں یہ بیع کر رہا ہوں مگر مجھے تین دن تک فسخ کرنے کا اختیار حاصل ہوگا تو پھر وہ فسخ کر سکتا ہے ورنہ نہیں۔ (تقریر ترمذی ج ۱ ص ۱۵۷)

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۵ھ

الشق الاول ......**وَمَنْ شَرٰى عَبْدًا مِنْ غَيْرِ سَيِّدِهٖ فَاَقَامَ بَيِّنَةً عَلٰى اِقْرَارِ بَائِعِهٖ اَوْ سَيِّدِهٖ لِعَدَمِ اَمْرِهٖ بِهٖ مُرِيْدًا رَدَّهٗ لَا يُقْبَلُ وَاِنْ اَقَرَّ بَائِعُهٗ بِهٖ عِنْدَ قَاضٍ وَطَلَبَ مُشْتَرِيْهِ رَدَّهٗ رُدَّ بَيْعُهٗ۔** (ج ۳ ص ۴۷۔ رحمانیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں، واضح ترجمہ کریں، عبارت میں مذکورہ مسئلہ کی دونوں صورتوں کی وضاحت کرتے ہوئے دونوں میں فرق بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال کا حل چار امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) مذکورہ مسئلوں کی وضاحت (۴) دونوں مسئلوں میں فرق۔

جواب ...... ❶ **عبارت پر اعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔**

❷ **عبارت کا ترجمہ:۔** اور جس نے غلام خریدا آقا کے علاوہ کسی اور سے پھر اس نے گواہ قائم کئے بائع یا آقا کے اقرار پر کہ اس نے اس بیع کا حکم نہیں کیا ہے اور واپس کرنا چاہتا ہو تو یہ قبول نہ ہوگا اور اگر بائع نے قاضی کے پاس اس کا اقرار کیا اور مشتری نے بھی واپس کرنا چاہا تو بیع کو واپس کیا جا سکتا ہے۔

❸ **مذکورہ مسئلوں کی وضاحت:۔** صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ ایک آدمی نے دوسرے کا غلام مالک کی اجازت کے بغیر فروخت کیا پھر مشتری نے اس بیع کو واپس کرنا چاہا اور کہا کہ بائع نے یہ غلام مالک کی اجازت کے بغیر مجھ کو فروخت کیا ہے اور بائع اس سے انکار کر رہا ہے کہ میں نے بائع کی اجازت کے بغیر فروخت نہیں کیا ہے بلکہ بائع کی اجازت سے فروخت کیا ہے پھر مشتری نے اس بات پر گواہ قائم کئے کہ بائع نے اقرار کیا ہے کہ مالک نے **مجھے اجازت نہیں دی یا مشتری** نے مالک پر گواہ قائم کئے کہ مالک یہ اقرار کر چکا ہے کہ میں نے بائع کو اجازت دی ہے اور پھر بھی یہ مشتری غلام کو واپس کرنا چاہتا ہے تو مشتری کے بینہ قبول نہ ہوں گے۔ اور اگر بائع نے قاضی کے سامنے اس بات کا اقرار کیا کہ میں نے یہ غلام فروخت کیا ہے مالک کی اجازت کے بغیر اور میں بیع کو واپس کرنا چاہتا ہوں اور مشتری بھی اس واپسی پر راضی ہو یعنی وہ بھی واپس کرنا چاہتا ہے تو بیع ردّ ہو جائے گی۔

❹ **دونوں مسئلوں میں فرق:۔** دونوں مسئلوں میں فرق یہ ہے کہ پہلی صورت میں مشتری کے دعویٰ میں تناقض ہے اس طور پر کہ جب خریدنے کا اقدام کیا تو گویا اس نے شراء کے صحیح ہونے کا دعویٰ کیا اور جب اس نے بعد میں یہ کہا کہ مالک نے بائع کو اجازت نہیں دی ہے تو اس نے شراء کے غیر صحیح ہونے کا دعویٰ کیا تو دعویٰ میں تناقض آ گیا اور جب دعویٰ میں تناقض ہو تو دعویٰ صحیح نہیں ہوتا اور بینہ کا قبول ہونا موقوف ہے دعویٰ کے صحیح ہونے پر اور جب دعویٰ صحیح نہیں تو بینہ بھی قبول نہ ہوں گے۔

اور دوسری صورت میں تناقض اقرار میں ہے اور تناقضِ اقرار بیع کے صحیح ہونے سے مانع نہیں ہے کیونکہ اقرار حجت قاصرہ ہے لیکن بیع واپس کرنے کے لئے اگر مشتری کی موافقت بھی شامل ہوگئی تو واپس کرنا جائز ہوگا۔ (احسن الوقایہ ج ۱ ص ۱۹۰)

الشق الثانی ......**وصح هبة اثنین دارالو احد لان الکل یقع فی یده بلاشیوع وفی عکسه لا ای هبة واحد لاثنین دارا لا تصح عند ابی حنیفة وعندهما تصح لان التملیك واحد فلا شیوع کماذا رهن من رجلین وله ان هذه هبة النصف من کل واحد فیثبت الشیوع بخلاف الرهن لانه محبوس بدین کل واحد بکماله**

ہبہ کی تعریف کریں، صورتِ مسئلہ واضح کریں، مسئلہ کی تشریح کرتے ہوئے امام صاحب اور صاحبین کے اختلاف اور دلائل تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) ہبہ کی تعریف (۲) صورتِ مسئلہ کی وضاحت (۳) مسئلہ کی تشریح مع الاختلاف والدلائل۔ (ج۳۔ص۲۸۴۔رحمانیہ)

جواب ...... ❶ **ہبہ کی تعریف:۔** ہبہ کا لغوی معنی دینا ہے اور اصطلاح میں **ھی تملیك العین بلاعوض** (کسی کو کسی عوض کے بغیر کسی عین کا مالک بنانا) ہے۔

❷ **صورتِ مسئلہ کی وضاحت:۔** صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ دو آدمیوں کا مشترک دار تھا انہوں نے وہ ایک آدمی کو ہبہ کر دیا تو یہ ٹھیک ہے اس کے عکس کی صورت یہ ہے کہ ایک آدمی نے اپنا دار دو آدمیوں کو مشترک طور پر ہبہ کر دیا۔

❸ **مسئلہ کی تشریح مع الاختلاف والدلائل:۔** اگر دو آدمیوں کا ایک مشترکہ گھر ہے اور دونوں نے ایک شخص کو ہبہ کر دیا تو یہ بالاتفاق جائز ہے اس لئے کہ قبضہ کرتے وقت موہوب لہ ایک ہے اور موہوب میں شیوع نہیں ہے، جب شیوع نہیں ہے تو ہبہ جائز ہوگا لیکن اگر اس کا عکس ہو یعنی ایک آدمی نے ایک مکان دو آدمیوں کو ہبہ کر دیا تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ ہبہ جائز نہیں ہے اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک یہ ہبہ جائز ہے۔

صاحبین رحمہما اللہ کی دلیل: یہ ہے کہ جب ایک آدمی نے دو آدمیوں کو ایک مکان ہبہ کر دیا تو عقد کے وقت شیوع موجود نہیں ہے یہ پورا مکان ایک واہب کی ملکیت میں ہے اور قبضہ کے وقت شیوع موجود ہے لیکن صرف قبضہ کے وقت شیوع چونکہ ہبہ سے مانع نہیں ہے، اس لئے یہ ہبہ جائز ہے۔ صاحبین رحمہما اللہ نے اس کو قیاس کیا ہے اس مسئلہ پر کہ اگر ایک آدمی اپنا مکان دو آدمیوں کے پاس رہن رکھے تو یہ رہن جائز ہے اسی طرح ایک مکان کو دو آدمیوں کو ہبہ کرنا بھی جائز ہوگا۔

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل: یہ ہے کہ واہب نے جب مکان دو آدمیوں کو ہبہ کر دیا تو یہ درحقیقت ہر ایک کو نصف نصف مکان کا ہبہ کرنا ہے اور جب دونوں کو قبضہ کرا رہا ہے تو قبضہ کے وقت شیوع موجود ہے اور شیوع ہبہ کے لئے مانع ہے۔

اور صاحبین رحمہما اللہ نے جو رہن پر قیاس کیا تھا اس کا جواب یہ ہے کہ ایک چیز کو دو آدمیوں کے پاس رہن رکھنا یہ نصف چیز کو ایک کے پاس اور نصف کو دوسرے کے پاس رہن رکھنا نہیں ہے بلکہ یہ چیز ہر ایک کے دَین کے عوض کامل محبوس ہے یعنی شی مرہون ہر ایک مرتہن کے پاس کامل مرہون ہے یہی وجہ ہے کہ اگر راہن ایک کا دَین ادا کر دے تو یہ پوری چیز دوسرے کے پاس کامل مرہون ہوتی ہے، راہن یہ نہیں کہہ سکتا کہ نصف مرہون مجھے واپس دیدو۔ تو معلوم ہوا کہ یہ درحقیقت ہر ایک کے پاس کامل طور پر مرہون ہے لہٰذا اس میں شیوع نہیں ہے۔ (احسن الوقایہ ج۲ص۳۳۳)

☆☆☆

الورقة الثانية: فی الفقه

السوال الاوّل ۱۴۳۶ھ

الشق الاوّل ......وفي بناء المشتري وغرسه بالثمن و قيمتهما مقلوعين كما في الغصب او كلف المشتري قلعهما ...... وعن ابي يوسف انه لا يكلف بالقلع بل يخير بين ان ياخذ بالثمن وقيمة البناء او الغرس وبين ان يترك وهو قول الشافعي".(ج۴-ص۱۱-رحمانیہ)

صورتِ مسئلہ ذکر کریں، تشریح کریں، ائمہ کے اختلاف کو دلائل کے ساتھ تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا خلاصہ دو امور ہیں (۱) صورتِ مسئلہ کی وضاحت (۲) مسئلہ کی تشریح واختلاف مع الدلائل۔

جواب ...... ❶ **صورتِ مسئلہ کی وضاحت:۔** صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ زید نے کوئی زمین خریدی اور اس پر عمارت بنائی یا باغ لگالیا اس کے بعد اس زمین پر بکر نے شفعہ کا دعویٰ کر دیا اور اس کا حقِ شفعہ ثابت بھی ہو گیا تو اب کیا حکم ہے؟

❷ **مسئلہ کی تشریح واختلاف مع الدلائل:۔** مذکورہ صورت میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک شفیع کو دو اختیار ہیں ① یہ کہ یا تو زمین کو عمارت اور باغ سمیت لے لو زمین کے ثمن اور مقلوع عمارت اور مقلوع باغ کی قیمت کے ساتھ یعنی شفیع پر زمین کا پورا ثمن دینا لازم ہوگا اور اس عمارت اور باغ کی قیمت لازم ہوگی جو گرانے اور کاٹے جانے کے مستحق ہیں مثلاً زمین کی قیمت ایک لاکھ روپے ہے کھڑی عمارت اور کھڑے باغ کی قیمت بھی ایک لاکھ روپے ہے اور ایک وہ عمارت اور باغ ہے جو اگر چہ فی الحال تو قائم ہے لیکن گرانے اور کاٹنے کا مستحق ہے تو اس کی قیمت گرائی ہوئی اور کٹے ہوئے باغ کی قیمت کم ہوتی ہے اگر گرائی ہوئی عمارت اور کٹے ہوئے باغ کی قیمت چالیس ہزار روپے ہے جس میں دس ہزار روپے گرانے یا باغ کاٹنے کی مزدوری پر خرچ ہوئے ہیں تو معلوم ہوا کہ وہ عمارت یا باغ جو گرانے اور کاٹنے کے مستحق ہیں اس کی قیمت تیس ہزار روپے ہے، لہٰذا اس صورت میں شفیع پر ایک لاکھ تیس ہزار روپے لازم ہوں گے ② شفیع مشتری سے کہے عمارت اور باغ کو اکھاڑ کر خالی زمین مجھے سپرد کر دو۔

حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک مشتری کو اکھاڑنے پر مجبور نہ کیا جائیگا بلکہ شفیع کو یہ اختیار دیا جائیگا کہ یا تو زمین کو زمین کی قیمت، **باغ اور درخت کی قیمت سمیت لے لے یا شفعہ کا دعویٰ چھوڑ دے اور یہی قول امام شافعی رحمہ اللہ کا بھی ہے کیونکہ اکھاڑنے** پر مجبور کرنا ظلم اور زیادتی کا حکم ہے حالانکہ عمارت بنانے اور باغ لگانے میں مشتری حق بجانب ہے لہٰذا وہ ظلم کا مستحق نہیں ہے۔

جواب کا حاصل یہ ہے کہ مشتری پر ظلم نہیں کیا گیا ہے بلکہ مشتری نے اپنے اوپر خود ظلم کیا ہے کیونکہ مشتری نے ایسی جگہ عمارت بنائی ہے یا باغ لگایا ہے جسکے ساتھ دوسرے کا مؤکد حق متعلق ہو چکا ہے اور مشتری کو عمارت بنانے اور درخت لگانے پر مسلط نہیں کیا گیا تھا اس کو دھوکہ نہیں دیا گیا ہے بلکہ اس نے دھوکہ کھایا ہے اسلئے اسکے اکھاڑنے پر مجبور کرنا اس پر ظلم نہیں ہے بلکہ اپنا حق لینا ہے۔(احسن الوقایہ ج۳ ص۲۴)

الشق الثانی ......وَلَوْغَلَطَ اِثْنَانِ وَذَبَحَ كُلٌّ شَاةَ صَاحِبِهٖ صَحَّ بِلَاغُرْمٍ وَفِي الْقِيَاسِ اَنْ لَايَصِحَّ وَيَضْمَنُ لِاَنَّهٗ ذَبَحَ شَاةَ غَيْرِهٖ بِغَيْرِ اَمْرِهٖ وَجْهُ الْاِسْتِحْسَانِ اَنَّهَا تَعَيَّنَتْ لِلْاُضْحِيَةِ وَ دَلَالَةُ الْاِذْنِ حَاصِلَةٌ فَاِنَّ الْعَادَةَ جَرَتْ بِالْاِسْتِعَانَةِ بِالْغَيْرِ فِيْ اَمْرِ الذَّبْحِ ۔ وَصَحَّتِ التَّضْحِيَةُ بِشَاةِ الْغَصْبِ لَا الْوَدِيْعَةِ وَضَمِنَهَا لِاَنَّ

فِي الْغَصَبِ يَثْبُتُ الْمِلْكُ مِنْ وَقْتِ الْغَصَبِ وَفِي الْوَدِيعَةِ يَصِيرُ غَاصِبًا بِالذَّبْحِ فَيَقَعُ الذَّبْحُ فِي غَيْرِ الْمِلْكِ۔
أَقُوْلُ بَلْ يَصِيرُ غَاصِبًا بِمُقَدِّمَاتِ الذَّبْحِ كَالْاِضْجَاعِ وَشَدِّ الرِّجْلِ فَيَكُوْنُ غَاصِبًا قَبْلَ الذَّبْحِ۔ (ج۴ ص۴۳ رحمانیہ)

عبارت پراعراب لگائیں، مذکورہ مسائل کی بے غبار تشریح کریں، اقول بل یصیر غاصبا...... سے شارح رحمہ اللہ کا مقصد واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت پراعراب (۲) عبارت کی تشریح (۳) اقول بل یصیر غاصبا الخ سے شارح رحمہ اللہ کا مقصد۔

جواب ...... ❶ **عبارت پراعراب:۔** کمامرّ فی السوال آنفا۔

❷ **عبارت کی تشریح:۔** اگر دو شخصوں نے غلطی کرلی اور ہرایک نے دوسرے کی قربانی کی بکری اس کی اجازت کے بغیر ذبح کرلی تو دونوں کی قربانی درست ہوگی اور کسی پر ضمان بھی نہ آئے گا۔ قیاس کا تقاضایہ ہے کہ دونوں کی قربانی درست نہ ہوتی اور ہرایک پر ضمان بھی واجب ہوتا کیونکہ ہرایک نے دوسرے کی بکری اس کی اجازت کے بغیر ذبح کردی ہے یہ ایسا ہے جیسے کسی نے قصاب کی بکری اس کی اجازت کے بغیر ذبح کردی ہوتو اس پر ضمان لازم ہوتا ہے۔

استحسان کی وجہ یہ ہے کہ جس ساتھی نے جو بکری ذبح کردی ہے یہی بکری قربانی کے لئے متعین ہوچکی تھی، اجازت اگرچہ صراحۃً موجود نہیں ہے لیکن دلالۃً اجازت موجود ہے وہ یہ کہ عام طور پر عادت یہ جاری ہے کہ ذبح کے معاملے میں لوگ ایک دوسرے سے مدد حاصل کرتے ہیں گویا کہ ہرایک نے دوسرے کے ساتھ مدد کرتے ہوئے اس کی بکری ذبح کردی اور مدد کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے لہٰذا دونوں کی قربانی درست ہوگی اور ضمان لازم نہ ہوگا اور ہرایک دوسرے سے اپنی ذبح شدہ بکری واپس لے لے گا اور اگر دونوں نے کھایا ہوتو ایک دوسرے کو اجازت دے دیں۔

اگر کسی نے دوسرے کی بکری غصب کرکے اس سے قربانی کردی تو یہ قربانی درست ہوگی اور اس پر بکری کا ضمان لازم ہوگا اور اگر کسی نے ودیعت کی بکری سے قربانی کرلی تو قربانی درست نہ ہوگی اور اس پر ضمان لازم ہوگا۔ اس کے بارے میں اصول یہ ہے کہ غصب ملکیت کا سبب ہے اور ودیعت ملکیت کا سبب نہیں ہے لہٰذا جس وقت غاصب نے بکری غصب کی اس وقت سے غاصب بکری کا مالک بن گیا ہے لہٰذا قربانی اپنی ملکیت میں پائی گئی ہے اس لئے یہ قربانی صحیح ہوگی۔ لیکن ودیعت میں مودَع ودیعت کے وقت سے اس کا مالک نہیں تھا بلکہ ذبح کرنے سے غاصب بن گیا ہے لہٰذا ذبح کے وقت مودَع اس کا مالک نہیں تھا تو قربانی غیر کی ملکیت میں واقع ہوگئی اور غیر کی ملکیت میں قربانی درست نہیں ہوتی۔ البتہ ضمان واجب ہوگا کیونکہ ودیعت میں تعدی پائی گئی ہے اور ودیعت میں تعدی پائے جانے کی وجہ سے مودَع غاصب بن جاتا ہے اور غاصب پر ضمان لازم ہوتا ہے۔

❸ **اقول بل یصیر غاصبا الخ سے شارح رحمہ اللہ کا مقصد:۔** شارح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ودیعت کی صورت میں بھی قربانی درست ہوگی کیونکہ ودیعت کی صورت میں بھی مودَع ذبح سے پہلے غاصب بن جاتا ہے اس لئے کہ ذبح سے پہلے ذبح کے جو مقدمات ہیں یعنی لٹانا، پاؤں باندھنا وغیرہ یہ ودیعت میں تعدی ہے لہٰذا جب ذبح سے پہلے ودیعت میں تعدی پائی گئی تو مودَع ذبح سے پہلے غاصب بن گیا اور جب ذبح سے پہلے غاصب بن گیا تو غصب کی صورت میں چونکہ ملکیت وقتِ غصب سے ثابت ہوتی ہے اسلئے یہ ذبح غاصب (ذابح) کی ملکیت میں پائی گئی ہے، لہٰذا یہ قربانی بھی درست ہوگی اور مودَع پر ضمان لازم ہوگا۔

(فائدہ) نفسِ جواز اپنی جگہ ہے لیکن غصب کا گناہ بھی لازم ہوگا۔ (احسن الوقایہ ج۳ ص۱۲۵)

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۶ھ

الشق الاوّل ......وَصَحَّ بَيْعُ عَشَرَةِ اَسْهُمٍ مِنْ مِاۃِ سَهْمٍ،لَابَيْعُ عَشَرَةِ اَذْرُعٍ مِنْ دَارٍ هٰذَا عِنْدَ اَبِیْ حَنِيْفَةَ وَقَالَاصَحَّ فِی الْوَجْهَيْنِ،لِاَنَّهٗ بَاعَ عَشَرًا مُشَاعًا مِنَ الدَّارِ وَلَهٗ اَنَّ فِی الثَّانِیْ اَلْمَبِيْعُ مَحَلُّ الذِّرَاعِ وَهُوَمُعَيَّنٌ مَجْهُوْلٌ لَامُشَاعٌ بَخِلَافِ السَّهْمِ وَلَابَيْعَ عَدْلٍ اَنَّهٗ عَشَرَةُ اَثْوَابٍ وَهُوَ اَقَلُّ اَوْ اَكْثَرُ لِاَنَّهٗ اِذَا كَانَ اَقَلَّ لَايَدْرِیْ ثَمَنُ مَالَيْسَ بِمَوْجُوْدٍ ، فَيَكُوْنُ حِصَّةُ الْمَوْجُوْدِ مَجْهُوْلَةً وَاِنْ كَانَ اَكْثَرَ لَايَكُوْنُ الْمَبِيْعُ مَعْلُوْمًا وَلَوْبَيَّنَ لِكُلٍّ ثَمَنًا صَحَّ فِی الْاَقَلِّ بِقَدْرِهٖ وَخُيِّرَ وَفَسَدَ فِی الْاَكْثَرِ لِاَنَّ الْمَبِيْعَ مَجْهُوْلٌ۔ (ص۱۴۔ج۳۔رحمانیہ)

عبارت پراعراب لگا کرترجمہ کریں،عبارت میں مذکورہ تمام مسائل کی واضح تشریح کریں، پہلے مسئلہ میں امام صاحب کے نزدیک "بیع عشرة اسهم" اور "بیع عشرة اذرع" میں وجہ فرق بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں۔(۱) عبارت پراعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) مسائل کی تشریح (۴) بیع عشرة اسهم اور بیع عشرة ازرع میں فرق۔

جواب ...... ❶ عبارت پراعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ اور سوحصوں میں سے دس حصّوں کی بیع صحیح ہے،اور گھر کے سوگز میں سے دس گز کی بیع صحیح نہیں ہے، یہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ہے اور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ دونوں صورتوں میں بیع صحیح ہے اسلئے کہ انہوں نے مشاع (مشترک) طور پر گھر کے دس گز کی بیع کی ہے، امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ دوسری بیع میں بیع محل ذراع ہے اور وہ معیّن مجہول ہے، نہ کہ مشاع، بخلاف دس حصوں کے اور صحیح نہیں ہے ایک نگ کی بیع اس شرط پر کہ وہ دس تھان (کپڑے) ہیں اور وہ کم یا زیادہ نکلے، اسلئے کہ جب وہ کم نکلے تو جو کپڑا و تھان موجود نہیں ہے اسکے ثمن معلوم نہیں ہیں پس موجود تھان و کپڑوں کے ثمن کا حصہ بھی مجہول ہو گیا اور اگر وہ زیادہ نکلے تو مبیع معلوم نہیں، اور اگر بائع نے ہر ایک تھان و کپڑے کے ثمن بیان کر دیئے تم کم نکلنے کی صورت میں اسکے ثمن کی بقدر بیع درست ہے اور مشتری کو خیار ملے گا اور زائد نکلنے کی صورت میں بیع فاسد ہوگی اسلئے کہ مبیع مجہول ہے۔

❸ مسائل کی تشریح:۔ صورت مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کو کہا کہ میں نے آپ کو اس گھر کے سوحصوں میں دس حصے بیچ دیئے تو بیع درست ہے اور اگر یوں کہا کہ سوگز میں سے دس گز بیچ دیئے تو یہ صحیح نہیں، یہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کا مسلک ہے۔

حضرات صاحبین کے نزدیک دونوں صورتوں میں بیع جائز ہے، دلیل یہ ہے کہ سوگزوں میں سے دس گز بیچنا عشر الدار ہے یہ ایسا ہی ہے جیسے سوحصوں میں سے دس حصے بیچنا اور جب وہ جائز ہے تو یہ بھی جائز ہونا چاہیے۔

اگر ایک شخص نے کپڑوں کا ایک نگ (گٹھر) خریدا اس شرط پر کہ اس میں دس تھان ہیں دس روپے میں اور ہر تھان کا علیحدہ علیحدہ ثمن بیان نہیں کیا پھر وہ نو یا گیارہ تھان نکلے تو دونوں صورتوں میں بیع فاسد ہے کیونکہ نو تھان نکلنے کی صورت میں ثمن مجہول ہے اور گیارہ تھان نکلنے کی صورت میں مبیع مجہول ہے۔ نو تھان نکلنے کی صورت میں ثمن اسلئے مجہول ہے کہ ایک تھان جو غائب ہے اس کا ثمن مجہول ہے اس لئے کہ جب ہر تھان کا ثمن بیان نہیں کیا گیا تو معلوم نہیں ہے کہ وہ ادنیٰ ہے یا متوسط یا عمدہ۔ اب ہم کس اعتبار

سے ثمن مقرر کریں؟ تو ثمن مجہول ہونے کی وجہ سے بیع فاسد ہے اور گیارہ نکلنے کی صورت میں مبیع اس لئے مجہول ہے کہ ایک تھان جو زیادہ آیا ہے وہ مبیع نہیں اس کو واپس کرنا ہے لیکن اب معلوم نہیں کہ کس کو واپس کریں؟ ادنیٰ، عمدہ یا متوسط، تو اس ایک کے مجہول ہونے کی وجہ سے باقی مبیع بھی مجہول ہے اور جب مبیع مجہول ہو تو بیع فاسد ہوتی ہے۔ اور اگر ہر ایک تھان کا ثمن بیان کریں کہ نگ دس روپے میں اس میں دس تھان ہے اور ہر ایک تھان ایک روپے میں اور پھر نو نکلے تو اس میں بیع جائز ہے اس لئے کہ جو غائب ہے اسکا ثمن معلوم ہے کہ ایک روپیہ ہے جب وہ معلوم ہے تو باقی ثمن بھی معلوم ہے جو کہ نو روپے ہیں اور مشتری کو لینے اور نہ لینے کا اختیار ہوگا اس لئے کہ بیع تام ہونے سے قبل ہی مبیع کم ہوگئی ہے اور اگر گیارہ تھان نکلے تو بیع فاسد ہوگی اس لئے کہ مبیع مجہول ہے۔

❹ **بیع عشرة اسهم اور بیع عشرة اذرع میں فرق:۔** امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ گھر کے سو گز میں سے دس گز میں ذراع (گز) پیمانے وآلے کا نام ہے جس سے کسی چیز کو ناپا جاتا ہے، اور یہ معنی مراد لینا ناممکن ہے کیونکہ مبیع آلہ نہیں بلکہ مکان کا ایک حصہ ہے لہٰذا مجازی طور پر ذارع سے وہ محل مراد ہوگا جسکو ناپا جاتا ہے اور وہ محل معین ہے، نہ کہ مشاع، مگر معیّن ہونے کے باوجود بھی مجہول ہے کہ وہ دس ذراع و گز گھر کی کس جانب سے ہیں یہ معلوم نہیں ہے اور یہ معاملہ نزاع کا باعث بن سکتا ہے کیونکہ بائع کم قیمت والے دس ذراع دینے کی کوشش کرے گا اور مشتری زیادہ قیمت والے دس ذراع لینے کی کوشش کرے گا پس مفضی الی النزاع ہونے کی وجہ سے یہ بیع فاسد ہے، جبکہ سو حصوں میں سے دس حصوں میں بیع درست ہے اسلئے کہ یہ اگرچہ غیر معیّن ہیں مگر مشاع ہیں، بائع و مشتری گھر کے ہر حصہ میں شریک ہیں اور دونوں اپنے اپنے حصہ کی بقدر گھر سے نفع اٹھائیں گے، جو کہ مفضی الی النزاع نہیں ہے پس یہ بیع درست ہے۔ (احسن الوقایہ ج۱، ص۲۹)

الشق الثانی ......**نصرانی مات فقالت عرسه:اسلمت بعدموته وقال ورثه:لابل قبله، صُدّقوا كمافی مسلم مات فقالت عرسه:اسلمت قبل موته وقالوا:لابل بعده، هذا عندنا، وعند زفرفی المسألة الاولی القول قولها لان الاسلام حادث فيضاف الی اقرب الاوقات ولناان سبب الحرمان ثابت فی الحال فيثبت فيمامضی تحكيما للحال وهی تصلح حجة للدفع۔** (ص۱۴۷۔ج۳۔رحمانیہ)

صورت مسئلہ واضح کریں، مذکورہ مسئلہ میں ائمہ کے اختلاف اور دلائل کی دلنشین تشریح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حل دو امور ہیں (۱) صورت مسئلہ کی وضاحت (۲) مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل۔

جواب ...... ❶ **صورت مسئلہ کی وضاحت:۔** صورت مسئلہ یہ ہے کہ ایک نصرانی مرگیا پھر اس کی بیوی مسلمان ہو کر آئی اور یہ دعویٰ کیا کہ میں اس کی موت کے بعد مسلمان ہوئی ہوں اس کی موت کے وقت میں نصرانیہ تھی لہٰذا مجھے اس کی میراث میں سے میرا حق میراث ملنا چاہیے کیونکہ موت کے وقت اتحادِ دین موجود تھا لہٰذا اتحادِ دین کی وجہ سے مجھے اس کی میراث میں حصہ ملے گا اور ورثاء کہتے ہیں کہ نہیں بلکہ تو نے اس کی موت سے پہلے اسلام قبول کیا ہے یعنی اس کی موت کے وقت تو مسلمان تھی اور اختلاف دین موجود تھا اور اختلاف دین کی وجہ سے تجھے میراث میں حصہ نہیں ملے گا۔

❷ **مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل:۔** مذکورہ مسئلہ میں ہمارے نزدیک ورثاء کا قول معتبر ہوگا کہ بیوی کو میراث نہیں ملے گی۔

امام زفرؒ کے نزدیک اس مسئلہ میں عورت کا قول معتبر ہوگا اس لئے کہ مسلمان ہونا عورت کے حق میں امرِ حادث یعنی ایک نئی چیز

ہے اور ہر حادث کو اقرب الاوقات کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اور اس عورت کے مسلمان ہونے کا قریبی وقت نصرانی کی موت کے بعد کا ہے، نہ کہ اس کی موت سے پہلے کا، پس اس کا مسلمان ہونا نصرانی کی موت کے بعد کی طرف منسوب کیا جائے گا یعنی یہ کہا جائے گا کہ یہ عورت اپنے نصرانی شوہر کی موت کے بعد مسلمان ہوئی ہے اور جب اس کی موت کے بعد مسلمان ہوئی ہے تو موت کے وقت چونکہ یہ بھی نصرانیہ تھی اس لئے اتحادِ دین کی وجہ سے یہ عورت اپنے نصرانی شوہر کی میراث کی حقدار ہوگی۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ فی الحال اختلافِ دین موجود ہے اور فی الحال یہ عورت میراث سے محروم ہے اور جو حکم فی الحال ثابت ہو وہ استصحابِ حال کی وجہ سے ماضی میں بھی ثابت ہوتا ہے پس یہ کہا جائے گا کہ یہ عورت جس طرح فی الحال اختلافِ دین کی وجہ سے میراث سے محروم ہے اسی طرح نصرانی کی موت کے وقت بھی میراث سے محروم تھی اور یہ نصرانی کی موت کے وقت تب میراث سے محروم ہو سکتی ہے جبکہ یہ عورت اس کی موت سے پہلے مسلمان ہو چکی ہو پس ثابت ہوا کہ یہ عورت نصرانی کی موت سے پہلے مسلمان ہو چکی تھی اور یہی قول نصرانی کے ورثاء کا ہے اس لئے نصرانی کے ورثاء کا قول معتبر ہوگا۔

استصحابِ حال چونکہ حجتِ دافعہ ہے تو استصحاب کی وجہ سے عورت کو میراث سے محروم کیا جائیگا لیکن استصحابِ حال کی وجہ سے عورت کے لئے میراث کو ثابت نہیں کیا جاسکتا۔

یہ مسئلہ بعینہٖ اس دوسرے مسئلہ کی طرح ہے کہ ایک مسلمان مر گیا اور اس کی بیوی پہلے نصرانیہ تھی، مسلمان کی موت کے بعد وہ مسلمان ہو کر آئی اور کہا کہ میں اپنے شوہر کی موت سے پہلے مسلمان ہوئی تھی لہٰذا مجھے میراث ملنی چاہیے اس لئے کہموت کے وقت اتحادِ دین موجود تھا اور میت کے ورثاء کہتے ہیں کہ نہیں بلکہ تو اس کی موت کے بعد مسلمان ہوئی ہے اور اختلافِ دین موجود ہے لہٰذا تجھ کو میراث نہیں ملے گی تو اس صورت میں بھی ورثاء کا قول معتبر ہوگا اور عورت کو میراث نہیں ملے گی اس لئے کہ اگر عورت کو میراث دیدی جائے تو یہ استصحابِ حال کی بناء پر دی جائے گی یعنی یوں کہا جائے گا کہ یہ عورت فی الحال مسلمان ہے تو موت کے وقت بھی مسلمان تھی اور جب موت کے وقت مسلمان تھی تو اتحادِ دین کی وجہ سے اس کو میراث ملنی چاہیے اور استصحابِ حال حجتِ مثبتہ بن جاتی ہے حالانکہ استصحابِ حال حجتِ دافعہ تو ہے لیکن حجتِ مثبتہ نہیں ہے۔

اور میراث سے محرومی اس لئے ہوگی کہ یوں کہا جائیگا کہ یہ عورت موت سے پہلے زمانے میں نصرانیہ تھی تو موت کے وقت بھی نصرانیہ ہوگی اور جب موت کے وقت نصرانیہ تھی تو اختلافِ دین کی وجہ سے میراث سے محروم ہوگی۔ پس وہ فی الحال بھی میراث سے محروم ہوگی اس لئے کہ استصحابِ حال حجتِ دافعہ ہو سکتی ہے اور یہاں بھی ہم نے استصحابِ حال کی وجہ سے عورت کو میراث سے محروم کر دیا کیونکہ میت کے ورثاء میراث کے حق کو دفع کرنے والے ہیں اس لئے استصحابِ حال ان کے حق میں حجت ہوگا۔

السوال الثالث ۱۴۳۶ھ

الشق الاول ......لارجوع عنها الاعند قاض فان رجعا عنها قبل الحكم بها سقطت ولم يضمناه وبعده لم يفسخ اى ان رجعا عن الشهادة بعد حكم القاضى لم يفسخ الحكم وضمنا ما اتلفاه بها اذا قبض مدعاه دينا كان او عينا حتى اذا قضى القاضى، ولم يقبض المدعى مدعاه لايجب الضمان، بل يتوقف الضمان

علی القبض، فلماقبض یضمن الشهود، وعندالشافعی لاضمان علی الشهود اذا رجعوا، اذ لا اعتبار للتسبیب عندوجودالمباشرة وهوحکم القاضی، قلنا: اذاتعذرتضمین المباشروهوالقاضی لانه ملجأفی القضاء یعتبرالتسبیب. (ص۱۷۶، ج۳، رحمانیہ)

مذکورہ عبارت کا ترجمہ کریں، مسئلہ کی تشریح کرتے ہوئے ائمہ کے اختلاف اور دلائل کو وضاحت کے ساتھ تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں دو امور مطلوب ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) مسئلہ کی تشریح مع الاختلاف والدلائل۔

جواب...... ❶ عبارت کا ترجمہ:۔ شہادت سے رجوع نہیں ہے مگر قاضی کے پاس اگر دونوں گواہوں نے رجوع کیا گواہی سے قاضی کے حکم کرنے سے پہلے تو گواہی ساقط ہو جائے گی اور دونوں پر ضمان نہ ہوگا اور اس کے بعد فسخ نہ ہوگا یعنی دونوں گواہوں نے گواہی سے رجوع کیا قاضی کے حکم کے بعد تو حکم فسخ نہ ہوگا اور دونوں ضامن ہوں گے اس چیز کے جو ان دونوں نے ہلاک کر دیا ہے گواہی سے جبکہ مدعی نے اپنے مدعیٰ پر قبضہ کر لیا ہو چاہے دَین ہو یا عین یہاں تک کہ اگر قاضی نے فیصلہ کیا اور مدعی نے اپنے مدعیٰ پر قبضہ نہ کیا ہو تو ضمان واجب نہیں ہے بلکہ قبضہ پر ضمان موقوف ہوگا پس جب اس نے قبضہ کیا تو گواہ ضامن ہو جائیں گے اور امام شافعیؒ کے نزدیک گواہوں پر ضمان نہیں ہے جب انہوں نے رجوع کیا اس لئے کہ ارتکاب کے پائے جانے کے وقت سبب مہیا کرنے کا اعتبار نہیں ہے اور وہ قاضی کا حکم ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ جب مباشر کو ضامن قرار دینا متعذر رہا اور وہ قاضی ہے اس لئے کہ قاضی فیصلہ کرنے میں مجبور ہے تو سبب مہیا کرنے کا اعتبار کیا جائے گا۔

❷ مسئلہ کی تشریح مع الاختلاف والدلائل:۔ بطورِ تمہید سمجھ لیں کہ شہادت سے رجوع کرنے کیلئے قاضی کی مجلس شرط ہے یعنی گواہ اگر گواہی سے رجوع کرنا چاہتے ہیں تو یہ رجوع قاضی کی مجلس میں معتبر ہوگا، قاضی کی مجلس کے علاوہ دوسری جگہ معتبر نہ ہوگا۔

اب مسئلہ یہ ہے کہ ابھی تک قاضی نے گواہی پر فیصلہ نہیں کیا تھا کہ گواہوں نے گواہی سے رجوع کر لیا تو گواہی ساقط ہو جائے گی اور مدعیٰ علیہ پر کوئی حق ثابت نہ ہوگا اور گواہوں پر ضمان اور تاوان بھی لازم نہ ہوگا اس لئے کہ حق تو قاضی کے حکم سے ثابت ہوتا ہے اور ابھی تک قاضی نے حکم اور فیصلہ کیا ہی نہیں ہے لہٰذا حق بھی ثابت نہ ہوگا اور تاوان اس لئے لازم نہیں ہے کہ تاوان کسی چیز کے تلف کرنے کی وجہ سے لازم ہوتا ہے اور یہاں پر گواہوں نے کوئی چیز تلف نہیں کی ہے لہٰذا تاوان بھی لازم نہ ہوگا۔

اور اگر قاضی نے گواہی کی بناء پر مدعیٰ علیہ کے خلاف فیصلہ کر دیا اور اس کے بعد گواہوں نے اپنی گواہی سے رجوع کر لیا تو قاضی کا حکم نہیں ٹوٹے گا بلکہ فیصلہ برقرار رہے گا اسلئے کہ گواہوں کے کلام میں تناقض پیدا ہو گیا یعنی پہلے گواہوں نے گواہی دی اور پھر خود ہی اپنی گواہی کی تردید کی تو گویا آخر کلام اوّل کلام کے ساتھ متناقض ہو گیا اور کلام متناقض ساقط الاعتبار ہے اور ساقط الاعتبار کلام سے قاضی کا حکم نہیں ٹوٹتا لہٰذا گواہوں کے آخری کلام سے یعنی رجوع عن الشہادت سے قاضی کا حکم نہیں ٹوٹے گا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ گواہوں کا کلام اوّل اور کلام ثانی صدق اور کذب میں برابر ہیں لیکن کلام اوّل کے ساتھ قاضی کا حکم متصل ہو گیا ہے اسلئے کلام اوّل راجح ہو گیا ہے اور کلام ثانی مرجوح ہو گیا تو مرجوح کلام یعنی کلام ثانی سے قاضی کا حکم نہیں ٹوٹے گا۔

جب قاضی کا حکم نہیں ٹوٹتا تو گواہوں کی گواہی کی بناء پر قاضی نے جو فیصلہ کیا ہے اور اس کی وجہ سے مدعیٰ علیہ کا جو نقصان ہوا ہے

وہ تاوان کس پر لازم ہوگا؟۔

چنانچہ فرماتے ہیں کہ جب قاضی نے گواہی کی بناء پر حکم کیا اور مدعی نے اپنے مدعیٰ پر قبضہ کرلیا اور گواہوں نے گواہی سے رجوع کیا تو گواہی کی بناء پر مدعیٰ علیہ کا جو نقصان ہوا ہے اس کا تاوان اور ضمان گواہوں پر لازم ہوگا چاہے مدعیٰ دین ہو جیسے سونا چاندی یا عین ہو جیسے کپڑا وغیرہ اور اگر قاضی نے فیصلہ کردیا لیکن ابھی تک مدعی نے مدعیٰ پر قبضہ نہ کیا ہو تو گواہوں پر ضمان لازم نہ ہوگا بلکہ ضمان موقوف ہوگا اس وقت تک جب تک مدعی اپنے مدعیٰ پر قبضہ نہ کرلے پس جس وقت مدعی نے اپنے مدعیٰ پر قبضہ کرلیا تو پھر گواہوں پر ضمان لازم کردیا جائے گا۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر گواہوں نے گواہی سے رجوع کیا تو گواہوں پر ضمان نہیں آئے گا بلکہ قاضی پر ضمان آئے گا۔

ان کی دلیل یہ ہے کہ گواہی دینا ضمان کا سبب ہے اور قاضی کا فیصلہ مباشرت اور ارتکاب ہے اور فعل کے مرتکب اور مباشر کی موجودگی میں سبب فراہم کرنے والے کا اعتبار نہیں ہوتا یعنی جب تک حقیقۃً مرتکب موجود ہو تو فعل مرتکب اور مباشر کی طرف منسوب ہوتا ہے مسبب کی طرف منسوب نہیں ہوتا اور مباشر اور مرتکب قاضی ہے نہ کہ گواہ، لہٰذا ضمان قاضی پر آئے گا گواہ پر نہ آئے گا۔

ہماری طرف سے جواب یہ ہے کہ جب مباشر پر ضمان لازم کرنا متعذر ہو تو پھر مسبب (سبب فراہم کرنے والا) پر ضمان لازم ہوتا ہے اور یہاں پر بھی قاضی پر ضمان لازم کرنا متعذر ہے۔ ایک تو اس وجہ سے کہ قاضی حکم کرنے پر مجبور ہے اس لئے کہ جب قاضی نے گواہی سن لی اور گواہ بھی عادل ہیں تو اگر قاضی اس گواہی کی بناء پر فیصلہ کرنا جائز نہیں سمجھتا تو قاضی کافر ہوجاتا ہے اور اگر فیصلہ جائز تو سمجھتا ہے لیکن خواہ مخواہ ٹال مٹول کرتا ہے بلا عذر تاخیر کرنے سے قاضی گنہگار اور فاسق ہوجاتا ہے اور معزول کرنے کا مستحق ہوتا ہے اس لئے قاضی ان دونوں باتوں کے خوف سے فیصلے کرنے پر مجبور ہے اور مجبور پر ضمان لازم نہیں کیا جاتا اسلئے قاضی پر ضمان لازم نہ ہوگا۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر قاضی پر ضمان لازم کردیا جائے تو پھر کوئی بھی منصب قضاء کو قبول کرنے کیلئے ضمان کے خوف سے تیار نہ ہوگا تو قاضی نہ ہونے کی وجہ سے فساد برپا ہوگا اور فساد دفع کرنا سب پر لازم ہے اس لئے منصبِ قضاء کی خاطر قاضی پر ضمان لازم کرنا متعذر ہوگیا اور جب قاضی پر ضمان لازم کرنا متعذر ہے تو مسبب **یعنی گواہوں** پر ضمان لازم کردیا جائے گا جیسا کہ ایک آدمی راستے میں کنواں کھودے اور اس میں کوئی گر کر ہلاک ہوجائے تو ضمان مسبب یعنی کنواں کھودنے والے پر ہوتا ہے اسی طرح یہاں بھی **ضمان مسبب یعنی گواہوں پر ہوگا۔**

﴿الورقة الثانية : فی الفقه﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱٤۳۷ھ

الشق الاوّل ......**وقسم نقلي يدعون ارثه بينهم وعقاريدعون شراء ه اوملكه مطلقا،فان ادعواارثه عن زيدلا،حتى يبرهنواعلى موته وعددورثته عند ابى حنيفة** ۔ (ص۲۱۔ج۳۔رحمانیہ)

مذکورہ مسئلہ کی تشریح اور تفصیل بطرزِ شارح تحریر کریں نیز امام صاحبؒ اور صاحبینؒ کے اختلاف کی توضیح اور دلائل بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال میں دو امور مطلوب ہیں (۱) مسئلہ کی تشریح (۲) ائمہ کے اختلاف کی وضاحت مع الدلائل۔

جواب ...... ❶ مسئلہ کی تشریح:۔ اس متن میں مذکور عبارت میں کل چار مسائل کا ذکر ہے جبکہ ایک مسئلہ شارح نے بھی اس کے متعلق ذکر کیا ہے جن کی تفصیل یہ ہے۔

① لوگوں کی ایک جماعت قاضی کے پاس حاضر ہوئی منقولی چیز کے بارے میں دعویٰ کیا کہ یہ چیز ہمیں میراث میں ملی ہے لہٰذا ہمارے درمیان تقسیم کردی جائے تو قاضی اس چیز کو ان کے درمیان تقسیم کردے گا اور بینہ کا مطالبہ نہیں کرے گا۔

② کچھ لوگ قاضی کے پاس حاضر ہوئے اور یہ کہا کہ یہ زمین ہم نے خریدی ہے لہٰذا ہمارے درمیان تقسیم کردی جائے تو قاضی تقسیم کردے گا اور ان سے بینہ کا مطالبہ نہیں کرے گا۔

③ کچھ لوگ قاضی کے پاس حاضر ہوئے اور ملکِ مطلق کا دعویٰ کیا یعنی یہ کہا کہ یہ زمین ہماری ہے (لیکن سببِ ملک بیان نہ کیا) لہٰذا ہمارے درمیان تقسیم کردی جائے تو اس صورت میں بھی قاضی اس کو تقسیم کردے گا اور بینہ کا مطالبہ نہیں کرے گا۔

④ کچھ لوگ قاضی کے پاس حاضر ہوئے اور کہا کہ یہ زمین ہماری ہے ہمیں زید یعنی اپنے مورث سے میراث میں ملی ہے لہٰذا یہ زمین ہمارے درمیان تقسیم کردی جائے تو اس صورت میں قاضی فوراً تقسیم نہیں کرے گا جب تک یہ لوگ زید کی موت اور ورثاء کی تعداد پر گواہ پیش نہ کریں۔

⑤ کچھ لوگ قاضی کے پاس حاضر ہوئے اور کہا کہ یہ منقولی چیز ہماری ہے ہم نے خریدی ہے یا مطلق دعویٰ کیا یعنی صرف یہ کہا کہ یہ منقولی چیز ہماری ہے تو اس صورت میں یہ چیز بینہ کے مطالبہ کے بغیر شرکاء کے درمیان تقسیم کی جائے گی۔

❷ ائمہ کے اختلاف کی وضاحت مع الدلائل:۔ مذکورہ صورتوں میں سے چوتھی صورت میں ائمہ احناف کا اختلاف ہے امام صاحبؒ کے نزدیک جب ورثاء نے آ کر یہ دعویٰ کیا کہ یہ زمین ہمیں فلاں میت کی طرف سے بطور میراث ملی ہے تو جب تک وہ ورثاء اس مورث کی موت اور ورثاء کی تعداد پر بینہ قائم نہ کریں اس وقت تک محض دعویٰ سے یہ زمین انکے درمیان تقسیم نہ کی جائے گی اور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ بینہ قائم کرنے کی ضرورت نہیں ہے اس صورت میں بھی زمین ورثاء کے درمیان تقسیم کردی جائیگی۔

امام صاحبؒ کی دلیل یہ ہے کہ مورث کی موت کے بعد تقسیم سے پہلے مورث کی ملکیت اسکے مال سے زائل نہیں ہوتی، جب مورث کی ملکیت ابھی تک باقی ہے تو قاضی کا فیصلہ قضاء علی المیت ہے اور محض اقرار و دعویٰ حجت قاصرہ ہونے کی وجہ سے میت پر حجت نہیں ہوسکتا لہٰذا اس دعویٰ کیلئے بینہ کا ہونا ضروری ہے، محض دعویٰ سے میراث تقسیم نہ ہوگی۔

صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ جس طرح بقیہ تمام صورتوں میں محض دعویٰ سے مال و زمین تقسیم کردی جاتی ہے اسی طرح یہاں بھی محض دعویٰ سے میراث تقسیم کردی جائیگی، بینہ کا ہونا ضروری نہیں ہے: امام صاحب کی طرف سے جواب یہ ہے کہ شراء (خریدنا) وغیر منقولی اشیاء پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے، اسلئے کہ شراء والی صورت میں جب شرکاء نے یہ دعویٰ کیا کہ ہم نے یہ زمین خریدی ہے تو قاضی بینہ کا مطالبہ نہیں کریگا اسلئے کہ خریدنے کے بعد بائع کی ملکیت باقی نہیں رہی اگرچہ شرکاء نے تقسیم نہ کی ہو، لہٰذا اس صورت میں تقسیم کرنا قضاء علی الغیب نہیں، پس گواہ پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے اسی طرح زمین کے علاوہ دیگر منقولی اشیاء کی وارثت کی تقسیم کے دعویٰ میں بھی بینہ پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اسلئے کہ غیر منقولی اشیاء حفاظت کی محتاج ہیں اور تقسیم کرنے میں اچھی

طرح حفاظت کی جاسکتی ہے، لیکن چونکہ زمین بذاتِ خود محفوظ ہے اسکی حفاظت کیلئے تقسیم کی ضرورت نہیں ہے اسلئے زمین والے مسئلہ میں گواہ و بینہ کے بغیر دعویٰ تسلیم نہ ہوگا۔ (احسن الوقایہ ج۳ ص۵۴)

الشق الثانی ...... عقدِ مزارعت کی تعریف کریں۔ عقدِ مزارعت کے جواز وعدمِ جواز میں ائمہ کا اختلاف دلائل کے ساتھ تحریر کریں، نیز قائلینِ جواز کے نزدیک صحتِ مزارعت کے لئے کیا شرائط ہیں؟ تفصیل کے ساتھ لکھیں۔ (ص ۲۸۔ ج ۴۔ رحمانیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) مزارعت کی تعریف (۲) مزارعت کے جواز وعدم جواز میں اختلاف مع الدلائل (۳) مزارعت کی شرائط۔

جواب ...... ❶ **مزارعت کی تعریف:۔** لغوی اعتبار سے یہ باب مفاعلہ کا مصدر ہے جو زَرْعٌ بمعنی اُگانا سے مشتق ہے تو مزارعت کا معنی دو آدمیوں کا باہمی عقدِ زراعت کرنا ہے۔ اصطلاحی اعتبار سے **ھی عقد علی الزرع ببعض الخارج** (زمین کی بعض پیداوار پر دو آدمیوں کا باہمی عقدِ زراعت کرنا) ہے یعنی مالک زمین ومزارع کا بعض پیداوار پر باہمی عقد کرنا مزارعت کہلاتا ہے۔

❷ **مزارعت کے جواز وعدم جواز میں اختلاف مع الدلائل:۔** امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک زمین کی تہائی یا چوتھائی پیداوار پر زمین کاشت وبٹائی کیلئے دینا باطل یعنی فاسد ہے (امام مالک وامام شافعی رحمہما اللہ کا بھی یہی مسلک ہے) انکی دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ نے مخابرہ سے منع کیا ہے اور مخابرہ سے مراد مزارعت ہی ہے۔

صاحبین، امام احمد اور جمہور رحمہم اللہ کے نزدیک مزارعت جائز ہے اور احناف کے نزدیک فتویٰ بھی اسی پر ہے۔

نقلی دلیل: آپ ﷺ نے اہل خیبر کے ساتھ زمین کی کاشت اور باغ کے پھلوں میں نصف پیداوار پر معاملہ کیا تھا، پس معلوم ہوا کہ مزارعت جائز ہے۔

عقلی دلیل: عقدِ مزارعت مالک ومزارع کے درمیان مال وعمل کے اعتبار سے ایک عقدِ شرکت ہے اور جس طرح دفعِ ضرورت کی وجہ سے عقدِ مضاربت جائز ہے اسی طرح دفعِ ضرورت کی وجہ سے مزارعت بھی جائز ہے۔

مزارعت کی چار اقسام ہیں۔ ① زمین وبیج ایک کا ہو اور کام وبیل دوسرے کا ہو ② زمین ایک کی ہو، بیج بیل وکام دوسرے کا ہو ③ زمین بیج وبیل ایک کا ہو اور صرف کام دوسرے کا ہو۔ یہ تین صورتیں جائز ہیں ④ زمین وبیل ایک کا ہو اور بیج وکام دوسرے کا ہو۔ یہ صورت ظاہر الروایۃ کے مطابق باطل ہے۔

جبکہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک یہ صورت بھی جائز ہے۔ (تکمیل الضروری ج۲ ص۲۴۱)

❸ **مزارعت کی شرائط:۔** مزارعت کی صحت کی آٹھ شرائط ہیں۔ ① زمین قابلِ کاشت ہو کیونکہ اسکے بغیر مقصود حاصل نہ ہوگا ② عاقدین عقد کے اہل ہوں، پس مجنون پاگل بچہ وغیرہ اہل نہیں ہیں ③ مدت بیان کی جائے کہ یہ عقد کب تک ہوگا اس لئے کہ یہ عقد زمین کے منافع پر یا عامل کے منافع پر ہے اور مدت ہی اس کیلئے معیار ہے ④ بیج ڈالنے والے کی تعیین ہو کہ بیج کون ڈالے گا ⑤ جس کا بیج نہیں ہے اس کا حصہ متعین ہو، کیونکہ وہ شرط کی وجہ سے ہی اپنے حصہ کا مستحق ہوتا ہے ⑥ زمین میں مالک زمین کا کوئی عمل دخل نہ ہو، خواہ بیج مالک کا ہو یا کاشتکار کا ہو لہٰذا ہر وہ شرط جو زمین میں مالک کے دخل کو ختم نہ کر سکے وہ مفسدِ عقد ہوگی ⑦ پیداوار

میں مالک وعامل دونوں شریک ہوں، پس جو شرط اس شرکت کو ختم کرے وہ مفسدِ عقد ہوگی ⑧ کاشت کردہ چیز متعین ہو کہ کیا چیز کاشت کی جائے گی کیونکہ پیداوار ہی اُجرت ہے اور اُجرت کی جنس کا معلوم ہونا عقد میں شرط ہے۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۷ھ

الشق الاوّل ...... فَـاِنْ شَرٰی عَلٰی اَنَّهٗ اِنْ لَمْ يَنْقُدِ الثَّمَنَ اِلٰی ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ فَلَا بَيْعَ صَحَّ وَاِلٰی اَرْبَعَةٍ لَا، فَاِنْ نَـقَـدَ الثَّمَنَ فِی الثَّلَاثِ جَازَ، اِنَّمَا اُدْخِلَ الْفَاءُ فِیْ قَوْلِهٖ فَاِنْ شَرٰی لِاَنَّهٗ فَرْعُ مَسْاَلَةِ خِيَارِ الشَّرْطِ لِاَنَّ خِيَارَ الشَّرْطِ اِنَّمَا شُرِعَ لِيَدْفَعَ بِالْفَسْخِ الضَّرَرَ عَنْ نَفْسِهٖ سَوَاءٌ كَانَ الضَّرَرُ تَاخِيْرَ اَدَاءِ الثَّمَنِ اَوْ غَيْرَهٗ، فَاِذَا كَانَ الْخِيَارُ لِضَرَرِ التَّاخِيْرِ مِنْ صُوَرِ خِيَارِ الشَّرْطِ فَالتَّصْرِيْحُ بِهٖ يَكُوْنُ مِنْ فُرُوْعِ الشَّرْطِ هٰذَا الَّذِیْ ذُكِرَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِيْـفَةَ وَاَبِیْ يُوْسُفَ، خِلَافًـا لِمُحَمَّدٍ فَاِنَّهٗ يُجَوِّزُ فِی الْاَكْثَرِ فَهُوَ جَرٰی عَلٰی اَصْلِهٖ فِی التَّجْوِيْزِ فِی الْاَكْثَرِ، وَاَبُوْ حَنِيْـفَةَ جَرٰی عَلٰی اَصْلِهٖ فِیْ عَدَمِ التَّجْوِيْزِ فِی الْاَكْثَرِ اَمَّا اَبُوْيُوْسُفَ اِنَّمَا لَمْ يُجَوِّزْ هٰهُنَا جَرْيًا عَلَی الْقِيَاسِ وَجَوَّزَ ثَمَّهٗ لِاَثَرِ اِبْنِ عُمَرَ فَاِنَّهٗ جَوَّزَ اِلٰی شَهْرَيْنِ۔

عبارت پر اعراب لگائیں، صورتِ مسئلہ واضح کریں، مذکورہ مسئلہ میں ائمہ ثلاثہ کے اقوال کی بے غبار تشریح کریں نیز انـمـا **ادخل الفاء فی قوله فان شری الخ** سے غرضِ شارح واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) صورتِ مسئلہ کی وضاحت (۳) ائمہ ثلاثہ کے اقوال کی تشریح (۴) **انما ادخل الفاء فی قوله فان شری الخ** سے غرضِ شارح۔

جواب ...... ① عبارت پر اعراب:۔ **کمامرّ فی السوال آنفا۔**

② صورتِ مسئلہ کی وضاحت:۔ صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ کسی شخص نے کوئی چیز خریدی اور اپنے لئے خیارِ نقد رکھ دیا یعنی یہ کہا کہ اگر فلاں مدت تک میں نے ثمن ادا کر دیئے تو بیع ٹھیک ہے ورنہ بیع ختم ہو جائے گی۔

③ ائمہ ثلاثہ کے اقوال کی تشریح:۔ اس مسئلہ کی چار صورتیں ہیں۔ ① خیارِ نقد کی مدت بالکل ذکر نہ کی مثلاً یوں کہا کہ اگر میں نے ثمن ادا نہ کئے تو بیع نہ ہوگی ② خیارِ نقد کی مدت مجہول ذکر کی مثلاً یہ کہا کہ اگر چند دن تک میں نے ثمن ادا نہ کئے تو بیع نہ ہوگی ③ خیارِ نقد کی مدت تین دن یا اُس سے کم متعین یا ذکر کی ④ خیارِ نقد کی مدت تین دن سے زائد متعین کی۔

پہلی دونوں صورتیں بالاتفاق ناجائز ہیں، تیسری صورت خیارِ شرط کی مثل بالاتفاق جائز ہے۔

چوتھی صورت میں اختلاف ہے امام محمدؒ کے نزدیک یہ صورت بھی جائز ہے جبکہ شیخینؒ کے نزدیک یہ صورت ناجائز ہے اور اس صورت میں بیع فاسد ہوگی۔

اس مسئلہ میں امام محمدؒ اپنی اصل پر قائم ہیں یعنی جیسے مقیس علیہ (خیارِ شرط) میں تین دن سے زائد خیار جائز ہے اسی طرح مقیس (خیارِ نقد) میں بھی تین دن سے زائد خیار جائز ہے۔ اسی طرح امام ابوحنیفہ بھی اپنی اصل پر قائم ہیں یعنی جیسے مقیس علیہ (خیارِ شرط) میں تین دن سے زائد خیار جائز نہیں ہے اسی طرح مقیس (خیارِ نقد) میں بھی تین دن سے زائد خیار جائز نہیں ہے۔

امام ابو یوسفؒ نے خیارِ نقد میں قیاس پر عمل کرتے ہوئے تین دن سے زائد خیارِ نقد کو ناجائز قرار دیا ہے اور خیارِ شرط میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث پر عمل کرتے ہوئے تین دن سے زائد خیارِ شرط کو جائز قرار دیا ہے۔

❹ **انما ادخل الفاء فی قوله فان شری الخ سے غرضِ شارحؒ:۔** اس عبارت سے شارحؒ ترکیبی اعتبار سے مصنفؒ کی عبارت **فان شری علی انه الخ** کی وضاحت کررہے ہیں کہ اس عبارت میں ''فا'' تفریعیہ ہے مطلب یہ ہے کہ یہ خیارِ نقد والا مسئلہ خیارِ شرط والے مسئلے پر متفرع ہے، گویا یہ مسئلہ اُس مسئلہ کی تفریع ہے۔ تفریع اس طور پر ہے کہ خیارِ شرط اس لئے مشروع ہوا ہے تاکہ من لہ الخیار بیع کو فسخ کرنے کے ذریعے اپنے آپ سے ضرر کو دور کرسکے خواہ وہ ضررِ ثمن کی ادائیگی کی تاخیر کی صورت میں ہو یا اُس کی کوئی اور صورت ہو، تو جب تاخیرِ ثمن کا ضرر، خیارِ شرط کی ہی صورتوں میں سے ہے تو اُس پر تفریع قائم کرنا خیارِ شرط کی فروعات میں سے ہوا۔ پس اِس تفریع پر فاء تفریعیہ کا داخل کرنا صحیح ہوا۔ (احسن الوقایہ ج ا ص ۳۷)

الشق الثانی ...... **وَالْاِسْتِصْنَاعُ بِاَجَلٍ مَعْلُوْمٍ سَلَمٌ تَعَامَلُوْا فِيْهِ اَوْلَا، وَبِلَا اَجَلٍ فِيْمَا يَتَعَامَلُ كَخُفٍّ وَقُمْقُمَةٍ وَطِسْتٍ صَحَّ بَيْعًا لَا عِدَةً فَيُجْبَرُ الصَّانِعُ عَلٰى عَمَلِهٖ وَلَا يَرْجِعُ الْاٰمِرُ عَنْهُ وَالْمَبِيْعُ هُوَ الْعَيْنُ لَا عَمَلُهٗ فَاِنْ جَاءَ بِمَا صَنَعَهٗ غَيْرُهٗ اَوْ صَنَعَهٗ هُوَ قَبْلَ الْعَقْدِ فَاَخَذَهٗ صَحَّ وَلَا يَتَعَيَّنُ لَهٗ بِلَا اِخْتِيَارِهٖ، فَصَحَّ بَيْعُ الصَّانِعِ قَبْلَ رُؤْيَةِ الْاٰمِرِ وَلَهٗ اَخْذُهٗ وَتَرْكُهٗ وَلَمْ يَصِحَّ فِيْمَا لَا يَتَعَامَلُ كَالثَّوْبِ۔**

عبارت پر اعراب لگا کر واضح تشریح کریں، **استصناع** کی تعریف کریں، **استصناع** اور **سلم** میں فرق بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کی تشریح (۳) **استصناع** کی تعریف (۴) **استصناع** اور **سلم** میں فرق۔

جواب ...... ❶ **عبارت پر اعراب:۔** کمامرّ فی السوال آنفا۔

❷ **عبارت کی تشریح:۔** اس عبارت میں مصنفؒ نے استصناع یعنی آرڈر پر چیز تیار کروانے کا مسئلہ بیان کیا ہے۔ قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ یہ بیع جائز نہ ہو کیونکہ یہ معدوم چیز کی بیع ہے اور معدوم چیز کی بیع جائز نہیں ہوتی مگر استحساناً آپ ﷺ کے زمانے سے لے کر آج تک بلانکیر اس پر لوگوں کے تعامل کی وجہ سے یہ جائز ہے۔

فرمایا کہ اگر استصناع میں میعاد مقرر ہو مثلاً کوئی آدمی کہے کہ مجھے فلاں قسم کا موزہ اتنی مدت میں تیار کر کے دے دو تو یہ بیع سلم ہے خواہ عقد اُن چیزوں میں ہو جن میں تعامل ہے یا اُن چیزوں میں ہو جن میں تعامل نہیں ہے، جب میعاد مقرر کر دی گئی ہے تو پھر یہ عقدِ سلم ہوگا اور اس میں بیع سلم والی شرائط کا ہی اعتبار ہوگا۔ اور اگر استصناع میں میعاد مقرر نہ کی گئی ہو تو پھر اگر یہ معاملہ اُن چیزوں میں ہو جن میں لوگوں کا تعامل جاری ہے پھر تو یہ جائز ہوگا مثلاً تانبے یا لکڑی کے برتن وغیرہ بنوانا اور اگر یہ معاملہ اُن چیزوں میں ہو جن میں لوگوں کا تعامل نہیں ہے پھر یہ جائز نہ ہوگا جیسے کپڑا بنوانا وغیرہ۔

درمیان میں مصنفؒ نے استصناع کے بیع یا وعدۂ بیع ہونے پر تفریع قائم کی ہے کہ جب صانع استصناع کو قبول کر لے اور آمر بھی اُس پر راضی ہو پھر صانع کو اُس کام کے کرنے پر مجبور کیا جائے گا اور آمر کو بھی آرڈر دینے کے بعد رجوع کا حق حاصل نہ ہوگا۔

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ استصناع میں معقود علیہ اور مبیع وہ عین ہوگا جس کو کاریگر نے تیار کیا ہے بذاتہ کاریگر کا عمل معقود علیہ نہ ہوگا چنانچہ اگر وہ کاریگر کسی اور کی بنائی ہوئی چیز لے آئے یا ایسی چیز بنا کر پیش کرے جو عقدِ استصناع سے پہلے کی بنی ہوئی ہو اور آمر اُس کو قبول کرلے تو یہ بیع صحیح ہے پس اس بیع کا صحیح ہونا یہ اس بات کی علامت و دلیل ہے کہ معقود علیہ عین ہے عمل نہیں ہے کیونکہ اگر عمل ہوتا تو یہ صورت جائز نہ ہوتی۔

استصناع میں اگر کوئی چیز آرڈر سے پہلے بنائی گئی ہو تو وہ آمر کے لئے متعین نہ ہوگی اسی طرح استصناع میں اگر کوئی چیز آرڈر کے بعد بنائی گئی تو آمر کو اُس سے رجوع کا حق حاصل نہ ہوگا کیونکہ جب اُس نے آرڈر دے دیا تو اُس نے گویا اُس چیز کو اپنے لئے اختیار کرلیا اور جب کسی چیز کو اختیار کرلیا تو اب رجوع کا اختیار باقی نہ رہے گا۔

چونکہ استصناع میں محض آرڈر سے بیع تام نہیں ہوتی لہٰذا آمر کے مبیع کو دیکھنے سے پہلے اگر صانع اُس مبیع کو بیچ دے تو اُس کو بیچنے کا اختیار حاصل ہے۔

۳ استصناع کی تعریف:۔ لغوی معنیٰ صنعت یعنی کاریگری کو طلب کرنا ہے اور اصطلاح میں کسی آدمی کا کسی کاریگر سے کوئی چیز آرڈر دے کر بنوانا اور تیار کروانا ہے بشرطیکہ میعاد مقرر نہ ہو۔

۴ استصناع اور سلم میں فرق:۔ مصنفؒ کی عبارت سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ استصناع میں اجل و مدت مقرر نہیں ہوتی جبکہ بیع سلم میں اجل و مدت کا متعین ہونا ضروری ہے۔ (احسن الوقایہ ج ا ص ۲۱۵)

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۷ھ

الشق الاوّل ...... **وللمضارب فی مطلقها ان يبيع بنقد ونسيئة الا باجل لم يعهد وان يشتری ويؤكل بهما ويسافر ويبضع ولو رب المال ولا تفسد هی به ويودع ويرهن ويرتهن ويوجر ويستاجر ويحتال بالثمن علی الايسر والاعسر وليس له ان يضارب الا باذن المالك اوباعمل برأيك ولا ان يقرض او يستدين وان قيل له ذلك مالم ينص عليهما.**

عبارت کا ترجمہ کر کے واضح تشریح کریں، مضاربت کی لغوی اور اصطلاحی تعریف کریں، مضاربت مطلقہ کسے کہتے ہیں؟

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) عبارت کی تشریح (۳) مضاربت کی لغوی اور اصطلاحی تعریف (۴) مضاربت مطلقہ کی مراد۔

جواب ...... **۱ عبارت کا ترجمہ:۔** اور جائز ہے مضارب کے لئے مضاربت مطلقہ میں یہ کہ وہ نقد کے ساتھ فروخت کرے یا ادھار پر فروخت کرے مگر ایسا اُدھار جو رائج نہ ہو۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ وہ خریدے اور خرید و فروخت کا وکیل بنائے اور مالِ مضارب کے ساتھ سفر بھی کرسکتا ہے اور مالِ مضارب کو بضاعت پر بھی دے سکتا ہے اور اس معاملہ سے مضاربت فاسد نہ ہوگی اور امانت بھی رکھوا سکتا ہے، رہن دے سکتا ہے اور رہن لے سکتا ہے اور کرایہ پر دے سکتا ہے اور کرایہ پر لے سکتا ہے اور مالدار و تنگدست پر ثمن کا حوالہ قبول کرسکتا ہے۔ اور مضارب کے لئے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ مالِ مضاربت کسی دوسرے شخص کو مضارب

پر دیدے مگر مالک کی اجازت سے یا مالک کے **اعمل برأیك** (تو اپنی مرضی سے کام کر) کہنے سے اور نہ قرض دے سکتا ہے اور نہ قرض لے سکتا ہے اگر چہ اُسے یہی بات کہی گئی ہو (کہ تو اپنی مرضی سے کام کر) جب تک کہ قرض لینے یا دینے کی تصریح نہ کی گئی ہو۔

❷ **عبارت کی تشریح:۔** اس عبارت میں مصنفؒ نے مضارب کے تصرفات کو بیان کیا ہے کہ مضارب مالِ مضاربت میں کیا کیا تصرفات کرسکتا ہے تو فرمایا کہ جب مضاربت مطلقہ ہو یعنی مضاربت زمان و مکان یا تجارت کی خاص قسم کے ساتھ مقید نہ ہو تو اس صورت میں مضارب کو مکمل اختیار حاصل ہے کہ چاہے وہ نقد ثمن کے ساتھ کوئی چیز خرید وفروخت کرے یا ادھار کے ساتھ کوئی چیز خرید وفروخت کرے کیونکہ ادھار کا عام تجارت میں رواج ہے بسا اوقات انسان کو ادھار پر بھی معاملہ کرنا پڑتا ہے البتہ ادھار کے لئے اتنا وقت مقرر کرنا جو عام عرف میں رائج نہ ہو تو یہ جائز نہیں ہے۔اسی طرح مضارب خرید وفروخت کے لئے کسی شخص کو وکیل بھی بنا سکتا ہے اور مالِ مضارب کو اپنے ساتھ لے کر سفر بھی کرسکتا ہے کیونکہ یہ دونوں کام تاجروں کی عادت میں شامل ہیں۔اسی طرح مضارب کیلئے مفت میں کسی کو مال دینا بھی جائز ہے۔اگر مضارب رب المال یعنی اصل مال کے مالک کو کوئی چیز مفت میں دیدے تو یہ بھی جائز ہے اور اس سے عقدِ مضاربت فاسد بھی نہیں ہوگا جیسا کہ کسی اجنبی کو مفت مال دینے سے عقدِ مضاربت فاسد نہیں ہوتا۔

اسی طرح مضارب مالِ مضارب کسی کے پاس امانت بھی رکھ سکتا ہے اور کسی دَین کے عوض اپنے پاس بھی رہن رکھ سکتا ہے اور اپنا مال بھی کسی کے پاس رہن کے طور پر رکھ سکتا ہے، اُجرت یعنی کرایہ پر کوئی چیز لے بھی سکتا ہے اور دے بھی سکتا ہے اسی طرح مالِ مضاربت کے ثمن پر حوالہ بھی قبول کرسکتا ہے خواہ جس سے حوالہ قبول کیا گیا ہے وہ مالدار آدمی ہو یا کوئی غریب شخص ہو۔

البتہ مضارب کیلئے مالِ مضاربت کو آگے کسی دوسرے شخص کو مضاربت پر دینا جائز نہیں ہے البتہ اگر مالک نے صراحتاً اجازت دی ہو یا دلالتاً اجازت دی ہو یعنی یہ کہا ہو کہ تم اپنی صوابدید کے مطابق جو بھی کرنا چاہو کرسکتے ہو تو اِن دو صورتوں میں مضارب کسی دوسرے شخص کو مضاربت پر دے سکتا ہے۔اسی طرح مضارب مالِ مضاربت کسی کو قرض پر بھی نہیں دے سکتا اور اس مالِ مضاربت میں کسی سے قرض لے بھی نہیں سکتا۔اگر چہ مالک نے اپنی صوابدید سے کام کرنے کی اجازت دی ہو البتہ اگر مالک نے صراحتاً اجازت دی ہو کہ تم قرض دے بھی سکتے ہو اور لے بھی سکتے ہو تو پھر مضارب کیلئے قرض دینا اور لینا جائز ہے۔(احسن الوقایہ ج۲ ص ۲۵۸)

❸ **مضاربت کی لغوی اور اصطلاحی تعریف:۔** لغوی معنیٰ کسی چیز کو کاٹنا یا ضرب دینا یا سفر کرنا ہے اور اصطلاح میں **عقد علی الشرکة فی الربح بمال من احد الشریکین و عمل من الآخر** (شریکین کا نفع میں شرکت پر عقد کرنا کہ مال ایک کا ہوگا اور عمل دوسرے کا ہوگا)۔

❹ **مضاربت مطلقہ کی مراد:۔** رب المال اپنا مال مضارب کو بغیر کسی شرط کے حوالے کرے یعنی مضاربت زمان و مکان یا تجارت کی خاص قسم کے ساتھ مقید نہ ہو۔

الشق الثانی ...... **وجاز العمری للمعمر له حال حیاته ولورثته بعده وهی جعل داره له مدة عمره فاذا مات ترد علیه وبطل الرقبة وهی ان مت قبلك فهو لك.**

عبارت کی تشریح کریں۔عمریٰ اور رقبیٰ کی تعریف کریں۔عمریٰ ورقبیٰ کے جواز اور بطلان میں ائمہ کا اختلاف مع دلائل تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) عبارت کی تشریح (۲) عمرٰی اور رقبیٰ کی تعریف (۳) عمرٰی و رقبیٰ کے جواز اور بطلان میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل۔

جواب...... ❶ عبارت کی تشریح:۔ عبارت کا حاصل یہ ہے کہ کسی شخص نے اپنا مکان کسی دوسرے شخص کو عمرٰی کے طور پر دیا تو یہ مکان معمرلہٗ کی زندگی میں معمرلہٗ کیلئے ہوگا اور معمرلہٗ کی موت کے بعد اُس کے ورثاء کے لئے ہوگا۔ اس کے بعد عمرٰی کی تعریف کی گئی ہے کہ کوئی شخص دوسرے کو یہ کہے کہ میرا یہ مکان تمہاری زندگی میں تمہارے لئے اور جب تم مرجاؤ گے تو پھر یہ واپس میری طرف لوٹ آئے گا پس یہ واپسی والی شرط باطل ہے اور یہ مکان وغیرہ معمرلہٗ کی موت کے بعد معمرلہٗ کے ورثاء کو ملے گا۔

اسکے بعد رقبیٰ کا حکم بیان کیا کہ رقبیٰ باطل ہے پھر اسکی تعریف کی کہ رقبیٰ یہ ہے کہ آدمی دوسرے شخص سے کہے کہ اگر میری موت تیری موت سے پہلے واقع ہوگئی تو میرا یہ مکان تیری مِلک ہے اور اگر تیری موت پہلے واقع ہوگئی تو پھر میرا مکان میرے پاس ہی رہے گا۔

❷ عمرٰی اور رقبیٰ کی تعریف:۔ ان کی تعریف ابھی تشریح میں گزر چکی ہے کہ عمرٰی میں آدمی اپنا مکان وغیرہ دوسرے شخص کو عمر بھر کے لئے دیتا ہے کہ جب تک تم زندہ ہو تم استعمال کرو اور جب تم مرجاؤ گے تو میرا مکان واپس مجھے یا میرے ورثاء کو ملے گا۔

رقبیٰ یہ ہے کہ آدمی کسی دوسرے شخص کو کہے کہ اگر میری موت تیری موت سے پہلے واقع ہوگئی تو پھر میرا یہ مکان تیری مِلک ہے اور اگر تُو پہلے مرگیا تو میرا مکان میرے پاس ہی رہے گا۔

❸ عمرٰی ورقبیٰ کے جواز اور بطلان میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل:۔ عمرٰی: زمانہ جاہلیت میں بھی ''عمرٰی'' مشہور ومعروف تھا اور اس کا مطلب یہ سمجھا جاتا تھا کہ یہ ''عاریت'' ہے، ہبہ نہیں ہے۔ لہٰذا جب تک معمرلہٗ زندہ ہے وہ اس سے فائدہ اٹھائے گا اور جب اس کا انتقال ہوجائے گا تو اس وقت وہ جائیداد معمر کے پاس واپس آجائے گی۔ حدیث باب نے زمانہ جاہلیت کے عمرٰی میں تبدیلی پیدا کی، جس کی تفصیل یہ ہے کہ عمرٰی کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں۔

① ''عمرٰی'' کرنے والا یہ تصریح کردے کہ **اعمرتك هذه الدار وهی لك ولعقبك** یعنی یہ گھر تمہیں عمرٰی کے طور پر دے دیا، یہ تمہارا اور تمہارے وارثوں کا ہے۔ ② پہلی صورت کے بالکل برعکس صراحت کردے مثلاً یہ کہے **داری لك عمری ماعشت فان مت فهی راجعة الی** یعنی میں اپنا یہ گھر تمہیں عمرٰی کے طور پر دیتا ہوں، جب تک تم زندہ ہو اور جب تمہارا انتقال ہوجائیگا تو میرے پاس واپس آجائیگا۔ ③ ''عمرٰی'' کرنے والا صرف اتنا کہے کہ **اعمرتك هذه الدار یا داری لك عمری** لیکن معمرلہ کے مرنے کے بعد کیا ہوگا؟ کیا اس کے ورثاء کو ملے گا، یا معمر کے پاس واپس لوٹ آئے گا، اس کے بارے میں کوئی صراحت نہیں کرتا۔

امام مالکؒ کا مسلک یہ ہے کہ تینوں صورتوں میں عمرٰی کو عاریت ہی سمجھا جائے گا، ہبہ نہیں کہا جائیگا۔ جہاں تک پہلی صورت کا تعلق ہے جس میں معمر نے یہ صراحت کردی تھی کہ **هی لك ولعقبك** تمہارے مرنے کے بعد تمہارے ورثاء کی طرف منتقل ہو جائے گا اس کا مطلب یہ ہے کہ ورثاء اس گھر سے صرف انتفاع کے حقدار ہوں گے، ملکیت ان کی طرف منتقل نہیں ہوگی، یہاں تک کہ جب معمرلہ کے تمام ورثاء انتقال کرجائیں اور کوئی وارث باقی نہ رہے تو اس وقت یہ گھر معمر کی طرف واپس آجائے گا اور اگر وہ زندہ نہیں ہوگا تو اس کے ورثاء کو مل جائے گا اور دوسری صورت جس میں اس نے یہ صراحت کردی تھی کہ معمرلہ کے انتقال کے بعد

میرے پاس واپس آجائے گا اس میں کوئی اشکال ہی نہیں ہے اسی طرح تیسری صورت جس میں اس نے صراحت نہیں کی تھی بلکہ مطلق رکھا تھا، اس صورت میں بھی معمر کے پاس واپس آجائے گا۔

حنفیہ، شافعیہ اور صحیح قول کے مطابق حنابلہ بھی اس بات کے قائل ہیں کہ تینوں صورتوں میں عمریٰ ہبہ ہے اور جب عمریٰ کا لفظ استعمال کر کے کسی شخص نے اپنا گھر دوسرے کو دے دیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ معمر لہ کو اس گھر کا مالک بنا دیا۔ پہلی صورت میں بالکل ظاہر ہے اس لئے کہ اس میں معمر نے صراحت ہی کر دی ہے کہ **ھی لك ولعقبك** اور دوسری صورت میں جب اس نے یہ صراحت کر دی کہ تمہارے مرنے کے بعد یہ گھر میرے پاس لوٹ آئے گا تو اس صورت میں بھی ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ہبہ ہی ہے اور معمر نے یہ جو شرط لگائی ہے کہ تمہارے مرنے کے بعد یہ میرے پاس واپس آجائے گا یہ شرط فاسد ہے لہٰذا وہ مکان ہمیشہ کیلئے معمر لہ کی طرف منتقل ہو جائے گا اور وہ شرط لغو ہو جائے گی اور تیسری صورت جس میں اس نے کوئی صراحت نہیں کی اس میں بھی بطریق اولیٰ ہبہ منعقد ہو جائے گا لہٰذا اب یہ مکان کسی بھی حال میں معمر کی طرف لوٹ کر نہیں جائے گا۔

امام مالکؒ استدلال کرتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا **العمری جائزة لاھلھا** ۔ان الفاظ کے ذریعے جب آپ نے عمریٰ جائز قرار دیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی تشریف آوری کے وقت عمریٰ کا جو مفہوم مشہور و معروف تھا آپ نے اسکی تقریر فرمادی اور زمانہ جاہلیت میں عمریٰ کا جو مفہوم معروف تھا وہ یہ تھا کہ عمریٰ ایک عاریت ہے، ہبہ نہیں ہے اور وہ چیز کسی نہ کسی وقت واپس معمر کے پاس آجاتی تھی اور جب آپ نے اس کی تقریر فرمادی تو اب وہی مفہوم شریعت کے اندر بھی معتبر مانا جائے گا لہٰذا عمریٰ کو عاریت ہی سمجھا جائے گا۔

ائمہ ثلاثہؒ یہ فرماتے ہیں کہ **العمری جائزة** کا مطلب یہ نہیں ہے کہ حضور ﷺ نے زمانہ جاہلیت کے طریقے کی تقریر فرمائی بلکہ مطلب یہ ہے کہ آپ نے یہ فرمادیا کہ اب آئندہ جو شخص عمریٰ کرے گا تو وہ ہبہ سمجھا جائے گا چنانچہ دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں **او میراث لاھلھا** اس میں آپ نے عمریٰ کو اہل عمریٰ کے لئے میراث قرار دیا اور اگلی حدیث میں اس سے بھی زیادہ واضح الفاظ آئے ہیں وہ یہ کہ ''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص کو **لہ ولعقبہ** کہہ کر عمریٰ دیا گیا تو وہ اس شخص کا ہو گیا جس کو وہ دیا گیا ہے اور دینے والے کی طرف کبھی نہیں لوٹے گا، اسلئے کہ اس نے ایسی چیز دی جس میں میراث جاری ہوتی ہے۔ **اس روایت میں صراحت کردی کہ وہ عمریٰ معمر کی طرف نہیں لوٹے گا**''۔

مسند احمد کی ایک حدیث میں اس سے بھی زیادہ صریح الفاظ ہیں وہ یہ کہ **لاتفسدوا علیکم اموالکم من اعمر عمری فھی لہ ولورثتہ** یعنی اپنے اموال کو خراب مت کرو اور جو شخص آئندہ عمریٰ کرے گا وہ اس کو اور اس کے ورثاء کو ملے گا۔ ان احادیث سے صاف واضح ہو رہا ہے کہ حضور ﷺ نے سابقہ رائج طریقے کی تقریر نہیں فرمائی بلکہ اس میں تبدیلی فرمائی اور اس کو عاریت کے بجائے آپ نے ہبہ قرار دیا۔

البتہ یہ سارا اختلاف اور ساری تفصیل اس وقت ہے جب کوئی شخص صرف ''عمریٰ'' کا لفظ تنہا استعمال کرے مثلاً یوں کہے **اعمرتك ھذہ الدار** یا **داری لك عمری** لیکن اگر کوئی عمریٰ کے بجائے دوسرے الفاظ استعمال کرے مثلاً یہ کہے **داری لك ماعشت** تو اس صورت میں یہ ہمارے نزدیک بھی عاریت ہے یا یہ کہے **داری لك عمری سکنی** سکنی کا لفظ بڑھا دیا تو اس

صورت میں بھی عاریت ہے ہبہ نہیں ہے۔ اسلئے معمرلہ کے انتقال کے بعد وہ مکان معمر کی طرف لوٹ آئیگا۔

رقبیٰ: کے دو معنی ہوتے ہیں ایک معنی جو زیادہ مشہور ہے وہ یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے سے یہ کہے **داری لك رقبی** میں اپنا گھر تمہیں رقبیٰ کے طور پر دیتا ہوں، اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ تم اپنی زندگی میں اس کو استعمال کرو، اگر تمہارا انتقال پہلے ہوگیا تو یہ گھر لوٹ کر واپس میرے پاس آجائے گا اور اگر میرا انتقال پہلے ہوگیا تو یہ مکان ہمیشہ کے لئے تمہارا ہو جائے گا۔ اس کو رقبیٰ اس لئے کہتے ہیں کہ **کل واحد منهما یرتقب موت صاحبه** ان دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کی موت کا انتظار کرتا رہتا ہے، اسمیں پتہ نہیں ہوتا کہ کون پہلے مرے گا؟ اور بالآخر یہ گھر کس کے پاس جائے گا؟

ائمہ ثلاثہؒ کے نزدیک رقبیٰ کا بھی وہی حکم ہے جو عمریٰ کا ہے یعنی امام مالکؒ کے نزدیک اس کا حکم عاریت کا ہے اور امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک اس سے ہبہ منعقد ہو جائیگا۔ امام ابوحنیفہؒ کی طرف منسوب یہ ہے کہ رقبیٰ باطل ہے یعنی یہ الفاظ کہنے سے کوئی فرق واقع نہیں ہوگا اور وہ مکان بدستور رقبیٰ کرنیوالے کی ملکیت میں رہے گا، وجہ اسکی یہ ہے کہ یہ صورت غدر کو مستلزم ہے جب تک ان دونوں میں سے ایک کا انتقال نہیں ہوگا اس وقت تک یہ معاملہ لٹکا رہے گا، لہٰذا غدر پائے جانے کی وجہ سے یہ معاملہ باطل ہے جہاں تک حدیث باب کا تعلق ہے جس میں فرمایا کہ **الرقبی جائزة لاهلها** اس کے معنی وہ نہیں جو آپ نے بیان کئے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اگر کسی نے یہ کہا **ارقبتك هذه الدار** تو اس کے معنی یہ ہیں **اعطیتك رقبة هذه الدار** یعنی یہ مکان پوری زمین سمیت تمہیں دیدیا۔ اسکے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ **الرقبی جائزة لاهلها** لہٰذا اگر کوئی شخص **ارقبتك** کے لفظ سے ہبہ کریگا تو عمریٰ کی طرح ہبہ منعقد ہو جائے گا لیکن جہاں رقبیٰ کے وہ معنی مراد ہوں جس میں غدر پایا جاتا ہو تو وہ رقبیٰ باطل ہے۔ (تقریر ترمذی ج اص ۲۹۱)

﴿الورقة الثانية : فی الفقه﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۸ھ

الشق الاوّل ...... **وَصَحَّ بَيْعُ الْبُرِّ فِيْ سُنْبُلِهٖ وَالْبَاقِلّٰى وَالْاَرُزِّ وَالسِّمْسِمِ فِيْ قِشْرِهَا وَالْجَوْزِ وَاللَّوْزِ وَالْفُسْتَقِ فِيْ قِشْرِهَا الْاَوَّلِ وَبَيْعُ ثَمَرَةٍ لَمْ يَبْدُ صَلَاحُهَا اَوْ قَدْ بَدَا وَيَجِبُ قَطْعُهَا وَشَرْطُ تَرْكِهَا عَلَى الشَّجَرِ يُفْسِدُ الْبَيْعَ كَاسْتِثْنَاءِ قَدْرٍ مَعْلُوْمٍ مِنْهَا.**

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، عبارت میں مذکورہ مسائل کی مکمل تشریح کریں اور یہ بتائیں کہ بدوِ صلاح سے کیا مراد ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) مسائل کی تشریح (۴) بدوِ صلاح کی مراد۔

جواب ...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ اور صحیح ہے گندم کی بیع اس کے خوشوں میں اور لوبیا، چاول، تل کی بیع انکے چھلکوں میں اور اخروٹ، بادام، پستہ کی بیع بھی ان کے پہلے چھلکوں میں جائز ہے اور اس پھل کی بیع جس کا بدوِ صلاح ہوا ہو یا نہ ہوا ہو اور اس کو درخت سے کاٹنا واجب ہے۔ اور پھل کو درخت پر چھوڑنے کی شرط بیع کو فاسد کر دے گی جیسا کہ معلوم مقدار کا استثناء کرنا بیع کو فاسد کر دیتا ہے۔

❸ **مسائل کی تشریح:۔** گندم کی بیع اس کے خوشوں میں ہمارے نزدیک جائز ہے اسلئے کہ خوشہ اور اس میں موجود گندم دونوں مال ہیں لہٰذا بیع جائز ہے اور امام شافعیؒ کا قول جدید یہ ہے کہ یہ بیع جائز نہیں ہے اسلئے کہ مال مستور ہے، معلوم نہیں کہ مال ہے بھی یا نہیں ہے۔

اسی طرح لوبیا، چاول اور تلوں کی بیع ان کے چھلکوں میں یہ بھی جائز ہے جبکہ امام شافعیؒ کے نزدیک سبز لوبیا کی بیع چھلکوں میں جائز نہیں ہے۔ اخروٹ، بادام و پستہ کی بیع ہمارے نزدیک پہلے (اوپر والے) چھلکوں میں بھی جائز ہے اور نیچے والے چھلکوں میں بھی جائز ہے جبکہ امام شافعیؒ کے نزدیک اوپر والے چھلکوں میں جائز نہیں ہے۔ اور درخت پر پھل کی بیع بھی جائز ہے خواہ اس کی صلاحیت ظاہر ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو البتہ اس کو فی الفور درخت سے توڑنا لازم ہوگا۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک بدوِ صلاح سے پہلے پھل کی بیع جائز نہیں ہے۔ اسلئے کہ آپ ﷺ نے بدوِ صلاح سے قبل پھل کی بیع سے منع کیا ہے۔ نیز بیع مالِ متقوم کی ہوتی ہے اور بدوِ صلاح سے پہلے وہ مالِ متقوم نہیں ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ پھل مالِ متقوم ہے۔ بدوِ صلاح کی صورت میں واضح ہے اور بدوِ صلاح سے پہلے اگرچہ وہ فی الحال قابلِ انتفاع نہیں ہے لیکن عنقریب وہ قابلِ انتفاع ہوجائیگا اور جو چیز قابلِ نفع ہو وہ مالِ متقوم ہوتا ہے لہٰذا دونوں صورتوں میں بیع جائز ہے۔ اور حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ بیع درخت پر چھوڑنے کی شرط پر محمول ہے یا بالکل پھل ظاہر نہ ہونے پر محمول ہے۔

❹ **بدوِ صلاح کی مراد:۔** ہمارے نزدیک بدوِ صلاح کے لئے پھل کا آفات اور بیماری سے محفوظ ہونا کافی ہے پورا پکنا اور اس میں مٹھاس کا پیدا ہونا ضروری نہیں۔ امام شافعیؒ کے نزدیک بدوِ صلاح کا مطلب پھل کا پکنا اور اُس میں مٹھاس کا پیدا ہونا ہے۔

دونوں اقوال قریب قریب ہیں اس لئے کہ پھل بیماری اور آفات سے اسی وقت محفوظ ہوتا ہے جب اس میں پکنے کے آثار شروع ہوجاتے ہیں لہٰذا ان دونوں اقوال میں بہت زیادہ فرق نہیں ہے۔

الشق الثانی ...... وَيُسْتَقْرَضُ الْخُبْزُ وَزْنًا لَا عَدَدًا عِنْدَ أَبِي يُوسُفَؒ وَ بِهٖ يُفْتٰى أَمَّا عِنْدَ أَبِي حَنِيْفَةَؒ لَايَجُوْزُ، لَا وَزْنًا وَلَا عَدَدًا لِلتَّفَاوُتِ الْفَاحِشِ وَعِنْدَ مُحَمَّدٍؒ يَجُوْزُ بِهِمَا لِلتَّعَامُلِ وَعِنْدَ أَبِي يُوسُفَؒ يَجُوْزُ وَزْنًا لِلتَّعَامُلِ وَالْحَاجَةِ لَاعَدَدًا لِلتَّفَاوُتِ فِيْ أٰحَادِهٖ وَلَا رِبٰوا بَيْنَ سَيِّدٍ وَعَبْدِهٖ ...... وَمُسْلِمٍ وَ حَرْبِيٍّ فِيْ دَارِهٖ۔

عبارت پر اعراب لگائیں، عبارت میں مذکورہ مسائل کی تشریح کرتے ہوئے ائمہ کا اختلاف اور دلائل وضاحت کے ساتھ تحریر کریں، **ربوا کی لغوی اور اصطلاحی تعریف کریں۔**

﴿**خلاصہ سوال**﴾...... **اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کی تشریح (۳) ربوا کی لغوی و اصطلاحی تعریف۔**

جواب ...... ❶ **عبارت پر اعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔**

❷ **عبارت کی تشریح:۔** روٹیوں کو قرض پر لینا جائز ہے یا نہیں؟ اس میں ائمہ کرام کا اختلاف ہے چنانچہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک روٹیوں کو قرض پر لینا جائز نہیں ہے نہ وزناً اور نہ عدداً کیونکہ اس میں تفاوت بہت زیادہ ہوتا ہے، پکانے والوں کے اعتبار سے بھی کہ بعض طباخ اچھی روٹی پکاتے ہیں اور بعض خراب اور روٹی کے اعتبار سے بھی کہ بعض روٹی پتلی ہوتی ہے اور بعض موٹی ہوتی ہے۔ تنور کے اعتبار سے بھی کہ بعض تنور کی روٹی اچھی ہوتی ہے اور بعض کی خراب۔

امام محمدؒ کے نزدیک روٹیوں کو قرض پر لینا جائز ہے وزناً بھی اور عدداً بھی یعنی جیسے عرف اور رواج ہو۔

امام ابو یوسفؒ کے نزدیک روٹیوں کو صرف وزناً قرض لینا جائز ہے اس لئے کہ روٹی وزنی چیز ہے لیکن عدداً جائز نہیں ہے اسلئے کہ اس کے افراد میں تفاوت بہت زیادہ ہے، واپسی کے وقت نزاع ہوگا لہٰذا وزناً جائز ہے اور عدداً جائز نہیں ہے۔صاحب کتاب فرماتے ہیں کہ امام ابو یوسفؒ کے قول پر فتویٰ ہے اور روٹی کو وزناً قرض پر لینا جائز ہے۔

اگر غلام نے اپنے آقا کو ایک درہم دو درہم کے عوض فروخت کردیا ہے یا آقا نے غلام کو ایک درہم دو درہم کے عوض فروخت کردیا ہے تو یہ جائز ہے اور یہ ربوا نہ کہلائے گا کیونکہ غلام اور جو کچھ غلام کے قبضے میں ہے وہ سب مولیٰ کی ملکیت ہے گویا کہ یہ بیع ہوئی ہی نہیں اور جب بیع نہ ہوئی تو ربوا بھی متحقق نہ ہوگا اور اگر غلام ماذون پر اتنا قرض ہو جو اس کی گردن پر محیط ہو تو غلام اور اس کے آقا کے درمیان بیع متحقق ہوتی ہے اور جب بیع متحقق ہوتی ہے تو ربوا بھی متحقق ہوگا لہٰذا اس صورت میں غلام اور اس کے آقا کے درمیان ربوا متحقق ہوگا۔

اسی طرح مسلمان اور حربی کافر کے درمیان بھی ربوا متحقق نہیں ہوتا یعنی ایک مسلمان امان لیکر دارالحرب میں داخل ہوا اور وہاں پر ربوا کا معاملہ کیا یعنی ایک درہم دیکر دو درہم حاصل کرلئے تو یہ جائز ہے اور یہ عقد ربوا نہ ہوگا یعنی حرام نہ ہوگا۔

امام ابو یوسفؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک دارالحرب میں بھی ربوا متحقق ہے یعنی مسلمان دارالحرب میں داخل ہو کر بھی ایک درہم کے عوض کافروں سے دو درہم نہیں لے سکتے۔

وہ دلیل کے طور پر قیاس کرتے ہیں مستامن پر کہ اگر ایک کافر امان لیکر ہمارے دارالاسلام میں داخل ہو جائے تو یہاں پر مسلمان ان سے ایک درہم کے عوض دو درہم نہیں لے سکتے تو اسی طرح دارالحرب میں بھی ہے۔

حضرات شیخینؒ کی دلیل یہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا **لا ربوا بین المسلم والحربی فی دار الحرب**۔دوسری بات یہ ہے کہ دارالحرب میں کافروں کا مال مباح الاصل اور غیر معصوم ہے اسکو ہر طریقے پر لینے کی اجازت ہے بشرطیکہ غدر اور دھوکہ نہ ہو کیونکہ غدر اور دھوکہ حرام ہے جب انکا مال ہر طریقے سے لینا جائز ہے غدر اور دھوکہ کے سوا تو باہمی رضامندی سے عقد ہو جانے کے بعد بطریقہ اولیٰ لینا جائز ہوگا البتہ مسلمان دارالحرب میں سود دے نہیں سکتا کہ ایک درہم لیکر اسکے عوض دو درہم دیدے تو یہ جائز نہیں۔

③ ربوا کی لغوی واصطلاحی تعریف:۔ ربا کا لغوی معنی زیادتی ہے اور اصطلاحی اعتبار سے ربا کی دو قسمیں ہیں (۱) ربا البیع (بیع کا سود) (۲) ربا القرض (قرض کا سود) بیع کا سود یہ ہے کہ آدمی کسی کیلی یا وزنی چیز کی اس کی جنس کے ساتھ زیادتی کے ساتھ یا غیر جنس کے ساتھ ادھار کے طور پر بیع کرے اور قرض کا سود یہ ہے کہ مثلاً زید بکر کو ایک ہزار روپیہ اس شرط پر قرض دے کہ وہ ایک ماہ کے بعد بارہ سو روپیہ واپس کرے گا۔سود کی یہ دونوں قسمیں حرام ہیں۔

السوال الثانی ۱۴۳۸ھ

الشق الاوّل ...... هِيَ (الْحَوَالَةُ) تَصِحُّ بِالدُّيُونِ بِرِضَى الْمُحِيلِ وَالْمُحْتَالِ وَالْمُحْتَالِ عَلَيْهِ وَإِذَا تَمَّتْ بَرِئَ الْمُحِيلُ مِنَ الدَّيْنِ بِالْقَبُولِ وَلَمْ يَرْجِعْ عَلَيْهِ الْمُحْتَالُ إِلَّا إِذَا تَوِيَ حَقُّهُ بِمَوْتِ الْمُحْتَالِ عَلَيْهِ مُفْلِسًا أَوْ حَلْفِهِ مُنْكِرًا حَوَالَةً وَلَا بَيِّنَةَ عَلَيْهَا وَقَالَا أَوْ بَانَ فَلَّسَهُ الْقَاضِيُّ ۔ (ج ۳۔ص ۱۱۶۔رحمانیہ)

حوالہ کی تعریف کریں، محیل محتال لہ محتال علیہ اور محتال بہ کسے کہتے ہیں؟ واضح کریں، مذکورہ عبارت پر اعراب لگا کر تشریح کریں۔ تفلیس قاضی کے معتبر ہونے اور نہ ہونے میں ائمہ کا اختلاف اور دلائل ذکر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں پانچ امور مطلوب ہیں (۱) حوالہ کی تعریف (۲) محیل، محتال لہ محتال علیہ ومحتال بہ کی وضاحت (۳) عبارت پر اعراب (۴) عبارت کی تشریح (۵) تفلیس قاضی کے معتبر ہونے میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل۔

جواب...... ❶ حوالہ کی تعریف:۔ حوالہ کا لغوی معنی نقل کرنا ہے اور اصطلاح میں حوالہ **نقل الدین من ذمة الی ذمة** (دَین یعنی قرض کا ایک شخص کے ذمہ سے دوسرے شخص کے ذمہ کی طرف منتقل کرنا) ہے۔

❷ محیل محتال لہ محتال علیہ محتال بہ کی وضاحت:۔ محیل: اصل مدیون ومقروض یعنی جس کے ذمہ دَین وقرض ہے۔

محتال لہ: دائن وقرض خواہ یعنی جس شخص کا دوسرے کا ذمہ قرض ودَین ہے، اس کو محتال بھی کہتے ہیں۔

محتال علیہ: وہ شخص جو نہ دائن ہے اور نہ مدیون ہے بلکہ وہ تیسرا شخص جس نے حوالہ قبول کیا ہے یعنی دَین ادائیگی کی ذمہ داری لی ہے۔

محتال بہ: وہ مال جس کا حوالہ قبول کیا ہے یعنی اصل دَین، مثلاً زید نے بکر سے ہزار روپیہ دَین وصول کرنا ہے خالد نے یہ دَین اپنے ذمہ لے لیا کہ یہ ہزار روپیہ میں ادا کروں گا تو یہ معاملہ وذمہ داری لینا حوالہ ہے، زید محتال لہ ہے، بکر محیل ہے، خالد محتال علیہ ہے اور ہزار روپیہ محتال بہ ہے۔

❸ عبارت پر اعراب:۔ **کمامرّ فی السوال آنفا۔**

❹ عبارت کی تشریح:۔ عبارت کا حاصل یہ ہے کہ عقدِ حوالہ محیل محتال لہ محتال علیہ تینوں کی رضامندی سے صحیح ہو جائیگا یعنی اس عقد کیلئے تینوں کی رضامندی ضروری ہے البتہ امام محمد رحمہ اللہ نے زیادات میں لکھا ہے کہ محیل کی رضامندی کے بغیر بھی حوالہ درست ہے۔

جب حوالہ باہمی رضامندی سے پورا ہو گیا تو اب محیل یعنی مدیون دَین یا مطالبہ سے بری ہو جائے گا اب محتال لہ محیل سے دَین کا مطالبہ نہیں کرسکتا، البتہ توی یعنی ہلاکت کی صورت میں محتال لہ محیل سے مطالبہ کرسکتا ہے۔

توی یعنی ہلاکت کی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک دو صورتیں ہیں۔ ① محتال علیہ مفلس ہو کر مرجائے ② محتال علیہ حوالہ کا انکار کردے اور اس پر قسم بھی اٹھالے اور محیل ومحتال لہ کے پاس کوئی بینہ نہ ہو۔

صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک توی کی تیسری صورت بھی ہے کہ قاضی محتال علیہ پر مفلس ہونے کا حکم لگادے کہ فلاں آدمی مفلس ہے لہٰذا کوئی آدمی اس سے مطالبہ نہ کرے۔ الغرض توی کی ان صورتوں میں تو محتال لہ محیل سے دَین کا مطالبہ کرسکتا ہے، انکے علاوہ نہیں۔ (احسن الوقایہ ج ۱ ص ۳۹۸)

❺ تفلیسِ قاضی کے معتبر ہونے میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل:۔ حضرات صاحبین کے نزدیک تفلیسِ قاضی معتبر ہے لہٰذا قاضی کے حکم دینے سے اس کا افلاس متحقق ہوگا اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک چونکہ تفلیسِ قاضی معتبر نہیں ہے اس لئے اس کے مفلس قرار دینے سے اس کا افلاس ثابت نہ ہوگا۔

حضرت امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ کسی کے مفلس ہونے کا علم کسی دوسرے کو نہیں ہوسکتا مگر شہادت کے ذریعے اور شہادت اس بات پر کہ فلاں کے پاس مال نہیں ہے یہ شہادت نفی پر ہے اور شہادت نفی کے لئے نہیں دی جاتی بلکہ اثبات کیلئے دی جاتی ہے یعنی شہادت کے ذریعے کسی چیز کو ثابت تو کیا جاسکتا ہے لیکن شہادت کے ذریعے کسی چیز کو نفی نہیں کیا جاتا لہٰذا جب شہادت کے ذریعے

کسی کا افلاس ثابت نہیں کیا جاسکتا تو قاضی کو بھی کسی کے افلاس کا علم نہیں ہوسکتا اور جب قاضی کو کسی کے افلاس کا علم نہیں ہوسکتا تو قاضی کا کسی کو مفلس قرار دینا بھی جائز نہ ہوگا۔

الشق الثانی ......**ولایحلف فی نکاح ورجعة وفیء فی ایلاء واستیلاد ورق ونسب وولاء، اعلم ان فی هذه الصور لا یستحلف عندابی حنیفة وعندهما یستحلف وصورتها......** (ص۲۰۶۔ج۳۔رحمانیہ)

عبارت میں مذکورہ معاملات کی صورتیں وضاحت کے ساتھ لکھیں نیز ان میں امام صاحب اور صاحبین رحمہم اللہ کا اختلاف دلائل کیساتھ تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں دو امر مطلوب ہیں (۱) عبارت میں مذکور معاملات کی صورتیں (۲) ائمہ رحمہم اللہ کا اختلاف مع الدلائل۔

جواب ...... ❶ **عبارت میں مذکور معاملات کی صورتیں:۔** پہلے معاملہ کی صورت یہ ہے کہ مرد نے کسی عورت کے ساتھ نکاح کا دعویٰ کیا کہ اس کے ساتھ میرا نکاح ہوا ہے۔ مگر عورت منکرہ ہے اور مرد کے پاس بینہ نہیں ہے، تو عورت سے قسم نہیں لی جائیگی اسی طرح اسکے برعکس یعنی عورت نکاح کا دعویٰ کرتی ہے مگر مرد منکر ہے اور عورت کے پاس بینہ نہیں ہے تو مرد سے قسم نہیں لی جائیگی۔

دوسرے معاملہ کی صورت یہ ہے کہ مرد نے اپنی عورت کو طلاق دی اور اس کی عدت گزرنے کے بعد اس نے دعویٰ کیا کہ میں نے عدت میں رجوع کرلیا تھا مگر عورت منکرہ ہے اور مرد کے پاس بینہ نہیں ہے تو عورت سے قسم نہیں لی جائیگی، اس طرح اسکے برعکس یعنی عورت دعویٰ کرتی ہے کہ مرد نے عدت میں رجوع کرلیا تھا مگر مرد منکر ہے اور عورت کے پاس بینہ نہیں ہے تو مرد سے قسم نہیں لی جائیگی۔

تیسرے معاملہ کی صورت یہ ہے کہ مرد نے اپنی عورت سے ایلاء کیا اور مدت ایلاء گزرنے کے بعد اس نے دعویٰ کیا کہ میں نے مدت میں رجوع کرلیا تھا مگر عورت منکرہ ہے اور مرد کے پاس بینہ نہیں ہے تو عورت سے قسم نہیں لی جائیگی۔ اسی طرح اسکے برعکس یعنی عورت دعویٰ کرتی ہے کہ مرد نے مدت ایلاء میں رجوع کرلیا تھا مگر مرد منکر ہے اور عورت کے پاس بینہ نہیں ہے تو مرد سے قسم نہیں لی جائے گی۔

چوتھے معاملہ کی صورت یہ ہے کہ ایک باندی نے اپنے مولیٰ پر دعویٰ کیا کہ میں نے اپنے مولیٰ سے بچہ جنا ہے اور مولیٰ نے اس بچہ کا اقرار بھی کیا تھا اور پھر وہ بچہ مرگیا ہے۔ لہٰذا میں اس کی ام ولد ہوں مگر مولیٰ منکر ہے اور باندی کے پاس بینہ نہیں تو مولیٰ سے قسم نہیں لی جائے گی البتہ اس کے برعکس والی صورت میں اگر مولیٰ بچہ کا دعویٰ کرتا ہے اور باندی منکرہ ہے تو اس کی بات کی طرف التفات نہ کریں گے اور مولیٰ کا قول معتبر ہوگا، اور وہ باندی اس کی ام ولد بن جائے گی۔

پانچویں معاملہ کی صورت یہ ہے کہ ایک آدمی نے ایک شخص کے بارے میں دعویٰ کیا کہ یہ میرا غلام ہے مگر دوسرا شخص منکر ہے اور پہلے شخص کے پاس بینہ نہیں ہے، تو دوسرے شخص سے قسم نہیں لی جائے گی۔ اسی طرح اس کے برعکس یعنی ایک شخص نے دوسرے کے متعلق اپنے مولیٰ ہونے کا دعویٰ کیا مگر وہ شخص منکر ہے اور مدعی کے پاس بینہ نہیں ہے تو منکر سے قسم نہیں لی جائے گی۔

چھٹے معاملہ کی صورت یہ ہے کہ ایک آدمی نے کسی مجہول النسب شخص کے بارے میں دعویٰ کیا کہ یہ میرا بیٹا ہے مگر مجہول منکر ہے اور مدعی کے پاس بینہ نہیں ہے تو مجہول النسب سے قسم نہیں لی جائیگی۔ اسی طرح اسکے برعکس یعنی مجہول النسب نے کسی مجہول النسب شخص کے متعلق والد ہونے کا دعویٰ کیا مگر مدعیٰ علیہ منکر ہے اور مجہول النسب کے پاس بینہ نہیں ہے تو مدعیٰ علیہ سے قسم نہیں لی جائیگی۔

ساتویں معاملہ کی صورت یہ ہے کہ کسی شخص نے ایک مجہول النسب پر دعویٰ کیا کہ میں نے تجھے آزاد کیا ہے لہٰذا تیرا ولاء میرے لئے ہے مگر مدعیٰ علیہ منکر ہے اور مدعی کے پاس بینہ نہیں ہے تو مدعیٰ علیہ سے قسم نہیں لی جائے گی یا ایک شخص نے ایک مجہول النسب پر دعویٰ کیا کہ میرا اس کے ساتھ عقدِ موالات ہوا ہے، لہٰذا اس کی موت کے بعد اس کی ولاء مجھے ملے گی مگر مدعیٰ علیہ منکر ہے اور مدعی

کے پاس بینہ نہیں ہے تو اس صورت میں بھی مدعیٰ علیہ سے قسم نہیں لی جائے گی۔

❷ **ائمہ کا اختلاف مع الدلائل:۔** مذکورہ تمام صورتوں میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر مدعی کے پاس بینہ نہیں ہے تو مدعیٰ علیہ سے قسم نہیں لے جائیگی۔ صاحبین رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک تمام صورتوں میں منکر سے قسم لی جائیگی۔ وگرنہ مدعی کے حق میں فیصلہ کردیا جائیگا۔

صاحبین رحمۃ اللہ علیہما کی دلیل: یہ ہے کہ قسم سے انکار کرنا درحقیقت مدعیٰ علیہ کی طرف سے دعویٰ کا اقرار ہے کیونکہ اگر وہ اپنے انکار میں سچا ہوتا تو وہ واجب کی ادائیگی کے لئے قسم کا اقدام کرتا کیونکہ قسم کھانا اس پر واجب ہے۔ پس معلوم ہوا کہ وہ انکار میں جھوٹا ہے پس جب قسم سے انکار کرنا درحقیت مدعی کے دعویٰ کا اقرار ہے یا اقرار کا بدل وخلیفہ ہے اور یہ اقرار تمام چیزوں میں جاری ہوتا ہے تو انکار عن الیمین بھی تمام چیزوں میں جاری ہوگا، اور انکار عن الیمین اسی وقت ہوگا جب مدعیٰ علیہ سے قسم لی جائیگی اور جب مذکورہ تمام چیزوں میں انکار جاری ہوتا ہے تو قسم لینا بھی جاری ہوگا اور جب وہ قسم سے انکار کرے گا تو قاضی مدعی کے حق میں فیصلہ صادر کردے گا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل: یہ ہے کہ بعض اوقات ایک انسان سچی قسم کھانے سے بھی احتراز کرتا ہے اور کوشش کرتا ہے کہ بیشک مال خرچ ہوجائے مگر کسی طرح وہ قسم کھانے سے بچ جائے تو قسم سے انکار کرنا اقرار نہیں ہے بلکہ پیسہ دیکر جھگڑے کو ختم کرنا ہے پس جب انکار میں اقرار اور بذل (دلیری وجرأت مندی) دونوں کا احتمال ہے تو دونوں میں شک ہوگیا اور شک کی وجہ سے اقرار ثابت نہ ہوگا۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۸ھ

الشق الاوّل ...... **انما يجب قصدا فی عقار ملك بعض هو مال وان لم يقسم كرحی وحمام و بير- ای الشفعة القصدية تختص بالعقار بخلاف غير القصدية فانها تثبت فی غير العقار ، فان الشجر والثمر يوخذان بالشفعة تبعا للعقار-**

شفعہ کی تعریف کریں، عبارت کی مکمل تشریح کریں اور یہ بتائیں کہ شفعہ قصدیہ اور شفعہ غیر قصدیہ سے کیا مراد ہے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) شفعہ کی تعریف (۲) عبارت کی تشریح (۳) شفعہ قصدیہ اور شفعہ غیر قصدیہ کی مراد۔

جواب ...... ❶ **شفعہ کی تعریف:۔** **کمامرّ فی الشق الثانی من السوال الثالث ۱۴۲۵ھ۔**

❷ **عبارت کی تشریح:۔** مصنفؒ فرماتے ہیں کہ شفعہ اس صورت میں ثابت ہوتا ہے کہ جب مشتری زمین کا ایسے عوض کے ساتھ مالک بنا ہو جو مال ہو خواہ وہ زمین قابلِ تقسیم ہو جیسے زمین یا بڑا مکان اور خواہ وہ قابلِ تقسیم نہ ہو جیسے کنواں، پن چکی اور حمام وغیرہ۔

امام شافعیؒ کے نزدیک شفعہ کے لئے زمین کا قابلِ تقسیم ہونا ضروری ہے۔ شارحؒ فرماتے ہیں کہ شفعہ قصدیہ یعنی جو مقصود بالدعویٰ ہو وہ زمین کے ساتھ خاص ہے، زمین کے علاوہ میں شفعہ قصدیہ ثابت نہیں ہوتا البتہ شفعہ غیر قصدیہ زمین کے علاوہ دیگر منقولی اشیاء میں بھی ثابت ہوتا ہے مثلاً تنہا کھجور کے درختوں پر شفعہ قصدیہ نہیں ہوسکتا لیکن اگر مشتری نے کھجور کا باغ خریدا جس میں زمین، درخت، پھل سب شامل ہیں تو مشتری شفعہ غیر قصدیہ میں زمین کے ساتھ درخت وپھل بھی بطور شفعہ لے گا۔ گویا زمین کے تابع ہوکر درخت وپھل میں شفعہ ثابت ہے۔

❸ شفعہ قصدیہ اور شفعہ غیر قصدیہ کی مراد:۔ شفعہ قصدیہ: وہ شفعہ جو شفیع کا مقصود بالدعویٰ ہو یہ شفعہ زمین کے ساتھ خاص ہے بشرطیکہ مشتری مال کے عوض زمین کا مالک بنا ہو۔

شفعہ غیر قصدیہ: وہ شفعہ جو شفیع کا مقصود بالدعویٰ نہ ہو یہ شفعہ زمین کے علاوہ منقولی اشیاء میں بھی ثابت ہوتا ہے۔(اشرف الروایۃ)

الشق الثانی ...... فـان رمی صیـدا فرماہ أخر فقتلہ فھو للاول وحرم وضمن الثانی قیمتہ مجروحا ان کان الاول اثخنہ والا فللثانی وحل۔

عبارت کا ترجمہ کریں،صورتِ مسئلہ بیان کرتے ہوئے مسئلہ کی تشریح تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) صورتِ مسئلہ اور تشریح بطرزِ شارحؒ۔

جواب ...... ❶ عبارت کا ترجمہ:۔ اگر کسی شخص نے شکار پر تیر پھینکا اور دوسرے نے بھی تیر پھینک کر اس کو قتل کر دیا تو شکار اوّل کے لئے ہوگا اور حرام ہوگا اور دوسرا اس کے زخمی ہونے کی حالت کی قیمت کا ضامن ہوگا اگر اوّل نے اس کو کمزور کر دیا ہو ورنہ دوسرے کا ہوگا اور حلال ہوگا۔

❷ صورتِ مسئلہ اور تشریح بطرزِ شارحؒ:۔ ایک شخص نے شکار کی طرف تیر پھینک کر شکار کو ایسا زخمی کر دیا کہ وہ اب اپنے آپ کو بچانے کی طاقت نہیں رکھتا اس کے بعد فوراً دوسرے شخص نے بھی اسی شکار کو تیر پھینک کر ہلاک کر دیا تو یہ شکار پہلے شخص کی ملکیت ہوگا اور شکار حرام ہوگا، حرام تو اس لئے ہے کہ جب پہلے شخص نے زخمی کر دیا تو زخمی کرنے کے بعد وہ اس کے ذبح اختیاری پر قادر ہو گیا تھا لہٰذا اب ذبح اضطراری کا اعتبار ختم ہو گیا لیکن جب دوسرے شخص نے ذبح ہونے سے پہلے اس کو ہلاک کر دیا تو اس سے ذبح اختیاری کا موقع ضائع کر دیا لہٰذا شکار حرام ہو گیا اور پہلے شخص کی ملکیت اس لئے ہوگا کہ پہلے شخص نے ایک مباح شکار کو زخمی کر کے اپنی ملکیت اس پر ثابت کر دی ہے لہٰذا یہ شکار پہلے شخص کی ملکیت ہوگا اور دوسرا شخص اس پہلے شخص کے لئے اس شکار کے زخمی ہونے کی حالت کا ضامن ہوگا کیونکہ اس نے مملوک شکار ضائع کر دیا ہے لہٰذا اس پر ضمان آئے گا لیکن زندہ شکار کا ضامن نہ ہوگا بلکہ زخمی شکار کا ضامن ہوگا مثلاً ایک شکار صحیح ہوتا تو اس کی قیمت پچاس روپے ہوتی اور جب پہلے شخص نے زخمی کر دیا ہے تو زخمی کی قیمت تیس روپے ہے لہٰذا اس صورت میں دوسرا شخص پہلے شخص کے لئے تیس روپے کا ضامن ہوگا۔

لیکن اگر پہلے شخص نے شکار کو اپنے آپ کو بچانے کی طاقت سے نہ نکالا ہو بلکہ اب بھی وہ شکار اپنے آپ کو بچانے کی طاقت رکھتا ہو پھر دوسرے شخص نے اس کو تیر مار کر قتل کر دیا تو اس صورت میں شکار دوسرے شخص کا ہوگا اور حلال ہوگا کیونکہ اس نے ایک مباح شکار کو قتل کر دیا ہے اور ذبح اختیاری پر قدرت حاصل نہیں تھی لہٰذا ذبح اضطراری بھی کافی ہوگی۔

☆☆☆☆☆

الورقة الثالثة
اصول فقه
نورالانوار

الثانوية الخاصة (للبنين)

الورقة الثالثة : فی اصول الفقه

السوال الاوّل ۱۴۲۵ھ

الشق الاوّل ...... وَاِذَا أُرِيْدَتْ بِهِ الْإِبَاحَةُ أَوِ النُّدْبُ، اَیْ اِذَا أُرِيْدَتْ بِالْأَمْرِ الْإِبَاحَةُ أَوِالنُّدْبُ وَعُدِلَ عَنِ الْوُجُوْبِ فَحِيْنَئِذٍ اُخْتُلِفَ فِيْهِ، فَقِيْلَ: اَنَّهٗ حَقِيْقَةٌ لِاَنَّهٗ بَعْضُهٗ اَیْ اِنَّ الْاَمْرَ حَقِيْقَةٌ فِی الْإِبَاحَةِ وَالنُّدْبِ أَيْضًا لِاَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بَعْضُ الْوُجُوْبِ وَبَعْضُ الشَّيْئِ يَكُوْنُ حَقِيْقَةً قَاصِرَةً. (ص ۳۶۔رحمانیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ وجوب، ندب، حقیقت قاصرہ اور حقیقت کاملہ کی تعریفیں قلم بند کریں۔ اباحت اور ندب مراد لینے کی صورت میں امر حقیقت ہوگا یا مجاز؟ اس سلسلے میں اصولیین کا اختلاف ذکر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) وجوب، ندب، حقیقت قاصرہ اور حقیقت کاملہ کی تعریف (۴) ندب و اباحت مراد لینے میں اصولیین کا اختلاف۔

جواب ...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ **عبارت کا ترجمہ:۔** اور جب امر سے مراد اباحت یا ندب ہو یعنی جب امر سے اباحت یا ندب کا ارادہ کیا گیا ہو اور وجوب سے اعراض کیا گیا ہو تو اس وقت اس میں اختلاف کیا گیا ہے، پس کہا گیا ہے کہ امر کا استعمال اباحت یا ندب میں یہ بھی حقیقت ہے اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک (اباحت و ندب) وجوب کا حصہ ہے اور شئی کا حصہ شئی کی حقیقت قاصرہ ہی ہوتا ہے۔

❸ **وجوب، ندب، حقیقتِ قاصرہ اور حقیقتِ کاملہ کی تعریف:۔**

وجوب: جواز الفعل مع حرمة الترك (فعل کا کرنا جائز اور چھوڑنا حرام ہو)

ندب: جواز الفعل مع رجحان الفعل (فعل کا کرنا اور چھوڑنا دونوں جائز ہوں مگر کرنا راجح و اولیٰ ہو)

حقیقتِ قاصرہ: لفظ کا استعمال اپنے معنی موضع لہ کے ایک جزء پر ہو۔

حقیقتِ کاملہ: لفظ کا استعمال اپنے پورے معنی موضوع لہ پر ہو۔

❹ **ندب و اباحت مراد لینے میں اصولیین کا اختلاف:۔** اگر امر کا صیغہ اپنے معنی حقیقی (وجوب) میں مستعمل نہ ہو بلکہ ندب یا اباحت کے لئے مستعمل ہو تو امر کا یہ استعمال حقیقت ہوگا یا مجاز ہوگا اس میں اصولیین کا اختلاف ہے۔

شیخ ابوالحسن کرخی رحمۃ اللہ علیہ شیخ ابوبکر جصاص اور عامۃ الفقہاء کا مذہب یہ ہے کہ ندب و اباحت میں امر کا استعمال حقیقت نہیں بلکہ مجاز ہے کیونکہ اباحت اور ندب میں سے ہر ایک امر کے اصل معنی (وجوب) سے متجاوز ہے اور مجاز کو مجاز اسی لئے کہتے ہیں کہ اصل معنی سے تجاوز کر جاتا ہے۔ اور اباحت و ندب کے امر کے اصل معنی (وجوب) سے متجاوز ہونے کی دلیل یہ ہے کہ وجوب میں دو چیزیں ملحوظ ہیں جوازِ فعل اور حرمتِ ترک، یعنی ان دونوں کے مجموعہ کا نام وجوب ہے، اور ان دونوں چیزوں کا مجموعہ ندب و اباحت میں سے کسی میں بھی نہیں پایا جاتا کیونکہ ندب کا معنی جواز الفعل مع رجحان الفعل ہے اور اباحت کا معنی جواز الفعل مع جواز الترک ہے،

پس جب وجوب کا پورا معنی ندب واباحت میں سے کسی میں بھی نہیں پایا جاتا تو امر کا ان معانی میں استعمال مجاز ہوا، نہ کہ حقیقت۔

علامہ فخر الاسلام کا مذہب یہ ہے کہ ندب و اباحت میں بھی امر کا استعمال حقیقت ہی ہے اگر چہ حقیقتِ کاملہ نہیں ہے لیکن حقیقتِ قاصرہ ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ابھی وجوب ندب واباحت کے معانی بیان کیئے گئے ہیں ان معانی میں غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ اباحت وندب میں سے ہر ایک وجوب کے معنی کا ایک جزو ہے کیونکہ جواز الفعل سب میں قدر مشترک ہے۔ پس یہ دونوں معنی امر کے معنی کا ایک جزء ہونے کی وجہ سے حقیقت ہی ہیں اگر چہ حقیقتِ کاملہ نہیں ہیں۔ مگر حقیقتِ قاصرہ ضرور ہیں۔

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ قولِ اول کے قائلین نے جنس وفصل دونوں کا خیال رکھتے ہوئے ندب واباحت میں امر کا استعمال مجاز قرار دیا ہے اور قولِ ثانی کے قائلین نے صرف جنس کا خیال کرتے ہوئے ان معانی میں بھی امر کے استعمال کو حقیقت ہی قرار دیا ہے۔

الشق الثانی ...... **وهل تثبت صفة الجواز للمامور به اذا أتي به، قال بعض المتكلمين لا، والصحيح عند الفقهاء أنه تثبت به صفة الجواز للمامور به وانتفاء الكراهة۔** (ص۵۹۔رحمانیہ)

عبارت کا ترجمہ کریں۔ عبارت کی تشریح کرتے ہوئے بعض متکلمین اور فقہاء کے درمیان اختلاف کو مدلل بیان کریں۔ بعض متکلمین کی دلیل کا جواب ذکر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) عبارت کی تشریح (۳) متکلمین وفقہاء میں اختلاف مع الدلائل۔

جواب ...... ❶ **عبارت کا ترجمہ:۔** کیا مامور بہ کیلئے صفتِ جواز ثابت ہوگی جب مامور بہ اسکو بجالائے؟ بعض متکلمین نے کہا کہ نہیں، اور فقہاء کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ فعل مامور بہ کو بجالانے سے مامور بہ کیلئے صفتِ جواز اور کراہیت کا انتفاء ثابت ہوتا ہے۔

❷ **عبارت کی تشریح:۔** اس عبارت میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ مامور بہ کے جواز کے متعلق اختلاف کو نقل کر رہے ہیں کہ اگر کوئی مکلف آدمی مامور بہ شرائط اور ارکان کے ساتھ ادا کرے تو کیا ہمارے لئے یہ بات جائز ہے کہ ہم اس پر جواز کا حکم لگا دیں یا اس میں توقف کریں جواز سے مراد ذمہ سے قضاء کا ساقط ہونا ہے کہ اس کی ادائیگی کی وجہ سے اسکے ذمہ سے اس کی قضاء ساقط ہوگی یا نہیں ہوگی۔

بعض متکلمین معتزلہ کہتے ہیں کہ محض مامور بہ کو ادا کرنے سے جواز (سقوطِ قضاء) کا حکم نہیں لگایا جائیگا بلکہ توقف کیا جائیگا جب مامور بہ کے اندر تمام ارکان وشرائط کا موجود ہونا معلوم ہوگا تو پھر مامور بہ کیلئے جائز کا حکم ثابت ہوگا اور اس کی قضا ساقط ہو جائے گی۔

اس مسئلہ میں فقہاء کا مذہب (ہمارا صحیح مذہب) یہ ہے کہ مامور بہ کی ادائیگی سے اس کے لئے جواز ثابت ہو جائے گا اور کراہت **منتفی ہو جائے گی اور جواز کا معنی یہاں پر سقوطِ قضاء نہیں ہے بلکہ تعمیلِ حکم ہے یعنی مامور بہ کو ادا کرنے کے بعد یہ کہا جائے گا** کہ مکلف کی طرف سے حکم کی تعمیل ہوگئی ہے اور کراہیت بھی **منتفی** ہوگئی ہے۔

❸ **متکلمین وفقہاء میں اختلاف مع الدلائل:۔** متکلمین معتزلہ اور فقہاء کا مذہب ابھی تشریح میں بیان کیا گیا ہے۔

متکلمین معتزلہ کی دلیل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص وقوفِ عرفہ سے پہلے جماع کے ذریعہ اپنا حج فاسد کرلے تو وہ شخص شرعاً اس بات کا مکلف ہے کہ وہ بقیہ افعال حج ادا کرے حالانکہ تمام افعالِ حج صحیح طور پر ادا کرنے کے باوجود بھی اس کا یہ حج جائز نہیں ہے اور اس کے ذمہ سے اس کی قضاء ساقط نہیں ہوتی بلکہ آئندہ سال اس شخص پر قضاء لازم ہے۔ معلوم ہوا کہ محض مامور بہ کی ادائیگی سے جواز ثابت نہیں ہوتا بلکہ جواز کے ثبوت کے لئے شرائط وارکان کے وجود پر خارجی دلیل کا پایا جانا ضروری ہے۔

فقہاء کی دلیل: یہ ہے کہ مامور بہ کی ادائیگی کے بعد حکم کی تعمیل نہ پائی جائے تو تکلیف مالا یطاق لازم آئے گا۔البتہ مامور بہ کوادا کرنے کے بعد جب مستقل دلیل سے اس کا فساد ظاہر ہو جائے گا تو مکلف کو اس کے اعادہ کا حکم دیا جائے گا۔

متکلمین معتزلہ کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ جب اس شخص نے جماع والے اسی احرام کے ساتھ حج ادا کیا جس احرام کے ساتھ حج ادا کرنے کا حکم دیا گیا تھا تو یہ شخص اس سے فارغ ہو گیا اور ذمہ سے بری ہو گیا اب آئندہ سال حج صحیح گزشتہ حج کی قضا نہیں ہے بلکہ ایک مستقل امر کے ذریعہ اس کو فرض کیا گیا ہے۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۲۵ھ

الشق الاوّل ...... **وَاِنَّمَا يَحْنَثُ اِذَا قَدِمَ لَيْلًا اَوْنَهَارًا فِیْ قَوْلِهٖ " عَبْدُهٗ حُرٌّيَوْمَ يَقْدَمُ فُلَانٌ " جَوَابُ سُؤَالٍ آخَرَ، تَقْدِيْرُهٗ اَنَّهٗ اِذَاحَلَفَ اَحَدٌ فَقَالَ عَبْدِیْ حُرٌّيَوْمَ يَقْدَمُ فُلَانٌ، فَالْيَوْمُ حَقِيْقَةٌ فِی النَّهَارِ، وَمَجَازٌ فِی اللَّيْلِ، وَاَنْتُمْ جَمَعْتُمْ بَيْنَهُمَا وَقُلْتُمْ بِاَنَّهٗ اِنْ قَدِمَ فُلَانٌ لَيْلًا اَوْنَهَارًا يُعْتَقُ الْعَبْدُ** ۔(ص ۱۱۰۔ رحمانیہ)

عبارت پر اعراب لگانے کے بعد ترجمہ کریں۔ عبارت میں ذکر کردہ اعتراض کی وضاحت کرنے کے بعد اس کا جواب لکھیں۔یوم کے متعلق شارح نے اس مقام پر جو ضابطہ تحریر کیا ہے، وہ بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حل چار امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) عبارت میں مذکور اعتراض وجواب کی وضاحت (۴) یوم کے متعلق ضابطہ۔

جواب ...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ اور حانث ہو جائے گا حالف اپنے قول **عبدی حریوم یقدم فلان** میں جبکہ وہ فلاں شخص رات یا دن میں آئے ، یہ عبارت ایک اور سوال کا جواب ہے، اس کی تقریر یہ ہے کہ جب کسی شخص نے قسم کھائی اور کہا کہ **عبدی حر یوم یقدم فلان** ، پس یوم کا لفظ دن کے معنی میں حقیقت ہے اور رات کے معنی میں مجاز ہے اور تم نے ان دونوں کو جمع کر دیا اور تم نے کہا کہ اگر فلاں شخص رات کو آئے یا دن کو وہ غلام آزاد ہو جائے گا۔

❸ عبارت میں مذکور اعتراض وجواب کی وضاحت:۔ احناف کے نزدیک جمع بین الحقیقت والمجاز جائز نہیں ہے اس قاعدہ پر متعدد اعتراضات میں سے ایک یہ اعتراض ہے کہ اے احناف! تم کہتے ہو کہ ایک لفظ سے ایک ہی وقت میں معنی حقیقی و مجازی مراد لینا (جمع بین الحقیقت والمجاز) جائز نہیں حالانکہ اگر کسی نے قسم کھائی کہ اگر آج فلاں شخص آیا تو میرا غلام آزاد ہے پس اگر وہ شخص دن کو آئے تب بھی غلام آزاد ہے اور اگر رات کو آئے تب بھی غلام آزاد ہے حالانکہ یوم کا معنی دن حقیقت ہے اور یوم کا معنی رات مجاز ہے، پس احناف کے نزدیک دن و رات دونوں وقتوں میں فلاں کے آنے سے غلام کا آزاد ہونا جمع بین الحقیقت والمجاز ہے جو کہ جائز نہیں ہے۔

جواب کا حاصل یہ ہے کہ یہاں یوم سے مراد مطلق وقت ہے لہٰذا دن یا رات میں کسی بھی وقت فلاں کے آنے سے غلام کا آزاد ہونا جمع بین الحقیقت والمجاز کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ عموم مجاز کی وجہ سے ہے اور عموم مجاز کا مطلب یہ ہے کہ لفظ کا ایسا مجازی معنی مراد لیا جائے کہ معنی حقیقی بھی اس کا ایک فرد بن جائے پس جب یوم سے مجازی طور پر مطلق وقت مراد لیا تو یہ دن و رات دونوں کو شامل ہو گیا۔

بعض حضرات نے اس کا دوسرا جواب یہ دیا کہ لفظِ یوم دن اور مطلق وقت کے درمیان مشترک ہے اور یہاں پر مطلق وقت کے معنی میں ہے اور یوم یقدم کا معنی ای وقت یقدم فلان ہے یعنی جس وقت بھی فلاں شخص آئے گا میرا غلام آزاد ہو جائے گا، اور وقت کا اطلاق دن و رات دونوں پر ہوتا ہے، لہٰذا جمع بین الحقیقت والمجاز لازم نہ آیا۔

❹ **یوم کے متعلق ضابطہ:۔** ابھی اعتراض کے جواب میں کہا گیا کہ یہاں یوم سے مراد مطلق وقت ہے دن مراد نہیں ہے تو کسی ضابطہ کے تحت یوم کا یہ معنی بیان کیا گیا ہے یا ایسے ہی اعتراض سے جان چھڑائی ہے تو شارح رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ہم نے با قاعدہ ضابطہ کے تحت یہ معنی بیان کیا ہے۔

ضابطہ کا حاصل یہ ہے کہ اگر یوم کی طرف ایسے فعل کی نسبت و اضافت کی جائے جو ممتد ہو یعنی ایسا فعل ہو کہ اس کے لئے مدت بیان کی جاسکتی ہو (جیسے رکوب) مثلاً **رکبت هذه الدابة یوما** تو اس صورت میں یوم سے دن کا معنی مراد ہوگا کیونکہ دن ایسا ممتد زمانہ ہے جس کو فعل کے لئے معیار بنایا جاسکتا ہے۔ اور اگر فعل غیر ممتد ہو یعنی فعل ایسا ہو جس کے لئے مدت بیان نہ کی جاسکتی ہو (جیسے قدوم، وقوعِ طلاق، وقوعِ عتق وغیرہ) تو اس صورت میں یوم سے مطلق وقت مراد ہوگا کیونکہ فعل غیر ممتد کے لئے وقت کا ایک جز ہی کافی ہوتا ہے اس کے لئے طویل وقت درکار نہیں ہوتا۔ البتہ یہاں پر اختلاف ہے کہ یوم کے ساتھ دو فعل مذکور ہوتے ہیں ایک یوم کا عامل اور دوسرا یوم کا مضاف الیہ، تو دونوں فعلوں میں سے ممتد و غیر ممتد ہونے میں کس فعل کا اعتبار ہوگا؟

اس بارے میں ضابطہ بیان کیا کہ اگر دونوں فعل ممتد ہوں تو پھر یوم سے مراد دن ہی ہوگا جیسے **امرك بیدك یوم یرکب فلان** اس میں امر بالید اور رکوب دونوں فعل ممتد ہیں لہٰذا یوم سے مراد دن ہے اگر مضاف الیہ و عامل دونوں فعل غیر ممتد ہوں تو پھر یوم سے مراد مطلق وقت ہی ہوگا جیسے **عبدی حر یوم یقدم فلان** اس میں حریتِ عبد اور قدومِ فلاں دونوں فعل غیر ممتد ہیں یوم سے مراد مطلق وقت ہے۔ اگر ایک فعل ممتد اور دوسرا غیر ممتد ہو تو اس صورت میں یوم کا عامل جو فعل ہے اس کا اعتبار ہے اگر وہ ممتد ہے تو یوم سے مراد دن ہے اور اگر وہ عامل فعلِ غیر ممتد ہے تو یوم سے مراد مطلق وقت ہے جیسے **امرك بیدك یوم یقدم فلان** اس میں فعل عامل ممتد فعل ہے اس لئے یہاں یوم سے مراد دن ہے اور **انت طالق یوم یرکب فلان** اس میں فعل عامل یعنی وقوعِ طلاق غیر ممتد فعل ہے اس لئے یہاں یوم سے مراد مطلق وقت ہے۔

الشق الثانی ...... **وَأَمَّا الثَّابِتُ بِدَلَالَةِ النَّصِّ فَمَا ثَبَتَ بِمَعْنَى النَّصِّ لُغَةً لَا اِجْتِهَادًا، عُدِلَ هٰهُنَا عَنْ طَرِيْقِ الْعِبَارَةِ وَالْإِشَارَةِ وَكَانَ يَنْبَغِيْ أَنْ يَقُوْلَ: أَمَّا الْاِسْتِدْلَالُ بِدَلَالَةِ النَّصِّ فَالْعَمَلُ بِمَا ثَبَتَ...... لٰكِنْ هٰذِهٖ مُسَامَحَةٌ قَدِيْمَةٌ مِنْ فَخْرِ الْإِسْلَامِ حَيْثُ يَذْكُرُ تَارَةً اَلْاِسْتِدْلَالَ وَالْوُقُوْفَ وَهُوَ فِعْلُ الْمُجْتَهِدِ، وَتَارَةً اَلْعِبَارَةَ وَالْإِشَارَةَ، وَهُوَ مِنْ أَقْسَامِ النَّظْمِ حَقِيْقَةً، وَتَارَةً اَلثَّابِتَ بِالْعِبَارَةِ وَالْإِشَارَةِ وَهُوَ مِنْ صِفَاتِ الْحُكْمِ وَلَا ضَرَرَ فِيْهِ بَعْدَ وُضُوْحِ الْمَقْصُوْدِ.** (ص ۱۵۷۔ رحمانیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ عبارت کی بے غبار تشریح کریں۔ دلالت النص کی تعریف میں ذکر کردہ قیود کے فوائد اور دلالت النص کا حکم تحریر کریں۔ نص اور دلالت النص میں فرق بیان کریں۔ قیاس اور دلالت النص میں فرق واضح کرتے ہوئے

بتلائیں کہ حدود اور کفارات کا اثبات ان میں سے کس سے صحیح ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں چھ امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) عبارت کی تشریح (۴) دلالت النص کی تعریف میں مذکور قیود کے فوائد وحکم (۵) نص اور دلالت النص میں فرق (٦) قیاس اور دلالت النص میں فرق اور حدود وکفارات کے مثبت کی تعیین۔

جواب...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ **کمامرّ فی السوال آنفا۔**

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ اور ثابت بدلالۃ النص وہ چیز ہے جو معنی نص سے لغت کے طور پر ثابت ہو، نہ کہ اجتہاد کے طور پر، مصنف رحمہ اللہ نے عدول کیا یہاں پر عبارت النص اور اشارۃ النص کے طریقہ سے، اور مناسب یہ تھا کہ یوں کہتے **اما الاستدلال بدلالة النص فالعمل بما ثبت الخ**، لیکن یہ علامہ فخر الاسلام رحمہ اللہ کی پرانی مسامحت ہے کہ کبھی وہ ذکر کرتے ہیں **الاستدلال والوقوف** حالانکہ یہ مجتہد کے فعل ہیں، اور کبھی وہ ذکر کرتے ہیں **العبارة والاشارة** حالانکہ یہ دونوں حقیقۃ اقسام نظم میں سے ہیں اور کبھی وہ ذکر کرتے ہیں **الثابت بالعبارة والاشارة** حالانکہ یہ حکم کی صفات میں سے ہیں اور مقصود کی وضاحت کے بعد اس میں کوئی نقصان نہیں ہے۔

❸ عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں مصنف رحمہ اللہ نے نظم ومعنی کے اعتبار سے قرآن کریم کی چوتھی تقسیم کے تیسرے فرد کا ذکر کیا ہے، چنانچہ فرمایا کہ ثابت بدلالۃ النص وہ چیز ہے جو نص کے معنی سے لغت کے طور پر ہی ثابت ہو، اس کو ثابت کرنے کے لئے کسی اجتہاد وغیرہ کی ضرورت نہ ہو جیسے آیت کریمہ **فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أُفٍّ** جیسے والدین کو اُف کہنا ممنوع ہے اسی طرح اس آیت سے ہر شخص بغیر اجتہاد کے سمجھتا ہے کہ والدین کو مارنا اور گالی دینا بھی حرام ہے کیونکہ جب معمولی ایذاء والا لفظ اُف کہنا صحیح نہیں تو مارنا اور گالی دینا بطریق اولیٰ حرام ہے کیونکہ اس میں زیادہ ایذاء رسانی ہے۔

اسکے بعد شارح رحمہ اللہ نے مصنف رحمہ اللہ کی عبارت پر اعتراض کیا ہے کہ مصنف نے دلالت النص کی تعریف میں وہ طریقہ وانداز اختیار نہیں کیا جو انداز عبارت النص اور اشارۃ النص کی تعریف میں اختیار کیا ہے، مصنف کو چاہئے تھا کہ وہ عبارت النص اور اشارۃ النص کے طرز پر یہاں بھی **اما الاستدلال بدلالة النص فالعمل بماثبت الخ** کہتے یعنی دلالت النص سے استدلال کرنے کا مطلب اس چیز پر عمل کرنا ہے جو معنی نص سے ثابت ہو۔ مگر یہ علامہ فخر الاسلام رحمہ اللہ کی پرانی مسامحت ہے چنانچہ وہ کبھی ان تعریفات میں **استدلال** اور **وقوف** کا لفظ استعمال کرتے ہیں حالانکہ یہ دونوں مجتہد کے فعل ہیں اور کبھی وہ تعریف میں عبارت اور اشارت کا لفظ استعمال کرتے ہیں حالانکہ دونوں حقیقۃ نظم کی اقسام ہیں اور کبھی **الثابت بالعبارة** اور **الثابت بالاشارة** کا لفظ استعمال کرتے ہیں حالانکہ یہ دونوں ثابت شدہ حکم کی صفات ہیں الحاصل تعریفات میں یہ سب تسامح علامہ فخر الاسلام رحمہ اللہ سے ہوا ہے اور چونکہ مصنف بھی انکے مقلد ہیں اس وجہ سے انکی اتباع کرتے ہوئے مصنف نے بھی وہی الفاظ استعمال کرتے ہوئے تسامح کا ارتکاب کیا ہے، لیکن بہرحال مقصود اور مفہوم واضح ہونے کے بعد اس قسم کے طرز وطریقہ اختیار کرنے میں کوئی حرج وغیرہ والی بات نہیں ہے۔

❹ دلالت النص کی تعریف میں مذکور قیود کے فوائد وحکم:۔ شارح نور الانوار ملاجیون رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دلالت النص کی تعریف میں بمعنی النص کی قید فصل اول ہے اس سے عبارت النص اور اشارۃ النص خارج ہو گئے کیونکہ وہ دونوں نفس نظم سے ثابت ہوتے ہیں نہ کہ معنی سے **لغة** کی قید معنی النص کی تمیز اور فصل ثانی ہے اس سے مقتضی اور محذوف کو دلالت النص کی تعریف سے خارج

کردیا کیونکہ ان دونوں کا ثبوت شرعی یا عقلی ہوتا ہے نہ کہ لغوی، اور آخر میں **لا اجتهادًا** کی قید احترازی نہیں بلکہ **لغةً** کی تاکید ہے اور اس سے مقصود ان لوگوں پر رد کرنا ہے جو کہتے ہیں کہ دلالت النص قیاس ہی ہے البتہ قیاس خفی ہوتا ہے اور دلالت النص قیاس کی بہ نسبت قیاس جلی ہے۔ شارح فرماتے ہیں کہ دلالت النص کو قیاس قرار دینا درست نہیں ہے کیونکہ قیاس و دلالت النص میں متعدد فرق ہیں

حکم: مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دلالت النص اور اشارۃ النص قطعی الدلالت ہونے میں دونوں برابر ہیں یعنی جس طرح اشارت النص کی دلالت قطعی ہوتی ہے اسی طرح دلالت النص سے جو حکم ثابت ہوتا ہے وہ بھی قطعی ہوتا ہے البتہ اگر اشارۃ النص سے ثابت ہونے والی چیز اور دلالت النص سے ثابت ہونے والی چیز کے درمیان تعارض واقع ہو جائے تو اشارۃ النص پر عمل کرنا اولیٰ اور راجح ہے اسلئے کہ اشارۃ النص میں نظم اور معنی دونوں موجود ہوتے ہیں اور دلالت النص میں صرف معنی لغوی معتبر ہوتا ہے۔

❺ نص اور دلالت النص میں فرق:۔ نص وہ کلام ہے جس میں ظاہر سے زیادہ ظہور پایا جائے متکلم کی طرف سے کسی توضیح کی وجہ سے بایں طور کہ متکلم اس نظم کو اسی معنی کے لئے لایا ہو اور دلالت النص وہ معنی ہے جو نص کے معنی سے لغت کے ذریعے مفہوم ہو اور اس کے جاننے کے لئے اجتہاد و استنباط کی ضرورت نہ ہو۔

❻ قیاس اور دلالت النص میں فرق اور حدود و کفارات کے مثبت کی تعیین:۔ ① قیاس ظنی ہوتا ہے اور دلالت النص قطعی ہوتی ہے ② قیاس پر صرف مجتہد مطلع ہوسکتا ہے اور دلالت النص پر ہر اہل لغت ③ دلالت النص قیاس سے پہلے ہی مشروع ہے ④ منکرینِ قیاس بھی دلالت النص کا انکار نہیں کرتے۔

اس فرق سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حدود و کفارات دلالت النص سے تو ثابت ہوں گے کیونکہ یہ قطعی ہے اور قیاس سے ثابت نہ ہوں گے کیونکہ قیاس ظنی ہے اور ظنی میں احتمالات اور شبہات ہوتے ہیں اور حدود و کفارات شبہات سے ساقط ہو جاتے ہیں۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۲۵ھ

الشق الاوّل ......**وانما جعل الخبر حجة بشرائط فی الراوی، وهی أربعة: العقل والضبط والعدالة والاسلام، فالعقل وهو نور فی بدن الآدمی یضئ به طریق یبتدأ من حیث ینتهی الیه درك الحواس۔**

عبارت کا ترجمہ وتشریح لکھیں۔ خبر واحد کے موجب عمل ہونے کے لئے راوی کے اندر پائی جانے والی چار شرطوں کو اجمالا بیان کریں۔ عقل کامل اور عقل قاصر کی وضاحت کریں۔ (ص۱۹۴۔رحمانیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں چار امور توجہ طلب ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) عبارت کی تشریح (۳) خبر واحد کے موجب عمل ہونے کے لئے راوی کی شرائط اربعہ کی وضاحت (۴) عقلِ کامل وعقلِ قاصر کی وضاحت۔

جواب ...... ① عبارت کا ترجمہ:۔ اور خبر واحد کو حجت قرار دیا گیا ہے اس کے راوی میں چند شرائط کے ساتھ اور وہ چار شرائط ہیں، عقل، ضبط، عدالت اور اسلام، پس عقل بدنِ انسانی میں ایسا نور ہے کہ اس کے ذریعہ راستہ روشن ہو جاتا ہے اور اس کی ایسی جگہ سے ابتداء ہوتی ہے کہ جہاں پر انسانی حواس کے ادراک کی انتہاء ہوتی ہے۔

② عبارت کی تشریح:۔ خبر واحد کے قابل عمل و قابل اعتبار ہونے کے لئے راوی میں جن شرائط کا پایا جانا ضروری ہے، اس

عبارت میں اولاً ان شرائط کو اجمالاً ذکر کیا گیا ہے کہ وہ چار شرائط ہیں ① راوی عاقل ہو ② راوی کلام کو کما حقہ سنے سمجھے اور محفوظ کرے ③ راوی عادل ہو ④ راوی مسلمان ہو۔

اس کے بعد شرطِ اول عقل کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ عقلِ انسانی ایسا نور ہے جس کے ذریعہ اشیاء کا ادراک ہوتا ہے اور اس ادراک کی ابتداء وہاں سے ہوتی ہے جہاں پر انسانی حواس کے ادراک کی انتہاء ہوتی ہے گویا انسان کے حواسِ ظاہرہ کی جہاں پر انتہاء ہوتی ہے اس کے بعد عقلِ انسانی کی ابتداء ہوتی ہے۔

③ **خبرِ واحد کے موجبِ عمل ہونے کیلئے راوی کی شرائطِ اربعہ کی وضاحت:۔** ① خبرِ واحد کے معتبر و موجبِ عمل ہونے کیلئے پہلی شرط یہ ہے کہ اس راوی میں عقل کامل ہو کیونکہ خبر کی وضع معنی ظاہر کرنے کیلئے ہوتی ہے اور عقل کے بغیر اسکا اعتبار نہیں ہوسکتا ② یہ ہے کہ راوی میں ضبط کامل ہو کیونکہ اس کے بغیر اس خبر کا صدق ممکن نہیں ہے اور ضبط کے کامل ہونے میں چند امور کی رعایت ضروری ہے کہ راوی کامل توجہ سے متکلم کی کلام سنے سمجھے محفوظ رکھے اور اس کلام کے حفظ پر اس کی محافظت کی حدود کی رعایت کرتے ہوئے ثابت قدم رہے تاکہ کلام محفوظ رہے ③ یہ ہے کہ راوی عادل ہو یعنی دین میں استقامت اختیار کرے اور نفسانی خواہشات سے بچے اور گناہِ کبیرہ کا ارتکاب نہ کرے اور گناہِ صغیرہ پر اصرار نہ کرے ④ یہ ہے کہ وہ راوی مسلمان بھی ہو یعنی زبان سے ذات وصفات باری تعالیٰ کا اقرار کرے، دل سے تصدیق کرے، جوارح سے عمل کرے۔

④ **عقلِ کامل وعقلِ قاصر کی وضاحت:۔** عقلِ کامل سے مراد بالغ کی عقل ہے اور صبی معتوہ ومجنون کی عقل قاصر ہوتی ہے۔ اسی لئے شریعت نے انہیں ذاتی امور میں تصرف کا اہل نہیں بنایا، لہٰذا وہ دینی امور میں بھی تصرف کے اہل نہیں ہیں اور ان کی روایت معتبر نہیں ہے۔

البتہ اگر سماعِ حدیث اور تحملِ حدیث تو قبل البلوغ ہی ہو مگر روایتِ حدیث بعد البلوغ ہو تو پھر صبی کی حدیث معتبر ہے بشرطیکہ اس نے سماع وتحملِ حدیث ایسی عمر میں کیا ہو جب اسے تمیز وشعور حاصل ہو۔

الشق الثانی ......بیان تبدیل...... وھو النسخ فی اللغۃ......(ص۲۱۹۔رحمانیہ)

نسخ کے لغوی اور اصطلاحی معنی بیان کرنے کے بعد جوازِ نسخ کی دلیل ذکر کریں۔ منسوخ من الکتاب کی اقسام اربعہ مع امثلہ تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں تین امور کا حل مطلوب ہے (۱) نسخ کا لغوی واصطلاحی معنی (۲) جوازِ نسخ کی دلیل (۳) منسوخ من الکتاب کی اقسامِ اربعہ مع امثلہ۔

جواب ...... ① **نسخ کا لغوی واصطلاحی معنی:۔** نسخ کا لغوی معنی نقل وتحویل اور رفع وازالہ ہے جیسے نَسَخَ الْكِتَابَ (اس نے کتاب منتقل کی) اور نَسَخَتِ الشَّمْسُ الظِّلَّ (سورج نے سایہ کو زائل کردیا)۔

اصطلاح میں نسخ کا معنی حکم کی تبدیلی ہے، خواہ یہ تبدیلی پہلے حکم کو بالکل ختم کرکے اس کی جگہ دوسرا حکم لانے کی صورت میں ہو یا کسی سابقہ مطلق وعام حکم میں کوئی قید یا شرط بڑھانے کی صورت میں ہو، یہ متقدمین کے نزدیک ہے اور متاخرین کے نزدیک نسخ وہ تبدیلی ہے جس میں پہلے حکم کے ساتھ دوسرے حکم کی کسی بھی طرح تطبیق نہ ہوسکے۔

② **جوازِ نسخ کی دلیل:۔** نسخ کے جواز کی پہلی دلیل یہ آیت کریمہ ہے مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنْسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا کہ

جب ہم کسی آیت کو نسخ کرتے ہیں یا ذہنوں سے بھلاتے ہیں تو اس آیت سے بہتر دوسری آیت وحکم لے آتے ہیں۔ دوسری دلیل
عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِنَّ اَحَادِیْثَنَا یَنْسَخُ بَعْضُهَا بَعْضًا کَنَسْخِ الْقُرْاٰنِ۔

۴ منسوخ من الکتاب کی اقسام اربعہ مع امثلہ:۔ منسوخ من الکتاب کی چار اقسام ہیں۔ ① منسوخ التلاوۃ والحکم جمیعا: کہ تلاوت وحکم دونوں منسوخ ہوں جیسے سورۃ الاحزاب کے متعلق روایت کیا گیا ہے کہ یہ سورۃ البقرۃ کے برابر تھی۔ اب صرف ستر آیات باقی رہ گئی ہیں حکم وآیات سب کچھ منسوخ ہے ② منسوخ التلاوۃ دون الحکم: کہ صرف تلاوت منسوخ ہو حکم باقی ہو جیسے الشیخ والشیخة اذا زنیا فارجموهما نکالا من الله، اس آیت کی تلاوت تو منسوخ ہو گئی ہے مگر حکم اب بھی باقی ہے ③ منسوخ الحکم دون التلاوۃ: کہ حکم منسوخ ہو گیا ہو مگر تلاوت باقی ہو جیسے لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ اس قسم کی آیات صلح وتخییر کا حکم آیات قتال کے ذریعہ منسوخ ہے مگر تلاوت باقی ہے ④ نسخ و صف الحکم: کہ آیت کا اصل حکم تو باقی رہے مگر حکم عام اور حکم مطلق کو منسوخ کر دیا گیا ہو مثلاً عاشورہ کا روزہ فرضیت رمضان سے قبل فرض تھا اور فرضیتِ رمضان کے بعد اس کی فرضیت ختم ہو گئی مگر جواز وسنیت باقی ہے۔

﴿الورقة الثالثة : فی اصول الفقه﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۲۶ھ

الشق الاوّل ......وانما أورد بهذا النمط ولم يقل: ان أصول الشرع أربعة: الكتاب والسنة وَالاجماع والقياس، ليكون تنبيها على أن الأصول الأول قطعية، والقياس ظني، وهذا باعتبار الأغلب والأكثر والافالعام المخصوص منه البعض وخبرالواحد ظني، والقياس بعلة منصوصة قطعي۔(ص ۱۲۔ رحمانیہ)

عبارت کا ترجمہ وتشریح کریں۔ قیاس بعلۃ منصوصہ کی مثال سے وضاحت کریں۔ نور الانوار کے مصنف رحمہ اللہ کے حالات لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) عبارت کی تشریح (۳) قیاس بعلۃ المنصوصہ کی وضاحت (۴) مصنف رحمہ اللہ نور الانوار کا تعارف۔

جواب ...... ۱ عبارت کا ترجمہ:۔ مصنف رحمہ اللہ نے اصول کو اس طرز پر بیان فرمایا اور یہ نہیں فرمایا کہ اصول شرع چار ہیں کتاب، سنت، اجماع، اور قیاس تا کہ اس بات پر تنبیہ ہو جائے کہ پہلے تین اصول قطعی اور یقینی ہیں اور قیاس ظنی ہے اور یہ اکثریت اور اغلبیت کے اعتبار سے ہے ورنہ تو عام مخصوص منہ البعض اور خبر واحد ظنی ہیں اور علت منصوصہ کی بناء پر قیاس قطعی ہے۔

۲ عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت سے شارح کی غرض ایک اعتراض کا جواب دینا ہے۔ اعتراض کی تقریر یہ ہے کہ اصول شریعت کی تعداد صحیح قول کے مطابق چار ہے کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، اجماع اور قیاس، تو جب قیاس بھی اصول شریعت میں داخل ہے تو مصنف رحمہ اللہ نے پہلے تین اصول کو ذکر کرنے کے بعد قیاس کو الگ طور پر کیوں ذکر کیا ہے اصول الشرع اربعة کیوں نہیں کہا۔ شارح رحمہ اللہ جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مصنف اپنے اس بیان سے مخاطب کو اس بات پر تنبیہ کرنا چاہتے ہیں کہ اصول ثلاثہ قطعی ویقینی ہیں اور اصل رابع (قیاس) ظنی وغیر یقینی ہے اگر ان چاروں کو اکٹھا ذکر کیا جاتا تو فرق واضح نہ ہوتا اور چاروں

اصول کا مفید للیقین یا مفید للظن ہونے میں یکساں ہونا لازم آتا۔ حالانکہ مفید للیقین یا مفید للظن ہونے میں چاروں یکساں نہیں ہے بلکہ پہلے تین مفید للیقین اور چوتھا مفید للظن ہے۔ پس اس خاص مقصد کے تحت مصنف نے عبارت میں یہ خاص طرز اختیار کیا ہے۔

اس کے بعد شارح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان میں سے پہلے تین اصول کا قطعی ویقینی ہونا اور چوتھے اصل کا ظنی وغیر یقینی ہونا اکثر و اغلب کے اعتبار سے ہے، وگرنہ عام مخصوص منہ البعض اور خبر واحد پہلی تین اقسام میں سے ہونے کے باوجود ظنی ہیں اور وہ قیاس جس کی بنیاد علت منصوصہ پر ہو وہ قیاس قطعی ہوتا ہے۔

۳ **قیاس بعلۃ المنصوصہ کی وضاحت:۔** قیاس بعلۃ المنصوصہ کا مطلب یہ ہے کہ وہ قیاس جس کی بنیاد علت منصوصہ پر ہو وہ قیاس مفید للیقین ہوتا ہے جیسے لواطت کی حرمت نصوص میں مذکور نہیں ہے لہٰذا اس کی حرمت قیاس سے ثابت ہونے کی وجہ سے ظنی ہونی چاہئے مگر اس کی حرمت کو وطی کی حرمت پر قیاس کی بنیاد علت اذی ہے جو کہ **قل ھو اذی فاعتزلوا النساء فی المحیض ولا تقربواھن** میں منصوص ہونے کی وجہ سے قطعی ومفید للیقین ہے۔

۴ **مصنف رحمۃ اللہ علیہ نور الانوار کا تعارف۔** نور الانوار کے مؤلف کا نام شیخ احمد بن ابوسعید ہے مگر عام لوگ آپ کو ملاجیون کے لقب سے جانتے ہیں اور آپ کا سلسلہ نسب خلیفہ اول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اسلاف کا اصل وطن مکہ معظمہ ہے پھر آپ کا خاندان ہندوستان میں لکھنؤ کے مضافات میں ضلع رائے بریلی قصبہ امیٹھی میں آباد ہوا اور یہیں ۱۰۴۷ھ میں آپ کی ولادت ہوئی۔ انتہائی کم عمر میں حفظ قرآن کریم کے بعد دیگر علوم وفنون کی تحصیل کے لئے اطراف کے شہروں میں گئے بالآخر علاقہ فتح پور کے مقام کورہ میں ۲۲ سال کی عمر میں ملا لطف اللہ سے سند فراغت حاصل کی، اس وقت سلطان اورنگزیب عالمگیر کی علم دوستی کا بہت زیادہ چرچا تھا علماء کی قدردانی کی اس کشش نے ملاجیون رحمۃ اللہ علیہ کو بھی سلطانی دربار میں کھینچ لیا۔ آپ کے ظاہری و باطنی کمالات سے متاثر ہو کر سلطان عالمگیر نے آپ کی بڑی تعظیم کی اور آپ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا اور ہمیشہ آپ کے ادب واحترام کا لحاظ کیا۔ آپ انتہاء درجہ کے قوی حافظہ کے مالک تھے بڑے بڑے قصیدے ایک ہی دفعہ سن کر یاد کر لیتے اور درسی کتب کی عبارتیں صفحات کے صفحات نوک زبان تھے، اٹھاون سال کی عمر میں حرمین شریفین کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے اور اسی سفر میں دو ماہ سات روز میں نور الانوار جیسی اہم اور فنی کتاب تصنیف کی، اس کے علاوہ بھی آپ کی متعدد تصانیف ہیں ۱۱۳۰ھ میں دارالسلطنت دہلی میں یہ علمی چراغ اس دنیا سے رخصت ہوا۔ **(فجزاہ اللہ احسن الجزاء)**

الشق الثانی ...... **وَمِنْهَا ضَمَانُ الْمَغْصُوْبِ بِالْمِثْلِ وَ هُوَ السَّابِقُ اَوْ بِالْقِيْمَةِ اَىْ مِنْ اَنْوَاعِ الْقَضَاءِ ضَمَانُ الشَّيْءِ الْمَغْصُوْبِ بِالْمِثْلِ فِىْ مَا اِذَا غَصَبَ مِثْلِيًّا وَ اسْتَهْلَكَهٗ وَوُجِدَ الْمِثْلُ فِىْ مَا بَيْنَ النَّاسِ اَوْ بِالْقِيْمَةِ فِيْمَا لَمْ يَكُنْ لَهٗ مِثْلٌ اَوْ كَانَ لَهٗ مِثْلٌ وَ لٰكِنْ اِنْصَرَمَ عَنْ اَيْدِى النَّاسِ فَهٰذَا نَظِيْرُ الْقَضَاءِ بِمِثْلٍ مَعْقُوْلٍ۔** (ص۴۹۔ رحمانیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں، ترجمہ کریں۔ **قضاء بمثل معقول، غیر معقول، ذوات القیم** اور **ذوات الامثال** کی تعریفات قلم بند کریں۔ عبارت میں ذکر کردہ مثال کی بطرز شارح تشریح کریں۔

﴿خلاصہ سوال﴾ ...... اس سوال کا حاصل چار امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) **قضاء بمثل معقول، بمثل غیر معقول، ذوات القیم، ذوات الامثال** کی تعریفات (۴) عبارت میں مذکور مثال کی تشریح۔

جواب ...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ كما مرّ فى السوال آنفا۔

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ من جملہ قضاء کی اقسام میں سے شیئِ مغصوب کا تاوان اس کی مثل کے ساتھ ہے اور یہ مقدم ہے یا قیمت کے ساتھ ہے یعنی قضاء کی اقسام میں سے شئ مغصوب کا تاوان اس کی مثل کے ساتھ ہے اس صورت میں جبکہ غاصب نے مثلی چیز غصب کر کے اس کو ہلاک کر دیا ہو اور مثل لوگوں میں دستیاب بھی ہو یا شیئِ مغصوب کی قیمت کے ساتھ ہے اس صورت میں جبکہ اس کا مثل نہ ہو یا اس کا مثل تو ہو لیکن لوگوں کے ہاتھوں سے منقطع اور ناپید ہو۔ پس یہ قضاء بمثل معقول کی مثال ہے۔

❸ **قضاء بمثل معقول بمثل غیر معقول، ذوات القیم، ذوات الامثال کی تعریفات:۔**

قضاء بمثل معقول: اس سے مراد یہ ہے کہ بغیر شرع کے عقل کے ذریعے اس کی مماثلت کا ادراک کیا جا سکتا ہو۔

قضاء بمثل غیر معقول: اس سے مراد یہ ہے کہ بغیر شرع کے عقل کے ذریعے اس کی مماثلت کا ادراک نہ کیا جا سکتا ہو۔ اور عقل اس کی کیفیت معلوم کرنے سے قاصر ہو۔

ذوات القیم: وہ اشیاء کہلاتی ہیں جن کی مثل بازار میں موجود نہیں بایں طور کہ ان کی مثل موجود ہی نہیں ہے، اگر موجود ہے تو ان میں بہت زیادہ تفاوت وفرق ہے جیسے جانور وغیرہ اور غصب کی صورت میں غاصب پر ان کی قیمت واجب ہوتی ہے کیونکہ وہ قیمت شیئِ مغصوب کی مالیت میں مماثل ہوتی ہے۔

ذوات الامثال: وہ اشیاء کہلاتی ہیں جن کی مثل بغیر تفاوت بازار اور مارکیٹ میں موجود ہو یعنی ان مثلین میں ایسا تفاوت نہ ہو جس کا دونوں کے ہم مثل ہونے میں فرق سمجھا جائے یا بالکل تفاوت ہی نہ ہو یا معمولی تفاوت ہو جیسے گندم وغیرہ۔

❹ عبارت میں مذکور مثال کی تشریح:۔ مثال کی تشریح یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے ذوات الامثال میں سے کوئی چیز غصب کر کے اس کو ہلاک کر دیا ہو اور وہ چیز بازار میں دستیاب ہو تو غاصب پر اس کے مثل کے ساتھ تاوان واجب ہوگا اور اگر وہ شئ مغصوب ذوات القیم میں سے ہو یا ذوات الامثال میں سے ہو مگر اس کا مثل بازار سے دستیاب نہ ہو تو غاصب پر اس کی قیمت واجب ہوگی۔ بہر حال پہلی صورت میں مثل اور دوسری صورت میں قیمت کا واجب ہونا حقوق العباد میں قضاء بمثل معقول کی مثال ہے کیونکہ مثل اور قیمت دونوں شئ مغصوب کی مثل معقول ہیں۔ ذوات الامثال میں مثل کا شئ مغصوب کی مثل معقول ہونا تو بالکل واضح ہے کیونکہ ذوات الامثال میں شئ مغصوب کا تاوان صورۃ بھی شئ مغصوب کا مماثل ہے اور معنی بھی مماثل ہے۔ صورۃ تو اس لیے مماثل ہے کہ تاوان میں جو چیز دی گئی ہے وہ شئ مغصوب کی ہم جنس ہے مثلاً گندم کا تاوان گندم کے ساتھ ادا کیا گیا ہو اور معنی مماثل اس لئے ہے کہ شئ مغصوب اور تاوان میں دی گئی چیز دونوں قیمت کے اعتبار سے قریب قریب ہیں۔ مثلاً مغصوب ایک بوری چاول ہو اور اس کا تاوان بھی اسی قدر چاول ہو تو یہ دونوں مالیت میں قریب قریب ہیں گویا کہ ایک جنس کی دو چیزوں کا مالیت کے لحاظ سے قریب قریب ہونا مثل معنوی ہے بہر حال تاوان میں دی گئی چیز جب شئ مغصوب کی صورۃ بھی مثل ہے اور معنی بھی مثل ہے تو اس کا مثل معقول ہونا ظاہر ہے اور رہا ثانی یعنی تاوان میں شئ مغصوب کی قیمت ادا کرنا اگرچہ صورۃ مثل نہیں ہے لیکن معنی مثل ہے۔ صورۃ تو مثل اسلئے نہیں ہے کہ جو چیز تاوان میں دی گئی ہے یعنی قیمت وہ شئ مغصوب کی ہم جنس نہیں ہے اور معنی مثل اسلئے ہے کہ شئ مغصوب اور اسکی قیمت مالیت میں قریب قریب ہیں اتنی بات ضرور ہے کہ مثل صوری اور مثل معنوی اگرچہ دونوں مثل معقول ہیں لیکن مثل صوری مماثلت میں کامل اور مثل معنوی مماثلت میں قاصر ہے اس فرق کی وجہ سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے **وهو السابق** فرمایا ہے۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۲۶ھ

الشق الاول ......وطریق الاستعارة الاتصال بین الشیئین صورة أو معنی۔ (ص۱۱۲۔رحمانیہ)

استعارہ اور مجاز کی تعریف مع امثلہ لکھیں۔ استعارہ اور مجاز کے درمیان فرق بیان کریں اور بتلائیں کہ **اتصال الحکم بالعلة** اور **اتصال المسبب بالسبب** میں کس کس جانب سے استعارہ جائز ہے؟ اتصال صوری اور اتصال معنوی کی تعریفات ذکر کرنے کے بعد اتصال صوری کی قسمیں بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حل پانچ امور ہیں (۱) استعارۃ اور مجاز کی تعریف مع الامثلہ (۲) استعارہ اور مجاز کے درمیان فرق (۳) **اتصال الحکم بالعلة** اور **اتصال المسبب بالسبب** میں جوازِ استعارہ کی جانب کی تعیین (۴) اتصال صوری اور معنوی کی تعریفات (۵) اتصال صوری کی اقسام۔

جواب...... ❶ استعارۃ اور مجاز کی تعریف مع الامثلہ۔ استعارۃ: **استعمال اللفظ فی غیر ما وضع له لعلامة التشبیه بینهما** استعارہ وہ لفظ کو معنی موضوع لہ کی بجائے معنی غیر موضوع لہ میں استعمال کرنا ہے انکے درمیان علاقہ تشبیہ کی وجہ سے جیسے لفظ **اسد** کو حیوان مفترس کی بجائے رجل شجاع میں استعمال کرنا انکے درمیان علاقہ تشبیہ (شجاعت) کی وجہ سے ہے۔

مجاز: **استعمال اللفظ فی غیر ما وضع له لعلاقة بینهما** مجاز وہ لفظ کو معنی موضوع لہ کی بجائے معنی غیر موضوع لہ میں استعمال کرنا ہے ان کے درمیان تشبیہ کے علاوہ کسی دوسرے علاقے کی وجہ سے۔ جیسے سماء کا لفظ بادل کی بجائے مطر (بارش) کے لئے استعمال کرنا ان کے درمیان صورۃً اتصال کی وجہ سے ہے۔

❷ استعارہ اور مجاز کے درمیان فرق:۔ اصولیین کے نزدیک مجاز اور استعارہ میں کوئی فرق نہیں ہے، یہ دونوں شیٔ واحد ہیں۔ لیکن اہل بلاغت کے نزدیک استعارہ مجاز کی ایک قسم ہے ان دونوں کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے۔ مجاز اعم مطلق اور استعارہ اخص مطلق ہے اگر معنی حقیقی ومجازی کے درمیان تشبیہ کا علاقہ ہو تو استعارہ ہے اگر کوئی اور علاقہ ہو تو مجاز ہے۔

❸ **اتصال الحکم بالعلة، اتصال المسبب بالسبب** میں جواز استعارہ کی جانب کی تعیین:۔ احکام شریعت میں اتصال حکم اور علت کے درمیان بھی جاری ہوتا ہے اور سبب وحکم کے درمیان بھی جاری ہوتا ہے البتہ حکم وعلت میں اتصال جانبین سے ہوتا ہے یعنی سبب بول کر حکم مراد لینا اور حکم بول کر علت مراد لینا دونوں طرح جائز ہے جیسے ملک کا شراء کیساتھ اتصال ہے شراء علت اور ملک حکم ومعلول ہے دونوں ایک دوسرے کی جگہ مراد ہو سکتے ہیں۔ لیکن سبب اور مسبب کے درمیان اتصال جانب واحد سے ہوتا ہے یعنی سبب بول کر مسبب تو مراد لے سکتے ہیں لیکن مسبب بول کر سبب مراد نہیں لے سکتے اسلئے کہ استعارہ اور اتصال میں ضابطہ یہ ہے کہ محتاج الیہ بول کر محتاج مراد لے سکتے ہیں لیکن محتاج بول کر محتاج الیہ مراد نہیں لیا جاسکتا چونکہ **اتصال الحکم بالعلت** میں احتیاج دونوں جانب سے متحقق ہے لہٰذا ہر ایک بول کر دوسرا مراد لیا جاسکتا ہے بخلاف **اتصال المسبب بالسبب** کے اس میں حکم اپنے وجود میں سبب کا محتاج ہوتا ہے لیکن سبب اپنی مشروعیت میں حکم کا محتاج نہیں ہوتا۔ اسلئے صرف سبب بول کر مسبب مراد لیا جاسکتا ہے جیسے ملک متعہ کے زوال کا اتصال ملک رقبہ کے زوال کے ساتھ، اس میں اوّل مسبب اور ثانی سبب ہے۔ اسمیں سبب (**انت حرة**) بول کر مسبب (**انت طالق**) مراد ہوسکتا ہے مگر مسبب (**انت طالق**) بول کر مسبب (**انت حرة**) مراد لینا صحیح نہیں ہے۔

④ اتصال صوری اور معنوی کی تعریفات:۔ اتصال صوری: کا مطلب یہ ہے کہ مجازی معنی کی صورت کسی مجاورت کی وجہ سے حقیقی معنی کی صورت کے ساتھ متصل ہو جائے، اس طور پر کہ مجازی معنی حقیقی معنی کے لئے علت ہو یا مجازی معنی حقیقی معنی کے لئے سبب ہو یا حقیقی معنی مجازی معنی کے لئے شرط ہو یا اس کے برعکس۔

اتصال معنوی: کا مطلب یہ ہے کہ حقیقی معنی اور مجازی معنی دونوں کسی ایسے معنی میں شریک ہوں جو حقیقی معنی کے ساتھ خاص ہو اور حقیقی معنی میں مشہور ہو۔

⑤ اتصال صوری کی اقسام:۔ اتصال صوری کی دو قسمیں ہیں ① اتصال الحکم بالعلة یعنی حکم کا علت کے ساتھ اتصال ② اتصال المسبب بالسبب یعنی مسبب کا سبب کے ساتھ اتصال، ان کی مکمل تفصیل ابھی گزر چکی ہے۔

الشق الثانی ...... **و "حیث" و "أین" اسمان للمکان، فاذا قال: أنت طالق حیث شئت أو أین شئت انه لا یقع مالم تشأ، لانهما لما کانا للمکان والطلاق مما لا یختص بالمکان أصلا، فیحمل علی معنی "إن شئت" فلا یقع مالم تشأ، وتتوقف مشیتها علی المجلس بخلاف "اذا" و "متی".** (ص ۱۵۱۔ رحمانیہ)

عبارت کا ترجمہ اور تشریح کریں اور بتلائیں کہ **حیث** اور **أین** کو **إن** کے معنی پر کیوں محمول کیا **اذا** کے معنی پر کیوں محمول نہیں کیا؟

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) عبارت کی تشریح (۳) **حیث** اور **این** کو **اِنْ** کے معنی پر محمول کرنے اور **اذا** کے معنی پر محمول نہ کرنے کی وجہ۔

جواب ...... ① عبارت کا ترجمہ:۔ اور **حیث** اور **این** دونوں مکان کے اسم ہیں پس جب کسی نے **انتِ طالق حیث شئت** یا **این شئتِ** کہا تو عورت جب تک نہ چاہے طلاق واقع نہ ہوگی۔ کیونکہ یہ دونوں جب مکان کے لئے موضوع ہیں اور طلاق ان چیزوں میں سے ہے جو مکان کے ساتھ مختص نہیں ہے تو اس قول کو **اِنْ شئت** کے معنی پر محمول کیا جائے گا لہٰذا جب تک کہ عورت نہ چاہے طلاق واقع نہ ہوگی اور اس عورت کی مشیت مجلس پر موقوف رہے گی بخلاف **اذا** اور **متی** کے۔

② عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں مصنف رحمہ اللہ نے **حیث** اور **این** کا ذکر کیا ہے کہ یہ دونوں کلمے مکان (جگہ) کے لئے موضوع ہیں لیکن اگر کسی نے **انتِ طالق حیث شئتِ** یا **این شئتِ** کہا تو عورت کی مشیت کے بغیر طلاق واقع نہ ہوگی اور عورت کا یہ چاہنا مجلس کے ساتھ خاص ہوگا یعنی اگر عورت نے مجلس کے بعد چاہا تو اس پر طلاق واقع نہ ہوگی کیونکہ یہ دونوں الفاظ مکان کیلئے موضوع ہیں مگر طلاق کسی مکان کے ساتھ خاص نہیں ہوتی بلکہ جب بھی واقع ہوتی ہے تو تمام مکانات میں واقع ہوتی ہے، اسلئے دونوں کو اپنے حقیقی معنی یعنی مکان پر محمول کرنا متعذر ہو گیا اور جب حقیقت متعذر ہو گئی تو مجازاً ان دونوں کو حرف شرط یعنی کلمہ **اِنْ** پر محمول کیا جائے گا اور **حیث شئت** اور **این شئت** کا معنی **ان شئت** ہوگا اور **انت طالق ان شئت** کی صورت میں چونکہ طلاق عورت کی مشیت کے ساتھ معلق ہوتی ہے اور عورت کی یہ مشیت مجلس کے ساتھ خاص ہوتی ہے اسی لئے **انتِ طالق حیث شئت** اور **این شئت** کی صورت میں بھی طلاق عورت کی مشیت کے ساتھ معلق ہوگی اور عورت کی مشیت مجلس کے ساتھ خاص ہوگی۔

③ حیث اور این کو اِنْ کے معنی پر محمول کرنے اور اذا کے معنی پر محمول نہ کرنے کی وجہ:۔ ابھی تشریح میں یہ بات گزر چکی ہے کہ حیث اور این کو اِنْ کے معنی پر محمول نہیں کرینگے بلکہ اِنْ کے معنی پر محمول کرینگے اسکی وجہ یہ ہے کہ جب یہاں مکان

(جگہ کا معنی حیث اور این سے متعذر ہے تو ان کو مکان کے معنی سے خالی کر دیا گیا اور اس معنی پر محمول کیا جائے گا جو معنی ان دونوں سے زیادہ قریب ہے اور ان دونوں سے زیادہ قریب اِنْ شرطیہ ہے اسلئے کہ کلمہ اِنْ شرطیہ ہونے میں اذا اور متی کی بہ نسبت اصل ہے کیونکہ اِنْ صرف شرط کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے اور دوسرے کسی معنی میں مستعمل نہیں ہوتا۔ اس کے برخلاف اذا اور متی یہ دونوں کبھی شرط کیلئے استعمال ہوتے ہیں اور کبھی شرط کیلئے استعمال نہیں ہوتے۔ پس یہ دونوں مقید ہوئے اور اِنْ کا کلمہ مطلق ہوا اور مطلق مقید پر مقدم ہوتا ہے کیونکہ مطلق مقید ہی کا ایک جزء ہے اور جزء کل پر مقدم ہوتا ہے۔ پس حیث اور این کلمہ اِنْ سے زیادہ قریب ہوئے نہ کہ اذا سے اور جب ایسا ہے تو حیث اور این کو کلمہ اِنْ کے معنی پر محمول کرنا زیادہ مناسب ہے بہ نسبت اذا اور متی کے۔

السوال الثالث ۱۴۲۶ھ

الشق الاوّل ......والوحی نوعان: ظاهر وباطن ، فالظاهر ثلاثة أنواع......(ص ۲۲۵۔ رحمانیہ)

وحی اور اس کی قسموں کی تعریفات مع امثلہ تحریر کریں۔ وحی کا اطلاق اپنی دو قسموں وحی ظاہر اور باطن پر حقیقت اور مجاز کے طور پر ہے یا اشتراک کے طور پر؟ حضور اکرم ﷺ اور ائمہ مجتہدین کے اجتہاد میں فرق بیان کرتے ہوئے بتلائیں کہ رسول اللہ ﷺ کے اجتہاد سے ظاہر ہونے والے شرعی حکم کا کیا رتبہ ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال میں چار امور توجہ طلب ہیں (۱) وحی اور اسکی اقسام کی تعریف مع امثلہ (۲) وحی کا اطلاق ظاہر و باطن پر حقیقت و مجاز یا اشتراک کے قبیل سے؟ (۳) حضور ﷺ کے اجتہاد اور ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ کے اجتہاد میں فرق (۴) حضور ﷺ کے اجتہاد سے ظاہر ہونے والے شرعی حکم کا رتبہ۔

جواب ...... ① وحی اور اس کی اقسام کی تعریف مع امثلہ:۔ وحی کا لغوی معنی **الاعلام فی خفاء** (چپکے سے بتا دینا) ہے اور اصطلاح میں **الوحی هو إعلام من الله تعالى لنبيه** ﷺ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے نبی کو اطلاع کرنا اور بتانا وحی ہے۔ خواہ فرشتہ کے ذریعہ ہو یا کسی اور ذریعہ سے۔ وحی کی ابتداءً دو قسمیں ہیں ① ظاہر ② باطن۔ پھر ظاہر کی تین اقسام ہیں، تو اس لحاظ سے وحی کی چار قسمیں ہوئیں ہر ایک قسم کی تعریف مع المثال یہ ہے۔

① وہ حکم جو فرشتہ (جبرائیل علیہ السلام) کی زبان سے ثابت ہو اور رسول اللہ ﷺ نے اسے وحی لانے والے فرشتہ کا یقینی علم ہونے کے بعد سنا ہو جیسے قرآن مجید کی آیات **کما قال اللہ تعالیٰ قل نزله روح القدس من ربك الخ** ② وہ حکم جو فرشتہ کے اشارہ سے کلام کئے بغیر آپ ﷺ کیلئے ثابت ہو جیسے نبی علیہ السلام نے فرمایا **ان روح القدس نفث فی روعی** ③ وہ حکم جو الہام کے ذریعے آپ ﷺ کے قلب اطہر پر ظاہر ہو بایں طور کہ آپ ﷺ اس کو اپنے اس نور سے دیکھ لیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کے پاس ہے اس کو الہام کہتے ہیں ④ وحی کی چوتھی قسم وحی باطن ہے وحی باطن وہ ہے جو احکامِ منصوصہ میں تامل کے ساتھ اجتہاد کے ذریعے حاصل ہو۔ بایں صورت کہ حکمِ منصوص میں سے کسی علت کا استنباط ہو اور اس پر اسی شئی کو قیاس کیا جائے جس کا حال معلوم نہیں ہے۔

② **کلمۂ وحی کا اطلاق ظاہر و باطن پر حقیقت و مجاز یا اشتراک کے قبیل سے:۔** کلمہ وحی کا ظاہر و باطن (وحی کی دو اقسام) پر اطلاق حقیقت و مجاز کے قبیل سے بھی ہے کہ ظاہر وحی کی حقیقت اور باطن اس کا مجاز ہے اور یہ اشتراک کے قبیل سے بھی ہے یعنی لفظ وحی مشترک ہے ظاہر اور باطن کے معنی میں یعنی وحی کا معنی ظاہر اور باطن یہ دونوں حقیقت ہیں۔

❸ **حضور ﷺ کے اجتہاد اور ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ کے اجتہاد میں فرق:۔** حضور ﷺ کے اجتہاد اور ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ کے اجتہاد میں فرق یہ ہے کہ اگر آپ ﷺ سے کسی حادثہ میں خطاء واقع ہو جائے تو خطاء پر تنبیہ کے لئے وحی نازل ہوتی ہے۔ اور خطاء برقرار نہیں رہتی بخلاف ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ کے کہ اگر ان سے کسی حادثہ کے حکم میں خطاء واقع ہو جائے تو وہ برقرار رہتی ہے۔

❹ **حضور ﷺ کے اجتہاد سے ظاہر ہونے والے شرعی حکم کا رتبہ:۔** حضور ﷺ کے اجتہاد سے ظاہر ہونے والا شرعی حکم حجتِ قطعیہ ہے اور اقسامِ وحی میں داخل ہے اور اس کی مخالفت حرام ہے۔

الشق الثانی ......مندرجہ ذیل اصطلاحات کی تعریفات مثالوں کے ساتھ لکھیں۔

عموم مجاز، حقیقت قاصرہ، خبر متواتر، معارضہ، عام مخصوص منه البعض، مطلق، استثناء، تخصیص

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں فقط مذکورہ اصطلاحات کی تعریفات مع امثلہ مطلوب ہے۔

جواب ......**اصطلاحات کی تعریفات مع امثلہ:۔**

عموم مجاز: لفظ کا ایسا مجازی معنی مراد لینا کہ جس سے لفظ کا حقیقی معنی بھی اس کے افراد میں سے ایک فرد بن جائے اور مجازی معنی بھی اس کا ایک فرد ہی ہو جیسے **و الله لا یضع قدمی فی دار فلان** اس مثال میں وضع قدم کا حقیقی معنی ننگے پاؤں داخل ہونا اور مجازی معنی سوار ہو کر داخل ہونا ہے۔ اب وضع قدم سے ہم نے دخول مراد لیا ہے خواہ ننگے پاؤں ہو یا جوتا پہن کر ہو۔ لہٰذا معنی حقیقی و مجازی دونوں اس کے تحت داخل ہو گئے۔

حقیقتِ قاصرہ: لفظ معنی موضوع لہ کے ایک جزء پر بولا جائے جیسے لفظِ انسان کا اطلاق اس کے معنی موضوع لہ "حیوان ناطق" کے ایک جزء (ناطق) پر یہ حقیقت قاصرہ ہے۔

خبر متواتر: خبر متواتر وہ خبر ہے جس کو ہر زمانہ میں ایک ایسی جماعت سے دوسری جماعت نے نقل کیا ہو کہ اتنی بڑی جماعت کا عقلاً جھوٹ پر اتفاق کرنا ناممکن ہو اور یہ تعداد ابتداء سے لیکر انتہاء تک موجود ہو۔ جیسے قرآن پاک کا نقل ہونا۔

معارضہ: معارضہ لغت میں ممانعت کے طریق پر مقابلہ کا نام ہے اور اصطلاح میں خصم و مقابل کی دلیل کے خلاف دلیل کو قائم کرنا معارضہ کہلاتا ہے، اور اصولیین کی اصطلاح میں معارضہ یہ ہے کہ مستدل ایک وصف کو اپنے دعویٰ اور حکم کو ثابت کرنے کیلئے علت بنا کر پیش کرے لیکن اس کا معارض و مقابل اس علت کو اس طرح پلٹ دے کہ وہ مستدل کے دعویٰ اور حکم کیلئے مثبت ہونے کی بجائے اسکے خلاف ہو جائے مثلاً شوافع کہتے ہیں کہ وضوء میں مسح الرأس رکن ہے جیسے چہرے کا دھونا رکن ہے، پس جس طرح چہرے کے دھونے میں تثلیث سنت ہے اسی طرح مسح الرأس میں تثلیث سنت ہوگی۔ احناف نے معارضہ کرتے ہوئے کہا کہ مسح راس رکن ہے اور موزے پر مسح کرنا اور تیمم کرنا رکن ہے تو جس طرح موزے پر مسح اور تیمم میں تثلیث مسنون نہیں اسی طرح راس پر مسح میں بھی تثلیث مسنون نہیں۔ اس مثال میں شوافع نے جس چیز کو تثلیث کی دلیل بنایا احناف نے اسی چیز کو عدم تثلیث کی دلیل بنا دیا۔

عام مخصوص منه البعض: عام مخصوص منه البعض وہ عام ہے جس کے بعض افراد کو کسی دلیل کی بناء پر حکم سے خاص کر لیا گیا ہو جیسے **اقتلوا المشرکین ولا تقتلوا اهل الذِمّة**۔ اس جملہ میں **اقتلوا المشرکین** عام ہے کہ تمام مشرکین کو قتل کرو اور **ولا تقتلوا اهل الذِمّة** سے اہل الذمۃ کو قتل کرنے کے حکم سے خاص کر دیا گیا۔

مطلق: مطلق ہر وہ لفظ ہے جو صرف ذات پر دال ہو اور ذات کے ساتھ کسی وصف وقید کا لحاظ نہ ہو جیسے آیت وضوء میں لفظ غسل بمعنی دھونا اس میں کوئی زائد قید و وصف ملحوظ نہیں ہے۔

استثناء: استثناء کی تعریف یہ ہے کہ **اِلَّا** یا دیگر حروف استثناء کے ذریعے بعض ان افراد کو حکم میں داخل ہونے سے روک دینا جن کو صدر کلام شامل ہے جیسے **جاء نی القوم الا زید** اس مثال میں زید قوم میں داخل تھا الا کے ذریعے زید کو قوم کے آنے والے حکم میں داخل ہونے سے روک دیا گیا۔

تخصیص: کلام مستقل موصول کے ذریعے عام کے بعض افراد کو عام کے حکم سے خارج کرنا اور بعض کو اس کے تحت باقی رکھنا تخصیص کہلاتا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد **وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا** آیت مذکورہ میں لفظ **الْبَیْعَ** عام ہے یعنی علی الاطلاق ہر طرح کی بیع حلال ہے۔ لیکن **حَرَّمَ الرِّبٰوا** کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے ربا کو خاص کر دیا ہے یعنی ربوا حلال نہیں ہے بلکہ حرام ہے۔ تو بیع کے افراد میں سے ایک فرد ربا کو کلام موصول (**حَرَّمَ الرِّبٰوا**) کے ذریعہ عام کے حکم سے نکال دیا اور باقی افراد بیع کو **وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ** والے حکم میں باقی رکھا۔

﴿الورقة الثالثة : فی اصول الفقه﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۲۷ھ

الشق الاوّل ......ولذلك صح ایقاع الطلاق بعدالخلع ، ووجب مهر المثل بنفس العقد فی المفوضة۔

عبارت میں بیان کردہ دونوں مسئلوں کی بطرز شارح وضاحت کریں۔ **لذلك** کا مشارالیہ بیان کریں۔ خلع فسخ نکاح ہے یا طلاق؟ اس کے متعلق امام شافعی اور حضرات حنفیہ کا اختلاف مدلل بیان کریں۔ (ص ۲۸۔ رحمانیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال کا خلاصہ تین امور ہیں (۱) عبارت میں مذکور مسائل کی تشریح (۲) **ذالك** کا مشار الیہ (۳) خلع کے فسخ یا طلاق ہونے میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل۔

جواب ...... ❶ عبارت میں مذکور مسائل کی تشریح۔ مذکورہ عبارت میں مصنف رحمہ اللہ نے دو مسئلے ذکر فرمائے ہیں، اوّل مسئلہ کی وضاحت یہ ہے کہ جب خاص کا مدلول قطعی واجب الاتباع ہے تو ایک شخص نے جب اپنی بیوی سے خلع کر لیا اور وہ ابھی عدت میں تھی پھر اس کو طلاق دے دی تو یہ طلاق ہمارے نزدیک صحیح ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خلع کے بعد ارشاد فرمایا **فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ الخ** اس میں لفظ فاء خاص لفظ ہے جو خاص معنی تعقیب کیلئے موضوع ہے۔ اور تعقیب کہتے ہیں مابعد کا ماقبل پر مرتب ہونا۔ پس فاء جو ایک خاص لفظ ہے وہ اپنے مدلول کو قطعی طور پر شامل ہوگا یعنی فاء کا مابعد بغیر کسی فصل کے اپنے ماقبل پر مرتب ہوگا اور اس فاء کا ماقبل خلع ہے تو گویا تیسری طلاق خلع پر مرتب ہوئی اور تیسری طلاق کے خلع پر مرتب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ خلع کے بعد طلاق ہو سکتی ہے۔

دوسرے مسئلہ کی تفصیل یہ ہے کہ جب خاص پر عمل کرنا واجب ہے اور بیان کا احتمال نہیں رکھتا تو اگر کسی ولی نے کسی عورت کا ح بغیر ذکر مہر یا مہر کی نفی کے ساتھ کسی سے کر دیا تو شوہر پر محض عقد سے مہر مثلی واجب ہو جائے گا وطی تک تاخیر نہ کی جائے گی کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا **وَ اُحِلَّ لَکُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِکُمْ** ، اس آیت میں ایک لفظ باء جو **بِاَمْوَالِکُمْ**

میں ہے لفظِ خاص ہے جو معلوم معنی (الصاق) کے لئے وضع کیا گیا ہے اور بعض نے کہا کہ ابتغاء لفظ خاص ہے۔ جو معلوم معنی (طلب کرنا) کیلئے وضع کیا گیا ہے۔ مطلب یہ ہوگا کہ عورت کی بضع کا طلب کرنا (عقدِ نکاح) مال (مہر) کے ساتھ ملا ہوا ہو۔ لہٰذا شوہر کے ذمے ہے کہ طلب بضع مہر کے ساتھ ملا ہوا ہو۔ تا کہ باء کے مدلول یعنی الصاق پر قطعی طور پر عمل ہو سکے۔ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ وطی کے بغیر محض عقدِ نکاح سے مہر لازم نہ ہوگا۔

❷ **ذالك کا مشار الیہ:۔** ذالك کا مشار الیہ **مدلول الخاص قطعي واجب الاتباع** ہے۔

❸ **خلع کے فسخ یا طلاق ہونے میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل:۔** احناف اور شوافع کا اختلاف ہے کہ خلع فسخ نکاح ہے یا طلاق ہے۔ احناف کے نزدیک خلع طلاق ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک خلع فسخ نکاح ہے طلاق نہیں۔ ثمرۂ اختلاف یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو دو طلاق دیدیں پھر عدت میں ہی خلع کر لیا یہ شخص عدت گزرنے کے بعد ہمارے نزدیک اس عورت کے ساتھ بغیر حلالہ کے نکاح نہیں کر سکتا جبکہ امام شافعی کے نزدیک نکاح کر سکتا ہے۔ دونوں حضرات کا مستدل اللہ تعالیٰ کا ارشاد **اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ الخ** ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان آیات میں اولاً دو طلاق کا ذکر ہے پھر اسکے بعد خلع کا مسئلہ ذکر فرمایا اسکے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا **فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ** تو حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آیت **فَاِنْ طَلَّقَهَا** ، **اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ** کیساتھ مربوط ہے اور **فَاِنْ طَلَّقَهَا** میں تیسری طلاق کا ذکر ہے درمیان میں خلع جملہ معترضہ کے طور پر ہے جو دو اور ایک طلاق کے درمیان مذکور ہے کیونکہ خلع فسخ نکاح ہے اور فسخ نکاح کے بعد طلاق صحیح نہیں ہے۔ اسلئے **فَاِنْ طَلَّقَهَا الخ** کا تعلق **اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ** کے ساتھ ہے۔

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں **فَاِنْ طَلَّقَهَا...... الخ** میں فاء ایک خاص لفظ ہے جو تعقیب (مابعد کا ماقبل پر مرتب ہونا) کے لئے وضع کیا گیا ہے پس **فـاء** اپنے مدلول کو قطعی طور پر شامل ہوگا یعنی **فـاء** کا مابعد بغیر کسی فصل کے اپنے ماقبل پر مرتب ہوگا اور اس **فـاء** کا ماقبل خلع ہے گویا تیسری طلاق خلع پر مرتب ہوئی اور تیسری طلاق کا خلع پر مرتب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ خلع کے بعد طلاق ہو سکتی ہے اور خلع کے بعد اسی وقت طلاق واقع ہو سکتی ہے جب خلع بھی طلاق ہو کیونکہ طلاق کے بعد طلاق واقع ہو سکتی ہے۔ فسخ کے بعد طلاق واقع نہیں ہو سکتی۔ پس ثابت ہوا کہ خلع طلاق ہے فسخ نکاح نہیں ہے۔

الشق الثانی ...... **وَالْكُفَّارُ مُخَاطَبُوْنَ بِالْاَمْرِ بِالْاِيْمَانِ وَبِالْمَشْرُوْعِ مِنَ الْعُقُوْبَاتِ وَالْمُعَامَلَاتِ وَبِالشَّرَائِعِ فِيْ حُكْمِ الْمُؤَاخَذَةِ فِي الْاٰخِرِ، وَ اَمَّا فِيْ وُجُوْبِ الْاَدَاءِ فِيْ اَحْكَامِ الدُّنْيَا، فَكَذٰلِكَ عِنْدَ الْبَعْضِ وَ الصَّحِيْحُ اَنَّهُمْ لَا يُخَاطَبُوْنَ بِاَدَاءِ مَا يَحْتَمِلُ السُّقُوْطَ مِنَ الْعِبَادَاتِ۔** (ص ۶۸۔ رحمانیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ عبارت کی تشریح کریں۔ وجوب ادا فی احکام الدنیا کے متعلق دونوں مذہبوں کے دلائل تحریر کریں۔

﴿ خلاصۂ سوال ﴾ ...... اس سوال کا حاصل چار امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) عبارت کی تشریح (۴) وجوب ادا فی احکام الدنیا میں دونوں مذاہب کے دلائل۔

جواب ...... ❶ **عبارت پر اعراب:۔** کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ **عبارت کا ترجمہ:۔** اور کفار ایمان لانے اور عقوبات اور معاملات سے متعلق احکام کو بجا لانے کے مخاطب ہیں اور مواخذ اخروی کے اعتبار سے عبادات کے بھی مخاطب ہیں۔ اور بعض کے نزدیک احکامِ دنیا کے اعتبار سے بھی وجوب اداء میں مخاطب

اور صحیح یہ ہے کہ کفار ان عبادات کے ادا کرنے کے مکلّف نہیں ہوتے جو سقوط کا احتمال رکھتی ہیں۔

❸ عبارت کی تشریح:۔ کفار اوامر کے مخاطب ہیں یا نہیں یعنی شارح رحمۃ اللہ علیہ کے اوامر سے جو چیزیں ثابت ہوتی ہیں کفار ان کے مکلّف ہیں یا مکلّف نہیں ہیں۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کفار ایمان لانے اور حدود و قصاص اور معاملات سے متعلق احکام بجالانے کے مکلّف و مخاطب ہیں کیونکہ ایمان لانے کا حکم واقعی میں کفار ہی کو ہوتا ہے۔

رہا عقوبات یعنی حدود و قصاص کا معاملہ تو انکے زیادہ مستحق کفار ہی ہیں کیونکہ حدود و قصاص کا نفاذ مسلمانوں پر اسلیئے ہوتا ہے تاکہ عالَم کا نظم و نسق برقرار رہے اور بقائے عالم کی مصلحت کارفرما ہے اور معاصی سے رکاوٹ اور تنبیہ ہوتی رہے۔ پس جب مسلمانوں پر حدود و قصاص کے نفاذ کا یہ مقصد ہے تو کفار ان چیزوں کے زیادہ مستحق ہیں خاص طور پر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک، کیونکہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حدود و کفارات بنی نوع انسان کو معاصی کے ارتکاب سے روکنے کیلیئے مشروع کیئے گئے ہیں۔ معاصی پر پردہ ڈالنے اور ان کو دور کرنے کیلیئے مشروع نہیں کیئے گئے ہیں۔ بہر حال جب لوگوں کو معاصی سے روکنے کیلیئے مسلمانوں پر حدود جاری کی جا سکتی ہیں تو کفار پر بدرجۂ اولیٰ جاری کی جائیں گی اور رہے معاملات یعنی خرید و فروخت، اجارہ، نکاح وغیرہ تو یہ مسلمانوں اور کافر دونوں کے درمیان جاری ہوتے ہیں۔ لہٰذا ہم کفار کے ساتھ اسی طرح معاملہ کرینگے جس طرح ہم آپس میں کرتے ہیں۔ ہمارے اور انکے درمیان ہر چیز کے معاملہ میں یکسانیت ہے۔ بجز شراب اور سور کے، کیونکہ یہ دونوں کفار کیلیئے تو مباح ہیں لیکن ہمارے لئے مباح نہیں ہیں۔

حاصل یہ کہ کفار، ایمان، عقوبات، معاملات کے اسی طرح مکلّف ہیں جس طرح سے مسلمان مکلّف ہیں۔ یہ تمام تر تفصیل تو دنیوی احکام کے اعتبار سے تھی۔ اخروی مؤاخذہ کے اعتبار سے کفار عبادات نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کے بھی مکلّف اور مخاطب ہیں اور اس میں ہمارے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان پورا اتفاق ہے یعنی کفار کو جس طرح نفس ایمان نہ رکھنے کی وجہ سے عذاب دیا جائے گا اسی طرح فرائض اور واجبات پر ایمان اور اعتقاد نہ رکھنے کی وجہ سے بھی عذاب ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اہل جنت کفار سے کہیں گے تمہیں دوزخ میں کس چیز نے داخل کیا ہے؟ اس پر کفار جواب دیں گے کہ ہم زکوٰۃ اور نماز کی فرضیت پر اعتقاد نہیں رکھتے تھے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ نماز وغیرہ عبادات کی فرضیت پر اعتقاد نہ رکھنے کی وجہ سے بھی کفار کو اسی طرح عذاب ہوگا جس طرح ایمان نہ لانے کی وجہ سے عذاب ہوگا۔

باقی رہی یہ بات کہ کفار دنیوی احکام کے اعتبار سے عبادات کے وجوب کے مخاطب ہیں یا نہیں؟ یعنی احکام دنیا میں کفار پر عبادات کا اداء کرنا واجب ہے یا نہیں؟ تو اس بارے میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ مشائخ بخارا کا قول یہ ہے کہ کفار، وجوب عبادات کے اعتقاد کے تو مخاطب و مکلّف ہیں لیکن ادائے عبادات کے واجب ہونے کے مخاطب نہیں ہیں یعنی کفار، عبادات نماز وغیرہ کے فرض ہونے پر اعتقاد رکھنے کے مکلّف تو ہیں لیکن ادائے عبادات کے مکلّف نہیں ہیں۔ چنانچہ ان حضرات کے نزدیک کفار کو فرضیتِ عبادات کے اعتقاد کو ترک کرنے کی وجہ سے تو عذاب دیا جائیگا لیکن ادائے عبادات کو ترک کرنے کی وجہ سے عذاب نہیں دیا جائیگا اور مشائخ عراق اور اکثر شوافع کا مذہب یہ ہے کہ کفار دنیا میں جس طرح فرضیتِ عبادات کے اعتقاد کے مکلّف ہیں اسی طرح ادائے عبادات کے بھی مکلّف ہیں۔ (تحفۃ الافاق)

❹ وجوب اداء فی احکام الدنیا میں دونوں مذاہب کے دلائل:۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر مشائخ عراق کا کہنا ہے کہ جس طرح آخرت میں عبادات کے اعتقاد کو ترک کرنے کی وجہ سے بالاتفاق کفار کو عذاب ہوگا اسی طرح عبادات نماز وغیرہ ادا نہ کرنے کی وجہ سے

بھی آخرت میں عذاب ہوگا۔اگر کفار دنیا میں ادائے عبادات کے مکلف نہ ہوتے تو انکو آخرت میں ترکِ ادائے عبادات پر عذاب کیوں دیا جاتا۔ادائے عبادات کو ترک کرنے پر عذاب کا دیا جانا اس بات کی دلیل ہے کہ کفار دنیا میں ادائے عبادات کے بھی مکلف ہیں۔

مشائخ بخارا کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو فرمایا کہ اے معاذ تم اہل کتاب کی ایک قوم کے پاس جاؤ گے ان کو اللہ تعالیٰ کی توحید اور میری رسالت پر ایمان لانے کی دعوت دینا اگر وہ اس کو قبول کرلیں تو پانچ وقت کی نمازیں فرض ہونے کی خبر دینا اگر وہ اس کو بھی قبول کرلیں تو ان کو زکوٰۃ فرض ہونے کی اطلاع کرنا۔

یہ حدیث شریف اس بات کی تصریح کرتی ہے کہ کفار عبادات اداء کرنے کے مکلف ایمان کے بعد ہی ہوتے ہیں۔ایمان سے پہلے ادائے عبادات کے مکلف نہیں ہوتے۔اور جب کفار ایمان سے پہلے عبادات کے مکلف نہیں ہوتے تو ادائے عبادات کے ترک کرنے کی وجہ سے آخرت میں ان کو کوئی عذاب بھی نہ ہوگا۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۲۷ھ

الشق الاول ......**وأما المؤول:فما ترجح من المشترك بعض وجوهه بغالب الرأي، وحكمه العمل به على احتمال الغلط.** (ص۹۴۔رحمانیہ)

مؤول کے لغوی اور اصطلاحی معنی بیان کریں۔بطرزِ شارح عبارت مذکورہ کی تشریح مثال دے کر کریں۔مؤول کو اقسامِ نظم میں شمار کرنے کی وجہ بطرزِ شارح تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) مؤول کا لغوی اور اصطلاحی معنی (۲) عبارت کی تشریح مع المثال (۳) مؤول کو اقسامِ نظم میں شمار کرنے کی وجہ۔

جواب...... ❶ مؤول کا لغوی اور اصطلاحی معنی:۔ مؤول تاویل مصدر سے مشتق ہے بمعنی واپس کرانا۔کہا جاتا ہے **اوّله اليه** جب کسی کی طرف واپس کراتا ہو،اور اصطلاح میں مؤول وہ لفظِ مشترک ہے جس کے متعدد معانی میں سے کوئی ایک معنی غالب رائے (خبرِ واحد قیاس وغیرہ مجتہد کی تاویل) سے راجح ہو کر متعین ہو جائے۔

❷ عبارت کی تشریح مع المثال:۔ مصنف رحمہ اللہ نے اس عبارت میں مؤول کی تعریف اور حکم کو بیان کیا ہے۔چنانچہ فرمایا کہ مؤول وہ مشترک ہے جس کا کوئی ایک معنی مجتہد کی تاویل سے راجح ہو کر متعین ہو جائے یعنی جب تک مشترک کے معانی میں سے کسی معنی کو ترجیح نہیں دی جائے گی اس وقت تک اس کو مشترک ہی کہیں گے اور جب کسی ایک معنی کو مجتہد کی تاویل سے ترجیح دیدی جائے گی وہ مشترک مؤول ہو جائے گا۔شارح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مصنف رحمہ اللہ نے مؤول کی تعریف میں من المشترک کی قید اس لئے لگائی تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ یہاں مؤول سے وہ مؤول مراد ہے جو مشترک سے پیدا ہوتا ہے ورنہ اگر خفی مشکل اور مجمل کا خفاء کسی دلیل ظنی سے دور کر دیا جائے تو اس کو بھی مؤول کہتے ہیں لیکن یہ مؤول بیان کی اقسام میں سے ہے نہ کہ نظم کی اقسام میں سے۔

مصنف رحمہ اللہ کی عبارت **بغالب الرأي** پر اعتراض کیا گیا ہے کہ مصنف رحمہ اللہ نے مؤول کی جو تعریف کی ہے یہ جامع نہیں ہے کیونکہ بعض اوقات مشترک کے کسی ایک معنی کو خبرِ واحد کے ذریعے ترجیح دی جاتی ہے حالانکہ غالب الرائے کی قید کی وجہ سے یہ تعریف اس کو شامل نہیں ہے۔تو شارح رحمہ اللہ اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ متن میں غالب الرائے سے مراد ظن غالب

ہے ظن غالب خواہ خبرِ واحد سے حاصل ہو خواہ قیاس سے خواہ تامل وغیرہ سے حاصل ہو لہٰذا تعریف جامع ہے۔

شارح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مشترک کے چند معانی میں سے کسی ایک معنی کا راجح ہونا کبھی صیغہ اور لفظ میں غور کرنے سے ہوتا ہے جیسے یوں کہا جائے کہ لفظ قروء سے حیض کے معنی مراد ہیں کیونکہ قروء جمع ہے اور اقلِ جمع تین ہیں اور تین پر عمل حیض مراد لینے کی صورت میں ہوسکتا ہے، نہ کہ طہر مراد لینے کی صورت میں۔ اور کبھی سیاق وسباق میں غور کرنے سے ایک معنی راجح ہوتا ہے۔ اگر قرینہ لفظیہ لفظِ مشترک سے مقدم ہو تو اس کو سباق کہتے ہیں اور اگر قرینہ لفظِ مشترک سے مؤخر ہو تو اس کو سیاق کہتے ہیں۔ سباق کی مثال **وَالْمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْءٍ** ہے یعنی لفظ قروء جو مشترک لفظ ہے اس میں حیض کے معنی راجح ہیں اور قرینہ لفظیہ لفظ ثلاثہ ہے جو لفظِ مشترک پر مقدم ہے۔ اور سیاق کی مثال باری تعالیٰ کا قول **اُحِلَّ لَکُمْ لَیْلَةَ الصِّیَامِ الرَّفَثُ** اور **اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ** ہے کیونکہ پہلی آیت میں **احلّ** دوسری آیت میں **احلّنا** مشترک الفاظ ہیں کیونکہ اس کے معنی نزول کرنے کے بھی ہیں اور حلال کرنے کے بھی ہیں لیکن پہلی آیت میں لفظ **الرَّفَثُ** بمعنی جماع جو لفظِ مشترک سے مؤخر ہے اس بات پر قرینہ ہے کہ **اُحِلَّ، حِلٌّ** حلال کرنے سے مشتق ہے نہ کہ **حُلُوْلٌ** سے۔ اور دوسری آیت میں لفظ **دار المقامۃ** بمعنی جنت جو **احلنا** لفظ مشترک سے مؤخر ہے اس بات پر قرینہ ہے کہ **احلنا، حلول** (نزول کرنے) سے مشتق ہے نہ کہ **حل** سے۔

پھر مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے حکم کو بیان فرمایا کہ مجتہد کی تاویل سے جو معنی متعین ہوں گے ان پر عمل کرنا واجب ہوگا مگر اس احتمال کے ساتھ کہ ممکن ہے یہ معنی غلط ہوں اور دوسرے معنی صحیح ہوں کیونکہ مجتہد غلطی بھی کرتا ہے اور درست بھی کرتا ہے۔ حاصل یہ کہ مؤول ظنی ہوتا ہے قطعی نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کا منکر کافر نہیں ہوتا مگر اس پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے۔

③ مؤوّل کو اقسامِ نظم میں شمار کرنے کی وجہ:۔ مؤوّل کا حصول اگرچہ فعلِ تاویل سے ہوتا ہے لہٰذا مؤول کو نظم کی قسم نہیں ہونا چاہئے لیکن اس کے باوجود مؤول کو نظم کی اقسام سے شمار کیا گیا ہے کیونکہ تاویل کے بعد حکم صیغہ کی طرف منسوب ہوتا ہے اور صیغہ نظم کی قبیل سے ہے لہٰذا مؤول نظم کی اقسام میں سے ہوگا اور یہ ایسا ہوگیا گویا نص اس حکم کے ساتھ وارد ہوئی ہے۔

الشق الثانی ......**فالواو لمطلق العطف، من غير تعرض لمقارنة، ولا ترتيب، وفي قوله لغير الموطوءة: ان دخلت الدار فأنت طالق وطالق وطالق، انما تطلق واحدة عند أبي حنيفة......** (ص۱۲۳۔رحمانیہ)

واؤ مطلق عطف کے لئے ہے، اس کا مطلب مثال دے کر واضح کریں اور امام شافعی کا مسلک دلیل کے ساتھ لکھیں۔ وفی قولہ لغیر الموطوءۃ...... سے ایک سوال مقدر کا جواب دیا گیا ہے، سوال اور جواب کی وضاحت کریں۔ اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہ اور صاحبین رحمہم اللہ کا اختلاف بطرزِ شارح تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) واؤ کے مطلق عطف کیلئے ہونے کا مطلب مع مثال (۲) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک مع الدلیل (۳) **وفی قولہ لغیر الموطوءۃ** سوال وجواب کی وضاحت (۴) مسئلہ مذکورہ میں امام صاحب اور صاحبین رحمہم اللہ کے درمیان اختلاف۔

جواب ...... **① واؤ کے مطلق عطف کیلئے ہونے کا مطلب مع مثال:۔** واؤ مطلق عطف یعنی شرکت کیلئے ہے اسکے معنی میں مقارنت وترتیب ملحوظ نہیں ہوتی۔ مقارنت کا مطلب یہ ہے کہ دو چیزوں کا ایک زمانہ میں جمع ہونا اور ترتیب کا مطلب حرف

عطف کے مابعد کا اسکے ماقبل سے زمانہ میں مؤخر ہوتا ہے۔ بہر حال واؤ کے ذریعے ایک مفرد کو دوسرے مفرد پر معطوف کیا جائے تو کبھی شرکت صرف محکوم علیہ میں ہوگی جیسے **قام و قعد زید** اس مثال میں قیام اور قعود دونوں میں زید (محکوم علیہ) کی شرکت کا حکم ہے۔ یا صرف محکوم بہ میں شرکت ہوگی جیسے **قام زید و عمرو** یہاں قیام (محکوم بہ) میں زید اور عمر دونوں کی شرکت کا حکم ہے۔ اور اگر واؤ کے ذریعہ ایک جملہ کا عطف دوسرے جملہ پر کیا گیا ہو تو شرکت صرف ثبوت اور وجود میں ہوگی جیسے **قام زید و قعد عمرو** میں صرف یہ بتلانا مقصود ہے کہ قیام زید اور قعود عمر دونوں ثابت اور موجود ہیں۔ الحاصل واؤ نہ تو مقارنت کیلئے ہے اور نہ ہی ترتیب کیلئے اور یہی مذہب احناف کا ہے اور اسی کے قائل نحات بصرہ، نحات کوفہ، امام سیبویہ اور اہلِ لغت ہیں، چنانچہ **جاء نی زید و عمرو** کے معنی احناف وغیرہ کے نزدیک یہ ہیں کہ زید اور عمر دونوں آنے میں شریک ہیں قطع نظر اس بات سے کہ دونوں ایک ساتھ آئے ہوں یا یکے بعد دیگرے۔

۲ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک مع الدلیل:۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول یہ ہے کہ واؤ ترتیب کیلئے ہے چنانچہ مذکورہ مثال میں ان کے نزدیک **جاء نی زید و عمرو** میں زید کی مجیئت مقدم ہے **عمرو کی مجیئت** سے یعنی زید پہلے آیا ہے اور **عمرو** بعد میں آیا۔ دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **نحن نبدا بما بدأ اللہ** یعنی ہم سعی کا طواف اسی جگہ سے شروع کریں گے جہاں سے اللہ تعالیٰ نے شروع کیا ہے اور اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد **اِنَّ الصَّفَا وَ الْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ** ہے یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ نے سعی کے بیان کا آغاز صفا سے کیا ہے اسی طرح ہم بھی سعی کا آغاز اور ابتداء صفا سے کرینگے۔ شوافع کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے باری تعالیٰ کے اس قول سے یہ سمجھا کہ واؤ ترتیب کیلئے ہے چنانچہ واؤ اگر ترتیب کیلئے نہ ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح نہ فرماتے بلکہ یوں فرماتے **نحن نبدا بالصفا** ہم تو سعی کا آغاز صفا سے کرینگے۔ لیکن **نحن نبدأ** کے بعد **بما بدأ اللہ** فرمانا اور اسکے بعد شہادت میں آیت **ان الصفا** پیش کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے واؤ سے ترتیب کا معنی اخذ کیا ہے۔

دوسری دلیل اللہ تعالیٰ کا ارشاد **وارکعوا و اسجدوا** ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ واؤ ترتیب کے لئے ہے کیونکہ رکوع کی تقدیم سجود پر بالاتفاق واجب ہے پس رکوع کی تقدیم کا سجود پر واجب ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ واؤ ترتیب کیلئے ہے کیونکہ اگر واؤ ترتیب کے لئے نہ ہوتی تو رکوع کی تقدیم سجود پر واجب نہ ہوتی۔

۳ و فی قوله لغیر الموطوءة الخ سوال و جواب:۔ اس عبارت میں احناف پر وارد ہونے والے ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنی غیر مدخولہ بیوی سے کہا **ان دخلت الدار فانت طالق و طالق و طالق** یعنی تینوں طلاقوں کو دخول دار سے معلق کیا اور تینوں کو حرف عطف واؤ کے ساتھ ذکر کیا تو اس صورت میں دخول دار کے وقت حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صرف ایک طلاق واقع ہوتی ہے اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک تینوں طلاقیں واقع ہوتی ہیں۔ معلوم ہوا کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک واؤ ترتیب کیلئے ہے چنانچہ ترتیب کی وجہ سے جب پہلی طلاق واقع ہوئی تو وہ ایک طلاق سے بائنہ ہوگئی غیر مدخول بہا عورت ایک طلاق سے بائنہ ہو جاتی ہے اور اس پر عدت واجب نہیں ہوتی۔ جب وہ دوسری اور تیسری طلاق کیلئے بائنہ ہونے کی وجہ سے طلاق کا محل باقی نہ رہی تو اس پر دوسری اور تیسری طلاق واقع نہ ہوگی۔ بہر حال پہلی طلاق کا واقع ہونا اور دوسری اور تیسری طلاق کا واقع نہ ہونا یہی ترتیب ہے جو واؤ سے مستفاد ہے۔ پس ثابت ہوا کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک واؤ ترتیب کے لئے ہے حالانکہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ واؤ کے معنی میں ترتیب کے قائل نہیں ہیں۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صاحبین رحمہما اللہ کے

نزدیک مذکورہ واؤ مقارنت کے لئے ہے۔ چنانچہ مذکورہ کلام سے ان کے نزدیک تین طلاقیں ایک ساتھ واقع ہو جاتی ہیں اور غیر مدخول بھا عورت پر ایک ساتھ تین طلاقیں واقع بھی کی جاسکتی ہیں۔ بہر حال مذکورہ کلام سے تین طلاقوں کا ایک ساتھ واقع ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ واؤ مقارنت کے لئے ہے حالانکہ صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک واؤ مقارنت کیلئے نہیں آتی ہے۔

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ مذکورہ مثال **ان دخلت الدار فانت طالق و طالق و طالق** میں دخول دار کے وقت امام صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک ایک طلاق کا واقع ہونا اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک تین کا واقع ہونا اس لئے نہیں کہ امام صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک واؤ ترتیب کیلئے اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک مقارنت کیلئے ہے جیسا کہ معترض کا خیال ہے بلکہ اسلئے ہے کہ امام صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک اس کلام کا موجب اور مقتضیٰ افتراق ہے یعنی طلاقون کے درمیان ترتیب واؤ سے پیدا نہیں ہوئی بلکہ طلاقوں کو یکے بعد دیگر ایسے طور پر ذکر کرنے سے پیدا ہوئی ہے کہ طلاق اوّل بلا واسطہ شرط پر معلق ہے اور طلاق ثانی طلاق اوّل کے واسطہ سے اور طلاق ثالث طلاق اوّل اور ثانی کے واسطہ سے معلق ہے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر اس کلام کا مقتضیٰ افتراق نہ ہوتا یعنی علیحدہ علیحدہ طلاقیں واقع کرنا نہ ہوتا تو قائل تینوں کو ایک ساتھ ذکر کر کے یوں کہتا **ان دخلت الدار فانت طالق ثلاثا** پس جب قائل نے **ثلاثا** کا لفظ ذکر نہیں کیا بلکہ **انت طالق و طالق و طالق** کہا تو معلوم ہو گیا کہ قائل کا مقصد افتراق ہے یعنی قائل تینوں کو الگ الگ کر کے واقع کرنا چاہتا ہے۔ بہر حال اس کلام کا موجب افتراق ہے اور افتراق کلمہ واؤ کی وجہ سے متغیر نہیں ہوتا کیونکہ واؤ مطلق جمع کیلئے ہے اور مطلق جمع افتراق میں بھی موجود ہے۔ یعنی واؤ جو مطلق جمع کیلئے ہے اسکی وجہ سے افتراق زائل نہیں ہوگا یعنی چند چیزیں الگ الگ مذکور ہونے کے باوجود جمع ہو سکتی ہیں۔ پس جب اس کلام کا مقتضیٰ اور موجب افتراق ہے تو یہ تینوں طلاقیں اسی انداز پر الگ الگ واقع ہونگی جس انداز پر ان کو معلق کیا گیا ہے۔ یعنی پہلی طلاق جو بلا واسطہ شرط پر معلق ہے وہ پہلے واقع ہوگی اور دوسری طلاق جو ایک واسطہ سے معلق ہے وہ اسکے بعد دوسرے نمبر پر واقع ہوگی اور تیسری طلاق جو دو واسطوں سے معلق ہے وہ تیسرے نمبر پر واقع ہوگی اور جب یہ طلاقیں الگ الگ واقع ہوئیں تو غیر مدخول بہا عورت پہلی طلاق سے ہی بائنہ ہو گئی مگر چونکہ غیر مدخول بہا پر عدت واجب نہیں ہے اسلئے وہ پہلی طلاق کے بعد دوسری اور تیسری طلاق کا محل باقی نہیں رہی۔ اور جب وہ پہلی طلاق کے بعد محل طلاق نہ رہی تو دوسری اور تیسری طلاق اس پر واقع نہ ہوگی بلکہ یہ دونوں رائیگاں چلی جائینگی۔ بہر حال امام صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک پہلی طلاق کا واقع ہونا اور بعد کی دو کا واقع نہ ہونا اسلئے نہیں کہ واؤ ترتیب کیلئے ہے بلکہ اسلئے ہے کہ اس کلام کا موجب افتراق ہے۔

اسی طرح صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک تین طلاقیں اسلئے واقع نہیں ہوئیں کہ انکے نزدیک واؤ مقارنت کیلئے ہے بلکہ اسلئے واقع ہوئیں کہ انکے نزدیک اس کلام کا موجب اجتماع ہے کیونکہ اگر اس کلام کا موجب اجتماع نہ ہوتا یعنی ایک بار تینوں کو واقع کرنا مقصود نہ ہوتا تو قائل تینوں کو ایک شرط پر معلق نہ کرتا بلکہ علیحدہ علیحدہ شرطوں پر معلق کرتا پس تینوں طلاقوں کو ایک شرط پر معلق کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ قائل تینوں کو ایک ساتھ واقع کرنا چاہتا ہے اور اس کلام کا موجب اجتماع ہے اور اجتماع کلمہ واؤ کی وجہ سے متغیر نہیں ہوتا اسلئے کہ واؤ مطلق جمع کیلئے ہے اور مطلق جمع اجتماع میں متحقق ہے اس طور پر کہ جب تین طلاقیں ایک ساتھ واقع ہوں گی تو ان میں جمع کے معنی بھی متحقق ہونگے۔ بہر حال صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک اس کلام کا موجب اجتماع ہے یعنی قائل تینوں کو ایک ساتھ واقع کرنا چاہتا ہے اور غیر مدخول بھا کو ایک ساتھ تین طلاقیں واقع بھی کی جاسکتی ہیں۔ لہٰذا اس کلام کی وجہ سے صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی اور تین طلاقوں کا واقع ہونا اسلئے نہیں ہوگا کہ واؤ مقارنت کیلئے ہے بلکہ اسلئے ہوگا کہ اس کلام کا موجب اجتماع ہے۔

④ امام صاحب اور صاحبین کے درمیان اختلاف:۔ ابھی سوال وجواب کے ضمن میں مکمل اختلاف مع الدلائل ذکر ہو چکا ہے۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۲۷ھ

الشق الاوّل ...... عام اور مطلق کی تعریف لکھیں اور انکے درمیان فرق واضح کریں۔ اقتضاء النص اور اشارۃ النص کی تعریف لکھنے کے بعد دونوں کے درمیان فرق بیان کریں۔ شرط الشیئ، سبب الشیئ اور علت الشیئ کی تعریفات لکھیں اور ان کے درمیان فرق بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں تین امور حل طلب ہیں (۱) عام اور مطلق کی تعریف مع فرق (۲) اقتضاء النص اور اشارۃ النص کی تعریف مع فرق (۳) شرط الشیئ، علت الشیئ اور سبب الشیئ کی تعریفات مع فرق۔

جواب ...... ① عام اور مطلق کی تعریف مع فرق:۔ عام: وہ لفظ ہے جو علیٰ سبیل الشمول متفقۃ الحدود افراد کو شامل ہو جیسے قوم کا لفظ اپنے تمام افراد مرد وعورت بچے بوڑھے سب کو شامل ہے۔

مطلق: وہ لفظ ہے جو صرف ذات پر دال ہو اس کے ساتھ کسی وصف وقید کا لحاظ نہ کیا گیا ہو جیسے آیت وضو میں مطلق غسل کا حکم ہے اس میں کوئی وصف وقید ملحوظ نہیں ہے۔ عام اور مطلق میں فرق یہ ہے کہ عام متفقۃ الحدود متعدد افراد کو شامل ہوتا ہے جبکہ مطلق افراد کو شامل نہیں ہوتا بلکہ صرف ذات بلا وصف وقید پر دلالت کرتا ہے۔

② اقتضاء النص اور اشارۃ النص کی تعریف مع فرق:۔ اقتضاء النص کا معنی ہے وہ چیز جس کا نص نے تقاضا کیا ہے اور وہ حکم ہوتا ہے الحاصل اقتضاء النص وہ حکم ہے کہ اس کا مقدم ہونا نص پر عمل کرنے کے لئے شرط ہو یعنی اس کے تقدم کے بغیر نص پر عمل نہ کیا جا سکے کیونکہ یہ ایسا امر ہے جس کا نص مقتضی ہوتا ہے۔

اشارۃ النص وہ معنی ہے جو الفاظِ نص سے لغۃً ثابت ہو لیکن وہ نص سے مقصود بھی نہ ہو اور کلام اس کیلئے چلائی بھی نہ گئی ہو۔

ان کے درمیان فرق یہ ہے کہ اشارۃ النص نص کے الفاظ سے لغتاً ثابت ہوتا ہے بخلاف اقتضاء النص کے کہ وہ نص کے الفاظ سے لغتاً ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس پر نظم کی صحت شرعاً یا عقلاً موقوف ہوتی ہے۔

③ شرط الشیئ، علت الشیئ اور سبب الشیئ کی تعریفات مع فرق:۔ شرط الشیئ: وہ چیز ہے جسکی وجہ سے اس شے کا وجود ہو اور اس کے بغیر وہ شیئ وجود میں ہی نہ آئے جیسے وضوء نماز کیلئے شرط ہے اسکے بغیر نماز کا وجود ممکن ہی نہیں ہے۔

علت الشیئ: وہ شیئ ہے جو کہ ذاتہ مشروع نہ ہو بلکہ اس شیئ کیلئے مشروع کی گئی ہو جیسے ملک رقبہ ثبوت ملک متعہ کیلئے علت ہے۔

سبب الشیئ: وہ شی ہے جو حکم کی طرف پہنچنے کا ایک راستہ ہو اور اسکی طرف شی کے وجود اور وجوب کی نسبت نہ کی جائے جیسے انت حرۃ سبب ہے زوال ملک متعہ کا اور زوال متعہ کی "انتِ حرۃ" کی طرف نسبت نہیں کی جاتی بلکہ زوال ملکِ رقبہ کی طرف نسبت کی جاتی ہے۔

ان تینوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ علت کی طرف شیئ کے وجوب کی نسبت کی جاتی ہے اور شرط کی طرف شیئ کے وجود کی نسبت کی جاتی ہے۔ اور سبب کی طرف نہ شیئ کے وجوب کی نسبت کی جاتی ہے اور نہ وجود کی بلکہ یہ اس شیئ تک پہنچنے کا ایک طریق ہوتا ہے۔

الشق الثانی ...... وَالْاَصْلُ الرَّابِعُ الْقِيَاسُ اَيِ الْاَصْلُ الرَّابِعُ بَعْدَ الثَّلٰثَةِ لِلْاَحْكَامِ الشَّرْعِيَّةِ هُوَ الْقِيَاسُ

اَلْمُسْتَنْبَطُ مِنْ هٰذِهِ الْاُصُوْلِ الثَّلٰثَةِ وَ كَانَ يَنْبَغِيْ اَنْ يُقَيِّدَهٗ بِهٰذَا الْقَيْدِ كَمَا قَيَّدَهٗ فَخْرُ الْاِسْلَامِ وَ غَيْرُهٗ لِيَخْرُجَ الْقِيَاسُ الشِّبْهِيُّ وَالْعَقْلِيُّ وَلٰكِنَّهٗ اِكْتَفٰى بِالشُّهْرَةِ۔ (ص۱۱۔رحمانیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں۔وضاحت کریں۔قیاس شبھی اور عقلی کی تعریف کر کے مثال بیان فرمائیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا خلاصہ تین امور حل ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کی وضاحت (۳) قیاس شبھی اور قیاس عقلی کی تعریف مع مثال۔

جواب...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کی وضاحت:۔ شارح نورالانوار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ احکام شرعیہ کی ادلہ ثلاثہ (کتاب،سنت،اجماع) کے بعد احکام شرعیہ کی چوتھی دلیل قیاس ہے جو مستقل دلیل نہیں ہے بلکہ مذکورہ تینوں دلیلوں سے ماخوذ اور مستنبط ہے۔

و کان ینبغی ان یقیده الخ سے شارح رحمہ اللہ کی غرض مصنف رحمہ اللہ پر ایک اعتراض کر کے اس کا جواب دینا ہے۔ اعتراض کی تقریر یہ ہے کہ جب قیاس کی چار قسمیں ہیں اور اس جگہ صرف ایک قسم یعنی قیاس شرعی مراد ہے تو قیاس کی باقی تینوں قسموں کو خارج کرنے کے لئے ماتن کو متن میں القیاس کو المستنبط من هذه الاصول الثلثة کی قید کے ساتھ مقید کرنا چاہئے تھا جیسا کہ علامہ فخرالاسلام اور دیگر حضرات مصنفین نے کیا ہے۔

شارح رحمہ اللہ نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ مصنف رحمہ اللہ نے شہرت پر اکتفاء کرتے ہوئے القیاس کو مذکورہ قید کے ساتھ مقید نہیں کیا یعنی سب ہی لوگ اس بات سے واقف ہیں کہ اصول فقہ کی کتب میں قیاس شرعی مذکور ہوتا ہے نہ کہ دوسرا کوئی قیاس۔لہٰذا اس قید کو ذکر کرنا اور نہ کرنا برابر ہے۔ چنانچہ اس جگہ قیاس کے ذکر سے ذہن قیاس شرعی ہی کی طرف منتقل ہوگا کسی دوسرے قیاس کی طرف منتقل نہیں ہوگا۔

❸ قیاس شبھی اور قیاس عقلی کی تعریف مع مثال:۔ قیاسِ شبھی: وہ قیاس ہے کہ حکم علت مشابہت و مشاکلت فی الصورۃ کی وجہ سے ایک صورت سے دوسری صورت کی طرف متعدی ہو جائے جیسے کوئی شخص کہے کہ قعدہ اخیرہ فرض نہیں ہے کیونکہ قعدہ اخیرہ شکل وصورت میں قعدہ اولیٰ کے مشابہ ہے اور قعدۂ اولیٰ فرض نہیں ہے اس لئے قعدۂ اخیرہ بھی فرض نہیں ہے۔

قیاسِ عقلی: وہ قول ہے جو ایسے دو مقدمات سے مرکب ہو جن کے تسلیم کر لینے کے بعد ایک تیسرا قول تسلیم کرنا لازم آئے جیسے ''زید ناطق وکل ناطق انسان'' ان دو مقدمات کو تسلیم کرنے سے تیرا مقدمہ فزید انسان تسلیم کرنا لازم آئے گا۔

﴿الورقة الثالثة : فی اصول الفقه﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۲۸ھ

الشق الاوّل......وَاِذَا عُدِمَتْ صِفَةُ الْوُجُوْبِ لِلْمَامُوْرِبِهٖ لَا تَبْقٰى صِفَةُ الْجَوَازِ عِنْدَنَا خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ هٰذَا بَحْثٌ آخَرُ مُتَعَلِّقٌ بِمَا مَرَّ مِنْ اَنَّ مُوْجَبَ الْاَمْرِ هُوَالْوُجُوْبُ يَعْنِيْ اَنَّهٗ اِذَا نُسِخَ الْوُجُوْبُ الثَّابِتُ بِالْاَمْرِ فَهَلْ تَبْقٰى صِفَةُ الْجَوَازِ الَّذِيْ فِيْ ضِمْنِهٖ اَمْ لَا؟ (ص۶۰۔رحمانیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں۔ وضاحت کریں۔ اختلاف مذکور کو مدلل بیان کریں۔ نیز اختلاف مذکورہ کا ثمرہ لکھنا نہ بھولئے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں چار امور توجہ طلب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کی وضاحت (۳) اختلاف کی وضاحت مع الدلائل (۴) اختلاف کا ثمرہ۔

جواب...... ❶ **عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔**

❷ **عبارت کی وضاحت:۔** عبارت کا حاصل یہ ہے کہ امر کا موجب وجوب ہے اگر امر سے ثابت شدہ وجوب منسوخ ہوگیا تو وجوب کے ضمن میں ثابت شدہ جواز باقی رہے گا یا نہیں۔ جواز سے مراد وہ کام ہے جس کے کرنے میں کوئی حرج نہ ہو۔ اس بارے میں احناف وشوافع کا اختلاف ہے۔

❸ **اختلاف کی وضاحت مع الدلائل:۔** احناف کے نزدیک وجوب کے منسوخ ہوتے ہوئے جو جواز اس ضمن میں تھا وہ بھی منسوخ ہو جائے گا باقی نہیں رہے گا اور شوافع کے نزدیک وجوب منسوخ ہونے کے بعد جواز باقی رہتا ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عاشورہ کا روزہ ابتداءً اس امت پر فرض تھا لیکن رمضان کے روزوں کی فرضیت سے صومِ عاشورہ کی فرضیت منسوخ ہوگئی مگر اس کا استحباب اب بھی باقی ہے۔ چنانچہ ہمارے زمانے میں یہ روزہ جائز ہی نہیں بلکہ مستحب ہے اس سے معلوم ہوا کہ فرضیت اور وجوب منسوخ ہونے کے بعد جواز باقی رہتا ہے، جواز منسوخ نہیں ہوتا۔

احناف کی دلیل یہ ہے کہ بنی اسرائیل پر ناپاک کپڑے کو پاک کرنے کیلئے نجاست لگے ہوئے حصہ کو کاٹنا فرض تھا لیکن ہم سے اسکی فرضیت اور جواز دونوں منسوخ ہوگئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب وجوب منسوخ ہوتا ہے اسکے ساتھ ساتھ جواز بھی منسوخ ہو جاتا ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ جب صوم عاشورہ کی فرضیت منسوخ ہوئی تھی تو اس کا جواز بھی منسوخ ہوگیا تھا لیکن بعد میں اس کا جواز دوسری دلیل سے ثابت ہوا نہ کہ اس دلیل سے جو اس کی اداء کو واجب کرنے والی ہے۔ اور دوسری دلیل حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی صوم عاشورہ کی فضیلت والی حدیث ہے۔

❹ **اختلاف کا ثمرہ:۔** شارح فرماتے ہیں کہ احناف وشوافع کے درمیان اس اختلاف کا ثمرہ اس حدیث میں ظاہر ہوگا کہ آپ نے ارشاد فرمایا **من حلف علي يمين فرأى غيرها خيرًا منها فليكفر عن يمينه** (جو شخص کسی چیز پر قسم کھائے پھر اس کے غیر کو اس سے بہتر سمجھے تو وہ اپنی قسم کا کفارہ دے پھر وہی کام کرے جو بہتر ہے) یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ کفارہ کو حانث ہونے پر مقدم کرنا واجب ہے لیکن تقدیم کفارہ کا وجوب بالاجماع منسوخ ہو چکا ہے یہ اب واجب نہیں ہے لہٰذا شوافع کے نزدیک صرف وجوب منسوخ ہوا ہے۔ جواز اب بھی باقی ہے لہٰذا تقدیم کی صورت میں بھی کفارہ ادا کرنا صحیح ہے ہمارے نزدیک یہ تقدیم کفارہ جائز نہیں ہے لہٰذا اگر کسی نے کفارہ پہلے دے دیا پھر حانث ہوا تو وہ دوبارہ کفارہ ادا کریگا اور پہلا کفارہ صدقہ نافلہ بن جائے گا۔

الشق الثانی......**ويظهر التفاوت عند التعارض ليصير الادنى متروكا بالاعلى يعنى لايظهر التفاوت بيـن هـذه الاربعة فى الظنية والقطعية لان كل واحدمن الظاهر والنص والمفسر والمحكم قطعى فانما يظهر التفاوت عند التعارض فيعمل بالاعلى دون الادنى۔** (ص ٩٧۔ رحمانیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں۔ وضاحت کریں۔ **تعارض بين الظاهر والنص** کی مثال دیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کی وضاحت (۳) ظاہر اور نص کے درمیان تعارض کی مثال۔

جواب...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کی وضاحت:۔ مذکورہ چاروں قسموں ظاہر، نص، مفسر اور محکم کے درمیان ظنیت اور قطعیت کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے یعنی ایسا ہرگز نہیں کہ ان میں سے بعض ظنی اور بعض قطعی ہوں بلکہ تمام قطعی اور مفید یقین ہیں۔ البتہ تعارض کے وقت یہ فرق ظاہر ہوگا کہ اعلیٰ پر عمل کیا جائے گا اور ادنیٰ کو ترک کر دیا جائے گا کیونکہ اعلیٰ واوضح پر عمل کرنا ادنیٰ پر عمل کرنے کی بہ نسبت زیادہ بہتر ہے۔ چنانچہ جب ظاہر اور نص کے درمیان تعارض واقع ہو تو نص پر عمل ہوگا۔ اور جب نص اور مفسر کے درمیان تعارض واقع ہو تو مفسر پر عمل ہوگا اور جب مفسر اور محکم کے درمیان تعارض واقع ہو تو محکم پر عمل ہوگا اس لئے کہ نص ظاہر کے مقابلہ میں اور مفسر نص کے مقابلہ میں اور محکم مفسر کے مقابلہ میں اعلیٰ ہے۔ اور اس تعارض سے مراد صوری تعارض ہے نہ کہ حقیقی اور تعارض صوری سے مراد یہ ہے کہ اثبات ونفی کے اعتبار سے تعارض ہو یعنی دونوں حجتوں میں سے ایک میں حکم کا اثبات ہو اور دوسری میں حکم کی نفی ہو۔

❸ ظاہر اور نص کے درمیان تعارض کی مثال:۔ ظاہر اور نص کے درمیان تعارض واقع ہونے کی مثال وَ اُحِلَّ لَکُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِکُمْ (حلال ہیں تم کو سب عورتیں ان کے سوا بشرطیکہ طلب کرو ان کو اپنے مال کے بدلے)۔ فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ (جو عورتیں تم کو بھلی لگیں ان سے نکاح کرو، دو دو سے تین تین سے چار چار سے) ان دو آیتوں میں سے پہلی آیت وَ اُحِلَّ لَکُمْ الخ چار عورتوں پر توقف کئے بغیر تمام محلات کے حلال ہونے میں ظاہر ہے۔ لہٰذا ایک شخص کیلئے ایک وقت میں چار سے زائد عورتیں حلال ہیں اور دوسری آیت اس بات میں نص ہے کہ ایک شخص کیلئے چار عورتوں سے تجاوز کرنا جائز نہیں ہے۔ اسکی دلیل یہ ہے کہ یہ آیت عدد ہی بیان کرنے کیلئے لائی گئی ہے۔ اور آخری عدد رباع (چار) ہے لہٰذا نص قرآن سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ ایک مرد ایک وقت میں زیادہ سے زیادہ چار عورتوں کو نکاح میں رکھ سکتا ہے۔ جب پہلی آیت تمام محلات کے حلال ہونے میں بغیر کسی تحدید کے ظاہر ہے اور دوسری آیت چار عورتوں سے زائد کے جائز نہ ہونے میں نص ہے تو ظاہر اور نص کے درمیان تعارض واقع ہوگیا اور تعارض کی صورت میں نص کو ترجیح حاصل ہوتی ہے اسلئے دوسری آیت یعنی نص عمل کے اعتبار سے راجح ہوگی اور ایک وقت میں صرف چار عورتوں کو نکاح میں رکھنا جائز ہوگا اس سے زائد کو ایک وقت میں نکاح میں رکھنا جائز نہیں ہوگا۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۲۸ھ

الشق الاوّل......حَتّٰی لِلْغَایَةِ کَاِلٰی یَعْنِیْ اَنَّ حَتّٰی وَاِنْ عُدَّتْ هٰهُنَا فِیْ حُرُوْفِ الْعَطْفِ لٰکِنَّ الْاَصْلَ فِیْهَا مَعْنَی الْغَایَةِ کَاِلٰی بِاَنْ یَّکُوْنَ مَا بَعْدَهَا جُزْءً لِّمَا قَبْلَهَا کَمَا فِیْ اَکَلْتُ السَّمَکَةَ حَتّٰی رَاْسَهَا اَوْ غَیْرَ جُزْءٍ کَمَا فِیْ قَوْلِهٖ هِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ وَ اَمَّا عِنْدَ الْاِطْلَاقِ وَ عَدَمِ الْقَرِیْنَةِ فَالْاَکْثَرُ اِنَّ مَا بَعْدَهَا دَاخِلٌ فِیْمَا قَبْلَهَا

عبارت پر اعراب لگائیں۔ وضاحت کریں۔ اکلت السمکة حتی رأسها کی ترکیب کریں۔ (ص ۱۳۸۔ رحمانیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کی وضاحت (۳) اکلت السمکة حتی رأسها کی ترکیب۔

جواب ...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کی وضاحت:۔ مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کلمہ حتّٰی غایت کے لئے آتا ہے جس طرح کلمہ اِلٰی غایت کے لئے آتا ہے یعنی حتی کا شمار اگرچہ حروف عطف میں ہے لیکن اس میں غایت کے معنی حقیقی ہیں جیسا کہ اِلٰی میں غایت کے معنی حقیقی ہیں یعنی اس کا مابعد اس کے ماقبل کا جز ہوتا ہے جیسے ھِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ میں "طلوعِ فجر" لَیْلَةُ الْقَدْرِ کا جز نہیں ہے یعنی لیلۃ القدر میں پوری رات امان رہتا ہے۔ مگر یہ امان طلوعِ فجر سے پہلے ہی ختم ہو جاتا ہے۔

شارح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کلمہ حَتّٰی جب بغیر کسی قید اور قرینہ کے ہو تو اکثر نحویون کی رائے یہ ہے کہ حَتّٰی کا مابعد اس کے ماقبل کے حکم میں داخل ہوتا ہے اور بعض حضرات نے کہا کہ حَتّٰی کا مابعد حَتّٰی کے ماقبل کے حکم میں داخل نہیں ہوتا ہے اور مبرد کی رائے یہ ہے کہ اگر "حَتّٰی" کا مابعد اس کے ماقبل ک اجز ہو تو مابعد ماقبل کے حکم میں داخل ہوگا ورنہ نہیں۔

❸ اکلت السمکۃ حتی راسہا کی ترکیب:۔ اکلت فعل بافاعل السکۃ مفعول بہ حتی جارہ رأسہا مضاف ومضاف الیہ ملکر مجرور جار ومجرور مل کر متعلق ہوا فعل کے، فعل اپنے فاعل مفعول بہ ومتعلق سے ملکر جملہ فعلیہ خبر یہ ہوا۔

اکلت فعل بافاعل السمکۃ معطوف علیہ حتی عاطفہ رأسہا مضاف ومضاف الیہ مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل ومفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبر یہ ہوا۔

الشق الثانی ......التنصیص علی الشیئ باسمه العلم یدل علی الخصوص عند البعض کقوله علیه السلام الماء من الماء فهم الانصار عدم وجوب الاغتسال بالاکسال لعدم الماء وعندنا لایدل علیه سواء کان مقرونا بالعدد او لم یکن لان النص لم یتناوله فکیف یوجب نفیا او اثباتا؟ والاستدلال منهم بحرف الاستغراق۔

عبارت کا ترجمہ کرکے مذکورہ مسئلہ کی تشریح کریں۔ العلم سے کیا مراد ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) مسئلہ کی تشریح (۳) العَلم و بعض کی مراد

جواب ...... ❶ عبارت کا ترجمہ:۔ کسی چیز کی اُس کے اسم علم کے ساتھ صراحت کرنا بعض علماء کے نزدیک خصوصیت پر دلالت کرتا ہے جیسے آپ ﷺ کا فرمان الماء من الماء (غسل انزال کی وجہ سے لازم ہے)۔ اس سے انصار نے محض جماع کی صورت میں انزال نہ ہونے کی وجہ سے غسل کے عدمِ وجوب کو سمجھا اور ہمارے نزدیک تخصیص خصوص پر دلالت نہیں کرتی خواہ وہ کسی عدد کے ساتھ ملی ہوئی ہو یا عدد کے ساتھ ملی ہوئی نہ ہو اس لئے کہ نص جب اُس چیز کو شامل ہی نہیں ہے تو اُس چیز کی نفی یا اثبات کو کیسے لازم کر سکتی ہے اور بعض حضرات کا استدلال حرفِ استغراق سے ہے۔

❷ مسئلہ کی تشریح:۔ حنفیہ کے نزدیک استدلال اقسام اربعہ (عبارت النص، اشارۃ النص، دلالت النص، اقتضاء النص) میں منحصر ہے جبکہ دیگر ائمہؒ کے نزدیک کچھ دلائل (فاسدہ) بھی ہیں، ان میں سے ایک دلیل یہ ہے کہ کسی چیز کے اسم علم پر کسی حکم کا لگانا یہ اس چیز کی خصوصیت کی علامت و دلیل ہے لہٰذا خاص طور پر اس چیز پر حکم لگانا غیر سے اس حکم کی نفی پر دلالت کرتا ہے اور علم پر حکم لگانے کی اس تخصیص کو وہ مفہوم لقب کہتے ہیں۔

اختلاف: نصوص میں کسی علم یا اسم جنس پر کوئی حکم لگایا گیا ہو تو کیا وہ حکم اسی کے ساتھ خاص ہوگا اور اسکے علاوہ سے حکم کی نفی ہو جائیگی یا نہیں تو اس بارے میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ بعض اشعریہ اور حنابلہ کا قول یہ ہے کہ اس میں مفہوم مخالف معتبر ہے اسکے علاوہ سے اس حکم کی نفی ہو جائیگی، جبکہ حنفیہ کے نزدیک اسم علم یا اسم جنس پر حکم لگانا بقیہ سے حکم کی نفی پر دلالت نہیں کرتا۔

اشعریہ اور حنابلہ کی دلیل آپ ﷺ کا ارشاد **الماء من الماء** ہے اس حدیث میں ماء ثانی یعنی خروج منی پر غسل کا حکم لگایا گیا ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اہلِ زبان ہونے کے باوجود مفہوم مخالف کا اعتبار کیا اور یہ سمجھا کہ خروج منی پر غسل کا جو حکم لگایا گیا ہے عدمِ خروجِ منی پر وجوبِ غسل کا یہ حکم نہیں ہوگا اگر اسمِ علم یا اسمِ جنس پر حکم لگایا جانا اس کے علاوہ سے نفی پر دلالت نہ کرتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس حدیث کا یہ مطلب ہرگز نہ سمجھتے۔ تو معلوم ہوا اگر کسی اسمِ علم یا اسمِ جنس پر کوئی حکم لگایا گیا ہو تو اسکے علاوہ سے اس حکم کی نفی ہو جائیگی۔

احناف رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ اسم علم یا اسم جنس پر حکم لگانا اس کے علاوہ سے حکم کی نفی پر دلالت کرے تو کلمہ طیبہ سے بندہ مسلمان ہونے کی بجائے کافر ہو جائے گا۔

اس لئے کہ محمد اسمِ علم ہے اور اس پر رسول اللہ ہونے کا حکم لگایا گیا ہے پس مفہومِ مخالف کا اعتبار کرنے کی صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ محمد ﷺ کے علاوہ کوئی شخص رسول نہیں ہے حالانکہ یہ بات خلاف واقع ہونے کی وجہ سے جھوٹ ہے اور قرآن وحدیث کے خلاف ہونے کی وجہ سے ایسا عقیدہ رکھنا کفر ہے۔ پس معلوم ہوا کہ مفہومِ مخالف معتبر نہیں ہے۔

❸ **العلم و بعض کی مراد:۔** مصنف کی عبارت میں لفظِ علم سے مراد وہ لفظ ہے جو ذات پر دال ہو خواہ وہ علم ہو یا اسم جنس ہو۔
مصنف رحمہ اللہ کی عبارت میں عند البعض کا مصداق بعض اشعریہ اور حنابلہ ہیں۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۲۸ھ

الشق الاول ...... **وَ لَمَّا فَرَغَ الْمُصَنِّفُ عَنْ تَعْرِيْفِ الْخَاصِ وَ تَقْسِيْمِه شَرَعَ فِيْ بَيَانِ حُكْمِهٖ فَقَالَ وَ حُكْمُهٗ اَنْ يَتَنَاوَلَ الْمَخْصُوْصَ قَطْعًا وَلَا يَحْتَمِلُ الْبَيَانَ لِكَوْنِهٖ بَيِّنًا۔** (ص۲۱۔رحمانیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ عبارت میں مذکورہ دونوں حکموں کی وضاحت کریں۔ عبارت میں مذکورہ لفظ بیان کی مراد واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) عبارت میں مذکور حکموں کی وضاحت (۴) لفظ ''بیان'' کی مراد۔

جواب ...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

❷ **عبارت کا ترجمہ:۔** اور جب مصنف رحمہ اللہ خاص کی تعریف اور اس کی تقسیم سے فارغ ہوئے تو خاص کے حکم میں شروع ہوئے پس فرمایا کہ خاص کا حکم یہ ہے کہ وہ اپنے مخصوص کو قطعی طور پر شامل ہوتا ہے، اور وہ واضح ہونے کی وجہ سے بیان کا احتمال نہیں رکھتا۔

❸ **عبارت میں مذکور حکموں کی وضاحت:۔** اس عبارت میں مصنف رحمہ اللہ نے خاص کے دو حکم بیان کئے ہیں ① کہ یہ اپنے مدلول کو قطعی اور یقینی طور پر شامل ہوتا ہے اس میں غیر کا احتمال نہیں ہوتا چنانچہ جب ہم نے **زید عالم** کہا تو اس میں زید خاص ہے غیر کا اس میں احتمال نہیں ہے۔ اور **عالم** بھی خاص ہے اس میں بھی غیر کا احتمال نہیں ہے۔ غرض ان دونوں کلموں (زید اور عالم)

میں سے ہر ایک اپنے معنیٰ اور مدلول کو قطعی طور پر شامل ہے اور جب ان میں سے ہر ایک اپنے مدلول کو قطعی طور پر شامل ہے تو زید پر عالم ہونے کا حکم قطعی طور پر ثابت ہو جائے گا۔ ② کہ خاص بذاتِ خود واضح ہونے کیوجہ سے کسی تفسیر و توضیح کا احتمال نہیں رکھتا ہے اور یہ دونوں حکم متحد اور آپس میں متلازم ہیں۔ کیونکہ خاص کا قطعی طور پر اپنے مدلول کو شامل ہونا اس بات کو مستلزم ہے کہ وہ بیان تفسیر کا احتمال نہ رکھے۔ اس میں حکم اول حنفی مذہب کو بیان کرنے کے لئے ہے کیونکہ حنفیہ کے نزدیک خاص کا حکم قطعی ہوتا ہے۔ اور دوسرا حکم امام شافعی رحمہ اللہ کے قول کی نفی کرنے کے لئے ہے کیونکہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک خاص بیان تفسیر کا احتمال رکھتا ہے۔

④ لفظ ''بیان'' کی مراد:۔ مصنف رحمہ اللہ کی عبارت میں لفظِ ''بیان'' سے مراد بیان تفسیر ہے کیونکہ یہ بذاتِ خود واضح ہونے کی وجہ سے قطعی ہوتا ہے اور بیانِ تفسیر قطعی ہونے کے منافی ہے البتہ خاص بیان تغییر، تبدیل اور بیان تقریر کا احتمال رکھتا ہے کیونکہ یہ تینوں بیان قطعی ہونے کے منافی نہیں ہیں۔

الشق الثانی......(وملك النكاح لايضمن بالشهادة بالطلاق بعدالدخول) تفريع ثالث لنا على ان مالامثل له لا يضمن ۔ (ص ۵۲۔ رحمانیہ)

عبارت میں مذکورہ مسئلہ کی پوری وضاحت کریں۔ **بعد الدخول** کی قید کا فائدہ بیان کریں۔ بریکٹ والی عبارت کی ترکیب کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حاصل تین امور ہیں (۱) مسئلہ کی وضاحت (۲) **بعد الدخول** کی قید کا فائدہ (۳) **ملك النكاح...... الخ** کی ترکیب۔

جواب...... ① مسئلہ کی وضاحت:۔ ماقبل میں یہ قاعدہ بیان کیا گیا تھا کہ اگر کوئی چیز ایسی ہو جس کا کوئی مثل نہ ہو، نہ مثل کامل نہ قاصر اور نہ ہی مثل صوری اور نہ مثل معنوی، تو اس کا تاوان واجب نہیں ہوتا۔ اس عبارت میں اسی قاعدہ پر تفریع قائم کی گئی ہے۔

تفریع کا حاصل یہ ہے کہ اگر دو آدمیوں نے گواہی دی کہ حامد نے دخول اور جماع کے بعد اپنی بیوی کو طلاق دی ہے اس گواہی کے نتیجہ میں قاضی نے میاں بیوی کے درمیان تفریق کرادی اور شوہر پر مہر ادا کرنے کا حکم دیا۔ پھر دونوں گواہوں نے اپنی شہادت سے رجوع کر لیا اور یہ کہا کہ ہم لوگوں نے جھوٹی گواہی دی تھی تو ہمارے نزدیک یہ دونوں گواہ شوہر کے لئے کسی چیز کے ضامن نہ ہوں گے اور ان پر کسی قسم کا تاوان واجب نہ ہوگا کیونکہ دخول اور جماع کرنے کی وجہ سے شوہر پر مہر تو واجب ہو ہی چکا تھا خواہ وہ طلاق دیتا یا طلاق نہ دیتا۔ لہٰذا ان گواہوں نے شوہر کی کوئی چیز تلف نہیں کی ہے البتہ بیوی کے ساتھ لطف اندوز ہونے اور جماع کا جو جواز تھا جس کو ملک نکاح کہا جاتا ہے اس کو ضائع کر دیا ہے۔ یعنی ملکِ نکاح باقی نہیں رہا۔ لیکن ملک نکاح ایسی چیز ہے جس کا کوئی مثل نہیں ہے کیونکہ نہ تو بضع کی بضع کے ساتھ مماثلت ہے اور نہ بضع کی مماثلت مال کے ساتھ ہے۔ بضع کی بضع کے ساتھ مماثلت تو اس لئے نہیں کہ یہ تبادلہ شریعت میں حرام ہے یعنی شریعت میں یہ بات جائز نہیں ہے کہ اگر گواہوں نے شوہر کے بضع کو تلف کر دیا تو وہ اسکے بدلہ میں دوسرا بضع لطف اندوز ہونے کیلئے دیدیں۔ اور مال کے ساتھ بضع کی مماثلت اس لئے نہیں کہ ملکِ بضع مال کے ساتھ متقوم نہیں ہوتا یعنی ملکِ بضع کی کوئی قیمت مالی نہیں ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ نکاح کے وقت بصورت مہر ملکِ بضع کی قیمت واجب ہوتی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ وہ بضع کی قیمت نہیں ہوتی بلکہ بضع کی عظمت و شرافت کو ظاہر کرنے کیلئے مہر لازم ہوتا ہے۔

② **بعد الدخول** کی قید کا فائدہ:۔ صاحب نور الانوار رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ماتن نے طلاق بعد الدخول کی قید اس لئے لگائی

کہ اگر گواہوں نے طلاق قبل الدخول کی شہادت دی اور پھر اس سے رجوع کر لیا تو وہ گواہ شوہر کے لئے نصف مہر تاوان دینے کے ذمہ دار ہوں گے۔ کیونکہ دخول سے پہلے شوہر پر صرف طلاق کے وقت مہر واجب ہوتا ہے اس لئے کہ اس بات کا احتمال ہے کہ عورت ''نعوذ باللہ'' مرتد ہو جائے یا شوہر کے بیٹے سے (جو دوسری بیوی سے ہے) پھنس کر حرام کاری کر بیٹھے حالانکہ ان دونوں صورتوں میں عورت کے ناشزہ ہونے کی وجہ سے مہر بالکلیہ باطل ہو جاتا ہے۔ پس دخول سے پہلے طلاق پر گواہی دینے سے طلاق واقع ہو جائے گی اور طلاق کی وجہ سے جھوٹے گواہوں پر نصف مہر لازم ہو جائے گا۔

❸ **و ملك النكاح کی ترکیب:۔** واؤ استنافیہ **ملك النكاح** مضاف مضاف الیہ مل کر مبتداء **لا يضمن** فعل ونائب فاعل **با جارة الشهادة** مصدر **بـالطلاق** جار مجرور مل کر متعلق ہوا مصدر کے **بعد الدخول** مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول فیہ، مصدر اپنے متعلق اور مفعول فیہ سے مل کر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق ہوا فعل کے، فعل مجہول اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر بتاویل مفرد خبر۔ مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

﴿الورقة الثالثة : فی أصول الفقه﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۲۹ھ

الشق الاوّل ......ثُمَّ لَمَّا فَرَغَ الْمُصَنِّفُ عَنْ بَيَانِ الْخَاصِ بِاَحْكَامِهٖ وَ اَقْسَامِهٖ شَرَعَ فِیْ بَيَانِ الْعَامِ فَقَالَ وَ اَمَّا الْعَامُ فَمَا يَتَنَاوَلُ اَفْرَادًا مُتَّفِقَةَ الْحُدُوْدِ عَلٰى سَبِيْلِ الشُّمُوْلِ ۔(ص۷۵،۷۶۔رحمانیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ عام کی تعریف میں مذکورہ قیود کے فوائد بیان کریں۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے عام کی تعریف میں لفظ **تناول** ذکر کیا ہے نہ کہ لفظ **استغراق** اس کی وجہ بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حل چار امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) عام کی تعریف میں مذکور قیود کے فوائد (۴) تعریفِ عام میں تناول کا لفظ ذکر کرنے کی وجہ۔

جواب ...... ❶ **عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔**

❷ **عبارت کا ترجمہ:۔** پھر جب مصنف رحمۃ اللہ علیہ خاص اور اس کے احکام واقسام کے بیان سے فارغ ہوئے تو اب عام کے بیان میں شروع ہوتے ہیں چنانچہ فرمایا کہ **عام وہ لفظ ہے جو علی سبیل الشمول ایسے افراد کو شامل ہو جن کی حدود متفق ہوں۔**

❸ **عام کی تعریف میں مذکور قیود کے فوائد:۔** عام کی تعریف میں ماتن نے **يتناول افرادا** کی قید سے عام کی تعریف سے خاص کو نکال دیا اور مثنیٰ کو بھی نکال دیا کیونکہ مثنیٰ دو فردوں کو شامل ہوتا ہے نہ کہ کئی افراد کو، باقی اس قید سے خاص العین اسلئے نکل گیا کہ خاص العین فردِ واحد اور شخص واحد کا نام ہے اور خاص الجنس اسلئے نکل گیا کہ جنس کے بارے میں بعض حضرات کا مذہب تو یہ ہے کہ جنس مفہوم کلی اور معنی کلی کیلئے وضع کیا گیا ہے اور بعض حضرات کا مذہب یہ ہے کہ جنس فردِ منتشر کیلئے موضوع ہے یعنی ایسے ایک فرد کیلئے موضوع ہوتا ہے جس کا اطلاق ہر ہر فرد پر ہو سکتا ہے اور کثیر پر صدق کا احتمال ہو سکتا ہے اور خاص النوع اس لئے نکل گیا کہ نوع [illegible] اسماء عدد بھی خارج ہو گئے کیونکہ عدد اجزاء کو شامل ہوتا ہے نہ کہ افراد کو اور

اس قید سے مشترک بھی خارج ہوگیا اسلئے کہ مشترک معانی کو شامل ہوتا ہے اور افراد کو شامل نہیں ہوتا اور مصنف رحمہ اللہ کا قول **متفقة الحدود الخ** ماہیتِ عام کی تحقیق بیان کرنے کیلئے ہوگا اور کسی کو عام کی تعریف سے خارج کرنے کیلئے نہ ہوگا لیکن بعض لوگوں نے کہا ہے کہ **متفقة الحدود الخ** کی قید سے مشترک خارج ہوگیا اسلئے کہ مشترک مختلفۃ الحدود افراد کو شامل ہوتا ہے۔

④ تعریفِ عام میں تناول کا لفظ ذکر کرنے کی وجہ:۔ شارح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ماتن کا عام کی تعریف میں **یتناول** کا لفظ ذکر کرنا اور **استغراق** کا لفظ ذکر نہ کرنا علامہ فخر الاسلام رحمہ اللہ کی اتباع میں ہے۔ کیونکہ علامہ فخر الاسلام رحمہ اللہ کے نزدیک عام کا اپنے تمام افراد کو **علی سبیل الاستغراق** شامل ہونا شرط نہیں ہے بلکہ عام کا اپنے تمام افراد کو شامل ہونا کافی ہے۔ خواہ **استغراق** پایا جائے یا نہ پایا جائے۔ لہٰذا اس تعریف کے اعتبار سے جمع منکر بھی عام ہے اور صاحب توضیح کے نزدیک عام میں استغراق شرط ہے اسلئے ان کے نزدیک جمع منکر عام وخاص کے درمیان واسطہ ہے۔

الشق الثانی ......**وَالْمَهْجُوْرُ شَرْعًا كَالْمَهْجُوْرِ عَادَةً مُرَتَّبِطٌ بِقَوْلِهٖ اَوْ مَهْجُوْرَةً اَیْ لَا یَلْزَمُ فِی الْمَصِیْرِ اِلَی الْمَجَازِ اَنْ تَکُوْنَ الْحَقِیْقَةُ مَهْجُوْرَةً عَادَةً بَلِ الْمَهْجُوْرُ شَرْعًا كَالْمَهْجُوْرِ عَادَةً حَتّٰی یَنْصَرِفَ التَّوْکِیْلُ بِالْخُصُوْمَةِ اِلَی الْجَوَابِ مُطْلَقًا۔** (ص۱۱۶۔رحمانیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں۔ وضاحت کریں۔ **توکیل بالخصومة** میں امام زفر و امام شافعی رحمہ اللہ کے اختلاف کو بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کی وضاحت (۳) **توکیل بالخصومة** میں ائمہ کا اختلاف۔

جواب ...... **① عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔**

② عبارت کی وضاحت:۔ مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو حقیقت شرعاً مہجور اور متروک ہو اس کا حکم وہی ہے جو حقیقت مہجورہ عادۃً کا حکم ہے یعنی جس طرح حقیقت مہجورہ عادۃ کی صورت میں مجاز کی طرف رجوع کیا جاتا ہے اسی طرح حقیقت مہجورہ شرعاً کی صورت میں بھی مجاز کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ یعنی مجاز کی طرف رجوع کیا جانا صرف حقیقت مہجورہ عادۃً کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ حقیقت مہجورہ شرعاً کی صورت میں بھی مجاز کی طرف رجوع کیا جائے گا جس چیز کو شریعت نے ترک کر دیا ہو مسلمان بھی اپنے دین اور عقل کی وجہ سے اس پر عمل کرنے سے گریز ہی کرے گا۔

③ توکیل بالخصومة میں ائمہ کا اختلاف:۔ توکیل بالخصومة میں امام صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک جس طرح وکیل کو **لا** کہنے کی اجازت ہے اسی طرح **نعم** کہنے کی بھی اجازت ہے یعنی خصومت اگرچہ صرف انکار کا نام ہے۔ لیکن وکیل کو انکار اور اقرار دونوں کی اجازت ہے کیونکہ صرف جھگڑا کرنا اور دوسرے کی بات کو صحیح ہونے کے باوجود بھی تسلیم نہ کرنا حرام ہے، اس وجہ سے یہاں بھی خصومت کا حقیقی معنی شرعاً مہجور ہے لہٰذا یہاں خصومت کا مجازی معنی یعنی مطلقاً جواب دینا مراد ہوگا۔

لیکن امام زفر اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک وکیل کا اپنے مؤکل پر اقرار جائز نہیں ہے کیونکہ مؤکل نے اس کو خصومت اور جھگڑے کا وکیل مقرر کیا ہے۔ اور اقرار کی وجہ سے مصالحت اور مسالمت ہوتی ہے۔ لہٰذا اقرار اس کی وکالت کی ضد ہے اور وکیل جس کام کا وکیل بنایا جاتا ہے۔ وہ اس کے خلاف کا مجاز نہیں ہوتا۔ تو ثابت ہوا کہ وکیل کا [illegible]

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۲۹ھ

الشق الاول......ثُمَّ شَرَعَ الْمُصَنِّفُ بَعْدَ ذٰلِكَ فِيْ بَيَانِ قَرَائِنِ الْعَمَلِ بِالْمَجَازِ وَ تَرْكِ الْحَقِيْقَةِ وَ هِيَ خَمْسَةٌ عَلٰى مَازَعَمَهُ فَقَالَ وَ الْحَقِيْقَةُ تُتْرَكُ بِدَلَالَةِ الْعَادَةِ كَالنَّذْرِ بِالصَّلٰوةِ وَالْحَجِّ ۔ (ص ۱۲۰۔رحمانیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں۔ترجمہ کریں۔پوری وضاحت کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں تین امور توجہ طلب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) عبارت کی وضاحت۔

جواب...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ پھر مصنف رحمہ اللہ نے ان قرائن کو بیان کرنا شروع کیا جن کی وجہ سے مجاز پر عمل کیا جاتا ہے اور حقیقت چھوڑ دی جاتی ہے۔اور وہ قرائن مصنف رحمہ اللہ کے خیال کے مطابق پانچ ہیں۔چنانچہ فرمایا اور حقیقت دلالۃ عادت کی وجہ سے چھوڑ دی جاتی ہے جیسے نماز اور حج کی نذر ماننا۔

❸ عبارت کی وضاحت:۔ شارح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مصنف رحمہ اللہ ان قرائن اور مواضع کو بیان کرنا شروع کر رہے ہیں جن کی وجہ سے حقیقت کو چھوڑ دیا جاتا ہے اور مجاز پر عمل کیا جاتا ہے۔مصنف رحمہ اللہ کے خیال کے مطابق وہ پانچ قرائن و مواضع ہیں

① دلالتِ عادت ② دلالتِ لفظ فی نفسہ ③ دلالت سیاقِ نظم ④ دلالت حالِ متکلم ⑤ دلالت محل کلام۔

ان میں سے پہلا قرینہ دلالتِ عادت ہے۔یعنی کبھی بلا نیتِ متکلم محض دلالتِ عادت کی وجہ سے حقیقت کو چھوڑ دیا جاتا ہے اور مجاز پر عمل کیا جاتا ہے دلالتِ عادت کا مطلب یہ ہے کہ الفاظ کے استعمال اور الفاظ سے معنی سمجھنے میں انسان کو جو عادت ہوتی ہے اس عادت کے دلالت کرنے کی وجہ سے بلا نیتِ متکلم معنی حقیقی متروک ہو جاتے ہیں اور معنی مجازی پر عمل ہوتا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ کلام اس لئے موضوع ہے تا کہ مخاطب کو سمجھایا جا سکے پس جب کلام عرفا اور عادۃ کسی شی کے لئے مستعمل ہو اور اس کو معنی لغوی سے نقل کر لیا گیا ہو تو استعمال کی اس عادت اور عرف کو ترجیح حاصل ہوگی اور اس کا معنی حقیقی متروک ہوگا اور دلالتِ عادت کی وجہ سے حقیقت کا متروک ہونا اس صورت میں ہے جب کہ حقیقتِ مستعمل نہ ہو کیونکہ حقیقت اگر مستعمل ہوگی تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حقیقتِ مستعملہ پر عمل کرنا اولیٰ ہوگا۔اور مجاز متعارف پر عمل کرنا غیر اولیٰ ہوگا۔

مثلاً کسی شخص نے صلوٰۃ کی نذر مانی اور اس نے کہا **للہ علی ان اصلی** تو اس سے صلوٰۃ مخصوصہ (قیام، قرآت، رکوع، سجود وغیرہ) اور شعائرِ معلومہ کا ادا کرنا لازم ہوگا۔کیونکہ لغت میں صلوٰۃ کے معنی دعاء کے ہیں پھر صلوٰۃ کے معنی ارکانِ معلومہ اور عبادتِ معینہ کی طرف نقل کر لئے گئے اور لغوی معنی دعاء کو چھوڑ دیا گیا ہے حتی کہ جب لفظِ صلوٰۃ بولا جائے گا تو ذہن ارکانِ معلومہ کی طرف منتقل ہوگا۔لغوی معنی کی طرف ذہن منتقل نہیں ہوگا۔لہٰذا اس صورت میں اس پر نماز واجب ہوگی اور دعاء واجب نہ ہوگی۔یعنی عرف اور عادت کی دلالت سے معنی حقیقی متروک ہوں گے اور معنی مجازی ارکان معلومہ پر عمل کرنا واجب ہوگا۔

الشق الثانی......وَ لَمَّا فَرَغَ عَنْ اَقْسَامِ السُّنَّةِ شَرَعَ فِيْ بَيَانِ الْاِجْمَاعِ فَقَالَ: بَابُ الْاِجْمَاعِ رُكْنُ الْاِجْمَاعِ نَوْعَانِ عَزِيْمَةٌ وَ هُوَ التَّكَلُّمُ مِنْهُمْ بِمَا يُوْجِبُ الْاِتِّفَاقَ اَوْ شُرُوْعُهُمْ فِي الْفِعْلِ اِنْ كَانَ مِنْ بَابِهٖ وَرُخْصَةٌ وَ هُوَ اَنْ يَّتَكَلَّمَ اَوْ يَفْعَلَ الْبَعْضُ دُوْنَ الْبَعْضِ ۔ (ص ۲۳۰۔رحمانیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ وضاحت کریں۔ اجماع کی تعریف، حکم ومراتب بیان کریں۔

﴿خلاصہ سوال﴾......اس سوال میں چار امور حل طلب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) عبارت کی وضاحت (۴) اجماع کی تعریف، حکم ومراتب کی تفصیل۔

جواب...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ اور جب مصنف رحمۃ اللہ علیہ سنت کی اقسام کے بیان سے فارغ ہوئے تو اب اجماع کے بیان میں شروع ہونے کا ارادہ کیا پس فرمایا "**باب الاجماع**" اجماع کے رکن دو نوع ہیں ایک عزیمۃ ہے اور وہ ان کا مایوجب الاتفاق کے تکلم کا نام ہے یا انکا فعل میں شروع ہونا اگر فعل کے باب سے ہو، اور دوسری قسم رخصۃ ہے اور وہ (رخصۃ) یہ ہے کہ بعض کا کلام کرنا یا بعض کا فعل کرنا۔

❸ عبارت کی وضاحت:۔ شارح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے سنت کی اقسام کو بیان کیا اس کے بیان سے فارغ ہو کر اب اجماع کے بیان میں شروع ہو رہے ہیں۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اجماع کے دو رکن ہیں ایک عزیمۃ دوسرا رخصت۔ عزیمۃ ایک زمانہ کے مجتہدین کے کسی حکم پر متفق ہو جانے کا نام ہے یعنی اگر وہ حکم قول کی قبیل سے ہو تو سب یہ کہیں **اجمعنا علی ھذا** یعنی ہم سب نے اس بات پر اتفاق کر لیا ہے اور اگر وہ حکم فعل کی قبیل سے ہو تو سب اس فعل کے کرنے میں شروع ہو جائیں چنانچہ عقد مضاربۃ یا مزارعۃ یا شرکت اسی قسم میں داخل ہیں کہ ان پر اہلِ اجتہاد کا عملی اجماع ہے۔

رخصت سے مراد یہ ہے کہ بعض اصحاب اجتہاد قول یا فعل پر متفق ہو جائیں اور باقی خاموش رہیں اور مدۃ تامل کے گزرنے کے بعد بھی ان پر رد اور نکیر نہ کریں اور یہ مدۃِ تامل تین دن یا مجلس علم ہے اور اس کا نام اجماع سکوتی ہے۔

❹ اجماع کی تعریف، حکم ومراتب کی تفصیل:۔ اجماع کا لغوی معنی اتفاق، عزم، اور پختہ ارادہ کرنا ہے اور اصطلاحی طور پر کسی ایک زمانہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے صالح مجتہدین کا کسی واقعہ اور امر پر اتفاق کر لینا اجماع ہے۔

حکم: امور شرعیہ میں اجماع یقین اور قطعیت کا فائدہ دیتا ہے۔ اس کا انکار کرنے والا کافر ہے۔ البتہ بعض عوارض کی بناء پر بعض جگہوں میں قطعیت اور یقین کا فائدہ نہیں دیتا جیسے اجماع سکوتی۔

مراتب: اجماع کے قوت وضعف اور یقین وظن کے اعتبار سے متعدد مراتب ہیں۔ ① سب سے زیادہ قوی اجماع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا وہ اجماع ہے جو **نصًا** ہو جیسے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یوں کہیں **اَجْمَعْنَا عَلٰی ھٰذَا** یہ اجماع آیت اور خبر متواتر کے مرتبہ میں ہے چنانچہ اسکا منکر کافر ہوگا ② صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا وہ اجماع سکوتی ہے جسمیں بعض صحابہ نے نص کی ہو اور باقی صحابہ خاموش رہے ہوں۔ اسکا انکار کرنیوالا کافر نہیں کہلائے گا اگرچہ اس نوع کا اجماع ادلہ قطعیہ میں سے ہے ③ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد ہر زمانہ میں آنیوالے لوگوں کا اجماع ہے۔ بشرطیکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں اس حکم کا خلاف ظاہر نہ ہوا ہو۔ یہ اجماع خبرِ مشہور کی مانند ہے اور طمانینت کا فائدہ دے گا، یقین کا فائدہ نہ دیگا ④ کسی ایسے مسئلہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد والے لوگ اتفاق کر لیں جو پہلے دور میں مختلف فیہ تھا، یہ سب سے کمزور درجہ کا اجماع ہے، اور یہ خبر واحد کے درجہ میں ہے، یہ اجماع عمل کو تو ثابت کریگا لیکن علم یقینی وقطعی کو ثابت نہیں کرے گا، البتہ یہ اجماع قیاس سے مقدم ہوگا جس طرح کہ خبرِ واحد قیاس سے مقدم ہوتی ہے۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۲۹ھ

الشق الاوّل .... "اَلْاَوَّلُ فِی وُجُوْهِ النَّظْمِ صِیْغَةً وَلُغَةً: یَعْنِیْ اَنَّ التَّقْسِیْمَ الْاَوَّلَ فِیْ طُرُقِ النَّظْمِ مِنْ حَیْثُ الصِّیْغَةِ وَاللُّغَةِ، وَ الطُّرُقُ: هِیَ الْاَنْوَاعُ وَالْاَصْنَافُ فَكَاَنَّهٗ قَالَ: اَلْاَوَّلُ فِیْ اَنْوَاعِ النَّظْمِ مِنْ حَیْثُ الْوَضْعِ: اَیْ مِنْ حَیْثُ اَنَّهٗ وُضِعَ لِمَعْنًی وَاحِدٍ اَوْ اَكْثَرَ مَعَ قَطْعِ النَّظَرِ عَنْ اِسْتِعْمَالِهٖ وَ ظُهُوْرِهٖ، وَاِنَّمَا قَدَّمَ الصِّیْغَةَ عَلَی اللُّغَةِ لِاَنَّ لِلْعُمُوْمِ وَالْخُصُوْصِ زِیَادَةَ تَعَلُّقٍ بِالصِّیْغَةِ فِیْ الْاَغْلَبِ. (ص۱۷۔رحمانیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔صیغہ اور لغت کا معنی بیان کریں۔تقسیم اول کی اقسام کی وجہ حصر تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) صیغہ اور لغت کا معنی (۴) تقسیم اول کی اقسام کی وجہ حصر۔

جواب ...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ پہلی تقسیم صیغہ اور لغت کے لحاظ سے نظم کی انواع واقسام کے بیان میں ہے۔یعنی پہلی تقسیم صیغہ اور لغت کے اعتبار سے نظم کی قسموں کے بیان میں ہے۔اور طرق وہ انواع اور اقسام ہیں۔گویا کہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ پہلی تقسیم وضع کے لحاظ سے نظم کی اقسام میں ہے۔یعنی اس لحاظ سے کہ نظم ایک یا ایک سے زیادہ معنوں کیلئے وضع کیا گیا ہو قطع نظر اس کے استعمال اور ظہور معنی کے۔اور صیغہ کو لغت پر اس لئے مقدم کیا کہ زیادہ تر عام اور خاص ہونے کا تعلق صیغہ کے ساتھ ہوتا ہے۔

❸ صیغہ اور لغت کا معنی:۔ صیغہ لفظ کی اس خاص شکل کا نام ہے جو حروف کو ترتیب دینے اور ان پر حرکات وسکنات کے لانے سے حاصل ہوتی ہے۔اور لغت مادہ اور ہیئت دونوں کا نام ہے لیکن اس جگہ لغت سے مراد صرف مادہ ہی ہے کیونکہ یہاں لغت صیغہ کے مقابلہ میں واقع ہے۔اور صیغہ سے مراد ہیئت ہے۔

❹ تقسیم اوّل کی اقسام کی وجہ حصر:۔ وضع کے اعتبار سے نظم کی چار قسمیں (خاص، عام، مشترک، مؤول) ہیں ان کی دلیل حصر یہ ہے کہ لفظ اپنی وضع کے اعتبار سے ایک معنی پر دلالت کرے گا یا ایک سے زائد معنی پر دلالت کرے گا، اگر ایک معنی پر دلالت کرے تو پھر دو حال سے خالی نہیں ایک معنی پر دلالت بلا شرکتِ غیر ہوگی یا مع شرکتِ غیر ہوگی، اگر بلا شرکتِ غیر دلالت ہو تو وہ خاص ہے اور اگر مع شرکتِ غیر دلالت ہو تو عام ہے، اور اگر لفظ ایک سے زائد معنی پر دلالت کرے تو پھر دو حال سے خالی نہیں ان معانی میں سے کوئی ایک معنی تاویل کے ذریعے راجح ہوگا یا نہیں ہوگا۔اگر تاویل کے ذریعہ ایک معنی راجح ہو تو مؤول ہے اور اگر تاویل کے ذریعہ کوئی معنی راجح نہ ہو سب معانی برابر ہوں تو مشترک ہے۔

الشق الثانی ...... وَكَانَ الْمَهْرُ مُقَدَّرًا شَرْعًا غَیْرَ مُضَافٍ اِلَی الْعَبْدِ، عَطْفٌ عَلٰی مَا سَبَقَ وَ تَفْرِیْعٌ عَلٰی حُكْمِ الْخَاصِ: اَیْ وَلِاَجَلِ اَنَّ الْعَمَلَ بِالْخَاصِ وَاجِبٌ وَلَا یَحْتَمِلُ الْبَیَانَ كَانَ الْمَهْرُ مُقَدَّرًا مِنْ جَانِبِ الشَّارِعِ، غَیْرِ مُضَافٍ تَقْدِیْرُهٗ اِلَی الْعِبَادِ. (ص۲۰۔رحمانیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ لکھیں اور مہر کی اقل مقدار میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حاصل تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) مہر کی اقل مقدار میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل۔

جواب...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ اور مہر شرعی طور پر مقدر ہے بندے کی طرف منسوب نہیں ہے اس جملہ کا ماقبل پر عطف ہے اور یہ خاص کے حکم پر تفریع ہے یعنی اس وجہ سے کہ خاص کے حکم پر عمل واجب ہے اور بیان کا احتمال نہیں رکھتا ہے۔مہر شارع کی طرف سے مقدر ہوگا بندوں کی طرف اس کو مقدر کرنا منسوب نہ ہوگا۔

❸ مہر کی اقل مقدار میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل:۔ احناف اور شوافع کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ مہر کی اقل مقدار شارع کی جانب سے مقرر ہے یا نہیں، احناف کے نزدیک مہر کی زیادہ سے زیادہ تو مقرر نہیں ہے مگر کم سے کم مقدار ہمارے نزدیک شارع کی طرف سے دس درہم مقرر ہے۔امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک مہر کی مقدار مقرر کرنا بندوں کے سپرد ہے بندے جو مقدار مقرر کریں گے وہی مہر ہوگا۔شارع کی طرف سے مہر کی کوئی مقدار مقرر نہیں ہے نہ کم نہ زیادہ۔

احناف کی دلیل اللہ تعالیٰ کا ارشاد **قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْ اَزْوَاجِهِمْ وَ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ** (ہم کو معلوم ہے جو ہم نے ان مردوں پر ان کی بیویوں کے حق میں اور ان کی باندیوں کے حق میں مقرر کیا ہے) ہے اس آیت میں "فرض" خاص لفظ ہے جو کہ معلوم معنی تقدیر اور تعیین کے لئے موضوع ہے۔اور اس پر دلیل یہ ہے کہ فرض کا غلبۂ استعمال شرعاً تقدیر ہی کے معنی میں ہے گویا کہ لفظ فرض تقدیر کے معنی میں حقیقتِ عرفیہ ہے، کہا جاتا ہے **فرض القاضی النفقة** (قاضی نے نفقہ مقرر کیا)۔پس معلوم ہوا کہ مہر اللہ تعالیٰ کے علم میں مقدر اور مقرر ہے۔پس فرض بمعنی تقدیر تو خاص ہے مگر مقرر کی ہوئی مقدار مجمل ہونے کی وجہ سے محتاج بیان ہے اس لئے رسول اللہ ﷺ نے اس کی تفسیر اور وضاحت کرتے ہوئے فرمایا **لا مهر اقل من عشرة دراهم** ۔لہٰذا دس درہم سے کم مہر مقرر کرنا جائز نہیں ہے۔امام شافعی رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ عقدِ نکاح بھی ایک عقدِ معاوضہ ہے لہٰذا جو چیز ثمن بننے کی صلاحیت رکھتی ہے وہ چیز مہر بننے کی بھی صلاحیت رکھتی ہے خواہ کم ہو یا زیادہ ہو۔

﴿الورقة الثالثة : فی أصول الفقه﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱٤۳۰ھ

الشق الاوّل......**وَ فِعْلُ اللَّاحِقِ بَعْدَ فَرَاغِ الْاِمَامِ حَتّٰى لَا يَتَغَيَّرُ فَرْضُهٗ بِنِيَّةِ الْاِقَامَةِ ، مِثَالٌ لِّلْاَدَاءِ الشَّبِيْهِ بِالْقَضَاءِ ، فَاِنَّ اللَّاحِقَ هُوَ الَّذِيْ اِلْتَزَمَ الْاَدَاءَ مَعَ الْاِمَامِ مِنْ اَوَّلِ التَّحْرِيْمَةِ ثُمَّ سَبَقَهُ الْحَدَثُ فَتَوَضَّأَ وَ اَتَمَّ بَقِيَّةَ الصَّلٰوةِ بَعْدَ فَرَاغِ الْاِمَامِ ، فَاِنَّ هٰذَا الْاِتْمَامَ اَدَاءٌ مِنْ حَيْثُ بَقَاءِ الْوَقْتِ ، وَ شَبِيْهٌ بِالْقَضَاءِ مِنْ حَيْثُ اَنَّهٗ لَمْ يُؤَدِّ كَمَا الْتَزَمَ** ۔ (ص۴۴۔رحمانیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ تحریر کریں نیز اداء وقضاء کی تعریف واقسام بھی لکھیں، خط کشیدہ جملے کا مطلب بھی لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حل چار امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) اداء وقضاء کی تعریف

واقسام (۴) جملۂ مخطوطہ کا مطلب۔

جواب ...... ① **عبارت پر اعراب:۔** کما مرّ فی السوال آنفا۔

② **عبارت کا ترجمہ:۔** اور امام کی فراغت کے بعد لاحق مقتدی کا فعل حتی کہ لاحق کا فرض اقامت کی نیت سے متغیر نہیں ہوتا ہے۔ یہ اداء مشابہ بالقضاء کی مثال ہے، کیونکہ لاحق وہ مقتدی ہے جس نے اول تحریمہ سے امام کے ساتھ اداء کرنے کا التزام کیا ہو پھر اس کو حدث لاحق ہو گیا ہو پھر وہ وضوء کر کے امام کی فراغت کے بعد بقیہ نماز پوری کرے۔ اس لئے کہ یہ اتمام بقائے وقت کے لحاظ سے اداء ہے اور اس لحاظ سے مشابہ بالقضاء ہے کہ اس نے جس طرح التزام کیا تھا اس طرح ادا نہیں کر سکا۔

③ **اداء وقضاء کی تعریف واقسام:۔** اداء: **هو تسليم عين الواجب بالامر** یعنی امر سے واجب شدہ چیز کو بعینہ سپرد کرنا اداء ہے پھر اداء کی تین قسمیں ہیں ① اداء کامل ② اداء قاصر ③ اداء شبیہ بالقضاء۔ لیکن ملاجیون رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مصنف رحمہ اللہ کی بیان کردہ تقسیم میں تسامح ہے اس لئے کہ کسی تقسیم کی اقسام میں تقابل کا موجود ہونا ضروری ہے مگر یہاں تقابل نہیں ہے اس لئے کہ اداء شبیہ بالقضاء ادائے کامل ہو گی یا اداء قاصر ہو گی۔ لہٰذا تیسری قسم اور پہلی دونوں قسموں کے درمیان تقابل نہیں ہے لہٰذا اس طرح تقسیم کرنا زیادہ مناسب تھا کہ اداء کی ابتداءً دو قسمیں ہیں ① اداء محض ② اداء مشابہ بالقضاء۔

پھر اداء محض کی دو قسمیں ہیں ① اداءِ کامل : کسی چیز کو اس طور پر ادا کرنا جیسے وہ چیز مشروع ہوئی ہو جیسے نماز کو با جماعت اداءِ کامل کی مثال کیونکہ نماز باجماعت ہی مشروع ہوئی ہے ② اداء قاصر: کسی چیز کو مشروع طریقہ کے خلاف ادا کیا جائے جیسے تنہا نماز ادا کرنا یہ مشروع طریقہ کے خلاف ہے یہی وجہ ہے کہ منفرد سے جہری نماز میں جہر کا وجوب بھی ساقط ہو جاتا ہے۔ اداءِ مشابہ بالقضاء کا مطلب یہ ہے کہ ادا میں التزام کے لحاظ سے قضاء کے ساتھ مشابہت موجود ہو یعنی ادا کا التزام ایک جہت پر ہو اور ادائیگی دوسری جہت پر ہو جیسے امام کے فارغ ہونے کے بعد لاحق کا نماز کو مکمل کرنا، اس اعتبار سے کہ یہ نماز کا وقت بھی ہے اور حکماً اقتداء بھی ہے کہ قراءت لازم نہیں ہے یہ ادا ہے اور اس اعتبار سے کہ اس نے جیسے (با جماعت) نماز ادا کرنے کا التزام کیا تھا ویسے نماز ادا نہیں کی۔

قضاء: هو تسليم مثل الواجب بالامر یعنی امر سے واجب شدہ چیز کی مثل کو سپرد کرنا قضاء ہے پھر قضاء کی تین قسمیں ہیں۔ ① قضاءِ محض: کہ اس میں اداء کا معنی بالکل نہ ہو، نہ حقیقتاً اور نہ حکماً ② قضاء بمعنی الاداء: کہ اس میں اداء کا معنی موجود ہو ③ قضاء مشابہ بالاداء: کہ قضاء اداء کی مثل ومشابہ ہو جیسے نمازِ عید کے رکوع میں شامل ہونے والے شخص کا رکوع میں ہاتھ اٹھائے بغیر زائد تکبیرات کہنا، کہ یہ اپنے وقت (حالتِ قیام) سے فوت ہونے کی وجہ سے قضاء ہے اور چونکہ رکوع قیام کے ہی مشابہ ہے (کہ رکوع میں نصفِ اسفل قیام کی طرح قائم رہتا ہے، نیز رکوع میں شامل ہونے والا حکماً پوری رکعت کو پانے والا شمار ہوتا ہے) اس لئے رکوع میں تکبیرات کا کہنا گویا حالتِ قیام میں ہی کہنا ہے۔

پھر قضاء بمعنی الاداء کی دو قسمیں ہیں۔ ① قضاء بمثلِ معقول: کہ شرع کے بغیر محض عقل کے ذریعہ اس کی مماثلت کا ادراک ہو سکے جیسے روزہ کی قضاء روزہ سے کرنا ② قضاء بمثلِ غیر معقول: کہ شرع کے بغیر عقل کے ذریعہ اس کی مماثلت کا ادراک نہ ہو سکے اور عقل اس کی کیفیت معلوم کرنے سے قاصر ہو جیسے روزہ کے عوض فدیہ ادا کرنا۔

④ **جملۂ مخطوطہ کا مطلب:۔** اس خط کشیدہ جملہ میں مصنف رحمہ اللہ لاحق کی نماز کے ادا مشابہ بالقضاء ہونے کے ثمرہ کو ذکر فرما

رہے ہیں کہ امام کے فارغ ہونے کے بعد لاحق کا اپنی بقیہ نماز کو ادا کرنا ادا مشابہ بالقضاء کی مثال ہے۔ اس نماز کے قضاء ہونے کا ثمرہ یہ ہے کہ اگر کسی مسافر نے دوسرے مسافر کی اقتداء کی (قصر نماز کی اقتداء کی) اس کو نماز میں حدث لاحق ہو گیا وہ وضو کی تجدید کے لئے اپنے شہر گیا یا اس نے وہیں پر اقامت کی نیت کر لی اور وہ امام کے فارغ ہونے کے بعد واپس آیا بشرطیکہ اس نے کوئی بات چیت بھی نہیں کی تو اب وہ قصر نماز ہی ادا کرے گا حالانکہ وہ اقامت کی نیت کر چکا ہے۔ جیسا کہ قضاءِ محض کی صورت میں اقامت کی نیت سے مسافر کا فرض متغیر و تبدیل نہیں ہوتا۔ اسی طرح یہاں بھی لاحق کا فرض اقامت کی نیت سے تبدیل نہیں ہوا۔

البتہ اسی لاحق مسافر نے کسی مسافر کی بجائے مقیم کی اقتداء کی یا امام کے فارغ ہونے سے پہلے ہی دوبارہ جماعت میں شامل ہو گیا یا اسی دوران اس نے کوئی بات چیت کر لی تو ان تمام صورتوں میں اقامت کی نیت سے مقیم ہو جائیگا اور اس پر اقامت والی نماز لازم ہو جائیگی۔

الشق الثانی ...... وَالنَّهْيُ عَنِ الْاَفْعَالِ الْحِسِيَّةِ يَقَعُ عَلَى الْقِسْمِ الْاَوَّلِ ...... فَالنَّهْيُ عَنْ هٰذِهِ الْاَفْعَالِ عِنْدَ الْاِفْعَالِ عِنْدَ الْاِطْلَاقِ وَعَدَمِ الْمَوَانِعِ يَقَعُ عَلَى الْقُبْحِ لِعَيْنِهٖ اِلَّا اِذَا قَامَ الدَّلِيْلُ عَلٰى خِلَافِهٖ : كَالْوَطْيِ حَالَةَ الْحَيْضِ حَرَامٌ لِغَيْرِهٖ مَعَ اَنَّهٗ فِعْلٌ حِسِّيٌّ لِقِيَامِ الدَّلِيْلِ ، وَعَنِ الْاُمُوْرِ الشَّرْعِيَّةِ يَقَعُ عَلَى الَّذِيْ اِتَّصَلَ بِهٖ وَصْفًا (ص۷۱۔رحمانیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ لکھیں اور افعالِ حسیہ اور امورِ شرعیہ کی تعریف بھی تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) افعالِ حسیہ اور امورِ شرعیہ کی تعریف۔

جواب ...... ❶ عبارت پر اعراب :۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کا ترجمہ :۔ اور افعالِ حسیہ سے نہی قسم اوّل پر محمول ہوتی ہے، پس اطلاق اور عدمِ موانع کی صورت میں ان افعال سے نہی کا اطلاق قبیح لعینہٖ پر ہوتا ہے، مگر جب کہ اسکے خلاف پر دلیل قائم ہو جیسے حالتِ حیض میں وطی کرنا حرام لغیرہٖ ہے باوجود یکہ وہ حسّی فعل ہے اس لئے کہ دلیل موجود ہے۔ اور امورِ شرعیہ سے نہی اس پر واقع ہوتی ہے جس کے ساتھ قبحِ وصفی متصل ہوتا ہے۔

❸ افعالِ حسیہ اور امورِ شرعیہ کی تعریف :۔ افعالِ حسیہ : سے مراد وہ افعال ہیں جن کے معانی ورودِ شرع سے پہلے جو تھے وہ معانی ورودِ شرع کے بعد باقی رہیں، شریعت کی وجہ سے ان معانی میں کوئی تغیر پیدا نہ ہوا ہو۔ جیسے قتل، زنا، شراب پینا وغیرہ ان افعال کے معانی شریعت سے پہلے جو تھے اب بھی وہی ہیں ان میں کوئی تغیر نہیں ہوا۔

امورِ شرعیہ : سے مراد وہ امور ہیں جن کے اصل معانی ورودِ شرع کے بعد متغیر ہو گئے ہوں مثلاً صوم وصلوٰۃ، شریعت سے قبل صوم کا معنی مطلق رکنا تھا۔ اسی طرح صلوٰۃ کا معنی مطلق دعا تھا اور شریعت کے آنے کے بعد انکے معانی متغیر ہو گئے ہیں کہ صوم نیت کے ساتھ صبح سے شام تک کھانے پینے اور جماع سے رکنے کا نام ہے اور صلوٰۃ قیام قعود رکوع و سجود اور قرأت وغیرہ کے مجموعہ کا نام ہے۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۰ھ

الشق الاوّل ...... وَلَا يَلْحَقُ غَيْرُ الْخَمْرِ: تَفْرِيْعٌ ثَانٍ وَ عَطْفٌ عَلٰى قَوْلِهٖ: اِنَّ الْوَصِيَّةَ يَعْنِيْ لَا يَلْحَقُ غَيْرَ الْخَمْرِ مِنْ اَخَوَاتِهَا: وَ هِيَ الطِّلَاءُ، وَ نَقِيْعُ التَّمْرِ، وَ نَقِيْعُ الزَّبِيْبِ وَ نَحْوِهٖ مِنْ سَائِرِ الْمُسْكِرَاتِ بِالْخَمْرِ مِنْ حَيْثُ الْحُرْمَةِ وَاِيْجَابِ الْحَدِّ، فَاِنَّ فِي الْخَمْرِ يَجِبُ الْحَدُّ بِشُرْبِ قَطْرَةٍ مِنْهَا، وَ تَحْرُمُ قَطْرَةٌ مِنْهَا مِنْ غَيْرِ

اَنْ یَّصِلَ اِلٰی حَدِّ السُّکْرِ، وَ غَیْرُھَا لَا یَحْرُمُ وَلَا یَسْتَوْجِبُ الْحَدَّ مَالَمْ یَسْکُرْ ۔ (ص ۱۰۸۔رحمانیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں، ترجمہ کریں۔ خمر کی تعریف کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں تین امور توجہ طلب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) خمر کی تعریف۔

جواب ...... ❶ **عبارت پر اعراب:۔** کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ **عبارت کا ترجمہ:۔** اور غیر خمر خمر کے ساتھ لاحق نہیں ہوتا۔ یہ دوسری تفریع ہے اور اس کا عطف مصنف رحمۃ اللہ علیہ کے قول ان الوصیة پر ہے یعنی خمر کے علاوہ دوسری نشہ آور چیزیں، طلاء، نقیع التمر، نقیع زبیب اور اسکے علاوہ دیگر شرابیں حرمت اور حد کو واجب کرنے کے اعتبار سے خمر کے ساتھ لاحق نہیں ہوتیں اسلئے کہ خمر کا ایک قطرہ پینے سے بھی حد واجب ہوتی ہے اور اسکا ایک قطرہ بھی حرام ہے، بغیر اسکے کہ وہ حدِ سکر تک پہنچے اور اسکے علاوہ دیگر چیزیں جب تک نشہ آور نہ ہوں نہ حرام ہوتی ہیں اور نہ موجب حد ہوتی ہیں۔

❸ **خمر کی تعریف:۔** انگور کا کچا پانی جب وہ گاڑھا ہو جائے جوش کھا کر ابلنے لگے جھاگ پھینکنے لگے۔

الشق الثانی ...... وَاِذَا عِنْدَ نُحَاةِ الْکُوْفَةِ تَصْلَحُ لِلْوَقْتِ وَ الشَّرْطِ عَلَی السَّوَاءِ، فَیُجَازٰی بِھَا مَرَّةً وَلَا یُجَازٰی بِھَا اُخْرٰی: یَعْنِیْ اَنَّھَا مُشْتَرَکَةٌ بَیْنَ الظَّرْفِ وَالشَّرْطِ، فَتُسْتَعْمَلُ تَارَةً عَلٰی اِسْتِعْمَالِ کَلِمِ الْمُجَازَاةِ مِنْ جَعْلِ الْاَوَّلِ سَبَبًا وَالثَّانِیْ مُسَبَّبًا، وَ مِنْ جَزْمِ الْمُضَارِعِ بَعْدَھَا، وَ دُخُوْلِ الْفَاءِ فِیْ جَزَائِھَا وَ تَارَةً عَلٰی اِسْتِعْمَالِ کَلِمَاتِ الظُّرُوْفِ مِنْ غَیْرِ جَزْمٍ، وَ دُخُوْلِ فَاءٍ فِیْمَا بَعْدَھَا ۔ (ص ۱۴۸۔رحمانیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں تین امور حل طلب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) اذا ظرفیہ اور شرطیہ کی مثالیں بطرزِ شعر۔

جواب ...... ❶ **عبارت پر اعراب:۔** کمامرّ فی السوال آنفا۔

❷ **عبارت کا ترجمہ:۔** اور کلمۂ اذا نحات کوفہ کے نزدیک وقت اور شرط دونوں کی یکساں صلاحیت رکھتا ہے۔ پس کلمۂ اذا کی وجہ سے کبھی جزاء لائی جائے گی اور کبھی جزاء نہیں لائی جائیگی یعنی کلمۂ اذا ظرف اور شرط کے درمیان مشترک ہے۔ پس کبھی وہ کلماتِ شرط کی طرح استعمال ہوتا ہے یعنی اوّل کو سبب اور ثانی کو مسبب قرار دیا جاتا ہے اور اسکے بعد مضارع کو جزم اور اسکی جزا پر فاء کو داخل کیا جاتا ہے اور کبھی کلماتِ ظرف کی طرح استعمال ہوتا ہے یعنی اسکے بعد نہ مضارع پر جزم ہوگی اور نہ جزاء میں کلمۂ فاء داخل ہوگا۔

❸ **اذا ظرفیہ اور شرطیہ کی مثالیں بطرزِ شعر:۔** کلمۂ اذا کے ظرفی معنی میں استعمال کی مثال یہ شعر ہے۔

وَ اِذَا تَکُوْنُ کَرِیْھَةٌ اُدْعٰی لَھَا   وَ اِذَا یُحَاسُ الْحَیْسُ یُدْعٰی جُنْدُبٗ

(جب کوئی سختی پیش آتی ہے تو مجھے بلایا جاتا ہے اور جب عمدہ کھانا تیار کیا جاتا ہے تو جندب یعنی ایرے غیرے، نتھو خیرے کو بلایا جاتا ہے)

اور کلمہ اذا شرط کے معنی میں استعمال ہو تو اس کی مثال یہ شعر ہے۔

وَاسْتَغْنِ مَا اَغْنَاکَ رَبُّکَ بِالْغِنٰی   وَاِذَا تُصِبْکَ خَصَاصَةٌ فَتَحَمَّلْ

(اے مخاطب! قناعت و بے نیازی سے رہا کر جب تک تجھے تیرا پروردگار مال سے نوازتا رہے اور جب تجھ پر فقر و فاقہ کی مصیبت آئے تو برداشت سے کام لے)۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۰ھ

الشق الاوّل ...... وَالطَّهَارَةِ فِیْ اٰیَةِ الطَّوَافِ: عَطْفٌ عَلٰی قَوْلِهٖ "اَلْوَلَاءِ" وَتَفْرِیْعٌ ثَالِثٌ عَلَیْهِ: اَیْ اِذَا کَانَ الْخَاصُّ بَیِّنًا بِنَفْسِهٖ لَایَحْتَمِلُ الْبَیَانَ: فَبَطَلَ شَرْطُ الطَّهَارَةِ فِیْ اٰیَةِ الطَّوَافِ، وَهِیَ قَوْلُهٗ تَعَالٰی "وَلْیَطَّوَّفُوْا بِالْبَیْتِ الْعَتِیْقِ" فَاِنَّ الشَّافِعِیَ یَقُوْلُ: اِنَّ طَوَافَ الْبَیْتِ لَایَجُوْزُ بِدُوْنِ الطَّهَارَةِ۔ (ص۲۴۔رحمانیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں۔ ترجمہ کریں۔ طہارت فی الطّواف کے مسئلہ میں اختلاف مدلل بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا خلاصہ تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) طہارت فی الطواف میں اختلاف ائمہ مع الدلائل۔

جواب ...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کما مر فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ وَالطَّهَارَةِ فِیْ اٰیَةِ الطَّوَافِ مصنف کے قول اَلْوَلَاءِ پر معطوف ہے اور اس پر تیسری تفریع ہے یعنی جب خاص بین بنفسہ ہے بیان کا احتمال نہیں رکھتا تو آیتِ طواف میں طہارت کی شرط لگانا باطل ہے اور وہ آیت اللہ تعالیٰ کا قول وَلْیَطَّوَّفُوْا بِالْبَیْتِ الْعَتِیْقِ ہے کیونکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بیت اللہ کا طواف بغیر طہارت کے جائز نہیں ہے۔

❸ طہارت فی الطّواف میں اختلاف ائمہ مع الدلائل:۔ بیت اللہ کے طواف کے لئے وضوء شرط ہے یا نہیں ہے اس میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ احناف کے نزدیک وضو شرط نہیں ہے لیکن امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک طواف بیت اللہ کے لئے وضو شرط ہے اور بغیر وضو کے طواف درست نہیں ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی پہلی دلیل ترمذی شریف کی یہ حدیث ہے عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الطواف حول البیت مثل الصلوٰة الا انکم تتکلمون فیه فمن تکلم فیه فلا یتکلم الا بخیر (بیت اللہ کا طواف نماز کی مانند ہے مگر تم اس میں کلام کر سکتے ہو پس جو شخص طواف میں کلام کرے تو وہ خیر کی ہی کرے) اس حدیث میں طواف کو نماز یا نماز کے مانند قرار دیا گیا ہے۔ پس جس طرح نماز بغیر وضو کے جائز نہیں ہے اسی طرح طواف بھی بغیر وضو جائز نہ ہوگا۔

دوسری دلیل یہ حدیث ہے اَلَا لَا یَطُوْفَنَّ بِالْبَیْتِ مُحْدِثٌ وَلَا عُرْیَانٌ (خبردار! کوئی شخص بے وضو ننگے ہونے کی حالت میں طواف نہ کرے) اس حدیث میں بھی طواف کیلئے وضو ضروری ہے، حنیفہ کی دلیل اللہ تعالیٰ کا ارشاد وَلْیَطَّوَّفُوْا بِالْبَیْتِ الْعَتِیْقِ ہے۔ اس میں "طواف" لفظِ خاص ہے جو معنی معلوم کیلئے موضوع ہے اور وہ معنی بیت اللہ کے ارد گرد چکر لگانا ہے اور اس میں طہارت کی کوئی شرط نہیں ہے۔ لہٰذا طواف کے لئے وضو کو شرط قرار دینا خاص کے مطلق حکم میں زیادتی کرنا ہے جو کہ جائز نہیں۔

باقی ان دو احادیث کی بناء پر وضو کو شرط قرار دینے کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ مذکورہ احادیث کو اس آیت کیلئے بیان تفسیر قرار دیا جائے یعنی یہ کہا جائے کہ آیت مجمل ہے اور یہ احادیث اس کے لئے بیانِ تفسیر ہیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ مذکورہ احادیث کی وجہ سے آیت کو منسوخ قرار دیا جائے مگر ان دونوں صورتوں پر عمل ممکن نہیں ہے پہلی صورت پر تو اس لئے کہ طواف لفظ خاص ہے اور خاص بین بنفسہ ہونے کی وجہ سے بیان تفسیر کا احتمال نہیں رکھتا۔ دوسری صورت پر اس لئے عمل ممکن نہیں کہ یہ دونوں

احادیث اخبارِ احاد ہیں۔ اور اخبارِ آحاد سے آیات الٰہیہ کو منسوخ نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ مذکورہ احادیث اخبارِ آحاد کی وجہ سے طواف کے لئے وضو واجب ہے اس کے ترک کرنے سے طواف میں نقصان لازم آئے گا۔ جس کو طواف زیارت میں دم (بکری ذبح کرنے) سے اور اس کے علاوہ طواف قدوم وغیرہ میں صدقہ کے ذریعہ اس نقصان کا ازالہ کیا جائے گا۔

الشق الثانی ......وَمَا تَكَرَّرَ مِنَ الْعِبَادَاتِ فَبِأَسْبَابِهَا لَا بِالْأَوَامِرِ: جَوَابُ سُؤَالٍ يَرِدُ عَلَيْنَا: وَهُوَ أَنَّ الْأَمْرَ إِذَا لَمْ يَقْتَضِ التَّكْرَارَ وَلَمْ يَحْتَمِلْهُ فَبِأَيِّ وَجْهٍ تَتَكَرَّرُ الْعِبَادَاتُ، مِثْلُ: الصَّلٰوةِ وَالصِّيَامِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ (ص ۳۸۔ رحمانیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں۔ ترجمہ کریں۔ عبارت میں مذکورہ سوال کا جواب دیں۔ امر کی تعریف کریں اور تعریف میں قیود کا فائدہ بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال کا حاصل چار امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) عبارت میں مذکور سوال کا جواب (۴) امر کی تعریف اور تعریف میں مذکور قیود کے فوائد۔

جواب ...... ❶ **عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔**

❷ **عبارت کا ترجمہ:۔** اور جتنی عبادات مکرر ہوتی ہیں وہ اپنے اسباب کی وجہ سے ہوتی ہیں نہ کہ اوامر کی وجہ سے یہ ایک سوال کا جواب ہے جو ہم پر وارد ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ "امر" جب نہ تکرار کا تقاضا کرتا ہے اور نہ ہی اس کا احتمال رکھتا ہے تو پھر عبادتیں جیسے نماز، روزہ وغیرہ کس وجہ سے مکرر ہوتی ہے۔

❸ **عبارت میں مذکور سوال کا جواب:۔** سوال ہوتا ہے کہ جب امر نہ تکرار کا تقاضا کرتا ہے اور نہ اس کا احتمال رکھتا ہے تو پھر نماز روزہ وغیرہ ان عبادات میں تکرار کیوں ہے؟ جواب کا حاصل ہے کہ عبادات مثلاً نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ میں امر کی وجہ سے تکرار پیدا نہیں ہوا۔ بلکہ ان کے اسباب کی وجہ سے تکرار پیدا ہوا ہے کیونکہ سبب کا تکرار مسبَّب کے تکرار پر دلالت کرتا ہے چنانچہ نماز کا سبب وقت ہے لہٰذا جب بھی وقت پایا جائے گا نماز واجب ہوگی اور روزہ کا سبب رمضان المبارک کا مہینہ ہے لہٰذا جب بھی رمضان کا مہینہ آئے گا روزہ ازخود واجب ہو جائے گا اسی طرح زکوٰۃ کا سبب نصاب ہے لہٰذا جب بھی انسان بقدرِ نصاب مال کا مالک ہوگا اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔ اسی لئے حج زندگی میں فقط ایک بار واجب ہوتا ہے کیونکہ حج کا سبب بیت اللہ ہے اور بیت اللہ میں کوئی تکرار نہیں ہے۔ الحاصل عبادات کا تکرار اسباب کے تکرار کی وجہ سے ہے، نہ کہ امر کے مقتضیٰ کی وجہ سے

❹ **امر کی تعریف اور تعریف میں مذکور قیود کے فوائد:۔ اَلْاَمْرُ فَهُوَ قَوْلُ الْقَائِلِ لِغَيْرِهٖ عَلٰى سَبِيْلِ الْاِسْتِعْلَاءِ اِفْعَلْ** (ایک شخص کا خود کو بڑا سمجھتے ہوئے کسی دوسرے کو "افعل" یعنی یہ کام کر، کہنا خواہ وہ واقعتاً بڑا ہو یا نہ ہو)۔

امر کی اس تعریف میں **قول القائل** کا کلمہ جنس ہے جو تمام الفاظ کو شامل ہے۔ **علی سبیل الاستعلاء** فصل اوّل ہے اس کے ذریعہ التماس اور دعا امر کی تعریف سے خارج ہو گئے کیونکہ التماس میں طلب فعل مع التساوی ہوتا ہے۔ اور دعاء میں طلب الفعل مع الخضوع ہوتا ہے۔ ماتن کا قول **افعل** یہ فصلِ ثانی ہے اس سے نہی خارج ہو جاتی ہے اس لئے کہ نہی میں قائل اپنے غیر سے **لَا تَفْعَلْ** کہتا ہے نہ کہ افعل یعنی عدمِ فعل کو طلب کرتا ہے۔

☆☆☆☆☆

الورقة الثالثة : فی أصول الفقه

السوال الاوّل ۱۴۳۱ھ

الشق الاوّل ...... "وَالْاَمْرُ نَوْعَانِ": مُطْلَقٌ عَنِ الْوَقْتِ: اَیْ اَحَدُھُمَا اَمْرٌ مُطْلَقٌ غَیْرُ مُقَیَّدٍ بِوَقْتٍ یَفُوْتُ بِفَوْتِہٖ: کَالزَّکٰوۃِ وَصَدَقَۃِ الْفِطْرِ...... وَھُوَ عَلَی التَّرَاخِیْ خِلَافًا لِلْکَرْخِیْ: اَیْ ھٰذَا الْاَمْرُ الْمُطْلَقُ مَحْمُوْلٌ عِنْدَنَا عَلَی التَّرَاخِیْ: یَعْنِیْ لَایَجِبُ الْفَوْرُ فِیْ اَدَائِہٖ بَلْ یَسَعُ تَاخِیْرَہٗ، وَعِنْدَ الْکَرْخِیْ لَابُدَّ فِیْہِ مِنَ الْفَوْرِ اِحْتِیَاطًا لِاَمْرِ الْعِبَادَۃِ بِمَعْنٰی اَنَّہٗ یَاْثِمُ بِالتَّاخِیْرِ، لَابِمَعْنٰی اَنَّہٗ یَصِیْرُ قَاضِیًا، وَعِنْدَنَا لَا یَاْثِمُ اِلَّافِیْ آخِرِ الْعُمُرِ، اَوْحِیْنَ اِدْرَاکِ عَلَامَاتِ الْمَوْتِ۔ (ص۶۰۔رحمانیہ)

عبارت پراعراب لگائیں۔عبارت کا خلاصہ بیان کریں۔زکوٰۃ اورصدقۃ الفطر کا سبب اورشرط بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت پراعراب (۲) عبارت کا خلاصہ (۳) زکوٰۃ اورصدقہ فطر کا سبب وشرط۔

جواب ...... ❶ عبارت پراعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کا خلاصہ:۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت میں امر سے مراد مامور بہ ہے اور یہ تقسیم مامور بہ کی ہے نہ کہ امر کی۔ چنانچہ مامور بہ کی دوقسمیں ہیں ① مطلق عن الوقت ② مقید بالوقت۔ مامور بہ مطلق عن الوقت کا مطلب یہ ہے کہ وہ مامور بہ کسی ایسے وقت کے ساتھ مقید نہ ہوجس کے فوت ہونے سے مامور بہ فوت ہوجائے جیسے: زکوٰۃ اورصدقۃ الفطران کا کوئی خاص وقت نہیں ہے کہ اس وقت کے فوت ہونے سے ان کو قضاء کا نام دیا جائے۔پھر مامور بہ مطلق عن الوقت کے متعلق ائمہ رحمہم اللہ کا اختلاف ہے کہ اس پرعمل علی الفورواجب ہے یا علی التراخی عمل کرنا جائز ہے۔ہمارے نزدیک مامور بہ مطلق عن الوقت کوعلی الفورادا کرنا واجب نہیں ہے بلکہ اس کو مؤخر کرنے کی اجازت ہے۔یہ شخص گنہگار نہ ہوگا۔البتہ اگرزندگی کے آخری لحات تک تاخیر کی یہاں تک کہ موت کی علامات ظاہر ہوگئیں تو پھر ہمارے نزدیک بھی یہ شخص گنہگار ہوگا اورامام کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مامور بہ مطلق عن الوقت کوعلی الفورادا کرنا واجب ہے۔**اگراس نے مامور بہ مطلق عن الوقت کوادا کرنے میں تاخیر کی تو یہ شخص گنہگار ہوگا۔**

❸ زکوٰۃ اورصدقۂ فطر کا سبب اورشرط:۔ وجوب زکوٰۃ کا سبب ملک مال اورشرط حولان حول (سال کا گزرنا) ہے۔ اورصدقۂ فطر کے وجوب کا سبب رأس (وہ ذات جس کی مشقت ونان نفقہ اس کے ذمہ ہے اوراس پرولایت رکھتا ہے) اوراس کی شرط یوم الفطر (عید کا دن) ہے۔

الشق الثانی ...... "وَاَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا" ھٰذَا مِثَالُ الظَّاھِرِ وَالنَّصِ، فَاِنَّہٗ ظَاھِرٌ فِیْ حَقِّ حِلِّ الْبَیْعِ وَحُرْمَۃِ الرِّبٰوا، نَصٌّ فِیْ بَیَانِ التَّفْرِقَۃِ بَیْنَھُمَا: لِاَنَّ الْکُفَّارَ کَانُوْا یَعْتَقِدُوْنَ حِلَّ الرِّبٰوا حَتّٰی شَبَّھُوا الْبَیْعَ بِہٖ، فَقَالُوْا "اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا" فَرَدَّ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ وَقَالَ: کَیْفَ یَکُوْنُ ذٰلِکَ "وَاَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا"

عبارت پراعراب لگا کرخلاصہ لکھیں۔ظاہراورنص کی تعریف اورحکم کے بعدان دونوں کے درمیان نسبت بھی لکھیں۔(ص۹۵۔رحمانیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حل چارامور ہیں (۱) عبارت پراعراب (۲) عبارت کا خلاصہ (۳) ظاہراورنص کی تعریف

مع حکم (۴) ظاہر ونص میں نسبت۔

جواب ...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کا خلاصہ:۔ شارح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ باری تعالیٰ کا قول **وَاَحَلَّ اللهُ الْبَيْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا** ظاہر اور نص دونوں کی مثال ہے اس طور پر کہ اس آیت میں بیع کی حلت اور ربٰو کی حرمت چونکہ نفس صیغہ اور نفس کلام سے واضح ہے اس لئے یہ آیت بیع کی حلت اور ربٰو کی حرمت کے بیان میں ظاہر ہوگی اور چونکہ اس آیت کو بیع اور ربٰو کے درمیان فرق بیان کرنے کے لئے لایا گیا ہے۔ اس لئے یہ آیت بیع اور ربٰوا کے درمیان فرق بیان کرنے کے سلسلہ میں نص ہوگی۔ اس لئے کہ کفار کا یہ عقیدہ تھا کہ ربٰو حلال ہے اور اس عقیدہ میں انہوں نے اس قدر غلو کیا کہ ربٰو کو اصل قرار دے کر بیع کو ربٰو کے ساتھ تشبیہ دی۔ اور کہا **اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا** (بیع تو ربوا کی طرح ہے) پس ان کا رد کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ بیع ربٰوا کی طرح ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کیا ہے اور ربٰو کو حرام کیا ہے۔ پس ثابت ہوگیا کہ یہ آیت بیع اور ربٰو کے درمیان فرق ظاہر کرنے کے واسطے لائی گئی ہے۔

❸ ظاہر اور نص کی تعریف مع حکم:۔ ظاہر وہ کلام ہے جس کو سنتے ہی سامع کو اس کلام کا مطلب معلوم ہو جائے یعنی محض صیغہ سے کلام کی مراد سامع کے سامنے ظاہر ہو جائے اور سامع مراد کے سمجھنے میں طلب اور تامل کا محتاج نہ ہو بشرطیکہ سامع اہل زبان ہو اور اس کا حکم یہ ہے کہ متکلم کی کلام سے جو معنی ظاہر ہوتا ہے اس پر قطعی اور یقینی طور پر عمل کرنا واجب ہے۔

نص وہ کلام ہے جس میں ظاہر سے زیادہ وضاحت ہو مگر یہ وضاحت نفس صیغہ میں نہیں ہوتی بلکہ متکلم اس کلام کو اس معنی ومفہوم کیلئے لاتا ہے اور اسکا حکم یہ ہے کہ جو معنی نص سے واضح ہوں ان پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے لیکن مجاز کے ضمن میں تاویل کا احتمال بھی باقی رہتا ہے۔

❹ ظاہر ونص میں نسبت:۔ شارح رحمۃ اللہ علیہ نے ظاہر اور نص کے درمیان نسبت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ علمائے متاخرین میں یہ بات مشہور ہے کہ ظاہر اور نص کے درمیان تباین کی نسبت ہے اس طور پر کہ نص میں یہ بات شرط ہے کہ متکلم کلام کو اس معنی کیلئے لایا ہو جس معنی میں وہ کلام نص ہے اور ظاہر میں یہ بات شرط ہے کہ متکلم اس کلام کو اس معنی کیلئے نہ لایا ہو جس معنی میں اس کلام کو ظاہر قرار دیا گیا ہے چنانچہ جب **جاء نی القوم** کہا جائے گا تو یہ کلام قوم کی آمد اور آنے کو بیان کرنے کے سلسلے میں نص واقع ہوگا کیونکہ یہ کلام اسی مقصد کو بیان کرنے کیلئے لایا گیا ہے اور جب **رأیت فلانا حین جاء نی القوم** کہا جائے گا تو یہ کلام فلاں کی رؤیت میں نص اور قوم کی آمد کے سلسلہ میں ظاہر واقع ہوگا کیونکہ اس کلام سے متکلم کا مقصود فلاں کی رؤیت کو بیان کرنا ہے نہ کہ قوم کی آمد کو۔ مگر عامۃ المتقدمین کی کتابوں میں مذکور ہے کہ ان دونوں کے درمیان عموم وخصوص کی نسبت ہے یعنی ظاہر عام مطلق ہے اس طور پر کہ ظاہر اس بات سے عام ہے کہ اس میں سوق پایا جائے یا نہ پایا جائے اور نص خاص مطلق ہے اس طور پر کہ اس میں سوق کا پایا جانا شرط ہے پس جو کلام نص واقع ہوگا وہ ظاہر تو ہوسکتا ہے مگر جو کلام ظاہر واقع ہوگا اس کیلئے نص ہونا ضروری نہیں ہے۔ (قوت الاخیار ج۱ ص ۳۶۴)

السوال الثانی ۱۴۳۱ھ

الشق الاول ...... وَاِذَا كَانَتِ الْحَقِيْقَةُ مُتَعَذِّرَةً اَوْ مَهْجُوْرَةً صِيْرَ اِلَى الْمَجَازِ: كَمَا اِذَا حَلَفَ لَايَاْكُلُ مِنْ

هٰذِهِ النَّخْلَةِ، مِثَالٌ لِلْمُتَعَذَّرَةِ: إِذْ اَكْلُ النَّخْلَةِ نَفْسِهَا يَتَعَذَّرُ فَيُرَادُ الْمَجَازُ، وَهُوَ ثَمَرُهَا، فَإِنْ لَمْ تَكُنِ الشَّجَرَةُ ذَاتَ ثَمَرٍ يُرَادُ بِهَا ثَمَنُهَا الْحَاصِلُ بِالْبَيْعِ، وَلَوْ تَكَلَّفَ وَاَكَلَ مِنْ عَيْنِ النَّخْلَةِ لَمْ يَحْنَثْ، لِاَنَّ الْمُتَعَذَّرَ لَايَتَعَلَّقُ بِهٖ حُكْمٌ۔ (ص ۱۱۵۔ رحمانیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں۔ عبارت کا خلاصہ بیان کریں۔ حقیقت متعذرہ اور حقیقت مہجورہ کی تعریف کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال میں تین امور توجہ طلب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا خلاصہ (۳) حقیقت متعذرہ اور حقیقت مہجورہ کی تعریف۔

جواب ...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ في السوال آنفا۔

❷ عبارت کا خلاصہ:۔ جن مقامات میں لفظ کے حقیقی معنی کو چھوڑ کر مجازی معنی کو مراد لیا جاتا ہے ان مقامات کو ذکر کیا جارہا ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ جب لفظ کا حقیقی معنی مراد لینا متعذر یا مہجور ہو تو اس وقت لفظ کے حقیقی معنی کو چھوڑ کر مجازی معنی کی طرف رجوع کیا جاتا ہے جیسے کسی نے قسم اٹھائی و اللّٰہ لا أکل من ھذہ النخلة (خدا کی قسم میں اس کھجور سے نہیں کھاؤں گا) اس میں حالف نے بعینہٖ کھجور کے درخت نہ کھانے کی قسم کھائی ہے اور بعینہ کھجور کے درخت کا کھانا متعذر ہے۔ لہٰذا یہاں پر اس کلام کو مجازی معنی پر محمول کریں گے کہ اگر اس درخت کا پھل ہے تو وہی مراد ہوگا وگرنہ اس کی قیمت مراد ہوگی چنانچہ پھل دار درخت کی صورت میں اس کا پھل کھانے سے حانث ہوگا اور اگر پھل نہیں ہے تو پھر حالف اس کی قیمت کھانے سے حانث ہوگا۔ اور اگر حالف نے تکلف سے عین نخلہ کھالیا تو حانث نہ ہوگا۔ کیونکہ یہ متعذر ہے اور متعذر کے ساتھ کوئی حکم متعلق نہیں ہوتا۔

❸ حقیقت متعذرہ اور حقیقت مہجورہ کی تعریف:۔ حقیقت متعذرہ سے مراد یہ ہے کہ اس کی طرف بغیر مشقت کے رسائی ممکن نہ ہو یعنی اس حقیقی معنی کی مراد انتہائی متعذر و مشکل ہو اور حقیقت مہجورہ سے مراد یہ ہے کہ اس معنی کی طرف رسائی تو ممکن ہو لیکن لوگوں نے اس کو عملاً چھوڑ دیا ہو۔

الشق الثانی ...... وَالضَّبْطُ: هُوَ سِمَاعُ الْكَلَامِ كَمَا يَحِقُّ سِمَاعُهٗ: اَيْ سِمَاعًا مِثْلَ سِمَاعِ شَيْئٍ يَحِقُّ سِمَاعُهٗ: يَعْنِيْ مِنْ اَوَّلِهٖ اِلٰى آخِرِهٖ بِتَمَامِ الْكَلِمَاتِ، وَالْهَيْئَةِ التَّرْكِيْبِيَّةِ، وَاِنَّمَا قَالَ ذٰلِكَ: لِاَنَّهٗ كَثِيْرًا مَايَجِيْئُ السَّامِعُ فِيْ سِمَاعِ مَجْلِسِ الْوَعْظِ بَعْدَ اَنْ مَضٰى شَيْئٌ مِنْ اَوَّلِهٖ وَفَاتَهٗ وَلَمْ يَعْلَمْهُ الْمُعَلِّمُ لِلْاِزْدِحَامِ حَتّٰى يُرَدِّدَ الْكَلَامَ الْمَاضِيَ بَعْدَ حُضُوْرِهٖ فَمِثْلُ هٰذَا السِّمَاعِ لَايَكُوْنُ حُجَّةً فِيْ بَابِ الْحَدِيْثِ۔ (ص ۱۹۴۔ رحمانیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں۔ عبارت کا خلاصہ بیان کریں۔ حدیث اور سنت کی تعریف کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا خلاصہ (۳) حدیث اور سنت کی تعریف۔

جواب ...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کا خلاصہ:۔ خبر واحد کے حجت ہونے کیلئے اسکے راوی میں جن چار شرائط کا ہونا ضروری ہے ان میں سے دوسری شرط ضبط ہے اس عبارت میں ضبط کی تعریف کا ذکر ہے۔ چنانچہ مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ضبط کلام کو کما حقہ سننے کا نام ہے۔ شارح رحمہ اللہ کما حقہ سننے کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ سامع اس کلام کو ابتداء سے انتہاء تک کلمات کی ہیئت ترکیبیہ کے ساتھ سنے

کیونکہ بسا اوقات سامع وعظ کی مجلس کے سماع میں اس وقت آتا ہے کہ اسکے اوّل سے کچھ حصہ گزر چکا ہوتا ہے اور اس وعظ کا اوّل حصہ اس سامع سے رہ جاتا ہے اور معلم بھی ازدحام کی وجہ سے اسکے دیر سے آنے کو نہیں جانتا کہ وہ گزشتہ کلام کو اسکے حاضر ہونے کے بعد لوٹائے تاکہ وہ اسکو سن لے پس اس جیسا سماع بابِ حدیث میں حجت نہیں ہوتا بلکہ محض تبرک ہوتا ہے جسطرح وعظ کی مجالس میں بچوں کو تبرکاً لایا جاتا ہے۔

❸ **حدیث اور سنت کی تعریف:۔** سنت کا لفظ آپ ﷺ کے اقوال اور افعال اور آپ ﷺ کے سکوت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال اور افعال پر بولا جاتا ہے۔ اور حدیث رسول اللہ ﷺ کے قول کو کہتے ہیں۔ البتہ بعض دفعہ سنت کا لفظ حدیث پر بولا جاتا ہے اسی وجہ سے ملاجیون رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس جگہ یعنی **باب السنة** میں سنت سے مراد حدیث یعنی فقط قول الرسول ﷺ مراد ہے کیونکہ افعال النبی ﷺ اور افعال صحابہ رضی اللہ عنہم اور اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم کا ذکر مصنف رحمہ اللہ نے اس باب کے آخر میں ایک مستقل فصل میں کیا ہے۔ یہ تعریف صاحب نور الانوار کی عبارت کے مطابق ہے۔ اور مشہور تعریف کے مطابق حدیث مطلقا آپ ﷺ کے اقوال و افعال و سکوت کا نام ہے اور سنت وہ عمل ہے جس پر آپ ﷺ نے آخر زندگی میں دوام کے ساتھ عمل کیا ہو یعنی سنت دائمی غیر منسوخ عمل کا نام ہے۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۱ھ

الشق الاول ......**وحكمه ان يتناول المخصوص قطعا ولا يحتمل البيان لكونه بينا فلايجوز الحاق التعديل بامر الركوع والسجود على سبيل الفرض**۔ (ص ۲۱۔ رحمانیہ)

حکم سے کیا مراد ہے؟ واضح کریں، عبارت میں مذکورہ تفریع کی تشریح بطرز شارح تحریر کریں اور یہ بتائیں کہ تفریع مذکور کا تعلق خاص کے کس حکم سے ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال میں تین امور کا حل مطلوب ہے (۱) حکم کی مراد (۲) عبارت میں مذکور تفریع کی تشریح (۳) تفریع کے متعلقہ حکم کی تعیین۔

جواب ...... ❶ **حکم کی مراد:۔** حکم اس اثر کو کہتے ہیں جو کسی شی پر مرتب ہوتا ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ **حكم الصلاة سقوط الواجب عن ذمة المكلف بالاداء في الدنيا و حصول الثواب في الآخرة** (نماز کا حکم ادائے نماز کے ذریعے دنیا میں مکلف کے ذمہ سے واجب کا ساقط ہونا اور آخرت میں ثواب کا حاصل ہونا) اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اثر جو ادائے صلوۃ پر مرتب ہوتا ہے دنیا میں مکلف کے ذمہ سے واجب کا ساقط ہونا اور آخرت میں ثواب کا حاصل ہونا ہے۔

❷ **عبارت میں مذکور تفریع کی تشریح:۔** خاص کا پہلا حکم یہ ہے کہ وہ اپنے مدلول کو قطعی و یقینی طور پر شامل ہوتا ہے اور دوسرا حکم یہ ہے کہ وہ بذاتِ خود واضح ہونے کی وجہ سے بیان تفسیر کا احتمال نہیں رکھتا۔

خاص کے اس دوسرے حکم پر تفریع قائم کرتے ہوئے مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ **يا ايها الذين آمنوا اركعوا و اسجدوا** میں رکوع و سجدہ الفاظِ خاص ہیں ان کا معنیٰ قیام سے جھکنا اور زمین پر پیشانی رکھنا ہے۔ ان میں تفسیر و توضیح کا احتمال نہیں ہے اسلئے طرفین رحمہما اللہ کے نزدیک آیت کریمہ کی وجہ سے نفسِ رکوع و سجدہ تو فرض ہے مگر حضرت خلاد بن رافع رضی اللہ عنہ والی حدیث متعلقہ بتعدیلِ ارکان کی وجہ سے تعدیلِ ارکان فرض نہیں ہے جبکہ امام شافعی اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی وجہ سے تعدیلِ ارکان بھی فرض ہے کیونکہ آپ ﷺ کا اعادۂ صلوۃ کا حکم دینا یہ قرینہ و دلیل ہے کہ تعدیلِ ارکان بھی فرض ہے۔

ہم اس کے جواب میں یہی کہتے ہیں کہ یہ الفاظِ خاص ہیں ان میں تفسیر کا تو احتمال ہی نہیں ہے لہٰذا دوسری صورت یہ ہے کہ اس حدیث کو آیت کے لئے ناسخ قرار دیا جائے اور خبر واحد سے آیت کا نسخ جائز نہیں ہے لہٰذا ہر ایک مرتبہ کی رعایت کرتے ہوئے ہم کہتے ہیں کہ کتاب اللہ سے ثابت شدہ چیز (رکوع وسجدہ) کتاب اللہ کے قطعی ہونے کی وجہ سے فرض ہے اور خبر واحد سے ثابت شدہ چیز (تعدیلِ ارکان) خبر واحد کے ظنی ہونے کی وجہ سے واجب ہے۔

۳ تفریع کے متعلقہ حکم کی تعیین:۔ ابھی تفریع کی تشریح کے ضمن میں یہ بات معلوم ہو چکی کہ اس تفریع کا تعلق خاص کے حکم ثانی لا یحتمل البیان کے ساتھ ہے۔

الشق الثانی ......وَاَمَّا الْجُمَلُ فَمَا ازْدَحَمَتْ فِيْهِ الْمَعَانِيْ وَاشْتَبَهَ الْمُرَادُ بِهٖ اِشْتِبَاهًا لَايُدْرَكُ بِنَفْسِ الْعِبَارَةِ بَلْ بِالرُّجُوْعِ اِلَى الْاِسْتِفْسَارِ ثُمَّ الطَّلَبِ ثُمَّ التَّاَمُّلِ وَحُكْمُهٗ اِعْتِقَادُ الْحَقِّيَّةِ فِيْمَا هُوَ الْمُرَادُ وَ التَّوَقُّفِ فِيْهِ اِلٰى اَنْ يَتَبَيَّنَ بِبَيَانِ الْجُمَلِ سَوَاءٌ كَانَ بَيَانًا شَافِيًا كَالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ اَوْلَمْ يَكُنِ الْبَيَانُ شَافِيًا كَالرِّبٰوا۔ (ص۱۰۰۔رحمانیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر مکمل تشریح، **ازدحام معانی** سے کیا مراد ہے؟ وضاحت کے ساتھ لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کی تشریح (۳) **ازدحام معانی** کی مراد۔

جواب ...... ۱ عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

۲ عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے مجمل کی تعریف کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مجمل وہ کلام ہے جس میں بہت سے معانی کا ازدحام ہو یعنی بہت سے معانی جمع ہوں اور اس ازدحام کی وجہ سے متکلم کی مراد اس طرح مشتبہ ہو گئی ہو کہ نفس عبارت سے اس کی مراد معلوم نہ ہو سکتی ہو بلکہ اوّلاً متکلم سے دریافت کرنا پڑے پھر طلب اور تامل کرنا پڑے۔

اس کے بعد مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے مجمل کا حکم بیان کیا ہے، مجمل کا حکم یہ ہے کہ اس کی مراد کے حق ہونے کا اعتقاد ہو اور عمل کرنے کے سلسلہ میں اس قدر توقف ہو کہ مجمل کے بیان سے کلام کی مراد ظاہر ہو جائے۔

متکلم کا یہ بیان کبھی تو ایسا شافی ہوگا کہ اس کے بعد کوئی خفاء نہیں رہے گا۔ اس کی مثال باری تعالیٰ کا یہ قول ہے وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ اس میں لفظ **صلٰوۃ** مجمل ہے۔ اس لئے کہ لغت میں **صلٰوۃ** کا معنی دعا ہے لیکن یہ معلوم نہیں کہ یہاں کونسی دعا مراد ہے جب ہم نے اس کے بارے استفسار کیا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اول تا آخر اس کی تشفی بخش وضاحت فرما دی۔ پھر ہم نے جستجو کی **صلٰوۃ** کس کس معنی پر مشتمل ہے۔ پس ہم نے دیکھا کہ (صلٰوۃ) قیام قعود رکوع وسجود تحریمہ قرات تسبیحات اور اذکار پر مشتمل ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام چیزوں کی پوری پوری رعایت کی ہے۔ پھر جب ہم نے تامل کیا اور تو ہمیں معلوم ہوا کہ ان میں سے بعض چیزیں مثلاً قیام رکوع سجود فرض ہیں اور بعض چیزیں مثلاً قرأت فاتحہ واجب ہے اور بعض چیزیں مثلاً تسبیحات رکوع سنت ہیں اور بعض چیزیں مثلاً **قعدہ اخیرہ میں صلوۃ علی النبی** صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دعا مستحب ہے۔ پس لفظ صلٰوۃ جو مجمل تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضاحت فرمانے کے بعد مفسر ہو گیا۔

کبھی متکلم کا بیان غیر شافی ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کے قول وَحَرَّمَ الرِّبٰوا میں لفظ ربوا مجمل ہے اس لئے کہ ربوا کا معنی فضل

اور زیادتی ہے۔ اور ہر فضل اور زیادتی حرام نہیں ہے کیونکہ بیع کو نفع اور زیادتی کے حصول کی غرض سے ہی مشروع کیا گیا ہے۔ لہٰذا بیع کے ذریعے جو فضل اور نفع حاصل ہوگا وہ حلال ہوگا اب معلوم نہیں کہ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا میں کونسا فضل اور نفع حرام ہے تو آپ ﷺ نے اس کی وضاحت اپنے قول۔ الحنطة بالحنطة والشعير بالشعير والتمر بالتمر والملح بالملح والذهب بالذهب والفضة بالفضة مثلا بمثل يدًا بيد والفضل ربوا سے فرمائی یعنی ان چھ چیزوں میں سے کسی چیز کو اس کی ہم جنس کے عوض فروخت کیا جائے تو دونوں عوض برابر ہوں اور دونوں پر مجلس عقد میں قبضہ ہو اگر کسی جانب زیادتی ہو تو وہ ربوا ہے اور شرعاً حرام ہے۔ اس حدیث شریف میں ان چھ چیزوں کا حال تو معلوم ہوا لیکن ان کے علاوہ کا حال معلوم نہیں ہو سکا لہٰذا ہم نے ان چھ چیزوں میں فضل کے حرام ہونے کی علت کو تلاش کیا تا کہ اس علت کے ذریعے ان چھ چیزوں کے علاوہ کا حال بھی معلوم ہو جائے، علماء احناف نے وہ علت قدر اور جنس بیان کی ہے یعنی اگر عوضین قدر و جنس میں متحد ہوں گے تو برابری سے بیع جائز ہے زیادتی حرام ہے اور علماء شوافع نے وہ علت مطعومات میں طعمیت اور اثمان میں ثمنیت بیان کی ہے اور مالکیہ نے وہ علت نقدین میں نقدیت اور اس کے علاوہ میں اقتیات وادخار (ذخیرہ درروزی) بیان کی ہے۔ الغرض اللہ تعالیٰ کا بیان غیر شافی تھا۔ البتہ ربوا کا حکم جو مجمل تھا رسول اللہ ﷺ کے بیان سے مجمل نہ رہا البتہ مشکل ہونے کی وجہ سے اس میں طلب کی ضرورت ہوئی۔

۳ ازدحام معانی کی مراد:۔ شارح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ازدحام معانی کا مطلب یہ ہے کہ ایک لفظ میں وضع کے اعتبار سے بہت سے معانی اس طور پر جمع ہوں کہ ان میں سے ایک معنی دوسرے معنی پر راجح نہ ہو، حاصل یہ کہ ازدحام معانی مجمل کی حقیقت میں داخل ہے مگر یہ ازدحام کبھی تو حقیقۃً ہوتا ہے جیسے ایک لفظ متعدد معانی کے درمیان مشترک ہو اور اس مشترک میں ترجیح کا دروازہ بند ہو گیا ہو۔ اور یہ ازدحام کبھی تقدیراً ہوتا ہے۔ جیسے لفظ غریب مثلاً ھلوع ہے کہ یہ لفظ عقلاً بہت سے معانی کا احتمال رکھتا ہے۔ پس معانی کثیرہ کے احتمال رکھنے کی وجہ سے گویا اس میں معانی کا ازدحام ہو گیا۔ اس آیت میں لفظِ ھلوع باری تعالیٰ کے بیان سے پہلے مجمل تھا اس کی مراد بالکل معلوم نہیں تھی پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو بیان فرمایا چنانچہ فرمایا ھلوع کا مطلب یہ ہے کہ جب اس کو ضرور لاحق ہوتا ہے تو وہ بے قرار ہو جاتا ہے۔ اور جب اس کو بھلائی پہنچتی ہے تو وہ بخیل بن جاتا ہے۔

الورقة الثالثة : فی اصول الفقه

السوال الاوّل ۱۴۳۲ھ

الشق الاوّل ......وَاَمَّا الثَّابِتُ بِاقْتِضَاءِ النَّصِّ فَمَا لَا يَعْمَلُ النَّصُّ اِلَّا بِشَرْطِ تَقَدُّمِهٖ فَاِنَّ ذٰلِكَ اَمْرٌ اِقْتَضَاهُ النَّصُّ لِصِحَّةِ مَاتَنَاوَلَهٗ فَصَارَ هٰذَا مُضَافًا اِلَى النَّصِّ بِوَاسِطَةِ الْمُقْتَضٰى، وَعَلَامَتُهٗ اَنْ يَصِحَّ بِهِ الْمَذْكُوْرُ وَلَايُلْغٰى عِنْدَ ظُهُوْرِهٖ بِخِلَافِ الْمَحْذُوْفِ۔ (ص۱۰۰۔ رحمانیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں، عبارت کی تشریح بطرز شارح تحریر کریں، مقتضی اور محذوف کے درمیان کیا فرق ہے؟ مثالوں کے ذریعہ واضح کریں۔

﴿خلاصہ سوال﴾ ......اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کی تشریح (۳) مقتضی اور محذوف میں فرق مع امثلہ۔

جواب ...... ① عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں تقسیم رابع کی چوتھی قسم کو بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو چیز اقتضاء النص سے ثابت ہو یعنی مقتضیٰ (اسم مفعول) وہ چیز ہے کہ نص عمل نہیں کرتی مگر اس شرط کے ساتھ کہ وہ چیز نص پر مقدم ہو کیونکہ مقتضیٰ ایسی چیز ہے جس کے وجود کا نص اپنے معنی اور مفہوم کی صحت کے لئے تقاضا کرتی ہے یعنی جب تک مقتضیٰ موجود نہیں ہوگا اس وقت تک نص کا مفہوم درست نہیں ہوگا پس یہ مقتضیٰ نص کی طرف اقتضاء کے واسطہ سے منسوب ہوگا۔ شارح فرماتے ہیں کہ اس عبارت کے حل کے لئے دو توجیہیں کی گئی ہیں۔

پہلی توجیہ: یہ ہے کہ متن کی ابتدائی عبارت **الثابت باقتضاء النص** (جو چیز نص کے تقاضا سے ثابت ہو) سے مراد مقتضیٰ (اسم مفعول) ہے اور **اقتضاء النص** میں جو لفظ اقتضاء ہے وہ مصدر ہے اور اپنے مصدری معنی پر محمول ہے اور بواسطة المقتضیٰ جو لفظ مقتضیٰ ہے وہ بھی اقتضاء مصدر کے معانی میں ہے اور **بشرط تقدمه** میں لفظ تقدم کو اضافت کے ساتھ پڑھنا بہتر ہے۔

اب تعریف یہ ہوگئی کہ مقتضیٰ (اسم مفعول) وہ چیز ہے کہ نص عمل نہیں کرتی مگر نص پر اس چیز کے مقدم ہونے کی شرط کے ساتھ کیونکہ یہ مقتضیٰ (اسم مفعول) ایسی شی ہے جس کے وجود کا نص اپنے مفہوم کی صحت کے لئے تقاضا کرتی ہے۔ لہٰذا مقتضیٰ (اسم مفعول) اقتضاء کے واسطہ سے نص کی طرف مضاف ہوگا۔ اس صورت میں مقتضیٰ (اسم مفعول) کی تعریف ہوگی اور وہ حکم جو مقتضیٰ (اسم مفعول) سے ثابت ہے۔ اس کی تعریف نہ ہوگی۔ لہٰذا یہ صورت اپنے قرین یعنی اس امر کے مخالف ہوگی جو دلالت النص میں اس کے حکم کی تعریف کی گئی ہے۔ جو حکم دلالت النص سے ثابت ہوتا ہے۔ اور یہاں اقتضاء النص میں نفس مقتضیٰ کی تعریف کی گئی ہے۔ بہر حال مذکورہ صورت میں اقتضاء النص کی تعریف دلالت النص کی تعریف کے مخالف ہوگی۔

دوسری توجیہ: یہ ہے کہ **اما الثابت باقتضاء النص** میں اقتضاء مقتضیٰ (اسم مفعول) کے معنی میں ہے۔ اب **اما الثابت باقتضاء النص** کے معنی ہوں گے **اما الثابت بمقتضی النص** یعنی وہ چیز جو مقتضیٰ النص سے ثابت ہوتی ہے وہ حکم ہوتا ہے۔ لہٰذا اس صورت میں حکم کی تعریف ہوگی جو مقتضیٰ النص سے ثابت ہوتا ہے اور نفس مقتضیٰ کی تعریف نہ ہوگی۔ اور الا بشرط تقدمہ میں تقدم ماضی کا صیغہ ہے اب قسم رابع کی تعریف یہ ہوگی ''بہر حال وہ حکم جو مقتضیٰ النص سے ثابت ہے وہ چیز ہے جس میں نص عمل نہیں کرتی مگر اس شرط کے ساتھ کہ وہ شرط نص پر مقدم ہو۔ اور وہ شرط مقتضیٰ ہے کیونکہ وہ شرط ایسا امر ہے جس کا نص اپنے مفہوم کی صحت کیلئے تقاضا کرتی ہے الغرض وہ حکم جسکی ہم تعریف کر رہے ہیں نص مقتضیٰ کی طرف مقتضیٰ (اسم مفعول) کے واسطہ سے منسوب ہے۔ کیونکہ نص مقتضیٰ مقتضیٰ پر دلالت کرتی ہے اور مقتضیٰ اسکے حکم پر دلالت کرتا ہے۔ باقی عبارت مذکورہ کا دوسرا حصہ **و علامته ان یصح الخ** سے مصنف رحمہ اللہ نے مقتضیٰ اور محذوف کے درمیان فرق کو بیان کیا ہے جسکی تفصیل ابھی مابعد میں آرہی ہے۔

③ مقتضیٰ اور محذوف میں فرق مع امثلہ:۔ مقتضیٰ اور محذوف کے درمیان فرق کو بیان کرتے ہوئے مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مقتضیٰ کی علامت یہ ہے کہ جب اسکو عبارت میں ظاہر کر دیا جائے تو اس سے کلام مذکور متغیر نہ ہو لفظوں میں اور نہ معنی میں جیسے کسی نے **ان اکلت فعبدی حر** (اگر میں نے کھایا تو میرا غلام آزاد ہے) کہا پس اگر یہاں مقتضیٰ (اسم مفعول) یعنی طعاما کو ظاہر کر دیا جائے اور یوں کہا جائے **ان اکلت طعاما فعبدی حر** تو باقی کلام **فعبدی حر** نہ لفظوں میں متغیر ہوتا ہے اور

نہ معنی میں بخلاف، محذوف کے کہ جب اسکو عبارت میں ظاہر کیا جاتا ہے تو کلام مذکور اپنے سابق طریق سے بدل جاتی ہے جیسے برادران یوسف علیہ السلام کے واقعہ میں **واسئل القریۃ** ہے یہاں لفظِ اہل مضاف محذوف ہے اگر اسکو لفظوں میں ظاہر کرتے ہوئے **واسأل اهل القرية** کہا جائے تو اس صورت میں لفظوں کے اعتبار سے تو یہ تغیر ہوگا کہ **قرية** ظہور **اهل** سے پہلے بوجہ مفعولیت کے منصوب تھا اور ظہور کے بعد اضافت کی وجہ سے مجرور ہو گیا اور معنی کے اعتبار سے یہ تغیر ہوگا کہ ظہور اہل سے پہلے سوال قریۃ سے تھا اور ظہور کے بعد سوال اہل قریۃ سے ہو گیا۔

الشق الثانی ......**والطعن المبهم من ايمة الحديث لايجرح الراوى عندنا الا اذا وقع مفسرا بما هو جرح متفق على ممن اشتهر بالنصيحة دون التعصب حتى لايقبل الطعن بالتدليس والتلبيس والارسال وركض الدابة۔** (ص ۲۰۴۔رحمانیہ)

طعن مبہم اور طعن مفسر کی تعریف ذکر کریں، مذکورہ عبارت کی بے غبار تشریح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں دو امر مطلوب ہیں (۱) طعن مبہم اور مفسر کی تعریف (۲) عبارت کی تشریح۔

جواب ...... ① طعن مبہم و مفسر کی تعریف:۔ راوی حدیث پر کوئی محدث مبہم الفاظ جرح کے ذریعہ جرح کرے مثلاً "**وهو مجروح، منكر وغيره**" تو یہ راوی پر طعن مبہم کہلاتا ہے۔ اور اگر راوی حدیث پر الفاظ جرح جو مبہم ہیں بولے پھر ایسے لفظ سے اسکی تفسیر کردے جو کہ جرح میں متفق علیہ ہیں یا ایسے الفاظ کے ذریعہ جرح کی جو بذات خود جرح میں متفق علیہ ہیں تو یہ طعن مفسر ہے۔

② عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں مصنف رحمہ اللہ نے جرح معتبر و غیر معتبر کو ذکر کیا ہے فرماتے ہیں کہ طعن مبہم یعنی محدث کا صرف یہ کہنا **هذا الحديث مجروح او منكر** یہ حدیث پر جرح کے لئے کافی نہیں ہے لہٰذا اس طرح کی حدیث قابل عمل ہو گی۔ البتہ طعن مفسر راوی میں جرح کو پیدا کر دے گا اور اس کی روایت مجروح اور نا قابل عمل قرار پائے گی۔ پھر مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ طعن مفسر سے حدیث میں جرح کا پیدا ہو جانا ہر عام آدمی کے طعن سے نہیں بلکہ اس شخص کے طعن مفسر سے حدیث مجروح ہوگی اور اس پر عمل نہ ہوگا جو دین میں خیر خواہی چاہنے والا ہو اور متعصب اور متشدد بھی نہ ہو۔ کیونکہ متعصب و متشدد افراد کی جرح اور طعن اس لئے حجت نہیں ہے کہ ان کی اختلافی حالت سے یہ بعید نہیں کہ یہ جرح و طعن محض تعصب اور تشدد کی وجہ سے ہو۔ پھر مصنف رحمہ اللہ بطور تفریع کے چندان امور کو ذکر کرتے ہیں جن سے حدیث پر طعن نہیں ہو سکتا وہ تقریباً آٹھ چیزیں ہیں۔ ① تدلیس یعنی راوی کے متعلق یہ کہا جائے کہ یہ سند کی تفصیل کو چھپا رہا ہے ② تلبیس یعنی راوی اپنے شیخ کے معروف نام یا کنیت کو خلط کر رہا ہے ③ ارسال یا تلبیس یعنی اپنے شیخ کا ایسا نام یا ایسی صفت ذکر کرنا جو لوگوں میں مشہور نہ ہو ④ رکض الدابہ یعنی گھڑ دوڑ وغیرہ میں سواری کا ایڑ لگانا ⑤ مزاح کرنا یعنی دل لگی کے لئے کوئی حق بات مزاحاً کہہ دینا ⑥ کم عمری یعنی یہ کہنا کہ یہ حدیث اس نے تو عمر کی کمسنی میں سنی ہے ⑦ کثیر تعداد میں روایات کا نہ ہونا ⑧ کثرت سے مسائل کا استنباط، یہ تمام امور جرح میں معتبر نہیں ہیں۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۲ھ

الشق الاول ......**وَوَجَبَ مَهْرُ الْمِثْلِ بِنَفْسِ الْعَقْدِ فِي الْمُفَوَّضَةِ ، عَطْفٌ عَلَى قَوْلِهِ صَحَّ اِيْقَاعُ الطَّلَاقِ،**

وَتَفْرِيْعٌ عَلٰى حُكْمِ الْخَاصِ اَىْ وَلِاَجَلِ اَنَّ الْعَمَلَ بِالْخَاصِ وَاجِبٌ وَلَايَحْتَمِلُ الْبَيَانَ وَجَبَ مَهْرُ الْمِثْلِ بِنَفْسِ الْعَقْدِ مِنْ غَيْرِ تَاخِيْرِ اِلَى الْوَطْئِ فِى الْمُفَوَّضَةِ ، وَهُوَ اِنْ كَانَ بِكَسْرِ الْوَاوِ فَالْمَعْنَى الَّتِىْ فَوَّضَتْ نَفْسَهَا بِلَامَهْرٍ وَاِنْ كَانَ بِفَتْحِ الْوَاوِ فَالْمَعْنَى الَّتِىْ فَوَّضَهَا وَلِيُّهَا بِلَا مَهْرٍ وَهُوَ الْاَصَحُّ لِاَنَّ الْاُوْلٰى لَاتَصْلُحُ مَحَلًّا لِلْخِلَافِ اِذْلَا يَصِحُّ نِكَاحُهَا عِنْدَالشَّافِعِىّ "۔ (ص۲۹۔رحمانیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر مطلب واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا خلاصہ دو امور میں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا مطلب۔

جواب ...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

❷ عبارت کا مطلب:۔ حاصلِ عبارت یہ ہے کہ جس عورت کو اس کے ولی نے مہر کے بغیر کسی مرد کے سپرد کر دیا تو ہمارے نزدیک وطی کے بغیر محض عقدِ نکاح سے مہرِ مثلی لازم ہو جائے گا اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وطی کے بغیر مہر لازم نہیں ہوگا۔

شارح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت کا عطف ماقبل والے جملہ **صح ایقاع الطلاق** پر ہے اور یہ بھی خاص کے اس حکم پر تفریع ہے کہ خاص پر عمل کرنا واجب ہے اور خاص بیّن بنفسہ ہونے کی وجہ سے بیانِ تفسیر کا احتمال نہیں رکھتا۔

شارح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ **مفوضة** کو بکسر الواو (اسم فاعل) اور بفتح الواو (اسم مفعول) دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں۔

بکسر الواوٗ (اسم فاعل) کی صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ وہ عورت جس نے اپنے آپ کو بلا مہر سپرد کر دیا اور بفتح الواوٗ (اسم مفعول) کی صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ وہ عورت جس کو اس کے ولی نے بلا مہر سپرد کر دیا۔

شارح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہاں دوسرا احتمال (اسم مفعول) زیادہ صحیح ہے اس لئے کہ پہلی صورت میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ولی کے بغیر نکاح درست ہی نہیں ہے اس لئے مہر بھی واجب نہیں ہے، لہٰذا دوسرا احتمال زیادہ صحیح ہے تاکہ ہمارے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان ثمرۂ اختلاف ظاہر ہو سکے۔

الشق الثانی ...... **واذا اوصى بخاتم لانسان ثم بالفص منه لآخر ان الحلقة للاول والفص بينهما تائيد لمقدمة مفهومة مماقبل وهى ان العام مساو للخاص بمسألة فقهية.** عبارت مذکورہ کی بے غبار تشریح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں فقط عبارت کی تشریح مطلوب ہے۔ (ص۷۷۔رحمانیہ)

جواب ...... عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں شارح رحمۃ اللہ علیہ نے عام کو خاص کے برابر قرار دینے کی تائید میں ایک مسئلہ بیان کیا ہے، اس کا حاصل یہ کہ ایک شخص نے کسی انسان کیلئے اپنی انگوٹھی کی وصیت کی پھر دوسرے کیلئے اس کے نگینہ کی وصیت کی تو انگوٹھی کا حلقہ پہلے شخص کیلئے ہوگا اور نگینہ دونوں کے درمیان مشترک ہوگا دلیل یہ ہے کہ لفظ "خاتم" (انگوٹھی) حلقہ ونگینہ کو شامل ہونے کی وجہ سے عام کی مانند و مثل ہے اور لفظ "فص" (نگینہ) خاص ہے اور موصِی (متکلم) نے اپنی کلام میں عام (خاتم) کے بعد خاص (فص) کو ذکر کیا ہے لہٰذا نگینہ کے متعلق موصی لہ اوّل وثانی میں اختلاف وتعارض ہو گیا۔ پس عام یعنی وصیتِ اولیٰ کو خاص یعنی وصیتِ ثانیہ کے برابر کرنے کیلئے کہا کہ نگینہ دونوں کے درمیان مشترک ہوگا اور حلقہ صرف موصی لہ اوّل کیلئے ہوگا کیونکہ حلقہ میں کوئی تعارض نہیں ہے اسکی وصیت صرف موصی لہ اوّل کیلئے کی گئی ہے اور نگینہ کی وصیت دونوں کیلئے کی گئی تھی، اس لئے تعارض پیدا ہوا تھا۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۲ھ

الشق الاول ......او بیان ضرورة وهو اما ان یکون فی حکم المنطوق أو ثبت بدلالة حال المتکلم او ثبت ضرورة دفع الغرور عن الناس او ثبت ضرورة کثرة الکلام ۔(ص ۲۱۸۔رحمانیہ)

بیان ضرورت کی تعریف کریں، بیان ضرور کی مذکورہ تمام صورتوں کی وضاحت مثالوں کے ذریعہ کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں دو امر حل طلب ہیں (۱) بیان ضرورت کی تعریف (۲) ضرورت کی مذکور صورتوں کی وضاحت۔

جواب ...... ① بیان ضرورۃ کی تعریف:۔ بیان ضرورۃ وہ بیان ہے جو بوقت ضرورت متکلم کی کلام سے قضاءً ضرورۃً سمجھا جائے۔

② بیان ضرورۃ کی مذکورہ صورتوں کی وضاحت مع امثلہ:۔ اس عبارت میں بیان ضرورت کی چار صورتوں کو ذکر کیا گیا ہے۔

① یہ ہے کہ متکلم کا بیان منطوق کے حکم میں ہو یا وہ کلام جس سے سکوت کیا گیا ہو اور مقدر تسلیم کیا گیا ہو وہ منطوق کے حکم میں ہو جیسے **ورثه ابواه فلامه الثلث** اس آیت میں شارح نے اولاً والدین کو مع الشرکت میت کا وارث قرار دیا۔ اسکے بعد والدہ کا حصہ ثلث خاص کر دیا تو یہ بیانِ ضرورت ہے اسلئے کہ اسکے علاوہ جو حصہ (دو ثلث) بچا ہے وہ ازخود معلوم ہو گیا کہ اسکا حقدار والد ہے ② یہ ہے کہ متکلم کی حالت ساکتہ دلالت کرے کہ بیانِ ضرورت مکمل ہو چکا ہے اگر ضرورت ہوتی تو متکلم خاموش نہ رہتا، یہاں متکلم کا خاموش رہنا بیانِ ضرورت ہے جیسے آپ کے سامنے لوگ مختلف عقود (مضاربت مشارکت بیع وشراء وغیرہ) کرتے رہے آپ نے ان امور کا ملاحظہ کرنے کے باوجود خاموشی اختیار کی تو یہ ان امور کے جواز کیلئے بیان ضرورت ہے کہ اگر یہ امور وعقود جائز نہ ہوتے تو آپ خاموشی اختیار نہ کرتے ③ یہ ہے کہ لوگوں سے ضرر کو دفع کرنے کیلئے ضرورۃً اس کو بیان تسلیم کیا جائے جیسے ایک مالک کے سامنے اس کا غلام خرید وفروخت کرتا ہے اور مالک خاموش رہتا ہے تو مالک کی یہ خاموشی مالک کی طرف سے اجازت سمجھی جائیگی، کیونکہ اگر اس خاموشی کو بیانِ ضرورت کے درجہ میں اجازت پر محمول نہ کریں تو لوگ اس غلام کو عبد ماذون سمجھتے ہوئے اس سے خرید وفروخت کرینگے اور ان کا ضرر لازم آئے گا جو کہ حرام ہے اور اس ضرر کو دفع کرنا واجب ہے ④ یہ ہے کہ کثرت کلام یا طول عبارت ہونے کی وجہ سے اس کو ضرورۃً بیان تسلیم کر لیا جائے کہ وہ عبارت مراد کلام پر دلالت کرتی ہے جیسے **له علی مائة ودرهم**، اس مثال میں متکلم نے مائۃ کے ساتھ تمیز کو ذکر نہیں کیا، اور عطف کی صورت مابعد میں درہم کا لفظ اس بات کا بیان ہے کہ معطوف علیہ میں بھی مائۃ سے مراد دراہم ہی ہیں اور متکلم نے کثرت کلام یا طول عبارت سے بچنے کے لئے معطوف علیہ میں تمیز کو ذکر نہیں کیا۔

الشق الثانی ......اَمَّا الْكِتَابُ فَالْقُرْآنُ الْمُنَزَّلُ عَلَى الرَّسُوْلِ عَلَيْهِ السَّلَامُ ۔ وَهٰذَا تَعْرِيْفٌ لِكُلِّ الْكِتَابِ وَاللَّامُ فِيْهِ لِلْعَهْدِ وَالْمَعْهُوْدُ هُوَ الْكِتَابُ السَّابِقُ ذِكْرُهُ الَّذِيْ كَانَ مُضَافًا اِلَيْهِ لِلْبَعْضِ وَالْقُرْآنُ اَنْ كَانَ عَلَمًا كَمَا هُوَ الْمَشْهُوْرُ فَهُوَ تَعْرِيْفٌ لَفْظِيٌّ وَابْتِدَاءُ التَّعْرِيْفِ الْحَقِيْقِيِّ مِنْ قَوْلِهِ الْمُنَزَّلُ اِلٰى آخِرِهٖ وَاِنْ كَانَ بِمَعْنَى الْمَقْرُوْءِ اَوْ بِمَعْنَى الْمَقْرُوْنِ فَهُوَ جِنْسٌ لَهٗ وَمَا بَعْدَهٗ فَصْلٌ بِلَا تَكَلُّفٍ ۔ (ص ۱۳۔رحمانیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر تشریح کریں۔ کتاب اللہ کی تعریف اور فوائد قیود بیان کریں۔ تعریف لفظی اور حقیقی کے درمیان فرق واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کی تشریح (۳) کتاب اللہ کی تعریف وفوائد قیود (۴) تعریفِ لفظی وحقیقی میں فرق۔

جواب...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

❷ عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں اولاً کتاب اللہ کی تعریف ذکر کی گئی ہے کہ کتاب اللہ وہ قرآن ہے جو رسول اللہ پر اتارا گیا ہے مصحفوں میں لکھا گیا ہے اور آپ سے تواتر کے ساتھ بغیر کسی شبہ کے منقول ہے۔

سوال ہوتا ہے کہ معرف کی یہ تعریف دخولِ غیر سے مانع نہیں ہے یہ تعریف پورے قرآن کریم کو شامل ہے حالانکہ پورے قرآن کریم میں احکام نہیں ہیں بلکہ اصولِ فقہ میں سے ایک اصل قرآن کریم کی صرف پانچ سو کے قریب آیات ہیں باقی قصص وامثال وغیرہ ہیں جو کہ شریعت کا ماخذ نہیں ہیں۔

هٰذا تعریف لکل الکتاب سے اس سوال کا جواب دیا کہ یہ تعریف تو پورے قرآن کریم کی ہے مگر "الکتاب" پر الف لام عہدِ خارجی کا ہے اور وہ معہود کتاب ہے جس کو ماقبل میں (**المراد من الکتاب بعض الکتاب وھو مقدار خمس مائۃ آیۃ**) میں بعض کا مضاف الیہ بنا کر ذکر کیا گیا ہے۔

پس یہاں پر الکتاب سے مراد وہی پانچ سو آیات ہی ہیں لہٰذا تعریف دخولِ غیر سے مانع ہوگئی۔

اس کے بعد شارح فرماتے ہیں کہ لفظ **القرآن** میں دو احتمال ہیں (١) علَم (٢) مصدر۔

اگر **القرآن** علَم ہو جیسا کہ مشہور ہے تو **القرآن** کے ذریعہ کتاب کی تعریفِ لفظی ہوگی اور **المنزل علی الرسول** سے تعریفِ حقیقی کا آغاز ہوگا اور اگر **القرآن** مصدر ہو تو یہ مقروءۃ (مہموز) یا مقرون (صحیح) اسم مفعول کے معنی میں ہوگا، مقروء کی صورت میں وجہ تسمیہ یہ ہوگی کہ قرآن کریم کو خوب بار بار پڑھا جاتا ہے اس لئے قرآن کہتے ہیں اور مقرون کی صورت میں وجہ تسمیہ یہ ہوگی کہ قرآن کریم کی آیات ایک دوسرے سے مقترن اور ملی ہوئی ہیں اس لئے اس کو قرآن کہتے ہیں اس کے بعد شارح نے فوائدِ قیود کو بیان کیا کہ لفظ **القرآن** کتاب کے لئے جنس ہے کیونکہ قرآن ہر پڑھی جانے والی یا ہر مقترن ومتصل چیز کو شامل ہے اور **المنزل** فصلِ اول ہے اس کے ذریعہ غیر آسمانی کتابیں خارج ہوگئیں اور **علی الرسول** فصل ثانی ہے اس کے ذریعہ دیگر آسمانی کتابیں تورات، انجیل وزبور خارج ہوگئیں **المکتوب فی المصاحف** یہ فصلِ ثالث ہے اس کے ذریعہ وہ آیات قرآنی خارج ہوگئیں جن کی تلاوت منسوخ ہو چکی ہے اسی طرح وہ قرآتیں خارج ہوگئیں جو مکتوب فی المصاحف نہیں ہے **المنقول عنه نقلا متواترا بلا شبهة** یہ فصلِ رابع ہے اس کے ذریعہ وہ آیات خارج ہوگئیں جو بطریق آحاد منقول ہیں جیسے قضاءِ رمضان کے متعلق ایک روایت میں **فعدة من ایام اخر** کے ساتھ متتابعات کی قید موجود ہے اسی طرح وہ آیات بھی خارج ہوگئیں جو بطریق شہرت منقول ہیں جیسے حدِ سرقہ میں **فاقطعوا ایمانهما** کی قرأت ہے۔

❸ کتاب اللہ کی تعریف وفوائدِ قیود:۔ ابھی عبارت کی تشریح کے ضمن میں اس کا حل گزر چکا ہے۔

❹ تعریف لفظی وحقیقی میں فرق:۔ تعریفِ لفظی: یہ ہے کہ کسی غیر معروف لفظ کو معروف لفظ سے تعبیر کر دیا جائے جیسے لفظِ غضنفر کو اسد سے متعارف کروانا تعریفِ لفظی ہے۔

تعریفِ حقیقی: یہ ہے کہ کسی غیر حاصل صورت کو حاصل کرنے سمجھانے کیلئے جو تعریف کی جائے وہ تعریفِ حقیقی ہے جیسے یہاں پر **الکتاب** کی تعریف کی گئی ہے **القرآن المنزل علی الرسول المکتوب فی المصاحف المنقول عنه نقلا متواترا بلا شبهة۔**

﴿الورقة الثالثة : فی اصول الفقه﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۳ھ

الشق الاوّل ...... وَيَخْتَصُّ مُرَادُهُ بِصِيغَةٍ لَازِمَةٍ. بَيَانٌ لِكَوْنِ الْأَمْرِ خَاصًّا يَعْنِي يَخْتَصُّ مُرَادُ الْأَمْرِ وَهُوَ الْوُجُوبُ بِصِيغَةٍ لَازِمَةٍ لِلْمُرَادِ وَالْغَرَضُ مِنْهُ بَيَانُ الْاِخْتِصَاصِ مِنَ الْجَانِبَيْنِ أَيْ لَا يَكُونُ الْأَمْرُ إِلَّا لِلْوُجُوبِ وَلَا يَثْبُتُ الْوُجُوبُ إِلَّا مِنَ الْأَمْرِ دُوْنَ الْفِعْلِ فَيَكُوْنُ نَفْيًا لِلْاِشْتِرَاكِ وَالتَّرَادُفِ جَمِيْعًا (ص۳۲۔رحمانیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ وتشریح کریں جس سے اشتراک اور ترادف کی نفی واضح ہو جائے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حاصل تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) عبارت کی تشریح۔

جواب ...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ اور امر کی مراد صیغۂ لازمہ کے ساتھ مختص ہوتی ہے یہ عبارت امر کے خاص ہونے کا بیان ہے یعنی امر کی مراد جو وجوب ہے یہ ایسے صیغہ کے ساتھ مختص ہوتی ہے جو مراد کیلئے لازم ہے اور اس قول سے مقصد جانبین سے اختصاص کو بیان کرنا ہے یعنی امر صرف وجوب کیلئے آتا ہے اور وجوب صرف امر سے ہی ثابت ہوتا ہے، نہ کہ فعل سے۔ پس اس سے اشتراک وترادف دونوں کی نفی ہوگئی۔

❸ عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت سے مصنف رحمہ اللہ کی غرض صیغۂ امر اور اس کی مراد (وجوب) کے درمیان جانبین سے اختصاص کو بیان کرنا ہے اس سے قبل ایک تمہید کہ بسا اوقات لفظ معنی کے ساتھ خاص ہوتا ہے مگر معنی لفظ کے ساتھ خاص نہیں ہوتا جیسے الفاظِ مترادفہ مثلاً لیث واسد کہ یہ دونوں حیوانِ مفترس (شیر) کے ساتھ مختص ہیں ان کا صرف یہی ایک معنی ہے مگر حیوانِ مفترس ان کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ اور الفاظ کا بھی یہی معنی ہے مثلاً غضنفر کا بھی یہی معنی ومدلول ہے۔

بسا اوقات اسکے برعکس یعنی معنی لفظ کے ساتھ خاص ہوتا ہے مگر وہ لفظ اس معنی کے ساتھ خاص نہیں ہوتا بلکہ دوسرا معنی بھی ادا کرتا ہے جیسے الفاظِ مشترکہ مثلاً قرءیہ حیض وطہر دونوں معنی ادا کرتا ہے یہاں پر حیض کا معنی قرء کے ساتھ مختص ہے مگر قرء حیض کے ساتھ مختص نہیں ہے بلکہ دوسرا معنی (طہر) بھی ادا کرتا ہے اور بسا اوقات دونوں ایک دوسرے کے ساتھ مختص ہوتے ہیں مثلاً انسان اور حیوان ناطق کہ انسان حیوان ناطق کے غیر پر صادق نہیں آسکتا اور حیوان ناطق انسان کے علاوہ پر صادق نہیں آسکتا یہاں جانبین سے اختصاص ہے۔

اس تمہید کے بعد مصنف رحمہ اللہ کی کلام کا حاصل یہ ہے کہ یہاں پر صیغۂ امر اور اس کی مراد (وجوب) کے درمیان جانبین سے اختصاص ہے بایں طور کہ صیغۂ امر صرف وجوب کے لئے ہے ندب واباحت کے لئے نہیں ہے اور وجوب صرف صیغۂ امر سے ثابت ہوگا فعلِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے وجوب ثابت نہیں ہوگا۔ اس اختصاص کو بیان کرنے سے مقصود اشتراک وترادف والے مذاہب کی نفی کرنا ہے۔ یعنی اس مذہب کی بھی نفی کرنی ہے کہ صیغۂ وجوب، ندب واباحت کے درمیان مشترک ہے اور اس مذہب کی بھی نفی کرنی ہے کہ امر وفعلِ نبی میں ترادف ہے اور دونوں سے وجوب ثابت ہوتا ہے۔

جب یہ کہا کہ صیغۂ امر صرف وجوب پر دلالت کرتا ہے اور صیغۂ امر وجوب کے لئے لازم ہے کبھی بھی وجوب سے جدا نہ ہوگا تو اشتراک کی نفی ہوگئی کہ ندب واباحت پر دلالت نہیں کرتا اور مراد یعنی وجوب صیغۂ امر کے علاوہ فعلِ نبی سے ثابت نہیں ہوگا جب فعل نبی سے وجوب ثابت نہ ہوا تو صیغۂ امر اور فعلِ نبی کے درمیان ترادف کی بھی نفی ہوگئی۔ (قوت الاخیار ج ا ص ۱۰۲)

الشق الثانی ...... ومن وما يحتملان العموم والخصوص وأصلهما العموم يعنى أنهما فى أصل الوضع للعموم ويستعلنان فى الخصوص بعارض القرائن سواء استعملا فى الاستفهام أو الشرط أو الخبر وماقيل أن الخصوص يكون فى الأخبار فمنتقض لايطرد ...... فأذا قال من شاء من عبيدى العتق فهو حر فشاؤا عتقوا...... فأن قال لأمته أن كان مافى بطنك غلاما فأنت حرة فولدت غلاما وجارية لم تعتق۔ (ص۸۴۔رحمانیہ)

مذکورہ عبارت کی بے غبار تشریح کریں، خط کشیدہ حصہ سے شارح کی غرض واضح کریں نیز من اور ما کے درمیان فرق مثالوں سے واضح کریں۔

﴿خلاصہ سوال﴾ ...... اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت کی تشریح (۲) عبارتِ مخطوطہ کی غرض (۳) مَنْ ومَا میں فرق مع امثلہ۔

جواب ...... ❶ عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں مصنف رحمہ اللہ نے الفاظِ عموم میں سے مَنْ اور مَا کا ذکر کیا ہے کہ یہ دونوں الفاظ عموم وخصوص دونوں کا احتمال رکھتے ہیں یعنی جب مَنْ کے ذریعہ سوال کیا جائے تو جواب میں ایک شخص بھی واقع ہوسکتا ہے اور کئی افراد بھی واقع ہوسکتے ہیں مثلاً مَنْ فِي الدَّارِ کے جواب میں صرف خالد بھی واقع ہوسکتا ہے اور خالد زید بکر وغیرہ بھی واقع ہوسکتے ہیں۔ اسی طرح مَا کے جواب میں بھی، مثلاً مَا فِي الدَّارِ کے جواب میں صرف سریر بھی واقع ہوسکتا ہے اور سریر، مکتب وغیرہ متعدد چیزیں بھی واقع ہوسکتی ہیں البتہ اپنی اصل وضع کے اعتبار سے عموم کے لئے ہیں اور بطریق مجاز قرائن کی وجہ سے خصوص کے لئے ابھی استعمال ہوتے ہیں، خواہ استفہام کے معنی میں مستعمل ہوں یا خبر وشرط کے معنی میں مستعمل ہوں۔

اس کے بعد شارح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بعض اصولیین کا یہ کہنا کہ مَنْ ومَا اگر شرط یا استفہام کے معنی میں مستعمل ہوں تو پھر صرف عموم کے لئے ہوتے ہیں خصوص کے لئے نہیں ہوتے اور اگر خبر کے معنی میں مستعمل ہوں تو پھر عموم وخصوص دونوں کے لئے آتے ہیں یہ قول نقض زدہ ہے اور عام طور پر جاری نہیں ہے۔

اس کے بعد شارح رحمہ اللہ نے کلمہ مَنْ اور کلمہ مَا کے عموم پر تفریع قائم کی ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ اگر کسی مولیٰ نے یہ کہا کہ مَنْ شَاءَ مِنْ عَبِيدِيْ الْعِتْقَ فَهُوَ حُرٌّ (میرے غلاموں میں سے جس نے آزاد ہونا چاہا وہ آزاد ہے) اس میں مَنْ عام ہے اور مشیت جو ایک عام صفت ہے اس کے ساتھ متصف ہے اور مِنْ عَبِيدِيْ میں مِنْ کے بیانیہ ہونے کا احتمال موجود ہے پس اگر تمام غلاموں نے آزاد ہونا چاہا تو کلمہ مَنْ کے عموم پر عمل کرتے ہوئے تمام غلام آزاد ہو جائیں گے۔

اسی طرح کسی شخص نے اپنی باندی سے کہا اِنْ كَانَ مَا فِي بَطْنِكِ غُلَامًا فَأَنْتِ حُرَّةٌ (تیرے پیٹ میں جو کچھ ہے اگر وہ لڑکا ہے تو تو آزاد ہے) اب اگر اس باندی نے لڑکا ولڑکی دونوں جنے تو یہ آزاد نہ ہوگی کیونکہ اس عبارت میں کلمہ مَا عام ہے مطلب یہ کہ اس نے کہا کہ وہ سب کچھ جو تیرے پیٹ میں ہے اگر وہ لڑکا ہے تو تو آزاد ہے اب جب اس نے جنا تو وہ پیٹ کا کچھ حصہ لڑکا ہے اور کچھ حصہ لڑکی ہے تو پورے پیٹ میں لڑکا ہونے کی شرط پوری نہ ہونے کی وجہ سے یہ آزاد نہ ہوگی۔

❷ عبارت مخطوطہ کی غرض:۔ اس عبارت سے شارح کی غرض ان بعض اصولیین پر رد کرنا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ کلمہ مَنْ اور مَا جب شرط واستفہام کے معنی میں مستعمل ہوں تو پھر صرف عموم کیلئے ہوتے ہیں خصوص کے لئے نہیں ہوتے اور اگر خبر کے معنی میں مستعمل ہوں تو پھر عموم خصوص دونوں کیلئے آتے ہیں۔ شارح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان کا یہ قول صحیح نہیں ہے۔ اس قول پر نقض وارد ہو سکتا ہے، اس لئے کہ اگر کسی نے مَنْ اَبُوْكَ، مَادِيْنُكَ کے ذریعہ سوال کیا تو یہاں پر مَنْ اَبُوْكَ کے جواب میں صرف ایک شخص کا

نام آئے گا اسی طرح مَادِینُكَ کے جواب میں صرف دین اسلام آئے گا تو یہاں پر یہ دونوں الفاظ استفہام کے لئے مستعمل ہیں اور خصوص کے لئے ہیں لہٰذا یہ کہنا درست نہیں ہے کہ جب یہ شرط واستفہام کے لئے مستعمل ہوں تو صرف عموم کے لئے آتے ہیں۔

❸ **مَنْ و مَا میں فرق مع امثلہ:۔** مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ لفظ مَنْ کا حقیقی استعمال ذوی العقول کے لئے ہوتا ہے جیسے آپ کا ارشاد ہے **مَنْ قتل قتيلا فله سلبه** اس میں مَنْ ذوی العقول (قاتل) کے لئے مستعمل ہے اور کبھی مجازاً غیر ذوی العقول کیلئے بھی ہوتا ہے جیسے **فمنهم من يمشي على بطنه** اس میں مَنْ کا استعمال غیر ذوی العقول (چوپائے) کیلئے ہے۔

کلمۂ مَا (عند البعض) غیر ذوی العقول کے لئے آتا ہے اور کبھی مجازاً ذوی العقول کے لئے بھی آتا ہے شارح فرماتے ہیں کہ یہ بعض حضرات کا قول ہے، اکثر حضرت کے نزدیک **مَا** ذوی العقول وغیر ذوی العقول دونوں کے لئے آتا ہے غیر ذوی العقول کی مثال جیسے **ما فی الدار** کے جواب میں کوئی ایسی چیز واقع ہوگی جو غیر ذوی العقول ہوگی مثلاً دراہم و دینار وغیرہ اور ذوی العقول کی مثال جیسے **والسماء وما بناها** میں مَا سے مراد باری تعالیٰ ہے جو کہ ذوی العقول میں سے ہے۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۳ھ

الشق الاول ......**وانما يقع على الملك والأجارة والدخول حافيا أو متنعلا فيما اذا حلف لايضع قدمه فی دار فلان باعتبار عموم المجازوهو الدخول ونسبة السكنى۔** (ص۱۱۰۔رحمانیہ)

مذکورہ عبارت سوال کا جواب ہے سوال اور جواب دونوں کو مکمل وضاحت کے ساتھ تحریر کریں۔ نیز یہ بتائیں کہ مذکورہ سوال وجواب کا تعلق کس مسئلہ سے ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں دو امر مطلوب ہیں (۱) سوال وجواب کی وضاحت (۲) متعلقہ مسئلہ کی نشاندہی۔

جواب ...... ❶ **سوال و جواب کی وضاحت:۔** یہ عبارت ایک سوال مقدر کا جواب ہے سوال کی تقریر یہ ہے کہ اے احناف! تم کہتے ہو کہ جمع بین الحقیقت والمجاز بلفظ واحد و بوقت واحد نا جائز ہے۔ حالانکہ تم جمع بین الحقیقت والمجاز کرتے ہو، بایں طور کہ کسی نے قسم کھائی **واللہ لا اضع قدمی فی دار خالد** (قسم بخدا میں خالد کے گھر میں قدم نہیں رکھوں گا) پھر یہ شخص خالد کے گھر میں جوتا پہن کر داخل ہوا یا ننگے پاؤں داخل ہوا بہر صورت حانث ہو جائے گا تو یہ جمع بین الحقیقت والمجاز ہے اس لئے کہ ننگے پاؤں داخل ہونا وضع قدم کا حقیقی معنی ہے اور جوتا پہن کر داخل ہونا وضع قدم کا مجازی معنی ہے۔

اسی طرح دارِ خالد کا حقیقی معنی یہ ہے کہ وہ خالد کی ملکیت میں ہو اور مجازی معنی یہ ہے کہ وہ کرایہ وعاریہ کا گھر ہو اب اگر حالف خالد کے مملوکہ گھر میں داخل ہوگا تب بھی حانث ہو جائے گا اور اگر خالد کے کرایہ وعاریہ والے گھر میں داخل ہوگا تب بھی حانث ہو جائیگا۔ تو اے احناف تم نے وضع قدم اور دارِ خالد دونوں میں حقیقت ومجاز کو جمع کیا ہے، حالانکہ یہ تمہارے نزدیک جائز نہیں ہے۔

جواب کا حاصل یہ ہے کہ یہاں پر حالف جمع بین الحقیقت والمجاز کی وجہ سے حانث نہیں ہوگا بلکہ عموم مجاز کی وجہ سے حانث ہوگا عموم مجاز کا مطلب یہ ہے کہ لفظ کا ایسا مجازی معنی مراد لیا جائے کہ معنی حقیقی بھی اسکے افراد میں سے ایک فرد ہو کر اسکے تحت داخل ہو وہ مجازی معنی یہ ہے کہ **لا اضع قدمی** سے مراد **لا ادخل** ہے اور **لا ادخل** کا لفظ دونوں صورتوں کو شامل ہے خواہ وہ جوتا پہن کر

داخل ہو یا ننگے پاؤں داخل ہو بہر صورت وہ حانث ہو جائیگا۔اسی طرح دارِ خالد سے مراد دارِ سکنیٰ ہے (خواہ سکنیٰ بالفعل ہو یا بالقوہ ہو بایں طور کہ وہ فی الحال اس میں رہ رہا ہو یا اس میں فی الحال رہائش نہ ہو مگر ملک ہونے کی وجہ سے بالقوہ اس میں رہنے کی قدرت حاصل ہو) خواہ دارِ مملوکہ ہو یا مستاجرہ ہو یا مستعارہ ہو بہر صورت دارِ سکنیٰ ہی ہوگا اور حالف اس میں داخل ہونے سے حانث ہو جائیگا۔

الحاصل دونوں صورتوں میں حالف جمع بین الحقیقت والمجاز کی وجہ سے نہیں بلکہ عموم مجاز کی وجہ سے حانث ہوگا۔

❷ متعلقہ مسئلہ کی نشاندہی:۔ ماقبل میں مصنف رحمہ اللہ نے ایک مسئلہ ذکر کیا تھا کہ لفظِ واحد سے معنی حقیقی ومجازی دونوں کو ایک ساتھ اسطرح مراد لینا کہ دونوں میں سے ہر ایک کے ساتھ مستقل طور پر حکم متعلق ہو یہ احناف کے نزدیک جائز نہیں ہے ابھی ذکر کردہ سوال وجواب اسی مسئلہ پر نقض تھا، جس کا جواب گزر چکا ہے۔

الشق الثانی......وفی للظرفية وهذا هو أصل معناه فی اللغة واتفق أصحابنا فی هذا القدر ولكنهم اختلفوا فی حذفه وأثباته فی ظرف الزمان أی فی كون ما بعده معيارا لما قبله غير فاضل عنه أو كونه ظرفا فاضلا عنه . فقالا هما سواء فی أنه يستوعب جميع مابعده ...... وفرق أبوحنيفة بينهما فيما اذا نوی آخر النهار . وأذا أضيف الی مكان بأن يقول أنت طالق فی مكة يقع حالا ألا أن يضمر الفعل فيصير بمعنی الشرط .(ص۱۴۵۔رحمانیہ)

عبارت کی تشریح کرتے ہوئے امام صاحب اور صاحبین کے درمیان اختلاف کو مثالوں سے واضح کریں اور یہ بتائیں کہ **أن يضمر الفعل** میں **الفعل** سے کیا مراد ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں تین امور توجہ طلب ہیں (۱) عبارت کی تشریح (۲) امام صاحب وصاحبین رحمہم اللہ کا اختلاف مع امثلہ (۳) **الفعل** کی مراد۔

جواب...... ❶ عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں مصنف رحمہ اللہ نے فی (حرف جار) کے متعلق تفصیل ذکر کی ہے کہ علماءِ احناف اس پر متفق ہیں کہ فی ظرفیت کیلئے موضوع ہے اور لغت میں یہی اس کا اصل معنی ہے، مگر حذفِ فی اور ذکرِ فی میں اختلاف ہے (اختلاف حذف میں نہیں ہے حذف بالاتفاق جائز ہے) بلکہ ذکر و حذف میں سے کون مدخولِ فی کے استیعاب کا تقاضا کرتا ہے اور کون اس کا تقاضا نہیں کرتا۔

صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ ذکر و حذف دونوں برابر ہیں خواہ فی کو ذکر کریں یا حذف کریں، بہر صورت فی استیعاب کے لئے ہوتا ہے یعنی اپنے مابعد کے تمام اجزاء کو گھیر لیتا ہے اور اس کا مابعد اس کے ماقبل کیلئے معیار ہوتا ہے، اس سے زائد وفاضل نہیں ہوتا، گویا صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک ذکرِ فی اور حذفِ فی دونوں کا ایک ہی معنی وحکم ہے۔پس اگر کسی نے اپنی بیوی کو **أَنْتِ طَالِقٌ غَدًا** کہا یا **أَنْتِ طَالِقٌ فِیْ غَدٍ** کہا اور کوئی نیت نہیں کی تو دونوں صورتوں میں غد کے اول حصہ میں یعنی صبح صادق ہوتے ہی طلاق واقع ہو جائیگی اور عورت غد کے تمام اجزاء میں مطلقہ ہو جائے گی یعنی طلاق غد کے تمام اجزاء کا استیعاب کرلے گی، اب اگر شوہر نے آخرِ نہار مثلاً عصر کے وقت طلاق کی نیت کی تو دیانۃً اس کی نیت معتبر ہوگی کیونکہ آخرِ نہار اس کی کلام کا محتمل ہے اور آخرِ نہار بھی غد کا ہی ایک حصہ ہے لہٰذا یہ نیت معتبر ہوگی اور قضاءً اس کی نیت معتبر نہ ہوگی یعنی قاضی اس کی نیت کے مطابق فیصلہ نہیں کرے گا اسلئے کہ

اسکی یہ نیت خلاف ظاہر کی نیت ہے کیونکہ اصل یہ ہے کہ فی مذکور ہو یا محذوف ہو بہر صورت طلاق غد کے تمام اجزاء کا استیعاب کرے گی۔

امام صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ذکرِ فی اور حذفِ فی میں مابعد کے استیعاب میں فرق ہے، پس حذفِ فی کی صورت میں استیعاب ہوگا اور بلانیت صبح ہی طلاق واقع ہو جائے گی اور اگر آخرِ نہار کی نیت کی تو دیانۃً تصدیق کی جائیگی قضاءً تصدیق نہیں کی جائے گی۔

اگر انتِ طالق فی غدٍ کہا تو بلانیت صبح ہی طلاق واقع ہو جائیگی اور آخرِ نہار کی نیت کی صورت میں قضاء و دیانۃً دونوں طرح اس کی تصدیق کی جائے گی کیونکہ اس کی نیت اس کے کلام کا محتمل ہے اور ذکرِ فی استیعاب کا تقاضا نہیں کرتا۔

اس کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص نے قسم کھائی **واللہ لا صومنّ الدھر** (بخدا میں زمانہ بھر روزہ رکھوں گا) اس صورت میں فی محذوف ہے اس لئے یہ کلام استیعابِ دہر کو چاہتی ہے اس صورت میں زندگی بھر روزے رکھنا ضروری ہوگا اور اگر اس نے **واللہ لا صومنّ فی الدھر** (بخدا میں زمانہ میں روزہ رکھوں گا) اس صورت میں ذکرِ فی استیعاب نہیں چاہتا لہٰذا معمولی مقدار کے روزہ سے بھی قسم پوری ہو جائے گی۔

الحاصل صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک ذکرِ فی اور حذفِ فی دونوں استیعاب میں برابر ہیں اور امام صاحب کے نزدیک ذکرِ فی استیعاب نہیں چاہتا، البتہ حذفِ فی استیعاب ہی چاہتا ہے۔

اگر کسی شخص نے طلاق کو کسی مکان کی طرف منسوب کرتے ہوئے **انتِ طالق فی مکة** کہا تو اس صورت میں فی الحال طلاق واقع ہو جائے گی اس لئے کہ مکان طلاق کے لئے قید بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا، طلاق جب بھی واقع ہوگی تمام مکانات میں واقع ہوگی۔ البتہ اگر فعل یعنی مصدر مقدر ہو بایں طور کہ **فی مکة** سے مراد **فی دخولك مكة** ہو تو پھر یہ فی شرط کے معنی میں ہوگا اور دخول کے ساتھ طلاق واقع ہوگی گویا اس نے یوں کہا ہے **ان دخلتِ مكة فانت طالق**۔

❷ و ❸ <u>امام صاحب و صاحبین رحمہم اللہ کا اختلاف مع امثلہ اور الفعل کی مراد:۔</u> ابھی تشریح کے ضمن میں مکمل تفصیل گزر چکی ہے۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۳ھ

الشق الاول ...... **أو يكون اتصالا فيه شبهة صورة ومعنى كخبر الواحد وهو كل خبر يرويه الواحد أو الاثنان فصاعدا ولا عبرة للعدد فيه بعد أن يكون دون المشهور و المتواتر وأنه يوجب العمل دون العلم اليقين بالكتاب والسنة والأجماع والمعقول .** (ص۱۸۸۔رحمانیہ)

عبارت کی وضاحت کرتے ہوئے کتاب، سنہ، اجماع اور معقول کی تشریح بطرز شارح تحریر کریں نیز خبرِ واحد، متواتر اور مشہور میں سے ہر ایک کی تعریف اور حکم بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں دو امر حل طلب ہیں (۱) عبارت کی وضاحت (۲) خبرِ واحد، متواتر و مشہور کی تعریف و حکم

جواب ...... ❶ <u>عبارت کی وضاحت:۔</u> اس عبارت میں سند کے اتصال کے اعتبار سے حدیث کی تیسری قسم کا ذکر ہے کہ وہ حدیث و خبر اس نوع کی ہو کہ اسکے اتصال میں صورۃً و معنیً دونوں اعتبار سے شبہ ہو کیونکہ خیر القرون کے کسی بھی زمانہ میں وہ مشہور نہ ہوئی ہو جیسے خبرِ واحد۔

خبرِ واحد وہ روایت ہے کہ اس کے راوی ایک یا دو یا اس سے زائد ہوں، بعض کی رائے یہ ہے کہ دو کی روایت قابلِ قبول ہے، مصنف رحمہ اللہ ان کے قول پر رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جو روایت متواتر و مشہور سے کم رتبہ پر ہے اس میں کسی خاص تعداد کا اعتبار

نہ ہوگا، خواہ وہ راوی ایک ہو دو ہوں، یا اس سے زائد ہوں بہر صورت ان کا درجہ برابر ہے اور یہ خبر خبرِ واحد ہی رہے گی۔

یہ خبرِ واحد عمل کو ثابت کرتی ہے البتہ اس سے علم الیقین کا درجہ حاصل نہ ہوگا اگرچہ اس کا راوی عادل وولی ہو بہر صورت وہ علمِ یقین کا فائدہ نہیں دے گی کیونکہ اس کا رتبہ خبرِ متواتر ومشہور سے کم ہے۔

اس کے بعد مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ خبر واحد کا واجب العمل ہونا قرآن وسنت، اجماع وقیاس سب دلائل سے ثابت ہے

قرآن کریم سے خبرِ واحد کے واجب العمل ہونے کی دلیل یہ آیت کریمہ ہے **فلولا نفر من کل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا في الدين ولينذروا قومهم** ، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے طائفہ پر حصول علم کے بعد انذار (ڈرانا) واجب کردیا ہے اور طائفہ کا اطلاق واحد اثنین اور اس سے زائد افراد پر بھی ہوتا ہے اور فرقۃ پر اس طائفہ کے قول کو قبول کرنا اور اس کے مطابق عمل کرنا واجب کردیا ہے پس معلوم ہوا کہ خبر واحد موجب للعمل ہے۔

شارح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ممکن ہے الکتاب سے خبر واحد کے واجب العمل ہونے کے لئے اس آیت کی طرف اشارہ ہو **واذ اخذ الله ميثاق الذين اوتوا الكتاب لتبيننه للناس ولا تكتمونه**، اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر صاحبِ علم پر کتاب اللہ کو بیان کرنا اور لوگوں کو وعظ ونصیحت کرنا واجب ہے اور اس کا فائدہ اسی وقت ہوسکتا ہے جب لوگ اس کو قبول بھی کریں پس معلوم ہوا کہ لوگوں کے لئے اس صاحبِ علم کی خبر پر عمل کرنا لازم ہے۔

سنت سے خبرِ واحد کے واجب العمل ہونے کے متعدد دلائل ہیں مثلاً آپ نے صدقہ کے حق میں حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کی خبر کو قبول کیا اور فرمایا **لك صدقة ولنا هدية** ہدیہ کے متعلق حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی خبر کو قبول کرتے ہوئے اسے تناول فرمایا۔ حضرت علی وحضرت معاذ رضی اللہ عنہما کو یمن کی طرف اور حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو اپنی تحریر دے کر قیصر روم کی طرف روانہ کیا اگر اخبارِ آحاد قابلِ عمل نہ ہوتیں تو آپ ایسا عمل کیوں کرتے۔

اجماع سے خبرِ واحد کے واجب العمل ہونے کی دلیل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انصار کے خلاف یہ خبر دینا تھا **الائمة من قريش** تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کو قبول کیا۔ کسی نے بھی اس پر نکیر نہیں فرمائی۔ اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خبر وقول کی بناء پر مسئلہ اکسال میں **حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرض غسل کا حکم جاری فرمایا اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کو قبول کیا۔**

قیاس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ خبر واحد واجب العمل ہو کیونکہ ہر معاملہ میں خبرِ متواتر یا مشہور کا ہونا ممکن نہیں ہے لہٰذا اگر خبر واحد کو رد کردیا جائے گا تو شریعت کے بے شمار احکامات معطل ہو جائیں گے۔

❷ <u>خبر واحد، متواتر ومشہور کی تعریف وحکم</u>:۔ خبرِ متواتر وہ خبر ہے جس کے روایت کرنیوالے ہر زمانہ میں اس قدر کثیر ہوں کہ انکی تعداد کو شمار کرنا دشوار ہو، اور اتنی بڑی تعداد کا جھوٹ پر متفق ہونا محال ہو جیسے نقل قرآن، اسی طرح بعض حضرات کے بقول حدیث **انما الاعمال بالنيات** اور بعض کے بقول **البينة على المدعي و اليمين على من انكر** خبرِ متواتر کی مثال ہے۔

اس کا حکم یہ ہے کہ اس درجہ کی روایت واجب العمل ہونے کے ساتھ علم یقین کا بھی فائدہ دیتی ہے جس طرح عینی طور پر دیکھنا علم یقین کا فائدہ دیتا ہے اور اس کا منکر کافر ہے۔

خبر مشہور وہ خبر ہے جو دورِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں آحاد کے قبیل سے تھی اس کے بعد وہ دورِ ثانی وثالث (تابعین وتبع تابعین رحمہم اللہ کا

دور) میں وہ خبر اس قدر پھیل گئی کہ اس کو اتنی بڑی جماعت نے نقل در نقل کیا کہ اس جماعت کا جھوٹ پر متفق ہونا ناممکن ومحال ہو، اگر یہ شہرت دورِ ثالث (تبع تابعین رحمہم اللہ کا دور) کے بعد ہوئی تو پھر اس کا اعتبار نہ ہوگا کیونکہ اس زمانہ میں بہت سی اخبارِ آحاد مشہور ہو چکی ہیں تو اگر اس دور کے بعد کی شہرت کا بھی اعتبار کیا جائے تو پھر کوئی بھی خبر واحد خبر واحد نہیں رہے گی، جیسے تعدادِ رکعات اور مقدارِ زکوٰۃ یا نصابِ زکوٰۃ وغیرہ متعدد اس کی مثالیں ہیں۔

اس خبر مشہور کے ذریعہ ایسا علم حاصل ہوتا ہے کہ مخاطب کو اس سے اطمینان وتسلی حاصل ہو جاتی ہے جس کا درجہ ظن غالب سے زیادہ اور یقین کے قریب قریب ہے اور اس کا مرتبہ خبرِ متواتر سے کم اور خبرِ واحد سے زیادہ ہے، چنانچہ خبرِ مشہور کے ذریعہ کتاب اللہ پر زیادتی جائز ہے مثلاً احناف نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت کی وجہ سے کفارہ یمین کی روزوں کو تسلسل کی قید سے مقید کر دیا ہے البتہ خبر مشہور کے منکر کو صحیح قول کے مطابق کافر نہیں کہا جائے گا۔ البتہ وہ گمراہ ہوگا (خبرِ واحد کی تعریف وحکم امرِ اوّل میں گزر چکا ہے)۔

الشق الثانی ...... **وبطل شرط الولاء والترتيب والتسمية والنية فى آية الوضوء هذا تفريع ثان** ......(ص۱۹۔رحمانیہ)

خاص کی تعریف واقسام بیان کریں، تفریع کی تشریح بطرزِ شارح لکھیں اور یہ بتائیں کہ مذکورہ شرائط کا اعتبار کن ائمہ کے یہاں ضروری ہے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں (۱) خاص کی تعریف (۲) خاص کی اقسام (۳) تفریعِ مذکور کی تشریح (۴) وضو میں ولاء، ترتیب، تسمیہ ونیت کی شرط لگانے والے ائمہ کی نشاندہی۔

جواب ...... ❶ خاص کی تعریف:۔ خاص ہر وہ لفظ ہے جو انفرادی طور پر کسی خاص ومعلوم معنی ومفہوم کے لئے وضع کیا گیا ہو جیسے "انسان" ایک خاص ومتعین جنس (حیوان ناطق) کے لئے موضوع ہے اور "رجل" ایک خاص ومتعین نوع کے لئے موضوع ہے اور "زید" ایک خاص ومتعین شخص کے لئے موضوع ہے۔

❷ خاص کی اقسام:۔ اسکی تین اقسام ہیں ① خاص الجنس: یعنی معنیٰ کے اعتبار سے اُسکی جنس خاص ہو اگرچہ مصداق متعدد ہوں جیسے انسان ② خاص النوع: یعنی معنیٰ کے اعتبار سے اُسکی نوع خاص ہو اگرچہ مصداق متعدد ہوں جیسے رجل ③ خاص العین: یعنی اُسکا مصداق معین شخص ہو اس میں شرکت کا احتمال نہ ہو البتہ متعدد اوضاع کی وجہ سے اُس میں شرکت ہو سکتی ہو جیسے زید، اسکو اخص الخاص بھی کہتے ہیں۔

❸ تفریعِ مذکور کی تشریح:۔ اس تفریع کا حاصل یہ ہے کہ جب خاص واضح ہونے کی وجہ سے کسی بیان وتفسیر کا احتمال نہیں رکھتا تو آیتِ وضو **يايها الذين آمنوا اذا قمتم الى الصلوٰة فاغسلوا وجوهكم الخ** میں ولاء، ترتیب، تسمیہ ونیت کی شرط لگانا باطل ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مواظبت ودوام کی وجہ سے ولاء یعنی پے در پے مسلسل اعضاءِ وضو کو دھونا فرض ہے۔ اصحابِ ظواہر کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "تسمیہ کے بغیر وضو نہیں ہوتا" کی وجہ سے تسمیہ فرض ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد **انما الاعمال بالنيات** کی وجہ سے نیت فرض ہے اسلئے کہ وضو بھی ایک عمل ہے اور ترتیب بھی فرض ہے اسلئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس وقت تک آدمی کی نماز کو قبول نہیں کرتے جب تک کہ وہ وضو کو اپنے مواقع میں نہ رکھے چنانچہ وہ اپنا چہرہ دھوئے اور پھر اپنے ہاتھ (بازو) دھوئے۔ اس حدیث میں ثُمَّ ترتیب پر دلالت ہے، لہٰذا ترتیب فرض ہے۔

حنفیہ رحمہم اللہ کی طرف سے جواب یہ ہے کہ آیتِ وضو میں ولاء، تسمیہ، ترتیب ونیت کی شرط لگانا باطل ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس آیت میں اعضاءِ اربعہ کے دھونے ومسح کا حکم دیا ہے اور یہ دونوں (غسل ومسح) لفظِ خاص ہیں [illegible]

اور تر ہاتھ پھیرنا) کے لئے موضوع ہیں۔پس ان تمام امور یعنی ولاء، تسمیہ، ترتیب ونیت کو شرط وفرض قرار دینا صحیح نہیں ہے کیونکہ خاص واضح ہونے کی وجہ سے بیان وتفسیر کا احتمال نہیں رکھتا، چونکہ یہ احادیث اخبارِ آحاد ہیں اس لئے ان کے ذریعہ کتاب اللہ کا نسخ بھی جائز نہیں ہے۔پس مناسب یہ تھا کہ ان اعمال کو اخبارِ آحاد کی وجہ سے وضوء میں واجب قرار دیا جائے جیسا کہ تعدیلِ ارکان کو نماز میں واجب قرار دیا گیا ہے مگر چونکہ وضوء میں بالاتفاق کوئی واجب نہیں ہے (اس لئے کہ واجب عملاً فرض کے برابر ہوتا ہے کیونکہ اس کا تارک بھی فرض کے تارک کی طرح مستحق عقاب ہوتا ہے اور واجب عباداتِ مقصودہ میں سے ہے جبکہ وضوء عباداتِ غیر مقصودہ ہے) اس لئے ہم نے کہا کہ یہ اعمال وضوء میں مسنون ہیں۔(قوت الاخیار ج ۱ ص ۷۲)

❹ وضوء میں ولاء، ترتیب، تسمیہ ونیت کی شرط لگانے والے ائمہ کی نشاندہی:۔ اسکی تفصیل تفریع کے ضمن میں گزر چکی ہے۔

﴿الورقة الثالثة : فی اصول الفقه﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۴ھ

الشق الاوّل ......**والقضاء یجب بما یجب به الاداء عند المحققین خلافا للبعض ای القضاء یجب بالسبب الذی یجب به الاداء عند المحققین من عامة الحنفیة خلافا للعراقیین من مشایخنا وعامة اصحاب الشلفعیؒ**۔ مسئلہ کی تشریح کریں، ائمہ کا اختلاف اور ثمرۂ اختلاف واضح کریں نیز بتائیں کہ سبب سے کیا مراد ہے؟ (ص۴۲۔رحمانیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) مسئلہ کی تشریح مع اختلاف (۲) ثمرۂ اختلاف (۳) سبب کی مراد۔

جواب ...... ❶ مسئلہ کی تشریح مع اختلاف:۔ اختلاف کا حاصل یہ ہے کہ ہمارے نزدیک جو نص اداء کو واجب کرتی ہے بعینہٖ وہی نص قضاء کو واجب کرتی ہے، قضاء واجب کرنے کے لئے کسی نص جدید کی ضرورت نہیں ہے مثلاً **اقیموا الصلوٰة** یہ آیت جس طرح ادائے صلوٰۃ کو واجب کرتی ہے بعینہٖ اسی طرح قضائے صلوٰۃ کو بھی واجب کرتی ہے۔قضائے صلوٰۃ کو واجب کرنے کے لئے کسی نئی نص کی ضرورت نہیں ہے اور جس طرح **کتب علیکم الصیام** ادائے صوم کو واجب کرتی ہے بعینہٖ اسی طرح قضائے صوم کو بھی واجب کرتی ہے، قضائے صوم کو واجب کرنے کے لئے کسی مستقل نئی نص کی ضرورت نہیں ہے۔لیکن حنفیہ کے عراقی مشائخ، معتزلہ اور شوافع کے نزدیک قضاء واجب کرنے کے لئے **مستقل نئی نص کا ہونا ضروری ہے۔ایک نص اداء اور قضاء دونوں کے لئے کافی** نہ ہوگی، چنانچہ ان حضرات کے نزدیک ادائے صلوٰۃ کو **اقیموا الصلوٰة** سے واجب کیا گیا ہے اور قضائے صلوٰۃ کو رسول اکرم ﷺ کی حدیث سے واجب کیا گیا ہے۔حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص نماز کے وقت میں سوگیا اور نماز ادا نہ کرسکا یا نماز کو بھول گیا تو جس وقت اس کو نماز یاد آئے اس وقت پڑھ لے، یہی اس کی نماز کا وقت ہے۔اسی طرح روزہ کے لئے موجب للاداء **کتب علیکم الصیام** ہے اور موجب للقضاء **فمن کان منکم مریضًا او علی سفر فعدۃ من ایام اُخر** ہے یعنی رمضان کے مہینے میں اگر کوئی شخص بیمار ہوگیا یا سفر میں رہا اور روزے نہیں رکھ سکا تو دوسرے ایام میں اتنے ہی روزے رکھ لے۔مگر ہماری طرف سے جواب یہ ہے کہ یہ دونوں نصوص **من نام عن صلوٰة** اور **فمن کان منکم مریضًا** نماز اور روزے کی قضاء کو واجب کرنے کیلئے وارد نہیں ہوئی ہیں بلکہ اس بات پر تنبیہ کرنے کیلئے وارد ہوئی ہیں کہ نماز اور روزہ کی اداء سابقہ دونوں نصوص **اقیموا الصلوٰة، کتب علیکم الصیام** کی وجہ سے تمہارے ذمہ میں باقی ہے، وقت گزر جانے کی وجہ سے ذمہ سے ساقط نہیں ہوئی ہے کیونکہ اداء مکلف پر اللہ تعالیٰ

کاایک حق ہےاور جس پر حق واجب ہو حق سے اس کے ذمہ کی فراغت یا تو اداء کے ذریعہ ہوتی ہے یعنی من علیہ الحق صاحب حق کا حق ادا کردے یا عجز کے ذریعہ ہوتی ہے یعنی من علیہ الحق صاحب حق کا حق ادا کرنے سے عاجز آجائے یا صاحب حق کے ساقط کرنے سے ساقط ہوتی ہے یعنی صاحب حق اپنا حق ساقط کردے لیکن یہاں تینوں باتیں موجود نہیں ہیں۔ (قوت الاخیار ص۱۴۲)

❷ ثمرۂ اختلاف:۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک قضاء کے لئے نص اداء کے علاوہ چونکہ دوسری نص کا ہونا ضروری ہے اس لئے ان کے نزدیک نماز کی اداء اقیموا الصلوٰۃ سے واجب ہوگی اوراس کی قضاء من نام عن صلاۃ سے واجب ہوگی اور روزہ کی اداء کتب علیکم الصیام سے واجب ہوگی اوراس کی قضاء فمن کان منکم مریضًا سے واجب ہوگی اور جس چیز کی قضاء کے لئے جدید نص وارد نہ ہوئی ہواس کی قضاء کا سبب تفویت (فوت کردینا) ہوگا کیونکہ تفویت مکلّف کی طرف سے تعدی اور ظلم ہے اور تعدی ضمان کا سبب ہوتا ہے لہٰذا تفویت بھی ضمان یعنی قضاء کا سبب ہوگا اور نص قضاء کا قائمقام ہوگا۔

پس ہمارے اور شوافع کے درمیان اختلاف کا ثمرہ صرف فوات کی صورت میں ظاہر ہوگا مثلاً ایک شخص نذر کے دن میں بیمار ہو گیا یا دیوانہ ہوگیا اور نماز یا روزہ ادا نہ کرسکا تو ہمارے نزدیک چونکہ قضاء کا سبب وہی ہے جو اداء کا سبب ہے اس لئے فوات (فوت ہونے کی صورت) میں بھی قضاء واجب ہوگی اور شوافع کے نزدیک قضاء کے لئے چونکہ جدید نص یا تفویت کا ہونا ضروری ہے اور فوات کی صورت میں دونوں میں سے کوئی نہیں پایا گیا اس لئے فوات کی صورت میں قضاء واجب نہ ہوگی اور بعض حضرات شوافع کے نزدیک فوات بھی تفویت کی طرح نص کے قائم مقام ہے یعنی جس طرح قضاء کیلئے نص جدید نہ ہونے کی صورت میں تفویت قضاء کا سبب ہوتا ہے اسی طرح فوات (فوت ہونا) بھی قضاء کا سبب ہوتا ہے۔ پس اس صورت میں باہمی اختلاف کا ثمرہ صرف حکم کی تخریج میں ظاہر ہوگا یعنی ہمارے نزدیک قضاء کیلئے نص جدید ہو یا تفویت ہو یا فوات ہو تمام صورتوں میں سابقہ نص سے قضاء واجب ہوتی ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک اگر قضاء کیلئے نص جدید ہو تو قضاء کا سبب نص جدید ہوگا ورنہ تفویت یا فوات سبب ہوگا۔

❸ سبب کی مراد:۔ ملاجیون رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہاں سبب سے مراد وقت نہیں بلکہ وہ نص مراد ہے جو اداء کو واجب کرتی ہے اس لئے کہ وقت وجوبِ اداء کا سبب نہیں ہوتا بلکہ نفسِ وجوب کا سبب ہوتا ہے۔

الشق الثانی ......وَالنَّكِرَةُ فِيْ مَوْضِعِ النَّفْيِ تَعُمُّ وَذٰلِكَ لِاَنَّهَا فِيْ اَصْلِ وَضْعِهَا لِلْمَاهِيَّةِ اَوْ لِفَرْدٍ وَاحِدٍ غَيْرِ مُعَيَّنٍ عَلٰى اِخْتِلَافِ الْقَوْلَيْنِ فَاِذَا دَخَلَ عَلَيْهَا النَّفْيُ تَعُمُّ اِذْ نَفْيُ الْمَاهِيَّةِ اَوِ الْفَرْدِ الْغَيْرِ الْمُعَيَّنِ لَايَكُوْنُ اِلَّا كَذٰلِكَ فَاِنْ تَضَمَّنَ مَعْنًى مِنَ الْاِسْتِغْرَاقِيَّةِ كَانَ نَصًّا فِيْهِ كَمَا فِيْ لَارَجُلَ فِي الدَّارِ وَقَوْلِهٖ لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاِلَّا لَكَانَ ظَاهِرًا فِيْهِ وَمُحْتَمِلًا لِلْخُصُوْصِ وَالدَّلِيْلُ عَلٰى عُمُوْمِهَا الْاِجْمَاعُ وَالْاِسْتِعْمَالُ وَقَوْلُهٗ تَعَالٰى اِذْ قَالُوْا مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتَابَ الَّذِيْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى ۔(ص۸۶۔رحمانیہ)

عبارت پراعراب لگائیں، عبارت کی تشریح کریں، عموم نکرہ کی دلیل ''اجماع، استعمال اورآیت قرآنیہ'' کی وضاحت کریں

﴿خلاصہ سوال﴾......اس سوال میں تین امور حل طلب ہیں (۱) عبارت پراعراب (۲) عبارت کی تشریح (۳) عموم نکرہ کی دلیل (اجماع، استعمال، آیت قرآنیہ) کی توضیح۔

جواب ...... ❶ عبارت پراعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ **عبارت کی تشریح:۔** مصنف ﷫ نے اس عبارت میں ایسے عام کوذکر کیا ہے جس کا عموم کسی دلیلِ خارجی سے پیش آتا ہے، چنانچہ فرمایا کہ اگر نکرہ پرحرفِ نفی داخل ہوتو وہ عموم کا فائدہ دے گا حرفِ نفی خواہ نفسِ نکرہ پر داخل ہو جیسے **لا رجل فی الدار**، خواہ اس فعل پر داخل ہو جو فعل نکرہ پر واقع ہوا ہے جیسے **ما رأیت رجلاً**۔ اسکی دلیل یہ ہے کہ نکرہ اپنی اصل وضع کے اعتبار سے بعض حضرات کے نزدیک ماہیت کے لئے آتا ہے اور بعض حضرات کے نزدیک فرد غیر معین کے لئے آتا ہے پس جب نکرہ پر حرفِ نفی داخل ہوگا تو ماہیت کی نفی ہوگی یا فرد غیر معین کی نفی ہوگی اور دونوں کی نفی سے عموم ثابت ہوتا ہے چنانچہ جب ماہیت کی نفی ہوگی تو ماہیت کی نفی سے تمام افراد کی نفی ہو جائے گی کیونکہ اگر ایک فرد بھی باقی رہا تو ماہیت باقی رہے گی لہٰذا ثابت ہوگیا کہ ماہیت کی نفی سے تمام افراد منتفی ہو جائیں گے اور جب تمام افراد منتفی ہوگئے تو عموم ثابت ہوگیا، اسی طرح اگر فرد غیر معین منتفی ہوگیا تو تمام افراد منتفی ہو جائیں گے کیونکہ ایک فرد بھی اگر باقی رہ گیا تو فرد غیر معین منتفی نہ ہوگا۔

پھر عموم علی سبیل الوجوب تو اس وقت ہوگا جب کہ حرفِ نفی نکرہ پر داخل ہو اور نکرہ مِن استغراقیہ کے معنی کو متضمن ہو جیسے **لا رجل فی الدار** یہ اس شخص کے جواب میں ہے جو یہ سوال کرے **ھل من رجل فی الدار**؟ جواب اصل میں تھا **لا من رجل فی الدار** مِن استغراقیہ کو حذف کر دیا گیا مگر اسکے معنی ملحوظ ہیں اور معنی ہیں مکان میں کوئی مرد نہیں ہے اور جیسے **لا الٰــه الا الله** کیونکہ یہ کلمہ اس شخص کے سوال کے جواب میں ہے جو یہ کہے **ھل من اله الا الله**؟ کیا اللہ کے سوا کوئی معبود ہے جواب دیا گیا **لا اله الا الله** یعنی **لا من اله الا الله** اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور اگر نکرہ پر حرفِ نفی داخل ہو مگر وہ مِن استغراقیہ کے معنی کو متضمن نہ ہو تو وہ علی سبیل الجواز عموم کا فائدہ دے گا جیسے **لا بیع ولا خلة** اور کبھی عموم کا فائدہ نہیں دے گا بلکہ قرینہ کی وجہ سے خصوص کا فائدہ دے گا جیسے **ما رأیت رجلا بل رجلین** میں نے ایک آدمی کو نہیں دیکھا بلکہ دو کو دیکھا تو یہاں **رجلا** سے صرف ایک مراد ہے اور اس پر قرینہ لفظ **رجلین** ہے۔

❸ **عمومِ نکرہ کی دلیل (اجماع، استعمال، آیتِ قرآنیہ) کی وضاحت:۔** اجماع کے عمومِ نکرہ ہونے کی دلیل کلمۂ توحید **لا الٰــه الا الله** ہے کہ اسکے مفیدِ توحید ہونے پر سب کا اجماع ہے اور یہ کلمہ مفیدِ توحید اُسی وقت ہوگا جب **لا** کے ذریعہ ہر معبود کی نفی کر دی گئی ہو اور ہر معبود کی نفی ہی عموم ہے۔ استعمالِ عرب کے عمومِ نکرہ ہونے کی دلیل تشریح میں موجود مثال **ھل من رجل فی الدار** کے جواب میں واقع **لا رجل فی الدار** ہے، اگر یہ **لا** عمومِ نکرہ کی نفی کے لئے نہ ہو اور اس جملہ سے رجل کی مطلقاً و عمومی نفی نہ ہو تو پھر اِس جملہ کا جواب واقع ہونا صحیح نہیں ہے۔ یہ جملہ مذکورہ سوال کا صحیح جواب تب ہی بنے گا جب اس سے عمومی رجل کی نفی ثابت ہو۔

آیتِ قرآنیہ **قالوا ما انزل الله علی بشر من شیئ قل من انزل الکتاب الذی جاء به موسٰی** بھی عمومِ نکرہ کی دلیل ہے کہ جب یہود نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کوئی چیز نازل نہیں کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ آپ ﷺ ان سے کہہ دیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات کس نے نازل کی ہے؟ یعنی وہ بھی تو اللہ تعالیٰ نے نازل کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے جواب **من انزل الکتاب الذی جاء به موسٰی** میں محمول کو موضوع کے بعض افراد کے لئے ثابت کیا گیا ہے جو کہ موجبہ جزئیہ ہے اور موجبہ جزئیہ سالبہ کلیہ کی نقیض ہوتا ہے اور یہود کا قول تب ہی سالبہ کلیہ ہوگا جب اس میں محمول کے ہر ہر فرد کی موضوع کے ہر ہر فرد سے نفی کی جائے اور یہی عموم ہے۔ پس ثابت ہوا کہ نکرہ تحتِ النفی عموم کا فائدہ دیتا ہے۔ (قوت الاخیار ج۱ص۳۱۱)

﴿السوال الثانی﴾ ۱٤۳٤ھ

الشق الاوّل ......وَقَدْ تَتَعَذَّرُ الْحَقِيْقَةُ وَالْمَجَازُ مَعًا اِذَا كَانَ الْحُكْمُ مُمْتَنِعًا يَعْنِى قَدْ يَتَعَذَّرُ الْمَعْنَى الْحَقِيْقِىُّ وَالْمَعْنَى الْمَجَازِىُّ مَعًا اِذَا كَانَ كِلَا الْحُكْمَيْنِ مُمْتَنِعًا فَيَلْغُو الْكَلَامُ حِيْنَئِذٍ بِالضَّرُوْرَةِ كَمَا فِىْ قَوْلِهٖ لِامْرَأَتِهٖ هٰذِهٖ بِنْتِىْ وَهِىَ مَعْرُوْفَةُ النَّسَبِ وَتُوْلَدُ لِمِثْلِهٖ اَوْ اَكْبَرُ سِنًّا مِنْهُ حَتّٰى لَاتَقَعَ الْحُرْمَةُ بِذٰلِكَ اَبَدًا

عبارت پر اعراب لگا کر تشریح کریں اور یہ بتائیں کہ مثال مذکور میں معنی حقیقی اور مجازی کیوں متعذر رہیں؟ (ص۱۱۹۔رحمانیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کی تشریح (۳) مثال مذکور میں معنی حقیقی و مجازی کے متعذر رہونے کی وجہ۔

جواب......❶ **عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔**

❷ **عبارت کی تشریح:۔** اگر حقیقت اور مجاز دونوں کا حکم ممتنع ہو تو معنی حقیقی اور معنی مجازی دونوں پر عمل کرنا ناممکن اور متعذر رہو جاتا ہے اور جب معنی حقیقی اور معنی مجازی دونوں پر عمل کرنا ناممکن ہو تو اس صورت میں کلام لغو ہو جاتا ہے کیونکہ کلام معنی کا فائدہ دینے کیلئے موضوع ہوتا ہے لیکن جب اسکے معنی حقیقی اور مجازی دونوں پر عمل کرنا ناممکن ہو گیا تو یہ کلام مفید معنی نہ رہا اور جب یہ کلام مفید معنی نہ رہا تو لغو ہو گیا۔ اس کی مثال بقول مصنف رحمۃ اللہ علیہ یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا **ھٰذہ بنتی** اور اس عورت کی نسبت قائل کے علاوہ دوسرے شخص سے مشہور ہے درانحالیکہ اس جیسی عورت قائل جیسے مرد سے پیدا بھی ہو سکتی ہے مثلاً عورت کی عمر پندرہ سال ہو اور قائل کی عمر چالیس سال ہو یا وہ عورت قائل سے عمر میں بڑی ہو تو ان دونوں صورتوں میں اس کلام سے حرمت واقع نہ ہو گی اسکی دلیل یہ ہے کہ جب عورت کا نسب قائل کے علاوہ دوسرے سے مشہور ہے تو اس عورت کا اس قائل کی بیٹی ہونا محال اور ناممکن ہے اگرچہ یہ عورت عمر میں اس قائل سے چھوٹی ہو، اسی طرح جب عورت عمر میں قائل سے بڑی ہو تو بھی اس عورت کا قائل کی بیٹی ہونا محال ہے۔ چونکہ معنی حقیقی و مجازی پر عمل ناممکن و متعذر رہے لہٰذا قائل کا یہ قول لغو ہو گیا۔

❸ **مثالِ مذکور میں معنی حقیقی و مجازی کے متعذر رہونے کی وجہ:۔ ھٰذہ بنتی** کے حقیقی معنی کے متعذر رہونے کی وجہ تو ظاہر ہے کہ جب وہ عورت معروفۃ النسب و ثابتۃ النسب ہے یا عمر میں قائل سے بڑی ہے تو اس کا قائل کی بیٹی ہونا ناممکن و محال ہے۔

مجازی معنی کے متعذر رہونے کی وجہ یہ ہے کہ **ھٰذہ بنتی** کا مجازی معنی **انت طالق** ہے کیونکہ **ھٰذہ بنتی، انت طالق** کو مستلزم ہے، بایں طور کہ یہ دونوں تحریم نکاح پر دال ہیں مگر ان دونوں میں منافات ہے اس لئے کہ طلاق پہلے صحت نکاح کا تقاضا کرتی ہے اور بیٹی ہونا دائمی حرمت (عدم صحت نکاح) کا تقاضا کرتا ہے۔ پس ان دونوں میں منافات ہوئے اور ایسی دو چیزیں جو باہم متفاوت ہوں ان کے درمیان مجاز و استعارہ جاری نہیں ہوتا لہٰذا یہاں معنی مجازی بھی متعذر رہے۔ (قوت الاخیار ج۱ ص۴۲۸)

الشق الثانی ......فَرُكْنُ الْمُعَارَضَةِ تَقَابُلُ الْحُجَّتَيْنِ عَلَى السَّوَاءِ لَامَزِيَّةَ لِاَحَدِهِمَا عَلَى الْاٰخَرِ فِىْ حُكْمَيْنِ مُتَضَادَّيْنِ وَ شَرْطُهَا اِتِّحَادُ الْمَحَلِّ وَالْوَقْتِ مَعَ تَضَادِّ الْحُكْمِ وَحُكْمُهَا بَيْنَ الْاٰيَتَيْنِ اَلْمَصِيْرُ اِلَى السُّنَّةِ۔

عبارت پر اعراب لگائیں، عبارت کی وضاحت کریں، معارضہ بین الآیتین کو مثال کے ذریعہ واضح کریں۔ (ص۲۰۵۔رحمانیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا خلاصہ تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کی وضاحت (۳) معارضہ بین الآیتین کی مثال سے وضاحت۔

جواب...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کی وضاحت:۔ عبارت کا حاصل یہ ہے کہ دو حکم و دلائل یعنی نصوص میں تعارض کے تحقق کے لئے کچھ شرائط ہیں چنانچہ تعارض کا سب سے اعلیٰ و افضل رکن یہ ہے کہ وہ دونوں دلائل درجہ کے اعتبار سے مساوی اور برابر ہوں کسی ایک کو دوسری دلیل و حکم پر ذات و صفات کے اعتبار سے کوئی زیادتی حاصل نہ ہو مثلاً مفسر و محکم میں تقابل و برابری نہ ہونے کی وجہ سے تعارض نہیں ہوسکتا اس لئے کہ محکم مفسر سے افضل و اعلیٰ ہے اس کو مفسر پر ترجیح ہوگی۔

دوسرا رکن و شرط یہ ہے کہ اُن دونوں نصوص و احکام کے محل و وقت میں اتحاد ہو اور باہم دونوں حکم متضاد بھی ہوں، پس اگر محل میں یا وقت میں اتحاد نہ ہو یا باہم دونوں حکم متضاد نہ ہوں تو تعارض متحقق نہ ہوگا مثلاً زوجہ سے وطی حلال اور اسکی والدہ سے حرام ہے یہاں اتحادِ محل نہ ہونے کی وجہ سے تعارض نہیں ہے، شراب ابتداءِ اسلام میں حلال تھی اور بعد میں حرام ہوگئی یہاں اتحادِ وقت نہ ہونے کی وجہ سے تعارض نہیں ہے۔

اس تعارض کا حکم یہ ہے کہ اگر دو آیتوں میں تعارض ہو جائے تو پھر سنت کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

❸ معارضہ بین الآیتین کی مثال سے وضاحت:۔ قرآن کریم کی آیت **فاقرؤا ما تیسر من القرآن** اور **واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا** باہم متعارض ہیں۔اوّل آیت نمازی پر علی العموم قرأت کو لازم کرتی ہے اور دوسری آیت خاص صورت میں اس کی نفی کرتی ہے حالانکہ مفسرین کی تصریح کے مطابق دونوں آیات کا تعلق نماز سے ہے پس دونوں آیات میں تعارض ہوا۔ہم نے سنت کی طرف رجوع کیا تو آپ ﷺ کے ارشاد **من کان له امام فقراءة الامام قراءة له** سے یہ تعارض ختم ہوگیا کہ مقتدی قراءت نہ کرے بلکہ وہ خاموشی سے سنے۔(قوت الاخیارج۲ص۴۱)

﴿السوال الثالث﴾ ١٤٣٤ھ

الشق الاوّل......**وَإِذَا انْتَقَلَ إِلَيْنَا إِجْمَاعُ السَّلَفِ بِإِجْمَاعِ كُلِّ عَصْرٍ عَلٰى نَقْلِهٖ كَانَ كَنَقْلِ الْحَدِيْثِ الْمُتَوَاتِرِ وَإِذَا انْتَقَلَ إِلَيْنَا بِالْأَفْرَادِ كَانَ كَنَقْلِ السُّنَّةِ بِالْآحَادِ ثُمَّ هُوَ عَلٰى مَرَاتِبَ** ۔(ص۲۴۴۔رحمانیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں، مذکورہ عبارت کا مطلب بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حل دو امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا مطلب۔

جواب...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کا مطلب:۔ حاصل عبارت یہ ہے کہ اجماع کا ایک زمانہ کے اہلِ اجماع سے دوسرے زمانہ کے اہلِ اجماع کی طرف منتقل ہونا ضروری ہے، جب کوئی اجماع ہماری طرف منتقل ہو کر پہنچے گا تو وہ حدیث متواتر کی مثل ہوگا یعنی اس کا ایجاب قطعی ہوگا اور وہ اجماع سے ثابت شدہ حکم واجب العمل ہوگا جیسا کہ قرآن کریم کے کتاب اللہ ہونے اور نماز کے فرض ہونے پر اجماع نقل در نقل ہے۔اور اگر یہ اجماع بذریعہ آحاد منقول ہو تو پھر یہ خبرِ واحد کی مثل ہوگا یعنی یہ عمل کو ثابت کرے گا مگر یقین و قطعیت کو ثابت نہیں کرے گا جیسا کہ عبیدہ سلمانی نے ظہر سے قبل چار رکعت سنت پر اہتمام کے ساتھ محافظت کرنے پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع نقل کیا ہے۔

الشق الثانی ......والامر نوعان مطلق عن الوقت کالزکوۃ وصدقۃ الفطر وهو علی التراخی خلافا لکرخی لئلا یعود علی موضوعه بالنقض ومقید به وهو اربعة انواع لانه اما ان یکون الوقت ظرفا للمؤدی وشرطا للاداء وسببا للوجوب۔ (ص۶۰۔رحمانیہ)

عبارت کی تشریح کریں، خط کشیدہ حصہ کا مطلب بیان کریں، ظرف، شرط اور سبب سے کیا مراد ہے؟ مثال سے واضح کریں۔

﴿ خلاصۂ سوال ﴾......اس سوال میں تین امور حل طلب ہیں (۱) عبارت کی تشریح (۲) عبارتِ مخطوطہ کا مطلب (۳) ظرف، شرط وسبب کی مراد مع امثلہ۔

جواب ...... ❶ عبارت کی تشریح:۔ ابتداءً مصنفؒ نے امر کی دو قسموں کی طرف اشارہ کیا ہے ① مطلق عن الوقت ② مقید بالوقت، پھر مطلق عن الوقت کی ادائیگی میں تاخیر کے اختلاف کی طرف اشارہ کیا ہے اس کے بعد امر کی قسم ثانی مقید کی چار اقسام میں سے قسم اوّل کی وضاحت کی ہے۔ (**تفصیله کما مرّ فی الشق الاوّل من السوال الثانی ۱۴۲۹ھ**)۔

چنانچہ فرمایا کہ پہلی قسم وہ امر یعنی مامور بہ ہے جو وقت کے ساتھ مقید ہو اور وہ وقت فعل مؤدی کے لئے ظرف ہو، اداءِ فعل کے لئے شرط ہو اور نفسِ وجوب کے لئے سبب ہو۔ (اس کی تشریح امرِ رابع میں آرہی ہے)

❷ عبارتِ مخطوطہ کا مطلب:۔ یہ عبارت امر (مامور بہ) مطلق عن الوقت کے علی الفور واجب العمل نہ ہونے کی دلیل احناف ہے کہ امر (مامور بہ) مطلق عن الوقت کی وضع سہولت وآسانی کے لئے ہے اگر اس کی ادائیگی فی الفور لازم کی جائے تو پھر یہ خلافِ موضوع لازم آئے گا اور سہولت وآسانی کی بجائے دشواری پیدا ہو جائے گی۔

❸ ظرف، شرط وسبب کی مراد مع امثلہ:۔ ظرف: کی مراد یہ ہے کہ وہ وقت فعل مؤدی کے لئے معیار (مکمل وقت کو گھیر لے) نہ ہو بلکہ فعل مؤدی کی ادائیگی کے بعد بھی وقت بچ جائے۔ شرط: کی مراد یہ ہے کہ مامور بہ وقت سے پہلے درست نہ ہو اور وقت کے فوت ہونے سے فوت ہو جائے۔ سبب: کی مراد یہ ہے کہ وہ وقت مامور بہ کے نفسِ وجوب میں مؤثر ہو۔

اس کی مثال نماز کا وقت ہے کہ یہ وقت نماز کے لئے ظرف بھی ہے بایں طور کہ افراط کے بغیر سنت کے مطابق نماز کی ادائیگی کے بعد بھی وقت بچ جاتا ہے اور یہ وقت نماز کے لئے شرط بھی ہے، بایں طور کہ وقت سے پہلے نماز کا ادا کرنا صحیح نہیں ہوتا اور وقت کے فوت ہونے سے ادا فوت ہو جاتی ہے اور یہ وقت نماز کے لئے سبب بھی ہے بایں طور کہ صفتِ وقت کے اختلاف سے ادا مختلف ہو جاتی ہے کہ اگر وقت کامل ہو تو ادا کامل واجب ہوتی ہے اور اگر وقت ناقص ہو تو ادا بھی ناقص ہی واجب ہوتی ہے، گویا وقت وجوبِ ادا میں مؤثر ہونے کی وجہ سے سبب ہے۔ (قوت الاخیار ج ا ص ۲۱۶)

﴿الورقة الثالثة : فی اصول الفقه﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۵ھ

الشق الاوّل ......وَكُلٌّ لِلْإِحَاطَةِ عَلٰى سَبِيْلِ الْاَفْرَادِ وَهِيَ تَصْحَبُ الْاَسْمَآءَ فَتَعُمُّهَا فَاِنْ دَخَلَتْ عَلَى الْمُنَكَّرِ اَوْجَبَتْ عُمُوْمَ اَفْرَادِهٖ وَاِنْ دَخَلَتْ عَلَى الْمُعَرَّفِ اَوْجَبَتْ عُمُوْمَ اَجْزَائِهٖ حَتّٰى فَرَّقُوْا بَيْنَ قَوْلِهِمْ كُلُّ

رُمَّانٍ مَاكُوْلٌ وَكُلُّ الرُّمَّانِ مَاكُوْلٌ بِالصِّدْقِ وَالْكِذْبِ وَاِذَا وَصَلْتَ بِمَا اَوْجَبَتْ عُمُوْمَ الْاَفْعَالِ وَيُثْبِتُ عُمُوْمَ الْاَسْمَآءِ فِيْهِ ضِمْنًا كَعُمُوْمِ الْاَفْعَالِ فِيْ كُلٍّ۔ (ص۸۵۔رحمانیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں، عبارت کی مکمل تشریح کریں اور یہ بتائیں کہ صدق اور کذب سے کیا مراد ہے؟ **انت طالق كل تطليقة** اور **انت طالق كل التطليقة** کے درمیان فرق واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (١) عبارت پر اعراب (٢) عبارت کی تشریح (٣) صدق وکذب کی مراد (٤) **انت طالق كل تطليقة، كل التطليقة** میں فرق۔

جواب...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ **كمامرّ فی السوال آنفا۔**

❷ عبارت کی تشریح:۔ لفظِ کُلّ علی سبیل الافراد افراد یا اجزاء کے احاطہ کیلئے ہوتا ہے یعنی لفظِ کُلّ اپنے مدخول کے ہر فرد کو اس طرح کرنے کیلئے آتا ہے گویا اس کے ساتھ کوئی دوسرا فرد نہیں ہے اور یہ لفظ اسماء پر داخل ہو کر ان میں عموم پیدا کر دیتا ہے جیسے **كل امرأة اتزوجها فهی طالق** (ہر وہ عورت جس سے میں نکاح کروں اس کو طلاق ہے) یہاں کُلّ نے اپنے مدخول (اسم امرأة) میں عموم پیدا کر دیا کہ وہ جس عورت سے بھی نکاح کرے گا اس کو طلاق واقع ہو جائے گی کیونکہ وہ امرأة کے عموم میں داخل ہے، چونکہ کُلّ عموم کے لئے آتا ہے اس لئے اگر یہ اسم نکرہ پر داخل ہوگا تو اس کے افراد میں عموم کو ثابت کرے گا جیسے **كُلّ رمان ماكول** (انار کا ہر ہر فرد کھایا جاتا ہے) اور اگر اسم معرفہ پر داخل ہوگا تو پھر یہ اس کے اجزاء میں عموم کو ثابت کرے گا جیسے **كُلُّ الرمان ماكول** (انار کا ہر ہر جزء کھایا جاتا ہے)۔ ان دونوں مثالوں میں صدق وکذب کے اعتبار سے فرق ہے، پہلی مثال درست وسچی ہے کہ انار کا ہر ہر فرد کھایا جاتا ہے اور دوسری مثال کذب وجھوٹی ہے کہ انار کا ہر جزء نہیں کھایا جاتا بلکہ بعض اجزاء (دانے) کھائے جاتے ہیں اور بعض اجزاء (چھلکے وغیرہ) نہیں کھائے جاتے۔

اگر یہ لفظِ کُلّ کلمہ مَا کے ساتھ متصل ہو تو وہ عموم افعال کو ثابت کرتا ہے یعنی جن افعال پر **كُلَّمَا** داخل ہوتا ہے ان کے مصادر میں عموم کو ثابت کرتا ہے، جب لفظِ **كُلَّمَا** عموم افعال کے لئے ہے تو اس سے ضمناً عموم اسماء بھی ہو جائے گا جیسے **كلما تزوجت امرأة فهی طالق** جیسے یہاں پر اصلاً حالف ہر بار نکاح کرنے سے حانث ہو جائے گا اسی طرح تبعاً وضمناً ہر عورت کو طلاق ہوتی رہے گی خواہ ایک عورت سے چند مرتبہ نکاح کرے یا عورتیں بدل بدل کر نکاح کرے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے لفظِ کُلّ حقیقتاً عموم اسماء کے لئے آتا ہے مگر اس کے ضمن میں عموم افعال بھی ثابت ہو جاتا ہے۔ (قوت الاخیار ج۱ص۳۲۳)

❸ صدق وکذب کی مراد:۔ **كمامرّ آنفا۔**

❹ **انت طالق كل تطليقة، كل التطليقة** میں فرق:۔ ان دونوں جملوں میں فرق یہ ہے کہ پہلی مثال میں کُلّ نکرہ پر داخل ہے لہٰذا یہ عموم افراد کو ثابت کرے گا اور طلاق کا عموم تین ہیں پس تین طلاق واقع ہونگی اور دوسری مثال میں کُلّ معرفہ پر داخل ہے لہٰذا یہ عموم اجزاء کو ثابت کرے گا اور طلاق کے اجزاء کا مجموعہ طلاق ہی ہے لہٰذا اس صورت میں ایک طلاق واقع ہوگی۔

الشق الثانی...... **وَمَا يَنْتَهِيْ اِلَيْهِ الْخُصُوْصُ نَوْعَانِ ۔ اَلنَّوْعُ الْاَوَّلُ الْوَاحِدُ فِيْمَا هُوَ فَرْدٌ بِصِيْغَتِهٖ اَوْ مُلْحَقٌ بِهٖ كَالْمَرْأَةِ وَالنِّسَآءِ وَالنَّوْعُ الثَّانِيْ اَلثَّلَاثَةُ فِيْمَا كَانَ جَمْعًا صِيْغَةً وَمَعْنًى لِاَنَّ اَدْنَى الْجَمْعِ الثَّلَاثَةُ**

بِاِجْمَاعِ اَهْلِ اللُّغَةِ وَقَوْلُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَلْاِثْنَانُ فَمَا فَوْقَهُمَا جَمَاعَةٌ مَحْمُوْلٌ عَلَى الْمَوَارِيْثِ وَالْوَصَايَا اَوْ عَلٰى سُنَّةِ تَقَدُّمِ الْاِمَامِ ۔ (ص۹۱۔رحمانیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر مذکورہ مسئلہ کی تشریح کریں، وقوله عليه السلام: الاثنان...... کے ذکر کرنے سے مصنفؒ کا مقصد واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا خلاصہ تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کی تشریح (۳) **الاثنان فما فوقهما الخ** کو ذکر کرنے کا مقصد۔

جواب...... ❶ عبارت پر اعراب:۔**کمامرّ فی السوال آنفا۔**

❷ عبارت کی تشریح:۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اس عبارت میں اُس عدد کو بیان کیا ہے جس پر پہنچ کر عام میں تخصیص ختم ہو جاتی ہے یعنی اس میں مزید تخصیص نہیں ہو سکتی، چنانچہ فرمایا کہ عدد کی دو قسمیں ہیں ① ایک کا عدد، اِس ایک تک تخصیص اس عام میں ہوگی جو اپنے صیغہ ولفظ کے اعتبار سے مفرد ہو جیسے کلمۂ مَنْ، مَا، **طائفة** اور وہ اسم جنس جو معرف باللام ہو یا وہ جمع جو مفرد کے ساتھ ملحق ہو مثلاً وہ جمع جو لام جنس کے ساتھ معرف ہو کیونکہ لام جنس کے داخل ہونے سے اس کی جمعیت باطل ہو جاتی ہے۔ بہر حال مفرد اور مفرد کے ملحقات میں ایک تک تخصیص ہو سکتی ہے۔ اس لئے کہ اگر ان کے تحت ایک بھی باقی نہ رہا بلکہ اس کو بھی خاص کر لیا گیا تو لفظ اپنے معنی سے خالی ہو جائے گا اور لفظ کا بغیر معنی کے ہونا لازم آئیگا حالانکہ یہ باطل ہے جیسے **المرأة** اور **النساء** لفظ **المرأة** اپنے صیغہ کے اعتبار سے مفرد ہے اور معرف باللام ہے اور **النساء** جس کا مفرد من لفظہ نہیں ہے مگر اس پر لام جنس داخل ہے دونوں میں ایک تک تخصیص ہو سکتی ہے یعنی اس قدر تخصیص ہو سکتی ہے کہ اس کے تحت کم از کم ایک فرد کا باقی رہنا ضروری ہے۔ اکثر علماء کا یہی مذہب ہے۔ لیکن صاحبِ کشّاف نے کہا کہ جمع معرف بلام جنس جمع بدون لام الجنس کے مانند ہے یعنی اس کی تخصیص کا منتہی تین ہے یعنی تین سے نیچے تخصیص کرنا درست نہیں ہے بلکہ جمع کے تحت کم از تین فرد باقی رہنا ضروری ہے۔

② تین کا عدد، اِس تین تک تخصیص اُس عام میں ہوگی جو صیغہ اور معنی کے اعتبار سے جمع ہو اور اس پر لام جنس داخل نہ ہو جیسے **رجال** اور **نساء** اور وہ عام جو صرف معنی کے اعتبار سے جمع ہو جیسے قوم اور رہط تو ان تمام کی تخصیص تین پر پہنچ کر ختم ہو جاتی ہے یعنی ان میں اتنی تخصیص کرنے کی اجازت ہے کہ ان کے تحت کم از کم تین افراد باقی رہ جائیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ باجماع اہلِ لغت جمع کا ادنیٰ درجہ تین ہے لہٰذا اگر جمع کے تحت تخصیص کرنے کے بعد تین افراد بھی باقی نہ رہیں تو لفظ اپنے مقصود سے فوت ہو جائے گا یعنی لفظ (جمع) کا بغیر اپنے مدلول (تین) کے پایا جانا لازم آئے گا حالانکہ یہ باطل ہے۔ (قوت الاخیار ج۱ص۳۵۱)

❸ **الاثنان فما فوقهما الخ** کو ذکر کرنے کا مقصد:۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور بعض اصحاب مالکیہ رحمہم اللہ کے نزدیک اقلِ جمع دو ہے لہٰذا ان کے نزدیک عام میں دو تک تخصیص ہو سکتی ہے، ان کی دلیل آپ ﷺ کا ارشاد ہے **الاثنان فما فوقهما جماعة** الخ حدیث میں دو سے زائد کی طرح دو کو بھی جماعت قرار دیا گیا ہے۔ اس عبارت میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی اِس دلیل کے جوابات دیئے ہیں کہ یہ حدیث احکام میراث اور احکام وصیت پر محمول ہے یعنی وارث کے حقدار بننے اور حاجب بننے میں دو کا بھی وہی حکم ہے جو زائد کا ہے۔

نیز یہ حدیث امام کے مقدم ہونے کی سنت پر محمول ہے یعنی جس طرح مقتدیوں کے زائد ہونے کی صورت میں امام کا مقتدیوں سے آگے کھڑا ہونا مسنون ہے اسی طرح مقتدیوں کے دو ہونے کی صورت میں بھی امام کا آگے کھڑا ہونا مسنون ہے۔

﴿السوال الثانی﴾ ١٤٣٥ھ

الشق الاول ......وفی قوله ﷺ فلیکفر عن یمینه ثم لیأت بالذی هو خیر بیان لمجاز کلمة ثم بعد بیان حقیقتها وجواب سوال مقدر وهو ان الشافعی یقول بجواز تقدیم الکفارة بالمال علی الحنث لانه ﷺقال من حلف علی یمین فرأی غیرها خیرا منها فلیکفر عن یمینه ثم لیأت بالذی هو خیر۔ فاتیان الخیر کنایة عن الحنث وذکرها بلفظ ثم بعد التکفیر فعلم ان تقدیم الکفارة علی الحنث جائز فأجاب المصنفؒ ان لفظ ثم فی هذا الحدیث استعیر لمعنی الواو عملا بحقیقة الامر تدل علیه الروایة الاخریٰ۔ (ص۱۳۰۔رحمانیہ)

ثم کا معنی حقیقی ذکر کریں، سوال مقدر اور جواب کی تشریح کریں، **حقیقة الامر** اور **الروایة الاخریٰ** کی مراد واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) ثُمَّ کا حقیقی معنی (۲) سوالِ مقدر و جواب کی تشریح (۳) **حقیقة الامر، الروایة الاخریٰ** کی مراد۔

جواب...... ❶ ثُمَّ کا حقیقی معنی:۔ ثُمَّ کا حقیقی معنی تراخی ہے یعنی ثُمَّ یہ بتاتا ہے کہ معطوف کا وجود معطوف علیہ کے وجود سے کچھ دیر بعد ہے مثلاً جاء نی زید ثم بکر کا مطلب یہ ہے کہ میرے پاس زید و بکر دونوں آئے، مگر بکر آنے میں زید سے کچھ مؤخر ہے۔

❷ سوالِ مقدر و جواب کی تشریح:۔ سوال یہ ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ کفارہ بالمال کو حانث ہونے پر مقدم کرنے کے جواز کے قائل ہیں اور احناف اس کے قائل نہیں ہیں امام شافعی رحمہ اللہ کی دلیل یہ حدیث ہے **من حلف علی یمین فرای غیرها خیرًا منها فلیکفر عن یمینه ثم لیأت بالذی هو خیر** یعنی اگر کسی شخص نے کسی کام پر قسم کھائی پھر اس کے علاوہ کو اس سے بہتر سمجھا تو اس کو اپنی قسم کا کفارہ دینا چاہیے اور پھر وہ کام کرنا چاہیے جو اس سے بہتر ہو۔ یہاں اتیانِ خیر سے کنایۃً حنث (قسم توڑنا) مراد ہے اور اس حانث ہونے کو تکفیر کے بعد کلمہ ثُمَّ کے ذریعہ ذکر کیا ہے لہٰذا اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ کفارہ کو حانث ہونے پر مقدم کرنا جائز ہے حالانکہ یہ بات مسلکِ احناف کے خلاف ہے۔

مصنف رحمہ اللہ نے مذکورہ سوال اور امام شافعی رحمہ اللہ کے استدلال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ حدیث میں کلمہ ثُمَّ واؤ کے معنی میں مستعار ہے، گویا مقید یوں کو مطلق مراد ہے اور اس حدیث میں کلمہ ثُمَّ کو واؤ کے معنی میں اس لئے لیا گیا ہے تاکہ امر یعنی **فلیکفر** کی حقیقت (وجوب) پر عمل کیا جاسکے اس لئے کہ اگر ثُمَّ کو اس کی حقیقت پر باقی رکھا گیا اور اس کو واؤ کے معنی میں مستعار نہ لیا گیا تو **فلیکفر** امر کی حقیقت پر عمل کرنا ممکن نہ ہوگا کیونکہ اگر **فلیکفر** امر کو بھی اس کی حقیقت یعنی وجوب پر باقی رکھا گیا تو اس صورت میں حانث ہونے پر کفارہ کی تقدیم کا وجوب ثابت ہوگا حالانکہ حانث ہونے پر کفارہ کی تقدیم بالاجماع واجب نہیں ہے اگرچہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہے پس امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک بھی اس حدیث پر عمل کرنے کیلئے امر کو مجازاً اباحت پر محمول کرنا پڑے گا حالانکہ فعل میں مجاز کا ارتکاب کرنے کی بہ نسبت حرف میں مجاز کا ارتکاب کرنا زیادہ بہتر ہے۔ اور اس پر ایک دوسری روایت یعنی **فلیات بالذی هو خیر ثم لیکفر عن یمینه** بھی دلالت کرتی ہے۔

حاصل یہ ہے کہ حانث ہونے کی وجہ سے کفارہ ادا کرنے کے سلسلہ میں دو روایتیں ہیں اور ان دونوں میں تعارض ہے اس طور پر کہ پہلی حدیث حانث ہونے پر کفارہ کی تقدیم کا تقاضا کرتی ہے اور دوسری حدیث کفارہ پر حانث ہونے کی تقدیم کا تقاضا کرتی

ہے،ان دونوں روایتوں کے درمیان تطبیق پیدا کرنا واجب ہے۔

شارح ﷫ کہتے ہیں کہ ان دونوں روایتوں کے درمیان تطبیق کی صورت یہ ہے کہ پہلی روایت میں کلمہ ثُمَّ کو واؤ کے معنی میں لیا گیا ہے اور واؤ صرف مطلق جمع پر دلالت کرتا ہے ترتیب کے معنی پر دلالت نہیں کرتا۔ لہٰذا اس پہلی حدیث سے کفارہ اور حنث دونوں کا وجوب مفہوم ہوگا اس سے قطع نظر کہ مقدم کون ہے اور مؤخر کون ہے پھر دوسری روایت میں کلمہ ثُمَّ جو اپنی حقیقت پر ہے اس سے ترتیب مفہوم ہوگی اور حانث ہونے پر کفارہ کی تقدیم کا وجوب ثابت ہوگا اور اس صورت میں احناف کا مذہب ثابت ہوگا نہ کہ شوافع کا۔(قوت الاخیار ج۱ص۵۱۸)

④ حقیقة الامر، الروایة الاخریٰ کی مراد:۔ حقیقة امر سے مراد امر کا حقیقی معنی وجوب ہے اور الروایة الاخریٰ سے مراد وہ حدیث ہے جس میں **من حلف علی یمین فرأی غیرها خیرا منها فلیأت بالذی هو خیر ثم لیکفر عن یمینه** کے الفاظ ہیں یعنی جس میں حانث ہونے کو کفارہ ادا کرنے پر مقدم کیا گیا ہے۔

الشق الثانی ......**اِعْلَمْ اَنَّ اُصُوْلَ الشَّرْعِ ثَلَاثَةٌ . وَالْاُصُوْلُ جَمْعُ اَصْلٍ وَهُوَ مَا يُبْتَنٰى عَلَيْهِ غَيْرُهٗ وَالْمُرَادُ بِهَا هٰهُنَا الْاَدِلَّةُ وَالشَّرْعُ اِنْ كَانَ بِمَعْنَى الشَّارِعِ فَاللَّامُ فِيْهِ لِلْعَهْدِ اَيِ الْاَدِلَّةُ الَّتِيْ نَصَبَهَا الشَّارِعُ دَلِيْلًا وَاِنْ كَانَ بِمَعْنَى الْمَشْرُوْعِ فَاللَّامُ فِيْهِ لِلْجِنْسِ اَيْ اَدِلَّةُ الْاَحْكَامِ الْمَشْرُوْعَةِ وَالْاَوْلٰى اَنْ يَكُوْنَ الشَّرْعُ اِسْمًا لِلدِّيْنِ فَلَا يَحْتَاجُ اِلَى التَّاوِيْلِ وَاِنَّمَا لَمْ يَقُلْ اُصُوْلُ الْفِقْهِ لِاَنَّ هٰذِهِ الْاُصُوْلَ كَمَا اَنَّهَا اُصُوْلُ الْفِقْهِ فَكَذٰلِكَ هِيَ اُصُوْلُ الْكَلَامِ اَيْضًا . اَلْكِتَابُ وَالسُّنَّةُ وَاِجْمَاعُ الْاُمَّةِ وَالْاَصْلُ الرَّابِعُ الْقِيَاسُ .** (ص۱۰۰-رحمانیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں، عبارت کی تشریح کریں، کتاب، سنت اور اجماع سے کیا مراد ہے؟

﴿خلاصہ سوال﴾......اس سوال میں تین امور حل طلب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کی تشریح (۳) کتاب، سنت، اجماع کی مراد۔

جواب ...... **① عبارت پر اعراب:۔** کمامرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کی تشریح:۔ ماتن ﷫ فرماتے ہیں کہ اصول شرع تین ہیں کتاب اللہ، سنت رسول ﷺ، اجماع اور چوتھا اصل قیاس ہے۔

شارح ﷫ فرماتے ہیں کہ اصول کا لفظ اَصْل کی جمع ہے اور اصل ایسی چیز کو کہتے ہیں جس پر دوسری چیز کی بنیاد ہوتی ہے اور یہاں اصول شرع سے مراد دلائل شرع ہیں، اس لئے کہ علم وشریعت کے مسائل دلائل پر مبنی ہوتے ہیں۔

والشرع ان کان بمعنی الشارع الخ سوال ہوتا ہے کہ شرع کا معنی اظہار ہے جیسے **شرع لکم من الدین ماوصّی به نوحًا** (تمہارے لئے دین میں وہی ظاہر کیا جس کا نوح ﷤ کو حکم کیا تھا)۔ اب ماتن ﷫ کی عبارت کا مطلب ہوگا کہ اظہار کے تین اصول ہیں حالانکہ اصل مقصد احکام کے دلائل کا ثبوت ہے نہ کہ احکام کے اظہار کے دلائل۔

شارح ﷫ نے اسکے دو جواب دیئے ہیں۔ ① شرع (مصدر) شارع (اسم فاعل) کے معنی میں ہے اور الشرع کا الف لام عہد کیلئے ہے اور معہود رسول اللہ ﷺ ہیں، مطلب یہ کہ وہ دلائل جن کو شارع نے دلیل قرار دیا ہے ② الشرع (مصدر) المشروع (اسم مفعول) کے معنی میں ہے اور الشرع کا الف لام جنس کیلئے ہے، مطلب یہ کہ احکام مشروعہ کے دلائل تین ہیں۔ الغرض الشرع مصدر، اسم فاعل یا اسم مفعول کے معنی میں ہے۔ شارح ﷫ فرماتے ہیں کہ اولیٰ واظہر یہ ہے کہ الشرع مصدری معنی میں نہ ہو بلکہ دین کا

اسم جامد ہواور الف لام عہد کا ہو اس صورت میں الشرع سے مراد ہمارے نبی ﷺ کا دین مراد ہوگا اور تاویل کی ضرورت بھی نہ ہوگی۔
وانما لم یقل اصول الفقه الخ شارح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ماتن رحمہ اللہ نے اصول فقہ کے بجائے اصولِ شرع اس لئے فرمایا کہ جیسے یہ تینوں فقہ کے اصول ہیں اسی طرح علم کلام کے بھی اصول ہیں اور لفظِ شرع احکام نظریہ یعنی علم کلام اور احکام عملیہ یعنی علم فقہ دونوں کو شامل ہے۔ (نوت الاخیار ج ا ص ۳۴)

۳ کتاب، سنت، اجماع کی مراد:۔ کتاب اللہ سے مراد مکمل قرآن کریم نہیں بلکہ تقریباً پانچ سو آیات ہیں جو احکام پر مشتمل ہیں باقی قصص و امثال وغیرہ ہیں۔ اسی طرح سنت سے مراد بھی اس کا بعض حصہ ہے جس کی مقدار بعض علماء نے تین ہزار احادیث بیان کی ہیں اور اجماع امت سے مراد امت محمدیہ ﷺ کا اجماع ہے۔ خواہ یہ اجماع باشندگانِ مدینہ کا ہو، خاندانِ رسالت کا ہو، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ہو یا دیگران جیسے علماءِ امت کا ہو۔ (ایضاً)

﴿الورقة الثالثة : فی اصول الفقه﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۶ھ

الشق الاوّل ......**والی لانتهاء الغاية ای لانتهاء المسافة اطلق عليها الغاية اطلاقا الجزء على الكل على ما قيل ثم بين قاعدة انه ایّ موضع تدخل الغاية فيه وایّ موضع لاتدخل۔** (ص ۱۴۳۔رحمانیہ)

عبارت کی تشریح کرتے ہوئے شارح رحمہ اللہ کی غرض واضح کریں، مصنف رحمہ اللہ کے بیان کردہ قاعدہ کو ذکر کر کے مثالوں کے ذریعہ واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال کا خلاصہ دو امور ہیں (۱) عبارت کی تشریح و غرضِ شارح (۲) قاعدہ کی وضاحت مع امثلہ۔

جواب ...... ۱ عبارت کی تشریح و غرضِ شارح:۔ مصنف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ کلمہ الٰی انتہاءِ غایت کیلئے موضوع ہے لیکن اس پر سوال ہوگا کہ غایت کا معنی خود نہایت اور انتہاء ہے، لہٰذا اسکا مطلب یہ ہوا کہ کلمہ الٰی انتہاء کی انتہاء کیلئے آتا ہے اور انتہاء کی انتہاء کا کوئی معنی نہیں ہے۔ شارح رحمہ اللہ نے اسی کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ یہاں غایت سے مراد مسافت ہے اور غایت کا اطلاق مسافت پر ایسا ہے جیسا کہ جزء کا اطلاق کل پر کیونکہ مسافت کل ہے اور غایت یعنی مسافت کا جزء آخر اس کا ایک جزء ہے پس جب یہاں غایت سے مسافت مراد ہے تو اب مطلب یہ ہوگا کہ کلمہ الٰی مسافت اور دوری کی انتہاء بیان کرنے کیلئے موضوع ہے اور یہ بات بالکل درست ہے۔

۲ قاعدہ کی وضاحت مع امثلہ:۔ غایت کس مقام پر الٰی کے ماقبل کے حکم میں داخل ہوگی اور کس مقام پر داخل نہیں ہوگی اس بارے میں چار مذہب ہیں ① الٰی کا مابعد اسکے ماقبل کے حکم میں مطلقاً داخل ہوگا ② مطلقاً داخل نہیں ہوگا ③ اگر الٰی کا مابعد اسکے ماقبل کی جنس سے ہو تو داخل ہوگا ورنہ نہیں ④ کلمہ الٰی کی دخول و عدم دخول پر کوئی دلالت نہ ہو بلکہ اسکے مابعد کا دخول یا عدمِ دخول کسی خارجی دلیل کا محتاج ہو، اسی چوتھے مذہب کی تفصیل بیان کرتے ہوئے مصنف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر غایت بذاتِ خود قائم ہو یعنی ماقبل کا جزء نہ ہو اور تکلم سے پہلے موجود ہو اپنے وجود میں مغیا کی محتاج نہ ہو......تو اس صورت میں غایتِ ابتداء اور غایتِ انتہاء دونوں مغیا میں داخل نہ ہوں گی جیسے کسی شخص نے اقرار کرتے ہوئے کہا **له من هذا الحائط الى هذا الحائط** (اس کیلئے اس دیوار سے لیکر اس دیوار تک ہے) تو یہ دونوں غایتیں یعنی مبدا اور منتہی اقرار میں داخل نہ ہونگی کیونکہ کلمہ الٰی خود تو دخول اور عدمِ دخول پر دلالت

نہیں کرتا ہے لیکن اگر غایت غیر مستقل اور مغیا کے تابع ہوتی تو مغیا کے حکم میں داخل ہو جاتی مگر جب یہاں غایت مستقل ہے اور دوسرا کوئی سبب موجود نہیں ہے تو دخول کی دلیل متحقق نہیں ہوئی اور جب دخول کی دلیل متحقق نہیں ہوئی تو غایت مغیا کے حکم میں بھی داخل نہ ہوگی۔

اور اگر غایت بذات خود قائم نہ ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں، صدرِ کلام اور اوّل کلام غایت کو شامل ہوگا یا نہیں، اگر صدرِ کلام غایت کو شامل ہو تو غایت کا ذکر اس کے ماسوا کو حکم سے خارج کرنے کے لئے ہوگا اور غایت خود مغیا کے حکم میں داخل ہوگی جیسا کہ **وایدیکم الی المرافق** میں مرافق ہے کہ مرافق بذاتِ خود قائم نہیں ہے اور صدرِ کلام یعنی ایدی مرافق کو شامل ہے کیونکہ ید کا اطلاق ابط (بغل) تک ہوتا ہے لہٰذا ید مرفق کو شامل ہوگا اور جب ید یعنی صدرِ کلام غایت (مرفق) کو شامل ہے تو قاعدے کے مطابق آیت میں غایت کا ذکر اس کے ماوراء کو مغیا کے حکم یعنی غسل سے خارج کرنے کیلئے ہوگا اور غایت خود مغیا کے حکم یعنی غسل میں داخل ہوگی اور مطلب یہ ہوگا کہ ہاتھوں اور مرافق کو دھویا جائے اور مرافق کے ماسواء بغل تک نہ دھویا جائے۔

اور اگر صدرِ کلام غایت کو شامل نہ ہو یا صدرِ کلام کے غایت کو شامل ہونے میں کوئی شبہ ہو تو ان دونوں صورتوں میں غایت کو اسلئے ذکر کیا جاتا ہے تاکہ حکم کو کھینچ کر غایت تک لایا جاسکے یعنی غایت کے ماقبل کا حکم خود تو غایت تک پہنچ جائے گا لیکن غایت اس حکم میں داخل نہ ہوگی جیسے **اتموا الصیام الی اللیل** اس مقام کی مثال ہے جہاں صدرِ کلام غایت کو شامل نہیں ہوتا ہے کیونکہ صوم کے لغوی معنی مطلق امساک یعنی روکنے کے ہیں خواہ یہ روکنا تھوڑی دیر کیلئے ہو لہٰذا صوم یعنی صدرِ کلام لیل یعنی غایت کو شامل نہ ہوگا اسکی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ اگر کسی نے قسم کھائی کہ میں روزہ نہیں رکھوں گا پھر روزے کی نیت کرلی اور تھوڑی دیر روزہ رکھ کر ہی افطار کرلیا تو حانث ہو جائیگا کیونکہ شرط یعنی مطلقاً امساک پایا گیا ہے۔ پس اس آیت میں لیل کا ذکر روزے کو لیل کی ذات تک کھینچنے کیلئے ہے یعنی یہ بتلانے کیلئے ہے کہ روزہ لیل شروع ہونے تک رہے گا لیکن صوم کے لیل کو شامل نہ ہونے کی وجہ سے لیل خود روزے میں داخل نہ ہوگی۔ (قوت الاخیار ج۱ ص۵۹۴)

الشق الثانی ......**وقیل ان القران فی النظم بحرف الواو یوجب القران فی الحکم فلاتجب الزکوٰۃ علی الصبی لاقترانھا بالصلوٰۃ واعتبروا بالجملۃ الناقصۃ وقلنا ان عطف الجملۃ علی الجملۃ لا یوجب الشرکۃ لان الشرکۃ انما وجبت فی الجملۃ الناقصۃ لافتقارھا الی ماتتم بہ فاذا تمت بنفسھا لاتجب الشرکۃ الافیما تفتقر الیہ** ۔ (ص۴۳،۱۷۔رحمانیہ)

وجوہِ فاسدہ میں سے مذکورہ وجہ کی تشریح بطرزِ شارح رحمہ اللہ تحریر کریں، قیل میں قائل سے کون مراد ہیں؟ نیز یہ بتائیں کہ ہمارے ہاں بچہ کے مال پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟ اگر واجب نہیں تو کیوں؟

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) مذکورہ وجہِ فاسد کی تشریح (۲) قیل کے قائل کی نشاندہی (۳) بچہ پر زکوٰۃ کے وجوب کا حکم مع الوجہ۔

جواب...... ❶ <u>مذکورہ وجہِ فاسد کی تشریح:۔</u> وجوہِ فاسد میں سے چوتھی وجہِ فاسد جس کے امام مالک رحمہ اللہ قائل ہیں یہ ہے کہ اگر دو کلاموں کو واؤ کے ذریعہ جمع کردیا جائے تو یہ **اشتراک (قران) فی الحکم** کو ثابت کرتا ہے کہ یہ دونوں کلام حکم کے اندر شریک ہیں اور وجہ اسکی یہ ہے کہ معطوفین کے درمیان مناسبت کی رعایت کرنا ضروری ہے اور مناسبت اسی وقت متحقق ہوگی جبکہ وہ جملے حکم کے اندر شریک ہوں اسلئے **قران فی النظم** کو **اشتراک (قران) فی الحکم** کا موجب قرار دیا گیا ہے اور جب **قران فی**

النظم ،اشتراك فى الحكم کو ثابت کرتا ہے تو نابالغ بچہ پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی کیونکہ باری تعالیٰ کے قول **اقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ** میں زکوٰۃ نماز سے متصل ہے اور یہ دونوں جملے یعنی **اقیموا الصلوٰۃ** اور **اٰتوا الزکوٰۃ** کامل اور پورے ہیں، لہٰذا ان میں سے ایک کا دوسرے پر واؤ کے ذریعہ عطف کیا گیا ہے اور یہ عطف اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ دونوں کا حکم برابر ہو لہٰذا جس طرح نابالغ بچہ پر نماز واجب نہیں ہے اسی طرح زکوٰۃ بھی واجب نہ ہوگی تاکہ **قران فی النظم** کی وجہ سے دونوں کا حکم یکساں ہو جائے۔

مصنف رحمہ اللہ نے **قران فی النظم** سے **اشتراك فی الحکم** ثابت کرنے پر امام مالک رحمہ اللہ کی دلیل بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ مالکیہ نے اس جملہ کاملہ (جو دوسرے جملہ کاملہ پر معطوف ہو مثلاً **زینب طالق وهند طالق**) کو اس جملہ ناقصہ پر قیاس کیا ہے جو جملہ کاملہ پر معطوف ہو مثلاً **زینب طالق وهند**۔ حاصلِ قیاس یہ ہے کہ اگر جملہ ناقصہ کسی جملہ کاملہ پر معطوف ہو مثلاً **زینب طالق و هند** تو یہ دو جملے بالاتفاق خبر میں شریک ہوتے ہیں یعنی **طالق** میں **زینب** اور **هند** دونوں شریک ہیں لہٰذا دونوں مطلقہ ہونگی۔ اسی پر قیاس کرتے ہوئے حضرات مالکیہ نے فرمایا کہ اگر کوئی جملہ کاملہ کسی دوسرے جملہ کاملہ پر معطوف ہو مثلاً **زینب طالق و هند طالق** تو بھی یہ دونوں جملے خبر میں شریک ہونگے اور زینب اور ہند دونوں پر طلاق واقع ہو جائیگی۔ ہماری طرف سے جواب یہ ہے کہ عطف جملہ علی الجملہ شرکت فی الحکم کو ثابت نہیں کرتا ہے کیونکہ شرکت صرف جملہ ناقصہ میں ثابت ہوتی ہے اسلئے کہ جملہ ناقصہ ایسی چیز کی طرف محتاج ہوتا ہے چنانچہ **زینب طالق و هند** میں **هند** کا لفظ **طالق** کا محتاج ہے پس اسی احتیاج کی وجہ سے معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان شرکت آئی ہے اسکے برخلاف جملہ کاملہ معطوفہ علی الکاملہ کہ وہ خود تام ہوتا ہے اپنے تام ہونے میں کسی کا محتاج نہیں ہوتا ہے لہٰذا جب وہ خود ہی تام ہے اور خبر کا محتاج نہیں ہے تو اس میں شرکت ثابت نہ ہوگی۔

الغرض ان حضرات کا جملہ ناقصہ پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے لہٰذا جملہ تامہ کو جملہ ناقصہ پر قیاس کرنا درست نہ ہوگا اور **قران فی النظم، اشتراك فی الحکم** کو ثابت نہیں کرے گا، ہاں اگر جملہ تامہ بھی کسی چیز کی طرف محتاج ہو تو اس چیز میں جملہ تامہ بھی شریک ہوگا۔ (قوت الاخیار ج ۱ ص ۱۹۵)

❷ قیل کے قائل کی نشاندہی:۔ اس وجہ فاسد کے قائل امام مالک رحمہ اللہ ہیں جیسا کہ ابھی تشریح میں گزرا ہے۔

❸ بچہ پر زکوٰۃ کے وجوب کا حکم مع الوجہ:۔ ہمارے نزدیک بچہ پر زکوٰۃ نہیں ہے مگر اس کی دلیل **اقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ** میں عطف اور قران فی النظم نہیں ہے بلکہ آپ ﷺ کا ارشاد **لا زکوٰۃ فی مال الصبی** (بچہ کے مال میں زکوٰۃ نہیں) ہے۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۶ھ

الشق الاوّل ......**اویکون معیارًا له وسببا لوجوبه کشهر رمضان فیصیر غیره منفیا، فیصاب بمطلق الاسم ومع الخطاء فی الوصف الافی المسافر ینوی واجبا آخر عندابی حنیفةؒ بخلاف المریض۔**

عبارت کا ترجمہ کر کے تشریح کریں۔ **معیار** سے کیا مراد ہے؟ مذکورہ عبارت کا تعلق کس بحث سے ہے؟ مسافر کے رمضان میں واجب آخر کی نیت کرنے کی صورت میں امام صاحبؒ وصاحبینؒ کے اختلاف کو دلائل کے ساتھ تحریر کریں۔ (ص ۲۴۔ رحمانیہ)

﴿خلاصہ سوال﴾ ......اس سوال کا خلاصہ پانچ امور ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) عبارت کی تشریح (۳) **معیار** کی مراد (۴) عبارت کی بحث کی نشاندہی (۵) مسافر کے رمضان میں واجب آخر کی نیت میں اختلاف مع الدلائل۔

جواب ...... ❶ عبارت کا ترجمہ:۔ یا وقت فعل مامور بہ کیلئے معیار ہوگا اور اسکے وجوب کیلئے سبب ہوگا جیسے رمضان کا مہینہ، پس اسکا غیر اس سے منتفی ہو جائیگا، پس وہ (رمضان کا روزہ) محض صوم کی نیت کے ساتھ بھی درست ہو جائیگا اور وصف میں خطاء وغلطی کے ساتھ بھی درست ہو جائیگا مگر مسافر میں وہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دوسرے واجب کی نیت کر سکتا ہے، بخلاف مریض کے۔

❷ عبارت کی تشریح:۔ امر مقید بالوقت کی چار اقسام میں سے دوسری قسم کا ذکر ہے کہ وہ وقت فعل مامور بہ کیلئے معیار بھی ہو اور اسکے وجوب کا سبب بھی ہو یعنی فعل مامور بہ جس وقت کے ساتھ مقید ہے وہ اس پورے وقت کو گھیر لے اور مامور بہ کی ادائیگی کے بعد وقت کا کوئی حصہ باقی نہ بچے، بلکہ وقت کے بڑھنے سے مامور بہ بڑھ جائے اور وقت کے کم ہونے سے مامور بہ کم ہو جائے جیسے رمضان کا روزہ، یہ ماہِ رمضان روزہ کیلئے معیار بھی ہے کہ گرمی وسردی میں موسم کے اعتبار سے جیسے دن چھوٹے بڑے ہوتے ہیں اسی طرح روزہ بھی چھوٹا بڑا ہو جاتا ہے اور یہی رمضان کا مہینہ روزوں کے وجوب کا سبب بھی ہے کیونکہ آیت کریمہ "فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ" میں روزہ کو ماہِ رمضان کی طرف منسوب کرتے ہوئے روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے، پس جب رمضان کا مہینہ روزہ کیلئے معیار ہے تو غیر رمضان منتفی ہو جائیگا، رمضان میں غیر رمضان کے روزہ کی نیت کرنا صحیح نہ ہوگا پس یہ روزہ محض روزہ رکھنے کی نیت کے ساتھ بھی درست ہو جائیگا کہ تعیین کی نیت کرنا ضروری نہیں ہے اور اسی طرح وصف میں خطاء کے باوجود بھی درست ہو جائیگا مثلاً یہ کہے کہ میں نفلی روزہ کی یا کسی دوسرے واجب روزہ کی نیت کرتا ہوں تب بھی رمضان کا ہی روزہ ہوگا۔

البتہ اگر کوئی مسافر شخص ہے تو وہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک کسی دوسرے واجب روزہ کی نیت کر سکتا ہے اسلئے کہ مسافر کے حق میں وجوب اداء (رمضان کا روزہ) ساقط ہے، لہٰذا اسے روزہ افطار کرنے اور دوسرے واجب روزہ کی نیت کرنے کا اختیار ہوگا، مگر مریض آدمی رمضان میں نفلی روزہ یا کسی دوسرے روزہ کی نیت نہیں کر سکتا، اسلئے کہ مریض کو روزہ رکھنے کی اجازت ورخصت حقیقی عجز کے ساتھ متعلق ہے، فرضی واحتمالی عجز کے ساتھ نہیں ہے۔

❸ معیار کی مراد:۔ ابھی تشریح میں گزر چکا ہے کہ معیار ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ فعل مامور بہ جس وقت کے ساتھ مقید ہے وہ اسکو گھیر لے، وہ فعل اس وقت سے کم یا زیادہ نہ ہو بلکہ وقت کے کم یا زیادہ ہونے کے ساتھ خود وہ فعل بھی کم یا زیادہ ہو جائے۔

❹ عبارت کی بحث کی نشاندہی:۔ ابھی وضاحت ہو چکی ہے کہ اس عبارت کا تعلق امر مقید بالوقت کی چار اقسام میں سے دوسری قسم کے ساتھ ہے کہ وہ وقت مامور بہ کیلئے معیار ہو اور اسکے وجوب کا سبب ہو۔

❺ مسافر کے رمضان میں واجب آخر کی نیت میں اختلاف مع الدلائل:۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مسافر آدمی رمضان کے مہینہ میں کسی دوسرے واجب روزہ کی نیت کر سکتا ہے اور اسکا یہ دوسرے واجب والا روزہ درست ہو جائیگا۔ صاحبینؒ کے نزدیک تندرست آدمی کی طرح اگر مسافر آدمی بھی کسی دوسرے واجب روزہ کی نیت کرے گا تو اسکی طرف سے وہ رمضان کا روزہ ہی ادا ہوگا دوسرے واجب کا روزہ ادا نہ ہوگا۔ امام صاحب کی دلیل یہ ہے کہ مسافر کے حق میں آیت کریمہ "وَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ" کی وجہ سے وجوب ادا ساقط ہے لہٰذا اب مسافر کو اختیار ہے کہ روزہ بالکل چھوڑ دے یا کسی دوسرے واجب روزہ کی نیت کرے، لہٰذا وہ جس روزہ کی نیت کرے گا وہی روزہ ادا ہوگا۔

صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ اصل آیت "فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ" کی وجہ سے رمضان کے روزہ کے وجوب کا

سبب شہودِ شہرِ رمضان ہے اور یہ سبب جیسے مقیم کے حق میں موجود ہے اسی طرح مسافر کے حق میں بھی موجود ہے لہٰذا مقیم کی طرح مسافر پر بھی رمضان کا روزہ واجب ہے، البتہ مسافر کے حق میں آسانی کیلئے افطار کرنے اور روزہ نہ رکھنے کی اجازت دی گئی، غیر رمضان کا روزہ رکھنے کی اجازت نہیں دی گئی، مگر جب اس نے شریعت کی عطاء کردہ رخصت سے فائدہ نہ اٹھایا اور روزہ رکھنے کی مشقت گوارہ کرلی تو اسکا حکم اصل کی طرف لوٹ جائیگا یعنی شہودِ شہرِ رمضان کے متحقق ہونے کی وجہ سے مقیم ومسافر دونوں کا حکم برابر ہوجائے گا، لہٰذا مقیم ومسافر دونوں جس کی بھی نیت کریں گے وہ رمضان کا ہی شمار ہوگا۔

الشق الثانی ......**وانہ (العام) یوجب الحکم فیما یتناولہ قطعا حتی یجوز نسخ الخاص بہ کحدیث العرنیین نسخ بقولہ علیہ السلام: استنزھوا عن البول۔** (ص۷۶۔رحمانیہ)

عام کی تعریف وحکم ذکر کریں۔ حکم عام میں مذکور قیود کے فوائد بیان کریں۔ عبارت کا ترجمہ کر کے بے غبار تشریح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال کا حل چار امور ہیں (۱) عام کی تعریف وحکم (۲) حکم عام میں مذکور قیود کے فوائد (۳) عبارت کا ترجمہ (۴) عبارت کی تشریح۔

جواب ...... ❶ عام کی تعریف وحکم:۔ عام وہ لفظ ہے جو علی سبیل الشمول ایسے افراد کو شامل ہو جن کی حدود متفق ہوں۔

عام کا حکم یہ ہے کہ وہ جن افراد کو شامل ہوتا ہے ان میں قطعیت وتیقن کو واجب کرتا ہے یعنی عام بھی خاص کی طرح یقین اور قطعی ہونے کا فائدہ دیتا ہے اس کے موجب پر اعتقاد ویقین رکھنا ضروری ہے۔ حتیٰ کہ اسکے ذریعے خاص کا نسخ بھی جائز ہے۔

❷ حکم عام میں مذکور قیود کے فوائد:۔ عام کے حکم میں مذکور پہلی قید "**یوجب الحکم**" سے ان اشاعرہ پر رد ہے جو کہتے ہیں کہ عام مجمل ہے اسلئے کہ جمع قلت وکثرت کے اعداد وشمار مختلف ہیں اور کسی عدد کو دوسرے عدد پر ترجیح نہیں ہے لہٰذا جب تک کسی معین عدد پر دلیل قائم نہ ہوگی اس وقت تک نہ اسپر اعتقاد ضروری ہوگا اور نہ عمل ضروری ہوگا اور مشائخ ثمرقند پر بھی رد ہے وہ کہتے ہیں کہ اعتقاد کے حق میں تو توقف ہوگا مگر عمل کرنا واجب اور ضروری ہوگا۔ ہماری طرف سے جواب یہ ہے کہ جب کوئی وجہ ترجیح موجود نہ ہو اسوقت جمع کو کل پر محمول کیا جائے گا، اس صورت میں ترجیح بلا مرجح بھی لازم نہ آئے گی اور اجمال بھی باقی نہ رہے گا۔

"**فیما یتناولہ**" شارحؒ فرماتے ہیں کہ اس قید سے ان پر رد ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اگر عام واحد کا صیغہ ہو تو وہ فردِ واحد کو ثابت کرتا ہے اور اگر جمع کا صیغہ ہو تو وہ صرف تین کو ثابت کرتا ہے، انکے علاوہ تمام الفاظِ عام قیامِ دلیل پر موقوف ہونگے جس پر دلیل وقرینہ موجود ہو وہ مراد ہوگا، اسلئے کہ لفظ کو معنی سے خالی کرنا تو جائز نہیں ہے، لفظ سے کوئی معنی ضرور مراد ہوگا لہٰذا عام کے مفرد ہونے کی صورت میں اقل عدد "ایک" یقینی ہونے کی وجہ سے مراد ہوگا اور جمع ہونے کی صورت میں اسکا اقل عدد "تین" یقینی ہونے کی وجہ سے مراد ہوگا، کیونکہ مافوق الاقل کو مراد لینا مشکوک ہے کہ یہ مراد ہے یا نہیں ہے، اور اقل یقینی ہے، پس جو چیز یقینی ہو اسکو مراد لینا بہتر ہے۔

ہماری طرف سے جواب یہ ہے کہ لغت کو قیاس کے ذریعہ ثابت کرنا باطل ہے، پس یہ قول بھی باطل ہے،

"**قطعا**" شارحؒ فرماتے ہیں کہ اس قید سے امام شافعیؒ پر رد مقصود ہے، انکے نزدیک عام ظنی ہے، دلیل یہ ہے کہ کوئی عام ایسا نہیں ہے جس سے بعض افراد کو خاص نہ کیا گیا ہو، البتہ اگر کسی عام کے متعلق دلیل کے ذریعہ یہ بات ثابت ہوجائے کہ وہ خصوص کا احتمال نہیں رکھتا تو وہ عام قطعی ہوگا جب ہر "عام" مخصوص منہ البعض ہونے کا احتمال رکھتا ہے تو پھر یہ مفید للیقین نہ ہوا بلکہ مفیدِ ظن

ہوا، اور دلیل ظنی ومفیدِ ظن عمل کو واجب کرتے ہیں، یقین کو نہیں۔

ہماری طرف سے جواب یہ ہے کہ آپ کا یہ احتمال بلا دلیل ہے، لہٰذا اسکا اعتبار نہیں ہے کیونکہ عام کے صیغے بحسب الوضع عموم پر دلالت کرتے ہیں اور اسکی دلیل یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بکثرت عام کے صیغوں سے عموم پر استدلال کرتے ہیں اور قرائن کی طرف محتاج نہیں ہوتے اور عام کا بغیر قرائن عموم پر دلالت کرنا قطعی ہونے کی علامت ونشانی ہے۔

③ عبارت کا ترجمہ:۔ اور بیشک وہ عام حکم کو واجب کرتا ہے ان افراد میں جن کو وہ شامل ہوتا ہے قطعی طور پر، یہاں تک کہ جائز ہے خاص کو عام کے ذریعہ نسخ کرنا، جیسے حدیث عرنیین کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول **استنزهوا عن البول** کے ذریعہ نسخ کیا گیا ہے۔

④ عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں عام کا حکم بیان کیا گیا ہے کہ یہ اپنے افراد میں اپنے حکم کو قطعی طور پر ثابت کرتا ہے، جب یہ قطعی ہوا تو یہ خاص کے مساوی وبرابر ہوا، کیونکہ خاص بھی قطعی ہوتا ہے، جب یہ خاص کے برابر ہے تو اسکے ذریعہ خاص کو منسوخ کرنا صحیح ہے کیونکہ ناسخ کا منسوخ سے اعلیٰ یا اسکے مساوی ہونا ضروری ہے۔

اسکی مثال حدیث عرنیین ہے کہ اس واقعہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ عرینہ کے لوگوں کو اونٹ کا دودھ وپیشاب استعمال کرنے کی اجازت دی یہ حدیث خاص ہے اور یہ اونٹ کے پیشاب کے حلال وپاک ہونے پر دلالت کرتی ہے، اس حدیث کو دوسری حدیث عام "**استنزهوا عن البول فانّ عامّة عذاب القبر منه**" (پیشاب سے بچو، اسلئے کہ قبر کا عمومی عذاب اسی کی وجہ سے ہوتا ہے) سے منسوخ کیا گیا ہے، پس معلوم ہوا کہ عام کے ذریعہ خاص کو منسوخ کرنا جائز ہے۔

﴿الورقة الثالثة : فی اصول الفقه﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱٤۳۷ھ

الشق الاوّل ......وَثُمَّ لِلتَّرَاخِیْ بِمَنْزِلَةِ مَا لَوْسَکَتَ ثُمَّ اسْتَانَفَ حَتّٰی اِذَا قَالَ لِغَیْرِ الْمَدْخُوْلِ بِهَا: اَنْتِ طَالِقٌ ثُمَّ طَالِقٌ ثُمَّ طَالِقٌ اِنْ دَخَلْتِ الدَّارَ فَعِنْدَهٗ یَقَعُ الْاَوَّلُ وَیَلْغُوْ مَابَعْدَهٗ، وَلَوْقَدَّمَ الشَّرْطَ تَعَلَّقَ الْاَوَّلُ بِهٖ وَوَقَعَ الثَّانِیْ وَاَلْغَا الثَّالِثُ، وَقَالَا: یَتَعَلَّقْنَ جَمِیْعًا وَیَنْزِلْنَ عَلَی التَّرْتِیْبِ۔ (ص ۱۲۹۔رحمانیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں۔ تراخی سے مراد تراخی فی التکلم والحکم دونوں ہیں؟ یا صرف تراخی فی الحکم مراد ہے؟ مذکورہ مسئلہ میں امام صاحب اور صاحبین کے اختلاف، دلائل اور ثمرۂ اختلاف کو وضاحت کے ساتھ تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا خلاصہ تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) تراخی فی التکلم والحکم میں اختلاف مع الدلائل (۳) ثمرۂ اختلاف۔

جواب ...... ① عبارت پر اعراب:۔ کمامّر فی السوال آنفا۔

② تراخی فی التکلم والحکم میں اختلاف مع الدلائل:۔ اس بارے میں احناف کے ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ متفق ہیں کہ "ثم" تراخی کیلئے آتا ہے مگر اس بارے میں اختلاف ہے کہ لفظ وحکم دونوں میں تراخی کا فائدہ دیتا ہے یا صرف حکم میں تراخی کا فائدہ دیتا ہے، لفظ میں تراخی کا مطلب یہ ہے کہ متکلم نے پہلے معطوف علیہ کا تکلم کیا پھر کچھ وقفہ وسکوت کے بعد معطوف کا تکلم کیا اور حکم میں تراخی کا مطلب یہ ہے کہ یہ حکم پہلے معطوف علیہ کے لئے ثابت ہوگا پھر کچھ وقفہ وتاخیر کے بعد معطوف کے لئے ثابت ہوگا۔

امام صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک "ثم" لفظ وحکم دونوں میں تراخی کا فائدہ دیتا ہے جبکہ صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک صرف حکم میں تراخی کا فائدہ دیتا ہے، لفظ میں تراخی کا فائدہ نہیں دیتا۔

امام ابوحنیفہؒ کی پہلی دلیل یہ ہے کہ اگر تکلم میں وصل ہو اور حکم میں تاخیر ہو تو یہ کلام انشائی میں ممنوع ہے اس لئے کہ اس صورت میں معلول (حکم) علت سے متخلف ہو جاتا ہے یعنی اس صورت میں علت تو پائی جائے گی مگر حکم نہیں پایا جائے گا حالانکہ یہ بات ناجائز ہے پس ثابت ہوا کہ ثمّ حکم اور تکلم دونوں میں تراخی پر دلالت کرتا ہے۔ گویا متکلم نے معطوف علیہ کے تکلم کے بعد سکوت کیا اس کے بعد معطوف کا تکلم کیا۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ ثمّ مطلق تراخی کے لئے موضوع ہے اور مطلق سے فردِ کامل مراد ہوتا ہے اور تراخی کا فردِ کامل حکم اور تکلم دونوں میں تراخی ہے اس لئے کہ اگر حکم میں تراخی ہو اور تکلم میں تراخی نہ ہو تو من وجہ تراخی ہوگی اور من وجہ تراخی نہ ہوگی۔

صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ ثمّ کے ذریعے صرف حکم میں تراخی ہوتی ہے تکلم میں وصل ہوتا ہے یعنی معطوف علیہ اور معطوف دونوں کا تکلم تو ساتھ ساتھ ہوتا ہے مگر معطوف کا حکم معطوف علیہ کے حکم سے کچھ توقف کے ساتھ ثابت ہوتا ہے۔ ان کی دلیل لفظ کے ظاہر پر عمل ہے کیونکہ بظاہر معطوف کا لفظ معطوف علیہ کے لفظ سے ملا ہوا ہوتا ہے اور قاعدہ ہے کہ انفصال کے ساتھ عطف صحیح نہیں ہوتا یعنی اگر معطوف علیہ کا تلفظ کرنے کے بعد سکوت کیا پھر کچھ وقفہ کے بعد معطوف کا تلفظ کیا تو یہ عطف درست نہ ہوگا پس معلوم ہوا کہ ثمّ صرف حکم میں تراخی کے لئے ہے، نہ کہ تکلم میں۔

❸ ثمرۂ اختلاف:۔ امام صاحبؒ اور صاحبینؒ کے مابین اختلاف کا ثمرہ اس مسئلہ میں ظاہر ہوگا کہ اگر کسی نے اپنی غیر مدخول بہا بیوی کو **انت طالق ثم طالق ثم طالق ان دخلت الدار** کہا تو امام صاحبؒ کے نزدیک پہلی طلاق واقع ہو جائے گی، دوسری اور تیسری لغو ہو جائے گی کیونکہ ثمّ تکلم میں بھی تراخی پر دلالت کرتا ہے یہ کلام ایسے ہو گیا گویا اُس نے **انت طالق** کہہ کر سکوت کیا پھر بقیہ کلام کا تلفظ کیا پس جب **انت طالق** کے بعد سکوت کیا تو اُس کا شرط (**اِن دخلت الدار**) کے ساتھ کوئی تعلق نہ ہوگا لہٰذا اسکے ذریعے فوری طلاق واقع ہو جائیگی اور عورت غیر مدخول بہا ہونے کی وجہ سے ایک طلاق سے ہی بائنہ ہو جائیگی اور اُس پر عدت بھی واجب نہ ہوگی۔ اسلئے کہ یہ دوسری اور تیسری طلاق کا محل ہی نہیں ہے جب یہ محل نہیں تو دوسری اور تیسری طلاق لغو ہو جائے گی۔

شارحؒ فرماتے ہیں کہ یہ حکم اُس صورت میں ہے جب شرط مؤخر ہو، اگر شرط مقدم ہو یعنی **ان دخلت الدار فانت طالق ثم طالق ثم طالق** کہا تو امام صاحبؒ کے نزدیک پہلی طلاق شرط پر معلق ہوگی، دوسری طلاق فوراً واقع ہو جائے گی اور تیسری طلاق لغو ہو جائے گی۔ دلیل یہ ہے کہ پہلی طلاق شرط کے ساتھ متصل ہے لہٰذا وہ بالیقین شرط پر معلق ہوگی اور چونکہ تکلم میں تراخی ہے اس لئے یہ ایسے ہو گیا گویا متکلم نے **فانت طالق** کہہ کر سکوت کیا پھر **طالق** کہا تو یہ طلاقِ ثانی اُسی وقت واقع ہو جائے گی کیونکہ پہلی طلاق شرط پر معلق ہونے کی وجہ سے فی الحال واقع نہیں ہوئی جب پہلی طلاق واقع نہیں ہوئی تو دوسری طلاق کا محل موجود ہے، جب محل موجود ہونے کی وجہ سے دوسری طلاق واقع ہوگی تو تھوڑے سے توقف کے بعد متکلم کا **طالق** کہنا لغو ہو جائے گا کیونکہ طلاقِ ثانی کے بعد غیر مدخول بہا عورت بلا عدت بائنہ ہو گئی ہے لہٰذا محل نہ ہونے کی وجہ سے تیسری طلاق لغو ہو جائے گی۔

صاحبینؒ کا مسلک یہ ہے کہ تینوں طلاقیں شرط پر معلق ہوں گی اور شرط کے پائے جانے کے وقت تینوں طلاقیں حسبِ ترتیب واقع ہوں گی۔ دلیل یہ ہے کہ ثمّ کی وجہ سے تکلم میں تراخی نہیں ہوتی بلکہ تکلم میں وصل ہوتا ہے جب تکلم میں وصل ہے تو تمام طلاقیں شرط پر معلق ہوں گی خواہ شرط مقدم ہو یا مؤخر ہو۔ البتہ شرط کے پائے جانے کے وقت اُنکا وقوع اُسی ترتیب کے ساتھ ہوگا جس ترتیب سے مذکور ہیں۔ چنانچہ مدخول بہا عورت پر تینوں طلاقیں واقع ہو جائیں گی کیونکہ وہ تین طلاقوں کا محل ہوتی ہے اور غیر مدخول

بہا عورت پر صرف پہلی طلاق واقع ہوگی اور اُس کے ذریعے وہ بلا عدت بائنہ ہوجائے گی اور دوسری و تیسری طلاق محل نہ ہونے کی وجہ سے واقع نہ ہوں گی بلکہ لغو ہوں گی۔ (قوت الاخیار ص۲۲۴ ج۱)

الشق الثانی ......**وهما سواء في ايجاب الحكم الاان الاول احق عندالتعارض يعنى ان كلامن العبارة والاشارة قطعى الدلالة على المراد لكن ترجح العبارة على الاشارة وقت التعارض:مثاله** ۔(ص۱۵۷۔رحمانیہ)

عبارت النص اور اشارۃ النص کی تعریف کر کے مثالوں سے واضح کریں۔ مذکورہ عبارت کی وضاحت مثال کے ذریعہ کریں۔

﴿خلاصہ سوال﴾......اس سوال کا حل دو امور ہیں (۱) عبارۃ النص واشارۃ النص کی تعریف مع امثلہ (۲) عبارت کی وضاحت مع مثال۔

جواب ...... ❶ عبارۃ النص واشارۃ النص کی تعریف مع امثلہ:۔ عبارۃ النص: وہ حکم جو کلام کے ظاہر سے ثابت بھی ہو اور کلام اسکے لئے چلائی بھی گئی ہو یعنی وہ کلام سے مقصود بھی ہو۔

اشارۃ النص: وہ حکم جو نظم قرآن وغیرہ سے لغۃً ثابت ہو مگر کلام اس کیلئے چلائی نہ گئی ہو یعنی وہ کلام سے مقصود نہ ہو اور نہ ہی وہ من کل وجہ ظاہر ہو۔ شارح ؒ نے ان دونوں کی مثال حسیات میں یہ ذکر کی ہے کہ ایک آدمی نے بالقصد و بالارادہ سیدھی نظر سے دوسرے آدمی کو دیکھا اور اسکے ساتھ ساتھ بلا قصد وارادہ گوشۂ چشم (آنکھ کا کنارہ) سے دوسرے لوگ بھی اسکو نظر آگئے تو یہ پہلا شخص جس کو بالقصد دیکھا گیا ہے یہ عبارۃ النص کے مرتبہ میں ہے اور دیگر لوگ جو بلا قصد نظر آگئے وہ اشارۃ النص کے مرتبہ میں ہیں، اسکی قرآنی مثال آیت کریمہ "**للفقراء المهاجرين الذين اخرجوامن ديارهم**" ہے اس آیت کے ذریعہ فقراء مہاجرین کا مستحق غنیمت ہونا عبارۃ النص سے ثابت ہے کیونکہ کلام اسی کیلئے چلائی گئی ہے اور ظاہر کلام سے یہ حکم ثابت بھی ہو رہا ہے، اور مہاجرین کے اموال سے انکی ملک کا زائل ہونا اشارۃ النص سے ثابت ہے کیونکہ کلام اس مقصد کیلئے چلائی بھی نہیں گئی اور یہ کلام کے ظاہر سے واضح طور پر ثابت بھی نہیں ہے، مگر چونکہ ان مہاجرین کو فقراء کے لفظ سے پکارا گیا ہے پس معلوم ہوا کہ انکے اموال سے انکی ملک زائل ہو چکی ہے۔

❷ عبارت کی وضاحت مع مثال:۔ مصنف ؒ فرماتے ہیں کہ عبارۃ النص واشارۃ النص دونوں قطعی طور پر اثبات وایجاب حکم میں برابر ہیں یعنی دونوں میں سے ہر ایک اپنی مراد پر قطعی طور پر دلالت کرتا ہے البتہ اگر باہم دونوں میں تعارض ہو جائے تو پھر عبارۃ النص کو اشارۃ النص پر ترجیح دی جائیگی، اسکی مثال اکثر مدتِ حیض کا دس یوم ہونا ہے۔ اسکی وضاحت یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ عورتیں ناقصات العقل والدین ہیں، اسکی وجہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ عقل کے اعتبار سے دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر ہے اور دین کے اعتبار سے وہ آدھا زمانہ نہ نماز پڑھتی ہیں اور نہ روزے رکھتی ہیں۔ پس بطور اشارۃ النص معلوم ہوا کہ اکثر مدت حیض پندرہ دن ہے جبکہ اسکے معارض ایک حدیث ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "**اقل الحيض للجارية البكر والثيب ثلثة ايام وليا ليهن واكثره عشرة ايام**"۔ یہ حدیث عبارۃ النص کے طور پر اکثر مدت حیض دس یوم پر دلالت کرتی ہے، جب عبارۃ النص واشارۃ النص میں تعارض ہوا تو ہم نے عبارۃ النص کو اشارۃ النص پر ترجیح دیتے ہوئے اکثر مدت حیض دس یوم کو قرار دیا۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۷ھ

الشق الاول ......حدیث مرسل کی تعریف کریں۔ حدیث مرسل کی کتنی قسمیں ہیں؟ تمام اقسام کو مع احکام تحریر کریں۔ (ص۱۹۷)

﴿خلاصہ سوال﴾......اس سوال میں دو امور مطلوب ہیں (۱) حدیث مرسل کی تعریف (۲) حدیث مرسل کی اقسام مع الاحکام۔

جواب ...... ❶ حدیث مرسل کی تعریف:۔ حدیث مرسل وہ حدیث ہے جسمیں راوی اپنے اور رسول اللہ ﷺ کے

درمیان کے واسطوں کو حذف وترک کرتے ہوئے مثلاً اس طرح روایت کرے **قال رسول اللہ ﷺ**۔

❷ حدیث مرسل کی اقسام مع الاحکام:۔ حدیث مرسل کی چار اقسام ہیں۔(۱) قرنِ اوّل کا راوی یعنی صحابی ارسال کرتے ہوئے **قال رسول اللہ** ﷺ کہے (۲) قرنِ ثانی کا راوی (تابعی) ارسال کرے (۳) قرنِ ثالث کا راوی (تبع تابعی) ارسال کرے (۴) قرونِ ثلاثہ کے بعد کسی بھی زمانہ کا راوی ارسال کرے یعنی درمیانی واسطوں کو ترک کردے۔

① حدیث مرسل کی پہلی قسم یعنی کوئی صحابی ارسال کرتے ہوئے کوئی روایت کرے تو یہ بالاتفاق قبول ہے اسلئے کہ غالب یہی ہے کہ اس صحابی نے یہ روایت بذاتِ خود آپ ﷺ سے سماعت کی ہوگی اگرچہ یہ گمان بھی ہے کہ شاید اس صحابی نے کسی دوسرے صحابی سے یہ روایت سنی ہو بہر حال صحابی ارسال کرتے ہوئے **قال رسول اللہ ، سمعت رسوال اللہ ،حدثنی رسول اللہ** کہے، ہر صورت میں یہ مرسل حدیث مقبول ہے۔ ② و ③ حدیث مرسل کی قسم ثانی وثالث یعنی کوئی تابعی یا تبع تابعی ارسال کرے تو یہ بھی احناف مالکیہ وحنابلہ کے نزدیک قسم اوّل کی طرح مقبول ہے، البتہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ یہ اقسام قابل قبول نہیں ہیں، اسلئے کہ اگر راوی کی صفات مجہول ہوں تو وہ حدیث حجت نہیں ہوتی اور یہاں تو ذات وصفات دونوں مجہول ہیں، لہٰذا یہ بطریق اولیٰ مقبول نہیں ہے البتہ اگر اس روایت کی کسی حجت قطعی سے تائید ہو یا قیاس صحیح سے تائید ہو یا امت نے اسکو قبول کیا ہو یا کسی دوسری صورت سے اسکا اتصال ثابت ہو تو پھر وہ روایت مقبول ہے علامہ ابن العینی شرح المنار میں فرماتے ہیں کہ قرنِ ثانی وثالث کی مرسل روایت ہمارے نزدیک مقبول ہے اسلئے کہ انکی خیریت وعدالت کی شہادت وگواہی آپ ﷺ سے ثابت ہے اور وہ لوگ اکثر ارسال کرتے تھے اور کسی نے بھی ان پر نکیر واعتراض نہیں کیا۔ ④ قرونِ ثلاثہ کے بعد کا راوی ارسال کرے تو امام کرخیؒ کے نزدیک یہ بھی مقبول ہے اس لئے کہ ان کے نزدیک مختلف زمانوں کے لوگوں کے اعتبار سے مراسیل میں فرق نہیں ہے، ان کے نزدیک جن کی مسند روایت مقبول ہے اسکی مرسل بھی مقبول ہے، ابن ابانؒ فرماتے ہیں کہ اسکی مرسل روایت مقبول نہیں ہے اسلئے کہ خیر القرون کا زمانہ قرونِ ثلاثہ تک ہے، اسکے بعد فسق غالب ہوگیا تھا، اسی لئے سند کا بیان ضروری ہے البتہ اگر ایسے راوی کی مرسل ہو جس کو ثقہ روات اس کی مسند کی طرح نقل کرتے ہیں جیسے امام محمد وغیرہ تو پھر اسکی مرسل بھی مقبول ہوگی۔ (جامع الاسرار ص ۹۵۸ تا ۹۷۲)

الشق الثانی ...... **ثُمَّ شَرَعَ فِيْ بَيَانِ دَلَائِلِ الْوُجُوْبِ فَقَالَ لِانْتِفَاءِ الْخِيَرَةِ عَنِ الْمَامُوْرِ بِالْاَمْرِ بِالنَّصِّ وَاسْتِحْقَاقِ الْوَعِيْدِ لِتَارِكِهِ وَلِدَلَالَةِ الْاِجْمَاعِ وَالْمَعْقُوْلِ۔**

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، امر کا لغوی اور اصطلاحی معنی لکھیں، عبارت مذکورہ میں ماتن نے موجب امر کے وجوب پر جو دلائل ذکر کئے ہیں ان کی تشریح بطرزِ شارحؒ تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) امر کا لغوی اور اصطلاحی معنی (۴) مذکورہ دلائل کی تشریح بطرزِ شارحؒ۔

جواب ...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ پھر مصنفؒ وجوب کے دلائل کے بیان میں شروع ہوئے اور فرمایا کہ (امر وجوب کیلئے ہے) نصِ قرآنی کے ذریعہ مامور بالامر یعنی مکلف سے اختیار منتفی ہونے اور اسکا تارک وعید کا مستحق ہونے کی وجہ سے اور اجماع و نقلی دلیل کی وجہ سے۔

③ امر کا لغوی اور اصطلاحی معنیٰ:۔ امر کا لغوی معنیٰ حکم کرنا اور اصطلاح میں کسی شخص کا اپنے آپ کو بلند مرتبہ و بزرگ سمجھ کر کسی دوسرے شخص کو کسی کام کرنے کا حکم دینا ہے جیسے اَکْرِمْ (تُو اکرام کر)، اُنْصُرْ (تُو مدد کر)۔

④ مذکورہ دلائل کی تشریح بطرزِ شارحؒ:۔ اس عبارت میں مصنفؒ نے امر کا موجب وجوب ہونے کے دلائل بیان کئے ہیں۔

① کہ نصِ قرآنی کے ذریعے مامور بالامر (مکلف) سے اختیار منفی ہے اور وہ نص اللہ تعالیٰ کا قول **وما کان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضی اللہ ورسوله امرًا ان یکون لهم الخیرة من امرهم** (کسی مؤمن مرد اور عورت کے لئے اس بات کی گنجائش نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی امر کا فیصلہ کریں تو اُن کے لئے کوئی اختیار باقی رہے) ہے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم کرنے کے بعد کسی مامور کو اُس کام کے کرنے اور نہ کرنے کا اختیار نہیں رہتا بلکہ اُس کام کا کرنا لازم ہو جاتا ہے گویا اس سے اختیار منفی ہو جاتا ہے اور یہی وجوب ہے۔ ② کہ امر کے تارک کا مستحقِ وعید ہونا نص سے ثابت ہے اور وہ نص اللہ تعالیٰ کا قول **فلیحذر الذین یخالفون عن امره ان تصیبهم فتنة او یصیبهم عذاب الیم** (جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں اور اُس کو ترک کرتے ہیں انہیں دنیا میں کوئی فتنہ یا آخرت میں کوئی دردناک عذاب کے آنے سے ڈرنا چاہیے) ہے۔ اور اس قسم کی وعید واجب کے ترک پر ہو سکتی ہے۔ ③ کہ اہلِ لغت اور اہلِ عرف نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ ہر وہ شخص جو کسی سے کوئی فعل طلب کرے تو وہ صرف امر کے صیغہ سے طلب کرے اور کمالِ طلب وجوب ہی کی صورت میں ہوتا ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ امر کا موجَب وجوب ہے۔ ④ عقلی دلیل یہ ہے کہ آقا جب اپنے غلام کو کسی کام کرنے کا حکم دے اور غلام وہ کام نہ کرے تو سزا کا مستحق ٹھہرتا ہے پس اگر امر وجوب کیلئے نہ ہوتا تو غلام سزا کا مستحق نہ ہوتا۔ ان تمام دلائلِ نقلیہ وعقلیہ سے ثابت ہوا کہ امر کا موجَب وجوب ہے۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۷ھ

الشق الاوّل ...... **والنهی عن الافعال الحسیة یقع علی القسم الاول وعن الامور الشرعیة یقع علی الذی اتصل به وصفا لان القبح یثبت اقتضاء فلا یتحقق علی وجه یبطل به المقتضی وهو النهی۔**

عبارت کا ترجمہ کریں، بے غبار تشریح کریں۔

﴿خلاصہ سوال﴾ ...... اس سوال کا حل دو امور ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) عبارت کی تشریح۔

جواب ...... ① عبارت کا ترجمہ:۔ افعالِ حسیہ سے نہی قسم اوّل (قبیح لعینہٖ) پر محمول ہوگی اور امورِ شرعیہ سے نہی اس پر محمول ہوتی ہے جسکے ساتھ قبح وصفی متصل ہوتا ہے اسلئے کہ قبح اقتضاءً ثابت ہوتا ہے پس وہ ایسے طریقہ پر متحقق نہ ہوگا جس سے مقتضی یعنی نہی باطل ہو جائے۔

② عبارت کی تشریح:۔ عبارت کا حاصل یہ ہے کہ افعالِ حسیہ سے نہی اطلاق اور عدمِ موانع کی صورت میں ان افعال کے قبیح لعینہٖ ہونے پر دلالت کرتی ہے جیسے قتل، زناء وغیرہ شریعت سے ہٹ کر اپنی ذات کی وجہ سے قبیح ہیں۔ اور امورِ شرعیہ سے نہی اُن امور وافعال کے قبیح لغیرہٖ وصفی ہونے پر دلالت کرتی ہے اور اس کو وصفی کے ساتھ اسلئے مقید کیا گیا ہے کہ اکثر واشہر یہی ہے ورنہ بعض اوقات افعالِ شرعیہ سے نہی قبیح لغیرہٖ مجاور پر بھی دلالت کرتی ہے۔ افعالِ شرعیہ سے نہی اُن افعال کے قبیح لغیرہٖ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ نہی افعالِ منہیہ میں قبح کا تقاضا کرتی ہے اور قاعدہ ہے کہ مقتضیٰ کو ایسے طریقہ سے ثابت کیا جائے کہ مقتضِی باطل نہ ہو پس اگر افعالِ شرعیہ سے نہی کو قبیح لعینہٖ پر محمول کریں جیسا کہ امام شافعیؒ نے کہا ہے تو اس صورت میں مقتضیٰ کو ثابت کرنے سے مقتضِی (نہی) باطل ہو جائیگی۔ اس لئے کہ نہی کا مقصد یہ ہے کہ بندہ اس فعل پر قادر ہے لیکن شریعت بندہ کو اُس کے ارتکاب سے روکتی ہے تو اگر وہ

اپنے اختیار سے رُک جائے تو ثواب پائے گا ورنہ عقاب کا مستحق ہوگا اور اگر بندہ کو نہی عنہ کے ارتکاب کی قدرت ہی نہ ہو اور پھر بندہ کو منع کیا جائے تو یہ نہی نہ ہوگی بلکہ یہ نفی و نسخ ہے جیسے پیالہ میں پانی نہ ہو اور لاتشرب کہا جائے تو یہ نفی ہے اور اگر پیالہ میں پانی موجود ہو اور پھر لاتشرب کہا جائے تو یہ نہی ہے۔ گویا نہی کے اندر قباحت حکمت ناہی کی وجہ سے ہوتی ہے یعنی نہی مقتضِی قباحت ہے اور قباحت مقتضٰی ہے پس ضروری ہے کہ مقتضٰی کی رعایت میں مقتضِی کا ابطال لازم نہ آئے بلکہ یہ طریقہ اختیار کیا جائے کہ مقتضِی کی بھی رعایت ہو اور مقتضٰی کی بھی اور یہ تب ہی ہوسکتا ہے کہ جب نہی نہی رہے اور مکلف کے اندر منہی عنہ کے ارتکاب کی قدرت ہو۔ اور فعلِ شرعی کی قدرت یہ ہے کہ وہ شرعاً موجود ہوسکے مگر شریعت اُس کے ارتکاب سے منع کرے۔

الشق الثانی ......**ولاعموم له ای للمشترك عندنا فلا يجوز ارادة معنييه معا وقال الشافعی يجوز ان يراد به المعنيان معا كما فی قوله تعالٰی "ان الله وملائكته يصلون على النبی" فالصلٰوة من الله رحمة ومن الملائكة استغفار وقد اريدا بلفظ واحد وهو قوله يصلون۔**

مشترک کی تعریف، مثال اور حکم بیان کریں، عبارت کی وضاحت کرتے ہوئے امام شافعیؒ کے استدلال کا جواب تحریر کریں نیز مذکورہ مسئلہ میں فریقین کے درمیان محلِ نزاع متعین کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) مشترک کی تعریف، مثال اور حکم (۲) عبارت کی وضاحت (۳) امام شافعیؒ کے استدلال کا جواب (۴) مسئلہ میں فریقین کے درمیان محلِ نزاع کی تعیین۔

جواب ...... ❶ مشترک کی تعریف، مثال اور حکم:۔ "**ماوضع لمعنيين مختلفين اولمعانٍ مختلفة الحقائق**" کہ **مشترك** وہ لفظ ہے جو دو یا زائد ایسے معانی کیلئے موضوع ہو جو حقیقت کے اعتبار سے مختلف ہوں اور ان معانی میں سے کسی ایک معنی کو ترجیح نہ ہو جیسے لفظ جاریہ کشتی اور لونڈی کے معنی میں مشترک ہے اور لفظ عین چشمہ، آنکھ، سونا، آفتاب، مال اور جاسوس کیلئے موضوع ہے جن کی حقیقت مختلف ہے اور کسی ایک معنی کو ترجیح بھی حاصل نہیں ہے۔

مشترک کا حکم یہ ہے کہ اسکے متعدد معانی میں سے ایک معنی دلیل کے ذریعہ متعین ہو جائے تو دوسرے معنی کو مراد لینا درست نہیں ہے۔

❷ عبارت کی وضاحت:۔ مصنفؒ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ عمومِ مشترک جائز نہیں ہے۔ اور عمومِ مشترک یہ ہے کہ ایک ہی وقت میں لفظِ مشترک کے متعدد معانی کو مراد لیا جائے، یہ عندالاحناف ناجائز و باطل ہے جیسے لفظِ قروء کا معنی حیض و طہر، اگر معنی اوّل مراد ہے تو ثانی نہیں ہے اور اگر معنی ثانی مراد ہے تو معنی اوّل مراد نہیں ہے۔

امام شافعیؒ کے نزدیک عمومِ مشترک جائز ہے، دلیل **ان الله وملٰئكته يصلون على النبی** ہے اس آیت میں لفظِ صلوٰۃ مشترک ہے کیونکہ اگر صلوٰۃ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کا معنی نزولِ رحمت ہے اور اگر اس کی نسبت فرشتوں کی طرف ہو تو اس کا معنی استغفار ہے اور اس آیت میں ایک ہی لفظ سے ایک ہی وقت میں یہ دونوں معنیٰ مراد لئے گئے ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ عمومِ مشترک جائز ہے۔

❸ امام شافعیؒ کے استدلال کا جواب:۔ حنفیہ کی طرف سے امام شافعیؒ کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ آیت کا مقصد یہ ہے کہ مؤمنین پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کی اقتداء و اتباع واجب ہے اور یہ اُسی وقت درست ہوسکتا ہے جب صلوٰۃ سے ایسا معنیٰ مراد لیا جائے جو سب کو عام اور شامل ہو اور وہ معنیٰ اعتناءِ شان (متوجہ ہونا) ہے۔ اب آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رسول اللہ ﷺ کی اعتناءِ شان کرتے ہیں یعنی آپ کی شان کی طرف متوجہ ہوتے ہیں لہٰذا اے ایمان والو تم بھی رسول

اللہ ﷺ کی طرف متوجہ رہو اور یہ توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بصورتِ نزولِ رحمت ہے اور فرشتوں کی طرف سے بصورتِ استغفار ہے اور مؤمنین کی طرف سے بصورتِ دعا ہے۔ الغرض آیت میں صلوٰۃ کا ایسا عام معنیٰ مراد ہے جو ان تمام معانی کو شامل ہے پس یہ عمومِ مجاز ہے، نہ کہ عمومِ مشترک۔ پس اس آیت کو عمومِ مشترک کی دلیل بنانا صحیح نہیں ہے۔

④ <u>مسئلہ میں فریقین کے درمیان محلِ نزاع کی تعیین</u>:۔ مذکورہ مسئلہ میں احناف وشوافع کے درمیان نزاع کا محل ایک لفظ سے ایک ہی زمانہ میں دو معنوں کا اس طور پر مراد ہونا کہ وہ دونوں ہی مراد اور مدارِ حکم ہوں یہ جائز ہے یا نہیں، یہ ہمارے نزدیک ناجائز ہے جبکہ شوافع کے نزدیک جائز ہے جیسا کہ ابھی عبارت کی وضاحت میں گزر چکا ہے۔ (قوت الاخیار ج۱ص۳۵۷)

﴿الورقة الثالثة : فی اصول الفقه﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۸ھ

الشق الاوّل ...... **ولا یقتضی التکرار ولا یحتمله ای لایقتضی الامر باعتبار الوجوب التکرار کما ذهب الیه قوم ولا یحتمله کما ذهب الیه الشافعیؒ۔**

عبارت میں مذکور مسئلہ کی وضاحت کریں، ائمہ کا اختلاف دلائل کے ساتھ تحریر کریں، مقتضی اور محتمل کے درمیان فرق لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حل دو امور ہیں (۱) مسئلہ کی وضاحت اور ائمہ کا اختلاف مع الدلائل (۲) مقتضی اور محتمل میں فرق

جواب ...... ① <u>مسئلہ کی وضاحت اور ائمہ کا اختلاف مع الدلائل</u>:۔ احناف کے نزدیک امرِ مطلق وجوب کے اعتبار سے نہ تکرار کا تقاضا کرتا ہے اور نہ اُس کا احتمال رکھتا ہے۔ مثلاً اگر کسی کو نماز پڑھنے کا حکم دیا جائے تو اُس کا مطلب یہ ہے کہ ایک مرتبہ فعلِ نماز ادا کرو۔ ابو اسحاق اسفرائنی وغیرہ کا مذہب یہ ہے کہ امر کا موجب ہی تکرار ہے یعنی امر تکرار کا تقاضا کرتا ہے اور اس پر دلالت کرتا ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ امر تکرار وعموم کا تقاضا تو نہیں کرتا لیکن تکرار کا احتمال رکھتا ہے۔ تو مصنفؒ نے اسی مسئلہ کو واضح کرتے ہوئے فرمایا کہ امر نہ تکرار کا تقاضا کرتا ہے اور نہ اُس کا احتمال رکھتا ہے۔

مذکورہ مسئلہ میں ابو اسحاق وغیرہ کی دلیل یہ ہے کہ جس وقت حج کا حکم نازل ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا **یاایها الناس ان الله کتب علیکم الحج** ۔ حضرت اقرع بن حابسؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول کیا ہم پر اِسی ایک سال کا حج فرض ہے یا ہر سال کا حج فرض ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا حج ایک ہی مرتبہ فرض ہے اور اس سے زائد نفل ہے۔ تو اِس واقعہ میں حضرت اقرعؓ نے صاحبِ زبان ہونے کے باوجود حج کے حکم میں تکرار سمجھا اِسی لئے انہوں نے اِس کے متعلق سوال کیا۔ اگر امر تکرار کا تقاضا نہ کرتا تو حضرت اقرع بن حابسؓ کے دریافت کرنے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا۔

احنافؒ کی طرف سے جواب یہ ہے کہ انہوں نے یہ سوال اس لئے کیا کہ اُن کو یہ بات معلوم تھی کہ تمام عبادات اسبابِ متکررہ کے ساتھ متعلق ہیں جیسے نماز وقت کے ساتھ متعلق ہے، روزہ رمضان کے مہینے کے ساتھ متعلق ہے۔ پس حضرت اقرعؓ نے دیکھا کہ حج بھی وقت کے ساتھ متعلق ہے، چنانچہ نہ وقت سے پہلے اسے ادا کیا جاسکتا ہے اور نہ وقت کے بعد، لہٰذا متکرر ہونے کی وجہ سے حج بھی ہر سال متکرر ہونا چاہیے اور حج کا دوسرا تعلق بیت اللہ کے ساتھ ہے اور بیت اللہ غیر متکرر ہے لہٰذا حج مکرر نہیں ہونا چاہیے تو اِن دو علیحدہ علیحدہ وجوہ کی وجہ سے حضرت اقرعؓ پر حج کا معاملہ مشتبہ ہوگیا اس لئے انہوں نے دریافت کیا، نہ اس وجہ سے کہ امر تکرار کا تقاضا کرتا ہے۔

امام شافعیؒ کی دلیل یہ ہے کہ امر کا صیغہ مثلاً اِضْرِبْ یہ اَطْلُبُ مِنْكَ ضَرْبًا سے مختصر کیا گیا ہے اور اس میں ضربًا نکرہ ہے اور نکرہ کلام مثبت میں عموم کا احتمال رکھتا ہے لہٰذا جب صیغۂ امر میں عموم اور تکرار کا احتمال ثابت ہو گیا تو معلوم ہوا کہ امر کو عموم اور تکرار پر محمول کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ متکلم اس کی نیت کرے۔

حنفیہ کی دلیل یہ ہے کہ امر ایک صیغہ ہے جس کو طلب فعل سے مختصر کیا گیا ہے یعنی اِضْرِبْ کا لفظ اَطْلُبُ مِنْكَ الضَّرْبَ سے اختصار کیا گیا ہے اور وہ مصدر جس سے اس کو مختصر کیا گیا ہے وہ اس فعل کی حقیقت کا ایک فرد ہے اور فرد عدد کا احتمال نہیں رکھتا لہٰذا امر نہ عموم و تکرار کا تقاضا کرتا ہے اور نہ ہی عموم و تکرار کا احتمال رکھتا ہے۔

❷ <u>مقتضیٰ اور محتمل میں فرق:۔</u> مقتضیٰ جو بغیر نیت کے لفظ سے ہی ثابت ہو اُس کے لئے نیت کی ضرورت نہ ہو اور محتمل جس کا لفظ میں احتمال ہو اور نیت کے ساتھ ثابت ہو بغیر نیت کے ثابت نہ ہو۔

الشق الثانی ...... والنهی عن بیع الحر والمضامین والملاقیح ونکاح المحارم مجاز عن النفی فکان نسخا لعدم محله۔

حر، مضامین، ملاقیح اور محارم سے کیا مراد ہے؟ مذکورہ عبارت سوال مقدر کا جواب ہے۔ سوال اور جواب کی وضاحت کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حل دو امور ہیں (۱) حر، مضامین، ملاقیح اور محارم کی مراد (۲) سوال مقدر اور جواب کی وضاحت۔

جواب ...... ❶ <u>حر، مضامین، ملاقیح اور محارم کی مراد:۔</u> ''ملاقیح'' **ملقوحة** کی جمع ہے بمعنی وہ منی کا نطفہ جو رحم مادر میں ہو۔

''حر'' سے مراد آزاد انسان ہے خواہ وہ اصلاً و پیدائشی طور پر آزاد ہو، خواہ آقا نے آزاد کیا ہو۔

''محارم'' وہ رشتہ دار جن سے نکاح حرام ہو خواہ قرابت کی وجہ سے محارم ہوں جیسے ماں، بہن، بیٹی خواہ مصاہرت یعنی سسرال کے لحاظ سے محارم ہوں جیسے موطوءہ کی ماں، بیٹی وغیرہ۔ ''مضامین'' **مضمونه** کی جمع ہے بمعنی وہ منی کا نطفہ جو باپ کی پشت میں ہو۔

❷ <u>سوال مقدر اور جواب کی وضاحت:۔</u> یہاں ایک سوال مقدر ہے جو حضرت امام ابو حنیفہؒ پر کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ آزاد آدمی کی بیع اور مضامین اور ملاقیح کی بیع اور محارم یعنی ماں، نانی وغیرہ کے ساتھ نکاح افعالِ شرعیہ میں سے ہیں لیکن اس کے باوجود احناف کے نزدیک ان چیزوں پر وارد شدہ نہی قبح لغیرہٖ نہیں ہوتی بلکہ قبح لعینہٖ پر محمول ہوتی ہے حالانکہ احناف کے نزدیک افعالِ شرعیہ پر وارد شدہ نہی قبح لغیرہٖ پر محمول ہوتی ہے۔ احناف کی طرف سے مصنفؒ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ آزاد، مضامین اور ملاقیح کی بیع اور محارم کے نکاح پر جو نہی وارد ہوئی ہے وہ نفی سے مجاز ہے یعنی اس نہی سے مجازاً نفی مراد ہے اور ان دونوں میں مناسبت یہ ہے کہ ان دونوں کے درمیان صورۃً بھی اتصال ہے اور معنیً بھی اتصال ہے۔

صورۃً تو اس لئے کہ نہی اور نفی دونوں میں حرف نفی موجود ہے اور معنیً اسلئے کہ دونوں میں اعدام یعنی کسی چیز کے معدوم ہونے کو بیان کرنا مقصود ہوتا ہے۔ پس جب نہی اور نفی کے درمیان مناسبت ہے تو نہی کو مجازاً نفی پر محمول کرنا درست ہے اور جب نہی کو مجازاً نفی پر محمول کیا گیا تو یہ قبح لعینہٖ پر محمول ہوگی، کیونکہ نفی سے فعل منفی میں قبح لعینہٖ ثابت ہوتا ہے نہ کہ قبح لغیرہٖ اور جب یہاں نہی کو مجازاً نفی پر محمول کرنے کی وجہ سے قبح لعینہٖ قاعدہ کے مطابق ثابت ہوتا ہے تو اس سے حضرت امام ابو حنیفہؒ پر کوئی اعتراض واقع نہ ہوگا۔

مذکورہ امور پر جو نہی وارد ہوئی ہے وہ مجازاً نفی پر محمول ہے یعنی انشاء کا صیغہ (نہی) اخبار کے صیغہ (نفی) پر محمول ہے پس یہ نہی

مجازاً نسخ ہوگی یعنی ان کی مشروعیت کے لئے نسخ ہوگی کیونکہ مذکورہ امور میں نہی کا محل معدوم ہے اس لئے کہ بیع کا محل مال ہے اور آزاد ، مضامین اور ملاقیح مال نہیں ہیں اور نکاح کا محل حلال عورتیں ہیں اور محارم وہ عورتیں ہیں جو نص سے حرام قرار دی گئی ہیں پس جب مذکورہ امور میں بیع اور نکاح کا محل اصلاً معدوم ہے تو اس معدوم اصل کے ساتھ نفی متعلق ہوسکتی ہے نہ کہ نہی اور جب مذکورہ امور میں نہی وارد نہیں ہوسکتی اور نفی وارد ہوسکتی ہے تو مذکورہ امور میں وارد شدہ نہی کو مجازاً نفی پر محمول کیا جائے گا اور نفی کے ذریعہ چونکہ قبح لعینہٖ ثابت ہوتا ہے نہ کہ قبح لغیرہٖ ، اس لئے مذکورہ امور میں بھی قبح لعینہٖ ثابت ہوگا اور قبح لغیرہٖ کا ثابت ہونا قاعدہ کے عین مطابق ہوگا۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۸ھ

الشق الاول ......وَمَتٰی اَمْکَنَ الْعَمَلُ بِهَا سَقَطَ الْمَجَازُ، هٰذَا اَصْلٌ کَبِیْرٌ لَنَا یَتَفَرَّعُ عَلَیْهِ کَثِیْرٌ مِنَ الْاَحْکَامِ اَیْ مَادَامَ اَمْکَنَ الْعَمَلُ بِالْمَعْنَی الْحَقِیْقِیِّ سَقَطَ الْمَعْنَی الْمَجَازِیُّ، لِاَنَّهٗ مُسْتَعَارٌ وَالْمُسْتَعَارُ لَایُزَاحِمُ الْاَصْلَ فَیَکُوْنُ الْعَقْدُ لِمَا یَنْعَقِدُ دُوْنَ الْعَزْمِ اَیْ یَکُوْنُ الْعَقْدُ الْمَذْکُوْرُ فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی (وَلٰکِنْ یُّؤَاخِذُکُمْ بِمَاعَقَّدْتُّمُ الْاَیْمَانَ) مَحْمُوْلًا عَلٰی مَایَنْعَقِدُ وَهُوَالْمُنْعَقِدَةُ فَقَطْ لِاَنَّهٗ حَقِیْقَةُ هٰذَا اللَّفْظِ دُوْنَ مَعْنَی الْعَزْمِ حَتّٰی یَشْمُلَ الْغَمُوْسَ وَالْمُنْعَقِدَةَ جَمِیْعًا لِاَنَّهٗ مَجَازٌ وَالْمَجَازُ لَایُزَاحِمُ الْحَقِیْقَةَ وَتَحْقِیْقُهٗ.........(ص۱۰۵۔رحمانیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ مذکورہ مسئلہ کی تحقیق بطرزِ شارح تحریر کریں۔ حقیقت ومجاز کی تعریف کریں

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) مسئلہ کی تحقیق بطرزِ شارحؒ (۴) حقیقت ومجاز کی تعریف۔

جواب ...... ① عبارت پر اعراب :۔کمامرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کا ترجمہ :۔ اور جب تک معنی حقیقی پر عمل کرنا ممکن ہو مجاز ساقط ہوجائے گا، یہ ہمارا ایک بڑا اصول ہے جس پر بہت سارے احکام ومسائل متفرع ہوتے ہیں یعنی جب تک معنی حقیقی پر عمل کرنا ممکن ہوگا معنی مجازی ساقط رہے گا، اسلئے کہ اسکو عاریۃً لیا جاتا ہے اور عاریۃً لی ہوئی چیز اصل کے مزاحم ومقابل نہیں ہوسکتی، پس عقد کا معنی **ما ینعقد** ہوگا نہ کہ عزم وپختہ ارادہ، یعنی وہ عقد جو اللہ تعالیٰ کے قول **ولٰکن یؤاخذکم بماعقد تم الایمان** میں مذکور ہے وہ صرف **ماینعقد** پر محمول ہوگا، اس لئے کہ وہی اس لفظ کا حقیقی معنی ہے، نہ کہ عزم کا معنی تا کہ وہ یمینِ غموس ومنعقدہ دونوں کو شامل ہو اسلئے کہ عزم مجاز ہے اور مجاز حقیقت کے مزاحم نہیں ہوتا۔

③ مسئلہ کی تحقیق بطرزِ شارح :۔ اس عبارت میں مصنفؒ نے ایک ایسا ضابطہ بیان فرمایا ہے جس پر بہت سے احکام شرعیہ متفرع ہوتے ہیں ضابطہ یہ ہے کہ جب تک معنیٰ حقیقی پر عمل کرنا ممکن ہو اُس وقت تک معنیٰ مجازی پر عمل نہیں کیا جائے گا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ معنیٰ مجازی مستعار (عاریۃً لیا ہوا) ہوتا ہے اور معنیٰ حقیقی اصل ہوتا ہے اور شیٔ مستعار اصل کے مزاحم ومقابل نہیں ہوتی یعنی اصل کی موجودگی میں مستعار پر عمل نہیں کیا جاتا، اس کو یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ مجاز خلیفہ اور حقیقت اصل ہے اور خلیفہ اصل کے معارض ومزاحم نہیں ہوسکتا یعنی اصل کی موجودگی میں خلیفہ پر عمل نہیں کیا جاتا چنانچہ اس ضابطہ پر تفریع قائم کرتے ہوئے ایک مسئلہ بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے قول **وَلٰکِنْ یُّؤَاخِذُکُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَیْمَانَ** میں عقد کا لفظ یمینِ منعقدہ کے لئے حقیقت اور

عزم یعنی دل سے پختہ ارادہ کرنے کے لئے مجاز ہے لہٰذا آیت میں عقد کا لفظ صرف یمینِ منعقدہ پر محمول ہوگا اور عزم (جو کہ یمین غموس اور منعقدہ دونوں کو شامل ہے) پر محمول نہ ہوگا اس لئے کہ مجاز حقیقت کے مزاحم نہیں ہوسکتا۔

اللہ تعالیٰ نے اس مسئلہ کو دو جگہ ذکر فرمایا ہے چنانچہ سورۂ بقرہ میں فرمایا **لَايُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ** (نہیں پکڑتا وہ تمہیں تمہاری بیہودہ قسموں پر لیکن وہ پکڑتا ہے تمہیں اُن قسموں پر جن کا تمہارے دلوں نے کسب اور عزم کیا ہے)۔ دوسری جگہ سورہ مائدہ میں فرمایا **وَلٰكِنْ يُؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ** (لیکن پکڑتا ہے اُس قسم پر جس کو تم نے مضبوط باندھا)۔ امام شافعیؒ ان دونوں آیتوں میں تطبیق پیدا کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ دونوں آیتوں کا ایک ہی معنٰی ہے اسلئے کہ کَسَبَتْ کا معنیٰ **عزمت و قصدت** ہے اور عقد کا معنیٰ بھی قصد و عزم ہے اور عزم و ارادہ یمینِ غموس و یمینِ منعقدہ دونوں میں ہوتا ہے لہٰذا دونوں آیتیں یمینِ غموس اور منعقدہ دونوں کو شامل ہوں گی مگر سورۂ مائدہ میں مواخذہ کفارہ کے ساتھ مقید ہے اور سورۂ بقرہ میں مواخذہ مطلق ہے اور قاعدہ ہے کہ اگر دو آیتوں میں ایک ہی حکم مذکور ہو مگر ایک جگہ مطلق اور دوسری جگہ مقید ہو تو مطلق حکم کو بھی مقید پر محمول کیا جاتا ہے۔ لہٰذا سورۂ بقرہ میں مذکور مواخذہ مطلقہ کو مواخذہ مقیدہ پر محمول کیا جائیگا یعنی جس طرح سورۂ مائدہ میں مواخذہ سے مراد کفارہ ہے اسی طرح سورۂ بقرہ میں بھی مواخذہ سے مراد کفارہ ہی ہوگا۔ اور دونوں قسموں پر کفارہ واجب ہوگا۔

ہماری طرف سے جواب یہ ہے کہ یمینِ غموس میں کفارہ واجب نہ ہونے کی دلیل آیتِ مائدہ **بماعقدتم الایمان** ہے اس میں عزم اور کسب کا معنیٰ مجازی ہے اور منعقدہ کا معنیٰ حقیقی ہے اور ضابطہ ہے کہ جب تک حقیقت کو مراد لیا جاسکتا ہو مجاز کی طرف رجوع نہیں کیا جائے گا اور یہاں حقیقت یعنی منعقدہ کو مراد لینا ممکن ہے لہٰذا سورۂ مائدہ میں صرف یمینِ منعقدہ مراد ہوگی اور صرف اسی پر کفارہ واجب ہوگا دوسری قسموں پر واجب نہ ہوگا۔ اور آیتِ بقرہ یمینِ غموس اور منعقدہ دونوں کو عام ہے کیونکہ کسب یعنی عزم و ارادہ دونوں میں پائے جاتے ہیں اور اس میں جس مواخذے کا ذکر ہے وہ مطلق ہے اور مطلق سے اُس کا فردِ کامل مراد ہوتا ہے اور مواخذے کا فردِ کامل اُخروی مواخذہ ہے لہٰذا آیتِ بقرہ میں اُخروی مواخذہ مراد ہوگا۔ پس آیتِ بقرہ کی وجہ سے یمینِ غموس اور منعقدہ دونوں میں اُخروی مواخذہ اور گناہ لازم ہوگا۔ الغرض آیتِ مائدہ کی وجہ سے کفارہ صرف یمینِ منعقدہ میں واجب ہوگا یمینِ غموس میں واجب نہ ہوگا اور آیتِ بقرہ کی وجہ سے گناہ دونوں میں لازم ہوگا۔ (قوت الاخیار ص ۲۱۵ ج ۱)

④ حقیقت ومجاز کی تعریف:۔ حقیقت: **"کل لفظ وضعه واضع اللغة بازاء شیئ فهو حقیقة له"** یعنی ہر وہ لفظ جس کو واضعِ لغت نے جس معین شیئ کے مقابلہ میں وضع کیا ہے وہ لفظ اس شیئ کیلئے حقیقت ہے۔

مجاز: **کل لفظ وضعه واضع اللغة بازاء شیئ لو أستعمل فی غیره فهو مجاز له** "یعنی لفظ کا استعمال معنیٰ موضوع لہ کے غیر میں ہو تو وہ مجاز ہے جیسے اسد کا استعمال بہادر شخص کے لئے مجاز ہے۔

الشق الثانی ...... **وَلٰكِنْ لِلْاِسْتِدْرَاكِ بَعْدَ النَّفْيِ غَيْرَ اَنَّ الْعَطْفَ اِنَّمَا يَصِحُّ عِنْدَ اِتِّسَاقِ الْكَلَامِ وَاِلَّا فَهُوَ مُسْتَانَفٌ كَالْاَمَةِ اِذَا تَزَوَّجَتْ بِغَيْرِ اِذْنِ مَوْلَاهَا بِمِائَةِ دِرْهَمٍ فَقَالَ لَا اُجِيْزُ النِّكَاحَ وَلٰكِنْ اُجِيْزُهٗ بِمِائَةٍ وَخَمْسِيْنَ دِرْهَمًا اِنَّ هٰذَا فَسْخٌ لِلنِّكَاحِ وَجَعَلَ لٰكِنْ مُبْتَدَاً لِاَنَّ هٰذَا نَفْيٌ وَاِثْبَاتُهٗ بِعَيْنِهٖ۔**

عبارت پر اعراب لگائیں، عبارت کی مکمل تشریح کریں اور یہ بتائیں کہ اتساقِ کلام سے کیا مراد ہے۔

﴿خلاصہ سوال﴾...... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کی تشریح (۳) اتساقِ کلام کی مراد۔

جواب ...... ❶ عبارت پراعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کی تشریح:۔ مصنفؒ نے فرمایا کہ حروف عاطفہ میں سے ایک "لٰکن" ہےاور کلمہ "لٰکن" نفی کے بعد استدراک کے لئے آتا ہے یعنی کلام سابق سے جو وہم ہوسکتا ہے کہ اس کو دور کرنے کیلئے کلمہ "لٰکن" استعمال ہوتا ہے مثلاً اگر کسی نے "ماجاء نی زیـد" کہا تو اس سے یہ وہم ہوسکتا ہے کہ شاید عمرو بھی نہ آیا ہو کیونکہ زید عمرو کے درمیان غایت درجہ تعلق اور لگاؤ ہے۔ پس اس وہم کو دور کرنے کے لئے "ولکن عمروا" کہا جائے گا یعنی زید تو نہیں آیا البتہ عمرو آیا ہے اور عمرو کے بارے میں نہ آنے کا وہم غلط ہے۔

ماتنؒ فرماتے ہیں کہ "لٰکن" کے ذریعہ عطف اس صورت میں درست ہوگا جبکہ کلام موصول ہو اور مربوط ہو یعنی کلمہ "لٰکن" کلام سابق سے ملا ہوا ہو اور "لٰکن" کا مابعد اس کے ماقبل کے منافی نہ ہو یعنی جس کی نفی کی گئی ہو بعینہ اس کا اثبات نہ ہو بلکہ نفی ایک شیٔ کی طرف راجع ہو اور اثبات دوسری شیٔ کی طرف راجع ہو اور اگر ان دونوں شرطوں میں سے کوئی ایک شرط مفقود ہوگی یعنی "لٰکن" کلام سابق سے ملا ہوا نہ ہو یا "لٰکن" کا مابعد اس کے ماقبل کے منافی ہو تو اس صورت میں کلمہ "لٰکن" کا مابعد والا کلام معطوف نہ ہوگا بلکہ یہ کلام مستانف اور مستقل ہوگا ماقبل سے اس کا کوئی تعلق نہ ہوگا۔

❸ اتساقِ کلام کی مراد:۔ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ کلام سابق سے ملا ہوا ہو اور اس کا مابعد اُس کے ماقبل کے منافی نہ ہو۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۸ھ

الشق الاوّل ......المشروعات علی نوعین عزیمة ...... وهی اربعة انواع ۔ (ص۱۷۷۔رحمانیہ)

عزیمت کی تعریف کریں، عزیمت کے اقسام اربعہ میں سے ہر ایک کی تعریف اور حکم مع امثلہ تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال میں دو امر مطلوب ہیں (۱) عزیمت کی تعریف (۲) عزیمت کی اقسام اربعہ کی تعریف و حکم مع امثلہ۔

جواب ...... ❶ عزیمت کی تعریف:۔ عزیمت وہ حکم ہے جو ابتداء ہی سے اللہ تعالیٰ کی جانب سے حکم اصلی ہو اور عوارض کے متعلق نہ ہو خواہ اس کا تعلق فعل سے ہو جیسے مامورات یا اس کا تعلق ترک فعل سے ہو جیسے محرمات و ممنوعات۔ اسکے علاوہ بھی عزیمت کی متعدد تعریفیں کی گئی ہیں۔ ① عزیمت وہ حکم ہے جو ایسے طور پر ثابت ہو جس میں دلیلِ شرعی کی مخالفت نہ ہو ② عزیمت وہ حکم ہے جس کی دلیل مانع سے سلامت ہو ③ عزیمت وہ حکم ہے جو بندوں پر اللہ تعالیٰ کے واجب کرنے سے لازم ہو جیسے عبادات خمسہ وغیرہ۔

❷ عزیمت کی اقسام اربعہ کی تعریف و حکم مع امثلہ۔ عزیمت کی چار اقسام ہیں فرض، واجب، سنت، نفل۔

فرض: وہ حکم ہے جو کمی و زیادتی کا احتمال نہ رکھے، اور ایسی دلیل سے ثابت ہو جو قطعی ہو جیسے ایمان، روزہ، حج و زکوٰۃ، اس کا حکم دل سے یقین و اعتقاد اور عمل بالارکان کا لازم ہونا ہے اس کا منکر کافر ہے اور بلا عذر اس کا تارک فاسق ہے۔

واجب: وہ حکم ہے جو ایسی دلیل سے ثابت ہو جس میں شبہ ہو مثلاً عام مخصوص منہ البعض، مجمل یا خبر آحاد سے ثابت شدہ احکام، اس کا حکم یہ ہے کہ اس پر عمل کرنا لازم ہے لیکن یقین و اعتقاد لازم نہیں ہے یعنی اس کا منکر کافر نہیں ہے اگر کوئی شخص واجب نہ سمجھتے ہوئے عمل کو ترک کرے تو یہ شخص فاسق ہے اور اگر کوئی اہانت کرتے ہوئے عمل کو ترک کرے تو یہ شخص کافر ہے۔

سنت: وہ طریقہ ہے جو دین میں رائج ہو اور فرض و واجب کے علاوہ ہو۔ اس کا حکم یہ ہے کہ انسان سے فرض و واجب کے بغیر ہی اس کو قائم کرنے کا مطالبہ کیا جائے۔

پھراس کی دوقسمیں ہیں ① سنن ہدی جن کا تارک ملامت وزجروتوبیخ کا مستحق ہوتا ہے جیسے جماعت واذان ② سنن زوائد جن کا تارک ملامت اورزجروتوبیخ کا مستحق نہ ہو جیسے سفید سوٹ پہننا، عمامہ باندھنا۔

نفل: وہ حکم مشروع ہے جس کے کرنے پر انسان کو ثواب دیا جائے گا اور اس کے ترک پر عذاب نہ ہوگا نفل کی یہ تعریف در حقیقت اس کا حکم ہی ہے اور اسلاف سے اسی طرح منقول ہے جیسے نفلی نماز ادا کرنا، نفلی روزے رکھنا، صدقہ ادا کرنا۔

الشق الثانی ......**الراوی ان عرف بالفقه والتقدم فی الاجتهاد کالخلفاء الراشدینؓ والعبادلة کان حدیثه حجة یترک به القیاس خلافا لمالك فانه قال القیاس مقدم علی خبر الواحد ان خالفه۔** (ص۱۹۰۔رحمانیہ)

عبارت کی وضاحت کریں۔ عبادلة سے کون کون مراد ہیں واضح کریں۔ اختلاف کو مدلل بیان فرمائیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت کی وضاحت (۲) عبادلہ کا مصداق (۳) ائمہ کا اختلاف مع الدلائل۔

جواب ...... ① عبارت مذکورہ کی وضاحت:۔ مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر خبر واحد کا راوی معروف بالفقہ ہے اور درجہ اجتہاد میں سب سے مقدم ہے تو ایسی خبر واحد حجت ہوگی اگر ایسی حدیث کا قیاس سے معارضہ ہوگیا تو قیاس کو چھوڑ دیا جائے گا اور خبر واحد پر عمل کیا جائے گا لیکن امام مالک رحمہ اللہ اس مسئلہ میں اختلاف کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اس صورت میں خبر واحد کو چھوڑ دیا جائے گا اور قیاس پر عمل کیا جائے گا۔ اس کی مثال حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت **من حمل جنازة فلیتوضا** ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس حدیث کو قیاس سے رد فرمایا چنانچہ ارشاد فرمایا کہ کیا دو خشک لکڑیاں اٹھانے سے ہمیں وضو لازم ہوتا ہے؟ تو معلوم ہوا کہ خبر واحد اگر قیاس کے مخالف ہو جائے تو خبر واحد کو چھوڑ دیں گے اور قیاس پر عمل کریں گے۔

② عبادلہ کا مصداق:۔ عبادلہ یہ عبدل کی جمع ہے اس سے مراد حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہم اور بعض کے نزدیک حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔

③ ائمہ رحمہم اللہ کا اختلاف مع الدلائل:۔ اگر راوی فقیہ ہے اور اجتہادی صلاحیت کی وجہ سے اس کو حق تقدم حاصل ہے تو اس کی روایت کردہ حدیث حجت ہے اور اس کے خلاف اگر قیاس ہوگا تو قیاس کو ترک کر دیا جائے گا۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک **اگر قیاس خبر واحد کے خلاف ہو تو خبر واحد سے قیاس مقدم ہے**، دلیل یہ روایت ہے **ان ابا هریرة الخ** (ترجمہ) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ روایت بیان کی کہ **من حمل جنازة فلیتوضأ** (جو شخص جنازہ اٹھائے وہ وضوء کرے)۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس روایت کو سن کر یہ ارشاد فرمایا **ایلزمنا الوضوء الخ** کیا ہم پر وضوء لازم ہو جائے گا دو خشک لکڑیوں کے اٹھانے کی وجہ سے؟۔ احناف کی جانب سے اس کا جواب دیا گیا کہ خبر واحد اپنی اصل کے ساتھ تو یقینی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے اور خبر واحد میں جو شبہ ہے وہ نفس خبر میں نہیں بلکہ اس کے طریق وصول میں ہے بخلاف قیاس کے کہ وہ اپنی اصل سے ہی مشکوک ہے اور اپنی صفت کے اعتبار سے بھی (ممکن ہے کہ مجتہد سے قیاس کرنے میں نسیان چوک وغیرہ ہوگئی ہو) اور جب قیاس میں اس قدر ضعف ہے تو وہ خبر واحد کے ساتھ کسی بھی وقت مقابلہ نہیں کر سکتا ہے بلکہ خبر واحد کو قیاس کے مقابلہ میں راجح قرار دیا جائے گا۔

☆☆☆

الورقة الرابعة
نحو
شرح جامی

الاختبار السنوی للثانویة الخاصة (للبنین)

الورقة الرابعة : فی النحو

السوال الاوّل ۱۴۲۷ھ

السوال الاوّل......نحو کے لغوی، اصطلاحی معنی، موضوع وغرض، اس فن میں لکھی گئی مشہور قدیم وجدید کتابوں کا مختصر تعارف ذکر کریں، شرح جامی کا تعارف اور ماتن وشارح کا مختصر خاکہ تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں (۱) نحو کا لغوی واصطلاحی معنی، موضوع وغرض (۲) فن کی مشہور کتب کا مختصر تعارف (۳) شرح جامی کا تعارف (۴) ماتن وشارح رحمہ اللہ کا تعارف۔

جواب...... ❶ نحو کا لغوی واصطلاحی معنی، موضوع وغرض:۔ تعریف: **ھو علم باصول یعرف بھا احوال اواخر الکلم الثلاث من حیث الاعراب والبناء وکیفیت ترکیب بعضھا مع بعض**، علم نحو ان چند قوانین کا جاننا ہے جن کے ذریعے تین کلموں (اسم، فعل، حرف) کے آخر کے احوال معرب ومبنی ہونے کی حیثیت سے معلوم ہوسکیں اور بعض کو بعض کے ساتھ جوڑنے کا طریقہ معلوم ہو۔ موضوع: علم نحو کا موضوع کلمہ وکلام (**من حیث الاعراب والبناء**" ہے۔ کون معرب ہے اور کون مبنی ہے) غرض: علم نحو کی غرض ذہن کو کلام عربی میں واقع ہونے والی لفظی غلطی سے بچانا ہے۔

❷ فن کی مشہور کتب کا مختصر تعارف:۔ فن نحو کی ویسے تو بے شمار، قدیم وجدید کتب ہیں مگر یہاں پر مختصر طور پر صرف ان کتب کا تعارف پیش خدمت ہے جو اس وقت داخلِ نصاب ہیں۔

ہدایۃ النحو: یہ کتاب مشہور وصحیح قول کے مطابق شیخ سراج الدین عثمان نظامی اودھی رحمہ اللہ کی تصنیف ہے۔ آپ رحمہ اللہ کی ولادت ۶۵۶ھ میں لکھنوتی ریاست اودھ میں ہوئی، ابتداءِ جوانی میں سلطان المشائخ حضرت نظام الدین محمد ایوبی کی خانقاہ دہلی میں حاضر ہو کر علوم باطنی کی تربیت حاصل کی اور اس کے بعد چھ ماہ کے مختصر عرصہ میں علوم ظاہرہ سے فراغت حاصل کی اور سلطان المشائخ کی طرف سے علومِ باطنی میں خلافت حاصل کی اور اسکے بعد علومِ ظاہری وباطنی کے ذریعہ لوگوں کو فیض پہنچایا اور اسی دوران مختلف کتب بھی تحریر کیں جن میں سے یہ کتاب سب سے زیادہ مشہور ہے اور ۷۵۸ھ میں علوم ظاہری وباطنی کا یہ چشم وچراغ لکھنوتی قدیم میں غروب ہوا اپنی اس کتاب کے متعلق خود مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اسمیں انتہائی مختصر طور پر نحو کے قواعد وضوابط کو جمع کیا ہے اس میں الفاظ تھوڑے مگر معانی بہت ہیں، اور یہ حشو وتطویل سے خالی مضبوط کتاب ہے اور میں نے اس میں نحو کے ان تمام مسائل کو جمع کیا ہے جن کا جاننا ضروری ہے اور یہ کافیہ کی ترتیب کے مطابق ہے یعنی اس میں پہلے اسم پھر فعل اور پھر حرف کی بحث ہے اور اسم کی بحث میں بھی مرفوعات مقدم ہیں پھر منصوبات اور پھر مجرورات کو ذکر کیا گیا ہے۔

کافیہ: یہ جمال الملت والدین شیخ ابو عمر عثمان بن عمر بن ابو بکر بن یونس مالکی کی تصنیف ہے۔ "کافیہ" کو اپنے حُسنِ ترتیب اور اختصار وایجاز اور **خیر الکلام ماقل ودل** کا مصداق ہونے کی وجہ سے بے انتہاء مقبولیت حاصل ہوئی۔ اس میں علمِ نحو کے تمام قواعد نہایت اختصار اور عمدہ اسلوب کے ساتھ جمع کئے گئے ہیں۔ علمِ نحو کا یہ جامع اور مستند ذخیرہ سات سو (۷۰۰) برس سے داخلِ

نصاب ہے اور عربی فارسی اور اردو زبان میں اس کی بکثرت شروحات لکھی گئیں۔

نحو میر: یہ ابوالحسن زین الدین علی بن محمد بن علی کی تحریر کردہ تصنیف ہے۔ آپ کی ولادت ۲۲ شعبان ۷۴۰ھ ہے۔ آپ میر سید شریف جرجانی اور میر سید السند کے القاب سے مشہور ہیں۔ بچپن ہی سے آپ کو علوم عربیہ کی طرف فطری رجحان تھا چنانچہ آپ کی یہ تصنیف آپ کی صلاحیتوں پر دال ہے اور اس کتاب میں نحو کے قواعد وضوابط کو انتہائی اختصار کے ساتھ جمع کیا گیا ہے۔

۳ **شرح جامی رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف:** یہ علامہ عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر کردہ علمِ نحو کی وہ مشہور تصنیف ہے جس کو علمِ نحو کی دیگر تمام کتب پر فضیلت حاصل ہے جو کہ درحقیقت علامہ ابن الحجب رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر کردہ فنِ نحو کی مشہور کتاب "کافیہ" کی شرح ہے۔ علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اس شرح میں "کافیہ" کی دیگر تمام شروح کی ابحاث کو ایک اچھے انداز میں جمع کیا ہے اور علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کتاب اپنے بیٹے ضیاء الدین یوسف کیلئے لکھی تھی اسی وجہ سے اسکا اصل نام "الفوائد الضیائیہ" ہے اور انکی یہ تصنیف اپنی مثال آپ ہے۔

۴ **ماتن وشارح رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف:** ماتن کا نام شیخ جمال الملت والدین ابوعمر عثمان بن عمر بن ابی بکر بن یونس مالکی ہے۔ آپ ابن الحجب کے ساتھ مشہور ہیں، آپ ۵۷۰ھ کے آخر میں مصر کی اسنا نامی بستی میں پیدا ہوئے۔ آپ نے قاہرہ میں قرآن مجید اور تمام علوم وفنون کی کتابیں پڑھیں خصوصاً مذہب مالکی کی کتبِ فقہ کا علم حاصل کیا اور علامہ شاطبی اور علامہ ابوالجود سے علم قرأت حاصل کیا۔ آپ کو علمِ نحو کے ساتھ ساتھ علمِ فقہ اور اصولِ فقہ وعربیت میں مہارتِ تامہ حاصل تھی چنانچہ فقہ مالکی میں مختصر، اصولِ فقہ میں منتہی اور مختصر المنتہی، صرف میں شافیہ، نحو میں کافیہ اور اس کی شرح وافیہ اور ایضاح شرح مفصل اور علمِ عروض میں قصیدۂ غراء وغیرھم کو بے انتہائی مقبولیت حاصل ہوئی۔ خصوصی طور پر آپ کا یہ متن المعروف "کافیہ" اپنے حسنِ ترتیب اور اختصار وایجاز اور خیر الکلام ماقل ودل کا مصداق ہونے کی وجہ سے اس قدر مقبولیت حاصل ہوئی کہ برس ہا برس سے داخلِ نصاب ہے اور عربی، فارسی، اردو زبان میں اس کی بکثرت شروح موجود ہیں۔ آپ بروز جمعرات ۱۶ شوال ۶۴۶ھ کو اس دنیا سے رخصت ہوئے۔

شارح رحمۃ اللہ علیہ کا نام ابوعبدالرحمٰن بن احمد بن محمد ہے، غیر مشہور لقب عماد الدین اور مشہور لقب نور الدین ہے۔ کنیت ابوالبرکات اور تخلص جامی تھا۔ آپ ۲۳ شعبان ۸۱۷ھ کو خراسان کے قصبہ جام میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد سے پھر میر سید شریف کے شاگرد خواجہ علی ثمرقندی سے اور علامہ تفتازانی کے شاگرد علامہ شہاب الدین محمد بن جاجری سے حاصل کی اور پھر مولانا جند اصولی کے حلقۂ درس میں شریک ہوئے وہ فرماتے تھے کہ جب سے ثمرقند آباد ہوا ہے اُس وقت سے عبدالرحمٰن جامی جیسا ذہین وفطین آدمی یہاں نہیں آیا۔ آپ نے عربی، فارسی میں بے شمار کتابیں لکھیں جن کی تعداد ۵۴ تک پہنچتی ہے۔ کافیہ کی شروح میں آپ کی تصنیف شرح جامی کو ایک ممتاز مقام حاصل ہے اور یہ داخلِ نصاب ہے۔ کافیہ کی اکثر شروح اور نحوی مباحث کو اس شرح میں عقلیت کے رنگ میں پیش کیا گیا ہے اور اس کتاب کا اصل نام فوائد ضیائیہ ہے اور علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ نے ۸۱ سال کی عمر میں ۱۸ محرم ۸۹۸ھ کو ہرات میں انتقال فرمایا اور وہیں مدفون ہوئے۔ (درسی تقریر) **فجزاهم الله احسن الجزا۔**

الشق الثاني ...... **وَمَا أَجَازَهُ الْكُوفِيُّوْنَ مِنْ تَرْكِيْبِ "الثَّلَاثَةِ الْأَثْوَابِ" وَشِبْهِهٖ مِنَ الْعَدَدِ الْمُعَرَّفِ بِاللَّامِ الْمُضَافِ إِلٰى مَعْدُوْدِهٖ نَحْوُ: اَلْخَمْسَةُ الدَّرَاهِمِ، وَالْمِائَةُ الدِّيْنَارِ ضَعِيْفٌ قِيَاسًا وَاسْتِعْمَالًا۔** (ص۱۶۷۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ تشریح عبارت کرتے ہوئے بتلائیں کہ مذکورہ ترکیب **قیاسًا** اور **استعمالًا** کیوں

ضعیف ہے؟ وجہ لکھیں۔ قیاسًا و استعمالًا کیوں منصوب ہیں؟ وجہ نصب لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال کا حل پانچ امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) عبارت کی تشریح (۴) مذکورہ ترکیب کے قیاسًا واستعمالًا ضعیف ہونے کی وجہ (۵) قیاسًا واستعمالًا کے منصوب ہونے کی وجہ۔

جواب ...... ❶ **عبارت پر اعراب:۔** کما مرّفی السوال آنفا۔

❷ **عبارت کا ترجمہ:۔** اور وہ ترکیب جس کو کوفیوں نے جائز قرار دیا ہے یعنی الثلاثۃ الاثواب اور اسکے مشابہ وہ عدد جو معرف باللام ہوکر اپنے معدود کی طرف مضاف ہو جیسے الخمسة الدراهم، المائة الدينار قیاس اور استعمال کی رو سے ضعیف ہے۔

❸ **عبارت کی تشریح:۔** اس عبارت سے صاحبِ کافیہ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے سوال کی تقریر یہ ہے کہ ابھی ماقبل میں آپ نے تجريد المضاف کی جو شرط لگائی ہے وہ غیر مسلم ہے اسلئے کہ نحاۃِ کوفہ نے ان اعداد میں جو اپنی تمیز کی طرف مضاف ہوں تعریف باللام کو جائز رکھا ہے جیسے الثلاثة الاثواب، الخمسة الدراهم، المائة الدينار۔

صاحب کافیہ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ نحاۃِ کوفہ کا ان اعداد میں جو اپنی تمیز کی طرف مضاف ہوں تعریف باللام کو جائز رکھنا قیاس واستعمال دونوں اعتبار سے ضعیف ہے۔

❹ **مذکورہ ترکیب کے قیاسًا واستعمالًا ضعیف ہونے کی وجہ:۔** مذکورہ ترکیب قیاس کے اعتبار سے اسلئے ضعیف ہے کہ اگر یہ ترکیب صحیح قرار دی جائے تو تحصیل حاصل کی خرابی لازم آئیگی (اس لئے کہ مضاف پہلے سے ہی معرف باللام ہونے کی وجہ سے معرفہ ہے اور اضافت کا مقصد بھی تخصیص ومعرفت ہے) اور تحصیلِ حاصل مذموم و بے فائدہ ہے۔ مذکورہ ترکیب استعمال کے اعتبار سے اسلئے ضعیف ہے کہ فصحاء وبلغاء کی کلام میں مضاف میں ترک لام ثابت ہے جیسا کہ ذوالرمہ شاعر کے اس شعر میں ہے ثلاث الاثافی والدیار البلاقع اسمیں ثلاث اپنے معدود وتمیز الاثافی کی طرف مضاف ہے اور غیر معرف باللام ہے۔

❺ **قیاسًا واستعمالًا کے منصوب ہونے کی وجہ:۔** قیاسًا و استعمالًا معطوف علیہ ومعطوف ملکر ضعیفٌ سے تمیز ہونے کی بناء پر منصوب ہیں۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱٤۲۷ھ

الشق الاوّل ......وَنَحْوُ قَضِيَّةٌ اَىْ هٰذِهٖ قَضِيَّةٌ وَلَا اَبَاحَسَنٍ لَهَا اَىْ لِهٰذِهِ الْقَضِيَّةِ، هٰذَا جَوَابُ دَخْلٍ مُقَدَّرٍ عَلٰى قَوْلِهٖ: وَاِنْ كَانَ مَعْرِفَةً وَجَبَ الرَّفْعُ وَالتَّكْرِيْرُ، فَاِنَّ اِسْمَ "لَا" فِيْهِ مَعْرِفَةٌ لِاَنَّ "اَبَاحَسَنٍ" كُنْيَةُ عَلِيٍّ، وَلَا رَفْعَ فِيْهِ وَلَا تَكْرِيْرَ، بَلْ هُوَ مَنْصُوْبٌ غَيْرُمُكَرَّرٍ۔ (ص۱۵۵۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ وان كان معرفة الخ میں كان کی ضمیر کا مرجع ذکر کریں۔ عبارت میں ذکر کردہ اعتراض اور اس کے جواب کی وضاحت کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) وان كان معرفة کا مرجع (۴) عبارت میں مذکور اعتراض وجواب کی وضاحت۔

جواب ...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ (اور جیسے **قضیة**) یعنی **هذه قضیة** (**ولا اباحسن لها**) یعنی **لهذه القضیة** ۔ یہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ جو مصنف رحمہ اللہ کے قول **وان کان معرفة وجب الرفع والتکریر** پر وارد ہوا ہے۔ اسلئے کہ لا کا اسم اس مثال میں معرفہ ہے کیونکہ ابوالحسن حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے حالانکہ اسمیں نہ رفع ہے اور نہ ہی اسکا تکرار ہے بلکہ وہ منصوب بلا تکرار ہے۔

❸ **وان کان معرفة** کی ضمیر کا مرجع:۔ عبارت **وان کان معرفة** میں جو کان مذکور ہے اس کی ضمیر کا مرجع المسند الیہ ہے جو کہ ماقبل میں گزر چکا ہے۔

❹ عبارت میں مذکور اعتراض و جواب کی وضاحت:۔ اس عبارت سے علامہ جامی رحمہ اللہ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ سوال کی تقریر یہ ہے کہ آپ نے ماقبل میں کہا کہ جب لانفی جنس کا اسم معرفہ ہو تو اسکا تکرار اور اس پر رفع واجب ہے۔ یہ قاعدہ **قضیة ولا اباحسن الخ** کی مثل کے ساتھ منقوض ہے اسلئے کہ اس مثال میں ابوحسن حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کنیت ہونے کی وجہ سے معرفہ ہے حالانکہ اس پر رفع بھی نہیں ہے بلکہ نصب ہے اور نہ اسکا تکرار ہے۔ علامہ ابن حاجب رحمہ اللہ نے **متاوّل** کہہ کر اسکا جواب دیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ نکرہ کی تاویل میں ہے علامہ جامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس میں دو طرح سے تاویل ہو سکتی ہے۔

پہلی تاویل: یہ ہے کہ اباحسن یہ لانفی جنس کا اسم نہیں ہے بلکہ یہ مضاف محذوف لفظ مثل کا مضاف الیہ ہے۔ اصل عبارت **لا مثل ابی حسن** تھا اور لفظ مثل متوغل فی الابہام ہونے کی وجہ سے اگر معرفہ کی طرف مضاف ہو جائے تو بھی یہ نکرہ ہی رہتا ہے۔ لہٰذا جب لانفی جنس کا اسم نکرہ ہو تو نہ رفع ضروری ہے اور نہ تکرار ضروری ہے۔

دوسری تاویل: یہ ہے کہ اباحسن سے مراد وہ وصف ہے کہ جس کے ساتھ صاحب علم مشہور تھا یعنی فیصل اور اسکا معنی یہ ہے **قضیة ولا فیصل لها** اب بھی لانفی جنس کا اسم نکرہ ہو جائے گا اس لئے کہ جب علم سے مراد وصف مشہور لی جائے تو وہ نکرہ بن جاتا ہے۔ جب لانفی جنس کا اسم نکرہ ہو تو نہ رفع ضروری ہے اور نہ تکرار ضروری ہے۔

الشق الثانی ...... **وَلَمَّا كَانَ لِقَائِلٍ أَنْ يَقُولَ: هٰذِهِ الْقَاعِدَةُ مُنْتَقِضَةٌ بِقَوْلِهِمْ "اَلَّذِیْ يَطِيْرُ فَيَغْضِبُ زَيْدٌ اَلذُّبَابُ" فَإِنَّ "يَطِيْرُ" فِيْهِ ضَمِيْرٌ يَعُوْدُ إِلَى الْمَوْصُوْلِ وَ"يَغْضِبُ" اَلْمَعْطُوْفُ عَلَيْهِ لَيْسَ فِيْهِ ذٰلِكَ الضَّمِيْرُ فَأَجَابَ عَنْهُ بِقَوْلِهٖ:**...... (ص ۱۸۹۔ امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ **هذه القاعدة** سے جس قاعدہ کی طرف اشارہ ہے، اسے ذکر کریں۔ عبارت میں ذکر کردہ اعتراض کی وضاحت کریں اور اس کا جواب تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں چار امور توجہ طلب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) قاعدہ کی نشاندہی (۴) عبارت میں مذکور سوال و جواب کی وضاحت۔

جواب ...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کما مرّفی السوال آنفا۔

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ اور جب کسی معترض کیلئے یہ کہنا جائز تھا کہ یہ قاعدہ اہل عرب کے قول **الذی یطیر فی**

زیدالزباب سے ٹوٹ گیا کیونکہ یطیر میں ضمیر ہے جوموصول کی طرف لوٹ رہی ہے اور یغضب جواس پر معطوف ہے اس میں وہ ضمیر نہیں ہے تو مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قول انما جاز الغ سے اسکا جواب دیا ہے۔

❸ **هٰذه القاعدة کابیان:۔** هـذه القـاعدة سے علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ نے جس قاعدہ کی طرف اشارہ کیا ہے وہ قاعدہ یہ ہے کہ جب معطوف علیہ میں کوئی ضمیر ہو جو ماقبل کی طرف لوٹ رہی ہو تو معطوف میں بھی ماقبل کی طرف لوٹنے والی ضمیر کا ہونا ضروری ہے۔صاحب کافیہ نے اس قاعدہ کو یوں تعبیر کیا۔**والمعطوف فی حکم المعطوف علیه فیما یجوزله ویمتنع له من الاحوال العارضة** ۔

❹ **عبارت میں مذکورسوال وجواب کی وضاحت:۔** سوال ہوتا ہے کہ آپکا مذکورہ قاعدہ اہل عرب کے قول الـذی یـطیر فیغضب زید الذباب کے ساتھ منقوض ہے۔اس لئے کہ یطیر معطوف علیہ ہے اور فاء عاطفه یغضب معطوف ہے۔یطیر کے اندر ضمیر غائب ہے جو الذی اسم موصول کی طرف راجع ہے اور یـغـضـب یـطیر پر معطوف ہے مگر اس میں کوئی ضمیر نہیں جو الذی اسم موصول کی طرف راجع ہو کیونکہ اسکا فاعل (زید) اسم ظاہر ہے۔لہٰذا ضابطہ کا تقاضا تو یہ ہے کہ عطف جائز نہ ہو۔مگر عطف کیا گیا ہے۔علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سوال واعتراض کے چار جواب دیئے ہیں۔

پہلا جواب: یہ ہے کہ یـغـضـب پر جو فاء داخل ہے یہ عاطفہ نہیں ہے بلکہ فاء سببیہ ہے جب فاء سببیہ ہے تو یہ عطف کی بحث سے خارج ہے لہٰذا اب عطف والے اس قاعدہ پر کوئی نقض وارد نہ ہوا۔

دوسرے جواب: کا حاصل یہ ہے کہ یہ فاء سببیہ اور عطف دونوں کیلئے ہے۔پھر سوال ہوتا ہے کہ جب فاء عطف اور سببیہ دونوں کے لئے ہے تو عطف کی وجہ سے معطوف کے اندر عائد کا ہونا ضروری ہے تو جواب یہ ہے کہ چونکہ سبب اور مسبب میں اتصال ہوتا ہے اسی وجہ سے یہ دونوں جملے جملہ واحدہ کی مثل ہو گئے اور جملہ اولیٰ میں ربط موجود ہے اسی جملہ اولیٰ کے ربط پر اکتفاء کیا گیا ہے۔مذکورہ دونوں جوابوں کے اعتبار سے شعر کا معنی یہ ہے کہ وہ چیز جب اڑتی ہے تو غضبناک ہو جاتا ہے زید مکھی ہے۔

تیسرے جواب: کا حاصل یہ ہے کہ یہ فاء سببیت کے لئے نہیں ہے لیکن اس فاء سے مفہوم ہوتا ہے کہ جملہ اولیٰ جملہ ثانیہ کے لئے سبب ہے اس لئے کہ فاء سببیت کے لئے بھی مستعمل ہوتی ہے پس سببیہ کا معنی ہی رابط ہو جائے گا اسکی موجودگی میں دوسرے کسی رابط کی حاجت نہیں ہوگی اب معنی یہ ہوگا کہ وہ چیز جو اڑتی ہے پس غضبناک ہو جاتا ہے زید وہ مکھی ہے۔

چوتھا جواب: یہ ہے کہ فاء عطف محض کیلئے ہے اور معطوف کے اندر ضمیر مقدر ہے جو کہ موصول کی طرف راجع ہے اصل عبارت یوں تھی **الذی یطیر فیغضب زید بطیر انه الذباب** (معنی وہ چیز کہ اڑتی ہے پس زید اس کے اڑنے سے غضبناک ہو جاتا ہے مکھی ہے)۔

السوال الثالث ۱٤۲۷ھ

الشق الاوّل ......**وفصله أی فرقه من البدل لفظاً أی من حیث الأحکام اللفظیة واقع فی مثل: "أنا ابن التارك البکری بشر"** ۔(ص ۱۹۸۔امدادیہ)

عطف بیان اور بدل کے درمیان لفظی اور معنوی فرق بیان کریں۔فصلہ کی ضمیر کا مرجع بیان کرنے کے بعد شعر مکمل تحریر کریں اور شعر کی ترکیب کریں۔ مثل انا ابن التارك سے کون سی ترکیب مراد ہے؟ وضاحت کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال میں چار امور حل طلب ہیں (۱) عطف بیان اور بدل میں لفظی اور معنوی فرق (۲) فصلۃ کی ۃ ضمیر کا مرجع (۳) شعر کی تکمیل وترکیب (۴) مثل انا ابن التارک کی مراد۔

جواب...... ❶ عطف بیان اور بدل میں لفظی اور معنوی فرق:۔ معنوی فرق: عطف بیان اور بدل میں معنوی فرق یہ ہے کہ بدل میں تابع مقصود ہوتا ہے اور عطف بیان میں متبوع مقصود ہوتا ہے اور یہ اس کو بیان کرنے والا ہوتا ہے۔ یہ فرق واضح تھا اس لئے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر نہیں کیا۔ لفظی فرق: یہ فرق چونکہ مخفی تھا اس کو مصنف نے اس شعر میں ذکر کیا ہے۔

انا ابن التارك البكرى بشر علیه الطیر ترقبه وقوعا

اس شعر میں بشر کو البکری کا عطف بیان بنانا تو جائز ہے مگر بدل الکل بنانا جائز نہیں ہے اس لئے کہ بدل تکرارِ عامل کے حکم میں ہوتا ہے تو التارک جس طرح البکری پر داخل ہے اسی طرح بشر پر بھی داخل ہوگا۔ تقدیرِ عبارت ہوجائے گی التارك بشر یہ ترکیب الضارب زید کی مثل ہوگی جو کہ جائز نہیں ہے۔

❷ فصلۃ کی ۃ ضمیر کا مرجع:۔ فصلۃ کی ۃ ضمیر کا مرجع عطف بیان ہے۔

❸ شعر کی تکمیل وترکیب:۔ انا ابن التارك البكرى بشر علیه الطیر ترقبه وقوعا (میں بیٹا ہوں ایسے شخص کا جو چھوڑنے والا ہے بکری بشر بہادر کو اس حال میں کہ اس پر پرندے واقع ہونے کا انتظار کر رہے ہوتے ہیں)۔

انا ضمیر مبتداء ابن مضاف التارك مضاف الیہ مضاف البكرى معطوف علیہ بشر عطف بیان، معطوف علیہ وعطف بیان ملکر ذوالحال علیه جار مجرور ملکر متعلق ہوا كائنة اسم فاعل کے، كائنة اسم فاعل اس میں هی ضمیر ذوالحال الطیر مبتدا مؤخر، ترقب فعل هی ضمیر مستتر ذوالحال ہ ضمیر مفعول بہ وقوعا حال، ذوالحال وحال ملکر فاعل ترقب فعل اپنے فاعل ومتعلق سے ملکر جملہ فعلیہ ہوکر حال، كائنة کی ضمیر ذوالحال اپنے حال سے ملکر شبہ جملہ ہوکر خبرِ مقدم، مبتداء مؤخر وخبرِ مقدم ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر حال، ذوالحال وحال ملکر لفظاً مضاف الیہ ومحلاً مفعول بہ، التارك اسم فاعل اپنے فاعل ومفعول بہ سے ملکر مضاف الیہ ہوا ابن کا، مضاف ومضاف الیہ ملکر خبر، مبتداء خبر ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

❹ مثل انا ابن التارك کی مراد:۔ مثل انا ابن التارك الخ سے مراد ہر وہ ترکیب ہے جس میں عطف بیان کا متبوع ایسا معرف باللام ہو جو صیغۂ صفت معرف باللام کا مضاف الیہ ہو۔ جیسے اس شعر میں بشر عطفِ بیان ہے اور اسکا متبوع "البكرى" معرف باللام ہے اور یہ متبوع صفت معرف باللام کا مضاف الیہ ہے۔

الشق الثانی...... وَ لَيْتَ وَ لَعَلَّ مِنَ الْحُرُوْفِ الْمُشَبَّهَةِ بِالْفِعْلِ إِذَا دَخَلَ عَلَى الْمُبْتَدَأِ الَّذِيْ يَصِحُّ دُخُوْلُ الْفَاءِ عَلٰى خَبَرِهٖ مَانِعَانِ عَنْ دُخُوْلِهٖ عَلَيْهِ، لِأَنَّ صِحَّةَ دُخُوْلِهٖ عَلَيْهِ إِنَّمَا كَانَتْ لِمُشَابَهَةِ الْمُبْتَدَإِ وَالْخَبَرِ الشَّرْطِ وَالْجَزَاءِ، وَ لَيْتَ وَ لَعَلَّ تُزِيْلَانِ تِلْكَ الْمُشَابَهَةَ۔ (ص ۷۶۔ امدادیہ)

عبارت کا ترجمہ اور تشریح کریں۔ لیت اور لعل کے خبر کے مانع عن دخول الفاء ہونے کی وجہ تحریر کریں۔ فعل کے ساتھ لیت ولعل کے مشابہت نہ ہونے کی وضاحت کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حاصل پانچ امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) عبارت کی تشریح (۴) لیت و لعل کے خبر پر دخول فاء سے مانع ہونے کی وجہ (۵) لیت اور لعل کی فعل کے ساتھ مشابہت کی وضاحت۔

جواب...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّفی السوال آنفا۔**

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ **لیت** اور **لعل** جو کہ حروف **مشبه بالفعل** میں سے ہیں جب اس مبتداء پر داخل ہوں جس کی خبر پر فاء کا داخل ہونا صحیح ہو تو یہ دونوں اس فاء کو اس خبر پر داخل ہونے سے روکنے والے ہیں۔ اس لئے کہ اس خبر پر فاء کے داخل ہونے کی صحت مبتداء اور خبر کے شرط اور جزاء کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے تھی اور **لیت** اور **لعل** اس مشابہت کو زائل کر دیتے ہیں۔

❸ عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ **لیت** اور **لعل** جو کہ حروف **مشبه بالفعل** میں سے ہیں یہ جب ایسے مبتداء پر داخل ہوں جو کہ معنی شرط کو متضمن ہو اور اسکی خبر پر دخولِ فاء صحیح ہو تو یہ دونوں خبر پر دخولِ فاء سے مانع ہو جاتے ہیں اس لئے کہ خبر پر دخولِ فاء کی صحت کا مدار اس بات پر تھا کہ مبتداء اور خبر معنی شرط کو متضمن ہونے کی وجہ سے شرط اور جزاء کے مشابہ ہوتے ہیں اور **لیت و لعل** اس مشابہت کو زائل کر دیتے ہیں اس لئے یہ دونوں خبر پر دخولِ فاء سے مانع ہو جاتے ہیں۔

❹ **لیت و لعل** کے خبر پر دخولِ فاء سے مانع ہونے کی وجہ:۔ علامہ جامی رحمہ اللہ اس وجہ کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مبتداء متضمن معنی شرط کی خبر پر فاء کے دخول کا صحیح ہونا یہ مبتداء اور خبر کے شرط اور جزاء کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے تھا اور **لیت** اور **لعل** یہ اس مشابہت کو زائل کر دیتے ہیں اس لئے کہ یہ کلام کو خبریت سے نکال کر انشائیت کی طرف لیجاتے ہیں اور شرط اور جزاء اخبار کی قبیل سے ہیں نہ کہ انشاء کی قبیل سے جب ان دونوں کی وجہ سے مبتداء وخبر کی شرط اور جزاء کے ساتھ مشابہت زائل ہو جائے گی تو مبتداء کی خبر پر فاء کا دخول صحیح نہ ہوگا۔

❺ **لیت** اور **لعل** کی فعل کے ساتھ مشابہت کی وضاحت:۔ **لیت** اور **لعل** فعل کیساتھ تین وجہ سے مشابہت رکھتے ہیں۔

① صیغوی مشابہت: یہ ہے کہ جس طرح فعل ثلاثی اور رباعی ہوتا ہے اسی طرح یہ بھی ثلاثی اور رباعی ہیں۔ **لیت** ثلاثی ہے اور **لعل** رباعی ہے۔ ② معنوی مشابہت: یہ ہے کہ یہ فعل والا معنی دیتے ہیں۔ (**لیت** بمعنی **تمنیت** اور **لعل** بمعنی **ترجیت**)

③ عملی مشابہت: یہ ہے کہ جسطرح فعل متعدی دو اسموں پر داخل ہوتا ہے ایک کو رفع اور دوسرے کو نصب دیتا ہے اسی طرح یہ بھی دو اسموں پر داخل ہوتے ہیں ایک کو نصب اور دوسرے کو رفع دیتے ہیں۔

﴿الورقة الرابعة : فی النحو﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۲۸ھ

الشق الاوّل......**وترخیم المنادی جائز ای واقع فی سعة الکلام فی غیر ضرورة شعریة دعت الیه فان دعت الیه ضرورة فبالطریق الاولی وهو فی غیره ای غیر المنادی واقع ضرورة ای لضرورة شعریة داعیة الیه لافی سعة الکلام** ۔(ص۔ امدادیہ)

عبارت کا مطلب بیان کریں، ترخیم منادی کی تعریف کریں، ترخیم منادی کے لئے کیا شرائط ہیں؟ تفصیل سے تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت کا مطلب (۲) ترخیم منادی کی تعریف (۳) ترخیم منادی کی شرائط۔

جواب ...... ① عبارت کا مطلب:۔ عبارت کا حاصل یہ ہے کہ ترخیم منادی ہر حال میں جائز ہے خواہ ضرورت ہو یا نہ ہو کیونکہ جب ضرورت یعنی وزن شعری کے بغیر جائز ہے تو ضرورت کی صورت میں بطریقِ اولیٰ جائز ہے البتہ غیرِ منادی میں ترخیم ضرورت مثلاً وزن شعری وغیرہ کے وقت تو جائز ہے، ضرورت کے بغیر مثلاً نثر کلام میں جائز نہیں ہے۔

② ترخیم منادی کی تعریف:۔ منادی کے آخری حرف کو کسی قاعدہ وقانون کے بغیر محض تخفیف کی غرض سے حذف کرنا جیسے یامالكُ سے یامالُ، یاحارث سے یاحارُ۔

③ ترخیم منادی کی شرائط:۔ ترخیم منادی کی چار شرطیں ہیں جن میں سے تین عدمی ہیں اور ایک وجودی ہے، تین عدمی یہ ہیں ① منادی مضاف نہ ہو ② منادیٰ مستغاث نہ ہو ③ جملہ نہ ہو ④ وجودی شرط یہ ہے کہ دو امروں میں سے ایک امر پایا جائے وہ دو امر یہ ہیں ① منادی یا علم زائد علی الثلثۃ ہو ② یا تاء تانیث کے ساتھ ملتبس ہو۔ (التقریر السامی ص۲۱۰)

الشق الثانی ......وَلَمَّا كَانَ الْخَبَرُ الْمُعَرَّفُ فِيمَا سَبَقَ مُخْتَصًّا بِالْمُفْرَدِ لِكَوْنِهٖ قِسْمًا مِنَ الْاِسْمِ فَلَمْ يَكُنِ الْجُمْلَةُ دَاخِلَةً فِيهِ اَرَادَ اَنْ يُشِيرَ اِلٰى اَنَّ خَبَرَ الْمُبْتَدَأ قَدْ يَقَعُ جُمْلَةً اَيْضًا فَقَالَ وَ الْخَبَرُ قَدْ يَكُوْنُ جُمْلَةً اِسْمِيَّةً مِثْلُ زَيْدٌ اَبُوْهُ قَائِمٌ وَ فِعْلِيَّةً مِثْلُ زَيْدٌ قَامَ اَبُوْهُ وَلَمْ يَذْكُرِ الظَّرْفِيَّةَ لِاَنَّهَا رَاجِعَةٌ اِلَى الْفِعْلِيَّةِ وَاِذَا كَانَ الْخَبَرُ جُمْلَةً وَالْجُمْلَةُ مُسْتَقِلَّةٌ بِنَفْسِهَا لَاتَقْتَضِي الْاِرْتِبَاطَ بِغَيْرِهَا فَلَا بُدَّ فِي الْجُمْلَةِ الْوَاقِعَةِ خَبَرًا عَنِ الْمُبْتَدَأ مِنْ عَائِدٍ يَرْبِطُهَا بِهٖ۔ (ص۴۷۔امدادیہ)

مبتدا اور خبر کی تعریف کریں، مذکورہ عبارت پر اعراب لگا کر تشریح کریں، عائد کی کتنی صورتیں ہیں؟ تمام صورتوں کو مثالوں کے ساتھ لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں (۱) مبتدأ خبر کی تعریف (۲) عبارت پر اعراب (۳) عبارت کی تشریح (۴) عائد کی تمام صورتوں کی وضاحت۔

جواب ...... ① مبتدأ خبر کی تعریف:۔ مبتدا وہ اسم ہے جو عوامل لفظیہ سے خالی ہو اور مسند الیہ واقع ہو خواہ اسم حقیقی ہو یا تاویلی ہو۔

خبر: وہ اسم ہے جو عوامل لفظیہ سے خالی ہو اور مسند واقع ہو جیسے زیدٌ قائمٌ میں زید مبتدا اور قائم خبر ہے۔

② عبارت پر اعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔

③ عبارت کی تشریح:۔ شارح رحمۃ اللہ علیہ کی ابتدائی عبارت ایک تمہید ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ماقبل میں جس خبر کی تعریف مذکور ہوئی وہ خبر مفرد کے ساتھ مختص تھی اسلئے کہ وہ اسم کی قسم ہے اور اسم کلمہ مفرد کو کہتے ہیں اور اس میں جملہ داخل نہ تھا تو ماتن نے چاہا کہ اس بات کی طرف اشارہ کرے کہ کبھی خبر جملہ بھی ہوتی ہے اور جملہ ہونے کی صورت میں کبھی جملہ اسمیہ ہوتی ہے جیسے زید ابوہ قائم اور کبھی جملہ فعلیہ ہوتی ہے جیسے زید قام ابوہ ۔اور جملہ ظرفیہ کو ماتن رحمۃ اللہ علیہ نے اسلئے ذکر نہیں کیا کہ راجح قول کے مطابق ظرف فعل کے متعلق ہوتا ہے اور فعل اپنے فاعل وظرف سے ملکر جملہ فعلیہ ہی ہوتا ہے گویا جملہ ظرفیہ جملہ فعلیہ کی طرف لوٹ جاتا ہے اسلئے اس کو ذکر نہیں کیا۔

خبر جب جملہ واقع ہو تو جملہ کے مستقل بنفسہا ہونے کی وجہ سے اس میں مبتدأ کے ساتھ ربط پیدا کرنے کے لئے عائد (ضمیر) کا ہونا ضروری ہے جو مبتدأ خبر میں ربط پیدا کرے۔

❹ عائد کی تمام صورتوں کی وضاحت:۔ عائد کبھی ضمیر ہوگی جیسے زید ابوه قائم و زید قام ابوه میں ہٗ ضمیر ہے۔
عائد کبھی غیرِ ضمیر ہوگی پھر اس کی تین صورتیں ہیں ① عائد لام ہو جیسے نعم الرجل زید اس تقدیر پر کہ نعم الرجل خبرِ مقدم ہو اور زید مبتدأ مؤخر ہو اس میں الرجل کا لام عائد ہے ② اسم ظاہر اسمِ ضمیر کی جگہ ہو جیسے الحاقة ماالحاقة اسکی اصل الحاقة ماهی ہے هی ضمیر کی جگہ اسم مظہر الحاقة کو رکھا گیا ہے اسمیں الحاقة مبتدأ ہے اور ما استفہامیہ مبتدأ ثانی ہے اور الحاقة یہ خبر ہے مبتدأ ثانی کی یا ما خبر مقدم ہے اور الحاقة مبتدأ مؤخر ہے۔ بہر حال جو صورت بھی ہو ما الحاقة جملہ ہو کر خبر ہے الحاقة اوّل کی۔ اس میں الحاقة راجع ہے الحاقة اوّل کی طرف جو کہ مبتدأ ہے ③ خبر مبتدأ کی تفسیر ہو جیسے قل هو الله احد اسمیں هو ضمیر مبتدأ ہے الله احد اسکی خبر ہے اور اسمیں هو کی تفسیر الله سے کر کے الله کو اسکی طرف عائد کیا گیا ہے۔ (التقریر السامی ص ۸۴)

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۲۸ھ

الشق الاوّل ......الرابع: التحذير، وهو معمول بتقدير "اتق" تحذيرا مما بعده أو نكر المحذرمنه مكررا......
تحذیر کے لغوی اور اصطلاحی معنی اور اقسام مع امثلہ تحریر کریں۔ تحذیر کی قسم اوّل اور قسم ثانی میں کس قسم کے فعل کو مقدر مانا جاتا ہے؟ شارح کا اس سلسلے میں بیان کردہ قاعدہ ذکر کریں۔ تحذیرا اور مکررا کے منصوب ہونے کی وجہ تحریر کریں اور الطریق الطریق کی ترکیب لکھیں۔ (ص ۱۱۴۔ امدادیہ)

﴿خلاصہ سوال﴾...... اس سوال کا حل پانچ امور ہیں (۱) تحذیر کا لغوی اور اصطلاحی معنی (۲) تحذیر کی اقسام مع امثلہ (۳) تحذیر کی قسم اوّل وثانی کے فعل مقدر کی تعیین میں شارح کا بیان کردہ قاعدہ (۴) تحذیرا اور مکررًا کے منصوب ہونے کی وجہ (۵) الطریق الطریق کی ترکیب۔

جواب ...... ❶ تحذیر کا لغوی اور اصطلاحی معنی:۔ تحذیر کا لغوی معنی ایک شئی کو دوسری شئی سے ڈرانا، ایک شئی کو دوسری شئی سے دور کرنا اور اصطلاح میں تحذیر وہ اسم ہے جو اتق یا بعد مقدر کا معمول ہو۔

❷ تحذیر کی اقسام مع امثلہ:۔ تحذیر کی دو قسمیں ہیں ① اتق یا بعد مقدر کا معمول ہو اور مابعد سے ڈرایا گیا ہو جیسے ایاك والاسد ② اتق یا بعد مقدر کا معمول ہو اور یہ معمولِ محذ رمنہ ہو جس کو مکرر ذکر کیا گیا ہو جیسے الطریق الطریق۔

❸ تحذیر کی قسم اوّل وثانی کے فعل مقدر کی تعیین میں شارح کا بیان کردہ قاعدہ:۔ تحذیر کی قسم اوّل کا فعل مقدر بَعِّدْ ہے ایاك والاسد اصل میں بعد نفسك من الاسد و الاسد من نفسك تھا۔ اور قسم ثانی کا فعل مقدر اِتَّقِ ہے۔ اصل میں اتق الطریق اتق الطریق تھا۔ شارح رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کردہ ضابطہ کی تفصیل یہ ہے کہ تحذیر کی پہلی قسم میں فعل اِتَّقِ کو مقدر ماننا درست نہیں ہے اس لئے کہ اِتَّقِ فعل لازم ہے اور فعل لازم کا مفعول نہیں ہوتا مثلاً اتقيت زيدا من الاسد نہیں کہہ سکتے البتہ پہلی قسم میں مناسب بَعِّدْ اور نَحِّ ہے اور اسی طرح ثانی قسم میں بَعِّدْ کو مقدر ماننا درست نہیں ہے مثلاً بعد الطریق الطریق کہنا درست نہیں ہے کیونکہ مخاطب سے راستہ کو دور کرنا مقصود نہیں بلکہ راستے سے مخاطب کو دور کرنا مقصود ہے چونکہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت صحیح نہیں تھی اس لئے شارح اس عبارت کی درستگی کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تحذیر کی اگر یہ تعریف کی جائے التحذير هو

معمول بتقدیر بعد او اتق ونحوھما تو مناسب ہے تا کہ جہاں جس فعل کو مقدر ماننا ہو مقدر مانا جاسکے۔

❹ **تحذیرا اور مکررًا کے منصوب ہونے کی وجہ:۔** تحذیرا: کے منصوب ہونے میں دو احتمال ہیں پہلا احتمال یہ ہے کہ یہ حُذِرَ فعل محذوف کا مفعول مطلق ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے **حذر ذالك المعمول تحذیرا**۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہ ذَکّرَ فعل محذوف کا مفعول لہ ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے **ذکر ذالك المعمول تحذیرا**۔

مکررًا: یہ ذِکرًا مفعول مطلق محذوف کی صفت ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

❺ **الطریق الطریق کی ترکیب:۔** الطریق اوّل متبوع اور ثانی تابع ہے۔ تابع اور متبوع ملکر مفعول بہ ہے فعل مقدر اِتَّقِ کا۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

الشق الثانی ...... **وقد یحذف عامله أی عامل خبر "کان" وهو "کان" لا "خبر کان" وأخواتها لأنه لا یحذف من هذه الأفعال الا "کان" وانما اختصت بهذا الحذف لکثرة استعمالها فی مثل: "الناس مجزیون بأعمالهم ان خیرا فخیر، وان شرا فشر" ویجوز فی مثلها أربعة أوجه......** (ص۱۵۲۔ امدادیہ)

عبارت کی تشریح کریں، مثلها کی ضمیر کا مرجع ذکر کرنے کے بعد اسمیں وجوہ اربعہ بیان کریں، خبر کان کے عامل کو حذف کرنے کی وجہ جواز لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال میں چار امور توجہ طلب ہیں (۱) عبارت کی تشریح (۲) **مثلها** کی ضمیر کا مرجع (۳) ذکر کردہ وجوہ اربعہ کی وضاحت (۴) کان کی خبر کے عامل کو حذف کرنے کی وجہ۔

جواب ...... ❶ **عبارت کی تشریح:۔** اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ بسا اوقات کان کی خبر کے عامل یعنی محض کان کو **الناس مجزیون باعمالهم ان خیرا فخیرو ان شرا فشر** کی مثل میں حذف کر دیا جاتا ہے اور اس جیسی صورت میں ترکیبی اعتبار سے چار وجہ جائز ہیں۔

شارح رحمۃ اللہ علیہ نے **ای عامل خبر کان** کہہ کر عامله کی ۂ ضمیر کے مرجع کو متعین کیا ہے کہ اس ضمیر غائب کا مرجع **خبر کان** ہے اور پھر **وهو کان** کہہ کر **عامل خبر کان** کا مصداق متعین کر دیا کہ وہ کان ہے۔

وانما اختصت الخ سے صرف کان کو حذف کرنے کی وجہ بیان کر رہے ہیں کہ کان بقیہ افعال کی بنسبت کثیر الاستعمال ہے اور کثرت خفت کو چاہتی ہے۔ اور تخفیف بعض دفعہ حذفیت میں ہوتی ہے اس لئے کان کو حذف کرنا جائز ہے۔ جیسا کہ مثال مذکورہ میں حذف کیا گیا ہے۔ اور بقیہ افعال کثیر الاستعمال نہیں ہیں اس لئے ان کو حذف کرنا جائز نہیں ہے۔

❷ **مثلها کی ضمیر کا مرجع:۔** **ای فی مثل هذه الصورة** کہہ کر شارح رحمۃ اللہ علیہ نے **مثلها** کی ضمیر کے مرجع کو بیان کیا ہے کہ اس کا مرجع صورۃ مذکور ہے

❸ **ذکر کردہ وجوہ اربعہ کی وضاحت:۔** پہلی وجہ: اوّل کا نصب اور ثانی کا رفع جیسے **ان خیرًا فخیرٌ** اوّل کا نصب اس لئے ہے کہ وہ کان مع اسم محذوف کی خبر ہے اور ثانی کا رفع اس بناء پر کہ وہ مبتداء محذوف کی خبر ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے "**ان کان عمله خیرا فجزائه خیر**۔ پس یہاں تین امور محذوف ہیں جانب شرط میں کان اور اسکا اسم (عمله) اور جانب جزاء میں مبتدا (جزاء) شارح فرماتے ہیں کہ قلتِ حذف کی وجہ سے یہ وجہ سب سے اقویٰ ہے۔

دوسری وجہ: دونوں کا نصب جیسے **ان خیرا فخیرا** اس بناء پر کہ یہ دونوں کان مع اسم محذوف کی خبر ہیں تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ **ان کان عمله خیرا فکان جزائه خیرا** یہاں چار امور محذوف ہیں جانب شرط میں کان اور اسکا اسم (عملہ) اور جانب جزاء میں بھی کان اور اسکا اسم (جزاء)۔

تیسری وجہ: دونوں کا رفع جیسے **ان خیر فخیر** اوّل کا رفع اس بناء پر کہ کان مع خبر محذوف کا اسم اور ثانی کا رفع اس بناء پر کہ وہ مبتداء محذوف کی خبر ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے **ان کان فی عمله خیر فجزائه خیر** یہاں چار امور محذوف ہیں۔ جانب شرط میں کان اور اسکی خبر اور جانب جزاء میں مبتداء (جزاۂ)۔

چوتھی وجہ: اوّل کا رفع ثانی کا نصب جیسے **ان خیر فخیرا** اوّل کا رفع اس بناء پر کہ وہ کان مع خبر محذوف کا اسم ہے اور ثانی کا نصب اس بناء پر کہ وہ کان مع اسم محذوف کی خبر ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے **ان کان فی عمله خیر فکان جزائه خیرا**، یہاں پانچ امور محذوف ہیں۔ جانب شرط میں کان اور اسکی خبر اور جانب جزاء میں کان اور اس کا اسم جزاۂ۔

علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان وجوہ کی قوت اور ضعف کا مدار قلت وکثرتِ حذف پر ہے۔ جو کہ پہلی صورت میں تین امور کے حذف کی وجہ سے حذف کی قلت ہے اس لئے وہ سب سے اقویٰ ہے اور چوتھی صورت میں پانچ امور کے حذف کی وجہ سے حذف کی کثرت ہے اس لئے وہ صورت ضعیف ہے اور درمیانی دو صورتیں متوسط ہیں اس لئے کہ ان میں چار امور محذوف ہیں۔

❹ کان کی خبر کے عامل کو حذف کرنے کی وجہ:۔ ابھی تشریح کے ضمن میں وجہ گزر چکی ہے۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۲۸ھ

الشق الاوّل ......**و"ذو"لایضاف الی مضمر ، لأنه وضع وصلة الی الوصف بأسماء الأجناس والضمیر لیس باسم جنس ، وقد أضیف الیه علی سبیل الشذوذ، کقول الشاعر "انما یعرف ذاالفضل من الناس ذووه"** (ص۱۷۶۔امدادیہ)

عبارت کی تشریح کریں۔ آخری خط کشیدہ جملے کی نحوی ترکیب کریں۔ بتلائیں کہ عبارت کا تعلق کس بحث سے ہے اور ذو بغیر اضافت کے کیوں استعمال نہیں ہوتا۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں چار امور توجہ طلب ہیں (۱) عبارت کی تشریح (۲) آخری مخطوطہ جملہ کی ترکیب (۳) متعلقہ بحث کی نشاندہی (۴) ذو کے بغیر اضافت استعمال نہ ہونے کی وجہ۔

جواب ...... ❶ عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ نے ذو کے متعلق ایک ضابطہ بیان کیا ہے ضابطہ کا حاصل یہ ہے کہ ذو ضمیر کی طرف بالکل مضاف نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ ذو اسم جنس کی طرف مضاف ہو کر اسکو ماقبل کی صفت بنانے کیلئے وضع کیا گیا ہے اور ضمیر اسم جنس نہیں ہوتی پس اگر ضمیر کی طرف مضاف ہو تو اسکی وضع کے خلاف لازم آجائے گا۔ باقی شاعر کے قول **انما یعرف ذاالفضل من الناس ذووه** میں ذو کا ضمیر کی طرف مضاف ہونا ضابطہ کے خلاف ہے جیسا کہ علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ذو کبھی کبھی خلاف قیاس ضمیر کی مضاف ہوتا ہے جیسا کہ شعر مذکور میں ہے۔

❷ آخری مخطوطہ جملہ کی ترکیب:۔ ان حرف مشبہ بالفعل ما کافہ یعرف فعل ذا الفضل مضاف، مضاف الیہ ملکر مفعول بہ مقدم من الناس جار مجرور ملکر متعلق ہوا یعرف کے ذو وہ مضاف مضاف الیہ ملکر فاعل مؤخر۔ فعل اپنے فاعل، مفعول بہ اور متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

❸ متعلقہ بحث کی نشاندہی:۔ مذکورہ عبارت کا تعلق اضافت کی بحث سے ہے جو کہ مجرورات کی مباحث میں سے ہے۔

❹ ذو کے بغیر اضافت استعمال نہ ہونے کی وجہ:۔ ذو اضافت سے منقطع نہیں ہوتا اسلئے کہ ذو کی وضع اسلئے ہوتی ہے تاکہ وہ اسم جنس کی طرف مضاف ہو بالفاظ دیگر ذو کا معنی ہے صاحب جیسے ذومال اور صاحب ہمیشہ کسی اسم کی طرف مضاف ہی ہوتا ہے۔

الشق الثانی ...... وَاِذَا عُطِفَ عَلَى الضَّمِيْرِ الْمَرْفُوْعِ لَا الْمَنْصُوْبِ وَالْمَجْرُوْرِ الْمُتَّصِلِ بَارِزًا كَانَ أَوْ مُسْتَتِرًا، لَا الْمُنْفَصِلِ أُكِّدَ بِمُنْفَصِلٍ أَوَّلًا، ثُمَّ عُطِفَ عَلَيْهِ، مِثْلُ: ضَرَبْتُ أَنَا وَزَيْدٌ، وَزَيْدٌ ضَرَبَ هُوَ وَغُلَامُهُ، اِلَّا أَنْ يَقَعَ فَصْلٌ، فَيَجُوْزُ تَرْكُهُ أَيْ تَرْكُ التَّاْكِيْدِ لِأَنَّهُ قَدْ طَالَ الْكَلَامُ بِوُجُوْدِ الْفَصْلِ...... (ص۱۸۶۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ ضمیر مرفوع متصل پر عطف کرنے کا طریقہ مثال سے واضح کریں اور بتلائیں کہ عطف کی صورت میں ضمیر منفصل کیساتھ تاکید لانا کیوں ضروری ہے، شارح کے بیان کے مطابق وضاحت کریں۔ **الا أن یقع فصل فیجوز ترکہ** کی مثال دے کر وضاحت کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال میں پانچ امور حل طلب ہیں۔ (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) ضمیر مرفوع متصل پر عطف کا طریقہ مع مثال (۴) ضمیر متصل کی منفصل کے ساتھ بصورتِ عطف تاکید ضروری ہونے کی وجہ (۵) **الا ان یقع فصل فیجوز ترکہ** کی مثال سے وضاحت۔

جواب ...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ اور جب ضمیر مرفوع، نہ کہ منصوب و مجرور متصل پر عطف کیا جائے بارز ہو یا مستتر، نہ کہ منفصل تو اوّلاً اس کی ضمیر منفصل کے ساتھ تاکید لائی جائیگی پھر اس پر عطف کیا جائیگا جیسے **ضربت انا و زیدٌ، زیدٌ ضُرب هو وغلامه** مگر یہ کہ فصل واقع ہو جائے تو تاکید کو ترک کرنا جائز ہے اس لئے کہ فصل کے پائے جانے کی وجہ سے کلام طویل ہو جاتی ہے۔

❸ ضمیر مرفوع متصل پر عطف کا طریقہ مع مثال:۔ ضمیر مرفوع متصل پر عطف کا طریقہ ترجمہ سے واضح ہے کہ پہلے ضمیر مرفوع منفصل کے ذریعہ ضمیر متصل کی تاکید لائیں گے پھر حرف عطف کے ذریعہ اسپر عطف کرینگے جیسے **ضربت انا و زیدٌ۔**

❹ ضمیر متصل کی منفصل کے ساتھ بصورتِ عطف تاکید ضروری ہونے کی وجہ:۔ مذکورہ تاکید کے ضروری ہونے کے متعلق شارح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ضمیر مرفوع متصل جس فعل کے ساتھ متصل ہوتی ہے وہ لفظاً و معناً اس فعل کے جزء کی مانند ہوتی ہے، لفظاً اس طرح اس فعل کے متصل ہے کہ منفصل ہونا جائز ہی نہیں ہے مثلاً خالی تُ ضمیر قابل استعمال ہی نہیں ہے، اور معناً اس طرح اس فعل کے متصل ہے کہ اس فعل کا فاعل ہے اور فاعل جزء کی مثل ہوتا ہے اور فاعل کے بغیر فعل تام ہی نہیں ہو سکتا، اب اگر تاکید کے بغیر اس ضمیر متصل پر عطف کریں تو یہ کلمہ کے بعض حروف پر عطف سمجھا جائے گا اور کلمہ کے بعض حروف پر عطف کرنا جائز

میں فاء کا داخل ہونا ضروری ہے اور لیکن جب دلالت کا قصد نہ کیا جائے تو فاء کا داخل ہونا ضروری نہیں ہوگا بلکہ نہ داخل ہونا ضروری ہوگا۔

❸ عبارت کی تشریح:۔ صاحب کافیہ کی مذکورہ عبارت کا حاصل یہ ہے کہ کبھی مبتداء شرط کے معنیٰ کو متضمن ہوتا ہے تو اسکی خبر پر فاء کا داخل ہونا صحیح ہے۔ علامہ جامی رحمۃ اللہ نے شرط کے معنیٰ کا مطلب بیان کیا۔ کہ مبتداء خبر کیلئے سبب ہو عام ہے کہ خبر کی ذات کے لئے سبب ہو یا خبر کے حکم کیلئے سبب ہو اوّل کی مثال **اَلَّذِیْ یَاْتِیْنِیْ فَلَهٗ دِرْهَمٌ** اس میں اتیان سبب ہے استحقاقِ درہم کا اور ثانی کی مثال اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **وما بكم من نعمة فمن الله** اس مثال میں اوّل یعنی حصول نعمت للمخاطبین یہ ثانی یعنی صدورِ نعمت من اللہ کیلئے اگرچہ سبب نہیں بلکہ معاملہ اس کے برعکس ہے لیکن ثانی کے حکم کے لئے سبب ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ حصولِ نعمت للمخاطبین یہ سبب ہے اس بات کا کہ حکم لگایا جائے کہ نعمتوں کا صدور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

لہٰذا جب مبتداء شرط کے معنیٰ کو متضمن ہے تو وہ مبتداء شرط کے مشابہ ہو جائیگا جس طرح شرط جزاء کا سبب بنتی ہے اسی طرح یہ مبتداء بھی خبر کا سبب بنتا ہے اور جب مبتداء شرط کے مشابہ ہو جائیگا تو اسکی خبر پر فاء کا دخول صحیح ہوگا اور فاء کا عدم دخول بھی صحیح ہوگا۔

باقی رہی یہ بات کہ جب مبتداء شرط کے معنیٰ کو متضمن ہو پھر اس معنیٰ پر دلالت کا ارادہ کیا جائے گا یا دلالت کا ارادہ نہیں کیا جائے گا۔ اگر شرط والے معنیٰ پر دلالت کا ارادہ کیا جائے گا تو خبر پر فاء کا دخول واجب ہوگا اور اگر ارادہ نہ کیا جائے گا تو خبر پر فاء کا عدمِ دخول واجب ہوگا اور جب مبتداء شرط کے معنیٰ کو متضمن ہو قطع نظر اس بات سے کہ اس معنیٰ پر دلالت کا ارادہ ہے یا نہیں تو اس صورت میں خبر پر فاء کا لانا اور نہ لانا دونوں طرح صحیح ہے۔

❹ معنی الشرط کی مثال سے وضاحت:۔ ابھی تشریح کے ضمن میں اسکی وضاحت ہو چکی ہے۔

❺ مبتداء متضمن معنی الشرط والی اشیاء کی وضاحت مع امثلہ:۔ مبتداء جو شرط کے معنیٰ کو متضمن ہو وہ یا تو اسم موصول ہوگا جس کا صلہ جملہ فعلیہ ہوگا یا وہ جملہ ظرفیہ ہوگا جو جملہ فعلیہ کی تاویل میں ہوگا یا وہ نکرہ ہوگا جس کی صفت جملہ فعلیہ ہوگی یا جملہ ظرفیہ ہوگی جو جملہ فعلیہ کی تاویل میں ہوگی، اس اعتبار سے مبتداء متضمن معنی شرط کی چار صورتیں ہوئیں۔ ① **اَلَّذِیْ یَاْتِیْنِیْ فَلَهٗ دِرْهَمٌ** یہ اس مبتداء کی مثال ہے جو اسم موصول ہے اور اسکا صلہ جملہ فعلیہ **یاتینی** ہے ② **الذی فی الدار فله درهم** یہ اس مبتداء کی مثال ہے جو اسم موصول ہے اور اس کا صلہ ظرفیہ ہے جو جملہ فعلیہ کی تاویل میں ہے ③ **کل رجل یاتینی فله درهم** یہ اس مبتداء کی مثال ہے جو نکرہ ہے اور اسکی صفت جملہ فعلیہ ہے ④ **کل رجل فی الدار فله درهم** یہ اس مبتداء کی مثال ہے جو کہ نکرہ موصوفہ ہے اور اسکی صفت جملہ ظرفیہ ہے جو جملہ فعلیہ کی تاویل میں ہے شارح رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ ان کے ساتھ دو صورتیں اور بھی ہیں جیسے وہ اسم جو نکرہ موصوفہ بفعل کی طرف مضاف ہو جیسے **کل غلام رجل یاتینی فله درهم** اور اسی طرح وہ اسم جو نکرہ موصوفہ بظرفیہ مؤوّلہ بفعلیہ کی طرف مضاف ہو جیسے **کل غلام رجل فی الدار فله درهم**۔

الشق الثانی ...... **وَلِعَدَمِ جَرَيَانِ هٰذِهِ الْقَاعِدَةِ فِی "اَلَّتِیْ" فِیْ قَوْلِهٖ: "مِنْ اَجْلِكِ يَا الَّتِیْ تَيَّمْتِ قَلْبِیْ، وَاَنْتِ بَخِيْلَةٌ بِالْوَصْلِ عَنِّیْ" لِاَنَّ لَامَهَا لَيْسَتْ عِوَضًا عَنْ مَحْذُوْفٍ، وَاِنْ كَانَتْ لَازِمَةً لِلْكَلِمَةِ حَكَمُوْا عَلَيْهِ بِالشُّذُوْذِ، وَفِی الْغُلَامَانِ فِیْ قَوْلِهٖ: "فَيَا الْغُلَامَانِ اللَّذَانِ فَرَّا ۲ لَا تُعْقِلِ الْاَمْرَيْنِ كِلَيْهِمَا حَكَمُوْا بِاَنَّهٗ اَشَذُّ شُذُوْذًا.**

نہیں ہے، لہٰذا اولاً ضمیر منفصل کے ذریعہ اسکی تاکید لائیں گے اور پھر اس پر عطف کریں گے، اس تاکید سے ضمیر متصل اگرچہ جزء کی ہی مثل ہے مگر حقیقت میں منفصل و مستقل ہے کیونکہ بوقتِ تاکید اس کو اپنے فعل سے علیحدہ کر کے لانا جائز ہے، پس اسکے لئے ایک قسم کا استقلال حاصل ہوجائے گا اور اسپر عطف صحیح ہوجائے گا۔

❺ **الا ان یقع فصل فیجوز ترکہ کی مثال سے وضاحت:۔** اس عبارت میں مذکورہ ضابطہ سے استثناء کیا گیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جب ضمیر مرفوع متصل اور اُسکے معطوف کے درمیان کوئی فاصلہ ہو تو ترکِ تاکید جائز ہے۔ خود وہ فاصلہ حرف عطف سے پہلے ہو یا حرف عطف کے بعد ہو۔ اس لئے کہ فصل کے ذریعہ کلام میں طوالت پیدا ہوجاتی ہے اب اگر تاکید بالمنفصل کی جائے تو مزید طوالت پیدا ہوجائے گی حالانکہ کلام میں اختصار مطلوب ہوتا ہے اس لئے تاکید کو چھوڑنے کے ساتھ اختصار مستحسن ہے جیسے **ضربت الیوم و زیدا** اس مثال میں **زید** کا عطف ہے **تاء** ضمیر مرفوع متصل پر اس میں حرف عطف سے پہلے **الیوم** کا فاصلہ ہے اور جیسے **ما اشرکنا ولا آباء نا** اس مثال میں **آباء نا** کا عطف ہے **أشرکنا** کی **نا** ضمیر پر حرف عطف کے بعد **لا** زائدہ ہے اور فاصلہ ہونے کی وجہ سے یہ عطف جائز ہے۔

﴿الورقة الرابعة : فی النحو﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۲۹ھ

الشق الاوّل ...... **وَقَدْ يَتَضَمَّنُ الْمُبْتَدَأُ مَعْنَى الشَّرْطِ ، وَهُوَ سَبَبِيَّةُ الْأُوْلٰى لِلثَّانِىْ،أَوْلِلْحُكْمِ بِهٖ ، فَلَا يَرِدُ عَلَيْهِ، نَحْوُ (وَمَابِكُمْ مِنْ نِعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ) فَيُشْبِهُ الْمُبْتَدَأُ الشَّرْطَ فِىْ سَبَبِيَّتِهٖ لِلْخَبَرِ، كَسَبَبِيَّةِ الشَّرْطِ لِلْجَزَاءِ فَيَصِحُّ دُخُوْلُ الْفَاءِ فِى الْخَبَرِ وَيَصِحُّ عَدَمُ دُخُوْلِهٖ فِيْهِ نَظْرًاإِلٰى مُجَرَّدِ تَضَمُّنِ الْمُبْتَدَأِ مَعْنَى الشَّرْطِ ، وَأَمَّا إِذَا قُصِدَ الدَّلَالَةُ عَلٰى ذٰلِكَ الْمَعْنٰى فِى اللَّفْظِ فَيَجِبُ دُخُوْلُ الْفَاءِ فِيْهِ، وَأَمَّا إِذَالَمْ تُقْصَدْ فَلَمْ يَجِبْ دُخُوْلُهٗ فِيْهِ، بَلْ يَجِبُ عَدَمُهٗ** ......۔(ص ۷۵۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ عبارت کی تشریح کرتے ہوئے معنی شرط کی وضاحت مثال سے کریں۔ کون کون سے چیزیں مبتدا متضمن معنی الشرط واقع ہوسکتی ہے؟ مثالوں سے واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حاصل پانچ امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) عبارت کی تشریح (۴) معنی الشرط کی مثال سے وضاحت (۵) مبتداء متضمن معنی الشرط والی اشیاء کی وضاحت مع امثلہ۔

جواب ...... ❶ **عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔**

❷ **عبارت کا ترجمہ:۔** اور مبتداء کبھی شرط کے معنی کو متضمن ہوتا ہے اور وہ شرط کا معنی اوّل کا ثانی کے وجود کیلئے یا ثانی کے حکم کیلئے سبب ہوتا ہے۔ لہٰذا اس پر **وما بکم من نعمة فمن الله** کی مثل سے اعتراض وارد نہ ہوگا۔ تو مبتداء خبر کیلئے اس کے سبب ہونے میں شرط کے مشابہ ہوا جس طرح کہ شرط جزاء کیلئے سبب ہے پس خبر میں فاء کا داخل ہونا صحیح ہے اور اس خبر میں اس فاء کا نہ داخل ہونا بھی صحیح ہوگا مبتداء کے محض شرط کے معنی کو متضمن ہونے کی طرف دیکھتے ہوئے۔ بہرحال جب لفظ میں اس معنی سببیت پر دلالت کا قصد کیا جائے تو اس خبر

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ وتشریح کریں۔ دوسرے شعر کو مکمل کریں اور دونوں اشعار کا ترجمہ کریں۔ خط کشیدہ شعر کی نحوی ترکیب کریں۔ (ص ۹۷۔ امدادیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال کا حل پانچ امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) عبارت کی تشریح (۴) دوسرے شعر کی تکمیل واشعار کا ترجمہ (۵) شعر کی ترکیب۔

جواب ...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّفی السوال آنفا۔**

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ اور اس قاعدہ کے جاری نہ ہونے کی وجہ سے اس **التی** میں جو شاعر کے قول **من اجلك التی الخ** میں ہے اس لئے کہ اسکا لام محذوف کا عوض نہیں ہے اگر چہ کلمہ کو لازم ہے۔ نحویوں نے اس پر شاذ ہونے کا حکم لگایا ہے۔ اور ان کے قول **فیا الغلامان اللذان فرا** میں **الغلامان** میں دونوں امروں کے منتفی ہونے کی وجہ سے نحویوں نے اس بات کا حکم لگایا ہے کہ یہ سب سے زیادہ شاذ ہے۔

❸ عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت سے علامہ جامی رحمہ اللہ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے سوال کی تقریر یہ ہے کہ آپ کا ذکر کردہ قاعدہ (کہ حرفِ نداء اور لام کا جمع ہونا اسوقت جائز ہے جب دو امر موجود ہوں ایک یہ کہ لامِ تعریف یعنی معرف باللام اسم کا الف لام کسی محذوف کے عوض میں ہو دوسرا یہ کہ وہ الف لام اس اسم کو لازم ہو جیسے لفظ اللہ اسمیں الف لام ہمزہ کے عوض ہے اس لحاظ سے یہ لام عوضی ہے اور کلمہ کو لازم ہے جدا نہیں ہوتا) اس التی کے ساتھ منقوض ہے جو اس شعر **من اجلك یا التی تیمت قلبی وانت بخیلة بالوصل عنی** میں ہے۔ اسلئے کہ اس **التی** کا لام اگر چہ لازمی ہے لیکن عوضی نہیں ہے اسکے باوجود اس پر حرفِ نداء بلا فاصلہ داخل ہے۔ علامہ جامی رحمہ اللہ نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ چونکہ اس میں ایک شرط ''عوضی ہونا'' نہیں پائی گئی اس لئے نحوی حضرات اسکو شاذ کہتے ہیں۔

فیا الغلامان سے دوسرے سوال مقدر کا جواب ہے سوال کی تقریر یہ ہے کہ یہ قاعدہ مذکورہ شاعر کے قول **فیا الغلامان** کے ساتھ منقوض ہے جو کہ شاعر کے قول **فیا الغلامان اللذان فرا** میں واقع ہے۔ اسلئے کہ اس قول میں **الغلامان** کا الف لام نہ تو عوضی ہے اور نہ ہی لازمی اس کے باوجود اس پر حرف نداء بلا فاصلہ داخل ہے۔ علامہ جامی رحمہ اللہ نے اس کا جواب دیا کہ نحویوں نے قاعدہ کی دونوں شقوں کے موجود نہ ہونے کی وجہ سے اس پر **اشذ شذوذًا** کا حکم لگایا ہے۔

❹ دوسرے شعر کی تکمیل واشعار کا ترجمہ:۔ **فیا الغلامان اللذان فرا...... ایاکما ان تکسبا شرا**

① اے وہ محبوبہ جس نے میرے دل کو پامال کیا تیری وجہ سے (میں یہ مصائب برداشت کر رہا ہوں) اور تو مجھ سے ملاقات کرنے سے بُخل کر رہی ہے۔ ② اے دونوں بھاگنے والے غلامو! شر اور برائی کرنے سے بچو۔

❺ شعر کی ترکیب:۔ **من** جار **اجلك** مضاف مضاف الیہ ملکر مجرور، جار مجرور ملکر متعلق ہوا **هلکت** فعل محذوف کے، فعل اپنے فاعل ومتعلق سے ملکر جملہ فعلیہ ہو کر مقصود بالنداء، **یا** حرف نداء **التی** اسم موصول **تیمتِ** فعل بافاعل **قلبی** مضاف مضاف الیہ ملکر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے ملکر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ، موصول صلہ ملکر منادیٰ **واؤ** حالیہ **انتِ** مبتداء **بخیلة** صیغہ صفت فاعل **باء** جار **وصل** مصدر **عنی** جار مجرور ملکر متعلق ہوا **وصل** مصدر کے، مصدر اپنے متعلق سے ملکر مجرور، جار مجرور ملکر متعلق ہوا **بخیلة** کے، **بخیلة** صیغہ صفت اپنے فاعل ومتعلق سے ملکر شبہ جملہ ہو کر خبر، مبتداء اپنی خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر حال ہوا ما قبل والے جملہ سے۔

السوال الثانی ۱۴۲۹ھ

الشق الاوّل......(وَشَرْطُهَا) اَیْ شَرْطُ الْحَالِ (اَنْ تَكُوْنَ نَكِرَةً) لِاَنَّ النَّكِرَةَ اَصْلٌ وَالْغَرْضُ وَهُوَ تَقْيِيْدُ الْحَدْثِ الْمَنْسُوْبِ اِلٰى صَاحِبِهَا، يَحْصُلُ بِهَا، وَالتَّعْرِيْفُ زَائِدٌ عَلَى الْغَرْضِ (وَ) اَنْ يَكُوْنَ (صَاحِبُهَا مَعْرِفَةً) لِاَنَّهُ مَحْكُوْمٌ عَلَيْهِ فِى الْمَعْنٰى فَكَانَ الْاَصْلُ فِيْهِ التَّعْرِيْفَ (غَالِبًا) اَیْ لَيْسَ اِشْتِرَاطُهَا بِكَوْنِ صَاحِبِهَا مَعْرِفَةً فِى جَمِيْعِ مَوَادِهَا، بَلْ فِى غَالِبِ مَوَادِهَا اَیْ اَكْثَرِهَا۔ (ص۱۲۴۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں۔عبارت کی بطرزِ شارح تشریح کریں۔أرسلها العراك کی تاویل ذکر کریں اور مکمل شعر ترجمہ کے ساتھ تحریر کریں۔حال کی تعریف اور مثال لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حل پانچ امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کی تشریح بطرز شارح (۳) ارسلها العراك کی تاویل (۴) شعر کی تکمیل مع ترجمہ (۵) حال کی تعریف ومثال۔

جواب...... ❶ **عبارت پر اعراب:۔** **كما مرّفى السوال آنفا۔**

❷ **عبارت کی تشریح بطرز شارح** رحمۃ اللہ علیہ**:۔** اس عبارت میں ذوالحال وحال کی شرائط کا ذکر ہے۔حال کی پہلی شرط یہ ہے کہ نکرہ ہو اس لئے کہ کلام میں تنکیر اصل ہے کیونکہ یہ عوارض سے خالی ہوتی ہے اور غرض (معنی حدثی منسوب الی ذی الحال کو مقید کرنا) نکرہ کے ساتھ حاصل ہو جاتی ہے۔تو پس حال کا معرفہ ہونا امر زائد علی الغرض ہے۔دوسری شرط یہ ہے کہ ذوالحال معرفہ ہو اس لئے کہ ذوالحال محکوم علیہ کے معنی میں ہوتا ہے اور محکوم علیہ میں اصل تعریف ہے تا کہ اس پر حال کی صحت کا حکم لگایا جاسکے باقی مصنف رحمۃ اللہ علیہ کا قول **غالبا** معرفۃ سے متعلق نہیں ہے بلکہ غالبا اشتراط کے متعلق ہے پس معنی یہ ہوں گے کہ ذوالحال کے معرفہ ہونے کی شرط اکثر مواد میں ہے نہ کہ بعض مواد میں یعنی ذوالحال کے تمام مواد میں معرفہ ہونا شرط نہیں ہے بلکہ اکثر میں شرط ہے۔

ارسلها العراك الخ سے شارح رحمۃ اللہ علیہ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے سوال کی تقریر یہ ہے کہ حال کے نکرہ ہونے والی شرط **ارسلها العراك** اور **مررت به وحده** وغیرہ سے منقوض ہے اسلئے کہ **العراك** الف لام کی وجہ سے اور **وحده** اضافت کی وجہ سے معرفہ ہیں شارح رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ یہ سب نکرہ کی تاویل میں ہیں۔

❸ **ارسلها العراك کی تاویل:۔** **العراك** اور اسکے مماثل وحدہ وغیرہ میں دو طرح تاویل کی گئی ہے۔

پہلی تاویل یہ ہے کہ یہ افعال محذوفہ کے مفعول مطلق ہیں انکے افعال کو سماعی طور پر وجوبا حذف کر دیا گیا ہے اصل عبارت **تعترك العراك، ينفرد وحده، تجتهد جهدك** تھی پس یہ سب جملے ہوئے اور جملہ من حیث الجملہ نکرہ کے حکم میں ہوتا ہے اور انکا نصب مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے ہے لہٰذا حال کے نکرہ ہونے والی شرط منقوض نہ ہوئی۔

دوسری تاویل یہ ہے کہ یہ مصادر اگرچہ صورۃً معرفہ ہیں مگر معنًی نکرہ ہیں، اسلئے کہ **العراك** میں الف لام زائدہ ہے اور یہ **معتركة** کے معنی میں ہے، اور وحدہ، **منفردا** کے معنی میں ہے اور **جهدك، مجتهدا** کے معنی میں ہے پس اس صورت میں بھی حال نکرہ ہی ہے لہٰذا حال کے نکرہ ہونے والی شرط منقوض نہ ہوئی۔

❹ شعر کی تکمیل مع ترجمہ:۔ لبید شاعر کا پورا شعر اس طرح ہے۔

وارسلها العراك ولم يذدها ولم يشفق على نغص الدخال

اور شعر کا ترجمہ یہ ہے کہ اس وحشی حمار نے ان گدھیوں کو بھیج دیا (چھوڑ دیا) اس حال میں کہ وہ ایک دوسرے پر بھیڑ کر رہی تھیں۔ اور اس نے انہیں بھیڑ کرنے سے نہ روکا اور نغص الدخال کا خوف نہ کیا۔

❺ حال کی تعریف ومثال:۔ حال وہ لفظ ہے جو فاعل یا مفعول یا دونوں کی وقوعِ فعل اور صدورِ فعل کی حالت اور کیفیت کو بیان کرے جیسے جاء نی زید راکبا، وضربت زیدا مشدودًا، ولقیت عمروًا راکبین، پہلی مثال میں راکبا زید یعنی فاعل سے حال ہے۔ دوسری مثال میں مشدودًا زیدًا یعنی مفعول سے حال ہے۔ تیسری مثال میں راکبین فاعل یعنی تُ ضمیر اور مفعول یعنی عمروًا سے حال ہے۔ اور حال کی یہی تین اقسام بھی ہیں۔

الشق الثانی ......واذا تعذر البدل من حيث حمله على اللفظ أى لفظ المستثنى منه، فعلى الموضع أى يحمل على موضع المستثنى منه، لا على لفظه عملا بالمختار على قدر الامكان۔ (ص ۱۴۷۔ امدادیہ)

عبارت کی مثالوں سے وضاحت کریں۔ عملا بالمختار اشکالِ مقدر کا جواب ہے، اشکال اور اس کے جواب کی تفصیل لکھیں۔ بدل کی تعریف ذکر کریں نیز بدل کی کتنی قسمیں ہیں؟ صرف نام تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾...... مذکورہ بالا سوال میں چار امور حل طلب ہیں (۱) عبارت کی وضاحت مع امثلہ (۲) عملا بالمختار کی تشریح (۳) بدل کی تعریف (۴) بدل کی اقسام۔

جواب ...... ❶ عبارت کی وضاحت مع امثلہ:۔ اس عبارت میں مستثنیٰ کی ان صورتوں کا ذکر ہے جن صورتوں میں مستثنیٰ کو مستثنیٰ منہ کے لفظ پر محمول کرتے ہوئے بدل بنانا متعذر ہو تو ان میں مستثنیٰ منہ کے محل پر محمول کر کے بدل بنائیں گے جیسے ماجاء نی من احد الا زید اس مثال میں زید یہ بدل ہے اور احد کے محل پر محمول ہو کر مرفوع ہے اور احد کے لفظ پر محمول ہو کر مجرور نہیں ہے اور جیسے لا احدَ فیها الا عمروٌ اس مثال میں عمرو یہ احد سے بدل ہے اور یہ اسکے لفظ پر محمول ہو کر منصوب نہیں ہے بلکہ محل پر محمول ہو کر مرفوع ہے۔ اسی طرح مَا زَیْدٌ شَیْئًا اِلَّا شَیْءٌ لَا یُعْبَأُ بِهٖ۔ اس مثال میں شئی یہ شیئًا کے لفظ پر محمول ہو کر منصوب نہیں ہے بلکہ مستثنیٰ منہ کے محل پر محمول ہو کر مرفوع ہے۔

❷ عملًا بالمختار کی تشریح:۔ عملًا بالمختار سے علامہ جامی رحمہ اللہ کی غرض ایک سوالِ مقدر کا جواب دینا ہے سوال کی تقریر یہ ہے کہ جب مستثنیٰ کو مستثنیٰ منہ کے لفظ پر محمول کرنا متعذر ہے تو مناسب یہ ہے کہ اس کو استثناء کی بناء پر منصوب پڑھا جائے تو عملاً بالمختار کہہ کر اسکا جواب دیا کہ مستثنیٰ کو مستثنیٰ منہ کے محل پر محمول کر کے بدل بنایا جائیگا تاکہ حتی الامکان مختار مذہب پر عمل ہو سکے۔

❸ بدل کی تعریف:۔ بدل وہ تابع ہے کہ جو حکم اس کے متبوع کی طرف منسوب ہو بعینہ وہی حکم تابع کی طرف منسوب ہو اور اس نسبت سے وہ تابع ہی مقصود ہو متبوع مقصود نہ ہو جیسے جاء نی زید اخوك اس میں زید متبوع اور اخوك تابع ہے اور اس میں جو فعل کی نسبت زید کی طرف ہے وہی نسبت اخوك کی طرف بھی ہے مگر مقصود بالنسبت اخوک ہے زید نہیں ہے۔

④ بدل کی اقسام:۔ بدل کی کل چار اقسام ہیں۔ ① بدل الکل من الکل وہ تابع ہے کہ اس کا مدلول اور مبدل منہ کا مدلول بعینہ ایک ہی ہو جیسے جاء نی زید اخوك اس میں زید اور اخوك کا مدلول ایک ہی شخص ہے ② بدل البعض من الکل وہ تابع ہے کہ اس کا مدلول مبدل منہ کے مدلول کا عین نہ ہو بلکہ جز اور بعض ہو جیسے ضربتُ زیداً رأسه اس میں راسه کا مدلول زید کا کل نہیں بلکہ ایک جزء اور حصہ ہے ③ بدل الاشتمال وہ تابع ہے کہ اس کا مدلول مبدل منہ کا کل بھی نہ ہو اور جزء بھی نہ ہو بلکہ اس کا متعلق ہو جیسے سُلِب زیدٌ ثوبه اس میں ثوبه زید کا کل بھی نہیں ہے اور جز بھی نہیں بلکہ محض اس کا متعلق ہے ④ بدل الغلط وہ تابع ہے جو غلطی کے بعد واقع ہو جیسے جاء نی زیدٌ بکرٌ اس میں متکلم جاء نی بکرٌ کہنا چاہتا تھا مگر متکلم نے پہلے غلطی سے زید کا لفظ بولا پھر فوراً اس کے تدارک کیلئے بکر کا لفظ ذکر کر دیا کہ بکر آیا ہے زید نہیں ہے۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۲۹ھ

الشق الاوّل...... مندرجہ ذیل اصطلاحات کی تعریفات مثالوں سمیت تحریر کریں۔

تمییز، مفعول لہ، منصوب بنزع الخافض، منصوب علی المدح، تاکید، عطف بیان، عطف نسق، نعت، اعراب، اسم متمکن۔

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال میں فقط مذکورہ اصطلاحات کی تعریفات مع امثلہ مطلوب ہیں۔

جواب...... مذکورہ اصطلاحات کی تعریفات مع امثلہ:۔ التمییز ما یرفع الابهام المستقر عن ذات مذکورة او مقدرة تمییز وہ اسم ہے جو ذاتِ مذکورہ یا ذاتِ مقدرہ سے اس ابہام کو رفع کرے جو معنی موضوع لہ میں راسخ ہو چکا ہو جیسے عندی عشرون درهما، عندی رطل زیتا وغیرہ۔

المفعول له هو ما فعل لا جله فعل مذکور مفعول لہ وہ اسم ہے جس کے حصول یا اس کے وجود کے باعث فعل مذکور کیا گیا ہو جیسے ضربته تادیبا، قعدت عن الحرب جبنا۔

منصوب بنزع الخافض: وہ اسم ہے جس سے خافض یعنی حرفِ جر کو دور کر کے اسے منصوب بنا دیا جائے جیسے جلست جلسة القاری اس میں جلسة سے حرفِ جر کاف کو حذف کر کے اس کو نصب دیا گیا ہے۔

مخصوص بالمدح: وہ اسم ہے جو فعل مدح کے فاعل کے بعد بولا جائے جیسے نِعْمَ الرَّجُلُ زَیْدٌ میں لفظ زید۔

التاکید تابع یقرر أمر المتبوع فی النسبة اوفی الشمول تاکید وہ تابع ہے جو متبوع کے امر کو نسبت یا شمول میں پختہ کرے جیسے جاء جاء زید اور جاء نی القوم کلهم۔

العطف البیان تابع غیر صفة یوضح متبوعه عطف بیان وہ تابع ہے جو صفت کا صیغہ نہ ہونے کے باوجود اپنے متبوع کی وضاحت کرے جیسے اقسم بالله ابو حفص عمر۔

العطف بالحروف تابع مقصود بالنسبة مع متبوعه یتوسط بینه وبین متبوعه احد الحروف العشرة عطف بالحروف وہ تابع ہے کہ نسبت سے اپنے متبوع کے ساتھ وہ بھی مقصود ہو اس کے اور اسکے متبوع کے درمیان دس حروف میں سے کوئی ایک حرف ہو جیسے جاء نی زید و عمرو۔ اسی عطف بالحروف کو عطفِ نسق کہتے ہیں۔

النعت تابع یدل علی معنی فی متبوعه مطلقا ۔نعت وہ تابع ہے جو اس معنی پر دلالت کرے جو معنی اسکے متبوع میں ہے مطلقاً یعنی ہر حال میں جیسے جاء نی رجل عالم۔

الاعراب ما اختلف اخرالمعرب به ذاتا او صفة ۔اعراب وہ حرف یا حرکت ہے جس حرف یا حرکت کے ساتھ معرب کا آخر تبدیل ہو اس حیثیت سے کہ وہ معرب ہے اختلاف ذاتی ہو یا صفتی ہو یعنی حرف حرف سے بدلے یا حرکت حرکت سے بدلے جیسے جاء نی زید ورایت زیدا و مررت بزید جاء نی اخوك ورایت اخاك و مررت باخیك۔

اسم متمکن: وہ اسم ہے جس پر تنوین تمکن کی داخل ہو یا یوں بھی تعریف کی جاتی ہے کل اسم رکب مع غیره ولم یشبه مبنی الاصل وہ اسم جو غیر سے ملا ہوا ہو اور مبنی الاصل کے مشابہ نہ ہو جیسے زید جوکہ قام زید میں واقع ہے۔

﴿الورقة الرابعة : فی النحو﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۰ھ

الشق الاوّل ......اَلْمَرْفُوْعَاتُ هُوَ اَیِ الْمَرْفُوْعُ الدَّالُ عَلَيْهِ الْمَرْفُوْعَاتُ لِاَنَّ التَّعْرِيْفَ اِنَّمَا يَكُوْنُ لِلْمَاهِيَةِ لَا لِلْاَفْرَادِ مَا اشْتَمَلَ عَلٰى عَلَمِ الْفَاعِلِيَّةِ اَیْ عَلَامَةُ كَوْنِ الْاِسْمِ فَاعِلًا وَهِيَ الضَّمَّةُ وَالْوَاوُ وَالْاَلِفُ وَالْمُرَادُ بِاشْتِمَالِ الْاِسْمِ عَلَيْهَا اَنْ يَكُوْنَ مَوْصُوْفًا بِهَا لَفْظًا اَوْ تَقْدِيْرًا اَوْ مَحَلًّا وَلَا شَكَّ اَنَّ الْاِسْمَ مَوْصُوْفٌ بِالرَّفْعِ الْمَحَلِّيِّ اِذْ مَعْنَى الرَّفْعِ الْمَحَلِّيِّ اَنَّهٗ فِیْ مَحَلٍّ لَوْكَانَ ثَمَّهٗ مُعْرَبٌ لَكَانَ مَرْفُوْعًا لَفْظًا اَوْ تَقْدِيْرًا فَكَيْفَ يُخْتَصُّ الرَّفْعُ بِمَاعَدَا الرَّفْعِ الْمَحَلِّيِّ وَهُوَ يَبْحَثُ مَثَلًا عَنْ اَحْوَالِ الْفَاعِلِ اِذَا كَانَ مُضْمَرًا مُتَّصِلًا۔

عبارت پر اعراب لگا کر مکمل تشریح کریں۔ مرفوعات کے بارے میں لکھیں کہ وہ کتنے اور کون کون سے ہیں۔

﴿خلاصہ سوال﴾......اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کی تشریح (۳) مرفوعات کی تعداد و تعیین۔

جواب ...... ❶ عبارت پر اعراب:۔کمامرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کی تشریح:۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ مرفوعات کی بحث کو شروع کرتے ہوئے اسم مرفوع کی تعریف ذکر کر رہے ہیں کہ مرفوع وہ اسم ہے جو فاعل ہونے کی علامت پر مشتمل ہو۔

"ای المرفوع الخ" کہہ کر علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک سوال کا جواب دیا ہے۔سوال کی تقریر یہ ہے کہ ھو ضمیر کا مرجع مرفوعات ہے یا مرفوع ہے بہرحال دونوں احتمال باطل ہیں پہلا احتمال اس لئے باطل ہے کہ راجع مرجع کے درمیان افراد تثنیہ جمع اور تذکیر و تانیث کے اعتبار سے مطابقت نہیں رہے گی اس لئے کہ ضمیر مفرد ہے اور مرفوعات جمع ہے اور ضمیر مذکر کی ہے اور مرفوعات مؤنث ہے۔دوسرا احتمال اس لئے باطل ہے کہ اگر ضمیر کا مرجع مرفوع ہو تو اضمار قبل الذکر لازم آئے گا کیونکہ ماقبل میں مرفوع کا ذکر نہیں گزرا۔علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ ھو ضمیر کا مرجع المرفوع ہے جوکہ المرفوعات کے ضمن سے سمجھا جاتا ہے اور ضمنی مذکور کی طرف ضمیر لوٹانا صحیح ہے جیسے اعدلوا ھو اقرب للتقوی اس میں ھو ضمیر کا مرجع عدل ہے جوکہ اعدلوا کے ضمن میں مذکور ہو چکا ہے اس صورت میں کوئی اضمار قبل الذکر لازم نہیں آتا۔

باقی ھِیَ ضمیر لاکر المرفوعات کو مرجع اس لئے نہیں بنایا کہ المرفوعات جمع ہے اور جمع میں افراد ملحوظ ہوتے ہیں۔ تو اس صورت میں افراد کی تعریف لازم آتی ہے حالانکہ تعریف افراد کی نہیں ہوتی بلکہ ماہیت کی ہوتی۔

"ای علامة کون الاسم الخ" کہہ کر علامہ جامی رحمہ اللہ نے علم کے معنی کی تعیین کی ہے کہ اس جگہ علم بمعنی علامت ہے اور نیز اعتراض کو رفع کیا ہے اعتراض کی تقریر یہ ہے کہ مصنف رحمہ اللہ کا علم الفاعلیۃ کہنا اختصار کے منافی ہے اسے چاہئے تھا کہ بجائے علم الفاعلیۃ کہنے کے علم الفاعل کہتے اس لئے کہ فاعل بنسبت فاعلیۃ کے مختصر ہے، جواب کا حاصل یہ ہے کہ صاحب کافیہ رحمہ اللہ نے یاء مصدریہ کا اضافہ کر کے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ رفع اسم کے فاعل ہونے کی علامت ہے ذاتِ فاعل کی علامت نہیں ہے۔ اس لئے کہ ذاتِ فاعل تو رفع کے بغیر بھی پائی جاتی ہے جیسے رایت زیدا۔

"وھی الضمة الخ" سے فاعلیت کی علامت کے مصداق کو بیان کیا کہ وہ تین علامتیں ہیں ① ضمہ ② الف ③ واؤ۔

"والمراد باشتمال الخ" سے شارح رحمہ اللہ کی غرض ایک اعتراض کو رفع کرنا ہے اعتراض کی تقریر یہ ہے کہ اشتمال کی کئی قسمیں ہیں ① اشتمال الکل علی الجزء ② اشتمال الظرف علی المظروف ③ اشتمال ذی الحال علی الحال ④ اشتمال الموصوف علی الصفت۔ یہاں اشتمال سے کونسا اشتمال مراد ہے تو علامہ جامی رحمہ اللہ نے جواب دیا کہ یہاں اشتمال سے مراد اشتمال الموصوف علی الصفت ہے۔ گویا کہ اسم موصوف ہے اور علم الفاعلیۃ صفت ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ جس طرح صفت موصوف کے بعد ہوتی ہے اسی طرح فاعلیت کی علامت بھی اسم کے بعد ہوتی ہے۔

ولاشك ان الاسم موصوف الخ سے علامہ جامیؒ کی غرض بعض شارحین پر ردّ کرنا ہے کہ بعض شارحین نے سوالِ مذکور (مرفوع کی تعریف جامع نہیں ہے اسلئے کہ یہ تعریف قام ھٰؤلاء میں واقع ھٰؤلاء پر صادق نہیں ہے اسلئے کہ وہ لفظاً و تقدیراً فاعلیت کی علامت پر مشتمل نہیں ہے) کا جواب اس طرح دیا کہ ما اشتمل علی علم الفاعلیة یہ مطلق مرفوع کی تعریف نہیں ہے بلکہ یہ مرفوع لفظی یا تقدیری کی تعریف ہے چونکہ قام ھٰؤلاء میں واقع ھٰؤلاء نہ لفظاً مرفوع ہے اور نہ تقدیراً مرفوع ہے۔ اسلئے اس پر تعریف کا صادق نہ آنا یہ تعریف کی جامعیت کیلئے مضر نہیں ہے کیونکہ یہ معرَّف کا فرد ہی نہیں ہے۔

علامہ جامیؒ نے اُن پر ردّ کیا کہ فاعل واخواتہ جس طرح معرب ہوتے ہیں اِسی طرح مبنی بھی ہوتے ہیں چنانچہ آگے چل کر مصنفؒ اُس فاعل کے احوال سے بحث کریں گے جو ضمیر متصل ہو اور ظاہر ہے کہ ضمیر متصل مبنی ہے معرب نہیں ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اُس کا رفع محلی ہے لفظی یا تقدیری نہیں ہے لہٰذا یہ کہنا کہ معرَّف وہ مرفوع ہے جو لفظاً یا تقدیراً مرفوع ہو یہ درست نہیں ہے بلکہ معرَّف مطلق مرفوع ہے خواہ لفظی ہو یا تقدیری ہو یا محلی ہو۔

③ مرفوعات کی تعداد و نشاندہی:۔ مرفوعات کی کل آٹھ قسمیں ہیں ① فاعل ② مفعول مالم یسم فاعلہ ③ مبتداء ④ خبر ⑤ اِن اور اسکے متشابہات کی خبر ⑥ کان اور اسکے متشابہات کا اسم ⑦ لائے نفی جنس کی خبر ⑧ ما و لا مشابہ بلیس کا اسم۔

الشق الثانی ...... وَقَدْ يُحْذَفُ الْمُبْتَدَأُ لِقِيَامِ قَرِيْنَةٍ لَفْظِيَةٍ اَوْ عَقْلِيَةٍ جَوَازًا اَىْ حَذْفًا جَائِزًا وَقَدْ يَجِبُ حَذْفُهُ اِذَا قُطِعَ النَّعْتُ بِالرَّفْعِ نَحْوُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَهْلُ الْحَمْدِ اَىْ هُوَ اَهْلُ الْحَمْدِ كَقَوْلِ الْمُسْتَهِلِّ اَلْهِلَالُ وَاللّٰهِ اَىْ هٰذَا الْهِلَالُ وَاللّٰهِ۔ (ص ۷۷۔ امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں۔ وضاحت کریں۔ الحمد لله اهل الحمد میں مبتدأ کا حذف کرنا کیوں واجب ہے؟ اور یہ کہ الهلال والله از قسم حذف المبتدأ ہے از قسم حذف الخبر نہیں ہے یہ کیوں؟ پوری تفصیل لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حاصل چار امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کی وضاحت (۳) الحمد لله اهل الحمدٌ میں مبتداء کے حذفِ وجوبی کی وجہ (۴) الهلال والله میں حذفِ مبتداء کی وجہ۔

جواب ...... ① عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کی وضاحت:۔ عبارتِ مذکور کا حاصل یہ ہے کہ کبھی مبتداء کو قرینہ لفظیہ وعقلیہ کے پائے جانے کے وقت جوازی طور پر حذف کر دیا جاتا ہے جیسے مستہل کا قول الهلال وَاللّٰه الهلال والله یہ مبتداء محذوف هٰذا کی خبر ہے، تقدیرِ عبارت هذا الهلال والله ہے۔ لفظیہ وعقلیہ کا اضافہ کر کے علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک وہم کو دفع کیا ہے وہ وہم یہ ہے کہ شاید قرینہ سے مراد فقط قرینہ لفظیہ ہو اس لئے کہ قرینہ سے متبادر وہی ہوتا ہے تو شارح رحمۃ اللہ علیہ نے لفظیہ وعقلیہ کا اضافہ کر کے بتلا دیا کہ قرینہ سے مراد فقط قرینہ لفظیہ نہیں ہے بلکہ قرینہ میں تعمیم ہے خواہ لفظیہ ہو یا عقلیہ ہو۔

"ای حذفا" کہہ کر بھی شارح رحمۃ اللہ علیہ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ سوال کی تقریر یہ ہے کہ جوازاً یحذف کا مفعول مطلق ہے حالانکہ اس میں مفعول مطلق کی فعل مذکور کے معنی پر مشتمل ہونے والی شرط نہیں پائی جاتی ہے کیونکہ یہاں یحذف کا معنی جوازاً پر مشتمل نہیں ہے۔ ای حذفا کہہ کر شارح رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ جوازاً یحذف کا مفعول مطلق باعتبار موصوف محذوف کے ہے اور وہ موصوف محذوف حذفاً ہے۔ جائزاً کہہ کر بھی ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے سوال کی تقریر یہ ہے کہ جوازاً کو حذفاً کی صفت بنانا درست نہیں اس لئے کہ صفت موصوف پر محمول ہوتی ہے اور یہاں پر جوازاً کا حمل حذف پر درست نہیں ہے کیونکہ حذف جائز ہوتا ہے نہ کہ جواز۔ شارح رحمۃ اللہ علیہ نے جائزاً کہہ کر اشارہ کیا کہ یہاں پر جواز جائزاً کے معنی میں ہے لہٰذا اس کو حذفاً کی صفت بنانا جائز ہے۔ قد یجب الخ کی عبارت سے شارح رحمۃ اللہ علیہ نے ایک وہم کو دور کر دیا، وہم کی تقریر یہ ہے کہ شاید ہر جگہ جوازی طور پر ہی مبتداء کا حذف جائز ہے تو شارح رحمۃ اللہ علیہ نے بتا دیا کہ نہیں بلکہ بسا اوقات مبتداء کا حذف واجب بھی ہوتا ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ حذف وجوبی کہاں ہوتا ہے تو ملا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی دو صورتیں ذکر کی ہیں ① نعت کو منعوت سے قطع کر کے مرفوع پڑھا جائے جیسے الحمد لله اهل الحمد اس میں اهل الحمد یہ دراصل اللہ کی نعت ہے مگر اسکو منعوت سے جدا کر لیا گیا بایں طور کہ اسکو ھو مبتداء محذوف کی خبر بنا کر مرفوع پڑھا گیا ہے۔ تقدیرِ عبارت یہ ہے الحمدلله هو اهل الحمد اسی طرح مستہل کا قول الهلال والله اصل میں هذا الهلال والله ہے۔

③ الحمد لله اهل الحمد میں مبتداء کے حذفِ وجوبی کی وجہ:۔ عبارت مذکورہ میں مبتداء کا حذف اس لئے واجب ہے تا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ یہ دراصل صفت تھی مدح اور دم کی زیادتی کے قصد سے اسکو منعوت سے قطع کیا گیا اس لئے کہ جب نعت کو منعوت سے قطع کر کے منعوت کے اعراب کے خلاف مرفوع پڑھیں گے تو سامع یک لخت متوجہ ہوگا کہ نعت کو منعوت کے اعراب کے خلاف مرفوع پڑھنے میں کوئی نہ کوئی نکتہ ہے تو وہ متکلم کی کلام کو غور سے سنے گا۔ اگر مبتداء کو ظاہر کر دیا جائے تو یہ فائدہ حاصل نہ ہوگا اس لئے اس صورت میں مبتداء کو حذف کرنا واجب ہے۔

④ **الهلال واللہ میں حذف مبتداء کی وجہ:۔** الھلال واللہ مبتداء محذوف کی مثال ہے اسمیں خبر محذوف نہیں ہے اس لئے کہ اگر ہم اسمیں خبر کو حذف مانیں تو مستہل کا مقصود فوت ہوجائے گا کیونکہ مستہل کا مقصود شئی کو اشارہ سے متعین کر کے اس پر ھلالیت کا حکم لگانا ہے تاکہ چاند دیکھنے کی کوشش کرنے والے اس کی طرف متوجہ ہوں اور وہ بھی چاند دیکھ لیں جیسا کہ اس شخص نے چاند دیکھ لیا ہے اور یہ مقصد صرف حذف مبتداء کی صورت میں حاصل ہوسکتا ہے حذف خبر کی صورت میں یہ مقصد حاصل نہیں ہوسکتا۔

السوال الثانی ۱۴۳۰ھ

الشق الاوّل ...... وَنَحْوُ اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِاَةَ جَلْدَةٍ اَلْفَاءُ فِيْهِ مُرْتَبِطَةٌ بِمَعْنَى الشَّرْطِ عِنْدَ الْمُبَرَّدِ لِكَوْنِ الْاَلِفِ وَاللَّامِ فِی الزَّانِيَةِ وَالزَّانِیْ مُبْتَدَأً مَوْصُوْلًا فِيْهِ مَعْنَى الشَّرْطِ وَاِسْمِ الْفَاعِلِ الَّذِیْ هُوَ صِلَتُهٗ كَالشَّرْطِ فَخَبَرُ الْمُبْتَدَأِ كَالْجَزَاءِ وَالْفَاءُ الدَّاخِلَةُ عَلَيْهِ مُرْتَبِطَةٌ بِالشَّرْطِ لِدَلَالَتِهَا عَلٰى سَبَبِيَّتِهٖ لِلْجَزَاءِ۔ (ص۱۱۳۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں۔ وضاحت کریں۔ آیت الزانية والزاني میں امام سیبویہ کا مذہب بیان فرمائیں۔

﴿خلاصہ سوال﴾ ...... اس سوال میں تین امور توجہ طلب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کی وضاحت (۳) الزانية والزاني میں امام سیبویہ کا مذہب۔

جواب ...... ① **عبارت پر اعراب:۔** کما مرّ فی السوال آنفا۔

② **عبارت کی وضاحت:۔** ماقبل کی عبارت میں مصنف نے ایک سوال نقل کیا ہے اور اس عبارت سے میں اس سوال کا جواب دیا ہے۔

سوال کی تقریر یہ ہے کہ ابھی ماقبل میں آپ نے یہ ضابطہ بیان کیا کہ وہ فعل جو اسم مذکور کی ضمیر یا اسکے متعلق میں عمل کرنے کی وجہ سے خود اس اسم میں عمل کرنے سے اعراض کررہا ہو تو اگر وہ فعل امر یا نہی ہو تو اس اسم مذکور کو نصب دینا مختار ہے اور آیت کریمہ **الزانية والزاني فاجلدوا** بھی اس قاعدہ کے تحت داخل ہے مگر قراءِ سبعہ اسکے رفع پر متفق ہیں تو نحویوں کا بیان کردہ ضابطہ اس آیت کے ذریعہ منقوض ہے۔

اس نقض کو دور کرنے کیلئے اور آیت کریمہ کو مذکورہ ضابطہ سے خارج کرنے کیلئے نحویوں نے جو حیلے اختیار کئے ہیں اس عبارت میں ان حیلوں کو ذکر کررہے ہیں جو کہ ضابطہ پر پیدا شدہ سوال کا جواب ہے۔ جواب کی توضیح یہ ہے کہ امام مبرد کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے ارشاد **الزانية والزانی الخ** میں جو فاء ہے یہ فاء شرط کے معنی میں ہے یعنی یہ فاء جزائیہ ہے جو اپنے مدخول کو شرط کے ساتھ ربط دینے کیلئے ہے۔ اسلئے کہ **الزانية** کا الف لام **الذی** اسم موصول کے معنی میں ہے اور اسم فاعل اسکا صلہ ہے۔ موصول اپنے صلہ سے ملکر مبتداء متضمن معنی شرط ہے۔ کیونکہ جب مبتداء اسم موصول ہو اور اسکا صلہ فعل یا ظرف ہو تو وہ مبتداء شرط کے معنی کو متضمن ہوتا ہے اور فعل اور ظرف شرط کی مانند ہوتے ہیں۔ پس اس قول میں اسم فاعل جو کہ موصول کا صلہ ہے وہ شرط کی مانند ہے، اسلئے کہ یہ فعل کے معنی میں ہے۔ اور **فاجلدوا الخ** (مبتداء کی خبر) یہ جزاء کی مثل ہے اور اس پر فاء داخل ہے یہ فاء خبر کو شرط کے ساتھ ربط دینے کیلئے ہے۔ اسلئے کہ یہ فاء اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ شرط جزاء کا سبب ہے۔ اور یہ امر مسلّم ہے کہ جزائیہ جیسی فاء کا مابعد اپنے ماقبل میں عمل نہیں کرسکتا لہٰذا تسلیط ممتنع ہوئی۔ جب تسلیط ممتنع ہوئی تو یہ قول ما اضمر عاملہ علی شریطۃ التفسیر کے باب سے نہ ہوا۔ لہٰذا ابتداء کی بناء پر رفع واجب ہوگا۔

③ **الزانية والزاني میں امام سیبویہ کا مذہب:۔** الزانية والزاني الخ کے متعلق امام سیبویہ کا مذہب یہ ہے کہ اس آیت میں دو جملے ہیں۔اس لئے کہ الزانية مبتداء ہے اسکا مضاف محذوف ہے جو کہ "حکم" ہے اور الزاني یہ الزانية پر معطوف ہے اور اسکی خبر محذوف ہے جو کہ فيما يتلى عليكم بعد ہے۔اصل عبارت یوں تھی حكم الزانية والزاني فيما يتلى عليكم بعد اور فاجلدوا كل واحد منهما مائة جلدة یہ دوسرا جملہ ہے حکم موعود کو بیان کرنے کے لئے اور سیبویہ کے نزدیک بھی فاء سببیہ کے لئے ہے۔جملہ ثانیہ کی تقدیر اس طرح ہے۔ان ثبت زناهما فاجلدوا كل واحد منهما اور جب یہ آیت مستقل دو جملے ہیں تو تسلیط ممتنع ہوئی۔اس لئے کہ ایک جملے کا جزء دوسرے جملہ کے جزء کے اندر عمل نہیں کرسکتا۔جب تسلیط ممتنع ہوئی تو یہ قول ضابطہ مذکورہ کے تحت داخل نہ ہوا۔لہٰذا اس قول کے مطابق بھی الزانیہ مبتداء ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے۔

الشق الثانی ......**وفی مثل لاحول ولا قوة الا بالله خمسة او جه بحسب اللفظ لا بحسب التوجيه فانها بحسب التوجيه تزيد عليها۔** (ص ۱۵۶-امدادیہ)

عبارت کی وضاحت کریں۔مثل کی مراد کو بیان فرمائیں۔خمسة اوجه تفصیل سے بیان فرمائیں۔

﴿خلاصہ سوال﴾......اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) عبارت کی وضاحت (۲) مثل کی مراد (۳) خمسة اوجه کی تفصیل۔

جواب ...... ① **عبارت کی وضاحت:۔** مذکورہ عبارت کی توضیح یہ ہے کہ لا حول ولا قوة کی مثل میں پانچ وجہ سے پڑھنا جائز ہے اور یہ پانچ صورتیں بحسب اللفظ ہیں نہ کہ بحسب التوجیہ یعنی لا میں یہ توجیہ نہیں کی جائے گی کہ یہ نفی جنس کیلئے ہے یا مشابہ بلیس ہے یا زائدہ ہے اس لئے کہ اس صورت میں ان وجوہ کا انحصار صرف پانچ میں نہیں رہے گا۔

② **مثل کی مراد:۔** مثل سے مراد ہر وہ ترکیب ہے جس میں عطف کے طور پر لَا مکرر ہو اور ہر لا کے بعد نکرہ بلافصل واقع ہو۔

③ **خمسة اوجه کی تفصیل:۔** مذکورہ مثل کو پانچ طریقوں پر پڑھنا جائز ہے۔

① دونوں کا فتحہ: جیسے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ اس بناء پر کہ دونوں جگہ لا نفی جنس کا ہے اور اس کا اسم نکرہ مفردہ بلافصل ہے اور لا نفی جنس کا اسم جب نکرہ مفردہ بلافصل ہو تو وہ مبنی برفتحہ ہوتا ہے۔اگر دونوں کی خبر ایک محذوف ہو تو پھر عطف المفرد علی المفرد کے قبیل سے ہوگا۔تقدیر عبارت اس طرح ہوگی لا حول ولا قوة موجودان الا بالله اور اگر دونوں کی خبر ایک محذوف نہ ہو بلکہ علیحدہ علیحدہ خبر ہو تو پھر عطف الجملة علی الجملہ کے قبیل سے ہوگا تقدیر عبارت اس طرح ہوگی۔لا حول عن المعصية موجود الا بالله ولا قوة على الطاعة موجود الا بالله ② اوّل کا فتح اور ثانی کا نصب: جیسے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةً اِلَّا بِاللّٰهِ اس بناء پر کہ پہلا لا نفی جنس کا ہو اور دوسرے کا نصب اس بناء پر کہ دوسرا "لا" زائدہ ہے نفی کی تاکید کیلئے اور ثانی اوّل کے لفظ پر محمول کرتے ہوئے منصوب ہو ③ اوّل کا فتح ثانی کا رفع: جیسے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةٌ اِلَّا بِاللّٰهِ اوّل کا فتحہ اس بناء پر کہ پہلا لا نفی جنس کا ہو اور ثانی کا رفع اس بناء پر کہ دوسرا لا زائدہ ہو اور دوسرے اسم کا عطف اوّل اسم کے محل پر ہو اس لئے کہ وہ مرفوع بالابتداء ہے ④ دونوں کا رفع: دونوں پر ابتداء کی وجہ سے رفع ہو جیسے لَا حَوْلٌ وَلَا قُوَّةٌ اِلَّا بِاللّٰهِ اس لئے کہ یہ جواب ہے قائل کے قول أبغير الله حول وقوة کا چونکہ سوال میں یہ دونوں مرفوع ہیں لہٰذا جواب میں بھی یہ مرفوع ہوں گے تا کہ جواب سوال کے

مطابق ہو جائے۔ پس اس وقت دونوں لازائدہ ہونگے ⑤ اوّل کا رفع اور ثانی کا فتح: جیسے **لَا حَوْلٌ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ** اوّل کا رفع اس بناء پر کہ پہلا **لا** لیس کے معنی میں ہے لیکن یہ ضعیف ہے اسلئے کہ **لا** بمعنی **لیس** کا عمل قلیل ہے اور دوسرے کا فتح اس بناء پر کہ دوسرا **لا** نفی جنس کا ہے۔ باقی اس وجہ میں عامل کے مختلف ہونے کی بناء پر عطف المفرد علی المفرد کے قبیل سے نہیں ہوسکتا کیونکہ انکی خبریں اعراب کے اعتبار سے مختلف ہیں لہٰذا یہ عطف الجملہ علی الجملہ کے قبیل سے ہی ہوگا۔

السوال الثالث ۱۴۳۰ھ

الشق الاوّل ......**وَاِذَا اُضِيْفَ الْاِسْمُ الصَّحِيْحُ اَوِ الْمُلْحَقُ بِهٖ اِلٰى يَاءِ الْمُتَكَلِّمِ كُسِرَ اٰخِرُهٗ وَالْيَاءُ مَفْتُوْحَةٌ اَوْ سَاكِنَةٌ۔**

عبارت پر اعراب لگا کر وضاحت کریں۔ صحیح اور ملحق بالصحیح کی تعریف کریں اور وجہ الحاق لکھیں۔ یا کے فتح اور سکون میں سے کون سا اصل اور کون سا غیر اصل ہے وضاحت کریں۔ (ص ۱۷۴۔ امدادیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال میں پانچ امور توجہ طلب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کی وضاحت (۳) صحیح اور ملحق بالصحیح کی تعریف (۴) الحاق کی وجہ (۵) یاءِ متکلم کے فتح اور سکون میں سے اصل کی تعیین۔

جواب ...... ① عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

② عبارت کی وضاحت:۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ ان تغیرات کے متعلق ضوابط بیان کر رہے ہیں جو تغیرات اسم کی یاءِ متکلم کی طرف اضافت کی وجہ سے واقع ہوتے ہیں۔ اس ضابطہ کا خلاصہ یہ ہے کہ جب اسم صحیح یا ملحق بالصحیح کو یاءِ متکلم کی طرف مضاف کیا جائے تو اس اسم کے آخر کو یاء کی مناسبت سے کسرہ دیا جاتا ہے اور خود یاء پر دو اعراب جائز ہیں ① یاء کا فتح ② یاء کا سکون۔

③ صحیح اور ملحق بالصحیح کی تعریف:۔ علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح کی تعریف یہ ذکر فرمائی ہے کہ صحیح وہ اسم ہے جس کے آخر میں حرف علت نہ ہو جیسے **زید** عام ہے کہ شروع میں یا درمیان میں حرف علت ہو یا نہ ہو۔ اور ملحق بالصحیح وہ اسم ہے جس کے آخر میں واؤ یا یاء ہوں جن کا ماقبل ساکن ہو جیسے **دلو، ظبی۔**

④ الحاق کی وجہ:۔ وہ اسم جس کے آخر میں واؤ ماقبل ساکن یا یاء ماقبل ساکن ہو اس کو اسم صحیح کے ساتھ لاحق کرنے کی دو وجہیں ہیں۔ پہلی وجہ کا حاصل یہ ہے کہ وہ حرف علت جو سکون کے بعد واقع ہو اس پر حرکت ثقیل نہیں ہوتی اس لئے کہ سکون کی خفت حرکت کے ثقل کے معارض ہو جائے گی اسی وجہ سے اس کو اسم صحیح کے ساتھ لاحق کر دیا۔ دوسری وجہ کا حاصل یہ ہے کہ وہ حرف علت جو سکون کے بعد واقع ہو وہ اس حرف علت کی مثل ہے جو سکوت کے بعد واقع ہو یعنی ابتداء میں واقع ہو اس پر حرکت ثقیل نہیں ہوتی اسی طرح وہ حرف جو سکون کے بعد واقع ہو اس پر بھی حرکت ثقیل نہیں ہوتی اس وجہ سے اس کو اسم صحیح کے ساتھ لاحق کر دیا۔

⑤ یاءِ متکلم کے فتح اور سکون میں سے اصل کی تعیین:۔ یاءِ متکلم کو مفتوح اور ساکن پڑھنے کے جواز میں سب کا اتفاق ہے البتہ اسمیں اختلاف ہے کہ یاءِ متکلم مضاف الیہ میں فتح و سکون میں سے اصل کون ہے بعض نحویوں کا مسلک یہ ہے کہ سکون اصل ہے اور بعض نحویوں کا مسلک یہ ہے کہ فتح اصل ہے لیکن علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فتح اصل ہے۔ اس لئے کہ وہ کلمہ جس کی بناء حرف واحد پر ہو اس میں اصل حرکت ہوتی ہے تاکہ ابتداء بالسکون لازم نہ آئے نہ حقیقۃً نہ حکماً۔ حقیقتاً تو اس وقت لازم آئے گی جب وہ

شروع میں ہو اور حکماً تب لازم آئے گی جب وہ شروع کلام میں نہ ہو۔ اس لئے کہ وہ مستقل کلمہ ہے اگر اس کو ساکن پڑھا جائے تو ابتداء بالسکون حکمی ہو جائے گا۔ لہٰذا یہ ثابت ہوا کہ وہ کلمہ کہ جس کی بناء حرف واحد پر ہے اس میں حرکت اصل ہے۔ پھر وہ کلمہ کہ جس کی بناء حرکت پر ہو اس میں اخف الحرکات ہونے کی وجہ سے اصل فتح ہے اسی وجہ سے یاء پر فتح اصل ہوا۔

الشق الثانی ...... **واذا اكد الضمير المرفوع المتصل بارزًا كان او مستترا بالنفس والعين اى اذا اريد تاكيده بهما اكد ذلك الضمير اولًا بمنفصل ثم بالنفس والعين مثل ضربت انت نفسك۔** (ص ۱۹۳۔امدادیہ)

عبارت کی وضاحت کریں۔ یہاں تین قیود ہیں **المرفوع، المتصل، بالنفس والعين** ان قیود کے فوائد بیان فرمائیں۔ **تاكيد بالمنفصل اولًا** کی علت بیان فرمائیں۔

﴿خلاصہ سوال﴾ ...... اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت کی وضاحت (۲) قیودِ ثلاثہ کے فوائد (۳) **تاكيد بالمنفصل اولا** کی علت۔

جواب ...... ❶ عبارت کی وضاحت:۔ اس عبارت میں علامہ جامی رحمہ اللہ نے ایک ضابطہ بیان کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جب لفظ نفس اور عین کے ساتھ ضمیر مرفوع متصل کی تاکید مقصود ہو تو پہلے اس ضمیر مرفوع متصل کو ضمیر منفصل کے ساتھ مؤکد کریں گے پھر لفظِ نفس اور عین سے اسکی تاکید لائیں گے جیسے **ضربت انت نفسك** اسمیں اولاً "ت" ضمیر متصل کی **انت** ضمیر منفصل کے ساتھ تاکید لائی گئی ہے پھر **نفسك** کے ذریعہ اسکی تاکید لائی گئی ہے۔ لہٰذا بلا تاکید **ضربت نفسك** کہنا درست نہ ہوگا۔

❷ قیودِ ثلاثہ کے فوائد:۔ مصنف رحمہ اللہ نے ضمیر کو المرفوع کی قید کے ساتھ مقید کیا ہے اس لئے کہ اگر ضمیر منصوب یا مجرور کو لفظ نفس اور عین کے ساتھ مؤکد کیا جائے تو پہلے اسکی ضمیر منفصل کے ساتھ تاکید لانا ضروری نہیں ہے جیسے **ضربتك نفسك** اور **مررت بك نفسك** اسی طرح ضمیر کو متصل کی قید کے ساتھ مقید کیا ہے اس لئے کہ اگر ضمیر مرفوع منفصل کی نفس اور عین کے ساتھ تاکید لانی ہو تو اسکو بھی پہلے ضمیر منفصل کے ساتھ مؤکد کرنا ضروری نہیں ہے جیسے **انت نفسك قائم** اور اسی طرح نفس اور عین کے لفظ کو ذکر کیا ہے کہ اگر ان کے علاوہ کلمات مثلاً **كلّ اجمع** وغیرہ سے ضمیر مرفوع متصل کی تاکید لائی جائے تو اسکو منفصل کے ساتھ مؤکد کرنا ضروری نہیں ہے جیسے **القوم جاء ونی کلهم اجمعون۔**

❸ تاکید بالمنفصل اولًا کی علت:۔ منفصل کے ساتھ تاکید لانے کی شرط اسلئے لگائی کہ اگر پہلے ضمیر منفصل کے ساتھ تاکید نہ لائی جائے تو بعض صورتوں میں تاکید کا فاعل کے ساتھ التباس لازم آئے گا مثلاً جب ضمیر مرفوع متصل مستتر کی تاکید لفظِ نفس اور عین کے ساتھ لائی جائے جیسے **زيد اكرمنى هو نفسه** اس میں اگر پہلے ضمیر مرفوع منفصل یعنی **هو** کے ساتھ تاکید نہ لائی جائے اور **زيد اكرمنى نفسه** کہا جائے تو معلوم نہ ہوگا کہ **نفسه، اكرم** کا فاعل ہے یا اس میں جو ضمیر مستتر ہے وہ فاعل ہے اور یہ اسکی تاکید ہے۔ چونکہ اس صورت میں التباس لازم آتا ہے اس التباس سے بچنے کیلئے اولاً تاکید لائی جائیگی لہٰذا باقیوں کو اس پر قیاس کیا جائے گا تاکہ سارے باب کا حکم ایک ہو جائے۔

☆☆☆

﴿الورقة الرابعة : فی النحو﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۱ھ

الشق الاوّل ......وَقَوْلُ اِمْرَئِ الْقَيْسِ (كَفَانِىْ وَلَمْ اَطْلُبْ قَلِيْلٌ مِنَ الْمَالِ) لَيْسَ مِنْهُ اَىْ مِنْ بَابِ التَّنَازُعِ لِفَسَادِ الْمَعْنٰى عَلٰى تَقْدِيْرِ تَوَجُّهِ كُلٍّ مِنْ كَفَانِىْ وَلَمْ اَطْلُبْ اِلٰى قَلِيْلٍ مِنَ الْمَالِ لِاسْتِلْزَامِهٖ عَدَمَ السَّعْيِ لِاَدْنٰى مَعِيْشَةٍ وَانْتِفَاءَ كِفَايَةِ قَلِيْلٍ مِنَ الْمَالِ وَثُبُوْتَ طَلَبِهِ الْمُنَافِىْ لِكُلٍّ مِنْهُمَا۔

عبارت پراعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ تنازع الفعلین کی تعریف کریں۔ عبارت کی وضاحت کریں۔ (ص۶۶۔امدادیہ)

﴿خلاصہ سوال﴾......اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) تنازع الفعلین کی تعریف (۴) عبارت کی وضاحت۔

جواب ...... ❶ <u>عبارت پر اعراب:</u>۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔

❷ <u>عبارت کا ترجمہ:</u>۔ اور امرء القیس کا قول (كَفَانِىْ وَلَمْ اَطْلُبْ قَلِيْلٌ مِنَ الْمَالِ) باب تنازع میں سے نہیں ہے، فسادِ معنیٰ کی وجہ سے کفانی اور لم اطلب میں سے ہر ایک کے قلیلٌ من المال کی طرف متوجہ ہونے کی تقدیر پر اس لئے کہ یہ (ہر فعل کا قلیل من المال کی طرف متوجہ ہونا، یہ تین باتوں کو) مستلزم ہے ① کمتر معیشت کے لئے کوشش نہ کرنا ② تھوڑے مال کا کافی نہ ہونا ③ اُس چیز کی طلب کا ثابت ہونا جو ان سابقہ دونوں باتوں میں سے ہر ایک کے منافی ہے۔

❸ <u>تنازع الفعلین کی تعریف:</u>۔ تنازع الفعلین کا مطلب یہ ہے کہ دو فعل آپس میں اس بات میں جھگڑا کریں کہ مابعد میں آنے والا اسم ظاہر میرا معمول ہے یعنی دونوں فعل مابعد والے اسم ظاہر میں عمل کرنے کا تقاضا کریں جیسے **ضربت واکرمت زیدا**۔

❹ <u>عبارت کی وضاحت:</u>۔ تنازع الفعلین میں نحاۃ بصرہ کے نزدیک دوسرے فعل کو عمل دینا اولیٰ ہے اور نحاۃ کوفہ کے نزدیک پہلے فعل کو عمل دینا اولیٰ ہے۔ نحاۃ کوفہ نے امرأ القیس کے قول **کفانی ولم اطلب قلیل من المال** سے استدلال کیا ہے کہ اس میں شاعر نے فعل اوّل کو عمل دیا ہے کہ اس قول میں **کفانی** اور **لم اطلب** دونوں **قلیلٌ من المال** کی طرف متوجہ ہیں پہلا فعل فاعل ہونے کی بناء پر **قلیلٌ من المال** کے مرفوع ہونے کا تقاضا کرتا ہے اور دوسرا فعل مفعول ہونے کی وجہ سے **قلیلٌ من المال** کے منصوب ہونے کا تقاضا کرتا ہے تو امراء القیس نے **قلیلٌ من المال** کو مرفوع پڑھ کر فعل اوّل کو عمل دیا۔ معلوم ہوا ہے کہ فعل اوّل کو عمل دینا اولیٰ ہے ورنہ فصیح و بلیغ شاعر فعل اوّل کو عمل نہ دیتا۔

مصنفؒ اس عبارت میں نحاۃ بصرہ کی جانب سے جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ کوفیوں کا امرأ القیس کے شعر سے استدلال کرنا درست نہیں ہے اسلئے کہ اگر اس شعر کو تنازع الفعلین سے بناتے ہوئے فعل اوّل کو عمل دیں تو معنی میں فساد لازم آئے گا۔ اس فساد کی تفصیل یہ ہے کہ شاعر کا قول **انما اسعی لادنی معیشةٍ** ادنی معیشت کی سعی نہ کرنے یعنی قلیل مال کے طلب نہ کرنے کو مستلزم ہے اسلئے کہ یہ جملہ مثبت ہے جو کہ **لَوْ** کے دخول کے بعد منفی ہو گیا' پس اگر شاعر کا قول **لم اطلب** قلیل المال کی طرف متوجہ ہو جیسا کہ نحاۃِ کوفہ کی رائے ہے تو یہ قلیل مال کے طلب کرنے کو مستلزم ہوگا' اسلئے کہ یہ جملہ منفی ہے جو کہ **لَوْ** کی جزاء پر

معطوف ہونے کی وجہ سے مثبت ہو گیا' تو دونوں مصرعوں میں تعارض پیدا ہو گیا کیونکہ پہلے مصرعہ سے قلیل مال کا طالب نہ ہونا اور دوسرے مصرعہ سے قلیل مال کا طالب ہونا لازم آ رہا ہے نیز پہلے مصرعہ سے قلیل مال کا کفایت نہ کرنا اور دوسرے مصرعہ سے قلیل مال کا طالب ہونا لازم آیا جو کہ خلافِ مقصود ہونے کی وجہ سے فاسد ہے پس معلوم ہوا کہ فعل ثانی اس اسم کی طرف متوجہ نہیں ہے جس کی طرف فعلِ اوّل متوجہ ہے بلکہ فعل اول قلیل من المال کی طرف متوجہ ہے اور فعل ثانی (**لم اطلب**) کا مفعول **العزو المجد** محذوف ہے اور اس پر قرینہ یہ دوسرا بیت ہے **وقد يدرك المجد المؤثل امثالي** اب معنی درست ہو جائیگا کہ میں ادنیٰ معیشت کی سعی نہیں کرتا اور مجھے قلیل مال کفایت بھی نہیں کرتا بلکہ میں ہمیشہ والی عظیم المرتبت بزرگی طلب کرتا ہوں اور میں اُسی کیلئے سعی و کوشش کرتا ہوں۔

الشق الثانی ...... **وَقَدْ يَكُوْنُ لِلتَّاكِيْدِ وَالنَّوْعِ وَالْعَدَدِ مِثْلُ جَلَسْتُ جُلُوْسًا وَجِلْسَةً وَجَلْسَةً فَالْاَوَّلُ اَیِ الَّذِیْ لِلتَّاكِيْدِ لَايُثَنّٰى وَلَايُجْمَعُ بِخِلَافِ اَخَوَيْهِ الَّذَيْنِ هُمَا لِلنَّوْعِ وَالْعَدَدِ۔** (ص۸۳۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں، وضاحت کریں، مفعول مطلق کی تعریف کریں اور مثال دیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کی وضاحت (۳) مفعول مطلق کی تعریف۔

جواب ...... ① **عبارت پر اعراب:۔** **كما مرّ فی السوال آنفا۔**

② **عبارت کی وضاحت:۔** اس عبارت میں ماتن رحمۃ اللہ علیہ نے مفعول مطلق کی اقسام کو بیان کیا ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ مفعول مطلق کی تین اقسام ہیں۔ ① مفعول مطلق برائے تاکید: وہ مصدر جو فعل مذکور کی محض تاکید کیلئے لایا گیا ہو اور یہ اسوقت ہے جب مصدر کا مدلول فعل کے مدلول سے زائد نہ ہو جیسے **جلست جلوسا** ② مفعول مطلق برائے عدد: وہ مصدر ہے جو یہ بتلائے کہ فعل مذکور کتنی بار واقع ہوا یعنی یہ بتلائے کہ فاعل سے جب فعل مذکور سرزد ہوا تو اسکی کیا تعداد تھی۔ جیسے **جلست جلسة، جلستين، جلسات** ③ مفعول مطلق برائے بیانِ نوع: وہ مصدر جو فعل کی نوعیت کو بیان کرے یعنی جب فاعل سے فعل واقع ہوا تو اس وقت فعل کی کیا نوعیت تھی اور یہ اسوقت ہوگا جب مصدر کا مدلول فعل مذکور کے مدلول کی جزء ہو جیسے **جلست جلسة**۔

مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مفعول مطلق کی تین اقسام میں سے پہلی قسم مفعول مطلق برائے تاکید تثنیہ اور جمع نہیں لائی جاتی البتہ دوسری اور تیسری قسم مفعول مطلق برائے عدد و بیان نوع مقصود کے موافق تثنیہ اور جمع لائی جاتی ہیں۔

③ **مفعول مطلق کی تعریف مع المثال:۔** مفعول مطلق وہ مصدر ہے جو فعل مذکور کے معنی میں ہو خواہ اس فعل کے مادہ سے ہو یا نہ ہو فعل مذکور کے مادہ سے ہو جیسے **ضربت ضربا** اور فعل مذکور کے مادے سے نہ ہو جیسے **قعدت جلوسا**۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۱ھ

الشق الاوّل ...... **وشذ اصبح ليل وافتد مخنوق واطرق كرا۔** (ص۱۰۵۔امدادیہ)

عبارت کی وضاحت کریں۔ **اطرق كرا** کہنے سے شکاری کی مراد واضح کریں۔ منادیٰ کی تعریف کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں تین امور کا حل مطلوب ہے (۱) عبارت کی وضاحت (۲) **اطرق كرا** سے شکاری کی مراد (۳) منادیٰ کی تعریف۔

جواب ...... ❶ عبارت کی وضاحت:۔ اس عبارت سے مصنف رحمہ اللہ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ سوال کی تقریر یہ ہے کہ آپ کا یہ کہنا کہ اسم جنس سے حرف نداء کو حذف کرنا جائز نہیں ہے یہ **اصبح لیل، افتد مخنوق** اور **اطرق کرا** کے ذریعہ منقوض ہے۔ اس لئے کہ **اصبح لیل** میں **لیل** اسم جنس ہے اور **اطرق کرا** میں **کرا** اسم جنس ہے اور ان سے حرف نداء کو حذف کردیا گیا ہے۔ تو مصنف رحمہ اللہ نے اس کا جواب یہ دیا کہ یہ شاذ ہے اور یہ ضابطہ کے خلاف ہے۔

❷ **اطرق کرا** سے شکاری کی مراد:۔ یہ ایک منتر ہے جس کے ذریعے شکاری لوگ کروان پرندے کا شکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ **اطرق کرا اطرق کرا فان النعامة فی القریٰ** (اے کروان سر نیچے جھکا لے اس لئے کہ شتر مرغ جو کہ تجھ سے بڑا ہے اسے شکار کرلیا گیا ہے اور وہ گاؤں میں پہنچا دیا گیا ہے پس تو کب چھوٹ کر جا سکتا ہے) کہتے ہیں کہ وہ اس منتر کے ذریعے نیچے آجاتا ہے اور شکار کرلیا جاتا ہے۔

❸ منادیٰ کی تعریف:۔ **المنادیٰ هو المطلوب اقباله بوجه او بقلب بحرف نائب مناب ادعو لفظا او تقديرا** (منادیٰ وہ ہے کہ جس کے متوجہ ہونے کو خواہ چہرہ سے یا دل سے اس حرف کے ذریعے طلب کیا جائے جو ادعو کے قائمقام ہے عام ہے کہ وہ حرف لفظی ہو یا تقدیری ہو) جیسے **یا زیدُ** یعنی اے زید میری طرف متوجہ ہو۔

الشق الثانی ...... **ويجوز حذف العامل فی الحال لقيام قرينة حالية كقولك للمسافر راشدا مهديا او مقالية كقولك راكبا لمن يقول كيف جئت**۔ (ص ۱۳۱۔ امدادیہ)

عبارت کی وضاحت کریں۔ لفظ **مھدیا** کی ترکیبی حیثیت کو واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حل دو امور ہیں (۱) عبارت کی وضاحت (۲) **مھدیا** کی ترکیبی حیثیت۔

جواب ...... ❶ عبارت کی وضاحت:۔ مصنف رحمہ اللہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ حال کے عامل کو قرینہ کے موجود ہونے کے وقت حذف کرنا جائز ہے عام ہے کہ وہ قرینہ حالیہ ہو یا قرینہ مقالیہ ہو۔ قرینہ حالیہ کی مثال جیسے مسافر کو کہا جائے **راشدا مھدیا** چونکہ مسافر سے متبادر شارع فی السفر ہوتا ہے اور یہاں یہی مراد ہے۔ اصل میں **سِرْ رَاشِدًا مَهْدِيًّا** تھا۔ اس میں راشداً حال ہے اسکا عامل محذوف ہے جو کہ **سر** ہے اور عامل کو بقرینہ حال مخاطب حذف کردیا۔ قرینہ مقالیہ کی مثال جیسے کوئی آدمی کسی آنیوالے کو کہے **کیف جِئْتَ** تو وہ جواب میں کہے **راکبا** اس میں **راکبا** حال ہے اور اسکا عامل جو کہ **جِئْتُ** ہے وہ محذوف ہے اصل عبارت **جئت راکبا** تھی اس پر قرینہ سائل کا سوال ہے کیونکہ جس چیز کے متعلق سائل سوال کر رہا ہے مجیب کا جواب بھی اسی کے متعلق ہے۔

❷ **مھدیا** کی ترکیبی حیثیت:۔ **مھدیا** کے منصوب ہونے کی دو وجہیں ہیں۔ ① یہ **راشدا** کی صفت ہے اور **راشدا** حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اور یہ اسکا تابع ہونے کی وجہ سے منصوب ہے ② یہ **راشدا** حال کے بعد دوسرا حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۱ھ

الشق الاول **اَلتَّوابِعُ وَهُوَ جَمْعُ تَابِعٍ مَنْقُوْلٌ عَنِ الْوَصْفِيَّةِ إِلَى الْاِسْمِيَّةِ وَالْفَاعِلُ الْاِسْمِيُّ يُجْمَعُ عَلٰی فَوَاعِلَ كَالْكَاهِلِ عَلَى الْكَوَاهِلِ وَالْمُرَادُ بِهَا تَوَابِعُ الْمَرْفُوعَاتِ وَالْمَنْصُوبَاتِ وَالْمَجْرُوْرَاتِ الَّتِیْ هِیَ اَقْسَامُ الْاِسْمِ**۔ (ص ۱۷۷۔ امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں۔ ترجمہ کریں۔ تابع کی تعریف کریں اقسام بیان کریں اور مثالیں دیں۔

﴿خلاصہ سوال﴾......اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) تابع کی تعریف واقسام مع امثلہ۔

جواب ...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ توابع، تابع کی جمع ہے جو وصفیت سے اسمیت کی طرف منقول ہے اور فاعل اسمی فواعل پر جمع لایا جاتا ہے جیسے کاہل کی جمع کواہل اور توابع سے مراد مرفوعات، منصوبات اور مجرورات کے وہ توابع ہیں جو اسم کی اقسام ہیں۔

❸ تابع کی تعریف واقسام مع امثلہ:۔ تابع ہر وہ دوسرا اسم ہے جو اپنے سے پہلے اسم کے اعراب کے ساتھ اعراب دیا گیا ہو ایک ہی جہت کے ساتھ۔

تابع کی پانچ اقسام ہیں ① نعت جیسے جاء نی رجل عالم ② عطف بالحرف جیسے جاء نی زیدٌ و بکرٌ ③ تاکید جیسے جاء نی زیدٌ نفسه ④ بدل جیسے جاء نی زید اخوك ⑤ عطف بیان جیسے قام ابو حفص عمر۔

الشق الثانی ......فَمِنْهُ : اَیْ الْمَرْفُوْعِ اَوْ مِمَّا اِشْتَمَلَ عَلٰی عَلَمِ الْفَاعِلِيَّةِ "اَلْفَاعِلُ" وَاِنَّمَا قَدَّمَهٗ : لِاَنَّهٗ اَصْلُ الْمَرْفُوْعَاتِ عِنْدَ الْجُمْهُوْرِ : لِاَنَّهٗ جُزْءُ الْجُمْلَةِ الْفِعْلِيَّةِ الَّتِیْ هِیَ اَصْلُ الْجُمَلِ : وَلِاَنَّ عَامِلَهٗ اَقْوٰی مِنْ عَامِلِ الْمُبْتَدَأِ وَقِيْلَ اَصْلُ الْمَرْفُوْعَاتِ الْمُبْتَدَأُ : لِاَنَّهٗ بَاقٍ عَلٰی مَاهُوَ الْاَصْلُ فِی الْمُسْنَدِ اِلَيْهِ ، وَهُوَ التَّقَدُّمُ ، بِخِلَافِ الْفَاعِلِ : وَلِاَنَّهٗ يُحْكَمُ عَلَيْهِ بِكُلِّ حُكْمٍ جَامِدٍ اَوْ مُشْتَقٍّ فَكَانَ اَقْوٰی ، بِخِلَافِ الْفَاعِلِ فَاِنَّهٗ لَايُحْكَمُ عَلَيْهِ اِلَّا بِالْمُشْتَقِّ ۔(ص۵۷۔امدادیہ) عبارت پر اعراب لگائیں، عبارت کا خلاصہ بیان کریں۔

﴿خلاصہ سوال﴾......اس سوال کا حل دو امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا خلاصہ۔

جواب ...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کا خلاصہ:۔ مرفوعات کی تعریف کرنے کے بعد مصنف رحمہ اللہ بالتفصیل اقسام کو ذکر کر رہے ہیں۔ پہلے فاعل کے متعلق ذکر فرمایا کہ مرفوعات میں سے فاعل ہے۔ علامہ جامی رحمہ اللہ نے فمنه کی ہ ضمیر کا مرجع بیان کرتے ہوئے دو احتمال بیان فرمائے ① اسکا مرجع المرفوع ہے جو المرفوعات سے سمجھا جا رہا ہے ② اسکا مرجع ما اشتمل علی علم الفاعلية ہے جو کہ مرفوعات کی تعریف کی گئی ہے۔

اس کے بعد شارح رحمہ اللہ فاعل کو بقیہ مرفوعات پر مقدم کرنے کی وجہ بیان کرتے ہیں کہ فاعل مرفوعات میں اصل ہے اس وجہ سے اسکو بقیہ اقسام پر مقدم کیا گیا ہے اور اصل ہونے کی دو وجہیں ہیں ① یہ مسند الیہ ہونے کی وجہ سے جملہ فعلیہ کا جزء ہے اور جملہ فعلیہ تمام جملوں میں سے اصل ہے اور اصل کا جزء ہونے کی وجہ سے یہ بھی اصل ہے ② اسکا عامل مبتداء کے عامل سے اقویٰ ہے۔

قیل سے غیر جمہور مثلاً علامہ زمخشری کا مذہب بیان کیا کہ بعض نحوی مبتداء کو مرفوع کی اصل مانتے ہیں انکی پہلی دلیل یہ ہے کہ وہ اپنی اصل پر قائم ہے کیونکہ مسند الیہ میں اصل یہ ہے کہ وہ مقدم ہو بخلاف فاعل کے وہ مقدم نہیں ہوتا دوسری دلیل یہ ہے کہ اس پر جامد اور مشتق دونوں کے ذریعہ حکم لگایا جاسکتا ہے۔ بخلاف فاعل کے اس پر صرف مشتق سے حکم لگایا جاتا ہے۔ لہٰذا مبتداء اقویٰ ہے۔

﴿الورقة الرابعة : فی النحو﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۲ھ

الشق الاوّل ......وَقَدْ يَكُونُ الْمُبْتَدأُ نَكِرَةً "وَإِنْ كَانَ الْاَصْلُ فِيْهِ اَنْ يَّكُوْنَ مَعْرِفَةً : لِاَنَّ لِلْمَعْرِفَةِ مَعْنًى مُعَيَّنًا وَالْمَطْلُوْبُ الْمُهِمُّ الْكَثِيْرُ الْوُقُوْعِ فِي الْكَلَامِ اِنَّمَا هُوَ الْحُكْمُ عَلَى الْاُمُوْرِ الْمُعَيَّنَةِ : وَلٰكِنَّهٗ لَايَقَعُ نُكِرَةً عَلَى الْاَطْلَاقِ بَلْ "اِذَا تَخَصَّصَتْ" تِلْكَ النِّكْرَةُ بِوَجْهٍ مَامِنْ وُجُوْهِ التَّخْصِيْصِ اِذْ بِالتَّخْصِيْصِ يَقِلُّ اشْتِرَاكُهَا فَتَقْرُبُ مِنَ الْمَعْرِفَةِ ۔ (ص۷۰۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں، عبارت کا خلاصہ بیان کریں، نکرہ کے مبتداء واقع ہونے کیلئے تخصیص کی تمام وجوہ کو بمع امثلہ مختصراً بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حاصل تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا خلاصہ (۳) نکرہ مخصصہ کے مبتداء واقع ہونے کی وجوہِ تخصیص مع امثلہ۔

جواب...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کا خلاصہ:۔ مذکورہ عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ مبتداء میں اگرچہ اصل یہ ہے کہ معرفہ ہو کیونکہ معرفہ میں ایک معین معنی ہوتا ہے اور کلام سے اہم مطلوب اور کثیر الوقوع بھی یہی ہے کہ امور معینہ پر حکم لگایا جاتا ہے اور معرفہ امور معینہ پر دلالت کرتا ہے لیکن بعض اوقات نکرہ میں وجوہ تخصیص میں سے کوئی وجہ تخصیص پائی جائے تو وہ نکرہ بھی مبتداء واقع ہوسکتا ہے کیونکہ نکرہ میں تخصیص کے ذریعہ اشتراک میں قلت ہوجاتی ہے اور وہ نکرہ معرفہ کے قریب ہوجاتا ہے اور قربِ شئ، شیئ کے حکم میں ہوتی ہے۔ لہٰذا تخصیص کی وجہ سے نکرہ معرفہ کے حکم میں ہوجانے کے بعد مبتداء واقع ہوسکتا ہے۔

❸ نکرہ مخصصہ کے مبتداء واقع ہونے کی وجوہ تخصیص مع امثلہ:۔ نکرہ مخصصہ کے مبتداء واقع ہونے کی بہت سی وجوہ ہیں ان میں سے چھ وجوہ کو مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے امثلہ کے ضمن میں بیان فرمایا ہے۔ ① صفت کے ذریعہ تخصیص پیدا ہوجائے تو یہ نکرہ بوجہ صفت کے معرفہ کے قریب ہونے کی وجہ سے مبتداء واقع ہوسکتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد **ولعبد مؤمن خير من مشرك**۔ اس مثال میں **عبد** صفت **مومن** کے ساتھ موصوف ہونے کی وجہ سے معرفہ کے قریب ہونے کی وجہ سے مبتداء بن رہا ہے۔

② نکرہ میں متکلم کے علم کی وجہ سے بھی تخصیص پیدا ہوجاتی ہے جیسا کہ **ارجل فی الدار ام امراة** میں **رجل** نکرہ مخصصہ ہے اسلئے مبتداء ہے۔ اسی کو عبارت میں اس طرح تعبیر کرتے ہیں کہ جب نکرہ استفہام اور ام متصلہ کے درمیان واقع ہو تو مبتداء بن سکتا ہے۔

③ نکرہ جب نفی کے تحت واقع ہو تو عموم افراد کا فائدہ دیتا ہے اور عموم افراد میں تو حد ہوتا ہے۔ اور وہ معرفہ کے قریب ہونے کی وجہ سے مبتداء واقع ہوتا ہے جیسے **وما احد خير منك** ۔ احد نکرہ ہے جو حرف نفی کے بعد واقع ہے۔ تخصیص کی وجہ سے مبتداء واقع ہونا درست ہے اسی کو دوسرے الفاظ میں اس طرح تعبیر کرتے ہیں کہ وہ نکرہ جسمیں صفت عموم کیوجہ سے تخصیص آ گئی ہو وہ نکرہ مبتداء بن سکتا ہے۔

④ نکرہ میں تخصیص پیدا ہو بطریق تخصیص فاعل یا صفت محذوف کیوجہ سے تو یہ نکرہ بھی مبتداء بن سکتا ہے جیسے **شر اهر ذا ناب** اس مثال میں **شر** کی فاعل کے ساتھ مشابہت ہے اور یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ اسکی صفت عظیم محذوف ہے جس کی وجہ سے

تخصیص پیدا ہوگئی ہے لہٰذا اس نکرہ کا مبتداء واقع ہونا درست ہے۔

⑤ کبھی تقدیم ماحقہ التاخیر کے ذریعہ یعنی نکرہ پر کسی ایسی چیز کو مقدم کرلیا جائے جسکا حق مؤخر ہو تو یہ تقدیم بھی نکرہ میں تخصیص پیدا کردیتی ہے جیسے **فی الدار رجل** میں **رجل** نکرہ ہے اور خبر کے مقدم ہونے کی وجہ سے **رجل** باوجود نکرہ کے مبتداء واقع ہورہا ہے۔

⑥ نسبت الی المتکلم کے ذریعہ یعنی ہر وہ نکرہ جسمیں متکلم کی طرف نسبت کرنے سے تخصیص پیدا ہوجائے اس کو بھی مبتداء بنانا جائز ہے جیسے **سلام علیك** اس مثال میں **سلام** نکرہ ہے مگر متکلم کی طرف نسبت کرنے کی وجہ سے اسمیں تخصیص پیدا ہوگئی ہے۔

الشق الثانی ...... "وَقَدْيَكُوْنُ "اَلْمَفْعُوْلُ الْمُطْلَقُ "بِغَيْرِ لَفْظِهٖ" اَیْ مُغَايِرَ اللَّفْظِ فِعْلَهٗ : اِمَّا بِحَسْبِ الْمَادَةِ : مِثْلُ : قَعَدْتُ جُلُوْسًا وَاِمَّا بِحَسْبِ الْبَابِ نَحْوُ: اَنْبَتَ اللّٰهُ نَبَاتًا ، وَسِيْبَوِيْهِ يُقَدِّرُلَهٗ عَامِلًا مِنْ بَابِهٖ: اَیْ قَعَدْتُ وَجَلَسْتُ جُلُوْسًا وَاَنْبَتَ اللّٰهُ فَنَبَتَ نَبَاتًا "وَقَدْ يُحْذَفُ الْفِعْلُ" اَلنَّاصِبُ لِلْمَفْعُوْلِ الْمُطْلَقِ "لِقِيَامِ قَرِيْنَةٍ جَوَازًا ، كَقَوْلِكَ لِمَنْ قَدِمَ مِنْ سَفَرِهٖ" خَيْرَ مَقْدَمٍ"۔ (ص۸۴۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں، عبارت کا خلاصہ بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال کا حل دو امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا خلاصہ۔

جواب ...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

❷ عبارت کا خلاصہ:۔ مفعول مطلق میں اصل یہ ہے کہ وہ اپنے فعل مذکور کے لفظ سے ہو جیسے **جلست جلوسا** لیکن بسا اوقات وہ اپنے فعل کے لفظ سے مغایر ہوتا ہے اور یہ مغایرت یا تو صرف بحسب المادۃ ہوگی یعنی باب ایک ہوگا لیکن مادہ الگ الگ ہوگا جیسے **قعدت جلوسا** یا صرف حسب الباب ہوگی یعنی مادہ تو ایک ہی ہوگا لیکن باب ایک دوسرے کے مغایر ہوگا جیسے **انبت الله نباتا** اور کبھی باب و مادہ دونوں اعتبار سے مغایرت ہوگی جیسے **فاوجس فی نفسه خیفة موسیٰ** یہ جمہور کا مذہب ہے لیکن امام سیبویہ کہتے ہیں کہ جسطرح مفعول مطلق اور اسکے فعل کے درمیان معنی میں اتحاد ضروری ہے اسی طرح لفظ میں بھی اتحاد ضروری ہے چنانچہ وہ مذکورہ دونوں امثلہ میں مفعول مطلق کے لفظ سے عامل کو مقدر مانتے ہیں چنانچہ یوں کہتے ہیں **قعدت جلوسا** کی تقدیر **قعدت وجلست جلوسا** اور **انبت الله نباتا** کی تقدیر **انبته الله فنبت نباتا** ہے۔ بسا اوقات مفعول مطلق کے فعل ناصب کو قرینہ کی موجودگی میں جوازی طور پر حذف کردیا جاتا ہے جیسے سفر سے واپس آنے والے کو **خیر مقدم** کہے۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۲ھ

الشق الاوّل ...... "وَقَدِ اسْتَعْمَلُوْا" يَعْنِی الْعَرَبُ "صِيْغَةَ النِّدَاءِ" يَعْنِیْ يَاخَاصَةً فِی الْمَنْدُوْبِ : لِاَنَّهٗ لَايَدْخُلُ عَلَيْهِ سِوَاهَا لِكَوْنِهَا اَشْهَرَصِيَغِهَا ، فَكَانَتْ اَوْلٰى بِاَنْ يُتَوَسَّعَ فِيْهَا بِاِسْتِعْمَالِهَا فِیْ غَيْرِ الْمُنَادٰى۔ وَالْمَنْدُوْبِ فِی اللُّغَةِ : مَيِّتٌ يَبْكِیْ عَلَيْهِ اَحَدٌ وَيُعَدُّ مَحَاسِنَهٗ لِيَعْلَمَ النَّاسُ اَنَّ مَوْتَهٗ اَمْرٌ عَظِيْمٌ لِيَعْذِرُوْهُ فِی الْبُكَاءِ وَيُشَارِكُوْهُ فِی التَّفَجُّعِ ۔ وَفِی الْاِصْطِلَاحِ : هُوَالْمُتَفَجَّعُ عَلَيْهِ وُجُوْدًا اَوْ عَدَمًا ۔ (ص۱۰۳۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں۔ عبارت کا خلاصہ بیان کریں۔ **متفجع علیه وجودا وعدما** کی مکمل وضاحت کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا خلاصہ (۳) **متفجع علیه وجود اأو عدما** کی وضاحت۔

جواب ...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

❷ عبارت کا خلاصہ:۔ اس عبارت میں علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ نے **یاء** حرف ندا کے متعلق ایک فائدہ ذکر کیا ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ اھلِ عرب بسا اوقات حروفِ نداء میں سے یاء کو خصوصاً منادیٰ مندوب میں استعمال کرتے ہیں اسکے علاوہ کسی صیغہ کو ندب میں استعمال نہیں کرتے اس لئے کہ یاء منادیٰ کے صیغوں میں سے سب سے زیادہ مشہور ہے اور اسکی شہرت اس لائق تھی کہ اس میں وسعت دی جائے اور اسکی وسعت کی یہی صورت تھی کہ منادیٰ اور مندوب دونوں میں استعمال کیا جائے۔ پھر مندوب کی لغوی اور اصطلاحی تعریف کی فرمایا کہ لغت میں مندوب اس میت کو کہتے ہیں جس پر کوئی ایک اس کے محاسن کو یاد کر کے روئے تا کہ لوگوں کو اس بات کا علم ہو جائے کہ اس کی موت ایک امرِ عظیم ہے اور اسکو رونے پر معذور سمجھتے ہوئے خود بھی اس کے افسوس میں شریک ہو جائیں اور اصطلاح میں مندوب وہ ہے جس کے وجود یا عدم کی صورت میں حرف **واؤ** یا **یاء** داخل کر کے دردمندی کا اظہار کیا جائے۔

❸ **متفجع علیه وجودا او عدما** کی وضاحت:۔ عبارت مذکورہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ماتن نے مندوب کی تعریف میں جو **متفجع علیه** کا لفظ بولا ہے علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس میں تعمیم ہے **متفجع علیه وجودا** اور **متفجع علیه عدما** دونوں کو شامل ہے۔ **متفجع علیه عدما** کا مطلب یہ ہے کہ جس کے نہ ہونے پر گریہ کیا جائے مثلاً وہ میت جس پر رونے والا "وا" "یا" "یاء" کے ساتھ روئے اور گریہ کرے جیسے **وازیداه** یا **زیداه** اور **متفجع علیه وجودا** کا مطلب یہ ہے جس کے وجود پر گریہ کیا جائے مثلاً مصیبت، حسرت اور سختی جو میت کے نہ ہونے کے وقت حاصل ہو کہا جاتا ہے **واحسرتاه وا مصیبتاه** کیونکہ یہ میت کے نہ ہونے کے وقت گریہ کرنے والے کو لاحق ہوتی ہے۔

الشق الثانی ...... **اَلرَّابِعُ مِنْ تِلْكَ الْمَوَاضِعِ الَّتِیْ وَجَبَ حَذْفُ النَّاصِبِ لِلْمَفْعُوْلِ بِهٖ فِیْهَا اَلتَّحْذِیْرُ : وَاِنَّمَا وَجَبَ حَذْفُ الْفِعْلِ فِیْهِ لِضِیْقِ الْوَقْتِ عن ذِکْرِهٖ وَهُوَ فِی اللُّغَةِ تَخْوِیْفُ شَیْئٍ عَنْ شَیْئٍ وَتَبْعِیْدِهٖ مِنْهُ ، وَفِیْ اِصْطِلَاحِ النُّحَاةِ مَعْمُوْلٌ اَیْ اِسْمٌ عَمِلَ فِیْهِ النَّصْبَ بِالْمَفْعُوْلِیَّةِ بِتَقْدِیْرِ اِتَّقِ تَحْذِیْرًا : اَیْ حُذِرَ ذٰلِكَ الْمَعْمُوْلُ تَحْذِیْرًا : فَیَکُوْنُ مَفْعُوْلًا مُطْلَقًا ، اَوْ ذُکِرَ تَحْذِیْرًا : فَیَکُوْنُ مَفْعُوْلًا لَهٗ** ۔ (ص۱۱۳۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں، عبارت کا خلاصہ بیان کریں۔ **ایاك والاسد، ایاك وان تحذف** ان دونوں مثالوں کی وضاحت کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں تین امور توجہ طلب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا خلاصہ (۳) **ایاك والاسد، ایاك وان تحذف** دونوں مثالوں کی وضاحت۔

جواب ...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

❷ عبارت کا خلاصہ:۔ اس عبارت میں مفعول بہ کے عامل ناصب کو وجوبی طور پر حذف کرنے کی چوتھی جگہ تحذیر کا ذکر ہے۔ اور اس جگہ مفعول بہ کے ناصب کو حذف کرنے کا وجوب تنگیٔ وقت اور قلتِ فرصت کی وجہ سے ہے۔ اور تحذیر کا لغوی معنی کسی چیز کو کسی دوسری چیز سے ڈرانا اور دور رکھنا ہے اور نحویوں کی اصطلاح میں تحذیر وہ ہے جو اتق یا بعد فعل مقدر کا معمول ہو۔ یعنی تحذیر ایسا اسم ہے

جس میں مفعولیت کی بناء پر نصب والا عمل کیا جائے اتق مقدر کے ساتھ۔ آخر میں لفظ تحذیراً کی ترکیبی حیثیت بیان کی ہے کہ تحذیراً یا تو فعل مقدر کا مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے منصوب ہے یا ذکر فعل کا مفعول لہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

۳ **ایاك والاسد، ایاك وان تحذف دونوں مثالوں کی وضاحت:۔** علامہ جامی رحمہ اللہ نے تحذیر کی قسم اوّل کی دو مثالیں اس لئے ذکر کی ہیں تا کہ اس بات پر تنبیہ ہو کہ قسم اوّل میں محذر منہ میں تعیم ہے۔ خواہ اسم صریحی ہو یا اسم تاویلی ہو۔ پہلی مثال میں محذر منہ (الاسد) اسم صریحی ہے اور دوسری مثال میں محذر منہ (ان تحذف) اسم تاویلی ہے۔ اس لئے کہ یہ فعل مضارع ہے جو اَنْ ناصبہ مصدریہ کی وجہ سے مصدر کی تاویل میں ہے یا اس بات پر تنبیہ کرنے کے لئے دو مثالیں ذکر کی ہیں کہ محذر منہ کبھی اسم ذات ہوتا ہے جیسے الاسد اسم ذات ہے اور کبھی محذر منہ اسم صفت ہوتا ہے جیسے **ان تحذف** یہ اسم صفت ہے۔ ان دونوں مثالوں کی اصل **بعد نفسك من الاسد وبعد الاسد من نفسك، بعد نفسك عن حذف الارنب وبعد حذف الارنب عن نفسك** ہے۔ حذف کا معنی لکڑی سے خرگوش کو مارنا ہے پہلی مثال میں **ایاك والاسد** اس طرح بنا کہ معطوف سے **من نفسك** کو حذف کر دیا معطوف علیہ میں اس کے ذکر پر اکتفاء کرتے ہوئے اور معطوف علیہ میں **من الاسد** کو حذف کر دیا معطوف میں اس کے ذکر پر اکتفاء کرتے ہوئے۔ پھر تنگی وقت کے پیش نظر فعل ناصب کو حذف کر دیا اور ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے نفس کو بھی حذف کر دیا اور ضمیر متصل منفصل بن گئی تو **ایاك والاسد** ہوگیا۔ (**هكذا مثال الثاني**)۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۲ھ

الشق الاول ...... "وَتُوصَفُ النَّكِرَةُ لَا الْمَعْرِفَةُ بِالْجُمْلَةِ الْخَبْرِيَّةِ" اَلَّتِیْ هِیَ فِیْ حُكْمِ النَّكِرَةِ: لِاَنَّ الدَّلَالَةَ عَلٰی مَعْنًی فِیْ مَتْبُوْعِهٖ كَمَا تُوْجَدُ فِی الْمُفْرَدِ كَذٰلِكَ تُوْجَدُ فِی الْجُمْلَةِ الْخَبْرِيَّةِ۔ وَاِنَّمَا قَيَّدَ الْجُمْلَةَ بِالْخَبْرِيَّةِ: لِاَنَّ الْاِنْشَائِيَّةَ لَا تَقَعُ صِفَةً اِلَّا بِتَاوِيْلٍ بَعِيْدٍ كَمَا اِذَا قُلْتَ: جَاءَنِیْ رَجُلٌ اَضْرِبْهُ: اَیْ مَقُوْلٌ فِیْ حَقِّهٖ اِضْرِبْهُ اَیْ مُسْتَحَقٌّ لِاَنْ يُّؤْمَرَ بِضَرْبِهٖ۔ (ص۱۸۰۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر خلاصہ بیان کریں۔ درج ذیل جملہ کی ترکیب کریں **لان الانشائية لاتقع صفة الابتاويل بعيد۔**

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں تین امور حل طلب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا خلاصہ (۳) مذکورہ جملہ **لان الانشائية الخ** کی ترکیب۔

جواب ...... ۱ **عبارت پر اعراب:۔** **کما مرّفی السوال آنفا۔**

۲ **عبارت کا خلاصہ:۔** اس عبارت میں نکرہ کی صفت کے متعلق ایک ضابطہ ذکر کیا گیا ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ اگر موصوف نکرہ ہو تو اسکی صفت جملہ خبریہ کو بنایا جا سکتا ہے اگر چہ جملہ خبریہ نہ نکرہ ہوتا ہے اور نہ معرفہ ہوتا ہے البتہ جملہ خبریہ من حیث الجملہ نکرہ کے حکم میں ہوتا ہے۔ باقی جملہ خبریہ نکرہ کی صفت اسلئے واقع ہو سکتا ہے کہ صفت کیلئے معنی حاصل فی المتبوع پر دال ہونا ضروری ہے اور یہ بات جس طرح مفرد میں پائی جاتی ہے اسی طرح جملہ خبریہ میں بھی پائی جاتی ہے اسلئے مفرد کی طرح جملہ خبریہ کا نکرہ کی صفت بننا صحیح ہے۔ باقی جملہ انشائیہ نکرہ کی صفت نہیں بن سکتا اس لئے کہ موصوف اگر نکرہ ہو تو صفت تخصیص کا فائدہ دیتی ہے اور موصوف اگر

معرفہ ہوتو صفت توضیح کا فائدہ دیتی ہے۔ پس صفت کا ثابت ہونا ضروری ہے تاکہ وہ موصوف کی تخصیص یا توضیح کا فائدہ دے اور جملہ انشائیہ یہ ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس سے مراد طلب ہوتی ہے اسی وجہ سے یہ صفت نہیں بن سکتا۔ البتہ تاویل بعید کے ساتھ صفت بن سکتا ہے مثلاً جب کہا جائے **جاء نی رجل اضربه** تو اس کی تاویل اس طرح ہوگی **جاء نی رجل مقول فی حقه اضربه** چونکہ بغیر تاویل جملہ انشائیہ صفت نہیں بن سکتا اسلئے مصنف نے مطلقاً کہہ دیا کہ نکرہ کی صفت جملہ خبریہ کو بنایا جاسکتا ہے۔

۳ <u>مذکورہ جملہ لان الانشائیة الخ کی ترکیب:</u>۔ لام تعلیلیہ ان حرف مشبہ بالفعل **الانشائیة** اسکا اسم **لا** نافیہ **تقع** فعل **هی** ضمیر فاعل **صفة** مستثنیٰ منہ **الا** استثنائیہ **بلء** جار تاویل بعید موصوف صفت ملکر مجرور، جار اپنے مجرور سے ملکر صفتہ محذوف کے متعلق ہوکر مستثنیٰ، مستثنیٰ منہ اپنے مستثنیٰ سے ملکر مفعول بہ۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر "انَّ" کی خبر "انَّ" اپنے اسم وخبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر تعلیل ہوئی ماقبل والے جملے کی۔

الشق الثانی ...... **مَفْعُوْلُ مَالَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهٗ اَیْ مَفْعُوْلُ فِعْلٍ وَشِبْهِهٖ فَعْلٍ لَمْ يُذْكَرْ فَاعِلُهٗ ، وَاِنَّمَا لَمْ يَفْصِلْهُ عَنِ الْفَاعِلِ وَلَمْ يَقُلْ: وَمِنْهُ كَمَا فَصَّلَ الْمُبْتَدَأَ حَيْثُ قَالَ: وَمِنْهَا الْمُبْتَدَأُ لِشِدَّةِ اِتِّصَالِهٖ بِالْفَاعِلِ حَتّٰى سَمَّاهُ بَعْضُ النُّحَاةِ فَاعِلًا "كُلُّ مَفْعُوْلٍ حُذِفَ فَاعِلُهٗ" اَیْ فَاعِلُ ذٰلِكَ الْمَفْعُوْلِ:وَاِنَّمَا اُضِيْفَ اِلَى الْمَفْعُوْلِ لِمُلَابَسَةِ كَوْنِهٖ فَاعِلًا لِفِعْلٍ مُتَعَلِّقٍ بِهٖ "وَاُقِيْمَ هُوَ مَقَامَهٗ"**۔ (ص ٦٦۔ امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں۔ درج ذیل عبارت کی وضاحت کریں۔

﴿خلاصہ سوال﴾ ...... اس سوال کا خلاصہ دو امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کی وضاحت۔

جواب ...... ۱ <u>عبارت پر اعراب:</u>۔ **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

۲ <u>عبارت کی وضاحت:</u>۔ اس عبارت میں مفعول مالم یسم فاعلہ کی تعریف کا ذکر ہے شارح رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تشریح کرتے ہوئے بتلایا کہ مالم یسم میں جو ما ہے اس سے مراد فعل اور شبہ فعل ہے اور مالم یسم مجازی طور پر لم یذکر کے معنی میں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس فعل یا شبہ فعل کا مفعول جس کے فاعل کا ذکر نہ کیا گیا ہو۔ باقی رہی یہ بات کہ مرفوعات کی بقیہ اقسام کی طرح **ومنه الفاعل** اور **ومنها المبتداء والخبر** کی طرح اسکو منہ کہہ کر ذکر نہیں کیا اس لئے کہ **مفعول مالم یسم فاعله** فاعل کے ساتھ اتنا شدید اتصال رکھتا ہے یہاں تک کہ بعض نحوی اسے فاعل ہی کہتے ہیں۔ اسی شدت اتصال کا تقاضا یہ ہے کہ اسکو جدا نہ رکھا جائے۔ اور **مفعول مالم یسم فاعله** کی تعریف کرتے ہوئے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ **مفعول مالم یسم فاعله** ہر اس مفعول کا نام ہے جس مفعول کے فاعل کو حذف کر کے اسکی جگہ اس مفعول کو ٹھہرالیا گیا ہو۔ رہا یہ سوال کہ مفعول کا فاعل نہیں ہوتا بلکہ فعل کا فاعل ہوتا ہے علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ فاعل کی نسبت مفعول کی طرف ادنیٰ ملابست (یعنی دونوں ایک ہی فعل کے معمول ہیں) کی وجہ سے ہے۔

﴿الورقة الرابعة: فی النحو﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۳ھ

الشق الاوّل ...... **"وَقَدْ يَتَعَدَّدُ الْخَبَرُ" مِنْ غَيْرِ تَعَدُّدِ الْمُخْبَرِ عَنْهُ، فَيَكُوْنُ اِثْنَيْنِ فَصَاعِدًا، وَذٰلِكَ التَّعَدُّدُ**

اِمَّا بِحَسْبِ اللَّفْظِ وَالْمَعْنٰی جَمِیْعًا، وَیُسْتَعْمَلُ ذٰلِكَ عَلٰی وَجْهَیْنِ بِالْعَطْفِ مِثْلُ: زَیْدٌ عَالِمٌ وَعَاقِلٌ، وَبِغَیْرِ الْعَطْفِ، مِثْلُ: زَیْدٌ عَالِمٌ عَاقِلٌ، وَاِمَّا بِحَسْبِ اللَّفْظِ فَقَطْ، نَحْوُ: هٰذَا حُلْوٌ حَامِضٌ، فَاِنَّهُمَا فِی الْحَقِیْقَةِ خَبَرٌ وَاحِدٌ اَیْ مُزٌّ، وَفِیْ هٰذِهِ الصُّوْرَةِ تَرْكُ الْعَطْفِ اَوْلٰی، وَنَظَرُ بَعْضِ النُّحَاةِ اِلٰی صُوْرَةِ التَّعَدُّدِ وَجَوَازُ الْعَطْفِ۔

عبارت پر اعراب لگائیں۔ عبارت کا خلاصہ بیان کریں۔ درج ذیل عبارت کی وضاحت کریں۔ (ص ۴۷۔امدادیہ)

﴿ خلاصۂ سوال ﴾...... اس کا حاصل دو امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا خلاصہ۔

جواب ...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کا خلاصہ:۔ صاحب کافیہ کی مذکورہ عبارت کا حاصل یہ ہے کہ کبھی مبتداء کے تعدد کے بغیر خبر متعدد ہوتی ہے۔ مخبر عنہ یعنی مبتداء کے متعدد ہونے کی صورت میں خبر کا متعدد ہونا کثیر الوقوع ہے لیکن بسا اوقات مبتدا ایک ہوتا ہے اور اسکی خبریں دو یا اس سے زائد بھی ہوتی ہیں۔ تعدد یا تو لفظ اور معنی دونوں کے اعتبار سے ہوگا یا فقط لفظ کے اعتبار سے ہوگا۔ اگر تعددِ خبر لفظ اور معنی دونوں کے اعتبار سے ہو تو اسکا استعمال دو طریقوں سے ہوتا ہے۔ ① عطف کے ساتھ جیسے **زید عالم و عاقل** ② عطف کے بغیر جیسے **زید عالم عاقل**۔ اگر تعددِ خبر فقط لفظ کے اعتبار سے ہو جیسے **ھذا حلو حامض**۔ تو حقیقت میں یہ صرف ایک ہی خبر ہے اس لئے کہ ان دونوں سے مقصود **حلو** اور **حامض** کی درمیانی کیفیت کو بیان کرنا ہے۔ اس صورت میں ترکِ عطف اولیٰ ہے اس لئے کہ حقیقت میں خبر متعدد نہیں ہے۔ چونکہ صورۃً تعدد ہے اس لئے نحویوں نے صورۃً تعدد کے پیشِ نظر عطف کو جائز رکھا ہے۔

الشق الثانی ...... (وَقَدْ یُحْذَفُ الْفِعْلُ) اَلْعَامِلُ فِی الْمَفْعُوْلِ بِهٖ (لِقِیَامِ قَرِیْنَةٍ) مَقَالِیَةً اَوْ حَالِیَةً (جَوَازًا)، نَحْوُ، "زَیْدًا" لِمَنْ قَالَ: مَنْ اَضْرِبُ؟ اَیْ اِضْرِبْ زَیْدًا، فَحُذِفَ الْفِعْلُ لِلْقَرِیْنَةِ الْمَقَالِیَةِ الَّتِیْ هِیَ السُّوَالُ، وَنَحْوُ: "مَكَّةَ" لِلْمُتَوَجِّهِ اِلَیْهَا: اَیْ تُرِیْدُ مَكَّةَ، فَحُذِفَ الْفِعْلُ لِلْقَرِیْنَةِ الْحَالِیَةِ۔ (ص ۸۹۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر خلاصہ بیان کریں۔ درج ذیل عبارت کی وضاحت کریں **المفعول به هو ماوقع علیه فعل الفاعل**۔

﴿ خلاصۂ سوال ﴾...... اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا خلاصہ (۳) **والمفعول به هو ما وقع الخ** کی وضاحت۔

جواب ...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کا خلاصہ:۔ اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ مفعول بہ میں اصل تو یہ ہے کہ اسکے فعل ناصب کو ذکر کیا جائے لیکن بسا اوقات اسکے عامل کو حذف بھی کر دیتے ہیں بشرطیکہ کوئی قرینہ موجود ہو خواہ وہ قرینہ مقالیہ ہو یا حالیہ ہو۔ پھر حذف کی بھی دو صورتیں ہیں حذف جوازی حذف وجوبی۔ اس عبارت میں صرف حذف جوازی کو ذکر کیا گیا ہے۔ قرینہ مقالیہ کی مثال جیسے **زیدا** اس شخص کے جواب میں جو یہ کہے **مَنْ اَضْرِبُ** (میں کس کو ماروں) تو مجیب جواب میں صرف **زیدا** کہہ سکتا ہے یعنی زید کو **اضرب زیدا** کہنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اس محذوف پر سائل کا سوال جو کہ قرینہ مقالیہ ہے دلالت کر رہا ہے۔ اور اگر **اضرب زیدا** کہنا چاہے تو یہ بھی کہہ سکتا ہے۔ قرینہ حالیہ کی مثال جیسے جو شخص مکہ کی جانب ارادۂ حج سے متوجہ ہوا سے کہا جائے **مَكَّةَ** یہ فعل محذوف **ترید** کا مفعول بہ ہے اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں **اترید مكة** قرینہ حالیہ یعنی حج کیلئے جانا اس پر دال ہے کہ فعل محذوف ہے۔

③ **والمفعول به هو ما وقع الخ کی وضاحت:۔** اس عبارت میں مفعول بہ کی تعریف کی گئی ہے کہ مفعول بہ وہ اسم ہے کہ جس پر فاعل کا فعل واقع ہو۔ ما سے مراد اسم ہے بوجہ مفعول مطلق کی تعریف میں ذکر کے اس جگہ ما کے لفظ پر اکتفاء کیا گیا۔ اور **وقع علیه فعل الفاعل** سے مراد فعل کا اس کے ساتھ تعلق ہونا ہے بلا واسطہ حرف جر کے چنانچہ **نعبد ایاك** میں **ایاك** ضمیر مفعول پر مفعول بہ کی تعریف صادق آرہی ہے اور **مررت بزید** میں **زید** پر یہ تعریف صادق نہیں آرہی۔ اس لئے کہ پہلی مثال میں بلا واسطہ حرف جر کے فعل کا تعلق ہے اور دوسری مثال میں اگرچہ مرورِ فعل کا **زیــد** کے ساتھ تعلق تو ہے لیکن حرف جر کے واسطہ سے ہے اسلئے وہ مفعول بہ نہیں ہے **وقع علیه فعل الفاعل** کی قید سے مفعول لہٗ مفعول معہ اور مفعول فیہ اس تعریف سے خارج ہو گئے کیونکہ فاعل کا فعل ان پر واقع نہیں ہے بلکہ یہ فاعل کا فعل اسمیں یا اس کے لئے یا اس کے ساتھ ہے اور اسی طرح مفعول مطلق بھی تعریف سے خارج ہو گیا کیونکہ یہ فعل کے مغایر ہوتا ہے بخلاف مفعول مطلق کے وہ فعل مذکور کی جز ہوتا ہے نہ کہ مغایر۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۳ھ

الشق الاول ......(وَشَرْطُ نَصْبِهٖ) اَیْ شَرْطُ نَصْبِ الْمَفْعُوْلِ فِیْهِ (تَقْدِیْرُ فِیْ) اِذَا التَّلَفُّظُ بِهَا یُوْجِبُ الْجَرَّ (وَظُرُوْفُ الزَّمَانِ کُلِّهَا) مُبْهَمًا کَانَ الزَّمَانُ اَوْ مَحْدُوْدًا (تُقْبَلُ ذٰلِكَ) اَیْ تَقْدِیْرَ فِیْ: لِاَنَّ الْمُبْهَمَ مِنْهَا جُزْءُ مَفْهُوْمِ الْفِعْلِ فَیَصِحُّ اِنْتِصَابُهٗ بِلَاوَاسِطَةٍ کَالْمَصْدَرِ وَالْمَحْدُوْدُ مِنْهَا مَحْمُوْلٌ عَلَیْهِ: اَیْ عَلَی الْمُبْهَمِ لِاشْتِرَاکِهِمَا فِی الزَّمَانِیَّةِ، نَحْوُ: صُمْتُ دَهْرًا وَاَفْطَرْتُ الْیَوْمَ۔ (ص۱۱۶۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں۔ عبارت کا خلاصہ بیان کریں۔ درج ذیل عبارت کی وضاحت کریں **وظروف المکان ان کان مبهما قبل ذلك والافلا۔**

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں۔ (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا خلاصہ (۳) **وظروف المکان ان کان الخ** کی وضاحت۔

جواب ...... ① **عبارت پر اعراب:۔** کما مرّ فی السوال آنفا۔

② **عبارت کا خلاصہ:۔** مصنف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مجرور بفی بھی مفعول فیہ ہے اسی وجہ سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مفعول فیہ کے منصوب ہونے کی شرط یہ ہے کہ فی مقدر ہو اسلئے کہ اگر فی ملفوظ ہوگا تو مفعول فیہ منصوب نہیں ہوگا بلکہ مجرور ہوگا۔ پھر فرمایا کہ ظروف زمان خواہ مبہم ہوں یا محدود ہوں **تقدیر فی** کو قبول کرتے ہیں۔ مبہم تو اس لئے کہ زمانِ مبہم فعل کے مفہوم کا جزء ہے۔ لہٰذا بلا واسطہ حرف جر کے اس کا منصوب ہونا صحیح ہے کیونکہ یہ قاعدہ مسلم ہے کہ جب فعل کے جزء کو علیحدہ مستقل طور پر ذکر کیا جائے تو اسکا بلا واسطہ حرف جر کے منصوب ہونا درست ہوتا ہے جیسا کہ مفعول مطلق۔ چونکہ زمان مبہم بھی فعل کے مفہوم کا جزء ہے اور علیحدہ مستقل طور پر مذکور ہے۔ لہٰذا اس کا بلا واسطہ حرف جر کے منصوب ہونا درست ہے اور زمانِ محدود تقدیرِ فی کو اسلئے قبول کرتا ہے کہ وہ زمانِ مبہم پر محمول ہے اور حمل کی وجہ یہ ہے کہ وہ ظرف و زمان ہونے میں شریک ہیں۔ زمان مبہم کی مثال جیسے **صمت دهرا** اور زمان محدود کی مثال جیسے **افطرت الیومَ**۔

③ **وظروف المکان ان کان الخ کی وضاحت:۔** مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت کی حاصل یہ ہے کہ اگر مفعول فیہ

ظرف مکان ہوتو پھر اسکی دوقسمیں ہیں ① مکان مبہم ② مکان محدود۔ اگر ظرف مکان مبہم ہوتو وہ تقدیر فی کو قبول کرتا ہے بوجہ محمول ہونے مکان مبہم کے زمان مبہم پر کیونکہ یہ دونوں وصفِ ابہام میں مشارک ہیں اور اگر مکان محدود ہوتو یہ تقدیر فی کو قبول نہیں کرتا اس لئے کہ مکانِ محدود کو زمان مبہم پر محمول کرنا ممکن نہیں ہے اس لئے کہ یہ ذات کے اعتبار سے بھی مختلف ہیں اور صفت کے اعتبار سے بھی مختلف ہیں۔ ذات کے اعتبار سے اس لئے کہ وہ زمان ہے اور یہ مکان ہے اور صفت کے لحاظ سے اس طرح کہ یہ محدود ہے اور وہ مبہم ہے۔ اس فرق کی وجہ سے اسکو زمانِ مبہم پر محمول نہیں کر سکتے اور یہ تقدیرِ فی کو قبول نہیں کرتا۔

الشق الثانی ......(وَهُوَ) اَیِ الْبَدَلُ اَنْوَاعٌ اَرْبَعَةٌ (بَدَلُ الْكُلِّ) اَیْ بَدَلٌ هُوَ كُلُّ الْمُبْدَلِ مِنْهُ (وَبَدَلُ الْبَعْضِ) اَیْ بَدَلٌ هُوَ بَعْضُ الْمُبْدَلِ مِنْهُ، فَالْاِضَافَةُ فِيْهِمَا مِثْلُهَا فِي خَاتَمِ فِضَّةٍ (وَبَدَلُ الْاِشْتِمَالِ) اَیْ بَدَلٌ مُسَبَّبٌ غَالِبًا عَنِ اشْتِمَالِ اَحَدِ الْمُبْدَلَيْنِ عَلَى الْاٰخَرِ اَمَّا اشْتِمَالُ الْبَدَلِ عَلَى الْمُبْدَلِ مِنْهُ، نَحْوُ: سُلِبَ زَيْدٌ ثَوْبُهٗ اَوْ بِالْعَكْسِ، نَحْوُ: ﴿يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٌ فِيْهِ﴾۔ (ص۱۹۵۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں۔ عبارت کا خلاصہ بیان کریں۔ بدل کی تعریف میں قیود کا فائدہ بیان کریں۔

﴿خلاصہ سوال﴾......اس سوال میں چار امور حل طلب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا خلاصہ (۳) بدل کی تعریف میں فوائدِ قیود۔

جواب ...... ① عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کا خلاصہ:۔ اس عبارت میں بدل کی تقسیم اور ہر قسم کی تعریف مع مثال کا ذکر ہے چنانچہ فرمایا کہ بدل کی چار اقسام ہیں ① بدل الکل جو کہ مبدول منہ کا عین ہوتا ہے ② بدل البعض جو کہ مبدل منہ کا بعض یعنی جزء ہوتا ہے پس بدل کی اضافت کل اور بعض کی طرف ایسی ہے جیسے **خاتم فضة** میں اضافت ہے یعنی اضافة بیانیہ ہے ③ بدل الاشتمال یعنی وہ بدل جو احد البدلین میں سے ایک کے دوسرے پر اشتمال کی وجہ سے بطور تغلیب کے ہوتا ہے یعنی اس بدل کا سبب احد البدلین کا دوسرے پر اشتمال ہے پس اسکی دونوں صورتیں ہیں کہ بدل مبدل منہ پر مشتمل ہو یا مبدل منہ بدل پر مشتمل ہو، اوّل کی مثال **سُلِبَ زَيْدٌ ثَوْبُهٗ** ہے اس میں ثوب بدل زید کو شامل ہے اور ثانی کی مثال اللہ تعالیٰ کا قول **یسئلونك عن الشهر الحرام قتال فيه** ہے کہ اس میں **الشهر الحرام** مبدل منہ **قتال** بدل کو شامل ہے۔ اسلئے کہ **شهر حرام** سے مراد وہ مہینہ ہے جو حالتِ جنگ وقتال میں واقع ہو جائے، پس شہر حرام قتال کو مشتمل ہے ④ بدل الغلط اسکا ذکر عبارت میں نہیں ہے۔

③ بدل کی تعریف میں فوائد قیود:۔ تعریف میں تابع کا لفظ بمنزلِ جنس کے ہے تمام توابع کو شامل ہے اور **مقصود بما نسب الی المتبوع** فصل اوّل ہے اس سے نعت، تاکید اور عطف بیان خارج ہو گئے اس لئے کہ یہ تینوں مقصود بالنسبت نہیں ہوتے بلکہ ان کے متبوعات مقصود ہوتے ہیں۔ **دونه** فصلِ ثانی ہے اس سے عطف بحرف خارج ہو گیا اس لئے کہ اس میں تابع اور متبوع دونوں مقصود ہوتے ہیں، فقط تابع مقصود نہیں ہوتا۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۳ھ

الشق الاوّل ......وَالْاَصْلُ فِي الْفَاعِلِ...... اَنْ يَلِيَ الْفِعْلَ الْمُسْنَدَ اِلَيْهِ اَیْ يَكُوْنَ بَعْدَهٗ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَتَقَدَّمَ

عَلَيْهِ شَيْئٌ آخَرُ مِن مَّعْمُوْلَاتِهٖ لِاَنَّهٗ كَالْجُزْءِ مِنَ الْفِعْلِ لِشِدَّةِ اِحْتِيَاجِ الْفِعْلِ وَيَدُلُّ عَلٰى ذٰلِكَ اِسْكَانُ اللَّامِ فِىْ ضَرَبْتُ لِاَنَّهٗ لِدَفْعِ تَوَالِىْ اَرْبَعِ حَرَكَاتٍ فِيْمَا هُوَ بِمَنْزِلَةِ كَلِمَةٍ وَاحِدَةٍ۔ فَلِذٰلِكَ جَازَ ضَرَبَ غُلَامَهٗ زَيْدٌ وَامْتَنَعَ ضَرَبَ غُلَامُهٗ زَيْدًا لِتَاَخُّرِ مَرْجَعِ الضَّمِيْرِ وَهُوَ زَيْدٌ لَفْظًا وَرُتْبَةً فَيَلْزَمُ الْاِضْمَارُ قَبْلَ الذِّكْرِ لَفْظًا وَرُتْبَةً وَذٰلِكَ غَيْرُ جَائِزٍ خِلَافًا لِلْاَخْفَشِ وَابْنِ جِنِّيْ وَمُسْتَنَدُهُمَا فِىْ ذٰلِكَ قَوْلُ الشَّاعِرِ:

جَزٰى رَبُّهٗ عَنِّيْ عَدِيَّ بْنَ حَاتِمٍ جَزَاءَ الْكِلَابِ الْعَاوِيَاتِ وَقَدْ فَعَلْ (ص۵۸۔امدادیہ)

اصل سے کیا مراد ہے؟ عبارت پر اعراب لگا کر مطلب بیان کریں، عبارت میں مذکور شعر سے اخفش اور ابن جنی کا وجہ استدلال واضح کریں اور جمہور کی طرف سے اس کا جواب بطرز شارح تحریر کریں نیز شعر کا ترجمہ اور ترکیب لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا خلاصہ سات امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) اصل کی مراد (۳) عبارت کا مطلب (۴) شعر سے علامہ اخفش اور ابن جنی کا استدلال (۵) جمہور کی طرف سے استدلال کا جواب (۶) شعر کا ترجمہ (۷) شعر کی ترکیب۔

جواب ...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ اصل کی مراد:۔ اصل سے مراد شے کی حقیقی حالت ہے جس حالت پر شے بغیر کسی مانع کے ہوتی ہے۔

❸ عبارت کا مطلب:۔ اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ فاعل میں اصل یہ ہے کہ وہ فعل کے متصل ہو یعنی مانع نہ ہونے کی صورت میں فاعل جس حالت پر ہونا چاہئے وہ حالت یہ ہے کہ وہ فعل یا جو فاعل کی طرف مسند ہو رہا ہے (شبہ فعل) کے بعد ہو اور اس فعل یا شبہ فعل کے معمولات میں سے کوئی معمول اس فاعل سے مقدم نہ ہو۔ اس لئے کہ فاعل، فعل اور شبہ فعل کے جزء کی مانند ہے ہر وہ چیز جو کسی شئی کی جز کی مانند ہوتی ہے اس کا اس شئی کے متصل ہونا اولیٰ اور اصل ہے۔ لہٰذا فاعل کا فعل کے متصل ہونا اولیٰ ہے۔ باقی فاعل، فعل یا شبہ فعل کی جزء کی مانند اسلئے ہے کہ فعل شدت کے ساتھ فاعل کی طرف محتاج ہوتا جس طرح کل جزء کا شدت سے محتاج ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ فاعل فعل کا جزء ہے نیز ضَرَبْتُ میں لام کلمہ کا اسکان حرکاتِ اربعہ کے تسلسل کو دفع کرنے کیلئے ہے۔ پس معلوم ہوا کہ فاعل فعل کی جزء کی مانند ہے اگر فاعل، فعل کی جزء کی مانند نہ ہوتا تو لام کلمہ کا اسکان لازم نہ ہوتا۔ اس اصل پر تفریع بیان کرتے ہوئے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے دو مثالیں دی ہیں۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ اسی اصول (فاعل فعل کے بقیہ معمولات سے مقدم ہوگا) کی وجہ سے ضَرَبَ غُلَامَهٗ زَيْدٌ کہنا صحیح ہے۔ اور ضَرَبَ غُلَامُهٗ زَيْدًا کہنا صحیح نہیں ہے۔ اوّل مثال میں ضمیر کا مرجع جو کہ زَيْدٌ ہے رتبۃً مقدم ہے البتہ لفظاً مؤخر ہے تو اضمار قبل الذکر مطلقاً لازم نہیں آرہا جو کہ ناجائز ہے بلکہ صرف لفظاً اضمار قبل الذکر لازم آرہا ہے اور یہ اضمار قبل الذکر جائز ہے۔ اسلئے مثال اوّل صحیح ہے اور مثالِ ثانی میں ضمیرِ غائب کا مرجع زَيْدًا ہے اور یہ مفعول بہ ہونے کی وجہ سے لفظ اور مرتبہ دونوں اعتبار سے مؤخر ہے جس کی وجہ سے اضمار قبل الذکر مطلقاً لازم آرہا ہے اور یہ جائز نہیں۔ لہٰذا یہ ترکیب صحیح نہیں ہوگی۔ البتہ امام اخفش اور ابن جنی نے شاعر کے قول جزی ربہ عنی عدی بن حاتم الخ سے استدلال کرتے ہوئے اس ترکیب کو بھی جائز قرار دیا ہے۔

❹ شعر سے علامہ "اخفش" اور "ابن جنی" کا استدلال:۔ علامہ اخفش اور ابن جنی نے دوسری مثال میں بھی ترکیب کو جائز قرار دیا ہے اور انکا استدلال شاعر کے اس شعر سے اسطرح ہے کہ جزی ربہ عدی بن حاتم الخ اس شعر میں محلِ استشہاد ربہ ہے۔

طریق استدلال یہ ہے ربہ یہ جزی کا فاعل ہے۔اسکے ساتھ جو ضمیر غائب متصل ہے اسکا مرجع "عدی بن حاتم" ہے جو کہ جزی کا مفعول بہ ہے اور اس ضمیر سے مؤخر ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ فاعل کے ساتھ ضمیر مفعول کا اتصال باوجودیکہ مفعول مؤخر ہے جائز ہے۔

⑤ **جمہور کی طرف سے استدلال کا جواب:۔** علامہ جامی رحمہ اللہ نے جمہور کی طرف سے اس استدلال کے دو جواب دیئے ہیں پہلا جواب تسلیمی ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ ہم یہ بات تسلیم کرتے ہیں کہ فاعل کے ساتھ ضمیر مفعول متصل ہے۔باوجود یہ کہ مفعول اس سے مؤخر ہے اور فاعل مقدم ہے لیکن یہ ضرورتِ شعری کی وجہ سے ہے اور یہ جو کہا گیا ہے کہ فاعل کے ساتھ ضمیر مفعول کا اتصال مع تاخیر المفعول جائز نہیں ہے۔یہ وسعت کلام میں ہے۔دوسرا جواب عدمِ تسلیمی ہے کہ ہم یہ تسلیم ہی نہیں کرتے کہ ربہ میں ضمیر غائب کا مرجع عدی بن حاتم ہے بلکہ ربہ کی ضمیر غائب کا مرجع جزاء مصدر ہے جو کہ جزی فعل مذکور سے مفہوم ہو رہا ہے۔ اب اصل عبارت یوں ہوگی۔(جزی رب الجزاء)

⑥ **شعر کا ترجمہ:۔** عدی بن حاتم کو اسکا رب میری طرف سے بھونکنے والے کتوں کی سی سزا دے دراں حالیکہ اس نے ایسا کر دیا۔

⑦ **شعر کی ترکیب:۔** جزی فعل ربہ مضاف، مضاف الیہ ملکر فاعل عنی جار مجرور ملکر متعلق ہوا فعل کے۔عدی بن حاتم مفعول بہ۔جــزاء مضاف الکلاب العاویات، موصوف صفت ملکر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے ملکر مفعول مطلق واؤ حالیہ قد حرف تحقیق۔فعَلَ فعل اپنے فاعل سے ملکر جملہ فعلیہ ہوکر رب سے حال۔فعل اپنے فاعل، مفعول بہ، مفعول مطلق و متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبر یہ ہوا۔

الشق الثانی ......وَاِذَا تَضَمَّنَ الْخَبَرُ الْمُفْرَدُ اَيِ الَّذِیْ لَيْسَ بِجُمْلَةٍ صُوْرَةً سَوَاءٌ كَانَ بِحَسْبِ الْحَقِيْقَةِ جُمْلَةً اَوْ غَيْرَ جُمْلَةٍ مَالَهُ صَدْرُ الْكَلَامِ مِثْلُ اَيْنَ زَيْدٌ فَزَيْدٌ مُبْتَدَاٌ وَاَيْنَ اِسْمٌ مُتَضَمِّنٌ لِلْاِسْتِفْهَامِ خَبَرُهُ وَهُوَ ظَرْفٌ فَاِنْ قُدِّرَ بِفِعْلٍ كَانَ الْخَبَرُ جُمْلَةً حَقِيْقَةً مُفْرَدًا صُوْرَةً وَاِنْ قُدِّرَ بِاسْمِ الْفَاعِلِ كَانَ الْخَبَرُ مُفْرَدًا صُوْرَةً وَحَقِيْقَةً وَعَلَى التَّقْدِيْرَيْنِ لَيْسَ بِجُمْلَةٍ صُوْرَةً وَاحْتُرِزَ بِهٖ عَنْ نَحْوِ زَيْدٌ اَيْنَ اَبُوْهُ اِذْ لَاتَبْطُلُ بِتَاخِيْرِهٖ صَدَارَةُ مَالَهُ صَدْرُ الْكَلَامِ لِتَصَدُّرِهٖ فِیْ جُمْلَتِهٖ...... وَجَبَ تَقْدِيْمُهُ۔(ص ۷۴۔امدادیہ)

مذکورہ عبارت پر اعراب لگائیں، عبارتِ شارح کا مطلب وضاحت کے ساتھ تحریر کریں، تقدیم خبر علی المبتداء کے وجوب کی کتنی صورتیں ہیں؟ تمام صورتوں کو مع امثلہ تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حاصل تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) شارح رحمہ اللہ کی عبارت کا مطلب (۳) تقدیم خبر علی المبتداء کے وجوب کی صورتیں مع امثلہ۔

جواب ...... ① **عبارت پر اعراب:۔** کما مرّ فی السوال آنفا۔

② **شارح رحمہ اللہ کی عبارت کا مطلب:۔** الی الذی لیس بجملة الخ سے علامہ جامی کی غرض دو اعتراض رفع کرنے ہیں۔

پہلے اعتراض کی تقریر: یہ ہے کہ مفرد چار چیزوں کے مقابلہ میں آتا ہے ① مفرد بمقابلہ جملہ ② مفرد بمقابلہ تثنیہ و جمع ③ مفرد بمقابلہ مرکب ④ مفرد بمقابلہ جملہ شبہ جملہ۔یہاں مفرد کس کے مقابلہ میں ہے۔

دوسرے اعتراض کا حاصل: یہ ہے کہ مصنف رحمۃ اللہ نے جو مثال دی ہے وہ مثال ممثل لہ پر منطبق نہیں ہے اسلئے کہ ممثل لہ خبر مفرد ہے اور مثال میں خبر مفرد نہیں ہے بلکہ جملہ ہے۔ اسلئے کہ این جو کہ خبر ہے یہ ظرف ہے اور ظرف اکثر نحویوں کے ہاں مؤوّل بجملۃ ہوتی ہے۔

علامہ جامی رحمۃ اللہ نے **ای الذی لیس بجملة الخ** کہہ کر پہلے اعتراض کا جواب دیا کہ اس جگہ مفرد جملہ شبہ جملہ کے مقابلہ میں ہے یعنی خبر کے مفرد ہونے کا مطلب یہ ہے کہ خبر جملہ و شبہ جملہ نہ ہو۔

صورة کہہ کر دوسرے اعتراض کا جواب دیا کہ خبر کے مفرد ہونے کا مطلب یہ ہے کہ خبر صورۃً جملہ نہ ہو خواہ حقیقۃً جملہ ہو یا جملہ نہ ہو اور مثال **این زید** میں **این** صورۃ جملہ نہیں ہے اگرچہ حقیقۃ جملہ ہے تو مثال ممثل لہ کے مطابق ہے۔

"**فزید مبتداء الخ**" سے علامہ جامی رحمۃ اللہ مثال کو ممثل لہ پر منطبق کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ **این زید** میں **زید** مبتداء ہے اور **این** اسکی خبر ہے جو ایسے معنی (استفہام) پر مشتمل ہے جس کیلئے صدر کلام واجب ہے۔ اسی لئے خبر کی تقدیم مبتداء پر واجب ہے اور **این** ظرف ہے اگر اس کا متعلق فعل مقدر مانا جائے جیسا کہ نحاۃِ بصرہ کا مذہب ہے تو خبر حقیقۃ جملہ ہوگی اور صورۃ مفرد ہوگی اور اگر اسکا متعلق اسم فاعل مقدر مانا جائے جیسا کہ نحاۃِ کوفہ کا مذہب ہے تو خبر حقیقۃ بھی مفرد ہوگی اور صورۃ بھی مفرد ہوگی۔ دونوں تقدیروں پر خبر صورۃ جملہ نہیں ہے۔ لہٰذا مثال ممثل لہ پر منطبق ہے۔

"**احتر زبه الخ**" سے علامہ جامی رحمۃ اللہ کی غرض مفرد کی قید کے فائدہ کو بیان کرنا ہے چنانچہ فرمایا کہ مفرد کی قید کے ذریعہ اس خبر سے احتراز ہے جو جملہ ہو اور ایسے معنی کو متضمن ہو جس کیلئے صدرِ کلام واجب ہے جیسے **زید این ابوه** اس مثال میں **زید** مبتداء ہے **این ابوه** اسکی خبر ہے۔ جو ایسے معنی (استفہام) پر مشتمل ہے جس کیلئے صدرِ کلام واجب ہے۔ اس صورت سے احتراز اس لئے کیا کہ اس میں خبر کی تقدیم مبتداء پر واجب نہیں ہے اس لئے کہ اس صورت میں خبر کی تاخیر سے صدارت کے مقتضی کی صدارت باطل نہیں ہوتی کیونکہ وہ جس جملہ میں ہے اس کے شروع میں ہے۔

③ <u>تقدیم خبر علی المبتداء کے وجوب کی صورتیں مع امثلہ:</u> مبتداء پر خبر کی تقدیم کے وجوب کی چار صورتیں ہیں۔

① خبرِ مفرد ایسے معنی کو متضمن ہو جو کلام کی صدارت کو چاہتا ہے وگرنہ صدارت فوت ہو جائے گی جیسے **این زید** اس میں **این** خبر ہے جو استفہام کے معنی کو متضمن ہے اور یہ معنی صدارت کو چاہتا ہے۔ اس وجہ سے خبر کو مبتداء پر مقدم کرنا واجب ہے۔

② خبر ایسا صیغہ ہو جس کی تقدیم سے مبتداء کا مبتداء ہونا صحیح ہو جیسے **فی الدار رجل** اس مثال میں **فی الدار** خبر ہے اسکو مقدم کرنے کی وجہ سے رجل نکرہ ہونے کے باوجود مبتداء واقع ہو رہا ہے۔

③ مبتداء میں ایسی ضمیر ہو جو خبر کے متعلق کی طرف لوٹ رہی ہو جیسے **علی التمرة مثلها زبدا** اس مثال میں **مثلها زبدا** ممیز تمیز ملکر مبتداء ہے اسمیں **ها** ضمیر ہے جو **التمرة** خبر کی طرف لوٹ رہی ہے۔ اسلئے اسکی خبر کو مقدم کرنا واجب ہے۔

④ أنّ اپنے اسم وخبر سے ملکر مفرد کی تاویل میں ہو کر مبتداء واقع ہو رہا ہو تو خبر کو مقدم کرنا واجب ہے جیسے **عندی انك قائم** اس مثال میں **انك قائم** میں أنّ اپنے اسم وخبر سے ملکر مبتداء واقع ہو رہا ہے اور عندی خبر مقدم ہے۔

﴿الورقة الرابعة : فی النحو﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ١٤٣٤ھ

الشق الاوّل......ومنها ای من المواضع التی یجب حذف الفعل الناصب المطلق فیھا ماوقع ای موضع مفعول مطلق وقع تفصیلا لاثر مضمون جملة متقدمة والمراد بمضمون الجملة مصدرھا المضاف الی الفاعل اوالمفعول وباثرہ غرضه المطلوب منه وبتفصیل الاثر بیان انواعه المحتملة مثل قوله تعالیٰ فشدوا الوثاق فاما منابعد ای بعد شد الوثاق وامافداً۔ (ص۸۵۔امدادیہ)

عبارت مذکورہ کی تشریح کرتے ہوئے مثال مذکور میں مضمون جملہ،غرض مطلوب اوراس کی تفصیل واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کاحل دوامور ہیں (۱) عبارت کی تشریح (۲) مضمونِ جملہ غرض مطلوب اور تفصیلِ اثر کی وضاحت۔

جواب...... ❶ عبارت کی تشریح:۔ مصنف رحمہ اللہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ وہ مواضع جن میں مفعول مطلق کے فعل ناصب کو قیاسی طور پر حذف کرنا واجب ہے ان میں سے ایک موضع اس مفعول مطلق کا ہے جو جملہ متقدمہ کے مضمون کے اثر کی تفصیل واقع ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد فشدو الوثاق فامامنا بعد وامافداء اس مثال میں مَنًّا اور فِدَاءً مفعول مطلق ہیں ان سے پہلے انکے ناصب کو وجوبی طور پر حذف کیا گیا ہے جو کہ تمنون منا بعدوا ما تفدون فداء تھا۔

علامہ جامی رحمہ اللہ نے ای من المواضع کہہ کر منھا کی ضمیر کے مرجع کو بیان کیا کہ اسکا مرجع مواضع ہے۔

"التی الخ" سے مواضع کی تعیین کردی کہ مواضع سے مراد وہ مواضع ہیں جن میں مفعول مطلق کے فعل ناصب کو حذف کرنا واجب ہے۔

"ای موضع مفعول مطلق" کہہ کر اشارہ کیا کہ مامفعول مطلق سے عبارت ہے اوراسکا مضاف محذوف ہے جو کہ موضع ہے۔

❷ مضمونِ جملہ،غرضِ مطلوب اور تفصیلِ اثر کی وضاحت:۔ علامہ جامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مضمون جملہ سے مراد وہ مصدر ہے جو جملہ سے مفہوم ہو اور وہ مضاف ہو فاعل یا مفعول کی طرف اوراثرِ مضمونِ جملہ سے مراد مضمون کی غرض وغایت ہے جو مضمونِ جملہ سے مطلوب ہو اور تفصیلِ اثر سے مراد انواع محتملہ کا بیان ہے۔اب مثال کی وضاحت یہ ہے کہ شدو الوثاق یہ جملہ متقدمہ ہے اوراسکا مضمون شدو ثاق ہے اوراس مضمون جملہ سے غرض ومطلوب مَنٌّ (مشرکین پراحسان کرنا) یافداء (فدیہ لے کر چھوڑ دینا) ہے۔اللہ تعالیٰ نے اپنے قول امامنا وامافداء کے ساتھ اس غرضِ مطلوب کی تفصیل کردی یعنی احسان کرنا یا فدیہ لے کر چھوڑ دینا پس منا اور فداء یہ مفعول مطلق ہیں جو کہ جملہ متقدمہ کے مضمون کی غرض وغایت کا بیان واقع ہیں لہٰذا ان کے فعل ناصب (تمنون و تفدون) کو وجوبی طور پر حذف کردیا گیا۔

الشق الثانی......فان کان الفعل لفظا وجاز العطف فالوجھان مثل جئت انا وزید وزیدا والاتعین النصب مثل جئت وزیدا وان کان معنی وجاز العطف تعین العطف نحو مالزید وعمرو والاتعین النصب مثل مالك وزیدا وماشانك وعمروا لان المعنی ما تصنع۔ (ص۱۲۱۔امدادیہ)

مذکورہ عبارت کی واضح تشریح کریں،فالوجھان سے کیامراد ہے نیز یہ بتائیں کہ مذکور عبارت کاتعلق کس بحث سے ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) عبارت کی تشریح (۲) فالو جهان کی مراد (۳) بحث کی تعیین۔

جواب...... ❶ عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں مفعول معہ کے متعلق عطف کے جائز اور ناجائز ہونے کی تفصیل کا ذکر ہے کہ اگر مفعول معہ کا فعل لفظی ہو اور واؤ کے مابعد کا عطف واؤ کے ماقبل پر جائز ہو تو مفعول معہ میں عطف اور نصب بنابر مفعولیت دونوں امر جائز ہیں جیسے **جئت انا و زید و زیدا** پس اسمیں عطف بھی جائز ہے اس لئے کہ ضمیر متصل کی تاکید ضمیر منفصل کے ساتھ لائی گئی ہے اور اس صورت میں زید کو مرفوع پڑھیں گے اور زید کو مفعول معہ ہونے کی وجہ سے نصب دینا بھی جائز ہے جیسے **جئت انا وزیدا**۔

"**والا تعين النصب الخ**" کا مطلب یہ ہے کہ اگر واؤ کے مابعد کا ماقبل پر عطف جائز نہ ہو بلکہ ممتنع ہو تو پھر مفعول معہ پر نصب متعین ہوگا جیسے **جئت و زیدا** اسمیں فاصلہ نہ ہونے کی وجہ سے عطف جائز نہیں ہے یعنی نہ تو ضمیر متصل اور اسکے معطوف کے درمیان ضمیر منفصل سے فاصلہ ہے اور نہ ظرف وغیرہ ہے اسلئے یہاں نصب متعین ہے اور اگر فعل معنوی ہو یعنی ایسا امر ہو کہ جو لفظ سے مستنبط ہوتا ہو اور عطف بھی جائز ہو تو عطف متعین ہوگا کیونکہ کلام کو عامل معنوی کے عمل پر بلا طلب حاجۃ محمول نہیں کیا جائیگا جبکہ اسکے جواز کی دوسری وجہ (عطف) بھی موجود ہے۔ مطلب یہ ہے کہ عامل معنوی پر کلام محمول کرنے کی کوئی ضرورت و داعی نہ ہو اور عطف ہوسکتا ہو تو عطف ہی متعین ہوگا جیسے **مالزید و عمرو** اور اگر عطف جائز نہ ہو بلکہ ممتنع ہو تو نصب متعین ہوگا کیونکہ اس کے سوا اور کوئی وجہ ہی نہیں جو اختیار کی جاسکے جیسے **مالك وزيدا و ما شانك و عمروا** کہ ان دونوں مثالوں میں عطف ممتنع ہے اسلئے کہ ضمیر مجرور پر بغیر اعادۂ جار کے عطف جائز نہیں ہے اور اس جگہ اعادۂ جار نہیں ہے اور اسی طرح عمروا کا عطف شان پر درست نہیں اس لئے کہ اس وقت خلافِ مقصود لازم آئے گا کیونکہ مقصود دونوں کی شان سے سوال کرنا ہے نہ کہ ایک کی شان اور دوسرے کی ذات کے متعلق پس اس صورت میں عطف ممتنع ہے اور نصب پڑھنا متعین ہے۔

❷ فالو جهان کی مراد:۔ فالو جهان سے مراد ماقبل پر عطف کرنا۔ اور مفعولیت کی بناء پر منصوب پڑھنا ہے جیسا کہ ابھی تشریح کے ضمن میں گزر چکا ہے۔

❸ بحث کی تعیین:۔ اس عبارت کا تعلق منصوبات کی ایک قسم مفعول معہ سے ہے۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۴ھ

الشق الاول......**وشرطها ای شرط الاضافة المعنوية تجريد المضاف اذا كان معرفة من التعريف فان كان ذا اللام حذف لامه وان كان علما نكربان يجعل واحدا من جملة من سمى بذالك الاسم وان لم يكن معرفة فلا حاجة الى التجريدبل لايمكن ...... وما اجازه الكوفيون من تركيب الثلاثة الاثواب وشبهه من العدد المعرف باللام المضاف الى معدوده نحو الخمسة الدراهم والمائة الدينار ضعيف قياسا واستعمالا۔**

عبارت کی تشریح کریں، اضافت معنویہ میں تجريد المضاف من التعريف کیوں ضروری ہے؟ وجہ تحریر کریں۔ (ص۱۱۶۔امدادیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں دو امور حل طلب ہیں (۱) عبارت کی تشریح (۲) اضافت معنویہ میں **تجريد المضاف من التعريف** کے ضروری ہونے کی وجہ۔

جواب ...... ① عبارت کی تشریح:۔ مصنف کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اضافت معنویہ کی شرط یہ ہے کہ مضاف کو تعریف سے خالی کرلیا گیا ہو۔

"اذا کان معرفه" سے شارح کی غرض ایک اعتراض کو رفع کرنا ہے اعتراض کی تقریر یہ ہے کہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت تجرید المضاف من التعریف تقاضا کرتی ہے کہ مضاف پہلے معرفہ ہو پس وہ مواضع کہ جن کے اندر مضاف نکرہ ہے ان کے اندر یہ شرط نہیں پائی جائے گی جیسے غلام زید جب ان کے اندر شرط نہیں پائی جائے گی تو اضافت معنوی بھی متحقق نہیں ہوگی کیونکہ قاعدہ ہے اذا فات الشرط فات المشروط حالانکہ ان مواضع میں اضافت معنویہ متحقق ہے تو شارح رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ شرط اس وقت ہے کہ جب مضاف معرفہ ہو اگر مضاف نکرہ ہو تو تجرید کی حاجت ہی نہیں ہے بلکہ تجرید ممکن ہی نہیں ہے۔

"فان کان ذااللام الخ" سے علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ نے تجرید المضاف الخ کی کیفیت کو بیان کیا ہے کہ جب مضاف معرف باللام ہو تو لام کو حذف کردیا جائیگا اور اگر مضاف علم ہو تو اسکو نکرہ بنادیا جائے گا باقی علم کو نکرہ بنانے کی دو صورتیں ہیں ① اس نام کی جماعت میں سے ایک فرد غیر متعین مراد لے لیا جائے ② علم سے وہ وصفِ مشہور مراد لے لی جائے کہ جسکے ساتھ صاحب علم مشہور ہو۔

"وما اجازه الکوفیون الخ" کمامرّ فی الشق الثانی من السوال الاوّل ۱۴۲۷ھ۔

② اضافت معنویہ میں تجرید المضاف من التعریف کے ضروری ہونے کی وجہ:۔ اضافت معنویہ میں تجرید المضاف من التعریف اسلئے ضروری ہے کہ اگر مضاف معرفہ ہو تو مضاف الیہ نکرہ ہوگا یا معرفہ ہوگا اگر مضاف الیہ نکرہ ہو تو ادنیٰ کی طلب لازم آئے گی۔ اسلئے کہ جب مضاف الیہ نکرہ ہو تو اضافت معنویہ مضاف میں تخصیص کا فائدہ دیتی ہے حالانکہ تخصیص ادنیٰ ہے تعریف سے او رتعریف پہلے سے حاصل ہے اور حصولِ اعلیٰ کے بعد ادنیٰ کا حصول مذموم ہے اور اگر مضاف الیہ معرفہ ہو تو تحصیل حاصل کی خرابی لازم آئے گی۔ کیونکہ جب مضاف بھی معرفہ ہو اور مضاف الیہ بھی معرفہ ہو تو اضافت عبث بے فائدہ ہوگی اسلئے کہ یہ اضافت نہ تعریف کا فائدہ دے گی اور نہ تخصیص کا، اور اضافت ضائع ہو جائیگی پس ضروری ہے کہ مضاف نکرہ ہو۔

الشق الثانی ...... وَقَدْ يُحْذَفُ الْفِعْلُ الرَّافِعُ لِلْفَاعِلِ لِقِيَامِ قَرِيْنَةٍ دَالَّةٍ عَلٰى تَعْيِيْنِ الْمَحْذُوْفِ جَوَازًا اَىْ حَذْفًا جَائِزًا فِىْ مِثْلِ زَيْدٍ اَىْ فِيْمَا كَانَ جَوَابًا لِسُؤَالٍ مُحَقَّقٍ لِمَنْ قَالَ مَنْ قَامَ سَائِلًا عَمَّنْ يَقُوْمُ بِهِ الْقِيَامُ فَيَجُوْزُ اَنْ تَقُوْلَ زَيْدٌ بِحَذْفِ قَامَ اَىْ قَامَ زَيْدٌ وَيَجُوْزُ اَنْ تَقُوْلَ قَامَ زَيْدٌ بِذِكْرِهٖ، وَاِنَّمَا قَدَّرَ الْفِعْلَ دُوْنَ الْخَبَرِ لِاَنَّ تَقْدِيْرَ الْخَبَرِ يُوْجِبُ حَذْفَ الْجُمْلَةِ وَتَقْدِيْرَ الْفِعْلِ حَذْفَ اَحَدِ جُزْأَيْهَا وَالتَّقْلِيْلُ فِى الْحَذْفِ اَوْلٰى۔

عبارت مذکورہ پر اعراب لگائیں۔ عبارت کی اس طرح تشریح کریں جس سے شارح رحمۃ اللہ علیہ کا مقصود واضح ہو جائے۔ وانما قدر الفعل سے شارح رحمۃ اللہ علیہ نے جس اشکال کا جواب دیا ہے اس کی وضاحت کریں۔ (ص ۶۰۔ امدادیہ)

﴿خلاصہ سوال﴾ ...... اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کی تشریح (۳) انما قدر اشکال وجواب کی وضاحت۔

جواب ...... ① عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی غرض فاعل کے عامل کے احوال کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے

کہ کبھی قرینہ کی موجودگی میں فاعل کے فعل کو جوازی طور پر حذف کردیا جاتا ہے جیسے کوئی شخص سوال کرے مَنْ قَامَ اور اسکے جواب میں صرف زیدٌ کہا جائے تو یہ زَیْدٌ فعل محذوف (قَامَ) کا فاعل ہے جس کو قرینہ (سائل کا سوال) کی وجہ سے حذف کردیا گیا ہے۔

"الرّافع للفاعل" کہہ کر مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے دوسوالوں کا جواب دیا ہے۔ پہلا سوال: یہ ہے کہ قرینہ کی موجودگی میں جس طرح فعل کو حذف کیا جاتا ہے اس طرح شبہ فعل کو بھی حذف کیا جاتا ہے تو یہاں مصنف کا فعل کو خاص کرنا درست نہیں ہے۔

دوسرا سوال: یہ ہے کہ حذفِ فعل فعل کے احوال میں سے ہے اور یہاں پر بحث فاعل کے احوال سے ہورہی ہے تو یہ حذفِ فعل سے بحث کرنا غیر موضوع سے بحث کرنا ہے جو کہ درست نہیں ہے۔

"الرافع للفاعل" کہہ کر مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں سوالوں کا جواب دیدیا کہ یہاں فعل سے مراد مطلق **رافع للفاعل** ہے اور یہ شبہ فعل کو بھی شامل ہے لہٰذا پہلا سوال رفع ہوگیا اور دوسرے سوال کے جواب کا حاصل یہ ہے کہ یہاں پر فعل سے مراد وہ فعل ہے جو **رافع للفاعل** ہو اور **رافع للفاعل** فاعل کے متعلقات میں سے ہونے کی وجہ سے خارج عن المبحث نہیں ہے۔

"**دالةً علی تعیین المحذوف**" کہہ کہ مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے اس وہم کو دور کردیا کہ یہاں پر قرینہ سے مراد **قرینہ دالّه علی تعیین المحذوف** ہے **قرینہ دالّه علی تعیین المعنی** مراد نہیں ہے۔

"**ای حذفا جائزًا**" **تفصیله کما مرّفی الشق الثانی من السوال الاوّل ۱۴۳۰ھ۔**

"**ای فیما کان جوابا لسوال محقق**" کہہ کر مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کی غرض مثل کی مراد کو متعین کرنا ہے کہ **مثل زید** سے مراد وہ فاعل ہے جو سوالِ محقق کا جواب واقع ہو۔

❸ **انّما قدر الخ** اشکال وجواب کی وضاحت:۔ **انّما قدر الفعل الخ** سے مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کی غرض ایک اشکال کا جواب دینا ہے اشکال کی تقریر یہ ہے کہ آپ نے **زید** کو حذفِ فعل کے باب سے بنایا، حذفِ خبر کے باب سے کیوں نہیں بنایا؟ حالانکہ اولیٰ یہ تھا کہ اسکو حذفِ خبر کے باب سے بناتے تاکہ سوال وجواب میں مطابقت ہوجاتی کیونکہ سوال (مَنْ قَامَ) جملہ اسمیہ ہے اور حذفِ فعل کی صورت میں یہ جملہ فعلیہ ہے لہٰذا اولیٰ پر عمل کرنے کیلئے اسکو حذفِ خبر کے باب سے بنانا چاہئے تھا۔ **انّما قدر الفعل** سے علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ نے اسکا جواب دیدیا کہ اسکو حذفِ خبر کے باب سے بنائیں تو جملہ کا حذف لازم آئے گا اسلئے کہ **زید قام** میں **زید** مبتدا ہے **قام** فعل اپنے فاعل سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر خبر ہے اور اگر اسکو حذفِ فعل کے باب سے بنائیں تو صرف جملہ کی ایک جزء (فعل) کا حذف لازم آئیگا اور تقلیل فی الحذف تکثیر فی الحذف سے اولیٰ ہے۔ اسلئے اسکو حذفِ فعل کے باب سے بنایا گیا ہے۔

باقی رہا یہ سوال کہ اس صورت میں سوال (جملہ اسمیہ) وجواب (جملہ فعلیہ) میں مطابقت نہیں رہے گی اسکا جواب یہ ہے کہ سوال بھی معنوی طور پر درحقیقت جملہ فعلیہ ہی ہے کیونکہ مَنْ قَامَ کا معنی ہے **اقام زید ام بکر ام خالد** اب ہر ہر شخص کا نام ذکر کرنا دشوار ہے اسلئے ایسا عام لفظ (مَنْ) استعمال کیا جو تمام افراد کو شامل ہے اور یہ لفظ استفہامیہ ہے جو کہ صدارتِ کلام کا مقتضی ہے اس لیے اس کو شروع میں لے آئے۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۴ھ

الشق الاوّل ......وَاِذَا وُجِدَ الْمَفْعُوْلُ بِهٖ فِی الْكَلَامِ مَعَ غَيْرِهٖ مِنَ الْمَفَاعِيْلِ الَّتِیْ يَجُوْزُ وُقُوْعُهَا مَوْقِعَ

الْفَاعِلِ تَعَيَّنَ اَيِ الْمَفْعُوْلُ بِهٖ لَهٗ اَیْ لِوُقُوْعِهٖ مَوْقِعَ الْفَاعِلِ لِشِدَّةِ شِبْهِهٖ بِالْفَاعِلِ فِیْ تَوَقُّفِ تَعَقُّلِ الْفِعْلِ عَلَيْهِمَا فَاِنَّ الضَّرْبَ مَثَلًا كَمَا اَنَّهٗ لَا يُمْكِنُ تَعَقُّلُهٗ بِلَاضَارِبٍ كَذٰلِكَ لَايُمْكِنُ تَعَقُّلُهٗ بِلَامَضْرُوْبٍ بِخِلَافِ سَائِرِ الْمَفَاعِيْلِ فَاِنَّهَا لَيْسَتْ بِهٰذِهِ الصِّفَةِ ، تَقُوْلُ ضُرِبَ زَيْدٌ يَوْمَ الْجُمْعَةِ اَمَامَ الْاَمِيْرِ ضَرْبًا شَدِيْدًا فِیْ دَارِهٖ فَتَعَيَّنَ زَيْدٌ ۔ (ص ۶۷۔امدادیہ)

عبارت پراعراب لگائیں۔عبارت کی واضح تشریح کریں اور بتائیں کہ مثال میں **ضربًا** کی صفت **شدیدًا** کیوں ذکر کی گئی ہے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حاصل چارامور ہیں (۱) عبارت پراعراب (۲) عبارت کی تشریح (۳) **شدیدًا** صفت ذکر کرنے کی وجہ۔

جواب ...... ❶ **عبارت پراعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔**

❷ **عبارت کی تشریح:۔** مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ جب کلام میں مفعول بہ بھی پایا جائے اور دوسرے بھی چند ایسے مفاعیل پائے جائیں جو فاعل کے قائم مقام ہونے کی صلاحیت رکھتے ہوں تو فاعل کے قائم مقام ہونے کے لئے مفعول بہ مقدم ومتعین ہوگا کیونکہ اس کو فاعل کے ساتھ زیادہ مشابہت ہے اس لئے کہ فعل کا سمجھنا جس طرح فاعل پر موقوف ہوتا ہے اسی طرح مفعول بہ پر بھی موقوف ہوتا ہے اور باقی مفاعیل میں یہ وصف نہیں پائی جاتی اس لئے وہ مفعول بہ پر مقدم نہ ہوں گے۔

❸ **شدیدًا صفت ذکر کرنے کی وجہ:۔** شارح رحمۃ اللہ علیہ نے **ضربا** مصدر کو **شدیدا** کی قید کے ساتھ اسلئے مقید کیا تا کہ تنبیہ ہوجائے کہ مصدر اس وقت تک فاعل کے قائم مقام نہیں ہوسکتا جب تک اس کے ساتھ کسی قید کا اضافہ نہ کیا جائے کیونکہ تنہا مصدر کوئی معقول ومعتد بہ فائدہ نہیں دیتا۔ کیونکہ فعل اس پر دلالت کرتا ہے بخلاف فاعل کے کہ وہ عمدہ ہونے کی وجہ سے معتد بہ فائدے کا محل ہوتا ہے لہٰذا جو چیز معتد بہ فائدہ نہیں دیتی وہ فاعل کے قائم مقام نہیں ہوسکتی اگر مصدر کو کسی قید کے ساتھ مقید کیا جائے تو اس سے فائدہ حاصل ہوگا اور پھر مصدر اس وصف کے ساتھ فاعل کے قائم مقام ہوسکے گا۔

الشق الثانی ......**ومنها ماوقع للتشبيه علاجا بعد جملة مشتملة على اسم بمعناه وصاحبه نحو مررت به فاذا له صوت صوت حمار وصراخ صراخ الثكلى۔** (ص ۸۶۔امدادیہ)

ومنها میں **ها** ضمیر کا مرجع متعین کریں۔عبارت مذکورہ کی تشریح بطرز شارح تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) **منها** کی ضمیر کا مرجع (۲) عبارت کی تشریح۔

جواب ...... ❶ **منها کی ضمیر کا مرجع:۔ منها** کی ضمیر کا مرجع مواضع ہے جیسا کہ **ای تلك المواضع** سے شارح نے بیان کیا ہے۔

❷ **عبارت کی تشریح:۔** مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ وہ مواضع جن میں مفعول مطلق کے عامل کو وجوبی طور پر حذف کرنا واجب ہے ان میں سے ایک موضع وہ مفعول مطلق ہے جو تشبیہ کے لئے واقع ہو جس سے تشبیہ دی گئی ہو اس حال میں کہ وہ افعالِ جوارح میں سے کسی فعل پر دلالت کرے اور وہ ایسے جملے کے بعد واقع ہو جو ایسے مفعول مطلق کے ہم معنی ہو اور صاحب اسم پر مشتمل ہو۔

"ای موضع مفعول مطلق" کہہ کر شارح رحمہ اللہ نے بتلایا کہ مامفعول مطلق سے عبارت ہے اور اسکا مضاف موضع محذوف ہے۔

"ای لان یشبه به" سے شارح رحمہ اللہ نے اشارہ کیا کہ تشبیہ مصدر مفعول کے معنی میں ہے۔

"واحترزبه الخ" اس عبارت میں شارح رحمہ اللہ نے تشبیہ کی قید کا فائدے بیان کیا ہے کہ یہ قید احترازی ہے اسکے ذریعہ لزید صوت صوت حسن سے احتراز ہے اسلئے کہ اس میں صوتِ ثانی تشبیہ کے لئے نہیں ہے بلکہ صوتِ اوّل سے بدل ہے۔

"علاجا ای حال کونه الخ "اس سے علاجًا کے نصب کی وجہ بیان کی کہ یہ حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

"دالًا الخ" اس عبارت سے شارح رحمہ اللہ کی غرض سوالِ مقدر کا جواب دینا ہے، سوال کا حاصل یہ ہے کہ علاجًا کو وَقَعَ کی ضمیر سے حال بنانا درست نہیں ہے۔ اسلئے کہ حال کا ذوالحال پر حمل ہوتا ہے۔ اور اسکا حمل مفعول مطلق پر درست نہیں ہے اسلئے کہ علاج رافع ہوتا ہے اور مفعول مطلق رافع نہیں ہوتا۔

تو دالًا سے شارح رحمہ اللہ نے جواب دیا کہ یہاں حکماء واطباء والا علاج مراد نہیں ہے بلکہ یہاں پر علاج سے مراد یہ ہے کہ مفعول مطلق افعالِ جوارح میں سے کسی فعل پر دلالت کرے۔

"واحترزالخ" سے علاجًا کی قید کے فائدہ کی طرف اشارہ ہے کہ یہ قید احترازی ہے اسکے ذریعہ لزید زهد زهد الصلحاء کی مثل سے احتراز ہے اسلئے کہ اسمیں زهد الصلحاء اگرچہ تشبیہ کیلئے ہے لیکن افعالِ قلوب میں سے ہے افعال جوارح میں سے نہیں۔

"بعدجملة واحترز الخ" اس عبارت سے بھی جمله کی قید کے فائدہ کو بیان کیا کہ یہ قید بھی احترازی ہے اسکے ذریعہ صوت زید صوت حمار کی مثل سے احتراز ہے اسلئے کہ صوت حمار اگرچہ تشبیہ کیلئے ہے لیکن جملے کے بعد نہیں ہے اسلئے کہ صوت زید مفرد ہے۔

"تلك الجمله" کہہ کر مشتملة کی ضمیر کے مرجع کو متعین کردیا کہ وہ جملہ ہے۔

"کائن" کہہ کر بمعناہ کے متعلق کی طرف اشارہ کیا کہ یہ کائن کے متعلق ہوکر اسم کی صفت ہے۔

"ای بمعنی المفعول مطلق" کہہ کر بمعناہ کی ضمیر کے مرجع کو بیان کردیا کہ وہ مفعول مطلق ہے۔

"واحترز به الخ" سے بمعناہ کی قید کے فائدہ کو بیان کیا کہ اس کے ذریعہ مررت بزید فاذا له ضرب صوت حمار کی مثل سے احتراز ہے اسلئے کہ اس میں صوت حمار اگرچہ تشبیہ کیلئے ہے افعالِ جوارح میں سے ہے اور جملہ کے بعد بھی واقع ہے لیکن یہ مفعول مطلق کے ہم معنی اسم پر مشتمل نہیں ہے۔

"ای صاحب ذلك الاسم" کہہ کر صاحبه کی ضمیر کے مرجع کو بیان کردیا کہ وہ اسم ہے۔

"الذی قام" کہہ کر مراد کو متعین کردیا کہ صاحب اسم سے مراد وہ ہے جس کے ساتھ مفعول مطلق کا معنی قائم ہو۔

"واحترز الخ" سے علامہ جامی رحمہ اللہ نے علی صاحبه کی قید کے فائدہ کو بیان کیا کہ اس کے ذریعہ مررت بالبلد فاذا به صوت صوت حمار کی مثل سے احتراز ہے اسلئے کہ اسمیں صوت حمار اگرچہ تشبیہ کیلئے ہے۔ افعال جوارح میں سے جملہ کے بعد واقع ہے اور یہ مفعول مطلق کے ہم معنی اسم پر مشتمل ہے جوکہ صوت ہے مگر یہ صاحب اسم پر مشتمل نہیں ہے۔

"ای یصوت صوت حمار" کہہ کر عاملِ مقدر کے اظہار کی طرف اشارہ ہے۔

"من صات الشئی" سے شارح رحمۃ اللہ علیہ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے سوال کی تقریر یہ ہے کہ مثال ممثل لہ کے مطابق نہیں ہے اسلئے کہ ممثل لہ مفعول مطلق ہے اور صوت حمار مصدر نہ ہونے کی وجہ سے مفعول مطلق نہیں ہے اور مفعول مطلق مصدر ہی ہوتا ہے۔

"من صات الشئی" کہہ کر جواب دیا کہ یہاں صوت (مجرد) تصویت (مزید فیہ) کے معنی میں ہے اور تصویت مصدر ہے۔

"فصوت حمارٍ الخ" سے مثال کو ممثل لہ پر منطبق کر رہے ہیں کہ صوت حمار یہ مصدر ہے جو تشبیہ کیلئے ہے افعال جوارح میں سے ہے، جملہ (لہ صوت) کے بعد واقع ہے اور یہ جملہ مفعول مطلق کے ہم معنی اسم (صوت) پر مشتمل ہے اور صاحب اسم پر بھی مشتمل ہے جو کہ له کی "ہ" ضمیر ہے۔

"ونحو مررت الخ" سے اشارہ کیا کہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ کا قول صراخ صراخ الثکلی یہ صوت صوت حمار پر معطوف ہے۔

"ای یصرخ" کہہ کر عاملِ مقدر کے اظہار کی طرف اشارہ ہے۔

"وھی امرأۃ الخ" سے ثکلی کا معنی بیان کیا کہ ثکلی وہ عورت ہے جسکا بچہ مر گیا ہو۔

الورقة الرابعة : فی النحو

السوال الاوّل ۱٤۳۵ھ

الشق الاوّل...... **فان کان ای المسند الیه بعد دخولها معرفة بانتفاء شرط النکارة او مفصولا بینه ای بین ذلك المسند الیه وبین لا بانتفاء شرط الاتصال علی سبیل منع الخلو سواء کان مع انتفاء شرط کونه مضافا او مشبهابه اولاوھی ست صور...... وجب فی جمیع هذه الصور الست الرفع ونحو قضیة ولاابا حسن لها متأوّل** ۔ (ص۱۵۵۔امدادیہ)

عبارت کی واضح تشریح کریں۔ عبارت میں مذکورہ چھ صورتیں کون سی ہیں؟ واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس عبارت میں دو امور مطلوب ہیں (۱) عبارت کی تشریح (۲) عبارت میں مذکور چھ صورتوں کی نشاندہی۔

جواب...... ❶ عبارت کی تشریح:۔ عبارت کی تشریح سے قبل تمہید ذہن نشین کر لیں کہ لانفی جنس کے اسم کے منصوب ہونے کی تین شرائط ہیں۔ (۱) لَا کے متصل ہو (۲) نکرہ ہو (۳) مضاف یہ شبہ مضاف ہو۔

اب عبارت کا حاصل یہ ہے کہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر لَا کا اسم لَا کے دخول کے بعد معرفہ ہو یعنی نکرہ والی شرط منتفی ہو یا لَا کا اسم اس کے متصل نہ ہو یعنی اتصال والی شرط منتفی ہو یا یہ دونوں شرطیں منتفی ہوں تو لَا کے اسم پر ابتداء کی بناء پر رفع بھی واجب ہے اور اسم کے ساتھ لَا کا تکرار بھی واجب ہے۔

"علی سبیل منع الخلو" کا مطلب یہ ہے کہ پہلی شرط منتفی ہو یا دوسری شرط منتفی ہو یا دونوں شرطیں منتفی ہونے میں جمع ہو جائیں یعنی دونوں منتفی ہوں تو ان تینوں صورتوں میں یہی حکم ہے۔

"سواء کان الخ" کا مطلب یہ ہے کہ اس حکم (رفع و تکرارِ لا واجب ہے) میں تیسری شرط (اسمِ لَا کا مضاف یا شبہ مضاف ہونا) کے انتفاء یا عدمِ انتفاء کو اسمیں کوئی دخل نہیں ہے بہر صورت یہی حکم ہے۔

❷ عبارت میں مذکورہ چھ صورتوں کی نشاندہی:۔ ① لَا کا اسم مفرد معرفہ متصل ہو جیسے لا زیدٌ فی الدار و لا عمروٌ ② لَا کا اسم مضاف معرفہ متصل ہو جیسے لا غلام زید فی الدارِ ولا عمرو ③ لَا کا اسم مفرد نکرہ منفصل ہو جیسے لَا فی الدارِ رجل ولا امرأة ④ لَا کا اسم مضاف نکرہ منفصل ہو جیسے لَا فی الدار غلام رجلٍ ولا امرأةٍ ⑤ لَا کا اسم مفرد معرفہ منفصل ہو جیسے لا فی الدار زید ولا عمرو ⑥ لَا کا اسم مضاف معرفہ منفصل ہو جیسے لا فی الدار غلام زید ولا عمروٍ۔

الشق الثانی ......ویکونلن (ای البدل والمبدل منه) معرفتین ونکرتین و مختلفین ، واذا کان نکرة من معرفة فالنعت مثل بالناصية ناصية كاذبة ويكونان ظاهرين ومضمرين ومختلفين ولايبدل ظاهر من مضمر بدل الكل الامن الغائب نحو ضربته زيدًا ۔(ص۱۹۷۔امدادیہ)

عبارت مذکورہ کی تشریح کریں اور مثالیں ذکر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں فقط عبارت کی تشریح مع امثلہ مطلوب ہے۔

جواب ......عبارت کی تشریح مع امثلہ:۔ "ویکونان الخ" سے مصنف رحمہ اللہ کی غرض تعریف وتنکیر کے اعتبار سے بدل کی تقسیم کرنا ہے کہ تعریف وتنکیر کے اعتبار سے بدل کی چار قسمیں ہیں ① بدل ومبدل منہ دونوں معرفہ ہوں جیسے جاء نی زید اخوك ② بدل ومبدل منہ دونوں نکرہ ہوں جیسے جاء نی رجل غلام لك ③ مبدل منہ معرفہ وبدل نکرہ ہو جیسے بالناصية ناصيةٍ كاذبةٍ ④ مبدل منہ نکرہ اور بدل معرفہ ہو جیسے جاء نی رجل غلام زید۔

"واذا كان البدل الخ" سے ایک ضابطہ بیان کیا کہ جب مبدل منہ معرفہ اور بدل نکرہ ہو تو بدل کی نعت لانا واجب ہے تا کہ مقصود غیر مقصود سے انقص نہ ہو جائے کیونکہ نکرہ معرفہ کی نسبت انقص ہوتا ہے لہٰذا اس نکرہ کی صفت لائیں گے تا کہ اسکے ذریعے اس نکارت کی تلافی ہو جائے جو بدل میں ہے جیسے بالناصیۃ ناصیۃ کاذبۃ اسمیں بدل (ناصیۃ) نکرہ کی صفت (کاذبۃ) لائی گئی ہے۔

"ویکونان ظاهرین الخ" سے غرض اظہار واضمار کے اعتبار سے بدل کی تقسیم کرنا ہے کہ اظہار واضمار کے اعتبار سے بھی بدل کی چار اقسام ہیں ① بدل ومبدل دونوں اسم ظاہر ہوں جیسے جاء نی زید اخوك ② بدل ومبدل منہ دونوں اسم مضمر ہوں جیسے الزیدون لقیتهم ایاهم ③ مبدل منہ اسم مضمر اور بدل اسم ظاہر ہو جیسے اخوك ضربته زیدًا ④ بدل منہ اسم ظاہر اور بدل اسم مضمر ہو جیسے اخوك ضربت زیدًا ایاه۔

"ولا یبدل الخ" سے ایک ضابطہ کی طرف اشارہ ہے کہ اسمِ مظہر سوائے ضمیرِ غائب کے کسی اور ضمیر سے بدل الکل نہیں بن سکتا جیسے ضربته زیدًا، اسلئے کہ ضمیرِ مخاطب ومتکلم دلالت کے اعتبار سے اسم ظاہر سے اقوی واخص ہوتی ہیں پس اگر ضمیر مخاطب یا متکلم سے بدل الکل بنایا جائے تو مقصود کا غیرِ مقصود سے انقص ہونا لازم آئیگا حالانکہ بدل الکل اور مبدل منہ کے مدلول میں عینیت ہوتی ہے بخلاف بدل البعض، بدل الاشتمال و بدل الغلط کے کہ اسم ظاہر کو ضمیرِ مخاطب ومتکلم سے بدل البعض، بدل الاشتمال وبدل الغلط بنا سکتے ہیں اسلئے کے انکے اندر مانع مفقود ہے کیونکہ ان میں بدل کا مدلول بعینہٖ مبدل منہ کا مدلول نہیں ہوتا جیسے اشتریتك نصفك، اشتریتنی نفسی بدل البعض کی مثال ہیں۔اعجبنی علمك بدل الاشتمال کی مثال ہے ضربتك الحمار، ضربتنی الحمار بدل الغلط کی مثال ہیں۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۵ھ

الشق الاول ......فَإِنْ طَابَقَتِ الصِّفَةُ الْوَاقِعَةُ بَعْدَ حَرْفِ النَّفْيِ وَالْإِسْتِفْهَامِ اِسْمًا مُفْرَدًا مَذْكُوْرًا بَعْدَهَا نَحْوُ مَا قَائِمٌ زَيْدٌ وَأَقَائِمٌ زَيْدٌ وَاحْتَرَزَ بِهِ عَمَّا أَذَا طَابَقَتْ مُثَنًّى نَحْوُ أَقَائِمَانِ الزَّيْدَانِ أَوْ مَجْمُوْعًا نَحْوُ أَقَائِمُوْنَ الزَّيْدُوْنَ فَأَنَّهَا حِيْنَئِذٍ خَبَرٌ لَيْسَ أَلَّا جَازَ الْأَمْرَانِ كَوْنُ الصِّفَةِ مُبْتَدَأً وَمَا بَعْدَهَا فَاعِلَهَا يَسُدُّ مَسَدَّ الْخَبَرِ ، وَكَوْنُ مَابَعْدَ هَا مُبْتَدَأً وَالصِّفَةِ خَبَرًا مُقَدَّمًا عَلَيْهِ فَهٰهُنَا ثَلَاثُ صُوَرٍ۔ (ص۶۹۔امدادیہ)

مبتداء قسم ثانی کی تعریف کریں۔عبارت پراعراب لگا کرواضح تشریح کریں۔ فهٰهنا ثلاث صور میں تین صورتیں کون سی ہیں؟ مثالوں کے ذریعہ واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا خلاصہ چارامور ہیں (۱) مبتداء کی قسم ثانی کی تعریف (۲) عبارت پراعراب (۳) عبارت کی تشریح (۴) ثلاث صور کی نشاندہی مع امثلہ۔

جواب ...... ❶ مبتداء کی قسم ثانی کی تعریف:۔ وہ صفت کا صیغہ جوحرفِ نفی یا حرفِ استفہام کے بعد واقع ہواور وہ اسمِ ظاہر کورفع دینے والا ہو، اسم ضمیر کورفع دینے والا نہ ہوجیسے **أقائم الزیدان**۔

❷ عبارت پراعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا**۔

❸ عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت سے صاحبِ کافیہ رحمۃ اللہ علیہ کی غرض ایک ضابطہ کو بیان کرنا ہے کہ اگر حرفِ نفی یا استفہام کے بعدواقع صفت کا صیغہ اسمِ ظاہر مفرد کے مطابق ہوتو اسمیں دوامر جائز ہیں ① صیغۂ صفت مبتداء کی قسم ثانی اور مابعد فاعل قائم مقام خبر ہو ② صیغۂ صفت خبرِ مقدم اور مابعد مبتداء مؤخر ہو۔

"**الصفة الواقعة الخ**" سے ملّا جامی رحمۃ اللہ علیہ کی غرض سوالِ مقدر کا جواب دینا ہے سوال کی تقریر یہ ہے کہ **طابقت** کی ضمیر کا مرجع مطلق صفت ہے یا وہ صفت ہے جوحرفِ نفی یا استفہام کے بعد واقع ہواور مابعدوالے اسم ظاہر کورفع دے، دونوں احتمال درست نہیں ہیں۔ مطلق صفت کا مرجع ہونا اسلئے درست نہیں ہے کہ اس صورت میں **قـائم زیدٌ** میں بھی دوامر جائز ہونگے حالانکہ اسمیں فقط ایک امر (قائم خبرِ مقدم زید مبتداء مؤخر) جائز ہے اور اگر وہ صفت کا صیغہ مرجع ہے جوحرفِ نفی یا استفہام کے بعد واقع ہواور مابعد والے اسمِ ظاہر کورفع دے تو اس صورت میں صیغۂ صفت کے اسم ظاہر کے لئے رافع ہونے کے باوجود جواز الامرین لازم آئے گا حالانکہ اس صورت میں صفت کا مبتدا کی قسم ثانی ہونا اور مابعد کا فاعل قائم مقام خبر ہونا متعین ہے۔

"**الصفة الواقعة الخ**" سے مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ ضمیر کا مرجع احتمالِ ثانی یعنی وہ صفت کا صیغہ ہے جو حرفِ نفی یا استفہام کے بعدواقع ہوقطع نظر اس بات کے کہ وہ مابعدوالے اسمِ ظاہر کورفع دینے والا ہو گویا قیدِ اوّل (حرفِ نفی یا استفہام کے بعدواقع ہو) ملحوظ ہے قیدِ ثانی (مابعدوالے اسمِ ظاہر کورفع دے) ملحوظ نہیں ہے اس صورت میں مابعدوالے اسم ظاہر میں رفع متعین نہ ہونے کی وجہ سے اعتراض واردنہ ہوگا۔

"**اسما مفردًا**" کہہ کربتلادیا کہ **مفردًا** موصوف محذوف **اسما** کی صفت ہے۔

"مذکورا بعدها" کہہ کر اشارہ کیا کہ صفت مع متعلق کے محذوف ہے۔

"مَا قائمٌ زیدٌ" یہ مذکورہ ضابطہ کی مثال ہے اسمیں صیغہ صفت حرف نفی کے بعد واقع ہے اور اسم ظاہر مفرد کے مطابق ہے

"أقائمٌ زیدٌ" یہ حرف استفہام کی مثال ہے اسمیں صیغہ صفت حرف استفہام کے بعد واقع ہے اور اسم ظاہر مفرد کے مطابق ہے پس ان دونوں مثالوں میں امرین (صیغہ صفت مبتدا کی قسم ثانی اور مابعد فاعل قائم مقام خبر، صیغہ صفت خبر مقدم اور مابعد مبتدا مؤخر) جائز ہیں۔

"واحترز به الخ" سے مولانا جامی رحمہ اللہ کی غرض مفرد کی قید کے فائدہ کو بیان کرنا ہے کہ اسکے ذریعہ اس صیغہ صفت سے احتراز ہے جو تثنیہ یا جمع کے مطابق ہو جیسے اقائمان الزیدان' اقائمون الزیدون یہاں پر صیغہ صفت کا مبتدا کی قسم ثانی بننا درست نہیں ہے لہٰذا یہاں پر صیغہ صفت کا خبر پر مقدم ہونا اور مابعد والے اسم ظاہر کا مبتداء مؤخر ہونا متعین ہے

"کون الصفة الخ" سے الامران کے مصداق کو بیان کیا جسکی وضاحت ہو چکی ہے۔

❹ **ثلاث صور کی نشاندہی مع امثلہ:۔** اس عبارت میں ثلاث صور سے مراد وہ تین صورتیں ہیں جو جائز و مستعمل ہیں۔
① صیغہ صفت اور اسم ظاہر تثنیہ و جمع ہونے میں مطابق ہوں جیسے اقائمان الزیدان اقائمون الزیدون، اس صورت میں صیغہ صفت کا خبر مقدم اور اسم ظاہر کا مبتداء مؤخر ہونا متعین ہے ② صیغہ صفت مفرد ہو اور اسم ظاہر تثنیہ و جمع ہو جیسے اقائم الزیدان، اقائم الزیدون، اس صورت میں صیغہ صفت کا مبتداء کی قسم ثانی ہونا اور اسم ظاہر کا خبر ہونا متعین ہے ③ صیغہ صفت اور اسم ظاہر دونوں مفرد ہوں جیسے اقائم زید، اس صورت میں امرین جائز ہیں کما مرّ آنفا ④ عقلی طور پر یہاں چوتھی صورت بھی ہے کہ صیغہ صفت تثنیہ و جمع ہو اور اسم ظاہر مفرد ہو جیسے اقائمان زید، اقائمون زید، یہ صورت ناجائز و غیر مستعمل ہے۔

الشق الثانی ......وَيُحْذَفُ خَبَرُ لَا هٰذِهِ حَذْفًا كَثِيْرًا أَذَا كَانَ الْخَبَرُ عَامًّا كَالْمَوْجُوْدِ وَالْحَاصِلِ لِدَلَالَةِ النَّفْيِ عَلَيْهِ نَحْوُ لَاإِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، أَيْ لَا إِلٰهَ مَوْجُوْدٌ إِلَّا اللّٰهُ، وَبَنُوْتَمِيْمٍ لَا يُثْبِتُوْنَهٗ.(ص ۸۱۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر مطلب بیان کریں۔ عبارت میں مذکورہ مسئلہ کا تعلق کس بحث سے ہے؟ لایثبتونہ سے کیا مراد ہے؟ بطرز شارح رحمہ اللہ تفصیل کے ساتھ تحریر کریں۔

﴿خلاصہ سوال﴾...... اس سوال کا حاصل چار امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا مطلب (۳) متعلقہ بحث کی نشاندہی (۴) لایثبتونہ کی مراد۔

جواب ...... ❶ **عبارت پر اعراب:۔** کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ **عبارت کا مطلب:۔** صاحب کافیہ رحمہ اللہ کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ لائے نفی جنس کی خبر اکثر محذوف ہوتی ہے اسلئے کہ نفی اس پر دلالت کرتی ہے کیونکہ نفی منفی کا تقاضا کرتی ہے اور جب خصوص کا کوئی قرینہ نہیں ہوگا تو نفی عام کی طرف متصرف ہوگی اور جب عام لفظوں میں موجود نہیں ہوگا تو معلوم ہوگا کہ وہ محذوف ہے جیسے لا الٰه الا اللّٰه اسمیں الٰه، لا کا اسم ہے اور اسکی خبر (موجود) محذوف ہے اصل عبارت لا الٰه موجود الا اللّٰه ہے۔

"خبر لا" کہہ کر یحذف کی ضمیر کے مرجع کو متعین کر دیا کہ وہ خبر لا ہے۔

"هٰذہ" کہہ کراشارہ کردیا کہ صرف لَا نفیِ جنس کی خبر اکثر محذوف ہوتی ہے لا مشابہ بلیس کی خبر اکثر محذوف نہیں ہوتی

"حذفا" کہہ کر سوالِ مقدر کا جواب دیا، سوال کی تقریر یہ ہے کہ کثیرا، یحذف فعل کا مفعول مطلق ہے حالانکہ اسمیں مفعول مطلق کی شرط (فعلِ مذکور کا معنی اس پر مشتمل ہو) نہیں پائی جاتی کیونکہ یحذف کا معنی کثیرا پر مشتمل نہیں ہے تو حذفا کہہ کر جواب دیدیا کہ کثیرا مفعول مطلق نہیں ہے بلکہ مفعول مطلق (حذفا) محذوف ہے اور یہ کثیرا اسکی صفت ہے، کثیرا کہہ کر اشارہ کردیا کہ یہ خبر اکثر محذوف ہوتی ہے۔

"اذاکان الخبر عاما" کہہ کر وہم کو دور کردیا کہ لَا نفیِ جنس کی خبر کا حذفِ کثیر مطلقاً نہیں ہے بلکہ اسوقت ہے جب وہ خبر عام ہو جیسے موجود، حاصل۔

"لدلالۃ النفی علیه" سے حذفِ خبر کی علت کو بیان کیا ہے جسکی وضاحت ہو چکی ہے۔

③ متعلقہ بحث کی نشاندہی:۔ ابھی ماقبل والی بحث سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ اس عبارت کا تعلق لا نفیِ جنس کی خبر کے ساتھ ہے۔

④ لایثبتونہ کی مراد:۔ شارح نے مصنف رحمہ اللہ کی عبارت وبنوتمیم لا یثبتونہ کے دو معانی کی طرف اشارہ کیا لَا یظہرون سے پہلے معنی کو بیان کیا کہ وہ لا نفی جنس کی خبر کو لفظوں میں ظاہر نہیں کرتے اسلئے کہ انکے نزدیک "لَا نفیِ جنس کی خبر کو حذف کرنا واجب ہے۔ او المراد سے دوسرے معنی کی طرف اشارہ ہے کہ بنو تمیم لَا نفیِ جنس کی خبر کو بالکل ثابت نہیں کرتے نہ لفظاً اور نہ تقدیراً۔

"فیقولون الخ" سے ملا جامی رحمہ اللہ کی غرض سوالِ مقدر کا جواب دینا ہے سوال کی تقریر یہ ہے کہ جب بنو تمیم لَا نفیِ جنس کی خبر کے بالکل قائل ہی نہیں ہیں تو پھر انکے نزدیک لَا اھل ، لا مال یہ کلام فائدہ تامہ کیسے دے گی فیقولون الخ سے شارح نے جواب دیا کہ انکے نزدیک لا اسم فعل ہے بمعنی انتفی فعل اور اھل و مال اسکا فاعل ہیں تقدیر عبارت ہے انتفی الاھل، انتفی المال، اب خبر کی طرف احتیاج ہی نہیں ہے۔

"وعلی التقدیرین الخ" سے شارح رحمہ اللہ کی غرض سوالِ مقدر کا جواب دینا ہے سوال کی تقریر یہ ہے کہ جہاں پر لَا نفیِ جنس کی خبر موجود ہے مثلاً لَا رجل قائم وہاں پر مذکورہ توجیہ درست نہیں ہے؟ شارح رحمہ اللہ نے جواب دیا کہ بظاہر جہاں پر لَا نفیِ جنس کی خبر موجود ہے اسکو بنوتمیم صفت پر محمول کرتے ہیں نہ کہ خبر پر جیسے اسی مثال میں قائم رجل کی صفت ہے البتہ رجل کے محل کی وجہ سے مرفوع ہے اسلئے کہ "رجل" لَا کی وجہ سے مبنی ہے اور مبنی کا تابع اس کے محل کے تابع ہوتا ہے۔

السوال الثالث ۱۴۳۵ھ

الشق الاول ......ویستوی الأمران ای الرفع والنصب فللمتکلم أن یختار کل واحد منهما بلاتفاوت فی مثل زید قام وعمرًا اکرمته أی عنده أو فی داره ونحو ذلك وألا لایصح العطف علی الصغری لعدم الضمیر. (ص۱۰۰-السادسیة)

مذکورہ مسئلہ کی وضاحت کریں۔ عنده أوفی داره الخ کی تقدیر سے شارح کی غرض بیان کریں۔ مثل سے کیا مراد ہے؟ واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) مسئلہ کی وضاحت (۲) عنده او فی داره سے غرضِ شارح (۳) مثل کی مراد۔

جواب ...... ❶ **مسئلہ کی وضاحت:۔** وہ اسم جو بادی النظر میں ایسی جگہ واقع ہو جہاں اسکے **ما اضمر عامله علی شریطة التفسیر** کا گمان ہوتا ہو خواہ وہ واقعۃً میں **ما اضمر عامله الخ** ہو یا نہ ہو ایسے اسم کے اعراب کی پانچ اقسام ہیں۔ اس عبارت میں مذکورہ اسم کے اعراب کی تیسری قسم کا ذکر ہے کہ ایسے اسم پر رفع و نصب دونوں مساوی ہیں یعنی متکلم کو مکمل اختیار ہے کہ رفع و نصب میں جس کو چاہے بغیر تفاوت کے اختیار کرے جیسے **زیدٌ قام وعمرًوا اکرمته** (مثل کی مراد میں اسکی مکمل وضاحت آ رہی ہے)

❷ **عنده او فی داره سے غرض شارح:۔** **عنده او فی داره** سے شارح رحمہ اللہ کی غرض سوالِ مقدر کا جواب دینا ہے سوال کی تقریر یہ ہے کہ اوپر ذکر کردہ مثال **زیدٌ قام وعمرًوا اکرمته** کی مثل میں **عمرًوا** پر نصب پڑھنا صحیح نہیں ہے کیونکہ نصب کی صورت میں اسکا عطف صغری (قَامَ) پر ہوگا اور جس طرح "قام" **زیدٌ** کی خبر ہے اسی طرح **عمرًوا اکرمته** بھی اسکی خبر ہوگا حالانکہ اسکا خبر بننا صحیح نہیں ہے اسلئے کہ خبر جب جملہ ہو تو اسمیں عائد (ضمیر) کا ہونا ضروری ہے اور اسکے اندر کوئی عائد نہیں ہے۔

عنده او فی داره کہہ کر شارح رحمہ اللہ نے جواب دیا کہ عائد مقدر ہے جو کہ **عنده** یا **فی داره** میں واقع ہے۔

❸ **مثل کی مراد:۔** مثل سے مراد ہر وہ ترکیب ہے کہ **ما اضمر عامله** جس جملہ کے اندر واقع ہے اسکا عطف ہو جملہ ذات الوجہین پر یعنی ایسے جملہ اسمیہ پر کہ جسکی خبر جملہ فعلیہ ہو جیسے **زید قام و عمرًوا اکرمته** اسمیں اگر **عمروٌ** کو مرفوع پڑھیں تو یہ جملہ اسمیہ ہوگا اور اسکا عطف جملہ کبری (**زید قام**) پر ہوگا اور اگر اسکو منصوب پڑھیں تو یہ جملہ فعلیہ ہوگا اور اسکا عطف جملہ صغری (قام) پر ہوگا۔ چونکہ دونوں وجہوں میں معطوف و معطوف علیہ کے درمیان تناسب حاصل ہے لہٰذا دونوں امر مساوی ہونگے کسی کو دوسرے پر ترجیح حاصل نہ ہوگی۔

الشق الثانی ...... **وقد تكون جملة خبرية فالاسمية بالواو والضمير أو بالواو أو بالضمير على ضعف. والمضارع المثبت بالضمير وحده وماسواهما بالواو والضمير أو بأحدهما.** (ص۱۲۹۔ امدادیہ)

عبارت کی تشریح کر کے مثالوں سے واضح کریں اور یہ بتائیں کہ جملہ انشائیہ حال کیوں نہیں بن سکتا؟ نیز جملہ خبریہ حالیہ میں رابط کا ہونا کیوں ضروری ہے؟ وجہ لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال میں تین امور توجہ طلب ہیں (۱) عبارت کی تشریح (۲) جملہ انشائیہ کے حال نہ بننے کی وجہ (۳) جملہ خبریہ حالیہ میں رابط کے ضروری ہونے کی وجہ۔

جواب ...... ❶ **عبارت کی تشریح:۔** عبارت کا حاصل یہ ہے کہ حال کبھی جملہ بھی ہوتا ہے اسلئے کہ جملہ بھی مفردات کی طرح ہیئت پر دلالت کرتا ہے اور حال سے مقصود ہیئت پر دلالت ہوتی ہے لہٰذا مفردات کی طرح جملہ کا حال واقع ہونا درست ہے لیکن یہ ضروری ہے کہ جملہ حالیہ جملہ خبریہ ہو جو صدق و کذب کا احتمال رکھتا ہو اسلئے کہ حال ذوالحال سے بمنزلِ خبر کے ہوتا ہے نیز حال کا ذوالحال پر جاری ہونا ذوالحال کے لئے محکوم بہ (خبر) کی قوت میں ہے۔ یعنی جس طرح مبتداء محکوم علیہ اور خبر محکوم بہ ہوتی ہے اسی طرح ذوالحال بمنزلِ محکوم علیہ اور حال بمنزلِ محکوم بہ ہوتا ہے اور جملہ انشائیہ محکوم بہ ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا جب جملہ انشائیہ محکوم بہ نہیں بن سکتا تھا حال بھی نہیں بن سکتا۔

چونکہ جملہ افادہ میں مستقل ہوتا ہے اسلئے وہ دوسری شئی کے ساتھ ارتباط کا تقاضا نہیں کرتا مگر حال ذوالحال کے ساتھ مرتبط ہوتا ہے لہٰذا حال جب جملہ ہوگا تو اسکے لئے رابطہ کا ہونا ضروری ہے جو اسکو ذوالحال کے ساتھ ربط دے اور وہ رابطہ واؤ اور ضمیر ہیں۔

جملہ خبریہ اسمیہ ہوگا یا فعلیہ ہوگا۔ فعلیہ ہو کر یا مضارع مثبت ہوگا یا منفی ہوگا اسی طرح فعلیہ ہو کر یا ماضی مثبت ہوگا یا ماضی منفی ہوگا۔ اس طرح یہ کل پانچ جملے بنیں گے ① جملہ اسمیہ ② فعلیہ مضارع مثبت ③ فعلیہ مضارع منفی ④ فعلیہ ماضی مثبت ⑤ فعلیہ ماضی منفی۔

اب عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اگر حال جملہ اسمیہ ہو تو وہ واؤ اور ضمیر دونوں کے ساتھ متلبس ہوگا اسلئے کہ جملہ اسمیہ استقلال میں سب سے اقویٰ ہے لہٰذا مناسب یہ ہے کہ اسمیں رابطہ بھی نہایت قوی ہو اور ظاہر ہے کہ دو رابطے ایک سے قوی ہوتے ہیں جیسے **جئتُ وانا راکب، جئتَ وانت راکب، جاء زید وھو راکب** ان تینوں مثالوں میں واؤ اور ضمیر دونوں موجود ہیں۔

یا جملہ اسمیہ کے حال ہونے کی صورت میں ربط صرف واؤ کے ساتھ ہوگا اسلئے کہ واؤ اوّل امر میں ربط پر دلالت کرتی ہے کیونکہ واؤ جملہ اسمیہ حالیہ کے شروع میں آئیگی اور یہ جمع مع السابق کیلئے ہے لہٰذا جب اسکے بعد جملہ مذکور ہوگا تو فوراً معلوم ہوگا کہ مابعد ماقبل کے ساتھ مرتبط ہے جیسے **کنتُ نبیاو آدم بین الماء والطین** یا جملہ اسمیہ کے حال ہونے کی صورت میں ربط صرف ضمیر کے ساتھ ہوگا مگر یہ ضعیف ہے اسلئے کہ ضمیر کا ابتداء میں واقع ہونا واؤ کی طرح واجب نہیں ہے لہٰذا یہ واؤ کی طرح اوّل امر میں ربط پر دلالت نہیں کرے گا جیسے **کَلَّمْتُہٗ فُوْہُ اِلیٰ فِیَّ**۔

اگر حال جملہ فعلیہ مضارع مثبت ہو تو پھر اسمیں ربط صرف ضمیر کے ساتھ ہوگا اسلئے کہ فعل مضارع لفظاً و معناً اسم فاعل کے مشابہ ہے اور اسم فاعل واؤ سے مستغنی ہوتا ہے لہٰذا مضارع بھی واؤ سے مستغنی ہوگا جیسے **جاء نی زید یسرع**۔

اگر حال جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ مضارع مثبت کے علاوہ بقیہ تین جملوں (فعلیہ مضارع منفی، فعلیہ ماضی مثبت، فعلیہ ماضی منفی) میں سے کسی جملہ پر مشتمل ہو تو اسمیں ربط واؤ اور ضمیر دونوں بھی ہوتے ہیں اور تنہا تنہا بھی ہوتے ہیں انمیں تنہا ضمیر پر اکتفاء کرنا ضعیف نہیں ہے اسلئے کہ ان تین جملوں میں سے کسی کے اندر اس درجہ استقلال نہیں ہے جیسا کہ جملہ اسمیہ میں استقلال تھا پس جب انمیں وہ قوتِ استقلال نہیں تو صرف ضمیر پر اکتفاء کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

مضارع منفی کی مثالیں: جیسے **جاء نی زید ومایتکلم غلامہ، جاء نی زید مایتکلم غلامہ، جاء نی زید وما یتکلم عمرو**۔

ماضی مثبت کی مثالیں: جیسے **جاء نی زید وقد خرج غلامہ، جاء نی زید قد خرج غلامہ، جاء نی زید وقد خرج عمرو**۔

ماضی منفی کی مثالیں: جیسے **جاء نی زید وما خرج غلامہ، جاء نی زید ما خرج غلامہ، جاء نی زید وما خرج عمرو**۔

② و ③ جملہ انشائیہ کے حال نہ بننے کی وجہ اور جملہ خبریہ حالیہ میں رابط کے ضروری ہونے کی وجہ:۔

ابھی عبارت کی تشریح کے ضمن میں ابتداء میں ان دونوں امر کی وجہ وضاحت کے ساتھ گزر چکی ہے۔

الورقة الرابعة : فی النحو

السوال الاوّل ۱۴۳۶ھ

الشق الاوّل...... والمعطوف فی حکم المعطوف علیه ومن ثم لم یجز فی ما زید بقائم أو قائما ولاذاهب عمرو الا الرفع ، وانما جاز الذی یطیر فیغضب زید الذباب لأنها فاء السببية۔ (ص ۱۸۸۔ امدادیہ)

عبارت کی مکمل وضاحت کریں، وانـمـا جـاز سوال کا جواب ہے پہلے سوال کی تقریر اور جواب کی توضیح بطرزِ شارح تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال میں فقط دو امر حل طلب ہیں (۱) عبارت کی وضاحت (۲) وانّما جاز سوال وجواب کی توضیح۔

جواب ...... ❶ **عبارت کی وضاحت:۔** ماقبل میں مصنف رحمہ اللہ نے ایک ضابطہ بیان کیا تھا کہ معطوف، معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے یعنی جو امور معطوف علیہ کے لئے جائز ہیں وہ امور معطوف کے لئے بھی جائز ہیں اور جو امور معطوف علیہ کیلئے ممتنع ہیں وہ امور معطوف کے لئے بھی ممتنع ہیں۔ اسی ضابطہ پر تفریع قائم کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ **ما زید بقائم ولا ذاهب عمرو، ما زید قائما ولا ذاهب عمرو،** ان دونوں مثالوں میں **ذاهب** پر رفع متعین ہے نصب وجر جائز نہیں ہے اسلئے کہ اگر اسکو منصوب پڑھیں تو اسکا عطف **قائما** پر ہوگا اور اگر مجرور پڑھیں تو اسکا عطف **بقائم** پر ہوگا پس بواسطہ عطف یہ زید کی خبر ہوگا حالانکہ **ذاهب** کا زید کی خبر ہونا ممتنع ہے اسلئے کہ معطوف علیہ (قائم) کے اندر ضمیر ہے جو ما کے اسم (زید) کی طرف راجع ہے اور معطوف اس ضمیر سے خالی ہے پس **ذاهب** پر رفع متعین ہوگا اس بناء پر کہ یہ **عمروٌ** کی خبرِ مقدم ہے اور یہ عطف الجملہ علی الجملہ کے قبیل سے ہوگا اور اس سے کوئی مانع نہیں ہے۔

❷ **وانّما جاز الخ سوال وجواب کی وضاحت:۔** **انّما جاز الخ** سے مصنف رحمہ اللہ کی غرض سوالِ مقدر کا جواب دینا ہے سوال کی تقریر یہ ہے کہ مذکورہ قاعدہ (معطوف، معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے) عربیوں کے قول **الذی یطیر فیغضب زید الذباب** کے ساتھ منقوض ہے اسلئے کہ **یطیر** (معطوف علیہ) کے اندر ضمیر ہے جو موصول کی طرف راجع ہے اور **یغضب** (معطوف) ضمیر سے خالی ہے۔

جواب ① کا حاصل یہ ہے کہ **یغضب** پر داخل فاء عاطفہ نہیں ہے بلکہ سببیہ ہے لہٰذا سوال خارج عن البحث ہوا۔ ② کہ یہ فاء عاطفہ وسببیہ دونوں ہے، پھر اعتراض ہوگا کہ فاء عاطفہ کی وجہ سے ضمیر کا ہونا ضروری ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ سبب مسبب میں اتصال ہوتا ہے اسلئے یہ دونوں جملے جملہ واحدہ کی مثل ہوگئے اور جملہ اولیٰ کے رابط پر اکتفاء کرتے ہوئے جملہ ثانیہ میں رابط کی ضرورت نہیں ہوگی۔ ③ کہ یہ فاء سببیت کیلئے نہیں ہے لیکن اس سے یہ بات مفہوم ہوتی ہے کہ جملہ اولیٰ جملہ ثانیہ کیلئے سبب ہے اور جملہ ثانیہ میں سببیت والا معنی ہی رابط ہو جائیگا۔ ④ کہ یہ فاء عطف کیلئے ہی ہے اور معطوف کے اندر ضمیر مقدر ہے جو موصول کی طرف راجع ہے اصل عبارت اس طرح ہے **الذی یطیر فیغضب زید بطیر انه الذباب**۔

الشق الثانی ......**وَقَدْ يُحْذَفُ الْفِعْلُ الرَّافِعُ لِلْفَاعِلِ بِقَرِيْنَةٍ دَالَّةٍ عَلٰى تَعَيُّنِهٖ وُجُوْبًا اَىْ حَذْفًا وَاجِبًا فِىْ مِثْلِ قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ اَىْ فِىْ كُلِّ مَوْضِعٍ حُذِفَ الْفِعْلُ ثُمَّ فُسِّرَ لِرَفْعِ الْاِبْهَامِ النَّاشِئِ مِنَ الْحَذْفِ فَاِنَّهٗ لَوْ ذُكِرَ الْمُفَسَّرُ لَمْ يَبْقَ الْمُفَسِّرُ مُفَسِّرًا بَلْ صَارَ حَشْوًا بِخِلَافِ الْمُفَسَّرِ الَّذِىْ فِيْهِ اِبْهَامٌ بِدُوْنِ حَذْفِهٖ فَاِنَّهٗ يَجُوْزُ الْجَمْعُ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ مُفَسِّرِهٖ كَقَوْلِكَ جَاءَنِىْ رَجُلٌ اَىْ زَيْدٌ فَتَقْدِيْرُ الْاٰيَةِ وَاِنِ اسْتَجَارَكَ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَحَدٌ فِيْهَا فَاعِلُ فِعْلٍ مَحْذُوْفٍ وُجُوْبًا وَهُوَ اِسْتَجَارَكَ الْاَوَّلُ الْمُفَسَّرُ بِاسْتَجَارَكَ الثَّانِىْ** ۔(ص ۶۱۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں، واضح تشریح کریں اور یہ بتائیں کہ مذکورہ صورت میں حذفِ فعل کیوں واجب ہے؟ کیا لفظ احد

کومبتدا بنانا جائز ہے؟ اگر نہیں تو کیوں؟ وجہ لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کی تشریح (۳) مذکورہ صورت میں حذفِ فعل واجب ہونے کی وجہ (۴) لفظِ احد کو مبتداء نہ بنانے کی وجہ۔

جواب...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ **کمامرّ فی السوال آنفا۔**

❷ عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت سے صاحبِ کافیہ رحمۃ اللہ علیہ کی غرض فاعل کے عامل یعنی فعل کے حذفِ وجوبی کی ایک صورت کو بیان کرنا ہے کہ کبھی فعل رافع للفاعل کو فعل محذوف پر دلالت کرنے والے قرینہ کی موجودگی میں وجوبی طور پر حذف کر دیا جاتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کے قول **وَاِنْ اَحَدٌ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ** میں کہا گیا ہے اور اس کی مثل تمام جگہوں پر اسی طرح ہے۔ اس مثل سے مراد ہر وہ جگہ ہے جہاں قرینہ پائے جانے کی وجہ سے فعل کو حذف کر دیا گیا ہو مگر حذفِ فعل کے بعد ابہام پیدا ہو گیا ہو اور اُس ابہام کو رفع کرنے کے لئے ایک دوسرا فعل بطورِ تفسیر ذکر کیا گیا ہو۔

بخلاف المفسر الخ سے مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے، سوال کی تقریر یہ ہے کہ آپ کا یہ کہنا کہ مفسَّر اور مفسِّر کا جمع ہونا ناجائز ہے، ہم نہیں مانتے بلکہ مفسِّر اور مفسَّر کا جمع ہونا جائز ہے جیسے **جاء نی رجل ای زیدٌ**، اس میں رجل مفسَّر ہے اور زید مفسِّر ہے اور دونوں جمع ہو رہے ہیں۔

شارح نے اسکا جواب دیا کہ مفسَّر اور مفسِّر کا اجتماع اس وقت ناجائز ہے جبکہ مفسَّر کے ابہام کی علت حذف ہو اور **جاء نی رجل ای زیدٌ** میں مفسَّر کے ابہام کی علت حذف نہیں بلکہ مفسر کے ابہام کی علت رجل کا نکرہ ہونا ہے۔ (بقیہ تشریح آئندہ امور میں ہے)

❸ مذکورہ صورت میں حذفِ فعل واجب ہونے کی وجہ:۔ ایسے موضع میں فعل کا حذف اس لئے واجب ہے کہ اگر فعل مفسَّر کو ذکر کیا جائے تو فعل مفسِّر نہیں رہے گا بلکہ حشو ہو جائے گا۔ اس لئے کہ مفسِّر ابہام کو رفع کرنے کے لئے ہوتا ہے جب فعل مفسَّر کو ذکر کیا جائے گا تو ابہام باقی نہیں رہے گا۔ گویا اس صورت میں فعل کا حذف اس لئے واجب ہے کہ اس کا مفسِر اس کے قائم مقام ہے اور وہ اس کے ذکر سے مستغنی کر دیتا ہے مثلاً آیت کریمہ **وان احد من المشركين استجارك** میں **اَحَدٌ** فاعل ہے اور اس کا فعل وجوبی طور پر محذوف ہے جو کہ **استجارك** ہے، اصل عبارت **وان استجارك احد من المشركين استجارك** ہے۔ آیت میں پہلا **استجارك** محذوف ہے اور دوسرا **استجارك** اس پر دلالت کر رہا ہے۔

❹ لفظ احد کو مبتداء نہ بنانے کی وجہ:۔ **اَحَدٌ** کو مبتداء بنانا جائز نہیں ہے اس لئے کہ **اِنْ** حرفِ شرط ہے اور حرفِ شرط کے لئے فعل کا ہونا ضروری ہے کیونکہ **اِنْ** کا اسم پر داخل ہونا ممتنع ہے لہٰذا مذکورہ امرِ ممتنع کے ارتکاب سے بچنے کے لئے **اَحَدٌ** کو فاعل ہی بنایا جائے گا، مبتداء نہیں بنا سکتے۔ (التقریر السامی ص ۳۳)

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۶ھ

الشق الاول...... **وَمَا وَقَعَ ظَرْفًا اَيِ الْخَبَرُ الَّذِيْ وَقَعَ ظَرْفَ زَمَانٍ اَوْ مَكَانٍ اَوْ جَارًّا اَوْ مَجْرُوْرًا فَالْاَكْثَرُ مِنَ النُّحَاةِ وَهُمُ الْبَصْرِيُّوْنَ عَلٰى اَنَّهُ اَيِ الْخَبَرُ الْوَاقِعُ ظَرْفًا مُقَدَّرٌ اَيْ مُؤَوَّلٌ بِجُمْلَةٍ بِتَقْدِيْرِ الْفِعْلِ فِيْهِ**

لِاَنَّهٗ اِذَا قُدِّرَ فِيْهِ الْفِعْلُ يَصِيْرُ جُمْلَةً بِخِلَافِ مَا اِذَا قُدِّرَ فِيْهِ اِسْمُ الْفَاعِلِ كَمَا هُوَ مَذْهَبُ الْاَقَلِّ وَهُمُ الْكُوْفِيُّوْنَ فَاِنَّهٗ يَصِيْرُ حِيْنَئِذٍ مُفْرَدًا ۔(ص۷۲۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں، مطلب واضح کریں، مذکورہ مسئلہ میں بصریین اور کوفیین میں سے ہر ایک کی دلیل ذکر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا مطلب (۳) مذکورہ مسئلہ میں بصریین وکوفیین کے دلائل۔

جواب ...... ❶ **عبارت پر اعراب:۔** کمامرّ فی السوال آنفا۔

❷ **عبارت کا مطلب:۔** عبارت کا حاصل یہ ہے کہ خبر جب ظرف ہو (خواہ ظرف حقیقی ہو یا مجازی ہو) تو وہ اکثر نحویوں یعنی بصریین کے نزدیک مؤول بجملہ ہوتی ہے یعنی فعل کو مقدر مانا جائے گا اور ظرف فعل کے متعلق ہو کر خبر ہوگا۔ جبکہ نحاۃِ کوفہ کا مذہب یہ ہے کہ اسم فاعل کو مقدر مانا جائے گا اور اس وقت خبر مفرد ہوگی اس لئے کہ اسم فاعل اپنے فاعل سے ملکر مفرد ہوتا ہے۔

❸ **مذکورہ مسئلہ میں بصریین وکوفیین کے دلائل:۔** نحاۃِ بصرہ یعنی اکثر کی دلیل یہ ہے کہ ظرف کے لئے متعلق کا ہونا ضروری ہے جو اس ظرف میں عمل کرے اور عمل میں اصل فعل ہے، پس جب عامل کو مقدر ماننا ہی ہے تو اصل کو مقدر ماننا اولیٰ ہے لہٰذا فعل کو مقدر مانا جائے گا۔ نحاۃِ کوفہ کی دلیل یہ ہے کہ ظرف خبر ہے اور خبر میں اصل افراد یعنی مفرد ہونا ہے لہٰذا اسم فاعل کو مقدر مانا جائے گا کیونکہ اسم فاعل اپنے فاعل کے ساتھ ملکر مفرد ہوتا ہے۔ (التقریر السامی ص ۸۵)

الشق الثانی ...... **وتوابع المنادی المبنی من التاکید والصفة وعطف البیان والمعطوف بحرفٍ الممتنع دخول یاعلیه ترفع علی لفظه وتنصب علی محله** ۔(ص۹۳۔امدادیہ)

منادی کی تعریف کریں، عبارت کی وضاحت مثالوں کے ذریعہ کریں، **المعطوف بحرفِ الممتنع**...... کی مراد واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال کا حل دو امور ہیں (۱) عبارت کی وضاحت مع امثلہ (۲) **المعطوف بحرف الممتنع الخ** کی مراد۔

جواب ...... ❶ **عبارت کی وضاحت مع امثلہ:۔** عبارت کی وضاحت یہ ہے کہ منادیٰ مبنی کے وہ توابع جو مفرد ہوں (خواہ وہ تابع تاکید ہو یا صفت ہو یا عطف بیان ہو یا ایسا معطوف بحرف جس پر دخولِ یاء ممتنع ہو یعنی معطوف بحرف معرف باللام ہو) ان سب کو لفظ پر محمول کرتے ہوئے مرفوع پڑھنا بھی جائز ہے اور محل پر محمول کرتے ہوئے منصوب پڑھنا بھی جائز ہے۔

تاکید کی مثال (**یاتیمُ اجمعون واجمعین**) صفت کی مثال (**یازید العاقلُ والعاقلَ**) عطفِ بیان کی مثال (**یا غلام بشرٌو بشرًا، یا زید و الحارثُ والحارثَ**)۔ ان تمام مثالوں میں توابع پر لفظ پر محمول کرتے ہوئے رفع بھی پڑھ سکتے ہیں اور محل پر محمول کرتے ہوئے نصب بھی پڑھ سکتے ہیں۔ (التقریر السامی ص ۱۸۳)

❷ **المعطوف بحرف الممتنع الخ کی مراد:۔** ابھی وضاحت کے ضمن میں اس کی مراد گزر چکی ہے کہ اس سے مراد وہ معطوف بحرف ہے جو معرف باللام ہو جیسے **یازید والحارث** میں **الحارث** معرف باللام ہے اس پر دخولِ یاء ممتنع ہے۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۶ھ

الشق الاوّل......**وهی معنویة ولفظية فالمعنوية ان يكون المضاف غير صفة مضافة الى معمولها وهی اما بمعنى اللام فيما عدا جنس المضاف وظرفه واما بمعنى من فی جنس المضاف واما بمعنى فی فی ظرفه** (ص۱۴۲۔امدادیہ)

وهی معنوية میں ھی ضمیر کا مرجع متعین کریں، عبارت کی تشریح کریں، اضافت معنویہ کی تینوں قسموں کو مثالوں سے واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا خلاصہ تین امور ہیں (۱) ھــی ضمیر کا مرجع (۲) عبارت کی تشریح (۳) اضافتِ معنویہ کی اقسام ثلاثہ کی وضاحت۔

جواب...... ❶ ھِیَ ضمیر کا مرجع:۔ ھِیَ ضمیر کا مرجع اضافت بتقدیر حرف جر ہے۔

❷ عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں اضافت بتقدیر حرف جر کی اقسام کو بیان کرنا مقصود ہے کہ اضافت بتقدیر حرف جر کی دو اقسام ہیں ① معنویہ ② لفظیہ۔ پھر اضافتِ معنویہ کی تعریف وعلامت کی طرف اشارہ کیا کہ اسکی علامت یہ ہے کہ مضاف ایسا صفت کا صیغہ نہ ہو جو اپنے معمول کی طرف مضاف ہو، اب اس میں تعمیم ہے کہ خواہ مضاف صفت کا صیغہ ہی نہ ہو یا صفت کا صیغہ ہو مگر اپنے معمول کی طرف مضاف نہ ہو، دونوں صورتیں اضافتِ معنویہ کی ہیں (اگر مضاف ایسا صفت کا صیغہ ہو جو اپنے معمول کی طرف مضاف ہو تو یہ اضافتِ لفظیہ ہے) اسکے بعد اضافتِ معنویہ کی تین اقسام کی طرف اشارہ ہے جن کا ذکر مابعد والے امر میں آرہا ہے۔

❸ اضافتِ معنویہ کی اقسام ثلاثہ کی وضاحت:۔ اضافتِ معنویہ کی تین قسمیں ہیں ① اضافت بمعنی اللام ② اضافت بمعنی مِنْ ③ اضافت بمعنی فی۔ وجہ حصر یہ ہے کہ مضاف الیہ یا تو مضاف کی جنس سے ہوگا یا مضاف الیہ مضاف کیلئے ظرف ہوگا یا ان میں سے کچھ بھی نہ ہوگا اگر مضاف الیہ مضاف کی جنس بھی نہ ہو اور اس کیلئے ظرف بھی نہ ہو تو اضافت بمعنی اللام ہوگی جیسے **غلام زید ای غلام لزید** اور اگر مضاف الیہ مضاف کی جنس سے ہو تو اضافت بمعنی مِنْ ہوگی جیسے **خاتم فضة ای خاتم من فضة** اور اگر مضاف الیہ مضاف کیلئے ظرف ہو تو اضافت بمعنی مِنْ ہوگی جیسے **ضرب اليوم ای ضرب واقع فی اليوم**۔ (التقریر السامی ص ۴۳۸)

الشق الثانی......**ولا فصل بين ان يكون (النعت) مشتقا او غيره اذا كان وضعه لغرض عمومًا مثل تميمی وذی مال او خصوصًا مثل مررت برجل ای رجل** ۔ (ص۱۷۹۔امدادیہ)

مذکورہ عبارت کی تشریح کریں، مصنف (علامہ ابن حاجبؒ) کا مقصد واضح کریں اور یہ بتائیں کہ **عمومًا وخصوصًا** سے کیا مراد ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت کی تشریح (۲) مصنف رحمہ اللہ کا مقصد (۳) عمومًا وخصوصًا کی مراد۔

جواب...... ❶ عبارت کی تشریح:۔ عبارت کا حاصل یہ ہے کہ نعت کے مشتق ہونے اور نہ ہونے میں کوئی فرق نہیں ہے، نعت خواہ مشتق ہو یا نہ ہو اس کا نعت واقع ہونا صحیح ہے۔ بشرطیکہ اس غیر مشتق نعت کی وضع ایسے معنی پر دلالت کرنے کے لئے ہو جو اس کے متبوع میں پایا جاتا ہو۔ (مزید تفصیل مابعد والے امر میں ہے)

❷ مصنف رحمہ اللہ کا مقصد:۔ صاحب کافیہ کی غرض ایک مختلف فیہ مسئلہ میں جمہور نحویوں پر رد کرنا ہے۔ مختلف فیہ مسئلہ یہ ہے کہ نعت میں اشتقاق شرط ہے یا نہیں ہے؟ جمہور نحویوں کا مذہب یہ ہے کہ نعت میں اشتقاق شرط ہے حتی کہ اگر کہیں نعت غیر مشتق

ہوتو اس کو مشتق کی تاویل میں کیا جائیگا۔ مصنف رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ نعت کا مشتق ہونا شرط نہیں ہے بلکہ جس طرح مشتق نعت واقع ہوسکتا ہے اسی طرح غیر مشتق بھی نعت واقع ہوسکتا ہے بشرطیکہ اس غیر مشتق کی وضع اس معنی پر دلالت کرنے کیلئے ہو جو اس کے متبوع میں پایا جاتا ہو۔ بطریقِ خصوص ہو یا بطریقِ عموم ہو۔

بطریقِ عموم کا مطلب یہ ہے کہ جمیع استعمالات میں ہو مثلاً **تمیمی** اور **ذو مال** ۔ **تمیمی** ہمیشہ اس ذات پر دلالت کریگا جو قبیلہ بنی تمیم کی طرف منسوب ہو اور ذو مال ہمیشہ اس ذات پر دلالت کریگا جو صاحب مال ہو۔

بطریقِ خصوص کا مطلب یہ ہے کہ وہ بعض استعمالات میں پایا جائے بایں طور کہ بعض مواضع میں وہ معنی حاصل فی المتبوع پر دلالت کرے اور بعض مواضع میں معنی حاصل فی المتبوع پر دلالت نہ کرے جہاں وہ معنی حاصل فی المتبوع پر دلالت کرے وہاں تو اس کا نعت واقع ہونا صحیح ہے اور جہاں وہ معنی حاصل فی المتبوع پر دلالت نہ کرے وہاں اسکا نعت واقع ہونا صحیح نہیں ہے جیسے **مررت برجل ای رجل** ۔ اس میں **ای رجل** کا معنی ہے کامل فی الرجولیت پس اس ترکیب کے اندر **ای رجل** کمال فی الرجولیت پر دلالت کر رہا ہے اور یہ ایسا معنی ہے جو اس کے متبوع یعنی رجل میں پایا جاتا ہے لہٰذا اسکا نعت بننا صحیح ہے۔ (التقریر السامی ص ۵۰۲)

۳ عموماً وخصوصاً کی مراد: ۔ عموماً کا مطلب یہ ہے کہ نعت غیر مشتق کی وضع اپنے متبوع میں پائے جانے والے معنی پر جمیع استعمالات میں یعنی دائمی ہو۔ خصوصاً کا مطلب یہ ہے کہ نعت غیر مشتق کی وضع اپنے متبوع میں پائے جانے والے معنی پر دائمی نہ ہو بلکہ بعض اوقات ہو اور بعض اوقات نہ ہو۔

﴿الورقة الرابعة : فی النحو﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ١٤٣٧ھ

الشق الاوّل ......**وَهُوَ اَیْ عَمَلُ لَیْسَ فِیْ لَا دُوْنَ مَا شَاذٌّ قَلِیْلٌ لِنُقْصَانِ مُشَابَهَةِ لَا بِلَیْسَ لِاَنَّ لَیْسَ لِنَفْیِ الْحَالِ وَلَا لَیْسَ کَذٰلِكَ فَاِنَّهٗ لِنَفْیٍ مُطْلَقًا بِخِلَافِ مَا فَاِنَّهٗ اَیْضًا لِنَفْیِ الْحَالِ فَیَقْتَصِرُ عَمَلُ لَا عَلٰی مُوْرَدِ السِّمَاعِ نَحْوُ قَوْلِهٖ شعر "مَنْ صَدَّ عَنْ نِیْرَانِهَا...... فَاَنَا ابْنُ قَیْسٍ لَا بَرَاحُ" اَیْ لَا بَرَاحَ لِیْ وَلَا یَجُوْزُ اَنْ تَکُوْنَ لِنَفْیِ الْجِنْسِ لِاَنَّهَا اِذَا کَانَتْ لِنَفْیِ الْجِنْسِ لَا یَجُوْزُ فِیْمَا بَعْدَهَا الرَّفْعُ مَالَمْ یَتَکَرَّرْ وَلَا تَکْرَارَ فِی الْبَیْتِ** (ص ۸۲۔ امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر تشریح کریں، ما و لا کے درمیان فرق بیان کریں، عبارت میں شعر مذکور کی نحوی ترکیب لکھ کر شاعر کا مقصد واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال میں پانچ امور توجہ طلب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کی تشریح (۳) ما، لا میں فرق (۴) شعر کی ترکیب (۵) شاعر کا مقصد۔

جواب ......۱ عبارت پر اعراب: ۔ **کمامرّ فی السوال آنفا۔**

۲ عبارت کی تشریح: ۔ ماقبل میں مصنف رحمہ اللہ نے مرفوعات میں سے **مـا** و **لا** کو ذکر کیا تھا کہ یہ دونوں مبتداء وخبر پر داخل ہونے اور نفی کے معنی پر مشتمل ہونے کے اعتبار سے لَیْسَ کے مشابہ ہوتے ہیں، تو یہاں ان کی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ لَیْسَ والا عمل لَا میں (نہ کہ ما میں) شاذ وقلیل ہے، اس لئے کہ لَا کی مشابہت لَیْسَ کے ساتھ ناقص وکم ہے کیونکہ لَیْسَ حال کی

نفی کے لئے آتا ہے جبکہ لَا مطلق نفی کے لئے آتا ہے اور مَا بھی حال کی نفی کے لئے آتا ہے۔ پس جب لَا کی مشابہت لَیْسَ کے ساتھ ناقص ہے تو اس کا عمل مورد سماع پر بندر ہے گا جیسا کہ شاعر کے قول میں ہے مَنْ صَدَّ عَنْ نِیْرَانِهَا. فَاَنَا ابْنُ قَیْسٍ لَا بَرَاحُ (جو شخص جنگ سے اعراض کرنا چاہتا ہے، کرے، میں تو قیس کا بیٹا ہوں مجھے کوئی زوال نہیں ہے) یہاں لَا کی خبر محذوف ہے، یہ اصل میں لَا بَرَاحَ لِیْ تھا، اس شعر میں لَا نے اپنا عمل کیا ہے یہاں لَا نفی جنس کے لئے نہیں ہے کیونکہ اگر یہ لَا نفی جنس کے لئے ہوتو پھر لَا کے تکرار کے بغیر رفع جائز نہیں ہوگا اور شعر میں لَا کا تکرار نہیں ہے۔ پس معلوم ہوا کہ یہاں رفع نہیں ہے بلکہ نصب ہی ہے جب لَا کے بعد نصب ہے تو معلوم ہوا کہ یہ لَا مشابہ بلیس ہے اور اس نے لَیْسَ کی مثل عمل کیا ہے۔

③ مَا، لَا میں فرق:۔ ابھی تشریح کے ضمن میں گزر چکا ہے۔

④ شعر کی ترکیب:۔ مَنْ شرطیه فعل وفاعل عن جاره نیرانها مضاف ومضاف الیہ ملکر مجرور، جار مجرور ملکر متعلق ہوا فعل کے، فعل اپنے فاعل و متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ ہو کر شرطیہ فلیصدّ (فعل محذوف) جزا ہے، شرط و جزا ملکر معلل فا تعلیلیہ انا ضمیر مبتداء ابن قیس مضاف ومضاف الیہ ملکر خبر، مبتداء خبر ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر تعلیل، معلل تعلیل ملکر جملہ تعلیلیہ ہوا۔ لَا مشابہ بلیس براح اس کا اسم لی (محذوف) خبر لَا اپنے اسم وخبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

⑤ شاعر کا مقصد:۔ اس شعر میں شاعر کا مقصد اپنی شجاعت و بہادری کو بیان کرنا اور رفقاء کی بزدلی پر تعریض کرنا ہے کہ کوئی میدانِ جنگ سے بھاگنا چاہتا ہے تو بھاگ جائے میں ابنِ قیس ہوں میں میدان سے نہیں بھاگوں گا۔

الشق الثانی ...... **المفعول له هو ما فعل لاجله فعل مذكور مثل ضربته تاديبا وقعدت عن الحرب جبنا، خلافا للزجاج فانه عنده مصدر...... ورد قول الزجاج بان صحة تاويل نوع بنوع لاتدخله فى حقيقته الا ترى ان صحة تاويل الحال بالظرف من حيث ان معنى جاء زيد راكبا جاء زيد وقت الركوب من غير ان تخرج عن حقيقتها.** (ص۱۱۸۔امدادیہ)

مفعول لہ کی تعریف کی تشریح کریں اور یہ بتائیں کہ مصنف رحمہ اللہ نے دو مثالیں کیوں ذکر کی ہیں؟ مذکورہ مسئلہ میں قول زجاج کو واضح کیجئے، شارح رحمہ اللہ نے قولِ زجاج کی جو تردید ذکر کی ہے اسے وضاحت کے ساتھ تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں چار امور حل طلب ہیں (۱) مفعول لہ کی تعریف کی تشریح (۲) دو مثالیں ذکر کرنے کی وجہ (۳) قولِ زجاج کی وضاحت (۴) قولِ زجاج کی تردید۔

جواب ...... ① مفعول لہ کی تعریف کی تشریح:۔ مفعول لہ وہ اسم ہے جس کو حاصل کرنے کے ارادہ سے یا جس کے پائے جانے کی وجہ سے فعل مذکور کیا گیا ہے جیسے ضَرَبْتُ زَیْدًا تَادِیْبًا (میں نے ادب سکھانے کے لئے زید کو مارا ہے) اور قَعَدْتُ عَنِ الْحَرْبِ جُبْنًا (میں بزدلی کی وجہ سے جنگ سے بیٹھ گیا)۔ پہلی مثال میں میرے ضرب کی وجہ حصولِ ادب ہے اور دوسری مثال میں میرے قعود کی علت جُبْن (بزدلی) کا پایا جانا ہے۔

② دو مثالیں ذکر کرنے کی وجہ:۔ ابھی تشریح سے معلوم ہوا کہ مفعول لہ کی دو اقسام ہیں پہلی مثال اُس مفعول لہ کی ہے جسکی تحصیل کیلئے فعل ضرب واقع ہوا ہے اور دوسری مثال اُس مفعول لہ کی ہے جسکے وجود یعنی پائے جانے کی وجہ سے فعلِ قعود واقع ہوا ہے۔

③ قولِ زجاج کی وضاحت:۔ زجاج کے نزدیک مفعول لہٗ مستقل معمول نہیں ہے بلکہ یہ مفعول مطلق ہے جو باعتبار لفظ کے فعل کا مغایر ہے چنانچہ زجاج کے نزدیک **ضربته تادیبًا** کا معنی ہے **ادبته بالضرب تادیبًا** یا **ضربته ضرب تادیب** اور **قعدت عن الحرب جبنًا** اسکا معنی **جنبت فی القعود عن الحرب جبنًا** یا **قعدت قعود جبنٍ** ہے۔

④ قولِ زجاج کی تردید:۔ زجاج کا یہ قول مردود ہے اس لئے کہ اگر ایک نوع کی دوسری نوع کے ساتھ تاویل کرنی صحیح ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ پہلی نوع دوسری نوع کی حقیقت میں داخل ہو کر اس کا عین بن جائے، ورنہ تو تاویل کے ذریعے حال کو بھی مفعول فیہ بنا سکتے ہیں اس لئے کہ مثلاً **جاء زیدٌ راکبًا** اس کی تاویل کر کے اس کو **جاء زیدٌ وقت الرکوب** کے معنی میں کر سکتے ہیں اور یہ تاویل اس امر کے بغیر صحیح ہو جاتی ہے کہ حال اپنی حقیقت سے نکل جائے، مطلب یہ ہے کہ حال اپنی حقیقت سے بھی خارج نہیں ہوگا اور یہ تاویل بھی صحیح ہو جائے گی۔ (التقریر السامی ص ۲۷۷)

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۷ھ

الشق الاول ......وقد یحذف الفعل لقیام قرینة جوازا فی مثل زید لمن قال: من قام

وَلْيُبْكَ يَزِيْدُ ضَارِعٌ لِخُصُوْمَةٍ......وَمُخْتَبِطٌ مِمَّا تُطِيْحُ الطَّوَائِحُ (ص ۶۰۔ رحمانیہ)

فاعل کی تعریف لکھیں۔ عبارت کی تشریح کریں اور بتائیں کہ مصنف نے دو مثالیں کیوں ذکر فرمائی ہیں۔ شعر کی لغوی تحقیق کر کے مکمل ترکیب کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا خلاصہ پانچ امور ہیں۔ (۱) فاعل کی تعریف (۲) عبارت کی تشریح (۳) دو مثالیں ذکر کرنے کی وجہ (۴) شعر کی لغوی تحقیق (۵) شعر کی ترکیب۔

جواب ...... ① فاعل کی تعریف:۔ فاعل وہ ذات ہے جس سے کوئی فعل صادر ہو جیسے **قَامَ زَيْدٌ** میں زید سے قیام والا فعل صادر ہوا ہے لہٰذا زید **قَامَ** کا فاعل ہے۔

② عبارت کی تشریح:۔ عبارت کا حل یہ ہے کہ کبھی قرینہ کی موجودگی میں فاعل کے فعل کو جوازی طور پر حذف کرنا بھی جائز ہے اور یہ قرینہ کبھی سوالِ محقق ہوتا ہے جیسے **زَيْدٌ** اس شخص کے سوال کے جواب میں جو سوال کرے کہ **مَنْ قَامَ**؟ تو جواب میں **قَامَ** فعل کو حذف کر کے صرف **زَيْدٌ** سے جواب دیدیا اور کبھی یہ قرینہ سوالِ مقدر ہوتا ہے جیسے شاعر ضرار بن نہشل کا قول اپنے بھائی یزید بن نہشل کے مرثیہ میں ہے "**وَلْيُبْكَ يَزِيْدُ ضَارِعٌ لِخُصُوْمَةٍ......وَمُخْتَبِطٌ مِمَّا تُطِيْحُ الطَّوَائِحُ**" (چاہئے کہ رویا جائے یزید کو، روئے اس کو وہ شخص جو جھگڑا کرنے سے عاجز ہو اور روئے اس کو سائل بلا وسیلہ حوادث کے اس کے مال کو ہلاک کرنے کی وجہ سے) اس میں **ضَارِعٌ** فعل محذوف **يَبْكِيْهِ** کا فاعل ہے اور اس پر قرینہ سوالِ مقدر ہے کہ جب شاعر نے **لِيُبْكَ يَزِيْدُ** کے ذریعہ یزید پر رونے کا حکم دیا تو سوال پیدا ہوا کہ **مَنْ يَبْكِيْهِ**؟ تو شاعر نے جواب دیا **ضَارِعٌ** ای **يَبْكِيْهِ ضَارِعٌ**۔

③ دو مثالیں ذکر کرنے کی وجہ:۔ ابھی تشریح کے ضمن میں یہ بات گزر چکی ہے کہ جب کسی قرینہ کی موجودگی میں فاعل کا فعل جوازی طور پر حذف کیا جاتا ہے تو وہ قرینہ کبھی سوالِ محقق ہوتا ہے اور کبھی سوالِ مقدر ہوتا ہے **زَيْدٌ** سوالِ محقق کی مثال ہے اور شعر میں **ضَارِعٌ** سوالِ مقدر کی مثال ہے۔

④ شعر کی لغوی تحقیق:۔ "لِیُبْكَ" یہ اَلْبُكَاءُ (ضرب) سے امر غائب مجہول کا صیغہ ہے بمعنی رونا۔ "ضَارِعٌ" یہ ضَرَاعَةٌ (کرم) سے اسم فاعل ہے بمعنی کمزور عاجز و ذلیل۔ "اَلطَّوَائِحُ" یہ خلافِ قیاس مُطِیْحَةٌ کی جمع ہے بمعنی حوادث۔ "خُصُوْمَةٌ" یہ باب ضرب کا مصدر ہے بمعنی جھگڑا کرنا، جھگڑے میں غالب آنا۔ "مُخْتَبِطٌ" یہ اِخْتِبَاطٌ (افتعال) سے اسم فاعل ہے بمعنی سائل بلا وسیلہ۔ "تُطِیْحُ" یہ اِطَاحَةٌ (افعال) سے مضارع معلوم ہے بمعنی ہلاک کرنا۔

⑤ شعر کی ترکیب:۔ لیبك فعل امر مجہول یزید نائب فاعل، فعل اپنے نائب فاعل سے ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

ضارعٌ اسم فاعل لِ جارہ خصومة مجرور، جار مجرور ملکر متعلق ہوا اسم فاعل کے، اسم فاعل اپنے متعلق سے ملکر شبہ جملہ ہوکر معطوف علیہ، واؤ عاطفہ مختبط اسم فاعل مِنْ جارہ مَا مصدر یہ تطیح فعل الطوائح فاعل، فعل اپنے فاعل سے ملکر مصدر کی تاویل میں ہوکر مجرور، جار مجرور ملکر متعلق ہوا اسم فاعل کے، اسم فاعل اپنے فاعل و متعلق سے ملکر شبہ جملہ ہوکر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے ملکر فاعل ہوا فعل محذوف یبکیه کا، فعل اپنے فاعل ومفعول سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

الشق الثانی ......وَهُوَ اَیْ تَرْخِیْمُ الْمُنَادٰی حَذْفٌ فِیْ اٰخِرِهٖ اَیْ اٰخِرِ الْمُنَادٰی تَخْفِیْفًا اَیْ لِمُجَرَّدِ التَّخْفِیْفِ لَا لِعِلَّةٍ اُخْرٰی مُفْضِیَةٍ اِلَی الْحَذْفِ الْمُسْتَلْزِمِ لِلتَّخْفِیْفِ، فَعَلٰی هٰذَا یَكُوْنُ ذٰلِكَ التَّعْرِیْفُ مَخْصُوْصًا بِتَرْخِیْمِ الْمُنَادٰی وَیُعْلَمُ مِنْهُ تَرْخِیْمُ غَیْرِ الْمُنَادٰی بِالْمُقَایَسَةِ وَیُمْكِنُ حَمْلُهٗ عَلٰی تَعْرِیْفِ التَّرْخِیْمِ مُطْلَقًا بِاِرْجَاعِ الضَّمِیْرِ الْمَرْفُوْعِ اِلَی التَّرْخِیْمِ مُطْلَقًا وَالضَّمِیْرِ الْمَجْرُوْرِ اِلَی الْاِسْمِ وَشَرْطُهٗ اَیْ شَرْطُ تَرْخِیْمِ الْمُنَادٰی عَلٰی تَقْدِیْرِ الْاَوَّلِ اَوْ شَرْطُ التَّرْخِیْمِ اِذَا كَانَ وَاقِعًا فِی الْمُنَادٰی عَلَی التَّقْدِیْرِ الثَّانِیْ اُمُوْرٌ اَرْبَعَةٌ۔ (ص۹۹۔امدادیہ) عبارت پر اعراب لگا کر تشریح کریں۔ تقدیر اوّل و تقدیر ثانی سے کیا مراد ہے؟ تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال کا حل تین امور ہیں۔(۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کی تشریح (۳) تقدیر اوّل وثانی کی مراد۔

جواب ...... ① عبارت پر اعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت سے مصنفؒ کی غرض ترخیم کی تعریف کرنا ہے کہ ترخیم منادی کا مطلب منادی کے آخر کو تخفیف کی غرض سے حذف کرنا ہے جیسے یَاحَارِثُ سے یَاحَارُ۔

"ای ترخیم المنادی" کہہ کر هو ضمیر کا مرجع بیان کیا جو در حقیقت سوال مقدر کا جواب ہے، سوال یہ ہے کہ هُوَ ضمیر کا مرجع کیا ہے؟ اگر مرجع مطلق ترخیم ہے تو بعد میں و شرطه صحیح نہیں ہے اسلئے کہ وہ ترخیم منادی کی شرائط ہیں اور اگر مرجع ترخیم منادی ہے تو پھر مطلق ترخیم کی تعریف معلوم نہ ہوگی؟ شارح نے ای ترخیم المنادیٰ کہہ کر جواب دیدیا کہ هُوَ کا مرجع ترخیم منادی ہے، باقی یہ سوال کہ پھر مطلق ترخیم کی تعریف معلوم نہ ہوگی تو اسکا جواب یہ ہے کہ دونوں کی تعریف ایک ہی ہے اسلئے ترخیم منادی سے مطلق ترخیم کی تعریف بھی معلول بھی ہو جائے گی۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ مرجع مطلق ترخیم ہی ہے باقی یہ سوال کہ شرائط ترخیم منادی کی ہیں تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ شرائط مطلق ترخیم کی ہی شرائط ہیں جبکہ وہ منادی میں واقع ہو۔

"ای آخر المنادیٰ" کہہ کے آخرہ کی ضمیر کے مرجع کو بیان کر دیا۔

"ای لمجرد التخفیف الخ" سے غرض سوالِ مقدر کا جواب دینا ہے، سوال کی تقریر یہ ہے کہ ترخیم کی تعریف "قَاضٍ دَاعٍ" وغیرہ پر بھی صادق ہے اسلئے کہ انکے آخر کو بھی تخفیف کیلئے حذف کیا گیا ہے حالانکہ اس کو ترخیم نہیں کہا جاتا۔
شارح نے اسکا جواب دیا کہ یہاں حذف سے مراد ایسا حذف ہے جو محض تخفیف کی وجہ سے ہو اور مذکورہ امثلہ میں حذف محض تخفیف کی غرض سے نہیں ہے "وشرطه" سے شارح کی غرض "شرطه" کی ضمیر کے مرجع کو متعین کرنا ہے کہ اگر ماقبل والی تعریف ترخیم مناذی کی ہے تو یہ شرائط بھی ترخیم منادی کی ہیں اور اگر تعریف مطلق ترخیم کی ہے تو پھر یہ شرائط بھی مطلق ترخیم کی ہیں جبکہ وہ منادٰی میں واقع ہو۔ (التقریر السامی ۲۰۷)

❸ تقدیر اوّل وثانی کی مراد:۔ تقدیر اوّل سے مراد ماقبل والی تعریف کا ترخیم منادٰی کی تعریف ہونا ہے اور تقدیر ثانی سے مراد تعریف کا مطلق ترخیم کی تعریف ہونا ہے۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۷ھ

الشق الاوّل ......ولايضاف اسم مماثل للمضاف اليه فى العموم والخصوص كليث واسد وحبس ومنع لعدم الفائدة بخلاف كل الدراهم وعين الشيئ فانه يختص به وقولهم:سعيد كرزمتأول۔

مذکورہ عبارت کی واضح تشریح کریں۔عبارت میں مذکورہ قاعدہ پر "سعیدکرز" کے ذریعہ جواعتراض وارد ہوتا ہے اعتراض اور جواب دونوں کو واضح کریں۔ (ص ۱۷۳۔امدادیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں دو امور مطلوب ہیں۔(۱) عبارت کی تشریح (۲) مذکورہ قاعدہ پر اعتراض وجواب کی وضاحت۔

جواب ...... ❶ عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت سے مصنفؒ کی غرض ایک قاعدہ وضابطہ بیان کرنا ہے کہ جب دو اسم عموم وخصوص میں ایک دوسرے کے مماثل ومشابہ ہوں تو ان میں سے ایک اسم کی دوسرے کی طرف اضافت کرنا صحیح نہیں ہے جیسے "لیث واسد" اور "حبس ومنع"۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ اس اضافت سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا یہ اضافت لغو بے فائدہ ہوگی۔
"بخلاف كل الدراهم" سے مصنف کی غرض ایک استثنائی صورت کو بیان کرنا ہے کہ عام کی اضافت خاص کی طرف کرنی جائز ہے اسلئے کہ یہ اضافت مفید ہے اس سے مضاف (عام) میں تخصیص پیدا ہو جاتی ہے جیسے "كل الدراهم وعين الشيئ" اسمیں کُلٌّ اضافت سے پہلے عام تھا دراہم ودنانیر وغیرہ سب کو شامل تھا مگر جب اسکی اضافت دراہم کی طرف کی تو اسمیں تخصیص آگئی کہ یہ دراہم کے ساتھ خاص ہو گیا، اسی طرح عَیْنٌ بھی اضافت سے پہلے عام تھا جو موجود ومعدوم سب کو شامل تھا جب اسکی اضافت شیئ کی طرف کی تو اس میں تخصیص آگئی اور موجود کے ساتھ خاص ہو گیا۔

❷ مذکورہ قاعدہ پر اعتراض وجواب کی وضاحت:۔ مصنفؒ کے ذکر کردہ قاعدہ وضابطہ پر اعتراض ہوتا ہے کہ آپ نے کہا کہ جب دو اسم عموم وخصوص میں مماثل ومشابہ ہوں تو ان میں سے ایک کی اضافت دوسرے کی طرف کرنا صحیح نہیں ہے حالانکہ "سعید کرز" میں "سعید" کی اضافت "کرز" کی طرف کی گئی ہے؟ تو مصنفؒ نے جواب دیا کہ یہ متأوّل ہے۔اسکی وضاحت یہ ہے کہ ان میں سے ایک اسم مدلول پر محمول ہے اور دوسرا اسم نفسِ لفظ پر محمول ہے، پس "جاء نی سعید کرز" کا معنی یہ ہے کہ میرے پاس وہ ذات آئی جو مسمّٰی بلفظِ کرز ہے۔ (التقریر السامی ص ۴۷۳)

الشق الثانی ...... **والخليل في المعطوف يختار الرفع وابو عمرو النصب وابوالعباس ان كان كالحسن فكالخليل والا فكابي عمرو۔**

المعطوف سے کیا مراد ہے؟ عبارت میں مذکورہ مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے ائمہ نحاۃ کے اقوال اور ہر ایک کی دلیل ذکر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) **المعطوف** کی مراد (۲) مسئلہ کی وضاحت (۳) ائمہ نحاۃ کے اقوال مع الدلائل۔

جواب ...... ❶ **المعطوف کی مراد:۔** اس عبارت میں **المعطوف** سے مراد وہ معطوف بحرف ہے جس پر دخول یاء ممتنع ہو۔

❷ **مسئلہ کی وضاحت:۔** وہ معطوف بحرف جس پر دخول یاء ممتنع ہو جب وہ منادیٰ مبنی کا تابع ہو تو اُس میں جمہور کے نزدیک رفع اور نصب دونوں جائز ہیں، سیبویہ کے استاذ خلیل بن احمد اور مشہور نحوی ابوعمرو بن العلاء کا بھی یہی مذہب ہے البتہ اولویت میں اختلاف ہے۔ خلیل کے نزدیک ایسے معطوف میں رفع مختار و اولیٰ ہے اور ابوعمرو کے نزدیک ایسے معطوف میں نصب مختار و اولیٰ ہے جبکہ ابوالعباس کا مذہب دونوں کے درمیان ہے کہ اگر معطوف الحسن کی مثل ہو یعنی اُس سے لام کو حذف کرنا جائز ہو تو پھر خلیل کا مذہب مختار ہے اور اگر معطوف الحسن کی مثل نہ ہو یعنی اُس سے لام کو حذف کرنا جائز نہ ہو تو پھر ابوعمرو کا مذہب مختار ہے۔

❸ **ائمہ نحاۃ کے اقوال مع الدلائل:۔** ائمہ کے اقوال ابھی مسئلہ کی وضاحت میں گزر چکے ہیں۔

خلیل بن احمد کی دلیل یہ ہے کہ معطوف حقیقت میں مستقل منادیٰ ہوتا ہے لہٰذا مناسب یہ ہے کہ اُس کو اُسی حالت پر رکھا جائے جو حالت حرف ندا کے داخل ہونے کے بعد مستقل منادیٰ کی ہوتی ہے اور منادیٰ مستقل پر ضمہ ہوتا ہے یا الف ہوتا ہے یا واؤ ہوتا ہے لہٰذا اس پر بھی ضمہ یا الف یا واؤ ہونا چاہیے۔ مگر چونکہ معرّف باللام ہونے کی وجہ سے اس پر حرفِ ندا کا دخول ممتنع ہے اس لئے منادیٰ مستقل کی پوری رعایت نہیں ہوسکتی بلکہ مبنی علی علامت الرفع کی بجائے اس کو معرب مرفوع پڑھیں گے تاکہ حتی الامکان منادیٰ مستقل کی رعایت ہوسکے۔ اس لئے ایسے معطوف پر رفع مختار و اولیٰ ہے۔

ابوعمرو بن العلاء کی دلیل یہ ہے کہ جب معرّف باللام ہونے کی وجہ سے اس پر حرف ندا کی تقدیر ممتنع ہے تو یہ مستقل منادیٰ نہیں ہوسکتا۔ اس لئے اس کا حکم تابع والا حکم ہوگا اور منادیٰ مبنی کا تابع اُس کے محل کے تابع ہوتا ہے اور متبوع کا محل نصب ہے اس لئے اس پر بھی نصب ہی مختار و اولیٰ ہوگا۔

ابوالعباس کی دلیل یہ ہے کہ جب معطوف الحسن کی مثل ہو اور اُس سے لام کو حذف کرنا جائز ہو تو اس سے لام کو دور کر کے اِس کو مستقل منادیٰ بنانا ممکن ہے۔ لہٰذا اس کا حکم مستقل منادیٰ والا ہوگا اور اس میں مستقل منادیٰ کی رعایت کی جائے گی اور رفع مختار و اولیٰ ہوگا۔
اور اگر معطوف الحسن کی مثل نہ ہو یعنی اُس سے لام کو حذف کرنا جائز نہ ہو تو اُس کو مستقل منادیٰ بنانا ممتنع ہے پس اُس کے لئے تابع والا حکم ہوگا اور منادیٰ مبنی کا تابع اُس کے محل کے تابع ہوتا ہے اور متبوع کا محل نصب ہونے کی وجہ سے اس میں بھی نصب مختار و اولیٰ ہوگا۔ (التقریر السامی ص ۱۸۸)

☆☆☆

﴿الورقة الرابعة : فی النحو﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۸ھ

الشق الاوّل ...... وَقَدْ يُحْذَفُ الْفِعْلُ النَّاصِبُ لِلْمَفْعُوْلِ الْمُطْلَقِ حَذْفًا وَاجِبًا قِيَاسِيًّا اَیْ حَذْفًا قِيَاسِيًّا يُعْلَمُ لَهٗ ضَابِطَةٌ كُلِّيٌّ يُحْذَفُ مَعَهُ الْفِعْلُ لُزُوْمًا فِیْ مَوَاضِعِ مُتَعَدِّدَةٍ مِنْهَا مَا وَقَعَ مُثْبَتًا بَعْدَ نَفْیٍ ....

عبارت پر اعراب لگا کر مکمل تشریح کریں، مثبتا قید اتفاقی ہے یا احترازی؟ مثال کے ساتھ وضاحت کریں، حذف فعل وجوبا کی کتنی شکلیں ہیں؟ مثال دے کر واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کی تشریح (۳) مثبتا کی قید اتفاقی یا احترازی ہونے کی وضاحت (۴) حذف فعل وجوبا کی اشکال مع امثلہ۔

جواب ...... ❶ **عبارت پر اعراب:۔** کمامرّ فی السوال آنفا۔

❷ **عبارت کی تشریح:۔** اس عبارت سے صاحب قافیہ کی غرض مفعول مطلق کے فعل ناصب کے متعلق تفصیل ذکر کرنا ہے کہ کبھی مفعول مطلق کے فعل ناصب کو قیاسی طور پر وجوبا حذف کر دیا جاتا ہے۔ قیاسی کا مطلب یہ ہے کہ اُس کے حذف کا ایک ضابطہ کلیہ معلوم ہو جس کے ذریعے فعل کو لزومی طور پر حذف کر دیا جائے۔

❸ **مثبتا کی قید اتفاقی یا احترازی ہونے کی وضاحت:۔** مثبتًا کی قید احترازی ہے اتفاقی نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مفعول مطلق مثبت واقع ہو یعنی اس کے اثبات کا ارادہ کیا گیا ہو نہ کہ نفی کا۔ اس لئے کہ اگر اس سے نفی کا ارادہ کیا گیا ہو تو پھر اُس کو حذف کرنا واجب نہیں ہے جیسے **مازیدٌ یسیر سیرًا**۔

❹ **حذف فعل وجوبا کی اشکال مع امثلہ:۔** ① وہ جگہ جہاں پر مفعول مطلق مثبت واقع ہو منفی نہ ہو اور نفی یا معنیٰ نفی کے بعد واقع ہو اور نفی یا معنیٰ نفی ایسے اسم پر داخل ہو کہ مفعول مطلق اس کی خبر نہ بن سکتا ہو جیسے **ما انت الّا سیرًا وما انت الّا سیر البرید**۔ ② وہ مقام جہاں مفعول مطلق مکرر ہو اور ایسے اسم پر داخل ہو کہ مفعول مطلق اس کی خبر نہ بن سکتا ہو جیسے **زیدٌ سیرًا سیرًا**۔ ③ وہ جگہ جہاں مفعول مطلق سابقہ جملہ کے مضمون کی غرض وغایت کا بیان واقع ہو جیسے **فشدوا الوثاق فامّا منًّا بعد وامّا فدآءً**۔ ④ وہ مقام جہاں مفعول مطلق تشبیہ کے لئے واقع ہو اس حال میں کہ وہ افعال جوارح میں سے کسی فعل پر دلالت کرے اور وہ ایسے جملہ کے بعد واقع ہو جو ایسے اسم پر مشتمل ہو جو مفعول مطلق کے ہم معنی ہو اور صاحب اسم پر مشتمل ہو جیسے **مررت به فاذا له صوتٌ صوت حمارٍ**۔ ⑤ وہ مقام جہاں مفعول مطلق ایسے جملہ کا مضمون وخلاصہ واقع ہو کہ اس جملہ میں مفعول مطلق کے معنیٰ کے علاوہ کسی اور معنی کا احتمال نہ ہو جیسے **له علیّ الف درهمٍ اعترافًا**۔ ⑥ وہ مقام جہاں مفعول مطلق ایسے جملہ کا مضمون وخلاصہ واقع ہو کہ اس جملہ میں مفعول مطلق کے معنیٰ کے علاوہ کسی اور معنی کا احتمال ہو جیسے **زیدٌ قائمٌ حقًّا**۔ ⑦ وہ مقام جہاں مفعول مطلق تثنیہ کی صورت پر ہو یعنی تکثیر وتکریر کے لئے ہو جیسے **لبیّك** یہ اصل میں **اُلِبُّ لَكَ اِلْبَابَيْنِ** ہے۔

الشق الثانی ...... وامتنع ضرب غلامه زيد لتأخر مرجع الضمير وهو زيد لفظا ورتبة فيلزم

الاضمار قبل الذکر لفظا ورتبة و ذلك غیرجائز خلافا للاخفش وابن جنی ومستندهما فی ذلك قول الشاعر۔ "جزی ربه عینی عدی بن حاتم ...... جزاء الکلاب العاویات وقد فعل"۔

عبارت پراعراب لگا کرواضح تشریح کریں۔کن صورتوں میں فاعل مفعول سے مقدم ہونا ضروری ہے،امثلہ سے واضح کریں، **وقد فعل** کی مرادواضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال میں چارامور مطلوب ہیں(۱)عبارت پراعراب (۲)عبارت کی تشریح (۳)فاعل کی مفعول سے مقدم ہونے کی صورتوں کی وضاحت مع امثلہ (۴)**وقد فعل** کی مراد۔

جواب...... ① و ② عبارت پراعراب وتشریح:۔کمامرّ فی الشق الاوّل من السوال الثالث ۱۴۳۳ھ۔

③ فاعل کے مفعول سے مقدم ہونے کی صورتیں مع امثلہ:۔ چارصورتوں میں فاعل کومفعول پرمقدم کرناواجب ہے۔
① فاعل اورمفعول دونوں سے اعراب لفظی اورقرینہ دونوں منتفی ہوں جیسے **ضَرَبَ مُوْسٰی عِیْسٰی**۔② فاعل ضمیر متصل ہوجیسے **ضَرَبْتُ زَیْدًا**۔③ فاعل کامفعول الّا کے بعدواقع ہوجیسے **مَاضَرَبَ زَیْدٌاِلَّا عَمْرًا**۔④ مفعول معنی الّا کے بعدواقع ہوجیسے **اِنَّمَا ضَرَبَ زَیْدٌ عَمْرًا**۔(التقریرالسامی ص۲۱)

④ **وقد فعل** کی مراد:۔اس سے اشارہ ہے کہ شاعر کی دعاقبول بھی ہوئی ہےیعنی اس کی دعابہت سریع الاثر ہے کہ شاعر نے عدی بن حاتم کے لئے جوبددعا کی تھی اس کے ساتھ اس نے رب نے اسی طرح کردیا۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۸ھ

الشق الاوّل...... **فان کان صاحبها ای صاحب الحال نکرة محضة لم تکن فیها شائبة تخصیص بما سوی التقدیم ولم تکن الحال مشترکة بینها وبین معرفة نحو جاءنی رجل و زید راکبین وجب تقدیمها ای تقدیم الحال علی صاحبها۔**

حال کی تعریف کریں،عبارت کی تشریح کریں اوریہ بتائیں کہ ذوالحال اگرنکرہ ہوتوتقدیم حال کیوں واجب ہے؟وجہ تحریرکریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں(۱)حال کی تعریف (۲)عبارت کی تشریح (۳)ذوالحال نکرہ ہونے کی صورت میں تقدیم حال کی وجہ۔

جواب...... ① حال کی تعریف:۔کمامرّ فی الشق الثانی من السوال الثانی ۱۴۲۹ھ۔

② عبارت کی تشریح:۔ عبارت کاحاصل یہ ہے کہ اگرذوالحال نکرہ محضہ ہوکہ جس میں تقدیم کے ماسواتخصیص کاکوئی شبہ بھی نہ ہواورحال نکرہ ومعرفہ کے درمیان مشترک بھی نہ ہوتواس صورت مین حال کوذوالحال پرمقدم کرناواجب ہے۔

③ ذوالحال نکرہ ہونے کی صورت میں تقدیم حال کی وجہ:۔ شارحؒ نے دووجہیں بیان کی ہیں۔① حال کوذوالحال پر مقدم کرنااسلئے واجب ہے تاکہ نکرہ میں تخصیص پیداہوجائے اسلئے کہ حال اورذوالحال معنا مبتداءوخبر ہوتے ہیں پس جس طرح مبتداء پرخبرکی تقدیم کی وجہ سے مبتداء میں تخصیص پیداہوجاتی ہے اسی طرح ذوالحال پرحال کی تقدیم کی وجہ سے ذوالحال میں تخصیص

پیدا ہو جاتی ہے۔ ② حال کو ذوالحال پر مقدم کرنا اسلئے واجب ہے تا کہ حالت نصب میں حال کا صفت کے ساتھ التباس لازم نہ آئے جیسے **ضربت رجلًا راکبًا**۔ اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ **راکبًا، رجلًا** سے حال ہو اور یہ احتمال بھی ہے کہ **راکبًا، رجلًا** کی صفت ہو۔ پس حال ہونے کی صورت میں اس کی تقدیم واجب ہے کیونکہ صفت کی تقدیم موصوف پر ممتنع ہے۔ (التقریر السامی ص ۲۶۸)

الشق الثانی...... **ویعرب ای المستثنی علی حسب العوامل ای بما یقتضیه العامل من الرفع والنصب والجر اذا کان المستثنی منه غیر مذکور ویختص ذلک المستثنی باسم المفرغ...... وهو فی غیر الموجب لیفید مثل ما ضربنی الا زید الا ان یستقیم المعنی مثل قرأت الا یوم کذا۔** (ص ۱۳۵۔امدادیہ)

مذکورہ عبارت کی تشریح کریں، **مستثنی مفرغ** کی وجہ تسمیہ ذکر کریں، **ان یستقیم المعنی** میں استقامت معنی سے کیا مراد ہے؟

﴿خلاصہ سوال﴾...... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) عبارت کی تشریح (۲) مستثنیٰ مفرغ کی وجہ تسمیہ (۳) استقامت معنی کی مراد۔

جواب...... ① عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں مستثنیٰ کی قسم ثالث کے اعراب کا ذکر ہے کہ جب مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو اور مستثنیٰ کلام غیر موجب میں واقع ہو تو مستثنیٰ کا اعراب عامل کے مطابق ہوگا یعنی اگر عامل رفع کا مقتضی ہوگا تو مستثنیٰ مرفوع ہوگا، اگر عامل نصب کا مقتضی ہوگا تو مستثنیٰ منصوب ہوگا اور اگر عامل جر کا مقتضی ہوگا تو مستثنیٰ مجرور ہوگا۔ باقی مستثنیٰ کے کلام غیر موجب میں واقع ہونے کی شرط اسلئے لگائی ہے تا کہ وہ کلام صحیح معنی میں فائدہ دے جیسے **ماضربنی الّا زیدٌ، مارأیت الّا بکرًا، ما مررتُ الّا بخالدٍ**۔

② مستثنیٰ مفرغ کی وجہ تسمیہ:۔ مستثنیٰ مفرغ وہ مستثنیٰ ہے جس کا مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو۔ اس کو مفرغ اس لئے کہتے ہیں کہ اس کی وجہ سے عامل کو مستثنیٰ منہ سے فارغ کر دیا گیا ہے۔

③ استقامت معنی کی مراد:۔ **الّا ان یستقیم المعنی** کلام سابق سے استثنیٰ ہے، مطلب یہ کہ کلام موجب میں مستثنیٰ کا اعراب جمیع اوقات میں عامل کے مطابق نہیں ہوتا مگر جب معنی درست رہے۔

استقامت معنی کی دو صورتیں ہیں ① حکم اس قبیل سے ہو کہ جس کا اثبات علی سبیل العموم صحیح ہو جیسے **کل حیوان یحرك فكه الاسفل عند المضغ الا التمساح** (ہر حیوان چبانے کے وقت اپنے نیچے والے جبڑے کو حرکت دیتا ہے مگر مگرمچھ) اس میں تحریک فک اسفل کا حکم علی سبیل العموم ہر حیوان کیلئے ثابت کیا گیا ہے، پھر اس سے مگرمچھ کو مستثنیٰ کیا گیا ہے اور یہ صحیح ہے ② دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی ایسا قرینہ ہو جو اس بات پر دلالت کرے کہ مستثنیٰ منہ سے مراد ایسا بعض معین ہے کہ جس میں مستثنیٰ کا دخول یقینی ہے جیسے **قراءت الا یوم کذا** کہ میں نے ہر دن قراءت کی مگر فلاں دن۔ یہ معنی صحیح ہے اس لئے کہ یہ ظاہر ہے کہ متکلم دنیا کے تمام ایام کا ارادہ نہیں رکھتا بلکہ ہفتہ کے دن یا مہینہ کے دن یا سال کے دن وغیرہ کا ارادہ رکھتا ہے۔ (التقریر السامی ص ۳۷۱)

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۸ھ

الشق الاول...... **ولاتفید الاضافة اللفظیة فائدة الاتخفیفاً لاتعریفا ولا تخصیصًا لکونها فی تقدیر الانفصال فی اللفظ لا فی المعنی بان یسقط بعض المعانی عن ملاحظة العقل بازاء مایسقط من اللفظ بل المعنی علی ماکان علیه قبل الاضافة، ومن ثم جاز مررت برجل حسن الوجه وامتنع مررت بزید حسن الوجه۔** (ص ۱۶۷۔امدادیہ)

اضافتِ لفظیہ کی تعریف کریں، عبارت مذکورہ کا مطلب وضاحت کے ساتھ تحریر کریں، تخفیف فی اللفظ کی کتنی صورتیں ہیں؟ تمام صورتوں کو مثالوں کے ساتھ لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) اضافتِ لفظیہ کی تعریف (۲) عبارت کا مطلب (۳) تخفیف فی اللفظ کی صورتیں مع امثلہ۔

جواب ...... ❶ **اضافتِ لفظیہ کی تعریف:۔** اضافتِ لفظیہ کی تعریف یہ ہے کہ مضاف ایسا صفت کا صیغہ ہو جو اپنے معمول (فاعل یا مفعول بہ) کی طرف مضاف ہو جیسے **ضارب زیدٍ** اسمیں ضارب صیغۂ صفت اپنے معمول کی طرف مضاف ہے۔

❷ **عبارت کا مطلب:۔** اس عبارت سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی غرض اضافتِ لفظیہ کے فائدہ کو بیان کرنا ہے کہ اضافتِ لفظیہ فقط تخفیف فی اللفظ کا فائدہ دیتی ہے تعریف وتخصیص کا فائدہ نہیں دیتی کیونکہ اسمیں مضاف الیہ اگرچہ مضاف کے ساتھ لفظوں میں متصل ہے مگر حقیقت میں وہ دونوں منفصل ہیں جب وہ دونوں منفصل ہیں تو حقیقت کے اعتبار سے وہ مضاف ومضاف الیہ بھی نہیں ہیں کیونکہ مضاف ومضاف الیہ میں اتصال ضروری ہے اور اس اضافت میں وہ اتصال موجود نہیں ہے پس جب ان میں اضافتِ حقیقیہ نہیں ہے تو اسکا ثمرہ یعنی تعریف وتخصیص بھی حاصل نہیں ہوگا۔

"**لا فی المعنی**" کہہ کر اشارہ کر دیا کہ اضافتِ لفظیہ فقط تخفیف فی اللفظ کا فائدہ دیتی ہے تخفیف فی المعنی کا فائدہ نہیں دیتی یعنی ایسا نہیں ہے کہ لفظ سے جتنا حصہ ساقط ہوا ہے اتنا حصہ معنی سے بھی ساقط کر دیا جائے۔

"**ومن ثم جاز الخ**" سے ماقبل پر تفریع قائم کی کہ اضافتِ لفظیہ چونکہ فقط تخفیف فی اللفظ کا فائدہ دیتی ہے تعریف وتخصیص کا فائدہ نہیں دیتی اسی وجہ سے **مررت برجل حسن الوجه** یہ ترکیب جائز ہے اور **مررت بزید حسن الوجه** یہ ترکیب صحیح نہیں ہے کیونکہ پہلی ترکیب میں موصوف وصفت دونوں نکرہ ہیں اور صفت کا صیغہ اپنے معمول کی طرف مضاف ہے اور تعریف کا فائدہ بھی حاصل نہیں ہو رہا اسلئے یہ ترکیب جائز ہے اور دوسری ترکیب میں موصوف (زید) معرفہ ہے اور صفت (حسن الوجہ) نکرہ ہے چونکہ اضافت لفظیہ تعریف کا فائدہ نہیں دیتی لہٰذا موصوف وصفت کے درمیان مطابقت نہیں پائی گئی اسوجہ سے یہ ترکیب درست نہیں ہے۔

❸ **تخفیف فی اللفظ کی صورتیں مع امثلہ:۔** تخفیف فی اللفظ کی تین صورتیں ہیں ① تخفیف فقط مضاف میں ہو ② تخفیف فقط مضاف الیہ میں ہو ③ تخفیف مضاف ومضاف الیہ دونوں میں ہو۔

① تخفیف فقط مضاف میں ہو تو اسکی پھر دو صورتیں ہیں۔ (۱) مضاف مفرد ہو اسمیں فقط حذفِ تنوین کے ذریعہ تخفیف ہوگی حذفِ تنوین حقیقتاً کی مثال جیسے **ضاربُ زیدٍ** حذفِ تنوین حکمًا کی مثال جیسے **حواج بیت الله** (۲) مضاف تثنیہ یا جمع ہو، اسمیں نونِ تثنیہ یا نونِ جمع کے ساقط ہونے کے ذریعہ تخفیف ہوگی جیسے **ضاربا زیدٍ وضاربوا زیدٍ**۔

② تخفیف فقط مضاف الیہ میں ہو: اسکی صورت یہ ہے کہ مضاف الیہ سے ضمیر کو حذف کر کے صیغۂ صفت [illegible] ضمیر کو مستتر مان لیا جائے جیسے **القائم الغلام** اصل میں **القائم غلامه** تھا۔

③ تخفیف مضاف، مضاف الیہ دونوں میں ہو: جیسے **زید قائم الغلام** یہ اصل میں **زید قائم غلامه** تھا۔ مضاف سے تنوین حذف ہوئی اور مضاف الیہ سے ضمیر کو حذف کر کے **القائم** کے اندر مستتر مان لیا گیا ہے۔

الشق الثانی ...... **ولا یؤکد بکل واجمع الاذو اجزاء یصح افتراقها حسا او حکما مثل اکرمت القوم کلهم واشتریت العبد کله بخلاف جاء زید کله ۔ واذا اکد الضمیر المرفوع المتصل بالنفس والعین اکد بمنفصل مثل ضربت انت نفسك ۔**

تاکید کی تعریف اور قسمیں بیان کریں، مذکورہ عبارت کی بطرزِ شارحؒ دل نشین تشریح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں دوامور مطلوب ہیں (۱) تاکید کی تعریف واقسام (۲) عبارت کی تشریح بطرزِ شارحؒ۔

جواب ...... ❶ **تاکید کی تعریف واقسام:۔ التاکید تابع یقرر امر المتبوع فی النسبة اوفی الشمول** تاکید وہ تابع ہے جو اپنے متبوع کے حال کونسبت یا شمول میں ثابت کرے۔نسبت میں ثابت کرنے کا مطلب یہ کہ جس کو منسوب یا منسوب الیہ قرار دیا گیا ہے واقعی وہی منسوب یا منسوب الیہ ہے۔شمول میں ثابت کرنے کا مطلب یہ کہ حکم واقعی تمام افراد کو شامل ہے، ایسا نہیں کہ بعض کو شامل ہو۔جیسے **جاء جاء زید** اور **جاء نی القوم کلهم**۔۔

تاکید کی دو قسمیں ہیں۔لفظی ومعنوی۔

تاکیدِ لفظی وہ تابع ہے جس میں لفظ کو مکرر ذکر کیا جائے جیسے **جَاءَ زَيْدٌ زَيْدٌ**۔

تاکیدِ معنوی آٹھ لفظوں کے ذریعے ہوتی ہے ①و② **نفسٌ ،عَيْنٌ:** یہ دونوں لفظ واحد تثنیہ جمع تینوں کی تاکید کیلئے آتے ہیں بشرطیکہ ان کے صیغے اور ضمیروں کو بدل دیا جائے جیسے **جَآءَ زَيْدٌ نَفْسُهٗ، جَآءَ الزَّيْدُوْنَ اَنْفُسُهُمْ، جَآءَ زَيْدٌ عَيْنُهٗ**۔

③ **كِلَا:** یہ تثنیہ مذکر کی تاکید کے لئے آتا ہے جیسے **جَآءَ الرَّجُلَانِ كِلَاهُمَا**۔ ④ **كِلْتَا:** یہ تثنیہ مؤنث کی تاکید کے لئے آتا ہے جیسے **جَاءَتِ الْمَرْأَتَانِ كِلْتَاهُمَا**۔ ⑤و⑥ **كُلٌّ، اَجْمَعُ:** یہ دونوں واحد اور جمع کی تاکید کے لئے آتے ہیں جیسے **قَرَءْتُ الْكِتَابَ كُلَّهٗ، جَآءَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ، اِشْتَرَيْتُ الْفَرَسَ اَجْمَعَهٗ، جَآءَ النَّاسُ اَجْمَعُوْنَ**۔ ⑦و⑧ **اَكْتَعُ، اَبْتَعُ، اَبْصَعُ:** یہ سب **اَجْمَعُ** کے تابع ہوتے ہیں یعنی **اَجْمَعُ** کے بغیر استعمال نہیں ہوتے اور نہ ہی **اَجْمَعُ** پر مقدم ہوتے ہیں جیسے **جَآءَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ، اَكْتَعُوْنَ ، اَبْتَعُوْنَ، اَبْصَعُوْنَ**۔

❷ **عبارت کی تشریح بطرزِ شارحؒ:۔** اولاً ایک ضابطہ کا بیان ہے کہ **کُلٌّ** اور **اجمع** کے ذریعہ اس چیز کی تاکید لائی جائے گی جو اجزاء والی ہو اور اجزاء میں تعمیم ہے کہ مفرد ہوں یا جمع ہوں اور اجزاء بھی ایسے ہوں جن کا حسًّا یا حکمًا افتراق (جدا ہونا) صحیح ہو۔باقی اجزاء کو ذکر کرنے کے بعد افراد کو ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اجزاء افراد کو بھی شامل ہیں اس لئے کہ جب تک کلی کے افراد کا بحیثیت مجتمع لحاظ نہ کیا جائے اور جب تک اس کے افراد اجزاء نہ ہو جائیں اس وقت تک **کُلٌّ ،اجمع** کے ساتھ اس کی تاکید لانا صحیح نہیں ہے جیسے **اکرمت القوم کلهم**، یہ اس مؤکد کی مثال ہے جس کے اجزاء کا افتراق حسًّا صحیح ہے اور **اشتریت العبد کله**، یہ اس مؤکد کی مثال ہے جس کے اجزاء کا افتراق حکمًا صحیح ہے۔(التقریر السامی ص ۵۵۴)

☆☆☆☆☆

الورقة الخامسة
ادب
مقاماتِ حریری، معلم الانشاءِ سوم

﴿الاختبار السنوی للثانویة الخاصة (للبنین)﴾

﴿الورقة الخامسة : فی الادب العربی﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۲۵ھ

الشق الاوّل......عَلٰی أَنِّیْ وَإِنْ أَغْمَضَ لِیَ الْفَطِنُ الْمُتَغَابِیْ وَنَضَحَ عَنِّیَ الْمُحِبُّ الْمُحَابِیْ لَا أَكَادُ أَخْلُصُ مِنْ غُمْرٍ جَاهِلٍ أَوْ ذِیْ غِمْرٍ مُتَجَاهِلٍ يَضَعُ مِنِّیْ لِهٰذَا الْوَضْعِ، وَيُنَدِّدُ بِأَنَّهٗ مِنْ مَنَاهِی الشَّرْعِ ، وَمَنْ نَقَدَ الْأَشْيَاءَ بِعَيْنِ الْمَعْقُوْلِ وَأَنْعَمَ النَّظَرَ فِیْ مَبَانِی الْأُصُوْلِ نَظَمَ هٰذِهِ الْمَقَامَاتِ فِیْ سِلْكِ الْإِفَادَاتِ ۔(مقدمہ۔ص۲۶۔اسلامی کتب خانہ لاہور)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، خط کشیدہ کلمات کی لغوی اور صرفی تحقیق لکھیں، علی أنی ترکیب میں کس سے متعلق ہے؟ وضاحت کریں۔ (درسِ مقامات: ص۴۹)

﴿خلاصہ سوال﴾......اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) کلمات مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق (۴) علی انی کے متعلق کی نشاندہی۔

جواب...... ❶ **عبارت پر اعراب:۔** کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ **عبارت کا ترجمہ:۔** علاوہ ازیں اگر چہ بتکلف اپنے کو غبی ظاہر کرنے والا ذکی مجھ سے چشم پوشی کرے اور مخلص دوست میری طرف سے دفاع کرے تاہم ناتجربہ کار جاہل اور بتکلف نادان بننے والے کینہ ور سے چھٹکارا نہیں پا سکتا۔ وہ تو اس وضع (تصنیف) کی وجہ سے میرا مرتبہ گھٹائے گا اور پکار پکار کر کہے گا کہ یہ منہیات شرع میں سے ہے اور جو شخص چیزوں کو عقل کی آنکھ کے ساتھ پرکھے اور گہرا کرے نظر کو قواعد کی بنیادوں میں تو وہ پروئے گا ان مقامات کو افادات کی لڑی میں۔

❸ **کلمات مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔** "اَلْفَطِنُ" صیغہ صفت از مصدر فَطَنًا (سمع) بمعنی ذکی وذہین ہونا۔

"اَغْمَضَ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل ماضی معلوم از مصدر اِغْمَاضٌ (افعال) بمعنی آنکھ بند کرنا۔

"اَلْمُتَغَابِیْ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر تَغَابِیْ (تفاعل) بمعنی بتکلف غبی اور کند ذہن بننا۔

"نَضَحَ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل ماضی معلوم، از مصدر نَضْحًا بمعنی دفاع کرنا۔

"اَلْمُحَابِیْ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر مُحَابَاةٌ (مفاعلہ) بمعنی بغیر بدلے کے عطاء کرنا۔

"غُمْرٌ" یہ صیغہ صفت ہے اس کی جمع اَغْمَارٌ ہے بمعنی جاہل وناتجربہ کار، مصدر غَمَارَةٌ (کرم) بمعنی جاہل ہونا۔

"غِمْرٌ" یہ مفرد ہے اس کی جمع غُمُوْرٌ ہے بمعنی حسد وکینہ، مصدر (سمع) بمعنی کینہ والا ہونا۔

"مُتَجَاهِلٌ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر تَجَاهُلٌ (تفاعل) بمعنی بتکلف جاہل بننا۔

"يَضَعُ" صیغہ واحد مذکر غائب فعل مضارع معلوم از مصدر وَضْعًا (فتح) بمعنی رکھنا، جننا، مرتبہ سے گھٹانا۔ (کرم) بمعنی کمینہ ہونا۔

"يُنَدِّدُ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل مضارع معلوم از مصدر تَنْدِيْدًا (تفعیل) بمعنی ظاہر کرنا۔

"مناهی" یہ مَنْهِیٌّ کی جمع ہے صیغہ جمع مذکر بحث اسم مفعول، مصدر نَهْيًا (فتح) بمعنی روکنا، منع کرنا۔

"نَقَدَ" صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معلوم از مصدر نَقْدًا (نصر) بمعنی کھرا کرنا، پرکھنا۔

"مَبَانِیْ" یہ مبنی کی جمع ہے بمعنی عمارت۔ مصدر بَنَاءٌ، بِنَایَۃٌ، بُنْیَانًا (ضرب) بمعنی بنانا۔

"سِلْكٌ" یہ اسم جمع ہے اس کا مفرد سِلْکَۃٌ ہے بمعنی لڑی۔ مصدر سُلُوْکًا (نصر) بمعنی چلنا۔

❹ **علی انی کے متعلق کی نشاندہی:۔** یہ مابعد میں آنے والے فعل **لااکاد اخلص** کے متعلق ہے۔

الشق الثانی ......

وَمُتْرَفٍ لَوْلَاهُ دَامَتْ حَسْرَتُهُ وَجَیْشِ هَمٍّ هَزَمَتْهُ کَرَّتُهُ

وَبَدْرِتَمٍّ اَنْزَلَتْهُ بَدْرَتُهُ وَ مُسْتَشِیْطٍ تَتَلَظّٰی جَمْرَتُهُ

اَسَرَّ نَجْوَاهُ، فَلَانَتْ شِرَّتُهُ وَکَمْ اَسِیْرٍ اَسْلَمَتْهُ اُسْرَتُهُ

اَنْقَذَهُ حَتّٰی صَفَتْ مَسَرَّتُهُ وَحَقِّ مَوْلًی اَبْدَعَتْهُ فِطْرَتُهُ (مقامہ۳۔ص۷۰)

اعراب لگا کر ترجمہ کریں، خط کشیدہ الفاظ کی لغوی تحقیق کریں، **وکم أسیر أسلمته أسرته** کی نحوی ترکیب کریں۔ (درسِ مقامات: ص۱۴۸)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال کا حل چار امور ہیں (۱) اشعار پر اعراب (۲) اشعار کا ترجمہ (۳) الفاظ مخطوطہ کی لغوی تحقیق (۴) **وکم اسیر اسلمته اسرته** کی ترکیب۔

جواب ...... ❶ **اشعار پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔**

❷ **اشعار کا ترجمہ:۔** اور کتنے متکبر یا خوشحال مالدار ہیں اگر وہ دینار نہ ہوتا تو ان کی حسرت ہمیشہ رہتی اور کتنے غم کے لشکر ہیں جن کو اسکے حملے نے شکست دی اور کتنے ماہِ کامل ہیں جن کو اس کی ہمیانی نے اتار دیا اور کتنے غصے والے ہیں جن کا انگارا بھڑکتا ہے اس نے چپکے سے سرگوشی کی ان کی تیزی نرم ہوگئی اور کتنے قیدی ہیں جن کو ان کے قبیلہ نے رسوا کردیا۔ اس نے ان کو چھڑا دیا یہاں تک کہ ان کی فرحت صاف ہوگئی۔ مولیٰ کے حق کی قسم جس کی فطرت نے اس کو بہت اچھا پیدا کیا ہے۔

❸ **الفاظ مخطوطہ کی لغوی تحقیق:۔** "مُتْرَفٍ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم مفعول از مصدر اِتْرَاف (افعال) بمعنی مال کا آدمی کو سرکش بنانا۔

"هَزَمَتْهُ" صیغہ واحد مؤنث غائب بحث فعل ماضی معلوم از مصدر هَزْمًا (ضرب) بمعنی شکست دینا۔

"بَدْرِتَمٍّ" بدر مفرد ہے اس کی جمع بُدُوْرٌ ہے بمعنی چودھویں رات کا چاند۔

"مُسْتَشِیْطٌ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر اِسْتِشَاطٌ (استفعال) بمعنی بھڑکنا، مجرد شَیْطًا (ضرب) بمعنی جلنا۔

"تَتَلَظّٰی" صیغہ واحد مؤنث غائب بحث فعل مضارع معلوم از مصدر تَلَظِّیًا (تفعل) بمعنی بھڑکنا، مجرد لَظًی (سمع) بمعنی بھڑکنا۔

"اَسَرَّ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل ماضی معلوم از مصدر اِسْرَارٌ (افعال) بمعنی پوشیدہ طور پر بات کرنا۔

"نَجْوَاهُ" یہ مفرد ہے اس کی جمع نَجَاوٰی ہے بمعنی سرگوشی، مصدر نَجْوًا (نصر) بمعنی سرگوشی کرنا۔

"فَلَانَتْ" صیغہ واحد مونث غائب بحث فعل ماضی معلوم از مصدر لِیْنًا (ضرب) بمعنی نرم ہونا۔

❹ **وکم اسیر اسلمته اسرته کی ترکیب:۔** کم خبریہ ممیز اسیر موصوف اسلمت فعل ۃ ضمیر غائب مفعول بہ اسرتہ مضاف مضاف الیہ ملکر فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صفت۔ موصوف اپنی صفت سے ملکر

تمیز، ممیز، تمیز ملکر مبتداء، مابعد والا جملہ خبر، مبتداء خبر ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۲۵ھ

الشق الاوّل......فَلَمَّا نُثِلَتِ الْكَنَائِنُ، وَفَاءَتِ السَّكَائِنُ، وَرَكَدَتِ الزَّعَازِعُ، وَكَفَّ الْمُنَازِعُ، وَسَكَنَتِ الزَّمَاجِرُ، وَسَكَتَ الْمَزْجُوْرُ وَالزَّاجِرُ، اَقْبَلَ عَلَى الْجَمَاعَةِ ،وَقَالَ: لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا اِدًّا، وَجُزْتُمْ عَنِ الْقَصْدِ جِدًّا، وَعَظَّمْتُمُ الْعِظَامَ الرُّفَاتَ وَافْتَتُّمْ فِى الْمَيْلِ اِلٰى مَنْ فَاتَ۔ (مقامہ ۶۔ص۱۰۲)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، خط کشیدہ لفظوں کی لغوی وصرفی تحقیق کریں، یہ کس مقامہ کی عبارت ہے۔(درس مقامات۔ص۲۶۳)

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حل چار امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) الفاظِ مخطوطہ کی لغوی و صرفی تحقیق (۴) مقامہ کی تعیین۔

جواب...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ پس جب تمام ترکش خالی کردیئے گئے اور سکون لوٹ آیا اور تیز ہوائیں رک گئیں، جھگڑنے والا باز آگیا، شور وہنگامے پرسکون ہوگئے ڈانٹ زدہ اور ڈانٹنے والا خاموش ہوگئے تو وہ جماعت کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا۔ تم یقیناً ایک ناپسندیدہ چیز لائے ہو، تم نے اعتدال ومیانہ روی سے بہت تجاوز کیا اور بوسیدہ ہڈیوں کی بہت تعظیم کی، ان لوگوں کی طرف مائل ہونے میں تجاوز کیا جو فوت ہوچکے ہیں۔

❸ الفاظِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ "نُثِلَتْ" صیغہ واحد مونث غائب بحث فعل ماضی مجہول از مصدر نَثْلًا (نصر وضرب) بمعنی تیر بکھیرنا خالی کرنا۔ "فَاءَتْ" صیغہ واحد مونث غائب بحث فعل ماضی معلوم از مصدر فَيْئًا (ضرب) بمعنی لوٹنا۔

"اَلْكَنَائِنُ" یہ جمع ہے اس کا مفرد كِنَانَةٌ ہے بمعنی ترکش، مصدر كَنًّا و كُنُوْنًا (نصر) بمعنی کسی چیز کو چھپانا۔

"سَكَائِنُ" یہ جمع ہے اس کا مفرد سَكِيْنَةٌ ہے بمعنی سکون ووقار، مصدر سُكُوْنًا (نصر) بمعنی ٹھہرنا وسکون کرنا۔

"اَلزَّعَازِعُ" یہ زَعْزَعَةٌ کی جمع ہے بمعنی تیز ہوا، آندھی، مصدر زَعْزَعَةٌ (فعللة) بمعنی سخت حرکت دینا۔

"اَلزَّمَاجِرُ" یہ جمع ہے اس کا مفرد زَمْجَرَةٌ ہے بمعنی شور وہنگامہ، از مصدر زَمْجَرَةٌ بمعنی شور مچانا۔

"اِدًّا" یہ مفرد ہے اسکی جمع اِدَادٌ، اِدَدٌ ہے بمعنی دشوار وہولناک کام، مصیبت، مصدر اَدًّا (نصر وضرب) بمعنی مصیبت میں ڈالنا۔

"جُزْتُمْ" صیغہ جمع مذکر حاضر بحث فعل ماضی معلوم از مصدر جَوْزًا (نصر) بمعنی تجاوز کرنا، حد سے گزرنا۔

"اَلرُّفَاتُ" اسم ہے بمعنی چورہ وریزہ، ہر وہ چیز جو ٹوٹ جائے اور بوسیدہ ہوجائے، مصدر رَفْتًا (نصر وضرب) بمعنی توڑنا وکوٹنا۔

❹ مقامہ کی تعیین:۔ اس عبارت کا تعلق المقامة السادسة المراغية سے ہے۔

الشق الثانی......

فَلَوْلَا اَنَّ اَشْبَالِىْ	اَغْلَالِىْ وَ اَغْلَالِىْ	لَمَا جَهَّزْتُ آمَالِىْ	اِلَى آلٍ وَلَا وَالِىْ
وَلَا جَرَّرْتُ اَذْيَالِىْ	عَلٰى مَسْحَبِ اِذْلَالِىْ	فَمِحْرَابِىْ اَحْرٰى بِىْ	وَاَسْمَالِىْ اَسْمَالِىْ

فَهَلْ حُرٌّ يَرىٰ	تَخْفِيفَ اَثْقَالِيْ بِمِثْقَالِ	وَيُطْفِئُ حَرَّ بَلْبَالِيْ	بِسِرْبَالٍ وَ سِرْوَالِ

اشعار پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، خط کشیدہ کلمات کی لغوی ادبی تحقیق کریں، آخری شعر کی نحوی ترکیب لکھیں۔ (دروسِ مقامات۔ ص ۳۰۷)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حل چار امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) الفاظِ مخطوطہ کی لغوی وادبی تحقیق (۴) آخری شعر کی ترکیب۔

جواب ...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ پس اگر یہ بات نہ ہوتی کہ میری اولاد میرے طوق ہیں اور میری چیچڑیاں ہیں تو میں اپنی آرزوؤں کو کسی بخیل اور کسی حاکم کی طرف نہ بھیجتا، اور نہ گھسیٹتا میں اپنے دامنوں کو اپنی ذلت کے راستے پر، پس میرا محراب زیادہ لائق ہے میرے لئے اور میرے پرانے کپڑے زیادہ باعزت ہیں میرے لئے۔ پس کیا کوئی آزاد اور شریف آدمی ہے؟ جو مثقال کے بدلے میرے بوجھوں کی تخیف کو دیکھے، اور قمیص وشلوار کے ساتھ میرے غم کی حرارت کو بجھادے۔

❸ کلمات مخطوطہ کی لغوی وادبی تحقیق:۔ "اَعْلَالِيْ" یہ عَلٌّ کی جمع ہے۔ بمعنی چیچڑی یعنی وہ کیڑا جو جانور کے بدن میں لگ جاتا ہے۔

"اَشْبَالِيْ" یہ شِبلٌ کی جمع ہے بمعنی شیر کا بچہ۔ مصدر شِبْلٌ (نصر) بمعنی بچہ کا ناز ونعمت میں پرورش پانا، جوان ہونا۔

"اَغْلَالِيْ" یہ غُلٌّ کی جمع ہے بمعنی لوہے کا طوق بیڑی، مصدر (نصر) بمعنی گلے میں طوق ڈالنا۔

"مَسْحَبْ" یہ سَحْبٌ (فتح) بمعنی کھینچنا سے ماخوذ ہے۔ "اِذْلَالِيْ" اذلالٌ (ضرب) بمعنی ذلیل ہونا یا ذلیل کرنا سے ماخوذ ہے۔

"اَحْرٰى" صیغہ واحد مذکر بحث اسم تفضیل از مصدر حَرًا (نصر) بمعنی لائق وسزاوار ہونا۔

❹ آخری شعر کی ترکیب:۔ فاء تفریعیہ محرابی مضاف ومضاف الیہ ملکر مبتداء احریٰ صیغہ صفت مع فاعل بی جار اپنے مجرور سے ملکر متعلق ہوا احریٰ کے، صیغہ صفت اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر شبہ جملہ ہوکر خبر، مبتداء اپنی خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا اسمالی مضاف ومضاف الیہ ملکر مبتدا اسمیٰ صیغہ صفت مع فاعل لی جار مجرور ملکر متعلق ہوا اسمی کے، صیغہ صفت اپنے فاعل اور متعلق سے ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر۔ مبتداء اپنی خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۲۵ھ

الشق الاوّل ...... مندرجہ ذیل جملوں کا اردو میں ترجمہ کیجئے۔ زید اور بکر دونوں مخلص دوست ہیں، وہ سچ بولتے اور حق کہتے ہیں، دیندار اور محنتی ہیں، بڑوں کی تعظیم کرتے ہیں، چھوٹوں پر شفقت کرتے ہیں محتاجوں کی مدد کرتے ہیں اور کسی کو ایذاء نہیں دیتے، اس لئے وہ معاشرہ میں بڑے محبوب ہیں، وہ حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کی ادائیگی کا اہتمام کرتے ہیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں فقط اردو جملوں کا عربی میں ترجمہ مطلوب ہے۔

جواب ...... اردو جملوں کا عربی میں ترجمہ:۔ زید و بکر صدیقان مخلصان یقولان الصدق والحق یتدینان و یجتهدان یعظمان الکبار یشفقان علی الصغار یعینان المحتاجین ولا یؤذیان احدا فلهذا محبوبان فی المعاشرة جدا، یهتمان باداء حقوق الله و حقوق العباد۔

الشق الثانی ...... عنوانات پر مضمون لکھیں جو کم از کم پندرہ سطروں پر مشتمل ہو۔ المدرسة ، الحديقة، اللغة العربية، النزهة ۔

جواب ...... عنوانات میں سے کسی ایک عنوان پر دس سطروں کا مضمون:۔

......اللغة العربية......

دخل الانجليزية الهند فى اوائل القرن السابع عشر الميلادى و فى مدة قليلة تدخلوا فى سياسة البلاد و قد كانو استولوا على الاقتصاد بتجارتهم الواسعة التى تمار سها شركتهم تدخلوا فى سياسة البلاد حينما كانت ملوك الهند فى اسوء حال ، فقدوا القوة والمكانة العزيزة واغلوا فى المترفات يعيشون فى النعيم حينما ترى الانجليز امكرا الامم تستطيع ان تحتمل ما لا يحتملها غيرها و تصبر على ما يعجز عن الصبر فيه غيرها فبدأوا يؤثرون فى السياسة ويتغلبون على ملوك الهند وانتهى ذلك الى غلبتهم الكاملة على طول البلاد وعرضها ثم جاء وا بمناهج التعليم السامة وربوا الجيل الناشئ على حب الدنيا والسخرية بالدين فلم يمض الاجزء ا من القون حتى اصبح الشعب الهندى والمسلمون يهزؤن بالدين و يحبون الدنيا ومالها فكاد الدين يفقد سيطرته على المسلمين فاحتاج الى ابطال ينقذونه من براثن هؤلاء الاعداء واذن وانشأ مفكر والاسلام وعلماؤه مدارس العلم التى تعلم ابناء الامة الاسلامية الدين وتفقههم فى الشريعة وتربيهم على المعانى الدينية والهم العالية فاقبل من الناس الذين يرون دينهم اغلى شئ على تعليم ابنائهم فى هذه المدارس۔

ولما قدرت على ان ارى رايى و اصمم مستقبلى تصميما عاقلا فضلت الناحية الدينية وآثرت ان اكون رجلا مومنا لا ملحدا مائعا خليعا فتوجهت الى مدرسة عربية بعد ما استرضيت والدى على ذلك و كان فى اول الامر لا يحبان لى الثقافة الدينية لانها لا تضمن لى بمستقبل مادى عظيم وينويان بعثى الى مدرسة عصرية حتى يمكن لى ان انال وظيفة عالية من وظائف الحكومة فلما اوضحت لهما ان النعم والثراء الذين قد يحصلان لى من التعليم العصرى ليسا بمنقذى من ويلات يوم القيامة غير ان علم الدين اذا عملت به سينقذنى من غضب الله وعذابه لانى ساخشى الله اذ يقول الله تعالى (انما يخشى الله من عباده العلماء)

فلما شرحت لهم فوائد علم الدين اقتنعا وسمحا لى فانعم الله على اذ جمع لى حسنيين ، حسنى التعليم الدينى وحسنى رضا ابوىّ و الله يقول فى اكرام الوالدين (وان جاهدك على ان تشرك بى ما ليس لى به علم فلا تطعهما وصاحبهما فى الدنيا معروفا، ولا تقل لهما اف ولا تنهرهما وقل لهما قولا كريما)

فاستطعت ان اتعلم ما اشاء من علوم القرآن والسنة حتى اتغذى بالدين غذاء كافيا واتزود منه لى زادا ينفعنى فى القبر ويوم القيامة (وللآخرة خير لك من الاولى) ولا شك فى ان الدنيا كذلك تحصل لمن حصل له رضا الله وعلمه اما الآخرة فشك فى ان تحصل لغير راغب فيها۔

﴿الورقة الخامسة : فی الأدب العربی﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۲۶ھ

الشق الاوّل ......ادب کے لغوی، اصطلاحی معنی، غرض و غایت، اہمیت بیان کرنے کے بعد مقامات حریری کے تعارف پر مشتمل ایک مختصر اور جامع مضمون تحریر کریں۔ نیز صاحب مقامات کے مختصر حالات زندگی بھی لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا خلاصہ تین امور ہیں (۱) ادب کا لغوی و اصطلاحی معنی، غرض و اہمیت (۲) مقامات حریری کا تعارف (۳) صاحبِ مقامات کے حالات۔

جواب ...... ❶ **ادب کا لغوی و اصطلاحی معنی، غرض و اہمیت:۔** ادب کا لغوی معنی اچھی تربیت والا اور شائستہ ہونا، اور اصطلاحی طور پر علماء نے متعدد معانی بیان کئے ہیں، صاحب درس مقامات مولانا ابن الحسن عباسی کے ذکر کردہ چند اقوال ملاحظہ فرمائیں۔

ادب ایسا ملکہ ہے کہ جس کے ساتھ قائم ہوتا ہے، اس کو ہر ناشائستہ بات سے بچاتا ہے۔ (تاج العروس)

ابوزید انصاری فرماتے ہیں کہ ادب ایک ایسی اچھی ریاضت ہے جس کی وجہ سے انسان بہتر اوصاف سے متصف ہوتا ہے۔

ادب عرب کے اشعار اور تاریخ و اخبار کے حفظ اور عربی زبان کے دوسرے علوم سے بقدرِ ضرورت اخذ کا نام ہے (کشف الظنون) سید شریف جرجانی رحمہ اللہ نے یہ تعریف کی ہے، علم ادب وہ علم ہے جس کے ذریعہ انسان کلام عرب میں لفظی و تحریری غلطی سے بچ سکے۔ حقیقت یہ ہے کہ ادب ایک خاص ملکہ کا نام ہے اگر اس کا حسن طور وطریقہ میں آئے تو تہذیب ہے اگر انسان کی زبان کی زینت بنے تو ادیب ہے۔ اگر عام عبارت کی زینت بنے تو نثر ہے اور کلام میں وزن کا بھیس اختیار کرے تو شعر ہے اور اگر بے معنی اصوات کی ہم آہنگی کو شرف بخشے تو موسیقی ہے۔

علم ادب کی غرض و غایت، کلام میں واقع ہونے والی لفظی کتابی اور اعرابی غلطی سے بچنا اس کی غرض ہے۔

علمِ ادب کی اہمیت کے حوالہ سے اتنی بات ہی کافی ہے کہ علمِ ادب کا تعلق لغتِ عرب سے ہے اور لغتِ عرب وہ لغت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری کلام قرآن مجید کیلئے منتخب فرما کر ایک خاص انداز سے اپنی حفاظت میں پروان چڑھایا اور آپ نے ارشاد فرمایا **احبوا العرب لثلاثٍ، لانی عربی والقرآن عربی و لسان اهل الجنة عربی**، حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں **تعلموا العربية فانها دينكم**، نیز عربی زبان دنیا کی وہ واحد زبان ہے جو جدید وقدیم تمام ترقی پسند اقوام کے علوم وفنون کو اپنے اندر جذب کئے ہوئے ہے، نیز دینِ اسلام کا تمام بنیادی سرمایہ صرف اسی ایک زبان میں ہی محفوظ ہے۔

❷ **مقامات حریری کا تعارف:۔** مقامات حریری علامہ ابو محمد قاسم بن علی البصری الحریری کی تحریر کردہ وہ زندہ و جاوید کتاب ہے جو اپنی مثال آپ ہے اس کتاب میں انہوں نے عربی ادب کو بہترین اسلوب و بیان میں پرودیا ہے۔ علامہ حریری رحمہ اللہ نے یہ کتاب ۴۹۵ھ میں لکھنا شروع کی اور تقریباً دس سال کے طویل عرصہ میں اس کو لکھ کر فارغ ہوئے، علامہ حریری کی لاتعداد محاسن پر مشتمل یہ کتاب ہر زمانہ میں لوگوں کی توجہ کا مرکز رہی اور متعدد زبانوں میں اس کی شروحات لکھی گئی اور عرصہ دراز سے درس نظامی میں شامل نصاب ہے۔

ساتویں صدی کے مشہور نحوی عالم ابوالفتح مطرزی فرماتے ہیں کہ زبان وادب کی کتابوں اور عرب کی تصانیف میں میری نظر سے

اب تک کوئی ایسی کتاب نہیں گزری جو مقامات حریری کے مقابلہ میں تالیف وتصنیف اور ترتیب کے لحاظ سے زیادہ حسین اور عجیب و غریب ہو یا عربی عجائب اور ادبی نوادرات کو زیادہ جامع ہو۔ مقامات حریری ایک فخریہ پیشکش ایک مشہور کتاب اور ایک معجزانہ تصنیف ہے۔

مشہور مفسر وادیب علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کی، اس کی آیات ونشانیوں کی، مشعرِ حج اور میقاتِ حج کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ علامہ حریری کے مقامات مستحق ہیں کہ ان کو سونے سے لکھا جائے۔

علامہ حریری اپنے تحریر کردہ ان مقامات کے متعلق از خود لکھتے ہیں کہ میں نے عربی کہاوتیں، ادبی لطیفے نحوی پہیلیاں، لغوی فتاوی، عجیب و غریب نرالے خطوط ورسالے، مزین خطبے، رلا دینے والی نصیحتیں اور غافل کردینے والی ہنسی کی باتیں یہ سب کچھ اس کتاب میں جمع کردیا ہے۔

③ **صاحب مقامات کے حالات:۔** صاحب مقامات کا نام قاسم، کنیت ابو محمد، نسبت حریری ہے، پورا نام اس طرح ہے، ابو محمد قاسم بن علی بن محمد حریری بصری، آپ کی ولادت ۴۴۶ھ میں اور وفات ۵۱۵ھ یا ۵۱۶ھ کو بصرہ میں ہوئی، حریری (ریشم) کے کاروبار کی وجہ سے حریری اور آبائی گاؤں بصرہ کے قریب ہونے کی وجہ سے بصری کہلاتے ہیں، وافر مقدار میں مال ودولت کے مالک تھے اور آپ کی مقامات حریری کے علاوہ متعدد تصانیف ہیں، مثلاً '' درۃ الغواص فی اوہام الخواص، ملحۃ الاعراب، رسالہ سینیہ، رسالہ شینیہ وغیرہ۔

الشق الثانی ......**هٰذَا مَعَ اِعْتِرَافِیْ بِاَنَّ الْبَدِیْعَ سَبَّاقُ غَایَاتٍ وَصَاحِبُ آیَاتٍ وَاَنَّ الْمُتَصَدِّیَ بَعْدَهٗ لِاِنْشَاءِ مَقَامَةٍ وَلَوْ اُوْتِیَ بَلَاغَةَ قُدَامَةَ لَایَغْتَرِفُ اِلَّا مِنْ فُضَالَتِهٖ وَلَا یَسْرِیْ ذٰلِكَ الْمَسْرٰی اِلَّا بِدَلَالَتِهٖ وَلِلّٰهِ دَرُّ الْقَائِلِ**

فَلَوْ قَبْلَ مَبْكَاهَا بَكَیْتُ صَبَابَةً ۔۔۔ بِسُعْدٰی شَفَیْتُ النَّفْسَ قَبْلَ التَّنَدُّمِ

وَلٰكِنْ بَكَتْ قَبْلِیْ فَهَیَّجَ لِیَ الْبُكَا ۔۔۔ بُكَاهَا فَقُلْتُ الْفَضْلُ لِلْمُتَقَدِّمِ (مقدمہ۔ص ۲۴)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، شاعر کا نام بتلائیں اور دونوں اشعار کی نحوی ترکیب لکھیں۔ علامہ حریری نے یہ اشعار کس ادیب کی فوقیت بیان کرنے کیلئے ذکر کئے ہیں، علامہ بدیع کا مختصر تعارف لکھیں، خط کشیدہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حل چھ امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) شاعر کا نام واشعار کی ترکیب (۴) ادیبِ موصوف کی تعیین (۵) علامہ بدیع رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف (۶) کلماتِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق۔ (درسِ مقامات۔ص ۴۴)

جواب ...... ① **عبارت پر اعراب:۔** **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

② **عبارت کا ترجمہ:۔** پس اگر میں اس کے رونے سے پہلے سعدی کے ساتھ عشق کی وجہ سے رو پڑتا تو میں اپنے نفس کو ندامت سے پہلے ہی شفاء (تسلی) دیدیتا اور لیکن وہ مجھ سے پہلے روئی اور اس کے رونے نے میرے لیے رونے کو ابھارا، پس میں نے کہا کہ فضیلت پہلے کیلئے ہے۔ یہ میرے اس اعتراف کے ساتھ ہے کہ علامہ بدیع الزمان رحمۃ اللہ علیہ (اس فن میں) انتہاء کو پہنچنے والے اور نشانات والے (تمغہ والے) ہیں اور بے شک اُن کے بعد مقامہ لکھنے کے درپے ہونے والا (اگرچہ اُسے قدامہ بن جعفر جیسے بلاغت عطاء کردی جائے) وہ نہیں چلّو بھرے گا مگر اُسی کے بچے ہوئے پانی سے، اور اس راہ پر نہیں چلے گا مگر اُسی کی راہنمائی سے۔

③ **شاعر کا نام واشعار کی ترکیب:۔** یہ دونوں اشعار بنو امیہ کے مشہور شاعر عدی بن رقاع کے ہیں۔

لو شرطیہ **قبل** مضاف **مبکاھا** مضاف مضاف الیہ ملکر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے ملکر مفعول فیہ مقدم

بکیت فعل بافاعل صبابة صیغہ صفت بسعدی جارومجرور ملکر متعلق ہوا صبابة کے صبابة اپنے متعلق سے ملکر مفعول لہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول فیہ اور مفعول لہ سے ملکر شرط۔ شفیت فعل بافاعل النفس مفعول بہ قبل التندم مضاف ومضاف الیہ ملکر مفعول فیہ، فعل اپنے فاعل مفعول بہ اور مفعول فیہ سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر جزاء، شرط اپنی جزاء سے ملکر جملہ شرطیہ ہوا واؤ عاطفہ لکن استدراکیہ بکت فعل وفاعل قبلی مضاف ومضاف الیہ ملکر مفعول فیہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول فیہ سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا فاء تعقیبیہ هیج فعل لِیْ جارومجرور ملکر متعلق ہوا فعل کے، البکاء مفعول بہ بکاها مضاف مضاف الیہ ملکر فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ و متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔ فاء تعقیبیہ قلت فعل وفاعل ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر قول۔ الفضل مبتدا للمتقدم جارمجرور ملکر ثابت کے متعلق ہوکر خبر، مبتدا، خبر ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر مقولہ، قول اپنے مقولہ سے ملکر جملہ قولیہ ہوا۔

❹ **ادیب موصوف کی تعیین:۔** علامہ حریری نے ان دونوں اشعار کے ذریعہ علامہ بدیع الزمان رحمۃ اللہ علیہ صاحب مقامات بدیع کے فضل وتفوق کا اعتراف کیا ہے کیونکہ مقامات کا اسلوب سب سے پہلے انہوں نے ایجاد کیا تھا۔

❺ **علامہ بدیع رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف:۔** آپ کا نام ابوالفضل احمد بن حسین بدیع الزماں ہمدانی ہے، آپ چوتھی صدی کے مشہور عربی ادیب ہیں، آپ نے سب سے پہلے مقامات کا اسلوب ایجاد کیا اور چارسو مقامات لکھے، انتہائی درجہ کا حافظہ تھا، ایک ہی نظر سے کئی کئی اوراق فوراً یاد کرلیتے تھے، علامہ حریری نے بھی آپکی اتباع میں مقامات تحریر کی اور آپکے فضل وتفوق کا اپنے خطبہ میں اعتراف کیا ہے۔

❻ **کلمات مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔** "سَبَّاق" یہ مبالغہ کا صیغہ ہے از مصدر سَبْقًا (ضرب) بمعنی سبقت کرنا وآگے بڑھنا۔

"اَلْمُتَصِدِّیْ" ① صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر تَصَدِّیًا (تفعل) بمعنی درپے ہونا، پیچھا کرنا، تعرض کرنا۔

② صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر تَصَدُّدًا (تفعل) بمعنی چیخ وپکار کرنا، روکنا، دال ثانی کو یاء سے بدل دیا۔

"فُضَالَةٌ" بمعنی بچی ہوئی چیز۔ مصدر فُضْلًا (نصروسمع) بمعنی باقی بچنا وزائد ہونا۔

"یَسْرِیْ" صیغہ واحد مذکر غائب فعل مضارع معلوم از مصدر سَرْیًا ، سُرًی (ضرب) بمعنی رات کو چلنا۔

"اَلْمَسْرٰی" یہ باب ضرب سے مصدر میمی ہے بمعنی رات کو چلنا، چلنا۔

"هَیَّجَ" صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معلوم از مصدر تَهْیِیْجٌ (تفعیل) بھڑکانا۔ مجرد هِیَاجًا و هَیَجَانًا (ضرب) بمعنی بھڑکنا۔

السوال الثانی ۱۴۲۶ھ

الشق الاوّل ......ثُمَّ اسْتَنَّ اِسْتِنَانَ الْجَوَادِ فِی الْمِضْمَارِ وَقَالَ لِابْنِهٖ بَدَارِ بَدَارِ وَلَمْ نَخَلْ اَنَّهٗ غَرَّ وَطَلَبَ الْمَفَرَّ فَلَبِثْنَا نَرْقُبُهٗ رِبَّةَ الْاَعْیَادِ وَنَسْتَطْلِعُهٗ بِالطَّلَائِعِ وَالرُّوَّادِ اِلٰی اَنْ هَرِمَ النَّهَارُ وَکَادَ جُرُفُ النَّهَارِ یَنْهَارُ۔

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، خط کشیدہ الفاظ کی لغوی وصرفی تحقیق لکھیں، رقبة الأعیـــــاد کی ترکیبی حیثیت واضح کریں۔ (مقامہ ۴۔ص ۸۵) (درس مقامات۔ص ۱۹۸)

﴿خلاصہ سوال﴾......اس سوال میں چار امور توجہ طلب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) الفاظ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق (۴) رقبة الأعیاد کی ترکیبی حیثیت۔

جواب ...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ پھر وہ میدان میں عمدہ گھوڑے کے دوڑنے کی طرح دوڑا اور اس نے اپنے بیٹے سے کہا کہ جلدی کر، جلدی کر اور ہم نے یہ خیال نہ کیا کہ اس نے دھوکہ دیا ہے، اور اس نے بھاگنے کو طلب کیا ہے، پس ٹھہرے ہم اس کا انتظار کرتے ہوئے مثل عید کے انتظار کرنے کے، اور ہم اس کو دریافت کرر ہے تھے آگے جانے والوں سے اور گھاس پانی تلاش کرنے والوں سے، یہاں تک کہ دن بوڑھا ہوگیا اور قریب تھا کہ دن کا کنارہ گر جائے (دن ختم ہونے کے قریب ہوگیا)

❸ الفاظ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ "بَدَارِ" بَدَارِ یہ اسم فعل بَادِرْ کے معنی میں ہے بمعنی جلدی کر۔

"اِسْتَنَّ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث ماضی معلوم از مصدر اِسْتِنَانٌ (افتعال) بمعنی گھوڑے کا تیز دوڑنا۔

"اَلْجَوَادُ" یہ مفرد ہے اس کی جمع اَجْوَادٌ ہے بمعنی تیز گھوڑا، مصدر جَوْدَةَ (نصر) بمعنی عمدہ و تیز رفتار ہونا۔

"اَلْمِضْمَارُ" یہ اسم ہے بمعنی گھڑ دوڑ کا میدان، مصدر ضُمُوْرًا (نصر) ضُمْرًا (کرم) بمعنی دبلا و پتلا ہونا۔

"لَمْ نَخَلْ" صیغہ جمع متکلم بحث نفی جحد بلم معلوم از مصدر خَيْلًا خِيْلًا و خَيْلَانًا (فتح) بمعنی خیال و گمان کرنا۔

"غَرَّ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث ماضی معلوم از مصدر غَرًّا وغُرُوْرًا (نصر) بمعنی دھوکہ دینا۔

"نَرْقُبُه" صیغہ جمع متکلم بحث فعل مضارع معلوم از مصدر رَقَبَةً رَقَابَةً رَقُوْبًا (نصر) بمعنی انتظار کرنا، نگہبانی کرنا۔

"طَلَائِعُ" یہ طَلِيْعَةٌ کی جمع ہے بمعنی مقدمة الجیش جسے لشکر سے پہلے دشمن کے احوال معلوم کرنے کیلئے بھیجا جائے۔

"اَلرُّوَادُ" یہ رائدٌ اسم فاعل کی جمع ہے مصدر رَوَدَانًا، رِيَادًا (نصر) بمعنی کسی چیز کی تلاش میں گھومنا اور آنا جانا۔

"هَرِمَ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل ماضی معلوم از مصدر هَرَمًا (سمع) بمعنی بہت زیادہ بوڑھا ہونا۔

"يَنْهَارُ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث مضارع معلوم از مصدر اِنْهِارٌ (انفعال) بمعنی منہدم ہونا، گر پڑنا۔

❹ رقبة الأعياد کی ترکیبی حیثیت:۔ یہ نرقبہ فعل مذکور کا مفعول مطلق ہے بتقدیر حرف تشبیہ، اصل عبارت اس طرح ہے فلبثنا نرقبه كرقبة الاعياد۔

الشق الثانی ...... فَقَالَ لَهُ الْقَاضِیُ: أَمَّا اِنَّهٗ لَوْ حَضَرَ لَكُفِيَ الْحَذَرَ، ثُمَّ لَا وُلِّيْتَهٗ مَا هُوَبِهٖ أَوْلٰى ، وَلَأَرَيْتَهٗ أَنَّ الْاٰخِرَةَ خَيْرٌ لَهٗ مِنَ الْاُوْلٰى ، قَالَ الْحَارِثُ بْنُ هَمَّامٍ: فَلَمَّا رَأَيْتُ صَغْوَ الْقَاضِیْ اِلَيْهِ ،وَفَوْتَ ثَمَرَةِ التَّنْبِيْهِ عَلَيْهِ غَشِيَتْنِیْ نَدَامَةُ الْفَرَزْدَقِ حِيْنَ أَبَانَ النَّوَارَ وَالْكُسَعِيِّ لَمَّا اسْتَبَانَ النَّهَارُ۔ (مقامہ ۹۔ ص ۱۴۷)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، خط کشیدہ الفاظ کی لغوی تحقیق لکھیں، عبارت میں فرزدق، نوار اور کسعی کے جس واقعے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اس کی تفصیل لکھیں۔ (درس مقامات۔ ص ۳۸۳)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) الفاظ مخطوطہ کی لغوی تحقیق (۴) فرزوق نوار اور کسعی کے واقعہ کی وضاحت۔

جواب ...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ پس قاضی نے اس سے کہا اگر وہ حاضر ہو جاتا تو خوف وحذر سے کفایت کیا جاتا۔ پھر میں اس کو وہ چیز دیتا کہ جس کے ساتھ وہ زیادہ بہتر ہوتا اور میں اس کو دکھا دیتا کہ آخرت اس کے لئے دنیا سے زیادہ بہتر ہے۔ حارث بن ہمام نے کہا کہ جب میں نے اس کی طرف قاضی کا میلان اور تنبیہ کے پھل کو اس پر فوت ہونے کو دیکھا تو مجھ پر فرزدق جیسی ندامت چھا گئی جب اس نے نوار کو طلاق دی اور کسعی جیسی ندامت جب دن نکلا۔

❸ الفاظ مخطوطہ کی لغوی تحقیق:۔ "حَضَرَ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل ماضی معلوم از مصدر حُضُوْرًا (نصر) بمعنی حاضر ہونا۔

"لَكُفِيَ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل ماضی مجہول از مصدر كِفَايَةٌ (ضرب) بمعنی کفایت کرنا۔

"لَاُرَيْتُهٗ" صیغہ واحد متکلم بحث فعل مضارع معلوم از مصدر اِرَائَةٌ (افعال) بمعنی دکھلانا، مجرد رُؤْيَةٌ بمعنی دیکھنا۔

"صَغْوٌ" یہ مصدر ہے صَغْوًا و صَغْيًا (نصر وفتح) بمعنی جھکنا و مائل ہونا۔

"غَشِيَتْنِيْ" صیغہ واحد مؤنث غائب بحث فعل ماضی معلوم از مصدر غِشْيَانا (سمع) بمعنی چھا جانا، ڈھانپ لینا۔

"اَبَانَ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل ماضی معلوم از مصدر اِبَانَةٌ (افعال) بمعنی جدا کرنا۔

"اِسْتَبَانَ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل ماضی معلوم از مصدر اِسْتِبَانَةٌ (استفعال) بمعنی واضح ہونا، کھلنا۔

❹ فرزدق نوار اور کسعی کے واقعہ کی وضاحت:۔ اس عبارت میں علامہ حریری رحمۃ اللہ علیہ نے ندامت وشرمندگی کے دو واقعات کی طرف اشارہ کیا ہے پہلے واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ فرزدق ایک بدصورت اور بدسیرت شاعر تھا اس نے اپنے چچا کی لڑکی نوار سے جو کہ نہایت خوبصورت پاکیزہ سیرت خاتون تھی اس سے شادی کی تھی۔ ان کی شادی کا واقعہ یہ ہے کہ نوار کو کسی قریشی نے پیغام نکاح دیا۔ نوار نے فرزدق سے کہا کہ وہ اس کی طرف سے نکاح کا وکیل بن جائے کیونکہ وہ چچازاد بھائی ہے۔ فرزدق نے نوار سے کہا کہ شام میں آپ کے مجھ سے زیادہ قریبی رشتہ دار موجود ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ بعد میں آکر مجھ سے جھگڑنے لگیں لہٰذا تم گواہوں کے سامنے مجھے اپنا ولی اور وکیل بنالو۔ تو نوار نے ایسا ہی کیا اور اپنے نکاح کا معاملہ فرزدق کے حوالے کر دیا۔ فرزدق نے مسجد میں لوگوں کو جمع کر کے خطبہ پڑھا اور کہا کہ گواہوں کی موجودگی میں نوار نے مجھے اپنے نکاح کا اختیار دیا ہے کہ میں جس سے چاہوں اس کا نکاح کرادوں۔ میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ نوار سے میں خود نکاح کرتا ہوں۔ چنانچہ اس نے نوار کا اپنے سے نکاح کر دیا۔ نوار کو جب خبر پہنچی تو وہ انکار کرتے ہوئے حضرت عبداللہ بن زبیر کی بیوی خولہ بنت منظور کے پاس جا کر ٹھہری اور اپنا فیصلہ کرانے حضرت عبداللہ بن زبیر کی عدالت میں پہنچ گئی اور فرزدق بھی مکہ چلا گیا۔ حضرت ابن زبیر نے بیوی کی سفارش پر نوار کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ بعد میں فرزدق نے کچھ اشعار میں حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ پر کچھ تعریض کی جب یہ خبر عبداللہ بن زبیر کو پہنچی تو اس نے نوار سے کہا کہ یا تو فرزدق سے شادی پر راضی ہو جایا میں اس کو قتل کراتا ہوں کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ میری ہجو کر دے۔ قتل کا سن کر نوار شادی پر راضی ہو گئی کچھ عرصہ ایک ساتھ رہے پھر آپس میں نہ بن سکی تو فرزدق نے غصہ میں آکر نوار کو طلاق دے دی۔ جب ہوش آیا تو بہت افسوس ہوا اور بڑی ندامت ہوئی۔ اسی ندامت کی طرف علامہ حریری رحمۃ اللہ علیہ نے ندامت الفرزدق حین ابان النوار سے اشارہ کیا ہے۔

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ محارب بن قیس کسعی ایک وادی میں اونٹ چرا رہا تھا کسی چٹان میں درخت نبعہ کی شاخ دیکھی اور عرب میں نبعہ درخت کی کمان ضرب المثل تھی اور اس سے اہل عرب کمان بناتے تھے۔ اس نے چھوٹی سی شاخ کی آبیاری کی اور دیکھ بھال

شروع کی یہاں تک کہ وہ ٹہنی ایک درخت کی شکل اختیار کرگئی۔ تو کسعی نے اپنے لئے بڑی محنت کے ساتھ ایک کمان بنائی اور خوشی میں کچھ اشعار بھی کہے۔ ایک رات کسعی شکار کے لئے نکلا دیکھا کہ وحشی گاؤں کا ایک ریوڑ آرہا ہے۔ اس نے ان کو تیر مارا وہ ایک گائے کے جسم سے پار ہوکر پتھر پر لگا جس سے آگ نکلی کسعی یہ سمجھا کہ نشانہ خطا گیا پھر ایک ریوڑ میں ایسا ہوا حتی کہ پانچوں مرتبہ ایسا ہی ہوا تو اس نے غصہ میں آکر اس کمان کو توڑ دیا جب دن ہوا تو دیکھا کہ پانچوں تیر نشانے پر لگے اور پانچ گائیں مری پڑی ہیں۔ اس وقت کسعی کو بہت افسوس ہوا۔ علامہ حریری رحمۃ اللہ نے **والکسعی لما استبان النہار** سے اسی واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۲۶ھ

الشق الاول ...... جملوں کا عربی میں ترجمہ کریں۔ ڈاکیا شہر اور قوم کے ان خادموں میں سے ہے جن سے ہم اپنی بہت سی ضروریات میں تعاون حاصل کرتے ہیں، وہ مخصوص قسم کا لباس پہنتا ہے، اسکے پاس ایک تھیلہ ہوتا ہے جس میں مختلف چیزیں رکھی جاتی ہیں، ہمارے وقت بچانے اور مشکل آسان کرنے میں ڈاکیا کا بڑا کردار ہے، لوگوں کے ساتھ تعاون کرنے پر اللہ کے ہاں بڑا اجر ہے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں مندرجہ ذیل اردو جملوں کا عربی میں ترجمہ مطلوب ہے۔

جواب ...... <u>اردو جملوں کا عربی میں ترجمہ:</u> **ساعی البرید خادم من خدمة الامة والبلاد الذین نستعین بهم فی قضاء مآربنا الکثیرة۔ انه لبس حلة خاصة و عنده حقیبة توضع فیها اشیاء مختلفة و لساعی البرید فضل کبیر فی توفیر و قتنا و تسهیل مشکلتنا و عند الله لا جر عظیم علی الاعانة بالناس۔**

الشق الثانی ...... مندرجہ ذیل موضوعات میں سے کسی ایک پر عربی میں مضمون لکھیں مضمون ایک صفحہ سے کم نہ ہو۔

الحدیقة، العلم، فوائد المدارس، الکتاب، القلم، العالم۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں فقط مندرجہ ذیل عنوانات پر عربی میں مضمون مطلوب ہے۔

جواب ...... <u>مندرجہ ذیل عنوانات پر عربی میں مضمون:۔</u>

......فوائد المدارس......

المدرسة دار التربیة والتادیب والتمدین والتهذیب تصلح شان المرء بما یتلقاه فیها من المعارف وما یحصّله فیها من العلوم المفیدة التی تجعل عنده استعدادان یکون فی المستقبل رجلا قادرا علی القیام بما یوصله الی مطلوبه من الواجبات احسن قیام و ثبت فی نفسه روح المحبة والدعة والوفاق و تبصره الطرق القویمة الراشدة من الطرق الجائرة و تجعله علی یقظة ووعی و تزید عنده قوة الادراک و تربی له العقل، و تجعل عنده من الخصائل احسنها ومن اللطائف احمدها و ترشده الی الطریقة التی یجب اتباعها والوسائط التی ینبغی اتخاذها للحصول علی الشرف والکمال و مستقبل الامال۔

و بالجملة فالمدرسة مطلع شمس العلوم والمعارف و مشرق انوار الفوذوالسعادة و مصدر نور الهدیٰ والعرفان ترضع الناشئ فوائد الادب من ضعره و تغذیه ما یحتاج الیه من معادن اسلامیة و تقوم ما اعوج من اخلاقه و عاداته حتی ینشأکا ملامهذّبا عالما لحقوقه عارفا بحقوق غیره بصیرا

بما یجب له وما یجب علیه و تغذله مستقبلًا لیضمن له الرفاهیة والسعادة و تصونه من طوارئ العلل والآفات و تحفظه من اسباب الامراض والعاهات لما تعلمه من طرق اتقائها وتعلمه کیف لیطلب المال من موارده الشریعة و طرقه النزیهة و تهدیه الی الطریق الذی یرقی به اوج الکمال۔

﴿الورقة الخامسة : فی الأدب العربی﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۲۷ھ

الشق الاوّل ...... وَلَبِثْنَا عَلٰی ذَالِكَ بُرْهَةً یُنْشِئُ لِیْ کُلَّ یَوْمٍ نُزْهَةً وَیَدْرَأُ عَنْ قَلْبِیْ شُبْهَةً اِلٰی اَنْ جَدَحَتْ لَهٗ یَدُ الْاِمْلَاقِ کَأْسَ الْفِرَاقِ وَاَغْرَاهُ عَدَمُ الْعُرَاقِ بِتَطْلِیْقِ الْعِرَاقِ وَلَفَظَتْهُ مَعَاوِزُ الْاِرْفَاقِ اِلٰی مَفَاوِزِ الْآفَاقِ وَنَظَمَهٗ فِیْ سِلْكِ الرِّفَاقِ خُفُوْقُ رَایَةِ الْاِخْفَاقِ۔ (مقامہ۲۔ص۵۱)

عبارت پراعراب لگا کر ترجمہ کریں، خط کشیدہ الفاظ کی لغوی تحقیق لکھیں، دوسرے مقامہ کا خلاصہ لکھیں (درسِ مقامات۔ص۱۰۳)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) الفاظ مخطوطہ کی لغوی و صرفی تحقیق (۴) دوسرے مقامہ کا خلاصہ۔

جواب ...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ اور ٹھہرے ہم اس پر ایک مدت تک کہ پیدا کرتا تھا وہ میرے لئے ہر دن تازگی اور دور کرتا تھا میرے دل سے شبہ کو یہاں تک کہ حرکت دی اس کے لئے افلاس کے ہاتھ نے جدائی کے پیالے کو اور ابھارا اس کو گوشت اتاری ہوئی ہڈیوں کے فقدان نے عراق کو چھوڑ دینے پر اور پھینک دیا اس کو نفع کے فقدانوں نے اطراف کے صحراؤں کی طرف اور پرو دیا اس کو رفیقوں کی لڑی میں ناکامی کے جھنڈے کی حرکت نے۔

❸ الفاظ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ "نُزْهَةً" یہ مفرد ہے اس کی جمع نُزَہٌ ہے بمعنی تفریح، مصدر نَزَاهَةً (سمع کرم) بمعنی پاک دامن ہونا۔ "جَدَحَتْ" صیغہ واحد مؤنث غائب بحث فعل ماضی معلوم از مصدر جَدْحًا (فتح) بمعنی خلط کرنا، گھولنا۔

"اَغْرَا" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل ماضی معلوم از مصدر اغراءً (افعال) بمعنی برانگیختہ کرنا، شوق ورغبت دلانا۔

"اَلْعُرَاق" یہ جمع ہے اسکا مفرد عَرْقٌ ہے بمعنی وہ ہڈی جس سے گوشت اتار لیا گیا ہو، مصدر (نصر) بمعنی ہڈی سے گوشت اتارنا۔

"مَعَاوِزُ" یہ جمع ہے اس کا مفرد مِعْوَزٌ ہے بمعنی تنگی، عَوْزًا (نصر وسمع) بمعنی محتاج ہونا، دشوار ہونا۔

"مَفَاوِزُ" یہ جمع ہے اس کا مفرد مَفَازَةٌ ہے بمعنی صحرا و میدان، بیابان۔

"اَلْاِرْفَاقُ" یہ باب افعال کا مصدر ہے بمعنی نفع دینا، مدد کرنا۔ "خُفُوْقٌ" یہ باب نصر وضرب کا مصدر ہے بمعنی لہلہانا، حرکت کرنا۔

❹ دوسرے مقامہ کا خلاصہ:۔ حارث بن ہمام کی عراق کے شہر حلوان میں ابوزید سروجی کے ساتھ یادگار ادبی مجلسیں جمتی رہیں۔ ابوزید کچھ عرصہ بعد عراق سے کوچ کر جاتا ہے اور دونوں کے درمیان جدائی ہو جاتی ہے۔ حارث اپنے وطن لوٹ آتا ہے۔ ایک دن کتب خانہ میں حاضر ہوتا ہے جہاں ادیبوں کی محفل لگتی ہے ایک صاحب آتے ہیں اور مطالعہ میں مشغول ایک دوسرے آدمی

سے پوچھتے ہیں آپ کونسی کتاب کا مطالعہ کر رہے ہیں؟ وہ کہتا ہے مشہور شاعر ابو عبادہ کی کتاب پڑھ رہا ہوں پوچھتے ہیں اس میں کوئی انوکھا شعر نظر سے گزرا؟ کہتا ہے ہاں اور ابو عبادہ کا وہ شعر سناتا ہے جس میں دانتوں کو اولوں اور موتیوں سے تشبیہ دی گئی ہے، آنے والے صاحب کہتے ہیں یہ کوئی خاص شعر نہیں اور پھر خود دانتوں کی تشبیہات پر مشتمل دو شعر سناتے ہیں، حاضرین اسے پسند کر کے پوچھتے ہیں یہ کس کے شعر ہیں؟ وہ کہتا ہے میرے ہیں۔ حاضرین کو یقین نہیں آتا، اس لئے ایک آدمی داداد مشقی کا ایک شعر سناتا ہے اور مطالبہ کرتا ہے کہ اگر آپ واقعی شاعر ہیں تو اس طرح پر مزید شعر کہہ دیں وہ صاحب نرالی تشبیہات پر مشتمل چار شعر کہتے ہیں اور حاضرین سے اپنا لوہا منواتے ہیں۔ حارث جب غور سے دیکھتا ہے تو معلوم ہوتا ہے آنے والے شخص ابوزید سروجی ہیں جن سے حلوان میں ان کی ملاقاتیں رہی تھیں۔ اور جن کی ڈاڑھی اب سفید ہو چکی ہوتی ہے اور حالت تبدیل۔ حارث بن ہمام تعجب سے پوچھتا ہے اس قدر جلد یہ تغیر کیسا؟ ابوزید پانچ اشعار میں جواب دے کر کہتے ہیں کہ حوادثِ زمانہ نے مجھے بوڑھا اور متغیر کر دیا ہے۔

الشق الثانی ...... **لٰكِنْ لَا آتِيْ غَيْرَ الْمُوَاتِيْ ،وَلَا اَسِمُ الْعَاتِيْ بِمُرَاعَاتِيْ وَلَا اُصَافِيْ مَنْ يَأْبٰى اِنْصَافِيْ وَلَا اُوَاخِيْ مَنْ يُّلْغِيْ الْاَوَاخِيْ وَلَا اُمَالِيْ مَنْ يُّخَيِّبُ اٰمَالِيْ وَلَا اُبَالِيْ بِمَنْ صَرَمَ حِبَالِيْ وَلَا اُدَارِيْ مَنْ جَهِلَ مِقْدَارِيْ وَلَا اُعْطِيْ زِمَامِيْ مَنْ يُّخْفِرُ ذِمَامِيْ۔** (مقامہ۴۔ص۷۹)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، خط کشیدہ کلمات کی لغوی تحقیق لکھیں، چوتھے مقامہ کا خلاصہ لکھیں۔ (درسِ مقامات۔ص۱۸۱)

﴿ خلاصۂ سوال ﴾...... اس سوال میں چار امور توجہ طلب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) کلماتِ مخطوطہ کی لغوی تحقیق (۴) چوتھے مقامہ کا خلاصہ۔

جواب ...... ❶ **عبارت پر اعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔**

❷ **عبارت کا ترجمہ:۔** لیکن میں اپنے موافق کے علاوہ کسی شخص کے پاس نہیں آتا اور نہیں علامت لگاتا میں متکبر پر اپنی مراعات کے ساتھ اور نہیں صفائی کا معاملہ کرتا اُس شخص سے جو انکار کرے میرے انصاف کرنے کا اور نہیں بھائی بناتا میں اُس شخص کو جو بیکار کر دیتا ہے (بھائی چارے کی) رسیوں کو اور نہیں مدد کرتا میں اس شخص کی جو ناکام بنائے میری آرزوؤں کو اور نہیں پرواہ کرتا میں اسکی جو کاٹ ڈالے میری رسیوں کو اور نہیں دلجوئی کرتا میں اس شخص کی جو جاہل ہو میرے مرتبے سے اور نہیں دیتا میں اپنی باگ اس شخص کو جو توڑے میرے عہد کو۔

❸ **کلماتِ مخطوطہ کی لغوی تحقیق:۔** "اَلْمُوَاتِيْ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر مُوَاتَاۃً (مفاعلۃ) بمعنی موافقت کرنا۔

"لَا اَسِمُ" صیغہ واحد متکلم بحث نفی مضارع معلوم از مصدر وَسْمًا (ضرب) بمعنی علامت لگانا۔

"اَلْعَاتِيْ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر عُتُوًّا، عِتِيًّا (نصر) بمعنی تکبر کرنا۔

"لَا اُصَافِيْ" صیغہ واحد متکلم بحث نفی مضارع معلوم از مصدر مُصَافَاۃً (مفاعلۃ) بمعنی خالص محبت کرنا، مجرد صَفْوًا (نصر) بمعنی صاف وخالص ہونا۔ "اَلْاَوَاخِيْ" یہ جمع ہے اس کا مفرد اٰخِيَّۃٌ ہے بمعنی جانور باندھنے والی رسی۔

"صَرَمَ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل ماضی معلوم از مصدر صَرْمًا (ضرب) بمعنی کاٹنا۔

"يُخْفِرُ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل مضارع معلوم از مصدر اِخْفَارٌ (افعال) بمعنی وعدہ خلافی کرنا۔

"زِمَامٌ" یہ مفرد ہے اس کی جمع اَذِمَّۃٌ، ذَمَائِمُ ہے بمعنی عہد وپیمان۔

❹ **چوتھے مقامہ کا خلاصہ:۔** چوتھے مقامہ میں علامہ حریری رحمۃ اللہ نے ایسے دو آدمیوں کی فصیح گفتگو بیان کی ہے۔ جن کا رویہ اور برتاؤ ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہے۔ ایک کا برتاؤ اور معاملہ یہ ہے کہ اس نے اچھائی اور دوسرے کے ساتھ نیکی اور احسان کا وطیرہ اختیار کیا ہے، وہ ہر برائی کا بدلہ نیکی اور اچھائی سے دیتا ہے جبکہ دوسرے آدمی کا مزاج ترکی بہ ترکی ہے۔ اچھائی کا بدلہ اچھائی کے ساتھ اور برائی کے بدلہ میں برائی ہی اس کا شیوہ ہے، قصہ یہ ہے کہ حارث بن ہمام اپنے چند دوستوں کے ساتھ سفر کرتے ہوئے اخیر رات میں ایک جگہ پڑاؤ ڈالتے ہیں۔ لوگ سو جاتے ہیں تو دو آدمیوں کی آواز سنائی دیتی ہے۔ حارث بن ہمام کان لگاتے ہیں ایک آدمی دوسرے سے پوچھتا ہے کہ لوگوں کے ساتھ آپ کے برتاؤ کی کیا نوعیت ہے؟ وہ بڑے فصیح انداز میں جواب دیتا ہے کہ میں برائی کا جواب بھی اچھائی سے دیتا ہوں، وہ اپنی گفتگو ختم کرتا ہے دوسرا کہتا ہے کہ میں تو برابری کا معاملہ کرتا ہوں، اچھائی کا بدلہ اچھائی سے اور برائی کا جواب برائی سے دیتا ہوں۔ گفتگو ختم ہوتی ہے اور صبح ہونے لگتی ہے تو حارث ان کی فصاحت سے بڑا متاثر ہوتا ہے۔ جب ان سے ملتا ہے تو وہاں ابوزید سروجی اور اس کا بیٹا ہوتا ہے دونوں بڑی خستہ حالت میں ہوتے ہیں، اسلئے حارث بن ہمام اصحاب خیر سے ان کیلئے تعاون کرنے کو کہتا ہے اور ہم سفر ان کی خوب مدد کرتے ہیں، لوگوں سے پیسے بٹورنے کے بعد ابوزید حارث بن ہمام سے اجازت لیتا ہے کہ میں قریبی بستی میں غسل کر کے ابھی آتا ہوں، بیٹے کو لے کر رفو چکر ہو جاتا ہے۔ قافلہ سفر کافی انتظار کرتا ہے بالآخر سمجھ جاتا ہے کہ آدمی نے دھوکہ دیا ہے، حارث ابن ہمام اپنا کجاوا کستا ہے تو پالان کی لکڑی پر ابوزید کے تین شعر لکھے ہوئے پاتا ہے۔ جن میں حارث کے احسان اور اپنے فرار کا ذکر ہوتا ہے۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۲۷ھ

الشق الاوّل ...... فَبَرَزَ اِلَیَّ جَوْذَرٌ، وَعَلَیْهِ شَوْذَرٌ، وَقَالَ:

وَحُرْمَةِ الشَّیْخِ الَّذِیْ سَنَّ الْقِرٰی ۔ وَاَسَّسَ الْمَحْجُوْجَ فِیْ اُمِّ الْقُرٰی

مَا عِنْدَنَا لِطَارِقٍ اِذَا عَرٰی ۔ سِوَی الْحَدِیْثِ وَالْمُنَاخِ فِی الذَّرٰی

وَکَیْفَ یَقْرِیْ مَنْ نَفٰی عَنْهُ الْکَرٰی ۔ طَوًی بَرٰی اَعْظُمَهٗ لَمَّا انْبَرٰی

فَمَاتَرٰی فِیْمَا ذَکَرْتُ مَاتَرٰی (مقامہ ۵۔ ص ۹۵)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، خط کشیدہ الفاظ کی لغوی وصرفی تحقیق کریں اور یہ بتائیں کہ **الشیخ** سے کون مراد ہیں۔ تیسرے شعر کی ترکیب نحوی لکھیں۔ (درسِ مقامات۔ ص ۲۴۷)

﴿**خلاصۂ سوال**﴾ ...... اس سوال کا خلاصہ پانچ امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) الفاظِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق (۴) تیسرے شعر کی ترکیب (۵) الشیخ کی مراد۔

جواب ...... ❶ **عبارت پر اعراب:۔** کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ **عبارت کا ترجمہ:۔** کہنے لگا، میری طرف ایک خوبصورت لڑکا ظاہر ہوا، اس پر چھوٹی سی چادر تھی اور اس نے کہا۔

① اس شخص (ابراہیم علیہ السلام) کی حرمت کی قسم جس نے ضیافت کی سنت جاری کی اور ام القریٰ (مکہ) میں اس گھر کی بنیاد رکھی جس کا حج کیا جاتا ہے (بیت اللہ کی) ② ہمارے پاس رات کو آنے والے مہمان کے لئے جب وہ آئے بات اور صحن میں جائے قیام

کے سوا کچھ بھی نہیں ہے ③اور وہ آدمی کس طرح مہمان نوازی کرسکتا ہے کہ اس کی نیند کو ایسی بھوک نے ختم کر دیا ہے جس نے اس کی ہڈی (تک) تراش لی جب وہ بھوک اس کو لاحق ہوئی ④پس کیا رائے ہے تیری اس بارے میں جو میں نے ذکر کیا۔

③ الفاظِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔

"سَنَّ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل ماضی معلوم ازمصدر سُنَّةٌ (نصر) بمعنی طریقہ اختیار کرنا۔

"اَلْقِرٰی" اسم ہے بمعنی مہمانی، مصدر قِرًی (ضرب) بمعنی مہمانی کرنا۔

"اَلْمَحْجُوْجَ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم مفعول ازمصدر حَجًّا (نصر) بمعنی قصد وارادہ کرنا۔

لِطَارِقٍ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل ازمصدر طُرُوْقًا (نصر) بمعنی رات کو ظاہر ہونا۔

"عَرٰی" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل ماضی معلوم ازمصدر عَرْوًا (نصر) بمعنی پیش آنا، لاحق ہونا۔

"اَلْمُنَاخُ" صیغہ واحد بحث اسم ظرف ازمصدر اِنَاخَةٌ (افعال) بمعنی اونٹ بٹھانا۔

"بَرٰی" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل ماضی معلوم ازمصدر بَرْيًا (ضرب) بمعنی چھیلنا وتراشنا۔

"اِنْبَرٰی" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل ماضی معلوم ازباب انفعال بمعنی پیش آنا۔

④ تیسرے شعر کی ترکیب:۔کیف استفہامیہ یقری فعل من موصول نفی فعل عنہ جار مجرور ملکر متعلق ہوا فعل کے الکرٰی مفعول بہ طوی موصوف بری فعل وفاعل اعظمہ مضاف ومضاف الیہ ملکر مفعول بہ لمّا ظرفیہ انبری فعل ۃ عن مجر جملہ فعلیہ ہو کر ظرف، فعل اپنے فاعل، مفعول بہ وظرف سے ملکر جملہ فعلیہ ہو کر صفت، موصوف صفت ملکر فاعل ہوا یقری کا، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

⑤ الشیخ کی مراد:۔ عبارت میں الشیخ سے مراد حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام ہیں۔

الشق الثانی ......وَالَّذِیْ زَیَّنَ الْجِبَاهَ بِالطُّرَرِ، وَالْعُیُوْنَ بِالْحَوَرِ، وَالْحَوَاجِبَ بِالْبَلَجِ، وَالْمَبَاسِمَ بِالْفَلَجِ، وَالْجُفُوْنَ بِالسَّقَمِ، وَالْاُنُوْفَ بِالشَّمَمِ، وَالْخُدُوْدَ بِاللَّهَبِ، وَالثُّغُوْرَ بِالشَّنَبِ، وَالْبَنَانَ بِالتَّرَفِ، وَالْخُصُوْرَ بِالْهَیَفِ اِنَّنِیْ مَاقَتَلْتُ ابْنَكَ سَهْوًا، وَلَا عَمْدًا، وَلَا جَعَلْتُ هَامَتَهٗ لِسَیْفِیْ غِمْدًا۔ (مقامہ۱۰۔ص۱۴۹)

عبارت پر اعراب لگائیں، عبارت کا سلیس ترجمہ کریں۔خط کشیدہ کلمات کی لغوی تحقیق لکھیں۔سهوا اور عمدا کے منصوب ہونے کی وجہ تحریر کریں۔ (درسِ مقامات۔ص۴۰۲)

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) الفاظِ مخطوطہ کی لغوی تحقیق (۴) سهوًا اور عمدًا کے نصب کی وجہ۔

جواب ...... ① عبارت پر اعراب:۔کما مرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ اس ذات کی قسم جس نے مزین کیا پیشانی کو زلفوں سے اور آنکھوں کو سخت سیاہی وسفیدی کی آمیزش سے اور ابروؤں کو کشادگی سے اور دانتوں کو خلاء سے اور پلکوں کو باریکی سے اور ناک کو بلندی سے اور رخساروں کو سرخی سے اور دانتوں کو

تازگی وچمک سے اور پوروں کو نرمی وتروتازگی سے اور کمر کو پتلے پن سے، بے شک میں نے تیرے بیٹے کو نہ قصداً قتل کیا ہے اور نہ بھول کر اور نہ ہی اس کی کھوپڑی کو اپنی تلوار کا نیام بنایا ہے۔

❸ الفاظ مخطوطہ کی لغوی تحقیق:۔ "اَلْجِبَاهُ" یہ جمع ہے اس کا مفرد جَبْهَةٌ ہے بمعنی پیشانی۔

"زَيَّنَ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل ماضی معلوم از مصدر تَزْيِيْنٌ (تفعیل) بمعنی مزین کرنا۔

"اَلطُّرَرُ" یہ جمع ہے اسکا مفرد طُرَّةٌ ہے بمعنی پیشانی کے بال۔ "اَلْحَوَرُ" بمعنی آنکھ کی سیاہی اور سفیدی کا شدید گہرا ہونا۔

"اَلْبَلَجُ" بمعنی ابروؤں کے درمیان کا فاصلہ مصدر بَلَجًا (سمع) بمعنی ظاہر وروشن ہونا۔

"اَلْمَبَاسِمُ" یہ جمع ہے اس کا مفرد مَبْسَمٌ ہے بمعنی دانت۔ "اَلْهَيَفِ" بمعنی باریک، مصدر باریک کمر ہونا۔

"فَلَجٌ" بمعنی دانتوں کا درمیان فاصلہ، مصدر فَلَجًا (سمع) بمعنی قدم، ہاتھ یا دانتوں کے درمیانی فاصلہ ہونا۔

"وَالسَّقَمُ" یہ مفرد ہے اس کی جمع اَسْقَامٌ ہے بمعنی بیماری، مصدر سُقْمًا و سَقَمًا (سمع وکرم) بمعنی بیمار ہونا

"اَلشَّمَمُ" بمعنی ناک کے بالائی حصہ کی بلندی، مصدر شَمَمًا (سمع) بمعنی نرمی وتروتازگی۔

"اَلشَّنَبُ" بمعنی تروتازگی، مصدر شَنَبًا (سمع) بمعنی دانتوں کا سفید وچمکدار ہونا۔

"اَلتَّرَفُ" بمعنی نرمی وتروتازگی، مصدر نَرَفًا (سمع) بمعنی تروتازہ ہونا۔

❹ سهوًا اور عمدًا کے نصب کی وجہ:۔ یہ دونوں قتلت کے فاعل سے حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۲۷ھ

الشق الاوّل ...... عبارت کا عربی میں ترجمہ کریں۔ بجلی اللہ کی بڑی نعمت ہے، یہ جدید اختراعات میں سے ہے اور اسکی وجہ سے انسانی زندگی بڑی آسان ہوگئی ہے، اس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے، اس سے سردیوں میں گرمی اور گرمیوں میں ٹھنڈک حاصل کی جاتی ہے، اسکے ذریعہ بڑی بڑی مشینیں چلتی ہیں، گاڑیاں چلتی ہیں اور زندگی کے کئی کاموں میں یہ کام آتی ہے، شہر کی ساری زندگی کی رونق بجلی سے ہے بجلی نہ ہو تو شہری زندگی کی ساری رونقیں ماند پڑ جائیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں فقط اردو عبارت کا عربی میں ترجمہ مطلوب ہے۔

جواب ...... اردو عبارت کا عربی میں ترجمہ:۔ الكهرباء نعمة الله العظيمة۔ هى من المخترعات الجديدة ولهذه صارت الحياة الانسانية سهلا جدا۔ يحصل به النور يحصل به الحر فى الشتاء والبرد فى الصيف بذلك تتحرك الماكينات العظيمة والسياراة العظيمة و يعمل الكهرباء بعدة امور الحياة الانسانية وبهجة الحياة المصرية كلها قائمة بها ان لم يوجد الكهرباء صارت بهجة المصرية كلها فانية۔

الشق الثانی ...... مندرجہ ذیل عنوانات میں سے کسی ایک عنوان پر کم از کم بیس سطروں کا مضمون لکھیں۔

الكهرباء، النزهَة ، الجريدة ، العَالم، العَلم۔

جواب ...... عنوانات میں سے کسی ایک عنوان پر دس سطروں کا مضمون:۔

...... النزهة ......

كان يوم الجمعة الماضى يوم عطلة فى المدرسة فقضينا زملاء الصف الرابع ان نقوم بنزهة فتاهبنا له وقصدنا الخروج صباح الجمعة فنهضت من فراشي مبكراء ومن حسن المصادفة ان اليوم كان معتدل الجو صافى السماء فاجتمع الزملاء فى بيتى طبقا للوعد ففكرنا اولا فى اختيار المحل الممتع لنزهتنا فاستقر رأينا على الخروج الى ضاحية من ضواحى المدينة فهيئنا الزاد من انواع الاطعمة والالوان الفواكه والمشروبات والحوائج اللازمة للسفر ثم بدانا السفر راكبين على الدراجات فمررنا اثناء السفر من بين الحقول الخضرة والمزارع الخصبة نمتع انفسنا ونقر اعيننا بمناظر الفطرة ومظاهر القدرة حتى وصلنا الى ارض مرتفعة فى وسط الخضراء فاخترناها للجلوس والطعام فتشاورنا اولا فى طبخ الطعام وولينا الرفيقين منا هذا العمل وتوليت نفسى امر الحطب فجئت به من ساعتى من ارض قريبة وتوجه بعض الرفقاء تلقاء الغابة حاملى بنادقهم للاصطياد فاصطادوا بعض الطيور واعطوها الطابخين فنصبت القدور واشعلت النيران تحتها فطبخ الصديقان الطعام واحسنا الطبخ وخلال انطباخ الطعام جلسنا نتبادل الافكار ونتجاذب اطراف الحديث اذجرت بيننا المباراة الشعرية فقدم كل رفيق ما كان عنده من احسن الشعر واجود البيت و مما استحسنه جميع الشركاء واثنوا على قائله :

ولما رأيت الشيب ايقنت انه — نذير لجسمى بانهدام بنائه
اذا ابيض مخضر النبات فانه — دليل على استحصاده وفنائه

وقول ابى الفتح على بن محمد البستى:

اذا مر بى يوم ولم اتخذ يدًا — ولم استفد علما فما ذاك من عمرى

واصدق كلمة قالها الشاعر كلمة لبيد:

الا كل شيء ما خلا الله باطل — وكل نعيم لا محالة زائل

واستمرت هذه الحفلة الى ساعة ونصف وكانت

حفلة منشطة سارة لا تنسى — ثم اقبلنا على الطعام

وقد غلبنا الجوع فتغدينا بشهوة ورغبة وبعد الفراغ قلنا فى الهاجرة لساعة تحت الاشجار الظليلة ثم قمنا لصلوة الظهر فصليناها جماعة ثم خرجنا متفرجين متنزهين من بين المزارع والمراعى فحظينا برؤية المناظر البهيجة ونشق الهواء المنعش الصّحّىّ ثم قصدنا العود فركبنا الدراجات وعدنا فكهين مسرورين .

وحقا وجدنا و لمسناحياة فى الجسم والعقل لما تزودنا من الهواء الطلق فى الاجواء الفسيحة وانما النزهة لتنشط الرجل وتجعل قواه النائمة خية متحفزة و المؤمن القوى خير من المؤمن الضعيف .

﴿الورقة الخامسة : فی الادب العربی﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ١٤٢٨ھ

الشق الاوّل ......وَاَنْ تُسْعِدَنَا بِالْهِدَايَةِ اِلَى الدِّرَايَةِ وَتَعْضُدَنَا بِالْاِعَانَةِ عَلَى الْاِبَانَةِ وَتَعْصِمَنَا مِنَ الْغَوَايَةِ فِى الرِّوَايَةِ وَتَصْرِفَنَا عَنِ السَّفَاهَةِ فِى الْفُكَاهَةِ حَتّٰى نَأْمَنَ حَصَائِدَ الْاَلْسِنَةِ۔ (مقدمہ۔ص١٥)

عبارت پر اعراب لگائیں، ترجمہ کریں، خط کشیدہ الفاظ کی لغوی وصرفی تحقیق کریں۔ (درسِ مقامات۔ص١٨)

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حل تین امور ہیں (١) عبارت پر اعراب (٢) عبارت کا ترجمہ (٣) الفاظِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق۔

جواب ......① عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ اور یہ کہ علم اور سمجھ کی طرف رہنمائی کے ذریعے آپ ہماری مدد کریں اور بیان کرنے پر تعاون کے ساتھ ہمیں قوت دیں اور بات نقل کرنے میں گمراہی سے ہمیں بچائیں۔ اور مزاح میں بے وقوفی سے ہمیں پھیر دیں یہاں تک کہ ہم زبان کی کٹی ہوئی کھیتیوں کے شر سے محفوظ ہو جائیں۔

③ الفاظِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ "تُسْعِدَنَا" صیغہ واحد مذکر حاضر بحث فعل مضارع معلوم از مصدر اِسْعَادًا (افعال) بمعنی مدد و تعاون کرنا۔ "اَلدِّرَايَةُ" یہ باب ضرب کا مصدر ہے بمعنی جاننا۔

"تَعْضُدَنَا" صیغہ واحد مذکر حاضر بحث فعل مضارع معلوم از مصدر عَضْدًا (نصر) بمعنی قوی کرنا، مدد کرنا۔

"اَلْاِبَانَةُ" یہ باب افعال کا مصدر ہے بمعنی ظاہر کرنا، مجرد بَيَانًا (ضرب) بمعنی ظاہر ہونا۔

"اَلْغَوَايَةُ" یہ باب ضرب کا مصدر ہے بمعنی گمراہ ہونا۔ "اَلسَّفَاهَةِ" یہ باب کرم کا مصدر ہے بمعنی احمق و بیوقوف ہونا۔

"اَلْفُكَاهَةِ" بضم الفاء اسم مصدر ہے بمعنی مزاح، بفتح الفاء مصدر ہے (سمع) بمعنی مذاق کرنا۔

"نَأْمَنَ" صیغہ جمع متکلم بحث فعل مضارع معلوم از مصدر اَمَانًا (سمع) بمعنی محفوظ ہونا، امن والا ہونا۔

الشق الثانی ......اَخْبَرَ الْحَارِثُ بْنُ هَمَّامٍ قَالَ رَاَيْتُ مِنْ اَعَاجِيْبِ الزَّمَانِ اَنْ تَقَدَّمَ خَصْمَانِ اِلٰى قَاضِىْ مُعَرَّةِ النُّعْمَانِ اَحَدُهُمَا قَدْ ذَهَبَ مِنْهُ الْاَطْيَبَانِ وَالْاٰخَرُ كَاَنَّهٗ قَضِيْبُ الْبَانِ فَقَالَ الشَّيْخُ اَيَّدَ اللّٰهُ الْقَاضِىْ كَمَا اَيَّدَ بِهِ الْمُتَقَاضِىْ۔ (مقامہ٨۔ص١٢٨)

عبارت پر اعراب لگائیں، ترجمہ کریں، خط کشیدہ الفاظ کی لغوی وصرفی تحقیق کریں۔ (درسِ مقامات۔ص٢٣٥)

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حل تین امور ہیں (١) عبارت پر اعراب (٢) عبارت کا ترجمہ (٣) الفاظِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق۔

جواب ......① عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ حارث بن ہمام نے بیان کیا ہے کہ میں نے زمانے کے عجیب وغریب واقعات میں سے ایک واقعہ دیکھا ہے کہ کوہِ نعمان کے شہر معرہ کے قاضی کے پاس دو جھگڑا کرنے والے آئے۔ ان میں سے ایک سے دونوں اچھی چیزیں (کھانے و جماع کی لذت) چلی گئی تھیں۔ اور دوسرا گویا کہ بان درخت کی شاخ ہے تو شیخ نے کہا، اللہ تعالیٰ قاضی کی مدد کرے جیسے

کہ حق طلب کرنے والے کی اس کے ذریعہ مدد کی۔

❸ الفاظ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ "اَعَاجِیْبُ" یہ جمع ہے اس کا مفرد اَعْجُوْبَةٌ ہے بمعنی وہ چیز جس پر تعجب کیا جائے۔

"اَلْاَطْیَبَانِ" یہ اسم تفضیل اَطْیَبُ کا تثنیہ ہے بمعنی پاکیزہ وحلال۔ "اَلْبَانُ" یہ ایک مشہور درخت کا نام ہے۔

"قَضِیْبٌ" یہ صفت کا صیغہ ہے اس کی جمع قُضْبَانٌ ہے بمعنی کٹی ہوئی شاخ۔

"اَیَّدَ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل ماضی معلوم از مصدر تائید (تفعیل) بمعنی مدد کرنا، طاقت دینا۔

السوال الثانی ۱۴۲۸ھ

الشق الاول ......ثُمَّ اِنَّهٗ فَرَضَ لَهُمَا فِی الصَّدَقَاتِ حِصَّةً وَنَاوَلَهُمَا مِنْ دَرَاهِمِهَا قُبْضَةً وَ قَالَ لَهُمَا تَعَلَّلَا بِهٰذِهِ الْعُلَالَةِ وَ تَنَدَّیَا بِهٰذِهِ الْبَلَالَةِ وَ اصْبِرَا عَلٰی کَیْدِ الزَّمَانِ وَکَدِّهٖ فَعَسَی اللّٰهُ اَنْ یَّاْتِیَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ۔

عبارت پر اعراب لگائیں، ترجمہ کریں، فعسی سے آخر تک جملہ کی ترکیب کریں۔ (مقامہ ۹۔ص ۱۴۴) (درس مقامات۔ص ۳۷۹)

﴿خلاصہ سوال﴾......اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) فعسی الخ کی ترکیب۔

جواب ...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ اور بے شک اس (قاضی) نے صدقات میں سے ان کا ایک حصہ مقرر کر دیا اور اس صدقے کے درہموں میں سے ایک مٹھی ان کو بخش دی۔ اور ان سے کہا کہ اس تھوڑی سی چیز سے تم اپنے نفس کو بہلاؤ اور اس معمولی پانی سے سیراب ہو جاؤ اور زمانہ کے مکر اور سختی پر صبر کرو پس شاید کہ اللہ تعالیٰ فراخی یا کوئی مناسب حکم صادر فرما دے۔

❸ فعسی الخ کی ترکیب:۔ فا تعلیلیہ عسی فعل از افعال مقاربہ الله اس کا اسم ان مصدریہ یاتی فعل وفاعل بلء جار الفتح معطوف علیہ او عاطفہ امر موصوف من جار عندہٖ مضاف مضاف الیہ ملکر مجرور، جار اپنے مجرور سے ملکر کائن کے متعلق ہو کر شبہ جملہ ہو کر صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے ملکر مجرور، جار اپنے مجرور سے ملکر متعلق ہوا یاتی کے۔ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے ملکر بتاویل مصدر خبر ہوئی عسٰی کی، عسٰی اپنے اسم وخبر سے ملکر جملہ انشائیہ ہوا۔

الشق الثانی ......وَاَعْتَصِمُ مِمَّا یَصِمُ وَاَسْتَرْشِدُ اِلٰی مَایُرْشِدُ فَمَا الْمَفْزَعُ اِلَّا اِلَیْهِ وَلَا الْاِسْتِعَانَةُ اِلَّا بِهٖ وَلَا التَّوْفِیْقُ اِلَّا مِنْهُ وَلَا الْمَوْئِلُ اِلَّا هُوَ عَلَیْهِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْهِ اُنِیْبُ وَبِهٖ نَسْتَعِیْنُ وَهُوَ نِعْمَ الْمُعِیْنُ (مقدمہ۔ص ۲۹)

عبارت پر اعراب لگائیں، ترجمہ کریں، خط کشیدہ الفاظ کی لغوی وصرفی تحقیق کریں۔ (درس مقامات۔ص ۵۵)

﴿خلاصہ سوال﴾......اس سوال کا خلاصہ تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) الفاظِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق۔

جواب ...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ اور بچتا ہوں میں اس چیز سے جو عیب لگائے اور رہنمائی طلب کرتا ہوں اس چیز کی طرف جو راہنمائی کرے۔ کیونکہ اسی کی طرف پناہ کی جگہ ہے اور اسی سے مدد ملنے کی امید ہے اور اسی کی طرف سے توفیق ہے اور وہی ملجاء وماویٰ ہے اور اسی پہ میں نے بھروسہ کیا اور میں اسی کی طرف لوٹتا ہوں۔ اور ہم اسی سے مدد طلب کرتے ہیں۔ اور وہ بہترین مددگار ہے۔

③ الفاظِ مخطوطہ کی لغوی اور صرفی تحقیق:۔ "اَعْتَصِمُ" صیغہ واحد متکلم بحث فعل مضارع معلوم از مصدر اِعْتِصَامٌ (افتعال) بمعنی بچنا و باز رہنا۔ "اَلْمَفْزَعُ" صیغہ واحد بحث اسم ظرف از مصدر فَزْعًا (سمع) بمعنی پناہ پکڑنا۔

"اَلْمَوْئِلُ" بمعنی پناہ گاہ از مصدر وَأْلًا (ضرب) بمعنی پناہ پکڑنا۔

"نَسْتَعِيْنُ" صیغہ جمع متکلم بحث فعل مضارع معلوم از مصدر اِسْتِعَانَةٌ (استفعال) بمعنی مدد طلب کرنا۔

"اَلْمُعِيْنُ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر اِعَانَةٌ (افعال) بمعنی مدد کرنا۔

﴿السوال الثالث﴾ ١٤٢٨ھ

الشق الاول ......درج ذیل میں سے کسی عنوان پر مضمون لکھیں۔سقوط من السطح، یوم مطیر۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال میں مذکورہ عنوانات میں سے کسی ایک عنوان پر عربی میں مضمون مطلوب ہے۔

جواب ......مذکورہ عنوانات پر مضمون:۔

......سقوط من السطح......

ذهبت يوما الى صديق حميم كنت احبه حبا جماء واضعه منى موضع الروح والقلب وقد تعلمنا معنا وتساهمنا فى اعمال كثيرة واشغال متنوعة فذهبت الى داره وناديت باسمه وقرعت بابه فاخبرت بانه موجود على سطح بيته الا على وقد دعانى اليه فلما سمعت هذا رقيت اليه الدرجات توا فوصلت اليه ووجدته يلعب بطيارة رفعها فى الفضاء يرخى عنانها تارة فترتفع وتعلو فى كبد السماء ويشدها اخرى فتهبط و تهدأ فكان فرحان مسرورا بلعبته غير مبال بمولقع قدميه ولا بموقع وقوفه و بما وراء ه وقد نبهته مرارا على ذلك فكان يتنبه اذا نبهته ثم ينهمك فى لعبه فيغفل ولذلك خفت على نفسه وغفلت مرة انظر الى شىء اخر فلم يرد بصرى الاصيحته ارتجع بصرى فرأيت جسمه المتهاوى الساقط من السطح فسعيت نازلا اصرخ واقول سقط فلان ولما وصلت اليه رأيته كالمغشى عليه لانه قدكان جرح جراحات شديدة جعلته كالميت وجزعت عليه جزعا شديدا وتاسفت له وتالمت نفسى لشدة البرحاء ولم املك عينىَّ من البكاء وبينما كنت اجزع حضر اهله فى دهش و اضطرب بالغين ولما رأوه فى تلك الحالة المبرحة بكواله وجزعوا بلغ جزع وبدأوا يصرخون من الدهشة والحزن وحضر الناس و تجمعوا يشاهدون الحادث كل يعلق على ما حدث ويتحدث عنه ويلوم بعضهم الاباء والاولياء حيث يسمحون لاولادهم الرقى الى السطوح المنفسخة المسطحة حتى يسقطوا وبعضهم اشار باستحضار سيارة الاسعاف فاخبر الاسعاف فحضروا بسرعة فائقة وتبينوا وتعرفوا الواقعه وضمدوا الجراح ثم اخذوه الى المستشفى الى ان يشفى و يعافى من جراحاته۔

ولم يشف صديقى الا بعد مدة شهر تعطل فيه عن المدرسة فلم يتلق الدروس ذلك الا وان ولم يكن كل ما حدث الا لعدم مبالاته للعواقب واضاعة وقته فيما لا يفيده فى الدين والحياة۔

...... یوم مطیر ......

یوم الجمعة الماضی نهضت من فراشی مبکرا لامتع نفسی من اعتدال الجوورقة النسیم فکانت السماء صافیة والجو ملائما معتدلا لم یعکر صفوه السحاب وطلعت الشمس وارتفعت رویدا رویدا تلمع کانها قرص من ذهب او جذوة من لهب فسرت بذلك المنظر اعظم السرور و نزلت الی حدیقتی الغناء فی واجهة بیتی اشم روائح الوردو الریاحین۔

اذبداء المطلع یغبر و بعض الغمام یغشی السماء فما کان الا هنیهة من الزمن حتی هبت الریاح و ثارت العواصف و تغیر کل شیء من هدوء الی اضطراب و کادت البیوت ان تتقوض والاشجار ان تنقلع و شرعت الریاح تزجی سحابا ثم تولف بینه فتجعله رکاما فعبس الجو واظلمت الدنیا واسود ما بین الفضاء و ناظری وانقلب الیوم الضحوك البسام الی یوم عبوس متقطب قمطریر وما لبثت هذه الحال الا قلیلا حتی نزل المطرر ذاذا ثم اشتد شیئا فشیئا حتی صارو ابلا کانما الموازیب تنصب حتی بلغ السیل الزبیٰ واستمر علی ذلك ساعات رایت فیها القیعان قد انعمرت فی المیاه والترع قد امتلات والسواقی جرت ورایت الشوارع المرصوفة قد نظفت تنظیفا اما غیر المرصوفة فکانت مجموعة من ماء ووحل و حفر۔ واما الناس فکانوا یحبرون الی هنا و هناك و قد نشروا المظلات و قایة من البلل وانحبس کثیر من الناس فی الدور و المنازل و لم یستطیعوا ان الی المواضع العامة حتی انقطع عنهم والهاطل و کثیر من غیرهم لم یکترثوا وما ازالوا مختلفین الی کل مکان یقضون حوائجهم و یفرحون بنزول الامطار غیر مبالین بالبلل۔ و بعد ساعات هدات الامطار و انقطع نزول الماء و بدات السحب تنقشع و تتناثروبدت السماء من خلال الفرجات نقیة مغسولة و بعدلای راینا السحب تتبدد و تنسحب عن بسیط السماء و تنهزم امام الشمس المشرقة الحامیة و طلعت الشمس و حلت انوارها الدافئة علی ادیم الارض فحمد الناس الله علی نعمه الوافرة اذ یرسل مطرا فیحی الارض ثم یرسل الشمس لتجدد حیاتها و تنمی نباتها۔

الشق الثانی ...... اپنے والدصاحب کے نام ایک صفحہ پر مشتمل خط لکھیں، جس میں سردی کی ضروری اشیاء منگوانے کا ذکر ہو۔

﴿خلاصہ سوال﴾ ...... اس سوال میں والد کے نام سردی کی ضروری اشیاء منگوانے کیلئے خط مطلوب ہے۔

جواب ...... والد کے نام سردی کی ضروری اشیاء منگوانے کیلئے خط:۔

الجامعة خیر المدارس ملتان ١٠/١/١٤٣٣ھ

حضرت صاحب السیادة والسماحة والدی الجلیل المفخم اطال الله تعالی بقاءکم

السلام علیکم ورحمة الله و برکاته

ارجو الله ان تکونوا علی احسن مایرام من صحة و سعادة و هناء و انا والحمد لله فی صحة

كـاملة وراحة تـامة۔ و بـعد فانه لم يصدر الينا من حضرتكم كتاب من ايام خفت فيها من ان يكون امر منى ظهر لا يرضيكم فجعل سيادتكم عاتبا على فانى لا ادرى احال حائل من البريد ام هو عدم سماع و قتكم الثمين بان تبعثوا بكتاب الى يحل من قلبى محل الغيث۔

ان طلائـع الشتـاء يا سيدى قدبدت ههنا واخذت البرودة فى الليل و فى الجوتسرى و بدات اشعر بشئ من الـقرو الصر فى الليل واحسب ان عدة ايام اخر تكفى لان نحتاج الى ملاحف القطن واردية الصوف و الى المعاطف والصدريات وحاجتى فى ذلك كذلك حملنى على الكتابة الى سيادتكم لتبعثوا بها فى اقرب فرصة۔

و انـى لاازال اتمثل نصائحكم الغالية التى لا تزال تزودنى بمعان قيمة فانى احافظ على دروسى و اداوم على الحضور فى الدرس بالمواعيد لمحدودة واعرف قيمة الفرص والأوقات۔

و اخيرا ارجو فضيلتكم ان لا تقطعونا مْن كتبكم الرقيقة الفياضة بالنصائح وان لا تتناسونا فى ادعيتكم المستجابة و سلموا على امى المحبوبة المؤقرة۔

وادعو الله ان يديم صحتكم و يبارك فى عمر كم و تقبلوا اخيرا لائق التحية۔

والسلام

ولدك البار

محمد اسامه

الورقة الخامسة : فى الأدب العربى

السوال الاوّل ۱۴۲۹ھ

الشق الاول......فَـقَالَ اَيْمُ اللّٰهِ لَلْحَقُّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ وَلَلصِّدْقُ حَقِيْقٌ بِـاَنْ يُسْتَمَعَ اِنَّهٗ يَا قَوْمُ لَنَجِيُّكُمْ مُـنْـذُالْيَوْمِ قَالَ فَكَاَنَّ الْجَمَاعَةَ اِرْتَابَتْ بِعِزْوَتِهٖ وَاَبَتْ تَصْدِيْقَ دِعْوَتِهٖ فَتَوَجَّسَ مَاهَجَسَ فِىْ اَفْكَارِهِمْ وَفَطَنَ لِمَا بَطَنَ مِنْ اِسْتِنْكَارِهِمْ ۔ (مقامہ۲۔ص۵۶)

عبارت پراعراب لگا کرسلیس ترجمہ کریں، خط کشیدہ الفاظ کی لغوی وصرفی تحقیق کریں،**فتوجس ماهجس فى افكارهم وفطن لما بطن من استنكارهم** کی ترکیب کریں۔(درسِ مقامات۔ص۱۱۶)

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حاصل چار امور ہیں (۱) عبارت پراعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) الفاظِ مخطوطہ کی لغوی اورصرفی تحقیق (۴) **فتوجس ماهجس الخ** کی ترکیب۔

جواب ❶ عبارت پراعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ اوراس نے کہا کہ اللہ کی قسم حق بات پیروی کے زیادہ لائق ہے،اورالبتہ سچ بات سننے کے زیادہ مناسب ہے بیشک اے قوم ان اشعار کا کہنے والا آج تم سے سرگوشی کررہا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ جماعت نے اسکے اس نسبت کرنے پرشک کیا اوراسکے دعویٰ کی تصدیق سے انکار کیا پس اس نے محسوس کرلیا اس چیز کو جوانکے افکار میں کھٹکی اور سمجھ گیا وہ انکی مخفی ناگواری کو۔

③ الفاظِ مخطوطہ کی لغوی اور صرفی تحقیق:۔ "یُتَّبَعَ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث مضارع مجہول از مصدر اِتِّبَاعٌ (افتعال) بمعنی پیروی کرنا۔ "حَقِیْقٌ" صیغہ واحد بحث صفت مشبہ از مصدر حَقٌّ (نصر) بمعنی لازم و ثابت ہونا۔

"لَنَجِیُّکُمْ" یہ مفرد ہے اس کی جمع اَنْجِیَۃٌ ہے بمعنی ہم راز و سرگوشی کرنے والا، مصدر نَجْوًا (نصر) بمعنی سرگوشی کرنا۔

"اِرْتَابَتْ" صیغہ واحد مؤنث غائب بحث فعل ماضی معلوم از مصدر اِرْتِیَابًا (افتعال) بمعنی شک کرنا۔

"بِعَزْوَتِہٖ" یہ باب نصر کا مصدر ہے بمعنی نسبت کرنا۔

"فَتَوَجَّسَ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل ماضی معلوم از مصدر تَوَجُّسًا (تفعل) بمعنی ہلکی آواز پر کان لگانا، سننا۔

"هَجَسَ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل ماضی معلوم از مصدر هَجْسًا (نصر و ضرب) بمعنی گزرنا کھٹکنا۔

"بَطَنَ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل ماضی معلوم از مصدر بَطْنًا و بُطُوْنًا (نصر) بمعنی پوشیدہ ہونا۔

④ فَتَوَجَّسَ مَا هَجَسَ الخ کی ترکیب:۔ فاء تفریعیہ تَوَجَّسَ فعل و فاعل ما موصولہ هَجَسَ فعل و فاعل فی جارہ افکار ھم مضاف مضاف الیہ ملکر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ہوا هَجَسَ کے۔ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر صلہ ہوا موصول کا۔ موصول اپنے صلہ سے مل کر مفعول بہ ہوا۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر معطوف علیہ۔ واؤ عاطفہ فَطِنَ فعل و فاعل لام جارہ ما موصول بَطَنَ فعل و فاعل من جارہ استنکارھم مضاف مضاف الیہ ملکر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ہوا بَطَنَ کے، فعل اپنے فاعل و متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر صلہ، موصول اپنے صلہ سے ملکر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ہوا فَطِنَ کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے ملکر جملہ معطوفہ ہوا۔

الشق الثانی ......رَوَى الْحَارِثُ بْنُ هَمَّامٍ قَالَ حَضَرْتُ دِيْوَانَ النَّظْرِ بِالْمَرَاغَةِ وَقَدْ جَرٰى بِهٖ ذِكْرُ الْبَلَاغَةِ فَاَجْمَعَ مَنْ حَضَرَ مِنْ فُرْسَانِ الْيَرَاعَةِ وَاَرْبَابِ الْبَرَاعَةِ عَلٰى اَنَّهٗ لَمْ يَبْقَ مَنْ يُنَقِّحُ الْاِنْشَاءَ وَيَتَصَرَّفُ كَيْفَ شَاءَ وَلَاخَلَفَ بَعْدَ السَّلَفِ مَنْ يَبْتَدِعُ طَرِيْقَةً غَرَّاءَ۔ (مقامہ ۶۔ص ۱۰۱)

عبارت پر اعراب لگائیں، ترجمہ کریں، خط کشیدہ الفاظ کی لغوی و صرفی تحقیق کریں۔ (درسِ مقامات۔ص ۲۵۹)

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) الفاظِ مخطوطہ کی لغوی اور صرفی تحقیق۔

جواب ...... ① عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ حارث بن ہمام نے بیان کیا کہ میں شہر مراغہ میں مجلس فکر و نظر میں حاضر ہوا۔ اس حال میں کہ بلاغت کا ذکر چل پڑا۔ پس حاضرین میں سے قلم کے شہسوار اور اھلِ کمال نے اس بات پر اتفاق کیا کہ کوئی ایسا شخص باقی نہیں رہا جو انشاء کو عمدہ و پاکیزہ کر سکے اور اس میں جس طرح چاہے تصرف کر سکے۔ اور بزرگوں کے بعد کوئی ایسا جانشین نہیں رہا جو طریقہ ایجاد کر سکے۔

③ الفاظِ مخطوطہ کی لغوی اور صرفی تحقیق:۔ "حَضَرْتُ" صیغہ واحد متکلم بحث فعل ماضی معلوم از مصدر حُضُوْرًا (نصر) بمعنی حاضر ہونا۔ "جَرٰی" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل ماضی معلوم از مصدر جَرْیًا و جِرْیَانًا (ضرب) بمعنی جاری ہونا۔

"فَاَجْمعَ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل ماضی معلوم از مصدر اِجْمَاعًا (افعال) بمعنی اتفاق کرنا۔

"لَمْ یَبْقَ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث نفی جحد بلم معلوم از مصدر بَقَاءٌ (سمع) بمعنی باقی رہنا۔

"یُنَقِّحُ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل مضارع معلوم از مصدر تَنْقِیْحٌ (تفعیل) بمعنی صاف کرنا، چھانٹنا۔

"یَتَصَرَّفُ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل مضارع معلوم از مصدر تَصَرُّفًا (تفعل) بمعنی پھیرنا، تصرف کرنا۔

"شَاءَ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل ماضی معلوم از مصدر مَشِیْئَۃٌ (ضرب) بمعنی چاہنا۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۲۹ھ

الشق الاوّل......حکی الحارث بن همام قال از معت الشخوص من برقعید وقد شمت برق عید فکرهت الرحلة عن تلك المدینة او اشهد بها یوم الزینة فلما اظل بفرضه ونفله واجلب بخیله ورجله اتبعت السنة فی لبس الجدید وبرزت مع من برز للتعیید۔ (مقامہ ۷۔ص۱۱۸)(درس مقامات۔ص۳۰۳)

عبارت کا ترجمہ کریں، خط کشیدہ الفاظ کی لغوی وصرفی تحقیق کریں، فکرهت الرحلة عن تلك المدینة الخ کی ترکیب کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا خلاصہ تین امور ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) الفاظِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق (۳) فکرهت الرحلة عن المدینة الخ کی ترکیب۔

جواب...... ❶ عبارت کا ترجمہ:۔ حارث بن ہمّام نے بیان کیا کہ میں برقعید شہر سے کوچ کرنے کا پختہ ارادہ کر چکا تھا اور میں نے عید کا چاند دیکھا تو اس شہر سے کوچ کرنے کو ناپسند سمجھا یا عید کے دن وہاں موجود رہنا چاہئے۔ پس جب عید نے اپنے فرض اور اپنے نفل کے ساتھ سایہ ڈالا (قریب آئی) اور اپنے سواروں اور پیدلوں کو کھینچ لائی تو میں نے نیا لباس پہنا سنت کی اتباع اور پیروی کرتے ہوئے اور عید کے لئے گھر سے نکلنے والوں کے ساتھ گھر سے نکلا۔

❷ الفاظِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ "اَزْمَعْتُ" صیغہ واحد متکلم بحث فعل ماضی معلوم از مصدر اِزْمَاعًا (افعال) بمعنی عزم کو ظاہر کرنا۔ "اَشْهَدُ" صیغہ واحد متکلم بحث فعل مضارع معلوم از مصدر شُهُوْدًا (سمع) بمعنی حاضر ہونا۔

"فَكَرِهْتُ" صیغہ واحد متکلم بحث فعل ماضی معلوم از مصدر کَرْهًا و کَرَاهَةً (سمع) بمعنی مکروہ سمجھنا و ناپسند کرنا۔

"اَلرِّحْلَةُ" یہ باب سمع کا مصدر ہے بمعنی کوچ کرنا۔ "بَرَزْتُ" صیغہ واحد متکلم بحث فعل ماضی معلوم از مصدر بُرُوْزًا (نصر) بمعنی ظاہر کرنا۔

"بِفَرْضِهٖ" یہ مفرد ہے اسکی جمع فَرَائِضُ و فُرُوْضٌ ہے بمعنی بندوں پر لازمی حکم، مصدر فَرْضًا (ضرب) بمعنی فرض کرنا۔

"نَفْلِهٖ" یہ مفرد ہے اس کی جمع نَوَافِلُ ہے بمعنی زیادتی، وہ کام جو فرائض وواجبات سے زائد کرنے کا کہا جائے۔

❸ فکرهت الرحلة عن المدینة الخ کی ترکیب:۔ فاء نتیجیه کرهت فعل با فاعل الرحلة مفعول بہ عن جار تلك اسم اشارہ المدینة مشار الیہ، اشارہ مشار الیہ ملکر متعلق ہوا فعل کے، فعل اپنے فاعل مفعول بہ اور متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر معطوف علیہ او بمعنی الّا اَنْ اشهد فعل وفاعل بالمدینة جار مجرور ملکر متعلق ہوا اشهد کے یوم الزینة مضاف مضاف الیہ ملکر مفعول فیہ، فعل اپنے فاعل اور متعلق و مفعول فیہ سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر بتاویل مصدر معطوف ہوا ما قبل پر۔

الشق الثانی ......وَنَسْتَغْفِرُكَ مِنْ سَوْقِ الشَّهَوَاتِ اِلٰى سُوْقِ الشُّبُهَاتِ كَمَا نَسْتَغْفِرُكَ مِنْ نَقْلِ الْخُطُوَاتِ اِلٰى خِطَطِ الْخَطِيْئَاتِ ، وَ نَسْتَوْهِبُ مِنْكَ تَوْفِيْقًا قَائِدًا اِلَى الرُّشْدِ ، وَ قَلْبًا مُتَقَلِّبًا مَعَ الْحَقِّ وَلِسَانًا مُتَحَلِّيًا بِالصِّدْقِ، وَ نُطْقًا مُؤَيَّدًا بِالْحُجَّةِ، وَاِصَابَةً ذَائِدَةً عَنِ الزَّيْغِ وَ عَزِيْمَةً قَاهِرَةً هَوَى النَّفْسِ (مقدمہ۔ص۱۳)

عبارت پر اعراب لگائیں، ترجمہ کریں، خط کشیدہ الفاظ کے ابواب و معانی لکھیں۔ (دررِ مقامات۔ص۱۵)

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) الفاظِ مخطوطہ کے ابواب اور معانی۔

جواب ...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ اور ہم پناہ طلب کرتے ہیں تجھ سے خواہشات نفسانی کے شبہات کے بازار کی طرف لے جانے سے جیسا کہ پناہ طلب کرتے ہیں تجھ سے گناہوں کی زمین کی طرف قدم بڑھانے سے۔ اور توفیق طلب کرتے ہیں تجھ سے راہِ ہدایت کی طرف لے جانے والی اور حق کے ساتھ پلٹنے والا دل اور سچائی سے آراستہ زبان اور دلیلوں سے مضبوط گفتگو، کجروی سے بچانے والا امرِ حق اور خواہشات نفسانی پر غالب آجانے والے ارادہ کا ہبہ طلب کرتے ہیں۔

❸ الفاظِ مخطوطہ کے ابواب اور معانی:۔ "نَسْتَغْفِرُكَ" یہ باب استفعال سے مضارع معلوم کا صیغہ ہے بمعنی مغفرت طلب کرنا۔
"سَوْقٌ" یہ باب نصر کا مصدر ہے بمعنی ہانکنا۔ "نَسْتَوْهِبُ" یہ باب استفعال سے مضارع معلوم کا صیغہ ہے بمعنی ہبہ طلب کرنا۔
"نَقْلٌ" یہ باب نصر کا مصدر ہے بمعنی پھیرنا و منتقل کرنا۔ "مُتَقَلِّبًا" یہ باب تفعل سے اسم فاعل کا صیغہ ہے بمعنی پلٹنا۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۲۹ھ

الشق الاوّل ......درج ذیل جملوں کی عربی بنائیں۔ حج مختلف علاقوں اور ملکوں کے مسلمانوں کو ایک جگہ جمع کرتا ہے اور حج میں دیگر بڑے فوائد بھی ہیں جن کو دوسرے طریقوں سے حاصل نہیں کیا جاسکتا، وہ یہ ہے کہ بیت اللہ الحرام ہزاروں مسلمانوں کو فریضہ ادا کرنے کیلئے جمع کرتا ہے جو مختلف جنسوں اور علاقوں کے ہوتے ہیں، اور یہ لوگ بہت بڑی تعداد میں ہوتے ہیں اور انکو صرف کلمۂ اسلام جمع کرتا ہے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں فقط مذکورہ اردو جملوں کی عربی مطلوب ہے۔

جواب ......مذکورہ اردو جملوں کی عربی:۔ والحج يجمع بين مسلمى مختلف الديار والاوطان فى محل واحدو فى الحج منافعة جليلة اخرى لا تحصل من طريق آخرو هى ان يجتمع بيت الله الحرام لتادية فريضة الحج الوف من المسلمين من اجناس مختلفة و شعوب متفرقة بعدد ضخيم لا تجمعهم الاكلمة الاسلام۔

الشق الثانی ......عنوانات میں سے کسی ایک پر دس سطروں کا مضمون لکھیں۔ القلم نعمة من الله، الجمل، الفرس۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں کسی ایک عنوان پر مضمون مطلوب ہے۔

جواب ......مذکورہ عنوانات پر دس سطروں کا مضمون:۔

...... القلم نعمة من الله ......

القلم نعمة الله التى انعم بها على الانسان يرفع الله به كثيرا من الناس من المنزلة الوضيعة الى المنزلة

الرفيعة و يسقط الله به كثيرا من الناس فيعيشون جهالا رعاع الناس لا قيمة لهم فى الحياة ولاوقار لهم ولاعز، ولايعبأ بهم احدو قداقسم الله تعالىٰ به فقال "ن والقلم وما يسطرون" و ذكره فى كلامه المجيد۔

انّه رخيص جدًا لكثرة ما يصنع فثمنه قليل وعمله جليل لا يصنع الامن الخشب القصير التافه او بقطعة صغيرة من الحديد الرخيص غير انه يؤدى اعمالا ضخاما و يقضى مآرب كثيرة للانسان۔ و به تقضى امورالناس و تعاردفة الحكم على البلاد۔

و به يتميز الانسان من الحيوان ويخترع المخترعات و يدلى بحكم ويتقدم فى علوم و معارف فانما جعله الله نعمة عظيمة قلما تسويجها نعمة من نعم الدنيا فحق لنا ان نستخدمه فى الخير ولرضا الله سبحانه فانه من عطاياه العظيمة و من نعمه الجليلة۔

...... الفرس ......

الفرس حيوان من خير دواب اللّٰه تعالى خلقها اللّٰه تعالى مسخرة للانسان انه مفطور على صفات نبيلة عظيمة ويؤدى اعمالًا كبيرة سامية وهو اجمل الحيوانات صورة يسر الناظرين بروعة جماله ويوجد فى سائر الالوان لكن غالب لونه احمر واسود وخير الخيل الادهم الاقرح الارثم ، ثم الاقرح المحجل، طلق اليمين فان لم يكن ادهم فكميت على هذه الشيبة كما قال النبى ﷺ۔

وجسمه اكبر واطول من البقر بقليل ويعرف الفرس من هيئته الجميلة من بعيد يزينه عنقه الجميل بعرفه الرائع، ويزداد جماله فى وقت الجرى لا سيما حين يعد وضبحا ويورى قدحا والفرس لاجل صفاته النبيلة وخصائصه الجليلة محبب الى الخالق والمخلوق فخصه اللّٰه تعالى بشرف الذكر فى كلامه الحميد فقال:

والعديٰت ضبحا ○ فالموريٰت قدحا ○ فالمغيرات صبحا○ فاثرن به نقعا ○ فوسطن به جمعا○

وحرض النبى ﷺ المؤمنين على القتال باقتناء الخيل قائلاً۔

من احتبس فرسا فى سبيل اللّٰه ايمانا باللّٰه وتصديقا بوعده فان شبعه وريه وروثه وبوله فى ميزانه يوم القيامة والشعراء مولعون به حيث يذكرونه فى المواقف الحربية و الحماسية افتخارا واعتزازا۔

واماالقياد الفرس واستسلامه لسيده فانه ضرب مثل فى هذا شهد له القرآن ايضا فهو يخاطر بنفسه ويستميت اذعانا لسيده:

ومنافعه فى شتى جوانب الحياة غير خافية فانه رفيق وفىٌّ فى السفر يرافق صاحبه فى جميع شدائد السفر من الحر والقر والجوع و العطش وتزداد ضرورته و اهميته فى الحرب اذا الفرس يقوم بدور عظيم بجانب سيده فى الانتصار على الاعداء

وینفع الفرس فی مناسبات اخر ایضا من الاعیاد والافراح فضلا علی الامور التجاریة والشئون المنزلیة والحوادث واطوارئ ولذلك ولع الناس باقتنائه بعضهم لحاجتهم وبعضهم لاظهار الغنی والسراوة فکلهم مجزیون بنیاتهم لکن الیوم قل نفعه وغناه الاختراع المراکب الالیة والسیارات والطائرات وکلها اسرع سیرا من الفرس فاثرها الناس علی الفرس علی کل حال فالخیل نعمة من الله وایة من آیاته فی خلقه ورکوبه واقتنائه من علائم الرجولة والبطولة۔

﴿الورقة الخامسة : فی الأدب العربی﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ١٤٣٠ھ

الشق الاوّل......حَدَّثَ الْحَارِثُ بْنُ هَمَّامٍ قَالَ لَمَّا اقْتَعَدْتُ غَارِبَ الْإِغْتِرَابِ وَأَنْآتْنِى الْمَتْرَبَةُ عَنِ الْاَتْرَابِ طَوَّحَتْ بِیْ طَوَائِحُ الزَّمَنِ اِلٰی صَنْعَاءِ الْیَمَنِ فَدَخَلْتُهَا خَاوِیَ الْوِفَاضِ بَادِیَ الْاِنْفَاضِ لَا اَمْلِكُ بُلْغَةً وَ لَا اَجِدُ فِیْ جِرَابِیْ مُضْغَةً فَطَفِقْتُ اَجُوْبُ طُرُقَاتِهَا مِثْلَ الْهَائِمِ وَ اَجُوْلُ فِیْ حَوْمَاتِهَا جَوَلَانَ الْحَائِمِ وَاَرُوْدُ فِیْ مَسَارِحِ لَمَحَاتِیْ وَمَسَایِحِ غَدَوَاتِیْ وَرَوْحَاتِیْ کَرِیْمًا اَخْلِقُ لَهٗ دِیْبَاجَتِیْ وَاَبُوْحُ اِلَیْهِ بِحَاجَتِیْ اَوْ اَدِیْبًا تُفَرِّجُ رُؤْیَتُهٗ غُمَّتِیْ۔

عبارت پر اعراب لگائیں، ترجمہ کریں، خط کشیدہ الفاظ کے ابواب و معانی لکھیں۔ (مقامہ۱۔ص۳۱) (درسِ مقامات۔ص۵۹)

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) الفاظِ مخطوطہ کے ابواب اور معانی۔

جواب...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ حارث بن ہمام نے بیان کیا کہ جس وقت میں سفر کے کندھے پر سوار ہوا اور دور کر دیا مجھے فکر نے ہم عمروں سے تو زمانے کے حوادث نے پھینک دیا مجھے صنعاءِ یمن کی طرف پس داخل ہوا میں اس میں ایسے حال میں کہ خالی تھیلوں والا تھا ظاہر افلاس والا تھا نہیں مالک تھا میں تھوڑی سی مقدار گزران کا (بھی) اور نہیں پاتا تھا میں اپنے تھیلے میں (گوشت کا) ایک لقمہ پس شروع ہوا میں طے کرتے ہوئے اسکے راستے مثل حیران کے اور گھومتے ہوئے اسکے بڑے حصوں میں مثل پیاسے کے گھومنے کے (اور شروع ہوا میں) تلاش کرتے ہوئے اپنے لمحات کی چراگاہوں میں اور اپنے اوقاتِ صبح اور اپنے اوقاتِ شام کی سیرگاہوں میں کسی ایسے شریف کو کہ پرانا کروں میں جسکے سامنے اپنے چہرے کو اور ظاہر کروں اسکی طرف اپنی حاجت کو یا ایسے ادیب کو کہ کھول دے جس کا دیدار میری مشکل کو۔

❸ الفاظِ مخطوطہ کے ابواب اور معانی:۔ "لَا اَمْلِكُ" یہ باب ضرب سے نفی مضارع معلوم کا صیغہ ہے بمعنی مالک ہونا۔
"لَا اَجِدُ" یہ باب ضرب سے نفی مضارع معلوم کا صیغہ ہے بمعنی مطلوب کو پانا۔ "اَلْاَتْرَابُ" یہ تِرْبٌ کی جمع ہے بمعنی ہم عمر۔
"فَطَفِقْتُ" یہ باب سمع و ضرب سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی شروع کرنا۔ "طَوَائِحُ" یہ طَائِحَۃ کی جمع ہے بمعنی حوادثِ زمانہ۔
"اَنْاٰتْ" یہ باب افعال سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی دور کرنا۔ مجرد میں نَئْیًا (فتح) بمعنی دور رہنا۔
"اَجُوْلُ" یہ نصر سے مضارع معلوم کا صیغہ ہے بمعنی گھومنا۔ "اُخْلِقُ" یہ افعال سے مضارع معلوم کا صیغہ ہے بمعنی پرانا کرنا۔

الشق الثاني ......

یَامَنْ تَظُنُّ السَّرَابَ مَاءً ۔۔۔ لَمَّارَوَیْتُ الَّذِیْ رَوَیْتُ

مَاخِلْتُ اَنْ یَّسْتَسِرَّ مَکْرِیْ ۔۔۔ وَاَنْ یُّخِیْلَ الَّذِیْ عَنَیْتُ

وَاللّٰہِ مَابَرَّۃٌ بِعِرْسِیْ ۔۔۔ وَلَالِیَ اِبْنٌ بِہٖ اکْتَنَیْتُ

وَاِنَّمَالِیْ فُنُوْنُ سِحْرٍ ۔۔۔ اَبْدَعْتُ فِیْھَا وَمَا اقْتَدَیْتُ (مقامہ۵۔ص۱۰۰)

اشعار پر اعراب لگائیں، ترجمہ کریں، مخطوطہ الفاظ کے ابواب ومعانی لکھیں۔ (درسِ مقامات۔ص۲۴۹)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) اشعار پر اعراب (۲) اشعار کا ترجمہ (۳) الفاظِ مخطوطہ کے ابواب اور معانی۔

جواب ...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ اشعار کا ترجمہ:۔ اے وہ شخص کہ جس نے گمان کرلیا چمکتی ریت کو پانی جب روایت کی میں نے وہ چیز جس کی روایت کی میں نے نہیں خیال کیا میں نے اس بات کا کہ چھپ جائے گا میرا مکر اور یہ کہ مشتبہ ہو جائے گی وہ چیز جو مراد لی میں نے، اللہ کی قسم نہ کوئی برہ میری دلہن ہے اور نہ کوئی میرا بیٹا ہے کہ جس کے ساتھ میں نے کنیت اختیار کی ہو اور بے شک میرے لئے جادو کے فنون ہیں جن کو میں نے ایجاد کیا ہے اور کسی کی اقتداء نہیں کی میں نے۔

❸ الفاظِ مخطوطہ کے ابواب اور معانی:۔ "رَوَیْتُ" یہ باب ضرب سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی نقل کرنا۔

"یَسْتَسِرُّ" یہ باب استفعال سے مضارع معلوم کا صیغہ ہے بمعنی راز چھپانا۔

"یُخِیْلَ" یہ باب افعال سے مضارع معلوم کا صیغہ ہے بمعنی پوشیدہ ہونا۔

"عَنَیْتُ" یہ باب ضرب سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی مراد لینا۔

"اِکْتَنَیْتُ" یہ باب افتعال سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی کنیت رکھنا۔

"اَبْدَعْتُ" یہ باب افعال سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی بغیر نمونہ کے چیز پیدا کرنا و بنانا۔

"مَا اِقْتَدَیْتُ" یہ باب افتعال سے منفی ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی اقتداء و پیروی کرنا۔

﴿السوال الثاني﴾ ۱۴۳۰ھ

الشق الاوّل ......فَعَاهَدَہُ الشَّیْخُ عَلٰی اِتِّبَاعِ مَشْوَرَتِہٖ، وَالْاِرْتِدَاعِ عَنْ تَلْبِیْسِ صُوْرَتِہٖ، وَ فَصَلَ عَنْ جِھَتِہٖ وَ الْخَتَرُ یَلْمَعُ مِنْ جَبْھَتِہٖ۔ قَالَ الْحٰرِثُ بْنُ ھَمَّامٍ: فَلَمْ اَرَ اَعْجَبَ مِنْھَا فِی تَصَارِیْفِ الْاَسْفَارِ، وَلَاقَرَاْتُ مِثْلَھَا فِی تَصَانِیْفِ الْاَسْفَارِ۔ (مقامہ۸۔ص۱۳۵)

عبارت پر اعراب لگائیں، ترجمہ کریں، مخطوطہ الفاظ کے ابواب ومعانی لکھیں۔ (درسِ مقامات۔ص۳۵۷)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) الفاظِ مخطوطہ کے ابواب اور معانی۔

جواب ...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

۲ عبارت کا ترجمہ:۔ پس بوڑھے نے اس قاضی کے مشورے پر چلنے اور دھوکہ دینے کی صورت سے باز رہنے کا عہد کیا اور اس سے وہ علیحدہ ہو گیا۔ اس حال میں کہ مکر وفریب اس کی پیشانی سے چمک رہا تھا۔ حارث بن ھمام کہتا ہے کہ میں نے نہ تو سفر کی گردشوں میں اس سے زیادہ کوئی عجیب قصہ دیکھا اور نہ کتابوں کی تصنیف میں ایسا واقعہ پڑھا۔

۳ مخطوطہ الفاظ کے ابواب اور معانی:۔ "فَعَاهَدَ" یہ باب مفاعلہ سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی عہد کرنا۔

"اَلْاِرْتِدَاعُ" یہ باب افتعال کا مصدر ہے بمعنی رکنا و باز رہنا۔ "قَرَأْتُ" یہ باب فتح سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی پڑھنا۔

"فَصَلَ" یہ باب ضرب سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی علیحدہ ہونا، جدا ہونا۔

"يَلْمَعُ" یہ باب فتح سے مضارع معلوم کا صیغہ ہے بمعنی چمکنا و روشن ہونا۔

"لَمْ اَرَ" یہ باب فتح سے نفی جحد بلم معلوم کا صیغہ ہے بمعنی دیکھنا۔ "تَصَانِيْفُ" یہ تصنیف کی جمع ہے بمعنی مرتب۔

الشق الثانی ......وَاَرْجُوْ اَنْ لَّا اَكُوْنَ فِيْ هٰذَا الْهَذَرِ الَّذِيْ اَوْرَدْتُهٗ وَالْمَوْرِدِ الَّذِيْ تَوَرَّدْتُهٗ كَالْبَاحِثِ عَنْ حَتْفِهٖ بِظِلْفِهٖ وَالْجَادِعِ مَارِنَ اَنْفِهٖ بِكَفِّهٖ فَاُلْحَقَ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا الَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا، عَلٰى اَنِّيْ وَاِنْ اَغْمَضَ لِيَ الْفَطِنُ الْمُتَغَابِيْ وَنَضَحَ عَنِّيَ الْمُحِبُّ الْمُحَابِيْ لَا اَكَادُ اَخْلُصُ مِنْ غُمْرٍ جَاهِلٍ اَوْ ذِيْ غِمْرٍ مُتَجَاهِلٍ۔ (مقدمہ۔ص۲۵)

عبارت پر اعراب لگائیں، ترجمہ کریں، مخطوطہ الفاظ کے ابواب اور معانی لکھیں۔ (درس مقامات۔ص۴۷)

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) الفاظ مخطوطہ کے ابواب اور معانی۔

جواب ...... ۱ عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

۲ عبارت کا ترجمہ:۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ اس بے ہودہ گوئی میں جس میں پڑ چکا ہوں اور جس گھاٹ پر کہ میں اتر چکا ہوں اس شخص کی طرح نہ ہوں گا جو خود اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارتا ہے۔ اور اپنی ناک اپنے ہاتھ سے کاٹنے والا ہے تاکہ میں بھی ان لوگوں میں شامل نہ کیا جاؤں جو اپنے اعمال وافعال کے لحاظ سے نقصان والے ہیں اور جن کی دنیوی زندگی میں کوشش بے کار ہو گئی ہے۔ حالانکہ وہ گمان کرتے ہیں اس بات کا کہ وہ کام کو اچھا کر رہے ہیں۔ علاوہ ازیں اگرچہ بتکلف اپنے کو غبی ظاہر کرنے والا ذکی میرے خاطر نظر بچالے اور میرا شریف دوست میری طرف سے (دشمن کا حملہ) دفع بھی کر دے۔

۳ الفاظ مخطوطہ کے ابواب اور معانی:۔ "اَرْجُوْ" یہ باب نصر سے مضارع معلوم کا صیغہ ہے بمعنی امید رکھنا۔

"اَوْرَدْتُهٗ" یہ باب افعال سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی لانا۔ "اَلْجَادِعُ" یہ باب فتح سے اسم فاعل کا صیغہ ہے بمعنی کاٹنا۔

"اُلْحَقَ" یہ باب افعال سے مضارع مجہول کا صیغہ ہے بمعنی لاحق کرنا۔

"سَعْيُهُمْ" یہ باب فتح کا مصدر ہے بمعنی کام کرنا، کوشش کرنا۔

"اَلْفَطِنُ" یہ باب نصر، سمع و کرم سے صفت کا صیغہ ہے بمعنی سمجھنا، ادراک کرنا، ماہر ہونا۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۰ھ

الشق الاول ......ذهبت يوما الى صديق حميم كنت احبه حبّا جمّا، واضعه منى موضع الروح والقلب

، وقد تعلمنا معا ، وتساهمنا فی اعمال کثیرة واشغال متنوعة ، فذهبت الی داره ونادیت باسمه ، وقرعت بابه، فاخبرت بانه موجود علی سطح بیته الاعلی وقد دعانی الیه فلما سمعت هذا رقیت الیه الدرجات توًّا ، فوصلت الیه، ووجدته یلعب بطیارة رفعها فی الفضاء یرخی عنانها تارة فترتفع وتعلو فی کبد السماء ، ویشدها اُخری فتهبط وتهد أفکان فرحان مسرور بلعبته غیرمبال بمواقع قدمیه ولا بموقع وقوفه وبما وراء ه وقدنبهته مرارا علی ذلك ، فکان ینتبه اذا نبهته ثم ینهمك فی لعبه فیغفو ـ

درج ذیل عربی جملوں کا اردو میں ترجمہ کیجئے۔ (ص ۳۸۔ مجلس نشریات اسلام)

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال میں فقط عربی جملوں کا اردو ترجمہ مطلوب ہے۔

جواب ...... <u>عربی جملوں کا اردو ترجمہ:۔</u> میں ایک دن اپنے گہرے دوست کے پاس گیا جس سے مجھے بڑی محبت تھی جسے میں اپنے دل و جان کی جگہ سمجھتا تھا۔ ہم اکٹھے ہی پڑھے تھے، نیز بہت سے کاموں میں اور کئی طرح کے مشاغل میں باہم شریک رہے تھے چنانچہ میں اس کے گھر گیا اور نام لے کر اسے آواز دی اور اس کے دروازے پر دستک دی۔ مجھے بتایا گیا کہ وہ اپنے مکان کی بالائی چھت پر موجود ہے۔ مجھے بھی اس نے اپنی طرف بلا لیا۔ جب میں نے یہ سنا تو فوری سیڑھیاں چڑھتا ہوا اس کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے اس کو اس حال میں پایا کہ ایک پتنگ سے کھیل رہا ہے۔ اسے فضاء میں بلند کر رکھا ہے، کبھی اس کی ڈور ڈھیلی کر دیتا ہے تو وہ اوپر کو اٹھتی ہے اور بلند ہو کر فضاءِ آسمان کو چھونے لگتی ہے اور کبھی ڈور کو کھینچ لیتا ہے تو پتنگ نیچے اتر کر سکون پکڑتی ہے اور وہ اپنے کھلونے میں ایسا مست و مگن تھا کہ اسے اپنے پیروں کی جگہ، ٹھہرنے کے موقع اور پیٹھ پیچھے کی کوئی پرواہ نہ تھی میں نے اس غفلت پر اس کو بار بار ٹوکا میرے ٹوکنے پر وہ ہوش میں آ جاتا مگر کھیل میں پھر ہوش کھو بیٹھتا اور مدہوش ہو جاتا۔

الشق الثانی ...... ''الکهرباء'' پر دس سطروں کا مضمون لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال میں فقط ''الکهرباء'' پر دس سطروں کا مضمون مطلوب ہے۔

جواب ...... <u>''الکهرباء'' پر دس سطروں کا مضمون:۔</u>

...... الکهرباء ......

الکهرباء اَسُّ الحضارة و وسیلة من وسائل التقدم والرقی تجعل الدنیا بضیائها فی اللیل کالنهار یستخدمها الانسان فی کثیر من حاجاته و هی تنفعه نفعًا عظیمًا، بها تضاء المنازل والمقاهی والمدارس والشوارع، انها تمحو الظلام محوًا و تبدله نورًا ثاقبًا، بهابهجة الحفلات وررونق الافراح انها اقویٰ من جمیع الانوار التی نستنتجها من الزیوت المختلفة. الحاصلة من النبات او من الارض.

وهی تسیر الترام الذی یسهل فی المدن حاجة کبیرة من تنقلات الناس من جوانب المدینة الواحدة الی الاُخریٰ مع ماله من اجرة رخیصة فالناس یختلفون الی هنا و هناك باسرع طریق کانت الالات والما کینات تحرك وتدار بمشقة عظیمة قبل اکتشافات الکهرباء فلما اکتشف سهل ادارتها و تحریکها و تحملت الکهرباء و حدها ما کان یتحمله الوف من الناس من تسییر الالات والماکینات فبذالك یسهل

كل عمل صناعى فالمعامل والمصانع تعمل بسرعة فائقة و توفر لاهلها مالا كثيرا و منافع جُمَّة و تقدم للأمة المصنوعات الكثيرة. فلا يقل الناس ما يحتاجون اليها من مصنوعات و اشياء و منتجات.

﴿الورقة الخامسة : فى الأدب العربى﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۱ھ

الشق الاوّل......

نَفْسِي الْفِدَاءُ لِثَغْرٍ رَاقَ مَبْسِمُهُ ۔ وَزَانَهُ شَنَبٌ نَاهِيكَ مِنْ شَنَبِ

يَفْتَرُّ عَنْ لُؤْلُؤٍ رَطْبٍ وَ عَنْ بَرَدٍ ۔ وَ عَنْ اَقَاحٍ وَ عَنْ طَلْعٍ وَعَنْ حَبَبِ

فَاسْتَجَادَهُ مَنْ حَضَرَ ، وَاسْتَحْلَاهُ ، وَاسْتَعَادَهُ مِنْهُ، وَاسْتَمْلَاهُ، وَسُئِلَ لِمَنْ هٰذَا الْبَيْتُ ، وَ هَلْ حَيٌّ قَائِلُهُ اَوْ مَيْتٌ فَقَالَ: اَيْمُ اللّٰهِ! لَلْحَقُّ اَحَقُّ اَنْ يُتَّبَعَ۔(مقامہ۲۔ص۵۶)

عبارت پر اعراب لگائیں، ترجمہ کریں، مخطوطہ الفاظ کے ابواب اور معانی لکھیں۔ (درس مقامات۔ص۱۱۴)

﴿خلاصہ سوال﴾......اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) الفاظ مخطوطہ کے ابواب اور معانی۔

جواب...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ میرا نفس فدا ہو ایسے دانتوں پر جن کی جائے تبسم خوشگوار ہے اور اسے مزین کیا ہے ایسی چمک نے جو کافی ہے تجھے ہر چمک سے۔ وہ تروتازہ موتیوں سے اور اولوں سے اور گلِ بابونہ سے کلی سے اور بلبلوں سے مسکراتی ہے۔ حاضرین نے اس کو شیریں جانا اور اس کو اس سے دوبارہ کہلوایا اور اس کی املاء کو طلب کیا اور پوچھا گیا کہ یہ شعر کس کے ہیں اور کیا اس کا کہنے والا زندہ ہے یا مر گیا ہے؟ تو اس نے کہا اللہ کی قسم البتہ حق زیادہ لائق ہے اس بات کے کہ اس کی اتباع کیا جائے۔

❸ الفاظ مخطوطہ کے ابواب اور معانی:۔ "رَاقَ" یہ باب نصر سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی خوشگوار ہونا۔

"فَاسْتَجَادَهُ" یہ باب استفعال سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی جید و عمدہ سمجھنا۔

"حَضَرَ" یہ باب نصر سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی حاضر ہونا۔

"اِسْتَحْلَاهُ" یہ باب استفعال سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی میٹھا سمجھنا۔

"اِسْتَعَادَهُ" یہ باب استفعال سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی عود کو طلب کرنا (اعادہ کرنا)۔

"اِسْتَمْلَاهُ" یہ باب استفعال سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی املاء (لکھنا) کو طلب کرنا (لکھوانا)۔

الشق الثانی...... فَلَمَّا رَوَّقَ اللَّيْلُ الْبَهِيمُ وَلَمْ يَبْقَ اِلَّا التَّهْوِيمُ سَمِعْنَا مِنَ الْبَابِ نَبْأَةَ مُسْتَنْبِحٍ ثُمَّ تَلَتْهَا صَكَّةُ مُسْتَفْتِحٍ فَقُلْنَا مَنِ الْمُلِمُّ فِى اللَّيْلِ الْمُدْلَهِمِّ فَقَالَ:

يَا اَهْلَ ذَا الْمَغْنٰى وُقِيتُمْ شَرًّا ۔ وَلَا لَقِيتُمْ مَا بَقِيتُمْ ضُرًّا

قَدْ دَفَعَ اللَّيْلُ الَّذِىْ اِكْفَهَرَّا ۔ اِلٰى ذَرَاكُمْ شَعِثًا مُغْبَرًّا (مقامہ۵۔ص۸۹)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، خط کشیدہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق کریں، آخری شعر کی نحوی ترکیب کریں۔ (دروس مقامات۔ص ۲۱۳)

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) کلماتِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق (۴) آخری شعر کی نحوی ترکیب۔

جواب ...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ پس جب تاریک رات نے اپنا خیمہ تان لیا اور اونگھ کے علاوہ کچھ باقی نہ رہا تو ہم نے دروازہ سے کتوں کے بھونکوانے والے کی آواز سنی پھر اُس کے پیچھے دروازہ کھلوانے والے کی کھٹکھٹاہٹ آئی پس ہم نے کہا کہ تاریک رات میں آنے والا کون ہے؟ تو اُس نے کہا (اشعار) اے گھر والو! تم شر سے بچائے جاؤ اور جب تک تم باقی رہو بدحالی و تکلیف سے نہ ملو۔ تحقیق دفع کر دیا یا دھکیل دیا اُس رات نے جو تاریک ہے تمہارے صحن کی طرف ایک پراگندہ بالوں والے غبار آلود شخص کو۔

❸ کلماتِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ "اَلتَّهْوِيْمُ" یہ بابِ تفعیل کا مصدر ہے بمعنی ہلکی نیند واُونگھ کا آنا۔

"رَوَّقَ" صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معلوم از مصدر تَرْوِيْقٌ (تفعیل، اجوف) بمعنی خیمہ تاننا۔

"مُسْتَفْتِحٌ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر اِسْتِفْتَاحٌ (استفعال، صحیح) بمعنی کھلوانا۔

"اَلْمُلِمُّ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر اِلْمَامٌ (افعال، مضاعف) بمعنی فروکش ہونا، مہمان بننا۔

"اَلْمُدْلَهِمُّ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر اِدْلِهْمَامٌ (افعلال، صحیح) بمعنی سخت تریک ہونا۔

"اِكْفَهَرَّ" صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معلوم از مصدر اِكْفِهْرَارٌ (افعلال، صحیح) بمعنی تاریکی کا گہرا ہونا۔

"مُغْبَرًّا" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر اِغْبِرَارٌ (افعلال، صحیح) بمعنی غبار آلود ہونا۔

❹ آخری شعر کی نحوی ترکیب:۔ قد تحقیقیہ دفع فعل الليل موصوف الذی اسم موصول اکفهر فعل مع فاعل مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ، موصول صلہ ملکر صفت، موصوف صفت ملکر فاعل، الٰی جارہ ذراکم مضاف مضاف الیہ ملکر مجرور، جار مجرور ملکر متعلق ہوا فعل کے، شعثا مغبرًا موصوف صفت ملکر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل مفعول بہ اور متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱٤۳۱ھ

الشق الاوّل ...... فَضَحِكَ الْقَاضِيُ حَتّٰى هَوَتْ دَنِيَّتُهٗ ، وَ نَوَتْ سَكِيْنَتُهٗ فَلَمَّا فَاءَ اِلَى الْوَقَارِ وَ عَقَّبَ الْاِسْتِغْرَابَ بِالْاِسْتِغْفَارِ قَالَ: اَللّٰهُمَّ بِحُرْمَةِ عِبَادِكَ الْمُقَرَّبِيْنَ، حَرِّمْ حَبْسِيْ عَلَى الْمُتَاَدِّبِيْنَ ، ثُمَّ قَالَ لِذٰلِكَ الْاَمِيْنِ: عَلَيَّ بِهٖ، فَانْطَلَقَ مُجِدًّا فِيْ طَلَبِهٖ، ثُمَّ عَادَ بَعْدَ لَاْيٍ مُخْبِرًا بِنَأْيِهٖ، فَقَالَ لَهُ الْقَاضِيُ: اَمَا اِنَّهٗ لَوْ حَضَرَ لَكُفِيَ الْحَذَرَ۔

عبارت پر اعراب لگائیں، ترجمہ کریں، مخطوطہ الفاظ کے ابواب اور معانی لکھیں۔ (مقامہ ۹۔ص ۱۴۶) (دروس مقامات۔ص ۳۸۳)

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) الفاظِ مخطوطہ کے ابواب اور معانی۔

جواب ...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ پس قاضی ہنس پڑا یہاں تک کہ اس کی ٹوپی گر پڑی اور اس کا وقار زائل ہو گیا۔ پھر جب وہ وقار کی طرف

لوٹا اور شدتِ ضحک کے پیچھے استغفار کو لایا، تو کہا اے اللہ! اپنے مقرب بندوں کی حرمت کے طفیل ادب والوں پر میرے قید ڈالنے کو حرام کر دے۔ پھر اس امین سے کہا کہ اس کو میرے پاس لاؤ چنانچہ وہ اس کی تلاش میں کوشش کرتے ہوئے نکلا، اور کچھ دیر کے بعد اس کی دوری کی خبر دیتے ہوئے لوٹا۔ پس اس کو قاضی نے کہا اگر وہ حاضر ہوتا تو وہ خوف وخطر سے کفایت کیا جاتا۔

③ الفاظِ مخطوطہ کے ابواب اور معانی:۔ "فَضَحِكَ" یہ باب سمع سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی ہنسنا۔

"هَوَتْ" یہ باب ضرب سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی نیچے گرنا۔ "ذَوَتْ" یہ باب سمع سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی مرجھانا، تازگی کا زائل ہونا۔ "فَاءَ" یہ باب ضرب سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی لوٹنا۔

"عَقَّبَ" یہ باب تفعیل سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی پیچھے لانا، عقب میں لانا۔

"حَرِّمْ" یہ باب تفعیل سے امر حاضر معلوم کا صیغہ ہے بمعنی حرام کرنا۔

الشق الثانی ......**وَرَصَّعْتُهٗ فِيهَا مِنَ الْاَمْثَالِ الْعَرَبِيَّةِ وَاللَّطَائِفِ الْاَدَبِيَّةِ وَالْاَحَاجِي النَّحْوِيَّةِ وَالْفَتَاوَى اللُّغَوِيَّةِ وَالرَّسَائِلِ الْمُبْتَكِرَةِ وَالْخُطَبِ الْمُحَبَّرَةِ وَالْمَوَاعِظِ الْمُبْكِيَةِ وَالْاَضَاحِيكِ الْمُلْهِيَةِ مِمَّا اَمْلَيْتُ جَمِيعَهٗ عَلٰى لِسَانِ اَبِىْ زَيْدِ السُّرُوْجِيِّ وَاسْتَنَدْتُ رِوَايَتَهٗ اِلَى الْحَارِثِ بْنِ هَمَّامِ الْبَصْرِيِّ** (مقدمہ۔ص۲۱)

عبارت پر اعراب لگائیں، عبارت کا سلیس ترجمہ کریں، خط کشیدہ کلمات کی لغوی تحقیق ذکر کریں، ابوزید سروجی اور حارث بن ہمام کا مختصر تعارف کریں۔ (درسِ مقامات۔ص۴۱)

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) کلماتِ مخطوطہ کی لغوی تحقیق (۴) ابوزید سروجی اور حارث بن ہمام کا تعارف۔

جواب...... ① عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

② عبارت کا ترجمہ:۔ اور جڑ دی میں نے ان میں عربی کہاوتیں، ادبی لطیفے، نحوی پہیلیاں، لغوی فتاوی، نرالے رسالے، مزین خطبے، رلا دینے والی نصیحتیں اور غافل کر دینے والی ہنسی کی باتیں۔ اس قسم میں سے کہ میں نے ان تمام کو ابوزید سروجی کی زبان سے املاء کروایا اور اس کی روایت کو حارث بن ہمام بصری کی طرف منسوب کیا۔

③ خط کشیدہ کلمات کی لغوی تحقیق:۔ "رَصَّعْتُهٗ" یہ ترصیع (تفعیل) سے ماضی کا صیغہ ہے بمعنی کسی چیز کو جوڑنا، ملانا اور ٹانکنا۔

"اَلْاَمْثَالُ" یہ مثل کی جمع ہے بمعنی مثل وقول مشہور۔ "اَلْمُبْتَكِرَةُ" یہ اِبْتِكَارٌ (افتعال) سے اسم فاعل ہے بمعنی ایجاد کرنا۔

"اَللَّطَائِفُ" یہ لطیفہ کی جمع ہے بمعنی عجیب اور عمدہ بات، اور وہ نکتہ جس کے بیان سے نفس میں خوشی ہو۔

"اَلْاَحَاجِيُّ" یہ اُحْجِيَّةٌ کی جمع ہے بمعنی چیستان وپہیلی۔ "اَلْخُطَبُ" یہ خُطْبَةٌ کی جمع ہے بمعنی خطاب۔

"اَلْمُحَبَّرَةُ" یہ تَحْبِيْرٌ (تفعیل) مصدر سے اسم مفعول ہے بمعنی مزین کرنا۔

"وَالْاَضَاحِيكُ" یہ اُضْحُوْكَةٌ کی جمع ہے بمعنی لطیفہ، خوشی والی بات، ہنسی۔

"اَلْمُلْهِيَةُ" یہ "الهاء" (افعال) مصدر سے اسم فاعل ہے بمعنی مشغول کرنا۔

④ **ابوزید سروجی اور حارث بن ہمام کا تعارف:۔** علامہ حریری رحمہ اللہ نے مقامات میں دو آدمیوں کو مستقل ذکر کیا ہے کہ ایک قصہ کا راوی اور حکایت کرنے والا اور دوسرا قصہ کا ہیرو اور مرکزی کردار، قصہ کے راوی کا نام حارث بن ہمام ہے، حارث کے معنیٰ کھیتی کرنیوالا، کسب کرنیوالا اور ہمام کے معنیٰ اپنے کاموں کی طرف توجہ دینے والا اور ظاہر ہے اس دنیا میں ہر آدمی حارث بھی ہے اور ہمام بھی، علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے الجامع الصغیر میں یہ حدیث نقل کی ہے **اصدق الاسماء حارث وھمام** یعنی حارث اور ہمام سچے نام ہیں اس بناء پر راوی کا نام علامہ حریری رحمہ اللہ نے حارث بن ہمام رکھا ہیرو اور مرکزی کردار کا نام ابوزید سروجی رکھا ہے بعض کہتے ہیں کہ یہ ایک فرضی نام ہے مسجد بنی حرام میں جس شخص نے خطبہ دیا اور تقریر کی تھی حریری رحمہ اللہ نے اپنی طرف سے اس کا نام ابوزید سروجی رکھ دیا اور بعضوں کا کہنا ہے کہ یہ علامہ حریری رحمہ اللہ ہی کے زمانے کے ایک ادیب مطہر بن سلام کی کنیت ہے حریری نے اس کو اپنے مقامات کا مرکزی کردار قرار دیا ہے علامہ قفطی رحمہ اللہ نے اپنی مشہور کتاب انباہ الرواۃ میں اس کو ذکر کیا ہے لیکن پہلی بات دل کو زیادہ لگتی ہے کہ یہ فرضی نام ہے جس طرح حارث بن ہمام فرضی نام ہے۔

السوال الثالث ۱۴۳۱ھ

الشق الاوّل ......درج ذیل جملوں کا اردو میں ترجمہ کریں۔

الکھرباء تسیر الترام الذی ینتشر فی المدینه کالشرایین فی الجسم، فیربط بین انحائھا، ویقرب اجزائھا، ویصلھا بضواحیھا التی لولاہ لم نبلغھا الا بالمشقة والتعب، فتسھل اعمالنا، لأ ننانصل الی غایاتنا فی اقرب زمن، وتروج التجارة اذ تقتصر بفضله المسافات ، ویتوفربه الوقت، وھی تدیر الألات التی تخرج النسیج والتی لم تکن تدار الابایدی الأقویاء مناقبل اکتشافھا۔ (ص ۱۹۔ مجلس نشریات اسلام)

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں فقط مذکورہ عربی جملوں کا اردو میں ترجمہ مطلوب ہے

جواب ......**مذکورہ عربی جملوں کا اردو میں ترجمہ:۔** اور وہ بجلی اس ٹرام کو چلاتی ہے جو شہروں میں ایسے پھیلی ہوئی ہے جیسے رگیں جسم میں، وہ شہر کے اطراف کو باہم ملاتی اور اس کے اجزاء کو ایک دوسرے سے قریب کرتی اور شہر کو نواحی علاقوں سے ملاتی ہے جن تک ٹرام نہ ہونے کی صورت میں مشقت وزحمت جھیلے بغیر ہم نہ پہنچ سکتے تو (ٹرام کی بدولت) ہمارے کام آسان ہو جاتے ہیں اس لئے کہ ہم بہت جلد اپنے مقاصد تک پہنچ جاتے ہیں اور تجارت کی ترقی ہوتی ہے اس لئے کہ ٹرام کی بدولت فاصلے مختصر ہو جاتے ہیں اور اس کے ذریعے وقت کی بچت ہوتی ہے اور بجلی کپڑا بننے والی مشینوں کو چلاتی ہے۔ اور ایسی مشینوں کو بھی جو بجلی کی دریافت سے پہلے قوی ہیکل لوگوں کے ہاتھوں سے ہی چل سکتی تھی۔

الشق الثانی ......درج ذیل عنوانات میں کسی ایک پر دس سطروں میں مضمون لکھیں۔ **العقل وفوائدہٗ، السفر بالقطار۔**

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں فقط مذکورہ عنوانات میں سے کسی ایک عنوان پر عربی میں مضمون مطلوب ہے۔

جواب ......**مذکورہ عنوانات پر عربی میں مضمون:۔**

......العقل وفوائدہٗ......

غیر خاف ان اشرف الخواص التی یتمیز الانسان به من الحیوان ھو العقل الذی ھو سلطان

القرائح ورأس العلوم و سبب ادراكها و مادة الفهم و منبع الحكمة وهو الموصل الى صلاح الدين والدنيا لا تستقيم الحياة الابه ولاتدورا الامور الا عليه وهو نور موضوع فى القلب كنور البصر فى العين ينقص و يزيد و يذهب و يعود و كيف لا يكون العقل افضل موجود فى البرية و اشرف موضوع في هذا الخليقة الادمية و قد خصه الله تعالىٰ بالانسان لشرفه وكما له و عزته و جلاله۔

انما العقل نور عظيم رزقه الله الانسان يسلك به طرقه بالسلامة والاستقامة و به يسيطر على الحيوانات والاحياء الاخرى و به يترقى و يتقدم و يخترع المصنوعات ويكشف المجاهيل و يصنع الخطط و يرتب المبادئ و يحكم على الموجودات يشق الجبال و يجفف جوانب البحار فيكون منها برا يبسا و يطير فى الجّو ويسافر فى اعماق البحور فهو آلة بين يديه يتسلط بها على كثير من الاشياء فهو نور من الله من حرمه حرم خيرا كثيرا (و من يؤت الحكمة فقد اوتى خيرا كثيرا)۔

...... السفر بالقطار ......

انا لا احب الاسفار واكره الخروج من بيتى بالطبع الا لحاجة شديدة ففى الشهر السالف اكرهنى بعض اقاربى ان اسافر اليهم للشركة فى حفلة زواج وهم يسكنون فى كراتشى منذ زمن طويل فوافقتهم على مضض وتهيات للسفر قبل ايام فحَجزت المقعد فى القطار و اعددت الحوائج المطلوبة من الامتعة والزاد ففى مساء الارتحال توجهت الى المحطة متشوشا متفكرا فبلغت المحطة قبل مجيئى القطار بنصف ساعة وبدات اتمشى على الرصيف منتظرا للقطار ودق الجرس حين حان موعد القطار فاستعد الركاب وبدات الحركة على الرصيف فجاء القطار و وقف على الرصيف بضع دقائق و كان المنظر ملحوظا فبعض الناس ينزلون وبعضهم يركبون والحمالون يصيحون ويحرون فركبت بسم الله ووصلت الى مقعدى بشق النفس لان القطار كان قطار ركاب غاصا بالمسافرين وجو العربة كان غير ملائم لى لان رفقة السفر كلهم قوم منكرون فبعضهم يدخنون السيجارة و بعضهم يخوضون فى حديث فارغ واخرون قائمون سدوا الطريق لضيق المكان فضجرت من هذه الفعلات وضاق بها صدرى و مما اسيت عليه غاية الاسا ان ثلث صلوات ادركتنا فى القطار لكن لم ينهض للصلوة الا ثلثة رجال او اربعة من جميع العربة فالى الله المشتكى وبالجملة ترك هذا السفر اثرا سيئا فى نفسى ففى الساعة الثامنة صباحا وصلت الى محطتى فنزلت شاكرا لله ، وانطلقت الى منزلى راكبا عربة الخيل و لا انسى انطباعات السفر فتلقيت منه دروسا معظمها انه لا ينبغى للانسان ان يسافر وحده بل يطلب الرفيق قبل الطريق وانه لا بد من حجز المقعد لكل من يريد ان يحفظ من وعثاء سفر القطار۔

وفى الختام يجب من ادخال التحسينات فى مصلحة السكة الحديدية لتقل متاعب السفر وتنحل مشاكل المسافرين وقد صح ما قيل: ان السفر قطعة من السقر۔

الورقة الخامسة : فی الأدب العربی

السوال الاوّل ۱۴۳۲ھ

الشق الاوّل ......فَقَالَ اَتَقَلَّبُ فِی الْحَالَیْنِ بُؤْسٍ وَرُخَاءٍ وَاَنْقَلِبُ مَعَ الرِّیْحَیْنِ زَعْزَعٍ وَرُخَاءٍ فَقُلْتُ كَیْفَ اِدَّعَیْتَ الْقَزَلَ وَمَا مِثْلُكَ مَنْ هَزَلَ فَاسْتَسَرَّ بِشْرُهُ الَّذِیْ كَانَ تَجَلّٰی ثُمَّ اَنْشَدَحِیْنَ وَلّٰی۔

تَعَارَجْتُ لَارَغْبَةً فِی الْعَرَجِ ۔۔۔ وَلٰكِنْ لِأَقْرَعَ بَابَ الْفَرَجِ

وَاُلْقِیَ حَبْلِیَ عَلٰی غَارِبِیْ ۔۔۔ وَاَسْلُكَ مَسْلَكَ مَنْ قَدْ مَرَجْ

فَاِنْ لَامَنِی الْقَوْمُ فَقُلْتُ اعْذِرُوْا ۔۔۔ فَلَیْسَ عَلٰی اَعْرَجٍ مِنْ حَرَجْ

(مقامہ۳۔ص۷۴)

عبارت مذکورہ پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، خط کشیدہ کلمات کی لغوی تحقیق کریں، آخری شعر کی نحوی ترکیب کریں۔ (درسِ مقامات۔ص۱۶۴)

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) کلماتِ مخطوطہ کی لغوی تحقیق (۴) آخری شعر کی ترکیب۔

جواب ...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ پس اس نے کہا میں دو حالتوں میں تبدیل ہوتا رہتا ہوں کبھی سختی میں اور کبھی فراخی میں اور دو قسم کی ہواؤں کے ساتھ یعنی آندھی اور نرم ہوا کے ساتھ پھرتا رہتا ہوں۔ میں نے کہا، تو نے ست لنگڑے پن کا کیسے دعویٰ کیا، تجھ جیسا تو کوئی مسخرا ہی نہیں۔ اس کا کھلا ہوا چہرہ کملا (شرما) گیا۔ پھر اس نے جاتے وقت یہ شعر پڑھے۔

بہ تکلف لنگڑا بنا میں نہ از روئے رغبت کے لنگڑے پن میں اور لیکن تا کہ کھٹکھٹاؤں میں کشادگی کے دروازے کو اور تا کہ ڈالوں میں اپنی رسّی کو اپنی گردن پر اور چلوں اس شخص کے راستے پر جس نے خلط ملط کر دیا، پس اگر ملامت کرے گی مجھ کو قوم تو کہوں گا میں کہ معذور رکھو مجھے کیونکہ لنگڑے پر کوئی حرج نہیں۔

❸ کلماتِ مخطوطہ کی لغوی تحقیق:۔ "بُؤْسٌ" بمعنی تنگی و فقر و فاقہ مصدر (سمع) بمعنی حاجت مند ہونا۔

"رُخَاءٌ" بمعنی وسعت و کشادگی، مصدر (سمع) وسعت و کشادگی والا ہونا، خوش عیش ہونا۔

"زَعْزَعٌ" بمعنی آندھی، طوفان، مصدر زَعْزَعَةٌ (فعللة) بمعنی سخت حرکت دینا۔

"اَلْقَزَلُ" بمعنی لنگڑا پن، مصدر (ضرب) بمعنی کودنا، لنگڑے کی چال چلنا۔

"هَزَلَ" یہ باب ضرب کا مصدر ہے بمعنی ہنسی مذاق کرنا، ٹھٹھا و تمسخر کرنا، بیہودہ گوئی۔

"فَاسْتَسَرَّ" یہ باب استفعال سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی پوشیدگی طلب کرنا، بہت آہستہ بات کرنا۔

"وَلّٰی" باب تفعیل سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی پیٹھ پھیرنا۔ "حَبْلِیْ" مفرد ہے اسکی جمع حِبَالٌ حُبُلٌ ہے بمعنی رسی۔

"مَرَجَ" یہ باب نصر سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی ملانا، خلط کرنا۔

❹ آخری شعر کی ترکیب:۔ فاء تفریعیہ ان شرطیہ لَمْ فعل نون وقایہ یاء ضمیر مفعول بہ القوم فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر شرط، قُلْتُ فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ ہو کر قول، اِغْذِرُوْا فعل وفاعل ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر مقولہ ہوا قول کا، قول اپنے مقولہ سے مل کر جزاء، شرط اپنی جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ ہوا، فاء تعلیلیہ لیس فعل ناقص علی اعرج جار مجرور مل کر ثابت کے متعلق ہو کر لیس کا اسم، من حرج جار مجرور مل کر ثابت کے متعلق ہو کر لیس کی خبر لیس اپنے اسم وخبر سے ملکر جملہ اسمیہ ہو کر تعلیل ہوئی۔

الشق الثانی......فَقَالَ اَرْعَی الْجَارَ وَ لَوْ جَارَ وَاَبْذُلُ الْوِصَالَ لِمَنْ صَالَ وَاَحْتَمِلُ الْخَلِيْطَ وَلَوْ اَبْدَی التَّخْلِيْطَ وَاَوَدُّ الْحَمِيْمَ وَلَوْ جَرَّعَنِی الْحَمِيْمَ وَأُفَضِّلُ الشَّفِيْقَ عَلَی الشَّقِيْقِ وَأَفِیْ لِلْعَشِيْرِ وَاِنْ لَّمْ يُكَافِیْ بِالْعَشِيْرِ وَاَسْتَقِلُّ الْجَزِيْلَ لِلنَّزِيْلِ وَاَغْمُرُ الزَّمِيْلَ بِالْجَمِيْلِ ۔ (مقامہ۴۔ص۷۷)

درج بالا عبارت کا سلیس ترجمہ کریں، خط کشیدہ کلمات کی لغوی اور صرفی تحقیق کریں۔ (درسِ مقامات۔ص۱۷۸)

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حل دو امر ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) کلمات مخطوطہ کی لغوی اور صرفی تحقیق۔

جواب...... ❶ عبارت کا ترجمہ:۔ پس وہ کہنے لگا میں اپنے پڑوسی کی رعایت کرتا ہوں اگر چہ وہ ظلم کرے اور میں اس شخص کو بھی وصال (محبت) عطا کرتا ہوں جو مجھ پر حملہ کرے، اور میں ساتھی کو برداشت کرتا ہوں اگر چہ وہ گڑبڑ ظاہر کرے اور دوست سے محبت کرتا ہوں اگر چہ وہ مجھے گرم پانی گھونٹ گھونٹ کر پلائے اور میں دوست کو فضیلت وترجیح دیتا ہوں حقیقی بھائی پر اور میں پورا حق دیتا ہوں معاشرت اختیار کرنے والے کو اگر چہ وہ مجھے دسواں حصہ بھی نہ دے اور قلیل سمجھتا ہوں میں کثیر کو مہمان کیلئے اور ڈھانپ لیتا ہوں میں رفیقِ سفر کو عطایا کے ساتھ۔

❷ کلماتِ مخطوطہ کی لغوی اور صرفی تحقیق:۔ "اَرْعٰی" صیغہ واحد متکلم بحث فعل مضارع معلوم از مصدر رِعَایَةٌ (فتح) بمعنی رعایت کرنا۔ "جَارَ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل ماضی معلوم از مصدر جَوْرًا (نصر) بمعنی ظلم کرنا۔

"اَبْذُلُ" صیغہ واحد متکلم بحث فعل مضارع معلوم از مصدر بَذْلًا (نصر) بمعنی خرچ کرنا۔

"صَالَ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل ماضی معلوم از مصدر صَوْلًا و صَوْلَةً (نصر) بمعنی حملہ کرنا۔

"اَلْخَلِيْطُ" صیغہ صفت ہے اسکی جمع خُلُطٌ ، خُلَطَاءُ ہے بمعنی خلط ملط رکھنے والا، شریک، مصدر (ضرب) بمعنی خلط کرنا۔

"اَلتَّخْلِيْطُ" یہ باب تفعیل کا مصدر ہے بمعنی ملانا۔ "اَلْعَشِيْرُ" مفرد ہے اس کی جمع اَعْشِرَاءُ ہے بمعنی دسواں حصہ۔

"اَلْحَمِيْمُ" یہ مفرد ہے اس کی جمع حِمَّاءُ ہے بمعنی گہرا و مخلص دوست، اگر اس کی جمع حَمَائِمُ ہو تو بمعنی گرم کھولتا ہوا پانی۔

"جَرَّعَنِیْ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل ماضی معلوم از مصدر تَجْرِيْعٌ (تفعیل) بمعنی گھونٹ گھونٹ کرکے پلانا۔

"اَغْمُرُ" صیغہ واحد متکلم بحث فعل مضارع معلوم از مصدر غَمْرًا (نصر) بمعنی ڈھانپنا۔

"اَلشَّقِيْقُ" بمعنی ٹکڑا، آدھا، سگا بھائی، مصدر شَقًّا (نصر) بمعنی چیرنا، پھاڑنا، ٹکڑے کرنا۔

"اَلْعَشِيْرُ" یہ مفرد ہے اس کی جمع عُشَرَاءُ ہے بمعنی ساتھ رہنے والا، معاشرت اختیار کرنے والا۔

"اَسْتَقِلُّ" صیغہ واحد متکلم بحث فعل مضارع معلوم از مصدر استقلال (استفعال) بمعنی کم وقلیل سمجھنا۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۲ھ

الشق الاول ......وَالسَّمْحُ يُغْذِيْ وَالْمَحِكُ يُقْذِيْ وَالْعَطَاءُ يُنْجِيْ وَالْمِطَالُ يُسْجِيْ وَالدُّعَاءُ يَقِيْ وَالْمَدْحُ يُنْقِيْ وَالْحُرُّ يَجْزِيْ وَالْإِلْطَاطُ يُخْزِيْ وَاطِّرَاحُ ذِي الْحُرْمَةِ غَيٌّ وَمَحْرَمَةُ بَنِي الْآمَالِ بَغْيٌ وَمَاضَنَّ اِلَّاغَبِيْنٌ وَلَاغُبِنَ اِلَّاضَنِيْنٌ وَلَاخَزَنَ اِلَّاشَقِيٌّ وَلَاقَبَضَ رَاحَةً تَقِيٌّ وَمَا فَتِئَ وَعْدُكَ يَفِيْ وَآرَاؤُكَ تَشْفِيْ وَهِلَالُكَ يُضِيْ وَ حِلْمُكَ يُغْضِيْ وَآلَاؤُكَ تُغْنِيْ وَاَعْدَاؤُكَ تُثْنِيْ وَحُسَامُكَ يُفْنِيْ ۔ (مقامہ ۶۔ص ۱۱۰)

عبارت کا ترجمہ کریں، خط کشیدہ کلمات کی لغوی تحقیق کریں اور یہ بتائیں کہ یہ عبارت کس مقدمہ کی ہے؟ (دروس مقامات۔ص ۲۸۱)

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) کلمات مخطوطہ کی لغوی تحقیق (۴) مقامہ کی تعیین۔

جواب ...... ❶ **عبارت پر اعراب:۔** کمامرّ فی السوال آنفا۔

❷ **عبارت کا ترجمہ:۔** اور سخی آدمی غذا دیتا ہے اور بخیل آنکھوں میں دھول ڈالتا ہے اور بخشش نجات دلاتی ہے، اور ٹالنا غمگین کرتا ہے اور دعاء شرم سے بچاتی ہے اور تعریف پاک وصاف کر دیتی ہے، اور شریف آدمی اچھا بدلہ دیتا ہے اور حق سے انکار کرنا رسوا کر دیتا ہے اور صاحب عزت کو دور پھینکنا گمراہی ہے اور امیدواروں کو محروم کرنا ظلم اور سرکشی ہے اور سوائے بے وقوفوں کے کوئی بخل نہیں کرتا اور سوائے بخیل کے کوئی دھوکہ نہیں دیا جاتا۔ بد بخت کے علاوہ کوئی خزانہ جمع نہیں رکھتا اور نیک پرہیزگار کبھی اپنی مٹھی بند نہیں کرتا، آپ کا وعدہ ہمیشہ وفا ہوتا ہے، آپ کی آراء شفاء بخشتی ہیں، آپ کا چاند روشن رہتا ہے، آپ کا حلم چشم پوشی کرتا ہے، آپ کی نعمتیں غنی بناتی ہیں، آپ کے دشمن بھی (آپ کی) تعریف کرتے ہیں، آپ کی تیز تلوار فناء کر دیتی ہے۔

❸ **خط کشیدہ کلمات کی لغوی تحقیق:۔** "اَلسَّمْحُ" بمعنی جواں مرد سخی جو کھانا کھلائے یا دے۔

"اَلْمَحِكُ" بمعنی بخیل اور کنجوس (فتح وسمع) بمعنی گفتگو میں جھگڑنا۔ "يُقْذِيْ" یہ اِقْذَاءٌ (افعال) سے مضارع ہے بمعنی تنکا نکالنا یا ڈالنا۔

"اَلْمِطَالُ" مصدر (مفاعلہ) مجرد مَطْلًا (نصر) بمعنی ٹال مٹول کرنا، تاخیر کرنا۔

"يُنْقِيْ" یہ اِنْقَاءٌ (افعال) سے مضارع ہے بمعنی پاک کرنا۔ "اِطِّرَاحٌ" باب افتعال کا مصدر ہے بمعنی پھینکنا و دور کرنا۔

"غَيٌّ" بمعنی گمراہی۔ مصدر غَيًّا (ضرب) غَوَايَةً (سمع) بمعنی گمراہ ہونا، مجرم ہونا۔

"مَحْرَمَةٌ" یہ مفرد ہے اس کی جمع مَحَارِمُ ہے بمعنی وہ چیز جس کی حرمت وعزت واجب ہو۔

"بَغْيٌ" بمعنی زیادتی وظلم۔ مصدر بَغْيًا و بَغَاوَةً (ضرب) بمعنی طلب کرنا، نافرمانی کرنا، ظلم وزیادتی کرنا۔

"ضَنَّ" (نصر) سے ماضی ہے بمعنی بخل کرنا، ضَنِيْنٌ بمعنی بخیل۔ "خَزَنَ" خَزْنَةً (نصر) سے ماضی ہے بمعنی مال کا جمع کرنا۔

"تَشْفِيْ" صیغہ واحد مؤنث غائب فعل مضارع معلوم از مصدر شِفَاءٌ (ضرب) بمعنی شفاء وتندرستی دینا۔

"حِلْمٌ" یہ مفرد ہے اس کی جمع اَحْلَامٌ ہے بمعنی عقل ودانائی۔ مصدر حِلْمًا (کرم) بمعنی بردبار ہونا۔

"يُغْضِيْ" صیغہ واحد مذکر غائب فعل مضارع معلوم از مصدر اِغْضَاءٌ (افعال) بمعنی چشم پوشی کرنا۔

"حُسَامٌ" بمعنی کاٹنے والی تیز تلوار۔ مصدر حَسْمًا (ضرب) بمعنی کاٹنا، جڑ سے اکھاڑنا، رگ کاٹ کر اس پر داغ لگانا۔

❹ **مقامہ کی تعیین:۔** اس عبارت کا تعلق المقامة السادسه المراغية سے ہے۔

الشق الثانی ...... فَـاَشَارَ مَنْ اِشَارَتُهٗ حُكْمٌ وَ طَاعَتُهٗ غُنْمٌ اِلٰى اَنْ اُنْشِیءَ مَقَامَاتٍ اَتْلُوْفِيْهَا تِلْوَ الْبَدِيْعِ وَاِنْ لَمْ يُدْرِكِ الظَّالِعُ شَاْوَ الضَّلِيْعِ فَذَاكَرْتُهٗ بِمَا قِيْلَ فِيْمَنْ اَلَّفَ بَيْنَ كَلِمَتَيْنِ وَ نَظَمَ بَيْتًا اَوْ بَيْتَيْنِ۔

عبارت پر اعراب لگائیں عبارت کا واضح ترجمہ کریں۔ خط کشیدہ کلمات کی لغوی تحقیق کریں۔ **فذاکرته بما قیل** میں **ما قیل** سے کیا مراد ہے؟ (مقدمہ۔ ص۱۹) (درس مقامات۔ ص ۳۴)

﴿خلاصہ سوال﴾ ...... اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) کلمات مخطوطہ کی لغوی تحقیق (۴) **ما قیل** کی مراد۔

جواب ...... ❶ **عبارت پر اعراب:۔** کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ **عبارت کا ترجمہ:۔** چنانچہ اس شخص نے (مجھے) اشارہ کیا جس کا اشارہ حکم (کا درجہ رکھتا) ہے اور جس کی فرمانبرداری غنیمت ہے اس بات کی طرف کہ میں مقامات لکھوں۔ اس میں علامہ بدیع الزمان کی پیروی کروں۔ اگرچہ لنگڑا بیل قوی گھوڑے کی رفتار کو نہیں پا سکتا تو میں نے انہیں وہ بات یاد دلائی جو اس شخص کے بارے میں کہی گئی ہے جس نے دو کلمے تالیف کئے ہوں یا ایک دو شعر نظم کئے ہوں۔

❸ **کلمات مخطوطہ کی لغوی تحقیق:۔** "حُكْمٌ" یہ باب نصر کا مصدر ہے بمعنی امر و حکم کرنا۔

"غُنْمٌ" یہ مفرد ہے اس کی جمع غُنُوْمٌ ہے بمعنی غنیمت، بغیر محنت و مشقت کے چیز کا حاصل ہونا۔

"اَلظَّالِعُ" یہ باب فتح سے اسم فاعل کا صیغہ ہے بمعنی لنگڑا کر چلنا۔ "شَاْوًا" بمعنی مدت و غایت، اور مصدر (نصر) بمعنی آگے بڑھنا۔

"اَلضَّلِيْعُ" یہ مفرد ہے اس کی جمع ضُلَّعٌ ہے بمعنی قوی، ضَلَاعَةٌ مصدر (کرم) بمعنی قوی ہونا۔

"فَذَاكَرْتُهٗ" یہ مذاكرةً (مفاعلہ) مصدر سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی مذاکرہ کرنا، ایک دوسرے کو یاد دلانا۔

"نَظَمَ" نَظْمًا (ضرب) مصدر سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی پرونا، شعر بنانا۔

❹ **مـا قیل کی مراد:۔** مذکورہ مقولہ کے بارے میں ایک قول ابوعمرو بن العلاء کا ہے کہ آدمی لوگوں کے افواہ سے اس وقت تک محفوظ رہتا ہے جب تک کہ کوئی کتاب نہ لکھ دے یا کوئی شعر نہ کہہ دے۔ دوسرا قول عتابی کا مشہور ہے کہ جب آدمی کوئی کتاب لکھ لیتا ہے تو وہ مدح و ذم کیلئے اپنے آپ کو پیش کر دیتا ہے آگے کتاب اچھی ہوگی تو حسد کا نشانہ بنے گا بری ہوگی تو مذمت کا ہدف بنے گا۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۲ھ

الشق الاوّل ...... عبارت کا عربی میں ترجمہ کریں۔ قلم اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان نعمت ہے، اسکے ذریعہ انسان حیوان سے ممتاز ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اسکے ذریعہ بہت سے لوگوں کو پستی کے مقام سے بلندی کے مقام تک پہنچا دیتے ہیں اور بہت سے لوگوں کو پستیوں میں گرا دیتے ہیں چنانچہ وہ جاہل اور لوگوں کے دست نگر بن کے جیتے ہیں جن کی زندگی میں نہ کوئی قدر و قیمت ہوتی ہے نہ وقار و عزت اور نہ ہی کوئی انسان ان کا پاس و لحاظ کرتا ہے، اس کی قیمت قلیل سی ہے مگر کام بہت بڑا۔ بے قیمت اور چھوٹی سی لکڑی یا لوہے کے ایک بے قیمت چھوٹے سے ٹکڑے سے ہی اسے تیار کیا جاتا ہے مگر یہ بڑے بڑے کام انجام دیتا ہے۔ قلم ہی کے ذریعہ لوگوں

کے بہت سے کام انجام پاتے ہیں اور اسکے ذریعہ ملکوں کا نظام حکومت چلتا ہے۔ (ص ۲۴۔ مجلس نشریات اسلام)

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال میں فقط مذکورہ اردو عبارت کا عربی میں ترجمہ مطلوب ہے۔

جواب...... اردو عبارت کا عربی میں ترجمہ:۔ القلم نعمة الله تعالى العظيمة يمتازبها الانسان عن الحيوان، يرفع الله به كثيرا من الناس من المنزلة الوضيعة الى المنزلة الرفيعة و يسقط الله به كثيرا من الناس فيعيشون جُهّالًا رعاع الناس لا قيمة لهم فى الحياة ولا وقارلهم ولا عزولا يعبأبهم احد وانه رخيص جدا و عمله جليل لا يصنع الامن الخشب القصير التافة او بقطعة صغيرة من الحديد الرخيص غير انه يؤدى عملًا ضخامًا و به تقضى مآرب كثيرة الناس و تداردفة الحكم على البلاد۔

الشق الثانی...... مندرجہ ذیل میں سے کسی ایک عنوان پر عربی میں مضمون لکھیں۔ الامانة، دين الفطرة۔

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال میں فقط مذکورہ عنوانات پر عربی میں مضمون مطلوب ہے۔

جواب...... مذکورہ عنوانات پر عربی میں مضمون:۔

...... الامانة ......

الامانة من افضل الصفات الانسانية ولا منكر لفضلها الا من سفه نفسه فان فضلها و شرفها مسلم فى جميع الانام سواء كانوا مسلمين او غير مسلمين والرجل الامين مكرم و محبب عند الخالق والخلق كافة يثق به الناس و يعتمدون عليه فى جميع المعاملات و حرض الله ورسوله على اداء الامانة تحريضا بليغا و ذم الخيانة ذما كثيرا۔ فقال الله جل مجده ان الله يا مركم ان تودوا الامانات الى اهلها ان الله لا يحب الخائنين۔ و الله لا يهدى كيد الخائنين۔

وقد اناط النبى ﷺ الايمان بالامانة حيث قال: لايمان لمن لاامانة له (الحديث) وجعل الخيانة فى عداد آيات النفاق فقال: آية المنافق ثلاث اذا حدث كذب و اذا وعدا خلف واذا اؤ تمن خان و غير خاف على احد ان الرجل الذى لا يهتم باداء الامانة ولا يعبابه يسقط فى انظار الناس جميعا من الاقارف والاجانب فكل يخاف و يتقى منه تقة بل يحذر الناس منه مخافة خيانته و كثيرا ما يفتضح الرجل الخائن افتضاحا شنيعا فيتوارى من القوم من سوء ماحدث له و تسوء سمعته فى جميع المجتمع فلا جزاء للخائن سوى الخزى فى الدنيا والآخرة۔

فاعتبروا يا اولى الابصار من مصير تاجر بغداد خان شريكه و بغى عليه فقبض عليه آخر الامر و جعل من المسجونين فعوقب بشديد العقاب جزاء بما كسبا نكالا من الله و بجنب ذلك للامين شرف فوق القياس يكرمه الناس و ياتمنونه على اموالهم وثرواتهم آمنين مطمئنين۔

و شرف الامانة يعقب منافع هامة و فوائدتامة فى الدارين او فى الدار الآخرة خاصة و كفى لفضيلة الامانة اتصاف النبى ﷺ بها الى حدن اضطر مشركى مكة الى انهم لقبوه بالصادق الامين

رغم عداوتهم و بغضائهم فما كان بمكة احد عنده شیءٌ ثمین یخشی علیه الا وضعه عند رسول الله ﷺ ثقة بامانته ولذا خلف رسول الله ﷺ علیا بمكة شرفها الله تعالی عند الهجرة حتی یودی الودائع عنده لما هو مبسوط فی كتب السیر و بعد كل شیء و قبل ذلك فان الامانة صفة جلیلة بفضلها نسق نظام العالم وبفوتها فساد نظام العالم فیاللاسف لقد غابت الامانة الیوم عن الفرد والجماعت و تعرینا من هٰذه الصفة و انتثروبالخیانة فی جسد الجمیع و كاد ان یصدق علینا قول الرسول ﷺ ینام الرجل النومة فتقبض الامانة من قبله. (الحدیث) لقد غابت الامانة فی عصرنا و انا لاحوج الیها.

...... دین الفطرة ......

ولیس هٰذا العالم عبثا من غیر نظام من الله تعالٰی مقرر. قال الله تعالی " افحسبتم انما خلقنكم عبثا و انكم الینا لا ترجعون" ولقد كرم الله بنی آدم وجعلهم افضل الخلائق واشرفها. فبمقتضٰی ذٰلك مسئولیتهم هامة جدا ففوضت الی الانسان الذی یحمل مشعل الحكمة الالٰهیة. ادارة هذا العالم ولم تتحصل ولن تحصل هٰذه الحكمة الالٰهیة للانسان الا من ید الرسول العظیم محمد ﷺ لانه لا یمكن لانسان مهمایكن حكیما لبیبا ان یضع دستور الحیاة الجامع یلائم طبائع الناس جمیعا او یتفقون معهٗ، فلا مناص لهم من ان یعترفوا و یقتنعوا ان الدستور الذی جاء به محمد ﷺ هو دستور الحیاة و قانون الكون، فیه ضمانة بسلامة العالم و احتفاظ حقوقه و ترفه الخلق كافة فكلما سار الانسان مهملاً هٰذا الدستور لزمته الزلات والعشرات فتنتج هضم الحقوق والتحام الحرب والنزاع المستمر فالحل الوحید لجمیع المشاكل هو الاسلام ولا ریب فی ان الاسلام قانون الاسلام و حكم غالیة فی دقائق شئون الحیوة وما هو بدستور المسلمین فحسب. بل الاسلام حاجة الجمیع. كتابه القرآن و زعیمهٗ محمد ﷺ ولا غنی لاحد من الناس ولا مفرو من یرغب عنه الا من سفه نفسه فندعوا العالم الضال الطریق ان یعود الی ضالته الاسلام و یكف عن مخالفته فلا یخالفه الا من خالف الفطرة والطبیعةِ لان الاسلام دین الفطرة ولذٰلك یصلح لجمیع الدهور سائر الاعصار.

﴿الورقة الخامسة : فی الأدب العربی﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ١٤٣٣ھ

الشق الاوّل ......فَدَخَلَ ذُوْلِحْیَةٍ كَثَّةٍ وَهَیْئَةٍ رَّثَّةٍ فَسَلَّمَ عَلَى الْجُلَّاسِ وَجَلَسَ فِیْ اُخْرَیَاتِ النَّاسِ ثُمَّ اَخَذَ یُبْدِیْ مَافِیْ وِطَابِهٖ وَیُعْجِبُ الْحَاضِرِیْنَ بِفَصْلِ خِطَابِهٖ فَقَالَ لِمَنْ یَّلِیْهِ مَاالْكِتَابُ الَّذِیْ تَنْظُرُ فِیْهِ؟فَقَالَ: دِیْوَانُ اَبِیْ عُبَادَةَ الْمَشْهُوْدُ لَهٗ بِالْاِجَادَةِ فَقَالَ هَلْ عَثَرْتَ لَهٗ فِیْمَا لَمَحْتَهٗ عَلٰى بَدِیْعٍ اِسْتَمْلَحْتَهٗ فَقَالَ نَعَمْ قَوْلَهٗ (كَاَنَّمَا یَبْسِمُ عَنْ لُؤْلُؤٍ......) (مقامہ۲۔ص۵۴)(درس مقامات۔ص۱۰۸)

عبارت پر اعراب لگا کر سلیس ترجمہ کریں، خط کشیدہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق کریں، شعر کو مکمل کر کے اسکی ترکیب کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حاصل پانچ امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) کلمات مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق (۴) شعر کی تکمیل (۵) شعر کی ترکیب۔

جواب ...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ **كما مرّ فی السوال آنفا۔**

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ تو داخل ہوا ایک گھنی داڑھی والا اور پراگندہ شکل والا پس سلام کیا بیٹھنے والوں پر اور بیٹھ گیا لوگوں کی پچھلی جماعتوں میں پھر شروع ہوا ظاہر کرتے ہوئے اس چیز کو جو اس کے مشکیزوں میں تھی اور تعجب میں ڈالتے ہوئے حاضرین کو اپنے فصل خطاب کے ساتھ پھر کہا اس شخص کو جو متصل تھا اسکے کہ کیا ہے وہ کتاب کہ نظر کر رہا ہے تو اس میں پس کہا اس نے کہ ایسے ابوعبادہ کا دیوان ہے کہ جسکی عمدگی کی شہادت دی گئی ہے، پس کہا اس نے کیا تو مطلع ہوا ہے اس حصہ میں جو تو نے دیکھا ہے کسی ایسی بات پر جس کو تو نے عمدہ سمجھا ہو؟ اس نے کہا جی ہاں وہ اسکا قول **كانما يبسم عن لؤلؤ الخ** ہے گویا کہ وہ مسکراتا ہے تہہ بہ تہہ موتی سے یا اولے سے یا گل بابونہ سے۔

❸ **کلمات مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔** "كَثَّةٍ" یہ مفرد ہے اس کی جمع كِثَاثٌ ہے بمعنی گھنی، مصدر كَثَثًا و كَثَاثَةً (سمع) بمعنی گھنا ہونا۔ "رَثَّةٍ" یہ مفرد ہے اس کی جمع رِثَاثٌ ہے بمعنی بوسیدہ، مصدر رَثًّا (ضرب) بمعنی بوسیدہ ہونا۔

"جُلَّاسٌ" یہ جمع ہے اس کا مفرد جَالِسٌ (اسم فاعل) ہے از مصدر جُلُوسًا (ضرب) بمعنی بیٹھنا۔

"أُخْرَيَاتٌ" جمع ہے اسکا مفرد أُخْرٰی ہے بمعنی پیچھے کے اطراف۔ "وِطَابِهٖ" یہ جمع ہے اسکا مفرد وَطَبٌ ہے بمعنی مشکیزہ۔

"يَلِيْهِ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل مضارع معلوم از مصدر وَلْيًا (ضرب) بمعنی قریب ہونا۔

"اَلْإِجَادَةُ" بمعنی عمدگی وبہتری، مصدر (افعال) بمعنی عمدہ وبہتر ہونا، جید ہونا۔

"عَثَرْتَ" صیغہ واحد مذکر حاضر بحث فعل ماضی معلوم از مصدر عَثْرًا و عُثُوْرًا (نصر) بمعنی مطلع ہونا۔

"لَمَحْتَهٗ" صیغہ واحد مذکر حاضر بحث فعل ماضی معلوم از مصدر لَمْحًا (فتح) بمعنی جلدی سے دیکھنا۔

"اِسْتَمْلَحْتَهٗ" صیغہ واحد مذکر حاضر بحث فعل ماضی معلوم از مصدر اِسْتِمْلَاحٌ (استفعال) بمعنی عمدہ پانا، عمدہ سمجھنا۔

❹ شعر کی تکمیل:۔ **كَاَنَّمَا يَبْسِمُ عَنْ لُؤْلُؤٍ ۔ مُنَضَّدٍ اَوْ بَرَدٍ اَوْ اَقَاحٍ۔**

(ترجمہ) گویا کہ وہ مسکراتا ہے تہہ بہ تہہ موتی سے یا اولے سے یا گل بابونہ سے۔

❺ شعر کی ترکیب:۔ **كَاَنَّ** حرف مشبہ بالفعل **ما** کافہ **يبسم** فعل وفاعل **عن** جارہ **لؤلؤ** موصوف **منضد** **او برد** **او اقاح** یہ سب معطوف علیہ ومعطوف ملکر صفت، موصوف صفت ملکر مجرور، جار مجرور ملکر متعلق ہوا فعل کے، فعل اپنے فاعل ومتعلق سے ملکر جملہ فعلیہ خبر یہ ہوا۔

الشق الثانی ...... **فقال له يا هذا ان البغاث بارضنا لايستنسر والتميز عندنا بين الفضة والقضة متيسّر و قل من استهدف للنضال فخلص من الداء العضال او استثار نقع الامتحان فلم يقذ بالامتهان فلا تعرض عرضك للمفاضح ولا تعرض عن نصاحة الناصح۔** (مقامہ ۶۔ ص ۱۰۵) (درس مقامات۔ ص ۱۷۱)

عبارت کا ترجمہ وخط کشیدہ الفاظ کی لغوی وصرفی تحقیق کریں۔ان البغاث بارضنا لا یستنسر کا مطلب واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) الفاظ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق (۳) ان البغاث بارضنا لایستنسر کا مطلب۔

جواب ...... ❶ عبارت کا ترجمہ:۔ صدر دیوان نے اس سے کہا ارے! ہماری زمین میں چھوٹے پرندے گدھ (کی طرح قوی اور تیز) نہیں بن سکتے اور ہمارے ہاں چاندی اور کنکر میں تمیز بڑی آسان ہے اور وہ لوگ بہت کم ہیں جو تیر اندازی کا نشانہ بنیں اور پھر وہ لاعلاج بیماری سے خلاصی پالیں یا امتحان کا غبار اڑائیں اور ذلت کا تنکا ان کی آنکھ میں نہ پڑے۔لہٰذا تو اپنی عزت کو رسوائیوں کیلئے پیش نہ کر اور نصیحت کرنے والے کی نصیحت سے اعراض نہ کر۔

❷ الفاظ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ "اَلْبُغَاثُ" یہ پرندہ کا نام ہے جو خاکی رنگ،لمبی گردن والا ہے اور آہستہ اڑتا اور گدھ سے چھوٹا ہے۔ "اَلْقِضَّةُ" یہ مفرد ہے اس کی جمع قَضَضٌ ہے بمعنی چھوٹی کنکری۔

"لَایَسْتَنْسِرُ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث منفی مضارع معلوم از مصدر استنسار (استفعال) ای لا یصیر نسرا۔

"اَلْعُضَالُ" بمعنی لاعلاج وسخت بیماری،مصدر عَضْلًا (نصر) بمعنی دشوار ہونا۔

"اِسْتَثَارَ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل ماضی معلوم از مصدر اِسْتِثَارًا (استفعال) بمعنی غبار اڑانا۔

"نَقْعٌ" یہ مفرد ہے اسکی جمع نُقُوْعٌ، نِقَاعٌ ہے بمعنی غبار۔ "اَلْاِمْتِهَانُ" یہ باب افتعال کا مصدر ہے بمعنی ذلیل وحقیر ہونا۔

"لَمْ یَقْذِ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث نفی جحد بلم معلوم از مصدر قَذًى، قَذَیَانًا (سمع) بمعنی آنکھ میں تنکا پڑنا۔

"لِلْمَفَاضِحِ" جمع ہے اسکا مفرد مِفْضَحٌ ہے بمعنی رسوائی والا کام۔ "نَصَاحَةٌ" باب فتح کا مصدر ہے بمعنی نصیحت کرنا ومخلص ہونا۔

❸ ان البغاث بارضنا لایستنسر کا مطلب:۔ مذکورہ جملہ کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے ہاں کمزور پرندہ گدھ کی طرح قوی وطاقتور نہیں ہوسکتا بلکہ جس کی جتنی حیثیت ہو وہ اتنی ہی رہتی ہے (الحاصل جاہل آدمی ہماری مجلس میں عالم شمار نہیں ہوسکتا)

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۳ھ

الشق الاوّل ......وما کنت لاصل الیه الا بتخطی رقاب الجمع المنهی عنه فی الشرع وعفت ان یتأذی بی قوم او یسری الیّ لوم فسدکت بمکانی وجعلت شخصه قید عیانی الی ان انقضت الخطبة وحقت الوثبة فخففت الیه و توسمته علی التحام جفنیه فاذا لمعیتی لمعیة ابن عباس وفراستی فراسة ایاس۔ (مقامہ ۷۔ص۱۲۴)

واضح ترجمہ کریں،خط کشیدہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق کریں،فراستِ ایاس کا کوئی ایک واقعہ ذکر کریں۔(درسِ مقامات۔ص۳۶۹)

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) کلماتِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق (۳) راستِ ایاس کا واقعہ۔

جواب ...... ❶ عبارت کا ترجمہ:۔ اور مَیں اُس تک نہیں پہنچ سکتا تھا مگر مجمع کی گردنوں کو پھلانگ کر جو کہ شریعت میں ممنوع

ہے اور مَیں نے ناپسند کیا کہ قوم کو میری وجہ سے تکلیف ہو یا لوگوں کی ملامت میری طرف سرایت کرے پس مَیں اپنی جگہ پر ٹھہرا رہا اور مَیں نے اُس کی شخصیت کو اپنے مشاہدہ کی قید بنائے رکھا یہاں تک کہ خطبہ ختم ہو گیا اور کودنا جائز ہو گیا تو میں تیزی سے اُس کی طرف جانے لگا اور میں نے اُس کی دونوں پلکوں کے جوڑ پر غور کیا تو میری ذکاوت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ذکاوت کی طرح اور میری فراست قاضی ایاسؒ کی فراست جیسی رہی۔

❷ **کلمات مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔** "عِفْتُ" صیغہ واحد متکلم فعل ماضی معلوم از مصدر عِيَافَةً (سمع، اجوف) بمعنی ناپسند کرنا۔

"يَسْرِيْ" صیغہ واحد مذکر غائب فعل مضارع معلوم از مصدر سُرًى و مَسْرًى (ضرب، ناقص) بمعنی رات کو چلنا۔

"اَلْوَثْبَةُ" یہ باب ضرب کا مصدر ہے بمعنی اٹھنا و کودنا۔ "اَلْمَعِيَّةُ" یہ اسم ہے بمعنی ذکاوت و ذہانت، عقل مندی۔

"تَوَسَّمْتُهٗ" صیغہ واحد متکلم فعل ماضی معلوم از مصدر تَوَسُّمًا (تفعل، مثال) بمعنی غور کرنا و نشان لگانا۔

"اِلْتِحَام" یہ باب افتعال کا مصدر ہے بمعنی مِلنا و جڑنا۔ مجرد میں لَحْمًا (نصر) بمعنی جوڑنا و ملانا۔

❸ **فراست ایاس کا واقعہ:۔** ایک بار قاضی ایاس چند لوگوں کے ساتھ کھڑے تھے کہ کوئی خوفناک واقعہ پیش آیا، تین عورتیں بھی اس جگہ موجود تھیں۔ قاضی ایاس نے کہا ان تین عورتوں میں سے ایک حاملہ، ایک مرضعہ اور ایک باکرہ ہے۔ تحقیق کرنے پر ان عورتوں کے متعلق قاضی ایاس کی بات درست نکلی۔ جب ایاس سے پوچھا گیا کہ آپ کو اس کا کیسے اندازہ ہوا؟ فرمانے لگے حادثے کے وقت ان عورتوں میں سے ایک نے اپنا ہاتھ پیٹ پر رکھا، میں سمجھا حاملہ ہے، دوسری نے پستان پر اپنا ہاتھ رکھا میں نے نتیجہ نکالا کہ یہ مرضعہ ہے، تیسری نے اپنی شرمگاہ پر ہاتھ رکھا، میں نے اس سے اس کے باکرہ ہونے پر استدلال کیا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ خوف اور خطرے کے وقت انسان کو فطری طور پر اپنی سب سے زیادہ عزیز چیز کی فکر ہوتی ہے اور اسی پر ہاتھ رکھتا ہے۔

علامہ ابن خلکانؒ نے قاضی ایاسؒ کی فراست کا ایک اور دلچسپ واقعہ بھی لکھا ہے مشہور صحابی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی عمر سو سال کے قریب ہو گئی تھی، بھوؤں کے بال سفید ہو چکے تھے، لوگ کھڑے رمضان کا چاند دیکھ رہے تھے، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ سامنے چاند نظر آ گیا، لوگوں نے دیکھا کسی کو دکھائی نہیں دے رہا تھا لیکن حضرت انس رضی اللہ عنہ افق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے "وہ سامنے مجھے نظر آ رہا ہے" قاضی ایاس نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا، حقیقت سمجھ گئے، ان کی بھوؤں کا ایک سفید بال آنکھ کی جانب جھک گیا تھا۔ قاضی ایاس نے وہ بال درست کرتے ہوئے پوچھا "ابوحمزہ! اب ذرا بتائیں، چاند کہاں ہے"؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ افق کی طرف دیکھ کر فرمانے لگے "اب تو نظر نہیں آ رہا"۔

الشق الثانی ...... وَاسْتَقَلْتُ مِنْ هٰذَا الْمَقَامِ الَّذِيْ فِيْهِ يَحَارُ الْفَهْمُ وَيَفْرُطُ الْوَهْمُ وَ يُسْبَرُ غَوْرُ الْعَقْلِ وَتَبِيْنُ قِيْمَةُ الْمَرْءِ فِي الْفَضْلِ وَيُضْطَرُّ صَاحِبُهٗ اِلٰى اَنْ يَكُوْنَ كَحَاطِبِ لَيْلٍ اَوْجَالِبِ رِجْلٍ وَ خَيْلٍ وَ قَلَّمَا سَلِمَ مِكْثَارٌ اَوْ اُقِيْلَ لَهٗ عِثَارٌ۔ (مقدمہ۔ص۲۰) (درس مقامات۔ص۳۵)

اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ خط کشیدہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق کریں۔ کحاطب لیل اوجالب رجل و خیل میں تشبیہ کا مفہوم لکھیں۔

﴿خلاصہ سوال﴾ ...... اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) کلمات مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق (۴) تشبیہ کا مفہوم۔

جواب ...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ اور معافی چاہی میں نے اس مقام سے کہ جہاں انسانی فہم حیران ہو جاتی ہے اور وہم بڑھ جاتا ہے اور عقل کی گہرائی جانچی و پرکھی جاتی ہے اور فضیلت میں آدمی کی قیمت ظاہر ہوتی ہے اور صاحب تصنیف مجبور ہو جاتا ہے اس بات کی طرف کہ وہ رات کو لکڑیاں چننے والے کی مثل یا پیادہ و سواروں کو کھینچنے والے کی مثل ہو جائے اور بہت کم محفوظ رہتا ہے کثرت سے بولنے والا یا بہت کم اس کی لغزش درگزر و معاف کی جاتی ہے۔

❸ کلمات مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ "اِسْتَقَلْتُ" صیغہ واحد متکلم بحث فعل ماضی معلوم از مصدر استقلال (استفعال) بمعنی لغزش و غلطی کی معافی طلب کرنا۔ "غَوْرٌ" بمعنی گہرائی، مصدر (نصر) بمعنی پانی کا زمین میں چلا جانا۔

"یَحَارُ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل مضارع معلوم از مصدر حَیْرَةً (سمع) بمعنی حیرت کرنا۔

"یَفْرُطُ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل مضارع معلوم از مصدر فَرْطًا (نصر) بمعنی بڑھنا، سبقت کرنا۔

"یُسْبَرُ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل مضارع مجہول از مصدر سَبْرًا (نصر وضرب) بمعنی جانچنا، آزمانا۔

"کَحَاطِبِ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر حَطْبًا (ضرب) بمعنی لکڑیاں جمع کرنا۔

"جَالِبٌ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر جَلْبًا (نصر وضرب) بمعنی کھینچنا و حاصل کرنا۔

"رِجْلٌ" جمع ہے اسکا مفرد رَاجِلٌ ہے بمعنی پیدل چلنے والا۔ "خَیْلٌ" جمع ہے اسکا مفرد مستعمل نہیں ہے بمعنی گھوڑا و شہسوار۔

"مِکْثَارٌ" مبالغہ کا صیغہ ہے از مصدر کَثْرَةً (کرم) بمعنی زیادہ ہونا۔ "عِثَارٌ" باب نصر کا مصدر ہے بمعنی لغزش کرنا و پھسلنا۔

"أُقِیْلَ" صیغہ واحد مذکر بحث فعل ماضی مجہول از مصدر اِقَالَةً (افعال) بمعنی بیع فسخ کرنا، لغزش درگزر کرنا۔

❹ تشبیہ کا مفہوم:۔ "حاطبُ لیل" رات کو لکڑیاں چننے والا چونکہ اچھی و بری لکڑی میں تمیز نہیں کر سکتا اس لئے اس کے ساتھ اس شخص کو تشبیہ دی جاتی ہے جو اچھی بری کلام میں تمیز نہ کرے اور جو کچھ منہ میں آئے وہ کہہ دے۔

"جَالبُ رِجْلٍ وخَیْلٍ" پیادہ اور سوار کو بیک وقت کھینچنا مشکل کام ہے اور اس میں بڑی مشقت ہوتی ہے کیونکہ پیادہ کی رفتار سست اور سوار کی رفتار تیز ہوتی ہے یعنی صاحب تصنیف بھی پیادہ و سوار کو کھینچنے والے کی مثل بڑی تکلیف و مشقت میں ہوتا ہے۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۳ھ

الشق الاوّل ...... عبارت کا عربی میں ترجمہ کریں۔ ہندوستان میں تبلیغ اسلام کیلئے صوفیائے کرام نے جو خدمات کی ہیں وہ اس ملک میں اصلاح و دعوت کے سلسلہ کی کوششوں میں درجۂ اوّل کا مقام رکھتی ہیں وہ لوگ دور دور کے ملکوں سے اپنی راحت و آرام کو تج دیکر یہاں آئے اور انہوں نے اس سرزمین میں حق و ایمان کے پودے بٹھائے اور پھر لگاتار انکی آبیاری کی، آج کے کلمہ گو انکے احسانات سے زیر بار ہیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں فقط اردو عبارت کا عربی میں ترجمہ مطلوب ہے۔

جواب ...... اردو عبارت کا عربی میں ترجمہ۔ انّ الخدمات التی قام بها مشائخ التصوف لنشر الاسلام فی الهند هی تحتل الدرجة الاولی من بین المجهورات التی بذلت للاصلاح والدعوة فی هٰذه الدولة، وهم

قد ضحّوا راحتهم و نعمتهم وجاؤ امن بلادٍ بعيدة الیٰ هنا، و غرسوا فی هٰذا البقعة شجرات الحق والایمان وتواصلوا فی سقایتها فسلموا هٰذا العصر مثقلون بمنتهم۔

الشق الثاني ...... مندرجہ ذیل عنوانات میں سے کسی ایک پر دس سطروں پر مشتمل مضمون لکھیں۔

العقل و فوائده،، الشيخ ولی الله۔

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال میں فقط مذکورہ عنوانات سے عربی پر مضمون مطلوب ہے۔

جواب ...... عربی مضمون:۔العقل و فوائده: کما مرّ فی الشق الثانی من السوال الثالث ۱٤۳۱ھ۔

...... الشيخ ولی اللهؒ ......

الشیخ حجة الاسلام ولی الله الدهلوی امام فی بیان اسرار الشریعة حجة الله فی الهند ومجدد عظیم لدینه فی هٰذه البلاد، لقد قلب الاوضاع الفاسدة واقام بناء العلم الدینی والمعرفة الاسلامیة۔

ولدالامام فی عاصمة الهند ۱۱۱٤ھ ونشافیها۔ رباه والده الشاه عبدالرحیم تربیة دینیة بحتة فلما عقل وبلغ سن الرشد وجدالهند سیئة الحال وکان یخاف علی حیاتها الدینیة اذکان الناس متورطین فی العقائد الجاهلیة والاوهام والخرافات الی الحد الاقصیٰ فنهض الامام لاصلاح الاحوال المختلف وشمرعن ساقه فاوقف بتوفیق الله العزیز تیارالجهالة وقام باعمال مجیدة باقیة الذکر عبر التاریخ۔ وکان منشورة وحاصل اهدافه الدفاع عن حوزة الاسلام ورسم صورتہٖ الاصلیة المحضة بتمامها فتلقی مقاومة قاسیة ومعارضة شدیدة من العلماء المعاصرین والحکام الجائرین والشعب الذین کانوا منحرفین عن الاسلام الحقیقی۔ اما علمآء الدین فی الهند فی زمانہٖ فکانوا فریقین فریق حقانی معتصم بالکتاب والسنة مجتنب عن التقالید الجاهلیة والرسوم البدعیة وفریق راغب عن السنة ومائل الی البدعات والمحدثات بل میل الیها۔ فهٰذا الفریق عارض الامام واتخذه عدوًا۔ استخدم الامام القلم لنشر فکرتہٖ وجعل التالیف والتحریر طریق دعوتہٖ فترجم القرآن الکریم الی اللّسان الفارسی۔ ومن ماثرہٖ الجلیلة عرف الحدیث النّبویّ فی الهند حق تعریفه والحق الصحاح الست بمنفج التعلیم وألف کتبا هامة عظیمة القدرِ اشهرها حجة الله البالغة ، والفوز لکبیر وازالة الخفاءِ وکاتب الحکّام موجها ایّاهم الیٰ الرجوع الی الحق فانتجت دعوتہٗ نتائج حسنة وتوفی رحمه الله تعالیٰ فخلف کتبًا عدیدة قیمة جعلها الیٰ کلمة باقیة فی عقبہٖ واؤلادا صالحین علماء ربّانیّین هذوا حذوهٗ فاثارهم العلمیّة حیةً باقیةً الیٰ الیوم رحمهم الله تعالیٰ رحمةً واسعةً۔

☆☆☆☆☆

﴿الورقة الخامسة : فی الأدب العربی﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱٤۳٤ھ

الشق الاوّل......وکنا مع ذلك نسیر النجاء ولا نرحل الا کل هو جاء و اذا نزلنا منزلا او وردنا منهلا اختلسنا اللبث ولم نطل المکث فعن لنا اعمال الرکاب فی لیلة فتیة الشباب غدافیة الاهاب فاسرینا الی ان نضا الیل شبابه و سلت الصبح خضابه۔(مقامہ۴۔ص۷۶)

عبارت کاواضح ترجمہ کریں، خط کشیدہ کلمات کی لغوی تشریح کریں۔ (درسِ مقامات۔ص۱۷۳)

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حل دوامر ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) کلمات مخطوطہ کی لغوی تشریح۔

جواب...... ❶ **عبارت کا ترجمہ:۔** اور ہم اس کے ساتھ تیز رفتار چل رہے تھے اور ہم نہیں سفر کرتے تھے یا ہم نہیں سوار ہوتے تھے مگر ہر تیز رفتار اونٹنی پر، اور جب ہم اترتے تھے کسی منزل پر یا وارد ہوتے تھے گھاٹ پر تو اُچک لیتے تھے ہم رہائش کو اور نہیں طویل کرتے تھے ہم ٹھہرنے کو پس درپیش آیا ہمیں سواریوں کو کام میں لانا ابتدائی جوانی والی سیاہ کوے کی کھال والی رات میں تو چلے ہم رات کو یہاں تک کہ کھینچ لیا رات نے اپنی جوانی کو اور زائل کر دیا صبح نے رات کے خضاب کو۔

❷ **کلمات مخطوطہ کی لغوی تشریح:۔** "اَلنَّجَاءُ" یہ باب نصر کا مصدر ہے بمعنی تیز رفتار چلنا۔

"هَوْ جَاء" یہ مفرد ہے اس کی جمع هُوَجٌ ہے بمعنی تیز رفتار اونٹنی، مصدر هَوَجًا (سمع) بمعنی تیز ہونا۔

"مَنْهَلًا" یہ ظرف کا مفرد کا صیغہ ہے اس کی جمع مَنَاهِلُ ہے بمعنی گھاٹ، چشمہ، پانی پینے کی جگہ۔

"اِخْتَلَسْنَا" یہ اختلاس (افتعال) سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی اُچک لینا۔

"فَعَنَّ" یہ "عَنًّا" (نصر و ضرب) سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی سامنے آنا، پیش آنا، ظاہر ہونا۔

"اَلرِّکَابُ" یہ رَاحِلَةٌ کی جمع من غیر لفظہ ہے بمعنی سواری واونٹنی۔ "فَتِیَّةٌ" یہ فَتِیٌّ کا مؤنث کا صیغہ ہے بمعنی طاقتور جوان۔

"غُدَافِیَّةٌ" یہ غُدَافٌ کی طرف منسوب ہے بمعنی سیاہ کوا۔ "اَلْاِهَابُ" مفرد ہے اسکی جمع اُهُبٌ، اَهَبٌ ہے بمعنی کھال وجلد۔

"نَضَا" یہ نَضْوٌ (نصر) سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی کھینچنا۔ "خِضَابَهٗ" بمعنی رنگ، رنگ کرنے کی چیز۔

"سَلَتْ" یہ سَلْتًا (ضرب) سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی زائل کرنا و ختم کرنا۔

الشق الثانی......

لجوب البلاد مع المتربة ... أحب إلی من المرتبة
لأن الولاة لهم نبوة ... و معتبة یا لها معتبة
وما فیهم من یرب الصنیع ... ولا من یشید ما رتبه
فلا یخدعنك لموع السراب ... ولا تاب أمرا إذا ما اشتبه
فکم حالم سره حلمه ... وأدرکه الروع لما انتبه (مقامہ۶۔ص۱۱۷)

مذکورہ اشعار کا سلیس ترجمہ کریں، آخری شعر کا مطلب واضح کریں، خط کشیدہ کلمات کی لغوی تحقیق کریں۔ (درسِ مقامات۔ص ۲۹۹)

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) اشعار کا ترجمہ (۲) آخری شعر کا مطلب (۳) کلماتِ مخطوطہ کی لغوی تحقیق۔

جواب...... ❶ **اشعار کا ترجمہ:۔** ① مختلف شہروں کا چکر فقر و فاقہ کے ساتھ مجھے مرتبہ وعہدہ سے زیادہ محبوب ہے ② اس لئے کہ حاکموں کے لئے اچٹنا ہے اوران کا عتاب کس قدر سخت عتاب ہوتا ہے ③ ان حکام میں کوئی بھی ایسا شخص نہیں ہے جو اچھے عمل کی تربیت کرے اور نہ کوئی ایسا ہے جو اپنے مرتب کردہ امور کو مضبوط کرے ④ لہٰذا سراب کی چمک آپ کو ہرگز دھوکہ میں نہ ڈالے اور نہ آتو ایسے معاملہ میں جو مشتبہ ہو ⑤ اس لئے کہ کتنے خواب دیکھنے والے ہیں ان کا خواب ان کو خوش کردیتا ہے حالانکہ ان کو خوف لاحق ہوتا ہے جب وہ جاگتے ہیں۔

❷ **آخری شعر کا مطلب:۔** شعر کا ترجمہ ابھی گزرا ہے، مطلب یہ ہے کہ بہت سے لوگ اچھے اچھے حسین خواب دیکھتے ہیں لیکن جب نیند سے بیدار ہوتے ہیں تو کسی مصیبت وخوف میں گرفتار ہوتے ہیں ان بادشاہوں کا اعزاز و اکرام اور انعام بھی اسی حسین خواب کی مانند دھوکہ وفریب ہے جس پر نہ اعتماد کرنا چاہئے اور نہ ہی اس کے دوام کی امید رکھنی چاہئے۔

❸ **کلماتِ مخطوطہ کی لغوی تحقیق:۔** "لَجُوْبٌ" یہ باب نصر کا مصدر ہے بمعنی طے کرنا۔ "اَلْمَتْرَبَةُ" بمعنی خاک آلود، مصدر تَرَبًا (سمع) بمعنی بہت مٹی والا ہونا۔ "اَلمَرْتَبَةُ" یہ مفرد ہے اس کی جمع مَرَاتِبٌ ہے بمعنی مطلق مرتبہ، اعلیٰ مرتبہ۔

"نَبْوَةٌ" یہ باب نصر کا مصدر ہے بمعنی اچٹنا، اپنی جگہ نہ ٹھہرنا۔ "لُمُوْعٌ" یہ باب فتح کا مصدر ہے بمعنی چمکنا اور روشن ہونا۔

"مَعْتَبَةٌ" یہ باب نصر وضرب کا مصدر ہے بمعنی کسی فعل پر سرزنش کرنا، ناراضگی ظاہر کرنا۔

"اَلصَّنِيْعُ" بمعنی نیکی واحسان، اچھا عمل، مصدر صَنْعًا و صُنْعًا (فتح) بمعنی نیکی کرنا، احسان کرنا۔

"يُشَيِّدُ" یہ تَشْيِيْدٌ (تفعیل) سے مضارع معلوم کا صیغہ ہے، مجرد شَيْدًا (ضرب) بمعنی بلند کرنا ومضبوط کرنا۔

"حَالِمٌ" یہ حُلْمًا حُلُمًا (نصر) سے اسم فاعل ہے بمعنی خواب دیکھنا اور حِلْمًا (کرم) بمعنی بردبار ہونا۔

"اَلرَّوْعُ" بمعنی خوف، ڈرولڑائی، مصدر (نصر) بمعنی گھبرانا وڈرنا۔

﴿السوال الثانی﴾ ١٤٣٤ھ

الشق الاوّل......وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شِرَّةِ اللَّسَنِ وَفُضُوْلِ الْهَذَرِ كَمَا نَعُوْذُبِكَ مِنْ مَعَرَّةِ اللَّكَنِ وَفُضُوْحِ الْحَصَرِ وَ نَسْتَكْفِيْ بِكَ الْاِفْتِتَانَ بِاِطْرَاءِ الْمَادِحِ وَاِغْضَاءِ الْمَسَامِحِ كَمَا نَسْتَكْفِيْ بِكَ الْاِنْتِصَابَ لِاِزْرَاءِ الْقَادِحِ وَهَتْكِ الْفَاضِحِ ۔ (مقدمہ۔ص ۱۲)

عبارت پر اعراب لگائیں اور سلیس ترجمہ کریں، خط کشیدہ کلمات کی لغوی تحقیق کریں۔ (درسِ مقامات: ص ۱۳)

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا خلاصہ تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) کلماتِ مخطوطہ کی لغوی تحقیق۔

جواب...... ❶ **عبارت پر اعراب:۔** کمامرّ فی السوال آنفا۔

❷ **عبارت کا ترجمہ:۔** اور پناہ مانگتے ہیں ہم تیری زباں آوری کی تیزی سے اور بے ہودہ گوئی کی زیادتی سے، جیسا کہ پناہ مانگتے

ہیں ہم تیری لکنت کے عیب اور بندش کی رسوائی سے اور کفایت طلب کرتے ہیں ہم تیری فتنہ میں پڑ جانے سے مدح کرنے والے کے مبالغے کی وجہ سے اور تسامح کرنے والے کی چشم پوشی کی وجہ سے جیسا کہ کفایت طلب کرتے ہیں ہم تیری نشانہ بننے سے عیب گو کے عیب لگانے کیلئے اور رُسوا کرنے والے کی پردہ دری کے لئے۔

۳ کلماتِ مخطوطہ کی لغوی تحقیق:۔ "شِرَّةٌ" یہ باب نصر وسمع کا مصدر ہے بمعنی شریر ہونا۔ اسم مصدر بمعنی تیزی ونشاط۔

"اَللَّسَنِ" بمعنی فصاحت، زبان کی تیزی وزبان درازی۔ مصدر لَسَنًا (سمع) بمعنی فصیح ہونا۔

"فُضُوْلٌ" ① فَضْلٌ کی جمع ہے بمعنی زیادتی ② یہ اسم مفرد ہے بمعنی بے فائدہ وبے کار۔

"اَلْهَذَرُ" اسم مصدر ہے بمعنی بکواس وبیہودہ گوئی۔ مصدر هَذْرًا (نصر وضرب) بمعنی بکواس کرنا، هَذَرًا (سمع) بیہودہ ہونا۔

"مَعَرَّةٌ" یہ اسم ہے بمعنی عیب ومضرت، گناہ۔ مصدر عَرًّا (نصر) بمعنی عیب لگانا۔

"اَللَّكَنُ" اسم بمعنی زبان کی لکنت۔ مصدر لَكَنًا ولُكْنَةً (سمع) بمعنی لکنت ہونا۔

"فُضُوحٌ" یہ اسم مصدر ہے بمعنی رسوائی۔ مصدر فَضْحًا (فتح) بمعنی شرمندہ کرنا، رسواء کرنا۔

"اَلْحَصَرُ" (بفتح الصاد) مصدر سمع بمعنی بند ہونا وتنگ ہونا، (بسکون الصاد) مصدر نصر بمعنی بند کرنا وتنگ کرنا۔

"اَلْإِفْتِتَانُ" یہ مصدر (افتعال) ہے بمعنی فتنہ میں پڑنا وفتنہ میں ڈالنا۔ مجرد فُتُوْنًا و فِتْنَةً (ضرب) بمعنی فتنہ میں پڑنا، ڈالنا۔

"إِطْرَاءٌ" یہ باب افعال کا مصدر ہے بمعنی تعریف میں مبالغہ کرنا۔ مجرد طَرَاوَةً (کرم) طَرَاءَةً (سمع) بمعنی نرم وتازہ ہونا۔

"إِغْضَاءٌ" یہ باب افعال کا مصدر ہے بمعنی چشم پوشی ولا پرواہی کرنا۔

"اَلْمُسَامِحُ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر مُسَامَحَةٌ (مفاعلہ) بمعنی چشم پوشی کرنا۔

"اَلْإِنْتِصَابُ" یہ باب افتعال کا مصدر ہے بمعنی کھڑا ہونا وقائم ہونا۔ مجرد نَصْبًا (ضرب) بمعنی کھڑا کرنا وقائم کرنا۔

"إِزْرَاءٌ" یہ باب افعال کا مصدر ہے اور مجرد زِرَايَةً (ضرب) بمعنی عیب لگانا۔

"اَلْقَادِحُ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر قَدْحًا (فتح) بمعنی عیب لگانا، چھیلنا وتراشنا۔

"هَتْكٌ" یہ باب ضرب کا مصدر ہے بمعنی پردہ اُٹھانا، پردہ دری کرنا، بے عزتی کرنا۔

"اَلْفَاضِحُ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر فَضْحًا (فتح) بمعنی شرمندہ کرنا ورسواء کرنا۔

الشق الثانی ......اَتَظُنُّ اَنْ سَتَنْفَعُكَ حَالُكَ اِذْ اٰنَ اِرْتِحَالُكَ اَوْ يُنْقِذُكَ مَالُكَ حِيْنَ تُوْبِقُكَ اَعْمَالُكَ اَوْ يُغْنِيْ عَنْكَ نَدَمُكَ اِذَا زَلَّتْ قَدَمُكَ اَوْ يَعْطِفُ عَلَيْكَ مَعْشَرُكَ يَوْمَ يَضُمُّكَ مَحْشَرُكَ هَلَّا انْتَهَجْتَ مَحَجَّةَ اهْتِدَائِكَ وَعَجَّلْتَ مُعَالَجَةَ دَائِكَ وَفَلَلْتَ شَاةَ اعْتِدَائِكَ وَقَدَعْتَ نَفْسَكَ فَهِيَ اَكْبَرُ اَعْدَائِكَ ۔ (مقامہ ۱: ص ۳۶)

عبارت پر اعراب لگائیں اور واضح ترجمہ کریں، خط کشیدہ کلمات کی لغوی تحقیق کریں۔ (درسِ مقامات: ص ۱۷)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال کا خلاصہ تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) کلماتِ مخطوطہ کی لغوی تحقیق۔

جواب ...... ۱ عبارت پر اعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔

۲ عبارت کا ترجمہ:۔ کیا گمان کرتا ہے تو اس بات کا کہ عنقریب نفع دے گا تجھ کو تیرا حال جب قریب آجائے گا تیرا کوچ، یا بچائے

گا تجھ کو تیرا مال جس وقت کہ ہلاک کریں گے تجھ کو تیرے اعمال یا فائدہ دے گی تجھ کو تیری شرمندگی جبکہ پھسلے گا تیرا قدم یا مہربان ہوگا تجھ پر تیرا قبیلہ جس دن جمع کرے گا تجھ کو تیرا محشر؟ کیوں نہیں چلا تو اپنی ہدایت کے راستے پر اور کیوں نہیں جلدی کی تو نے اپنی بیماری کے علاج میں اور کیوں نہیں کُند کر دیا تو نے اپنی زیادتی کی تیزی کو اور کیوں نہیں منع کیا تو نے اپنے نفس کو کیونکہ وہ تیرا بڑا دشمن ہے۔

❸ **کلماتِ مخطوطہ کی لغوی تحقیق:۔** "**یضمك**" صیغہ واحد مذکر غائب بحث مضارع معلوم از مصدر **ضَمًّا** (نصر) بمعنی ملانا۔

"**اِرْتِحَالٌ**" یہ باب افتعال کا مصدر ہے بمعنی کوچ کرنا، مراد موت ہے۔ مجرد رَحْلًا رَحِیْلًا (فتح) بمعنی پالان رکھنا۔

"**یُنْقِذُكَ**" صیغہ واحد مذکر غائب بحث مضارع معلوم از مصدر **اِنْقَاذٌ** (افعال) بمعنی بچانا، نجات دلانا۔

"**تُوْبِقُكَ**" صیغہ واحدہ مؤنث غائب بحث مضارع معلوم از مصدر **اِیْبَاقٌ** (افعال) بمعنی ہلاک کرنا۔

"**زَلَّتْ**" صیغہ واحدہ مؤنث غائب بحث ماضی معلوم از مصدر **زَلِیْلًا و زَلَلًا** (ضرب، سمع) بمعنی پھسلنا۔

"**یَعْطِفُ**" صیغہ واحد مذکر غائب فعل مضارع معلوم از مصدر **عَطْفًا و عُطُوْفًا** (ضرب) بمعنی مائل ہونا، شفقت و مہربانی کرنا۔

"**مَعْشَرٌ**" یہ مفرد ہے اسکی جمع **مَعَاشِرُ** ہے بمعنی خاندان وقبیلہ۔ "**مُعَالَجَةٌ**" یہ باب مفاعلہ کا مصدر ہے بمعنی علاج کرانا۔

"**اِنْتَهَجْتَ**" صیغہ واحد مذکر حاضر بحث ماضی معلوم از مصدر **اِنْتِهَاجٌ** (افتعال) بمعنی روش اور طریقہ اختیار کرنا۔

"**مَحَجَّةٌ**" - بمعنی وسط راہ، مصدر **حَجًّا** (نصر) بمعنی قصد کرنا، دلیل میں غالب آنا۔

"**فَلَلْتَ**" صیغہ واحد مذکر حاضر بحث ماضی معلوم از مصدر **فلًّا** (نصر) بمعنی کند کرنا۔

"**شَبَاةٌ**" یہ مفرد ہے اسکی جمع **شَبَاءٌ، شَبَوَاتٌ** ہے بمعنی دھار، بچھو، تلوار کی نوک، ہر چیز کی تیزی۔

"**قَدَعْتَ**" صیغہ واحد مذکر حاضر بحث فعل ماضی معلوم از مصدر **قَدْعًا** (فتح) بمعنی روکنا، **قَدَعًا** بمعنی رُکنا۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۴ھ

الشق الاوّل ...... عبارت کا عربی میں ترجمہ کریں۔ اسلامی قانون کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی سب نعمتیں عام ہیں ان سے جو چاہے اپنی ضرورت بھر فائدہ اٹھائے مثلاً دریاؤں اور چشموں کا پانی سب کیلئے عام ہے، ہاں اگر کوئی محنت وقابلیت صرف کر کے ان سے نہریں نکالے یا بند باندھ کر اس پانی کو مفید بنائے تو اسے حق ہے کہ وہ اپنی محنت وقابلیت کا بدلہ لے۔ اسی طرح جنگل کی لکڑی از خود اگنے والی گھاس جنگل کے رہنے والے جانور اور زمین پر کھلی ہوئی کانیں سب کیلئے ہیں جو چاہے ضرورت بھر فائدہ اٹھائے ان پر کوئی پابندی قائم نہیں کی جاسکتی لیکن اگر کوئی ان نعمتوں کو سمیٹ کر اپنی ضرورت سے زائد اپنے پاس ذخیرہ کرے تو اُس کو اس کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

﴿خلاصہ سوال﴾ ...... اس سوال میں فقط مذکورہ اردو عبارت کا عربی میں ترجمہ مطلوب ہے۔

جواب ...... اردو عبارت کا عربی میں ترجمہ:۔ **انّ جميع نعم الله المخلوقة عامّة بحكم القانون الاسلاميّ فمن شاء يتمتع بها وفق حاجته مثل ماء الانهار و العيون فانها عامّة للجميع آلا اذا فجر احد منها الانهار او اقام سَدًا فجعلَ الماءَ مفيدًا ببذل جهده واهليتهٖ فحق له ان ينال جزاء جهده و اهليتهٖ وكذلك خشبُ الغابة والحشيشُ الفطريّ والوحش والمعادن المفتوحة على الارض للجميع فمن شاء فليتمتع**

بھاوفق الحاجة لایحجر علیھا ایّ حجر لکن ان شاء احد ان یکتنز ھٰذہ النعم فضلا عن حاجته و یجعلھا ذخیرة فاضلةً عندہ لا یُرخّص له بذلك.

الشق الثانی......ان منافع السیارة لکثیرة منھا انھا سریعة سرعة فائقة تقطع الامیال فی بضع دقائق و یبلغ راکبھا فی اقل وقت الی ابعد مدی ولا تزال سرعتھا تزداد علی الایام واللیالی۔ فسبحان الذی سخر لنا ھذا وما کنا له مقرنین وانا الی ربنا منقلبون۔ وان فی السیارة مقاعد مریحة ینعم الراکب بالقعود علیھا لنعومتھا وانقباضھا الی تحت بنعومة وانبساطھا حین تخلو والرجل اذا جلس علیھا فکانما جلس علی فراشه فی بیته وانھا تسیر بخفة عجیبة حتی فی بعض الاحیان لایشعر الذی تمر بجانبه ان سیارة مرت به ومزایا السیارة لکثیرة و بعضھا ھذہ التی ذکرناھا۔

مندرجہ بالاعربی عبارت کا اردو میں ترجمہ کریں۔(ص۲۹۔مجلس نشریاتِ اسلام)

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں فقط عربی عبارت کا اردو میں ترجمہ مطلوب ہے۔

جواب......<u>عربی عبارت کا اردو میں ترجمہ:۔</u> موٹر کے منافع بہت ہیں، منجملہ ان کے ایک نفع یہ ہے کہ وہ بہت تیز رفتار ہے چند منٹ میں میلوں کی مسافت طے کرلیتی ہے اوراس کا سوار ذرا سے وقت میں دور دراز پہنچ جاتا ہے اوردن رات اس کی تیز رفتاری بڑھتی جارہی ہے۔وہ (ذات) پاک ہے جس نے اس کو ہمارے زیر فرمان کردیا اور ہم میں طاقت نہ تھی کہ اس کو اپنے کنٹرول میں کرلیتے اور موٹر میں آرام دہ سیٹیں ہوتی ہیں، سیٹوں کے نرم (وگداز) ہونے کے سبب نیز نیچے کی طرف انکے سکڑ (کربیٹھ) جانے او رخالی ہوتے وقت انکے کھل جانے کے سبب سوار ان پر بیٹھ کر چین محسوس کرتا ہے۔آدمی جب ان پر بیٹھتا ہے تو (یوں محسوس کرتا ہے) گویا وہ اپنے گھر میں اپنے بستر پر بیٹھا ہے اور موٹر بہت سُبک رفتاری سے چلتی ہے حتیٰ کہ کبھی کبھار جسکے پاس سے گزر جاتی ہے اسے محسوس تک نہیں ہوتا کہ موٹر اسکے ساتھ سے گزری ہے اور موٹر کی خصوصیات بہت ہیں ان میں سے بعض یہ ہیں جو ہم نے ذکر کی ہیں۔

﴿الورقة الخامسة :فی الادب العربی﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۵ھ

الشق الاوّل......

اَکْرِمْ بِہٖ اَصْفَرَرَاقَتْ صُفْرَتُہٗ	جَوَّابَ اٰفَاقٍ تَرَامَتْ سَفْرَتُہٗ
مَاثُوْرَۃٌ سُمْعَتُہٗ وَشُھْرَتُہٗ	قَدْ اُوْدِعَتْ سِرَّالْغِنٰی اَسِرَّتُہٗ
وَقَارَنَتْ نُجْحَ الْمَسَاعِیْ خَطْرَتُہٗ	وَحُبِّبَتْ اِلَی الْاَنَامِ غُرَّتُہٗ
کَاَنَّمَا مِنَ الْقُلُوْبِ نُقْرَتُہٗ	بِہٖ یَصُوْلُ مَنْ حَوَتْہٗ صُرَّتُہٗ (مقامہ۳:ص۶۹)

اشعار پر اعراب لگا کر سلیس ترجمہ کریں، خط کشیدہ کلمات کی لغوی تحقیق کریں، پہلے دو شعر کی ترکیب کریں۔(دروسِ مقامات:ص۱۴۵)

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حل چار امور ہیں (۱) اشعار پر اعراب (۲) اشعار کا ترجمہ (۳) کلمات مخطوطہ کی لغوی تحقیق

(۴) پہلے دوشعر کی ترکیب۔

جواب ...... ❶ اشعار پر اعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔

❷ اشعار کا ترجمہ:۔ وہ کس قدر باعزت ہے (اکرام والا ہے)۔ اس حال میں کہ زرد ہے تعجب میں ڈالتی ہے اس کی زردی، طے کرنے والا ہے آفاق کو، دور ہو گیا اس کا سفر، منقول ہے اس کا آوازہ اور اس کی شہرت، بے شک ودیعت رکھ دی گئی ہیں غنا کے راز میں اس کی لکیریں، اور ساتھی بن گئی کوششوں کی کامیابی کی اس کی حرکت اور محبوب بنادی گئی لوگوں کی طرف اُس کی پیشانی کی چمک، گویا کہ دلوں سے ہے اس کی ڈلی، اسی کے ذریعے حملہ کرتا ہے وہ شخص کہ جمع کرلے اُس کو جس کی ہمیانی (یا تھیلی)۔

❸ کلمات مخطوطہ کی لغوی تحقیق:۔ "جَوَّابُ" یہ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ مصدر جَوْبًا و تَجْوَابًا (نصر) بمعنی طے کرنا، کاٹنا، تراشنا۔

"اَصْفَرَ" بمعنی زرد۔ مصدر صَفَرًا ، صُفُوْرًا (سمع) بمعنی خالی ہونا، صَفِيْرًا (ضرب) بمعنی سیٹی بجانا۔

"رَاقَتْ" صیغہ واحد مؤنث غائب بحث ماضی معلوم از مصدر رَوْقًا (نصر) بمعنی پسند آنا، بھلا لگنا۔

"تَرَامَتْ" صیغہ واحد مؤنث غائب بحث ماضی معلوم از مصدر تَرَامِیْ (تفاعل) بمعنی دور ہونا وطویل ہونا۔

"سُفْرَةٌ، سَفْرَةٌ" بمعنی سفر۔ مصدر سَفَرًا و سُفُوْرًا (نصر وضرب) بمعنی سفر کرنا، واضح ومنکشف ہونا۔

"مَاثُوْرَةٌ" صیغہ واحد مؤنث بحث اسم مفعول از مصدر اَثْرًا (نصر وضرب) بمعنی نقل کرنا، ترجیح دینا، اَثَرٌ بمعنی نشان، حدیث، سنت۔

"سِرٌّ" یہ مفرد ہے اس کی جمع اَسْرَارٌ و اَسِرَّةٌ اور جمع الجمع اَسَارِيْرُ ہے بمعنی لکیر۔ سِرٌّ جمع اَسْرَارٌ بمعنی بھید۔

"نُجْحٌ" بمعنی کامیابی۔ مصدر نَجَاحًا، نَجْحًا، نُجْحًا (فتح) بمعنی کامیاب ہونا۔ آسان ہونا۔

"مَسَاعِیْ" یہ جمع ہے اس کا مفرد مَسْعٰی ہے بمعنی "کوشش، مصدر سَعْيًا (فتح) بمعنی کوشش کرنا۔

"غُرَّتُه" یہ مفرد ہے اس کی جمع غُرَرٌ ہے بمعنی گھوڑے کی پیشانی کی سفیدی، ہر چیز کا اول حصہ، سفیدی، مصدر غَرَارًا و غَرَارَةً (سمع) بمعنی سفید ہونا وچمکنا۔ "اَسِرَّتُهٗ" یہ جمع ہے اس کا مفرد سِرَارٌ و سِرٌّ ہے بمعنی لکیریں۔

"نُقْرَةٌ" یہ مفرد ہے اس کی جمع نُقَرٌ ، نِقَارٌ ہے بمعنی خالص سونا وچاندی۔ مصدر نَقْرًا (نصر) بمعنی کھٹکھٹانا۔

"يَصُوْلُ" صیغہ واحد مذکر غائب فعل مضارع معلوم از مصدر صَوْلًا (نصر) بمعنی حملہ کرنا۔

"حَوَتْ" صیغہ واحد مؤنث غائب فعل ماضی معلوم از مصدر حَوَايَةً (ضرب) بمعنی جمع کرنا۔

"صُرَّةٌ" یہ مفرد ہے اس کی جمع صُرَرٌ و صُرَّاتٌ ہے بمعنی تھیلی۔ مصدر صَرًّا (نصر) بمعنی (تھیلی میں) جمع کرنا۔

❹ پہلے دوشعر کی ترکیب:۔ اکرم فعل تعجب ہے بہ میں باء زائدہ ہے اور ضمیر ذوالحال اصفر موصوف راقت صفرته جملہ فعلیہ ہو کر صفت، موصوف صفت ملکر حال اوّل جواب آفاق مضاف مضاف الیہ ملکر موصوف، ترامت سفرته جملہ فعلیہ ہو کر صفت، موصوف صفت ملکر حال ثانی، ذوالحال اپنے دونوں حالوں سے ملکر فاعل اکرم کا، فعل وفاعل ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

ماثورة خبر مقدم سمعته مضاف مضاف الیہ ملکر معطوف علیہ شهرته معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر مبتداء مؤخر، مبتدا خبر ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ قد برائے تحقیق، اودعت ماضی مجہول سرّ الغنی مضاف ومضاف الیہ ملکر مفعول بہ اور اسرته نائب فاعل، فعل اپنے نائب فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

الشق الثانی......اَمَا اَلْحِمَامُ مِيْعَادُكَ فَمَآ اِعْدَادُكَ وَ بِا الْمَشِيْبِ اِنْذَارُكَ فَمَآ اَعْذَارُكَ وَفِي اللَّحْدِ مَقِيْلُكَ فَمَا قِيْلُكَ وَاِلَى اللّٰهِ مَصِيْرُكَ فَمَنْ نَّصِيْرُكَ ۔ طَالَمَا اَيْقَظَكَ الدَّهْرُ فَتَنَاعَسْتَ وَجَذَبَكَ الْوَعْظُ فَتَقَاعَسْتَ وَتَجَلَّتْ لَكَ الْعِبَرُ فَتَعَامَيْتَ ۔ (مقامہ ا:ص ۳۷)

عبارت پر اعراب لگائیں، واضح ترجمہ کریں، خط کشیدہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق کریں۔ (درسِ مقامات:ص ۷۳)

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) کلماتِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق۔

جواب...... ❶ **عبارت پر اعراب:۔** کمامرّ فی السوال آنفا۔

❷ **عبارت کا ترجمہ:۔** کیا نہیں موت تیرے وعدے کا وقت؟ پس کیا تیری تیاری ہے؟ ایسے حال میں کہ بڑھاپے کے ساتھ تجھ کو ڈرانا ہے پس کیا تیرے عذر ہوں گے؟ ایسے حال میں کہ لحد میں تیرا قیلولہ ہوگا پس کیا تیری بات ہوگی؟ ایسے حال میں کہ اللہ ہی کی طرف تیرا لوٹنا ہوگا پس کون تیرا مددگار ہوگا؟ بسا اوقات جگایا تجھ کو زمانے نے! پس اُونگھ ظاہر کی تو نے اور کھینچا تجھ کو وعظ نے! پس پیچھے ہٹ گیا تُو اور ظاہر ہوگئیں تیرے لئے عبرتیں، پس تُو بتکلف اندھا بن گیا۔

❸ **کلماتِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔** "اَلْحِمَامُ" (بکسر الحاء) بمعنی موت (بفتح الحاء) بمعنی کبوتر۔

"مِيْعَادٌ" صیغہ واحد بحث اسم ظرف از مصدر وَعْدًا، عِدَةً (ضرب) بمعنی وعدہ کرنا۔

"اِعْدَادٌ" یہ باب افعال کا مصدر ہے بمعنی تیار کرنا۔ مجرد عَدًّا (نصر) بمعنی شمار کرنا۔

"اَلْمَشِيْبُ" یہ باب ضرب کا مصدر ہے بمعنی بوڑھا ہونا، بالوں کا سفید ہونا۔

"اِنْذَارٌ" یہ باب افعال کا مصدر ہے بمعنی ڈرانا۔ مجرد نَذْرًا (سمع) بمعنی تیار کرنا، چوکنا ہونا۔

"اَعْذَارٌ" (بالفتح) عُذْرٌ کی جمع ہے (بالکسر)۔ مصدر (افعال) بمعنی عذر ظاہر کرنا۔ مجرد عُذْرًا (نصر وضرب) بمعنی عذر قبول کرنا۔

"طَالَمَا" اصل میں طَالَ مَا ہے، صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معلوم از مصدر طُوْلًا (نصر وکرم) بمعنی طویل ولمبا ہونا۔

"تَنَاعَسْتَ" صیغہ واحد مذکر حاضر فعل ماضی معلوم از مصدر تَنَاعُسًا (تفاعل) بمعنی بتکلف اونگھنا۔ مجرد نَعَسًا (نصر وفتح) بمعنی اونگھنا۔ نُعَاسٌ بمعنی اُونگھ، حواس کی سُستی۔ "مَقِيْلٌ" مصدر (ضرب) بمعنی قیلولہ کرنا، دوپہر کو سونا۔

"جَذَبَ" صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معلوم از مصدر جَذْبًا (ضرب) بمعنی کھینچنا۔

"تَقَاعَسْتَ" صیغہ واحد مذکر حاضر فعل ماضی معلوم از مصدر تَقَاعُسًا (تفاعل) بمعنی بتکلف سینہ نکالنا۔ مجرد قَعَسًا (سمع) بمعنی پیٹھ دھنسا کر سینہ نکالنا۔ "اَلْعِبَرُ" یہ عِبْرَةٌ کی جمع ہے بمعنی عبرت پکڑنا۔ مصدر عَبْرًا (نصر) بمعنی غمگین ہونا، آنسو بہانا۔

"تَعَامَيْتَ" صیغہ واحد مذکر حاضر فعل ماضی معلوم از مصدر تَعَامِیٌ (تفاعل) بمعنی بتکلف اندھا بننا۔ مجرد عَمًی (سمع) بمعنی اندھا ہونا۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۵ھ

الشق الاول......وَمَنْ حَكَمَ بِلَتَيَانِلَ وَتَحْزَنَ وَ اَلِيْنَ وَتَخْشُنَ وَ اَذُوْبَ وَتَجْمُدَ وَاَذْكُوَ وَتَخْمُدَ لَا وَاللّٰهِ بَلْ نَتَوَازَنُ فِي الْمَقَالِ وَزْنَ الْمِثْقَالِ وَنَتَحَاذَى فِي الْفِعَالِ حَذْوَ النِّعَالِ حَتّٰى نَأْمَنَ التَّغَابُنَ وَنَكْفِي

اَلتَّضَاغُنَ ، وَاِلَّا فَلِمَ اُعِلُّكَ وَ تُعِلُّنِیْ وَاُقِلُّكَ وَتَسْتَقِلُّنِیْ وَاَجْتَرِحُ لَكَ وَتَجْرَحُنِیْ وَاَسْرَحُ اِلَیْكَ وَ تُسَرِّحُنِیْ وَكَیْفَ یُجْتَلَبُ اِنْصَافٌ بِضَیْمٍ وَاَنّٰی تُشْرِقُ شَمْسٌ مَعَ غَیْمٍ ۔ (مقامہ ۴۔ص ۸۱)

مذکورہ عبارت پر اعراب لگا کر سلیس ترجمہ کریں، خط کشیدہ کلمات کی لغوی تحقیق کریں۔ (درسِ مقامات۔ص ۱۸۶)

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا خلاصہ تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) کلماتِ مخطوطہ کی لغوی تحقیق۔

جواب ...... ❶ **عبارت پر اعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔**

❷ **عبارت کا ترجمہ:۔** اور کس شخص نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ میں خرچ کرتا رہوں اور تُو جمع کرتا رہے، میں نرم ہوتا رہوں اور تُو سخت ہوتا رہے، میں پگھلتا رہوں اور تُو جمتا رہے، میں بھڑکتا رہوں اور تُو بجھتا رہے، نہیں خدا کی قسم! ہم ایک دوسرے کے ساتھ بات (طرزِ تکلم) میں مثقال کے وزن کی مثل برابری کریں گے اور جوتوں کی برابری کی طرح کام کرنے میں ہم برابر تقسیم کریں گے یہاں تک کہ ہم ایک دوسرے کو دھوکہ دینے سے محفوظ ہو جائیں اور ایک دوسرے کے ساتھ حسد رکھنے سے کفایت کیے جائیں، وگرنہ پس کیوں میں تجھے سیراب کرتا رہوں اور تُو مجھے بیمار کرتا رہے، میں تجھے بلند کرتا رہوں اور تُو مجھے حقیر سمجھتا رہے، میں تیرے لئے کماتا رہوں اور تُو مجھے زخمی کرتا رہے، میں تیری طرف آتا رہوں اور تُو مجھے چھوڑتا رہے اور کیسے انصاف حاصل کیا جا سکتا ہے ظلم کے ساتھ اور کیسے سورج طلوع ہو سکتا ہے بادل کے ساتھ۔

❸ **کلماتِ مخطوطہ کی لغوی تحقیق:۔** "اَبْذُلَ" صیغہ واحد متکلم بحث مضارع معروف از مصدر بَذْلًا (نصر) بمعنیٰ خرچ کرنا۔

"تَخْزُنَ" صیغہ واحد مذکر حاضر بحث مضارع معروف از مصدر خَزْنًا (نصر) بمعنیٰ جمع کرنا، ذخیرہ کرنا۔

"اَلِیْنَ" صیغہ واحد متکلم بحث مضارع معروف از مصدر لَیْنًا (ضرب) بمعنیٰ نرم ہونا۔

"تَخْشُنَ" صیغہ واحد مذکر حاضر بحث مضارع معروف از مصدر خُشُوْنَةً، خَشَانَةً (کرم) بمعنیٰ سخت ہونا، کھردرا ہونا۔

"اَذُوْبَ" صیغہ واحد متکلم بحث مضارع معروف از مصدر ذَوْبًا و ذَوَبَانًا (نصر) بمعنیٰ پگھلنا۔

"تَجْمُدَ" صیغہ واحد مذکر حاضر بحث مضارع معروف از مصدر جَمْدًا و جُمُوْدًا (نصر) بمعنیٰ جم جانا۔

"اَذْكُوَ" صیغہ واحد متکلم بحث مضارع معروف از مصدر ذَكَاءً (نصر) بمعنیٰ شعلہ بھڑکنا۔

"تَخْمُدَ" صیغہ واحد مذکر حاضر بحث مضارع معروف از مصدر خَمْدًا و خُمُوْدًا (نصر و سمع) بمعنیٰ شعلہ کا بجھنا۔

"اَلتَّضَاغُنُ" ای التحاسد باب تفاعل کا مصدر ہے بمعنیٰ کینہ و حسد رکھنا۔

"اَلتَّغَابُنُ" باب تفاعل کا مصدر ہے بمعنیٰ ایک دوسرے کو دھوکہ دینا، نقصان دینا۔

"اُعِلُّ" صیغہ واحد متکلم فعل مضارع معلوم از مصدر عَلًّا و عَلَلًا (نصر) بمعنیٰ سیراب ہونا و سیراب کرنا۔

"تُعِلُّ" صیغہ واحد مذکر حاضر فعل مضارع معلوم از مصدر اِعْلَالٌ (افعال) بمعنیٰ بیمار کرنا و مریض بنانا۔

"اُقِلُّ" صیغہ واحد متکلم فعل مضارع معلوم از مصدر اِقْلَالٌ (افعال) بمعنیٰ بلند کرنا، اٹھانا۔ مجرد قَلِیْلًا (نصر) بمعنیٰ کم ہونا۔

"تَسْتَقِلُّ" صیغہ واحد مذکر حاضر فعل مضارع معلوم از مصدر اِسْتِقْلَالٌ (استفعال) بمعنیٰ قلیل و حقیر سمجھنا۔

"اَجْتَرِحُ" صیغہ واحد متکلم فعل مضارع معلوم از مصدر اِجْتِرَاحٌ (افتعال) بمعنی کمانا۔

"تَجْرَحُ" صیغہ واحد مذکر حاضر فعل مضارع معلوم از مصدر جَرْحًا (فتح) بمعنی زخمی کرنا، جَرَحًا (سمع) بمعنی زخمی ہونا۔

"اَسرَحُ" صیغہ واحد متکلم فعل مضارع معلوم از مصدر سَرَحًا (سمع) بمعنی اپنے کام کاج کے لئے نکلنا۔

"تُسَرِّحُ" صیغہ واحد مذکر حاضر فعل مضارع معلوم از مصدر تَسْرِيْحٌ (تفعیل) بمعنی چھوڑنا۔

"ضَيْمٌ" یہ مفرد ہے اس کی جمع ضُيُومٌ ہے بمعنی ظلم۔ مصدر ضَيْمًا (ضرب) بمعنی ظلم کرنا۔

الشق الثانی ......**فَلَمَّا اسْتَحْلَسَ وُكْنَتِيْ وَاَحْضَرْتُهٗ عُجَالَةً مُكْنَتِيْ قَالَ لِيْ يَاحَارِثُ ! اَمَعَنَا ثَالِثٌ؟ فَقُلْتُ لَيْسَ اِلَّا الْعَجُوْزُ قَالَ مَادُوْنَهَا سِرٌّ مَحْجُوْزٌ، ثُمَّ فَتَحَ كَرِيْمَتَيْهِ وَرَارَا بِتَوْاَمَتَيْهِ فَاِذَا سِرَاجَا وَجْهِهٖ يَقِدَانِ كَاَنَّهُمَا الْفَرْقَدَانِ . فَابْتَهَجْتُ بِسَلَامَةِ بَصَرِهٖ وَعَجِبْتُ مِنْ غَرَائِبِ سِيَرِهٖ وَلَمْ يَلْقِنِيْ قَرَارٌ وَلَا طَاوَعَنِيْ اِصْطِبَارٌ حَتّٰى سَاَلْتُهٗ مَادَعَاكَ اِلَى التَّعَامِيْ مَعَ سَيْرِكَ فِي الْمَعَامِيْ وَجَوْبِكَ الْمَوَامِيْ وَ اِيْغَالِكَ فِي الْمَرَامِيْ .**

درج بالا عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، خط کشیدہ کلمات کی لغوی تحقیق کریں۔ (مقامہ ۷۔ص ۱۲۵) (درس مقامات۔ص ۳۲۵)

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا خلاصہ تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) کلماتِ مخطوطہ کی لغوی تحقیق۔

جواب ...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ **کمامرّ فی السوال آنفا۔**

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ پس جب وہ میرے گھر میں مقیم ہو گیا اور میں نے اپنی طاقت کے مطابق جلدی میں تیار کیا گیا کھانا اس کے سامنے حاضر کیا تو وہ مجھ سے کہنے لگا حارث! کیا ہمارے ساتھ کوئی تیسرا ہے؟ میں نے کہا بوڑھی کے علاوہ کوئی نہیں، کہنے لگا اس سے کوئی راز چھپا نہیں، پھر اس نے اپنی دونوں آنکھوں میں سے ایک کھولی اور دونوں جڑواں (آنکھوں) سے گھورنے لگا، اس کے چہرے کے دونوں چراغ روشن تھے، گویا کہ وہ فرقدان ستارے ہوں تو میں اس کی بینائی کی سلامتی پر خوش ہوا اور اس کے طرزِ زندگی کے عجائب سے مجھے تعجب ہوا، مجھے قرار نہیں ملا اور صبر نے میری موافقت نہ کی یہاں تک کہ میں نے اس سے پوچھا انجان بیابانوں میں چلنے، وسیع جنگلوں کو قطع کرنے اور مختلف شہروں میں تیرے جلدی میں داخل ہونے کے باوجود تجھے کس چیز نے بتکلف اندھا بننے کی دعوت دی (یعنی تو چلتا پھرتا آدمی ہے پھر اس طرح حیلہ کر کے کیوں رقم بٹورتا ہے)۔

❸ کلماتِ مخطوطہ کی لغوی تحقیق:۔ "اِسْتَحْلَسَ" صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معلوم از مصدر اِسْتِحْلَاسٌ (استفعال) حَلَسًا (سمع) بمعنی مقیم ہونا، جم کر بیٹھنا، حِلْسٌ بمعنی ٹاٹ۔ "مُكْنَةٌ" اسم ہے بمعنی قدرت، استطاعت، قوت وشدت۔

"وُكْنَةٌ" یہ مفرد ہے اس کی جمع اَوْكُنٌ، اَوْكَانٌ، وُكُنٌ، وُكُنَاتٌ، وُكَنَاتٌ ہے بمعنی گھونسلہ، آشیانہ، گھر۔

"مَحْجُوْزٌ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم مفعول از مصدر حَجْزًا و حِجَارَةً (نصر، ضرب) بمعنی منع کرنا و دفع کرنا۔

"رَأْرَءَ" صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معلوم از مصدر رَأْرَأَةٌ (فعللة) بمعنی گھمانا، گھورنا۔

"تَوْاَمَتَيْهِ" یہ تَوْاَمَةٌ کا تثنیہ ہے اس کی جمع تَوَائِمُ، تُؤَامٌ ہے بمعنی جڑواں۔

"يَقِدَانِ" صیغہ تثنیہ مذکر غائب فعل مضارع معلوم از مصدر وَقْدًا، قِدَةً (ضرب) بمعنی بھڑکنا و روشن ہونا، وَقُوْدٌ بمعنی ایندھن۔

"اَلْفَرْقَدَانِ" یہ فَرْقَدٌ کا تثنیہ ہے، قطب شمالی میں واقع روشن ستارہ، نیل گائے کا بچہ۔

"اِبْتَهَجْتُ" صیغہ واحد متکلم فعل ماضی معلوم از مصدر اِبْتِهَاجٌ (افتعال) بمعنی خوش ہونا۔ مجرد بَهْجًا (سمع) خوش کرنا، (کرم) خوش ہونا۔ "سِیَرٌ" یہ سِیْرَۃٌ کی جمع ہے بمعنی طرزِ زندگی، سَیْرٌ باب ضرب کا مصدر ہے بمعنی چلنا۔

"طَاوَعَ" صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معلوم از مصدر مُطَاوَعَۃٌ (مفاعلۃ) بمعنی موافقت کرنا، فرمانبرداری کرنا۔

"اِصْطِبَارٌ" یہ باب افتعال کا مصدر ہے بمعنی صبر کرنا، صَبْرٌ بمعنی بہادری ودلیری۔

"اَلتَّعَامِیْ" یہ باب تفاعل کا مصدر ہے بمعنی بتکلف اندھا بننا۔ مجرد عَمًی (سمع) بمعنی اندھا ہونا، جاہل ہونا۔

"اَلْمَعَامِیْ" یہ مَعْمَاۃٌ کی جمع ہے بمعنی بیابان ونامعلوم جنگل۔ "جَوْبٌ" یہ باب نصر کا مصدر ہے بمعنی طے کرنا، کاٹنا وتراشنا۔

"اَلْمَوَامِیْ" یہ جمع ہے اس کا مفرد مَوْمَاۃٌ ہے بمعنی صحراو جنگل۔

"اِیْغَالٌ" یہ باب افعال کا مصدر ہے بمعنی جلدی کرنا۔ مجرد وُغُوْلًا (ضرب) بمعنی گھسنا وچھپنا۔

"اَلْمَرَامِیْ" یہ جمع ہے اس کا مفرد مَرْمًی ہے بمعنی مقصد، وہ شہر جس سے دوسرے شہر کا قصد کیا جائے۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۵ھ

الشق الاوّل ......وہ مال اور خزانے جو سلاطین اور رئیسوں کا لقمۂ تر اور امراء کی ذاتی جائیداد سمجھے جاتے تھے اب اللہ کی امانت سمجھے جانے لگے تھے، اس کی رضا میں خرچ اور صحیح محل پر صرف کئے جاتے اور مسلمان اس دولت کے امین اور متولی تھے۔ خلیفہ کی مثال یتیم کے سرپرست کی سی تھی اگر صاحبِ استطاعت ہوتا تو احتیاط کرتا اور اگر حاجت مند ہوتا تو بقدرِ ضرورت لیتا۔

الامة العربية ليست كالامم ولا ترمي اهدافا تافهة محدودة بل لها هدف سام رفيع هو انهاض البشرية جمعاء و هدايتها الى الحق والسعادة والرشاد هى امة قد ربّاها مرشدها الاكبر رسول الله ﷺ بسيرته السنية على حب العدل والايفاء بالعهود وانفاق الاموال فى وجوه الخير۔ (ص۷۰-۱۰۲، مجلس نشریاتِ اسلام)

مذکورہ اردو عبارت کا عربی میں اور عربی عبارت کا اردو میں ترجمہ کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں دو امور مطلوب ہیں (۱) اردو عبارت کا عربی میں ترجمہ (۲) عربی عبارت کا اردو میں ترجمہ۔

جواب ...... ❶ اردو عبارت کا عربی میں ترجمہ:۔ **واصبحت الاموال والخزآئن التى كانت لقمةً هانئةً للسلاطين والرؤسآء ودولةً بين الاغنيآء امانة الله تنفق فى وجهه و تصرف فى مصرفها الصحيح وكان المسلمون اُمنآء هٰذه الثروة و متوليها فمثل الخليفة كمثل كافل اليتيم ان استغنى استعفّ وان افتقر اخذ بقدر الكفاف۔**

❷ عربی عبارت کا اردو میں ترجمہ:۔ عرب قوم دوسری اقوام کی طرح نہیں ہے، نہ ہی اس کے پیش نظر حقیر اور محدود مقاصد ہیں بلکہ اس کا بلند اور عالی شان مقصد ہے۔ وہ ہے پوری انسانیت کو اٹھانا اور اسے حق اور سعادت وہدایت کی راہ پر لانا، یہ وہ عظیم قوم ہے جسے اس کے مرشد اعظم رسول اللہ ﷺ نے اپنی تابناک سیرت کے ذریعے عدل پروری، ایفاءِ عہد، نیکی کی راہوں میں مال خرچ کرنے، حق کی حمایت میں بھائی چارہ اور گھٹیا باتوں سے بالاتر رہنے کی تربیت دی۔

الشق الثانی ......مندرجہ ذیل عنوانات میں سے کسی ایک پر جامع مضمون عربی میں لکھیں جو کم از کم دس سطروں پر مشتمل ہو۔

(۱)الوالدين (بيان درجة الابوين وضرورة اكرامهما وخدمتهما) (۲)السخاء (۳)سيرة سيدنا عمر بن عبدالعزيزؒ.

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں فقط مذکورہ عنوانات پر عربی مضمون مطلوب ہے

جواب ......مذکورہ عنوانات پر عربی مضمون:۔

......الوالدين

فضل الوالدين على الابنآء عظيم جدًا لا مجال لانكاره ولايمكن لانسان ان يجازى فضلهما ولو بملءِ الارض ذهبًا لان نفسه وماله لوالديه وقد جآء فى كتاب الله: اما يبلغن عندك الكبر احدهما او كلاهما فلا تقل لهما افٍ الاية وقد اردف الله ذكر الاحسان اليهما ذكر الاجتناب من الشرك . وهٰكذا جعل الرسول ﷺ الشرك و عقوق الوالدين فى عدادٍ واحدٍ اذعدهما من اكبر الكبآئر ولو قيل لماذا كانت هٰذه الدرجة للوالدين؟ فنقول لانهما من اكبر المحسنين الى الانسان علٰى وجه الارض اذهما وسيلة تولده فلولا الوالدان لما ظهر ولدٌ الٰى حيز الوجود ابدًا فاذا اشتكٰى اوبكٰى طارنومهما فكم من ليالٍ باتاها ساهرين عليه وعلى الاخص امّه فانها حملته وهنًا علٰى وهنٍ وارضعته عامين فانه لازال لها خلال هٰذه المدة شغلًا شاغلًا فضحت نفسها لنفسه تنام بنومه و ترق بارقه . ووردت احاديث كثيرة فى فضل الاحسان الى الوالدين منها قوله صلى الله عليه وسلم فى جواب رجلٍ قال يا رسول الله من احق بحسن الصحبة؟ امك ثم امك ثم اباك ثم ادناك ادناك وفى بعض الروايات رضى الرّبّ فى رضى الوالد وسخط الرب فى سخط الوالد .

وبقيع النظر عن النقل يوجب العقل ايضًا الاحسان الى الوالدين لانهما احسنا الى الاولاد مالم يحسن احدٌ اليهما ، وهل جزآءُ الاحسان الا الاحسان فعلٰى كل ولدٍ ان يخفض لهما جناح الذّلّ من الرحمة ويقول رب ارحمهما كما ربيٰنى صغيرًا. ولاريب انهما لنعمة من نعم الله سبحانه (توضیحات الانشاء ص۱۰۶)

......السّخَاء

ان السخاء من الاخلاق الكريمة نوه به جميع الملل والنحل ، ففضيلته غير منكرةٍ والسخى ينال مكانةً عاليةً و منزلةً رفيعًا فى قلب كل امرئٍ سواءٌ كان مسلمًا او غير مسلمٍ لان السخاء من الخصال الفطرية الانسانية يحب صاحبه الى الله تعالٰى والى خلقه ويبارك للسخى فى ماله كما جآء فى الحديث واما البخيل فساقطٌ فى نظر الجميع لايقيم له احدٌ وزنًا ولا يعبأبه ، فالناس كلهم يحذرون من معاشرته ويبتعدون من معاملته نافرين من دآئه فكل يميل عنه ويتحا شاه لانهم يآئسون من خيره وانسانيته فهو مقيت عند الله وعند الناس يتلف ماله كما نص عليه الحديث ولا شك انا

السخـآء نبلٌ و كـرامة والبـخل شينٌ و شناعة ونبيّنا ﷺ كان اجود خلق الله كما هو مروى ما سئل رسول الله ﷺ شيئًا فقال لا ۔

والسّخـآء اعظم وسيلة لحصول البركة ولنيل رضآءِ الله تعالٰی فی الدارين كما جاء فی قصة رجلٍ اعمٰی ردّ الله عليه بصره واعطاه واديًا من الغنم ثم اتاه ملكٌ فی صورتهٖ و هيئته وسأله فقال خذما شئت وَدَعْ ما شئت فقال الملك امسك مالك فانما ابتليتم فقد رضی الله عنك وسخط علٰی صاحبيك وهٰذا بفضل سخائه و شكره فالسّخآء خلقٌ لابُدّ منه للحياة الشريفة الكريمة۔ (توضیحات الانشاء ص ۱۰۳)

......سيدناعمر بن عبدالعزيز......

ولد سيدنا عمر بن العزيز بالمدينة المنورة سنة احدٰی و ستين و يصل نسبه لابيه الی مروان ولامه الٰی سيدنا عمر بن الخطاب فلما عقل عمر بن عبدالعزيز و بلغ العمر الذی فيه يقبل الناس علی التعلم والتثقف احب احواله ومال اليهم واعتنی بتربيته سيدنا عبدالله بن عمرؓ فحاز بذلك درجة الفضل والسعادة و بلغ اشد كمال العلم والدين ۔ اوّلًا فاز بمنصب الامارة علی المدينة المنورة سهل له ذالك ۔

ثم اراد الله به و بالامة الاسلامية خيرًا انتقلت الخلافة اليه انتقلت اليه بغتة لم يكن يرجوها ولم يكن علی بال احد ان ذلك كائن فتجرد عمر بن عبدالعزيز من جميع ما كان يختص به متنعما و تزهد فی الدنيا اقصی غاية الزهد و اخذ الناس علی الباطل وارجعهم الی الحق و هجر جميع المألوفات التی الفها اخذ الزكاة و سمع للمظلوم ونصر الحق وحرم اسرة الخلافة من جميع الاختصاصات فاصبحوا كجميع الناس ۔ هو مجدد الاسلام للمائة الاولٰی وكان رجلًا لن ينساه التاريخ و عمل اعمالًا عظيمة۔

وفی الامارة شدد علی نفسه وعلی اهله ما لم يشدد مثله علی احد، حرم نفسه واهله من الحياة السهلة المستريحة حتی كان لايجد احيانا مايكفی لضرورته فضلا عما يرغب فيها النفس من الكماليات ۔

وفی السنة الواحدة بعد المائة الاولٰی من الهجرة انتقل الی رحمة الله ، طيب الله ثراه و رفع درجاته ۔(توضیحات الانشاء ص ۱۲۰)

﴿الورقة الخامسة :فی الادب العربی﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ١٤٣٦ھ

الشق الاوّل......فَلَمَّا رَاَيْتُ تَلَهُّبَ جَذْوَتِهٖ وَتَاَلُّقَ جَلْوَتِهٖ اَمْعَنْتُ النَّظَرَ فِیْ تَوَسُّمِهٖ وَسَرَّحْتُ الطَّرْفَ فِیْ مِيْسَمِهٖ فَاِذَا هُوَ شَيْخُنَا السَّرُوْجِیُّ وَقَدْ اَقْمَرَ لَيْلُهُ الدَّجُوْجِیُّ فَهَنَّأْتُ نَفْسِیْ بِمَوْرِدِهٖ وَابْتَدَرْتُ اسْتِلَامَ يَدِهٖ ۔ وَ قُلْتُ لَهٗ مَا الَّذِیْ اَحَالَ صِفَتَكَ حَتّٰی جَهِلْتُ مَعْرِفَتَكَ وَاَیُّ شَیْئٍ شَيَّبَ لِحْيَتَكَ حَتّٰی اَنْكَرْتُ حُلْيَتَكَ فَاَنْشَاَ يَقُوْلُ:

وَقْعُ الشَّوَائِبِ شَيَّبْ وَالدَّهْرُ بِالنَّاسِ قُلَّبْ

"دَانَ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث ماضی معلوم از مصدر دَوْنًا و دُوْنًا (نصر) بمعنیٰ مطیع ہونا۔

"يَتَغَلَّبُ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث مضارع معلوم از مصدر تَغَلُّبٌ (تفعل) بمعنیٰ غالب ہونا اور غلبہ پانا۔

"فَلَاتَثِقْ" صیغہ واحد مذکر بحث نہی حاضر معلوم از مصدر ثِقَةٌ (حسب) بمعنیٰ بھروسہ کرنا، اعتماد کرنا۔

"خُلَّبٌ" بمعنی بغیر بارش خالی چمک۔ مصدر خلابةٌ (نصر) بمعنیٰ دھوکہ دینا ایسے بادل سے بھی چونکہ آدمی دھوکہ میں مبتلا ہوتا ہے اس لئے اسے خُلَّبٌ کہتے ہیں۔ "بومیض" یہ مصدر ہے (ضرب) بمعنیٰ معمولی چمک۔

"اضریٰ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث ماضی معلوم از مصدر اِضْرَاءٌ (افعال) بمعنیٰ بھڑکانا۔

❹ پہلے دو اشعار کی ترکیب:۔ وقع الشوائب مضاف و مضاف الیہ ملکر مبتدا شیب جملہ فعلیہ ہوکر خبر، مبتدا خبر ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ واؤ استینافیہ الدھر مبتدا بالناس جار مجرور ملکر متعلق مقدم قلّب فعل مع فاعل و متعلق جملہ فعلیہ ہوکر خبر، مبتدا خبر ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ اِنْ شرطیہ دان فعل مع فاعل یوما مفعول فیہ لشخص جار مجرور ملکر متعلق، فعل اپنے فاعل مفعول فیہ و متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط فاء جزائیہ فی غد جار و مجرور ملکر متعلق مقدم یتغلّب فعل و فاعل اپنے متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ ہوکر جزاء، شرط و جزا ملکر جملہ شرطیہ ہوا۔

الشق الثانی......وَكَانَ بِالْمَجْلِسِ كَهْلٌ جَالِسٌ فِي الْحَاشِيَةِ عِنْدَ مَوَاقِفِ الْحَاشِيَةِ فَكَانَ كُلَّمَا شَطَّ الْقَوْمُ فِيْ شَوْطِهِمْ وَنَثَرُوا الْعَجْوَةَ وَالنَّجْوَةَ مِنْ نَوْطِهِمْ يُنْبِئُ تَخَازُرُ طَرْفِهِ وَ تَشَامُخُ اَنْفِهِ اَنَّهُ مُخْرَنْبِقٌ لِيَنْبَاعَ وَ مُجْرَمِّزٌ سَيَمُدُّ الْبَاعَ وَنَابِضٌ يُبْرِي النِّبَالَ وَ رَابِضٌ يَبْغِي النِّضَالَ ۔ (مقامہ ۶۔ ص ۱۰۲)

عبارت پر اعراب لگائیں۔ عبارت کا واضح ترجمہ کریں، خط کشیدہ کلمات کی لغوی و صرفی تحقیق کریں اور یہ بتائیں کہ مذکورہ عبارت کس مقامہ سے ماخوذ ہے۔ (درسِ مقامات۔ ص ۲۶۰)

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں چار امور حل طلب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) کلماتِ مخطوطہ کی لغوی و صرفی تحقیق (۴) مقامہ کی تعیین۔

جواب...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ مجلس میں ایک اُدھیڑ عمر آدمی کنارے پر خادموں کے کھڑے ہونے کی جگہوں کے پاس بیٹھا ہوا تھا (اس کی حالت یہ تھی کہ) جب بھی لوگ (کلام کے میدان میں) اپنی گردش میں دور چلے جاتے اور اپنے توشہ دان سے عمدہ اور ردی کھجور کو بکھیرتے (عمدہ اور ردی کلام مراد ہیں اور توشہ دان سے ذہن و دماغ مراد ہیں) تو اس آدمی کا آنکھ کے کنارہ سے دیکھنا اور ناک چڑھانا اس بات کی خبر دیتا تھا کہ وہ خاموشی سے سر جھکانے والا ہے تاکہ حملہ کر سکے اور سمٹ کر بیٹھنے والا ہے کہ عنقریب دراز کریگا بازوؤں کو (پرندہ بسا اوقات اُڑنے اور پھڑ پھڑانے سے پہلے سکڑتا ہے) اور کمان کا چلہ کھینچنے والا ہے کہ تراشے (کلام کے) تیروں کو اور گھٹنوں کے بل بیٹھ کر تیر اندازی چاہتا ہے۔

❸ کلماتِ مخطوطہ کی لغوی و صرفی تحقیق:۔ "اَلْحَاشِيَةُ" یہ مفرد ہے اس کی جمع حَوَاشِيْ ہے بمعنیٰ طرف و کنارہ۔

اِنْ دَانَ یَـوْمًـالِلشَّخْـصِ فَـفِـیْ غَـدٍ یَّتَـغَـلَّـبُ

فَلَاتَثِـقْ بِـوَمِیْـضٍ مِـنْ بَـرْقِـهٖ فَهُوَ خُـلَّـبٌ

وَاصْبِـرْ اِذْهُـوَ اَضْـرٰی بِكَ الْـخُـطُـوْبَ وَاَلَّـبْ (مقامہ۲۔ص۶۱)

عبارت کا ترجمہ کریں، خط کشیدہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق کریں، مذکورہ اشعار کی ترکیب لکھیں۔(درسِ مقامات۔ص۱۲۷)

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حل چار امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) کلماتِ مخطوطہ کی لغوی و صرفی تحقیق (۴) پہلے دو اشعار کی ترکیب۔

جواب ...... ❶ عبارت پر اعراب:۔کمامرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کا ترجمہ:۔پس جب دیکھا میں نے اس کی چنگاری کی بھڑک کو اور اس کے ظاہر کی چمک کو تو گھرا کیا میں نے نظر کو اُس کو علامت سے پہچاننے میں اور چھوڑ دی میں نے نظر اُس کی علامت (یا حُسن) میں پس اچانک وہ ہمارا شیخ سروجی تھا ایسے حال میں کہ چاند کی طرح ہو چکی تھی اس کی شب تاریک پس مبارک باد دی میں نے اپنے نفس کو اُس کے وارد ہونے کی اور سبقت کی میں نے اُس کے ہاتھ چوم لینے میں، اور میں نے اُسے کہا کہ کس چیز نے آپ کی حالت بدل دی یہاں تک کہ میں آپ کی پہچان سے جاہل رہا؟ اور کس چیز نے آپ کی داڑھی کو سفید کر دیا یہاں تک کہ میں نے آپ کے حلیہ کو نا آشنا سمجھا؟ پس اس نے شعر پڑھے کہتے ہوئے، مصائب کے واقع ہونے نے بوڑھا کر دیا اور زمانہ لوگوں پر بہت تبدیل ہونے والا ہے، اگر تابع ہو جائے کسی دن کسی شخص کے تو کل آئندہ میں غالب ہو جاتا ہے پس نہ بھروسہ کرنا اُس (زمانے) کی بجلی کی معمولی چمک پر کیونکہ وہ بہت دھوکے باز ہے اور صبر کر جب وہ بھڑکائے تیرے اوپر حوادثات اور جمع کرے کیونکہ سونے کی ڈلی کیلئے کوئی عار نہیں ہے جبکہ اُسے آگ میں لوٹ پوٹ کیا جائے۔

❸ کلماتِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔"تَلَهُّبَ" یہ مصدر ہے (تفعل) بمعنیٰ آگ کا بھڑکنا۔

"جَذْوَتِهٖ" یہ مفرد ہے اس کی جمع جُذیٰ ہے بمعنیٰ دہکتی ہوئی چنگاری۔ "تالق" یہ مصدر ہے (تفعل) بمعنیٰ چمکنا۔

"جلوته" جلوة یہ مصدر ہے جو خلوة کی ضد ہے (نصر) بمعنیٰ نقاب ہٹانا اور چہرہ ظاہر کرنا۔

"لیله" یہ مفرد ہے اس کی جمع لَیَال ہے اور یہ نہار کا مقابل ہے بمعنیٰ رات ہے۔

"تَوَسُّمِهٖ" یہ مصدر ہے (تفعل) بمعنیٰ علامات کے ذریعے کسی شیٔ کو معلوم کرنا، فراست سے معلوم کرنا۔

"مِیْسَمِهٖ" یہ مفرد ہے اسکی جمع مَیَاسِمُ، مَوَاسِمُ ہے بمعنیٰ علامت، وہ آلہ جس سے جانوروں پر نشان لگاتے ہیں۔

"بِمَوْرِدِهٖ" مورد مصدر میمی ہے (نصر) بمعنیٰ آنا۔ "قُلَّبٌ" یہ مبالغہ کا صیغہ ہے بمعنیٰ بہت پینترے بدلنے والا۔

"وَابْتَدَرْتُ" صیغہ واحد متکلم بحث ماضی معلوم از مصدر اِبْتِدَارٌ (افتعال) بمعنیٰ سبقت کرنا۔

"اَحَالَ" صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معلوم از مصدر اِحَالَةٌ (افعال) بمعنیٰ تبدیل کرنا۔ مجرد حَوْلًا (نصر) تبدیل ہونا۔

"شَیَّبَ" صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معلوم از مصدر تَشْیِیْبٌ (تفعیل) بمعنیٰ سفید و بوڑھا کرنا۔ مجرد شَیْبًا (ضرب) بمعنیٰ بوڑھا ہونا۔ "اَلشَّوَائِبُ" یہ شَائِبَة کی جمع ہے بمعنیٰ آلودگی، مصیبت، آمیزش۔ از مصدر شوبًا (نصر) بمعنیٰ خلط کرنا۔

"كَهْلٌ" یہ مفرد ہے اس کی جمع كُهُولٌ و كُهْلَانٌ ہے بمعنی اُدھیڑ عمر (۳۰ سے ۵۰ سال)۔ مصدر كَهْلًا (فتح) اُدھیڑ عمر ہونا۔

"شَطَّ" صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معلوم از مصدر شَطًّا و شُطُوْطًا (نصر وضرب) بمعنی دور ہونا، حد سے بڑھنا۔

"شَوْطٌ" یہ مفرد ہے اس کی جمع اَشْوَاطٌ ہے بمعنی چکر۔ مصدر شَوْطًا (نصر) بمعنی دوڑنا و چکر لگانا۔

"اَلْعَجْوَةُ" عمدہ و مشہور کھجور کا نام ہے۔ "اَلنَّجْوَةُ" بمعنی ردّی و گھٹیا کھجور۔

"نَوْطٌ" یہ مفرد ہے اس کی جمع اَنْوَاطٌ ہے بمعنی تھیلا۔ مصدر نَوْطًا (نصر) بمعنی لٹکانا۔

"تَخَازُرٌ" یہ باب تفاعل کا مصدر ہے، مجرد خَزْرًا (نصر) دونوں کا معنی آنکھ کے کنارہ سے دیکھنا، خَزَرًا (سمع) تنگ آنکھ والا ہونا۔

"تَشَامُخٌ" یہ باب تفاعل کا مصدر ہے۔ مجرد شَمْخًا و شُمُوْخًا (فتح) بمعنی تکبر کرنا، بلند ہونا۔

"مُخْرَنْبِقٌ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر اِخْرِنْبَاقٌ (افعنلال) بمعنی سر جھکانا، زمین سے چمٹنا۔

"لِيَنْبَاعَ" صیغہ واحد مذکر امر غائب معلوم از مصدر اِنْبِيَاعٌ (انفعال) بمعنی خود کو پھیلانا۔ مجرد بَوْعًا (نصر) بمعنی دینے کیلئے ہاتھ پھیلانا۔

"مُجْرَمِّزٌ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر اِجْرِمَّازٌ (افعلال) بمعنی سکڑنا، سمٹنا، لوٹنا و بھاگنا۔

"اَلْبَاعُ" یہ مفرد ہے اس کی جمع اَبْوَاعٌ و بَاعَاتٌ ہے بمعنی دونوں پھیلے ہوئے بازوؤں کا درمیانی فاصلہ، مراد بازو ہیں۔

"نَابِضٌ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر نَبْضًا و نَبَضَانًا (ضرب) بمعنی کمان کا چلّہ کھینچنا۔

"يَبْرِيْ" صیغہ واحد مذکر غائب فعل مضارع معلوم از مصدر بَرْيًا (ضرب) بمعنی تراشنا۔

"اَلنِّبَالُ" یہ نَبْلٌ کی جمع ہے بمعنی تیر۔ مصدر نَبَالَةً (نصر) بمعنی ذو الفضل و عظیم القدر ہونا۔

"رَابِضٌ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر رَبْضًا و رُبُوْضًا (ضرب) بمعنی گھٹنے کے بل بیٹھنا۔

"اَلنِّضَالُ" یہ باب مفاعلہ کا مصدر ہے بمعنی مقابلہ کرنا۔ مجرد نَضْلًا (نصر) بمعنی غالب آنا۔

❹ مقامہ کی تعیین:۔ اس عبارت کا تعلق مقامہ سادسہ مراغیہ سے ہے۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۶ھ

الشق الاوّل ......

لَمْ يَبْقَ صَافٍ وَ لَا مُصَافٍ وَ لَا مَعِيْنٌ وَ لَا مُعِيْنُ

وَ فِي الْمَسَاوِيْ بَدَا التَّسَاوِيْ فَلَا اَمِيْنٌ وَ لَا ثَمِيْنُ

ثُمَّ قَالَ لَهَا مَنِّي النَّفْسَ وَ عِدِيْهَا وَاجْمَعِي الرِّقَاعَ وَ عُدِّيْهَا فَقَالَتْ لَقَدْ عَدَدْتُهَا لَمَّا اسْتَعْدَدْتُّهَا فَوَجَدْتُ يَدَ الضَّيَاعِ قَدْ غَالَتْ اِحْدَى الرِّقَاعِ فَقَالَ تَعْسًا لَكِ يَا لَكَاعِ اِنْخَرَمَ وَيْحَكِ الْقَنَصُ وَالْحِبَالَةُ وَالْقَبَسُ وَالذُّبَالَةُ اِنَّهَا لَضِغْثٌ عَلَى اِبَّالَةٍ ۔ (مقامہ ۷، ص ۱۲۲)

عبارت پر اعراب لگائیں، واضح ترجمہ کریں، خط کشیدہ کلمات کی لغوی و صرفی تحقیق کریں۔ (درس مقامات ص ۳۱۲)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) کلمات مخطوطہ کی لغوی و صرفی تحقیق۔

جواب ...... ❶ **عبارت پر اعراب:۔** کمامرّ فی السوال آنفا۔

❷ **عبارت کا ترجمہ:۔** نہ کوئی صاف آدمی رہا اور نہ کوئی مخلص دوستی کرنے والا رہا، نہ چشمہ رہا اور نہ مددگار۔ برائیوں میں برابری شروع ہوگئی، پس نہ کوئی امانت دار رہا اور نہ کوئی قیمتی۔ پھر اس نے کہا اپنے آپ کو امیدوار رکھو اور اپنے نفس سے وعدہ کرلو (کہ آج نہیں تو کل مل جائے گا) اور رقعوں کو جمع کر کے گن لو، تو وہ کہنے لگی میں نے واپس لیتے ہوئے ان کو گن لیا تھا، ضیاع کے ہاتھ نے ایک رقعہ تلف کردیا ہے (یعنی ایک رقعہ گم ہوگیا ہے) تو بوڑھے نے کہا، اے کمینی! ہلاکت ہو تجھے، تیرا ناس ہو، کیا ہم محروم کردیئے جائیں گے شکار سے بھی اور رسّی سے بھی، شعلہ و روشنی سے بھی اور بتی سے بھی، یہ تو نقصان پر نقصان ہے۔

❸ **کلماتِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔** "صَافٍ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر صَفْوًا و صَفَاءً (نصر) بمعنی صاف ہونا، خالص و عمدہ ہونا۔ "مُصَافٍ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر مُصَافَاةً (مفاعلہ) بمعنی خالص محبت کرنا۔

"مَعِيْنٌ" صیغہ صفت بمعنی چشمہ و جاری پانی۔ مصدر مَعْنًا (فتح) ومَعُوْنًا (کرم) بمعنی آہستہ آہستہ بہنا۔

"اَلْمَسَاوِئُ" خلاف قیاس سُوْءٌ کی جمع ہے بمعنی برائی۔ مصدر سَوْءٌ (نصر) بمعنی برا ہونا۔

"اَمِيْنٌ" یہ صیغہ صفت ہے اس کی جمع اُمَنَاءُ ہے بمعنی امانتدار۔ مصدر اَمَانَةً (کرم) بمعنی امین و امانتدار ہونا۔

"ثَمِيْنٌ" صیغہ صفت ہے، از مصدر ثَمَانَةً (کرم) بمعنی قیمتی ہونا۔ "اَلضَّيَاعُ" یہ باب ضرب کا مصدر ہے بمعنی ہلاک ہونا۔

"مَنِّيْ" صیغہ واحد مذکر امر حاضر معلوم از مصدر تَمْنِيَةً (تفعیل) بمعنی رغبت دلانا، آرزومند بنانا۔

"عِدِيْ" صیغہ واحد مؤنث امر حاضر معلوم از مصدر وَعْدًا و عِدَةً (ضرب) بمعنی وعدہ کرنا۔

"اِسْتَعَدْتُ" صیغہ واحد متکلم فعل ماضی معلوم از باب استفعال بمعنی لوٹنے کو طلب کرنا۔ مجرد عَوْدًا (نصر) بمعنی لوٹنا۔

"غَالَتْ" صیغہ واحد مؤنث غائب فعل ماضی معلوم از مصدر غَوْلًا (نصر) بمعنی اچانک ہلاک کرنا۔

"تَعْسًا" یہ باب فتح و سمع کا مصدر ہے بمعنی ہلاک ہونا۔ "اَلذُّبَالَةُ" یہ مفرد ہے اسکی جمع ذُبَالٌ ہے بمعنی چراغ کی بتی۔

"لَكَاعِ" یہ مؤنث کا صیغہ ہے بمعنی کمینی۔ مصدر لَكَعًا و لَكَاعَةً (سمع) بمعنی کمینی و احمق ہونا۔

"اَلْقَنَصُ" یہ مفرد ہے اس کی جمع اَقْنَاصٌ ہے بمعنی شکار۔ مصدر قَنَصًا (ضرب) بمعنی شکار کرنا۔

"اَلْحِبَالَةُ" یہ مفرد ہے اس کی جمع حَبَائِلُ ہے بمعنی رسّی و پھندا۔ مصدر حَبْلًا (نصر) بمعنی رسّی سے باندھنا۔

"اَلْقَبَسُ" بمعنی شعلہ۔ مصدر قَبْسًا (ضرب) بمعنی لینا و حاصل کرنا۔

"ضِغْثٌ" یہ مفرد ہے اس کی جمع اَضْغَاثٌ ہے بمعنی بوجھ و گٹھڑی۔ مصدر ضَغْثًا (فتح) بمعنی ملانا و جمع کرنا۔

الشق الثانی ...... وَمَاقَصَدْتُ بِالْاِحْمَاضِ فِيْهِ اِلَّا تَنْشِيْطَ قَارِئِيْهِ وَتَكْثِيْرَ سَوَادِ طَالِبِيْهِ وَلَمْ اُودِعْهُ مِنَ الْاَشْعَارِ الْاَجْنَبِيَّةِ اِلَّا بَيْتَيْنِ فَذَّيْنِ اَسَّسْتُ عَلَيْهِمَا بُنْيَةَ الْمَقَامَةِ الْحُلْوَانِيَّةِ وَاٰخَرَيْنِ تَوْاَمَيْنِ ضَمَّنْتُهُمَا خَوَاتِمَ الْمَقَامَةِ الْكَرَجِيَّةِ وَمَاعَدَا ذٰلِكَ فَخَاطِرِيْ اَبُوْعُذْرِهِ وَمُقْتَضِبُ حُلْوِهِ وَمُرِّهِ (مقدمہ: ص ٢٢) (درس مقامات: ص ٤٢)

عبارت پر اعراب لگا کر واضح ترجمہ کریں، خط کشیدہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق کریں "ابوعذرہ" کا موقع استعمال واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں۔(۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) کلماتِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق (۴) ابوعذرہ کا موقعِ استعمال۔

جواب...... ① عبارت پر اعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ اور نہیں ارادہ کیا میں نے اس کتاب میں ایک اسلوب سے دوسرے اسلوب کی طرف منتقل ہونے سے مگر پڑھنے والوں کو چست کرنے کا اور اُس کے طلباء کی جماعت کو بڑھانے کا، اور نہیں ودیعت رکھے میں نے اس میں کوئی اجنبی اشعار مگر دو جدا جدا اشعار جن پر میں نے مقامہ حلوانیہ کی بنیاد رکھی، اور دوسرے دو جڑواں اشعار جن کو میں نے مقامہ کرجیہ کے آخر میں ملایا ہے اور ان کے علاوہ جو کچھ بھی ہے اُس سب کا میرا ہی دل و دماغ موجد ہے اور اُس کی مٹھاس وکھٹاس کو کاٹنے والا ہے۔

③ کلماتِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ "تَنۡشِیۡطٌ" یہ باب تفعیل کا مصدر ہے بمعنی خوش کرنا، چست بنانا۔

"اِحۡمَاضٌ" یہ باب افعال کا مصدر ہے بمعنی سنجیدہ باتوں سے گپ شپ کی طرف منتقل ہونا۔

"لَمۡ اَوۡدِعۡهُ" صیغہ واحد متکلم بحث نفی جحد بلم معروف از مصدر ایداعًا (افعال، مثال) بمعنی ودیعت رکھنا۔

"فَذَّیۡنِ" یہ فَذٌّ کا تثنیہ ہے بمعنی تنہا واکیلا جمع اَفۡذَاذٌ ہے۔مصدر فَذًّا (نصر، مضاعف) بمعنی الگ وتنہا ہونا۔

"بُنۡیَةٌ" یہ مفرد ہے اسکی جمع بُنًی و بِنًی ہے بمعنی عمارت وڈھانچہ، بنیاد۔

"فَخَاطِرِیۡ" خَاطِرٌ بمعنی دل میں گزرنے والا خیال، مجازا ذہن وقلب۔مصدر خُطُوۡرًا (نصر) بمعنی دل پر خیال کا گزرنا۔

"مُقۡتَضِبٌ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر اقتضابٌ (افتعال) بمعنی کاٹنا۔

④ ابوعذرہ کا موقعِ استعمال:۔ ابوعذرہ کا معنی پہلا کاریگر وموجد اور مصنف ہے اور یہ لفظ سب سے پہلے کام کرنے والے کیلئے استعمال ہوتا ہے جیسے "فُلَانٌ ابـو عـذرهـا" فلاں آدمی اس عورت کا پہلا شوہر ہے۔یہاں پر مطلب یہ ہے کہ اس کتاب میں چار اشعار کے علاوہ باقی سب کچھ میری ہی ایجاد وتحریر ہے میں نے وہ کسی سے نقل نہیں کی، میں ہی اسکا مصنف ہوں۔

﴿السوال الثالث﴾ ١٤٣٦ھ

الشق الاول......كانت الآلات والما كينات تحرك و تدار بمشقة عظيمة قبل اكتشافات الكهرباء فلما اكتشف سهل ادارتها و تحريكها وتحملت الكهرباء وحدها ما كان يتحمله الوف من الناس من تسيير الآلات والماكينات ، فبذلك يسهل كل عمل صناعى فالمعامل والمصانع تعمل بسرعة فائقة و توفر لاهلها مالا كثيرا و منافع جمة و تقدم للأمة المصنوعات الكثيرة فلايقل للناس مايحتاجون اليها من مصنوعات و اشياء و منتجات . (ص۴۹۔مجلس نشریات اسلام)

مذکورہ عبارت کا اردو میں ترجمہ کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں فقط عبارت کا اردو میں ترجمہ مطلوب ہے۔

جواب...... عبارت کا اردو میں ترجمہ:۔ بجلی کی دریافت سے پہلے آلات اور مشینیں بڑی مشقت کے ساتھ چلائی اور گھمائی

جاتی تھیں، جب بجلی دریافت ہوئی تو ان کو گھمانا اور حرکت میں لانا آسان ہوگیا، آلات اور مشینوں کے چلانے کا وہ بوجھ جسے ہزاروں لوگ اٹھاتے تھے تنہا بجلی نے اُٹھالیا، اس کی بدولت ہر صنعتی عمل آسان ہورہا ہے، کارخانے اور ملیں بہت تیزی سے مصروف عمل ہیں اور اپنے مالکان کو بہت مال اور وافر منافع فراہم کررہی ہیں لہٰذا لوگوں کو جن مصنوعات (مختلف) اشیاء اور پیداوار کی احتیاج پڑتی ہے وہ ان کی کمی محسوس نہیں ہونے دیتے۔

الشق الثانی ......انہوں نے اس زندگی کی چول بٹھادی مگر اپنی اور اپنے خاندان کی زندگی کو خطرے میں ڈال کر اور اپنا سب کچھ قربان کرکے انہوں نے اس مقصد کی خاطر بادشاہی کا تاج ٹھکرا دیا۔ دولت اور عیش کی بڑی سے بڑی پیش کش کو نامنظور کیا، محبوب وطن کو چھوڑا۔ ساری عمر بے آرام رہے، پیٹ پر پتھر باندھے، کبھی پیٹ بھر کھانا نہ کھایا، گھر والوں کو فقر وفاقہ میں شریک رکھا، دنیا کی ہر قربانی میں، ہر ہر خطرے میں پیش پیش اور ہر فائدے اور ہر لذت سے دور دور لیکن دنیا سے اس وقت تک تشریف نہ لے گئے جب تک کہ دنیا کو صحیح رُخ پر نہ ڈال دیا اور تاریخ کا دھارا نہ بدل دیا۔ (ص ۱۱۳۔ مجلس نشریات اسلام)

درج بالا عبارت کا عربی میں ترجمہ کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں فقط عبارت کا عربی میں ترجمہ مطلوب ہے۔

جواب ......عبارت کا عربی میں ترجمہ:۔ **قد قوّموا سَقْبَ هذه الحياةِ لٰكن خاطروا بحياتهم وحياة عآئلتهم وضَحّوا بمالديهم لهٰذا الهدف ورفضوا تاج الملوكية وردّوا الطُّروحات العظيمة من الثَّرآء والرّغادة وهاجروا الوطن العزيز ولم يصيبوا راحةً مَدَى العمر وشدُّوا الاحجار علٰى بطونهم ولم يشبَعوا من الطعام قطّ واشركوا اهلهم فى الفقر والمجاعة متقدمين فى كل تَضْحِيَّةٍ وخطرٍ مبتعدين عن كل فائدةٍ ولذةٍ لٰكن لم يخرجوا من الدنيا مالم يوجهوا الدنيا الى صراطٍ مستقيمٍ ولم يغيّروا تيّار التاريخ۔**

﴿الورقة الخامسة : فى الادب العربى﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ١٤٣٧ھ

الشق الاوّل ......**فَبَيْنَا نَحْنُ نَتَجَاذَبُ أَطْرَافَ الْاَنَاشِيْدِ وَنَتَوَارَدُ طُرَفَ الْاَسَانِيْدِ اِذْوَقَفَ بِنَا شَخْصٌ عَلَيْهِ سَمَلٌ وَفِىْ مَشْيَتِهٖ قَزَلٌ فَقَالَ:يَا اَخَائِرَ الذَّخَائِرِ وَ بَشَائِرَ الْعَشَائِرِ عِمُوْا صَبَاحًا وَاَنْعِمُوْا اِصْطِبَاحًا وَانْظُرُوْا اِلٰى مَنْ كَانَ ذَانَدِيٍّ وَنَدًى وَجِدَةٍ وَجَدًى وَعَقَارٍوَقُرًى وَمَقَارٍوَقِرًى۔**

عبارت پر اعراب لگائیں سلیس ترجمہ کریں۔ خط کشیدہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق کریں۔ (مقامہ ثالثہ۔ ص ٦٤) (درس مقامات۔ ص ١٣٣)

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حل تین امور ہیں۔ (١) عبارت پر اعراب (٢) عبارت کا ترجمہ (٣) کلمات مخطوط کی لغوی وصرفی تحقیق۔

جواب ...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ **کمامرّ فی السوال آنفا**

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ اسی دوران کہ ہم ترانوں کے اطراف کو کھینچ رہے تھے اور دلچسپ ومستند واقعات پر پے در پے وار کررہے تھے اچانک ہمارے ساتھ ایک ایسا شخص آکھڑا ہوا جس پر پرانی چادر تھی اور اس کی چال میں لنگڑا پن تھا اور کہنے لگا اے

بہترین ذخیرہ اور قبیلوں کو خوشخبری دینے والو تم صبح کو خوشگوار رہو اور صبح کی شراب نوشی سے خوشحال رہو، ذرا اُس شخص کی طرف دیکھ جو مجلس اور سخاوت والا تھا، تونگری اور عطیے والا، زمین اور بستیوں والا، پیالوں، حوضوں اور مہمان نوازی والا تھا۔

③ کلماتِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ "نَتَجَاذَبُ" صیغہ جمع متکلم فعل مضارع معلوم از مصدر تَجَاذُبًا (تفعل) بمعنی مل کر کسی چیز کو اس طرح کھینچنا کہ ایک آدمی ایک طرف سے اور دوسرا دوسری طرف سے کھینچے، باہم کشمکش کرنا۔ یہاں نزاع و بحث و مباحثہ کرنا مراد ہے۔ "عِمُوْا" صیغہ جمع مذکر حاضر بحث امر حاضر معلوم از مصدر وَعْمًا (ضرب، مثال) بمعنی خوشگوار ہونا۔

"اَلْاَنَاشِيْدِ" یہ اُنْشُوْدَةٌ کی جمع ہے بمعنی ترانہ وگیت۔ "طُرَفَ" یہ طَرْفَةٌ کی جمع ہے بمعنی دلچسپ بات، اچھوتی بات۔

"اَخَائِرَ" یہ خَيْرٌ (اسم تفضیل) کی جمع ہے بمعنی بہتر۔ "بَشَائِرَ" یہ بَشَارَةٌ کی جمع ہے بمعنی خوشخبری وخوش کرنے والی بات۔

"نَدِيِّ" بمعنی مجلس جب تک لوگ اُس میں موجود ہوں۔ مصدر نَدْوًا (نصر، ناقص) بمعنی جمع ہونا۔

"عَقَارِ" یہ مفرد ہے اس کی جمع عَقَارَاتٌ ہے بمعنی غیر منقولہ جائیداد، جاگیر، زمین، گھر وغیرہ۔

"مَقَارِ" یہ مِقْرَاةٌ کی جمع ہے بمعنی بڑا پیالہ وحوض۔ مصدر قَرْيٌ (ضرب، ناقص) بمعنی جمع کرنا۔

الشق الثانی ......قَالَ الْحَارِثُ بْنُ هَمَّامٍ: فَلَمَّا وَعَيْتُ مَادَارَ بَيْنَهُمَا تُقْتُ اِلٰى اَنْ اَعْرِفَ عَيْنَهُمَا فَلَمَّا لَاحَ اِبْنُ ذُكَاءَ وَاَلْحَفَ الْجَوَّ الضِّيَاءَ غَدَوْتُ قَبْلَ اِسْتِقْلَالِ الرِّكَابِ وَلَا اِغْتِدَاءَ الْغُرَابِ وَجَعَلْتُ اَسْتَقْرِئُ صَوْبَ الصَّوْتِ اللَّيْلِيِّ وَاَتَوَسَّمُ الْوُجُوْهَ بِالنَّظَرِ الْجَلِيِّ اِلٰى اَنْ لَمَحْتُ اَبَازَيْدٍ وَاِبْنَهٗ يَتَحَادَثَانِ وَعَلَيْهِمَا بُرْدَانِ رَثَّانِ فَعَلِمْتُ اَنَّهُمَا نَجِيَّا لَيْلَتِيْ وَصَاحِبَا رِوَايَتِيْ . (مقامہ رابعہ۔ ص ۸۴) (درسِ مقامات۔ ص ۱۹۵)

سلیس ترجمہ کریں۔ خط کشیدہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق کریں۔ "ابن ذکآء" سے کیا مرد ہے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال کا چار امور ہیں۔ (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) کلماتِ مخطوطہ کی لغوی و صرفی تحقیق (۴) "اِبْنُ ذُكَاءَ" کی مراد۔

جواب ...... **① عبارت پر اعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔**

② عبارت کا ترجمہ:۔ حارث بن ہمام نے کہا کہ جب میں نے وہ باتیں محفوظ کر لیں جو اُن دونوں کے درمیان چلیں تو میں اس بات کا مشتاق ہوا کہ میں ان کی شخصیت کو پہچانوں چنانچہ جب صبح طلوع ہوئی اور اُس نے فضاء کو روشنی پہنادی تو سواریوں کے اٹھنے اور کوے کے صبح کے وقت چلنے سے پہلے میں چل نکلا اور تلاش کرنے لگا میں رات والی آواز کی جہت کو اور غور کرنے لگا چہروں میں ظاہری نگاہ سے یہاں تک کہ میں نے ابوزید اور اُس کے بیٹے کو باتیں کرتے ہوئے اس حال میں دیکھا کہ اُن پر دو پرانی چادریں تھیں پس جان لیا میں نے کہ بلاشبہ یہی دونوں میری رات کے سرگوشی کرنے والے اور میری رات کی قصہ گوئی کرنے والے ہیں۔

③ کلماتِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ "رَثَّانِ" یہ رَثٌّ کا تثنیہ ہے، اسکی جمع رِثَاثٌ ہے بمعنی بوسیدہ و پرانا۔

"وَعَيْتُ" صیغہ واحد متکلم فعل ماضی معلوم از مصدر وَعْيًا (ضرب، لفیف) بمعنی یاد کرنا، جمع کرنا۔

"دَارَ" صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معلوم از مصدر دَوْرًا (نصر، اجوف) بمعنی گھومنا۔

"تُقْتُ" صیغہ واحد متکلم فعل ماضی معلوم از مصدر تَوْقًا (نصر، اجوف) بمعنی مشتاق ہونا۔

"لَاحَ" صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معلوم از مصدر لَوْحًا (نصر، اجوف) بمعنی ظاہر ہونا۔

"اَلْحَفَ" صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معلوم از مصدر اِلْحَافًا (افعال) بمعنی کپڑا ولباس پہنانا۔

"اِسْتِقْلَالٌ" یہ باب استفعال کا مصدر ہے بمعنی اٹھانا، بلند کرنا، کم سمجھنا، کوچ کرنا۔

"اَسْتَقْرِئُ" صیغہ واحد متکلم فعل مضارع معلوم از مصدر استقراءً (استفعال، ناقص) بمعنی تلاش کرنا۔

"صَوْبٌ" یہ باب نصر کا مصدر ہے بمعنی برسنا، بہنا، اُترنا، پہنچنا، جہت وبارش۔

"اَتَوَسَّمُ" صیغہ واحد متکلم فعل مضارع معلوم از مصدر تَوَسُّمًا (تفعل، مثال) بمعنی علامت سے تلاش کرنا، پہچاننا۔

"بُرْدَانِ" یہ بُرْدٌ کا تثنیہ ہے، اسکی جمع اَبْرَادٌ، بُرُوْدٌ ہے بمعنی کپڑا، چادر، کمبل۔

"نَجِیَّا" یہ نجیٌّ کا تثنیہ ہے نون تثنیہ اضافت سے گر گیا ہے بمعنی بھیدی، سرگوشی کرنے والے۔

④ "اِبْنُ ذُكَاءَ" کی مراد:۔ ذُكَاءُ سورج کا نام ہے اور ابن ذکاء سے مراد صبح ہے اسلئے کہ یہ سورج کی روشنی وچمک کا نتیجہ ہوتی ہے۔

﴿السوال الثانی﴾ ١٤٣٧ھ

الشق الاوّل ......وَاسْتَحَالَتِ الْحَالُ وَاَعْوَلَ الْعِيَالُ وَخَلَتِ الْمَرَابِطُ وَرَحِمَ الْغَابِطُ وَاَوْدَى النَّاطِقُ وَالصَّامِتُ وَرَثٰى لَنَا الْحَاسِدُ وَالشَّامِتُ وَاٰلَ بِنَا الدَّهْرُ الْمُوْقِعُ وَالْفَقْرُ الْمُدْقِعُ اِلٰى اَنِ احْتَذَيْنَا الْوَجٰى وَاغْتَذَيْنَا الشَّجٰى وَاسْتَبْطَنَّا الْجَوٰى وَطَوَيْنَا الْاَحْشَاءَ عَلَى الطَّوٰى وَاكْتَحَلْنَا السُّهَادَ وَاسْتَوْطَنَّا الْوِهَادَ وَاسْتَوْطَأْنَا الْقَتَادَ وَتَنَاسَيْنَا الْاَقْتَادَ وَاسْتَطَبْنَا الْحَيْنَ الْمُجْتَاحَ وَاسْتَبْطَأْنَا الْيَوْمَ الْمُتَاحَ۔ (مقامہ۳۔ص۶۶)

عبارت پر اعراب لگا کر واضح ترجمہ کریں، خط کشیدہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق کریں، اودی الناطق والصامت جملہ کا موقع استعمال ذکر کریں اور یہ بتائیں کہ ناطق اور صامت سے کیا مراد ہے۔ (درسِ مقامات۔ص۱۳۸)

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں پانچ امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) کلماتِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق (۴) اودی الناطق والصامت جملہ کا موقع استعمال (۵) ناطق اور صامت کی مراد۔

جواب...... ① عبارت پر اعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ اور حال تبدیل ہو گیا اور اہل وعیال آہ وبکا کرنے لگے اور اصطبل خالی ہو گئے اور رشک کرنیوالا رحم کرنے لگا اور بولنے والا وخاموش رہنے والا (دونوں طرح کا مال) ہلاک ہو گیا، حسد کرنیوالا اور مصیبت پر خوش ہونے والا رحم کھانے لگا اور ہلاک کرنیوالا زمانہ وخاک میں ملانے والا فکر ہم پر لوٹ آیا یہاں تک کہ ہم نے برہنہ پائی کو جوتا اور حلق میں اٹکنے والی ہڈی کو غذا بنایا اور سوزشِ غم سے پیٹ بھرا اور آنتوں کو بھوک پر لپیٹا اور ہم نے بیداری کو سرمہ بنایا اور ہم نے گڑھوں کو وطن بنایا اور ہم نے خاردار درخت کو نرم سمجھا اور ہم کجاؤوں کو بھول گئے اور ہم نے ہلاک کرنیوالی ہلاکت کو اچھا سمجھا اور ہم نے موت کیلئے مقررہ دن کو سست پایا۔

③ کلماتِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ اِسْتَوْطَنَّا صیغہ جمع متکلم فعل ماضی معلوم از باب استفعال (مثال) بمعنی وطن وٹھکانہ بنانا۔

"اِسۡتَحَالَتۡ" صیغہ واحد مؤنث غائب فعل ماضی معلوم از مصدر اِسۡتِحَالٌ (استفعال، اجوف) بمعنی تبدیل ہونا۔
"اَلۡمَرَابِطُ" یہ جمع ہے اس کا مفرد مَرۡبَطٌ ہے بمعنی جانور باندھنے کی جگہ، اصطبل۔ مجرد میں رَبۡطًا (نصر، ضرب) بمعنی باندھنا۔
"اَلشَّجٰی" یہ اسم ہے بمعنی حلق میں اٹکنے والی ہڈی۔ مصدر شَجٰی (سمع) غمگین ہونا۔ شَجۡوًا (نصر) غمگین کرنا۔
"اِسۡتَبۡطَنَّا" صیغہ جمع متکلم فعل ماضی معلوم از مصدر اِسۡتِبۡطَانٌ (استفعال، صحیح) بمعنی پیٹ بنانا۔ بُطُوۡنًا (نصر) مخفی ہونا۔
"اِسۡتَطَبۡنَا" صیغہ جمع متکلم فعل ماضی معلوم از مصدر اِسۡتِطَابَۃٌ (استفعال، اجوف) بمعنی اچھا پانا، طیب سمجھنا۔

❹ **اودی الناطق والصامت جملہ کا موقع استعمال:۔** جس ترتیب سے بھی یہ مادہ کہیں پایا جائے گا وہاں ہلاکت کا معنیٰ ملحوظ ہوگا چنانچہ دیت کو بھی دیت اسی لئے کہتے ہیں کہ انسان دیت کے ذریعے ہلاکت سے بچ جاتا ہے اسی طرح دوا کو بھی دوا اسی لئے کہتے ہیں کہ انسان دوا کھا کر ہلاکت سے بچ جاتا ہے۔

❺ **ناطق اور صامت کی مراد:۔** ناطق سے بولنے والا مال مراد ہے جیسے گھوڑا، گائے، بھینس، اونٹ، بکری وغیرہ۔
صامت سے نہ بولنے والا، خاموش رہنے والا مال مراد ہے جیسے دراہم، دنانیر وغیرہ۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۷ھ

الشق الاوّل ...... مندرجہ ذیل عنوانات میں سے کسی ایک عنوان پر عربی میں مضمون لکھیں جو کم از کم پندرہ سطروں پر مشتمل ہو۔
الشیخ ولی اللہؒ۔ عاقبۃ الکذب۔

جواب ...... **مذکورہ عنوانات پر عربی مضمون:۔ الشیخ ولی اللہؒ:** کما مرّ فی الشق الثانی من السوال الثالث ۱۴۳۳ھ

...... عاقبة الكذب ......

كان ولد بدوى يرعى الغنم يروح بها و يسرح كل يوم فخرج مرة بغنمه حسب العادة وانتاى عن العمران فى طلب الشجر اذ نزغه من الشيطٰن نزغ فاراد بالناس السخرية والمزاح فاحتال حيلة عجيبة لتحيير الناس وادهاشهم وهى انه طلع شجرة ونادى الناس باعلى صوته الذئب الذئب كاذبًا على نفسه فخرج الناس لاغاثته وجاؤا من بعيد مندهشين مسرعين اليه حاملى فئوسهم و عصيهم لٰكن لما حضروه لم يجدوا الذئب ورأوا الغنم ترتعى اٰمنة فسألوه عن الذئب اين هو؟ فاجاب ضاحكًا ماجنًا ما اردت الا ان اتخذكم هزوًا وان اعرف من يلبى ندائى فنكص الناس على اعقابهم مالاموه و عاتبوه على كذبه وذات يوم خرج ذئبٌ مِن و جاره باحثًا عن صيده اذلاحت له الغنم من بعيد فتسلل اليها ومن حسن حظه ان الراعى غير ملتفتٍ اليه والٰى غنمه ايضًا فدخل علٰى حين غفلةٍ منه و هجم على الغنم فلم يردّ بصره الا ثُغاء الشياه ففزع من هذا المنظر المهيب ولم يجد بدًا من ان يستنصر الناس ثانيًا ويستصرخهم فصاح بقوته القصوٰى الذئب الذئب لٰكن لم يرفع به احد راسه ولم يكترث له اذ جربو كذبه مرة فمازال يصيح الذئب الذئب ايها الناس جآء الذئب حقًا والله اناديكم جآدًا دون هزل ولا سخريةٍ لٰكنهم حسبوه مزاحًا

کالسابق فبطش به الذئب وبخرافه و ذهبت نداء اته و صراخاته ادراج الریح جزآء لعمله الشنیع ولا شك ان الكذب من الادواء الانسانية وقد عده الرسول عليه الصلوٰة والسلام من كبائر الذنوب۔

﴿الورقة الخامسة : فی الادب العربی﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ١٤٣٨ھ

الشق الاوّل...... فَلَمَّا لَمْ يُسْعِفْ بِـالْإِقَـالَةِ وَلَا اَعْفٰى مِنَ الْمَقَالَةِ لَبَّيْتُ دَعْوَتَهٗ تَلْبِيَةَ الْمُطِيْعِ وَ بَذَلْتُ فِیْ مُطَـاوَعَتِهٖ جُهْدَ الْمُسْتَطِيْعِ وَاَنْشَاْتُ عَلٰى مَا اُعَانِيْهِ مِنْ قَرِيْحَةٍ جَامِدَةٍ وَفِطْنَةٍ خَامِدَةٍ وَ رَوِيَّةٍ نَاضِبَةٍ وَ هُمُوْمٍ نَاصِبَةٍ خَمْسِيْنَ مَقَامَةً تَحْتَوِیْ عَلٰى جِدِّ الْقَوْلِ وَهَزْلِهٖ وَرَقِيْقِ اللَّفْظِ وَ جَزْلِهٖ۔ (مقدمہ۔ص۲۰)(دروس مقامات۔ص۳۸)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، خط کشیدہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق کریں، خمسین کے منصوب ہونے کی وجہ ذکر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) کلماتِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق (۴) خمسین کے منصوب ہونے کی وجہ۔

جواب...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ چنانچہ جب اُس نے معافی کو پورا نہ کیا اور کہنے سے مجھے بَری و معاف نہ کیا تو مَیں نے اُس کی دعوت پر اطاعت کرنے والے کی طرح لبیک کہا اور اُس کی موافقت میں مَیں نے صاحبِ استطاعت کی طرح کوشش صَرف کی اور میں نے پچاس مقامے لکھے باوجود اس کے کہ میں برداشت کررہا تھا جمی ہوئی طبیعت، بجھی ہوئی زکاوت، خشک ہونے والی فکر اور تھکا دینے والے غموں کی تکلیف کو جو مشتمل ہیں قول کی سنجیدگی اور اُس کی ہنسی مذاق، لفظ کی باریکی اور عظیم ہونے پر۔

❸ کلماتِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ "لَمْ يُسْعِفْ" صیغہ واحد مذکر غائب فعل نفی جحد بلم معلوم از مصدر اِسْعَافٌ (افعال) مجرد سَعْفًا بمعنی حاجت پوری کرنا، مدد کرنا۔

"اُعَانِيْهِ" صیغہ واحد متکلم فعل مضارع معلوم از مصدر مُعَانَاةٌ (مفاعلہ، ناقص) بمعنی برداشت کرنا۔

"نَاضِبَةٌ" صیغہ واحد مؤنث بحث اسم فاعل از مصدر نُضُوْبًا (نصر) بمعنی خشک ہونا۔

"جزلہ" یہ صفت کا مفرد کا صیغہ ہے اس کی جمع جِزَالٌ ہے۔ مصدر جَزَالَةٌ (کرم) بمعنی عظیم ہونا۔

❹ خمسین کے منصوب ہونے کی وجہ:۔ یہ لفظ انشأتُ فعل کا مفعول بہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

الشق الثانی...... ولبثنا على ذلك برهة ينشئ لی كل يوم نزهة ويدرء عن قلبی شبهة الى ان جدحت له يد الاملاق كأس الفراق واغراه عدم العراق بتطليق العراق ولفظته معاوز الارفاق الى مفاوز الآفاق ونظمه فی سلك الرفاق خفوق راية الاخفاق۔

عبارت پر اعراب لگائیں، سلیس ترجمہ کریں، خط کشیدہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق کریں۔

جواب...... مکمل جواب کمامرّ فی الشق الاوّل من السوال الاوّل ١٤٢٧ھ۔

﴿السوال الثانی﴾ ١٤٣٨ھ

الشق الاوّل ...... وكيف يجتلب انصاف بضيم وانى تشرق شمس مع غيم ومتى اصحب ود بعسف واىّ حر رضى بخطة خسف ولله ابوك حيث يقول

جزيت من اعلق بى وده جزآء من يبنى على اسه
وكلت للخل كما كال لى على وفآء الكيل او بخسه
ولم اخسره وشر الورى من يومه اخسر من امسه (مقامہ۴۔ص۸۱)

عبارت کا واضح ترجمہ کریں، خط کشیدہ کلمات کی لغوی تشریح کریں، آخری شعر کی نحوی ترکیب کریں۔ (درسِ مقامات۔ص۱۸۷)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) کلماتِ مخطوطہ کی لغوی تشریح (۳) آخری شعر کی نحوی ترکیب۔

جواب ...... ❶ عبارت کا ترجمہ:۔ اور انصاف ظلم کے ساتھ کیسے حاصل کیا جاسکتا ہے اور سورج بادل کے ساتھ کیسے طلوع ہوسکتا ہے اور محبت کب ظلم کو ساتھ لے سکتی ہے اور وہ کون سا شریف آدمی ہے جو ذلت کے معاملہ پر راضی ہو، اللہ ہی کے لئے ہے تیرے والد کی خوبی جس وقت اُس نے یہ شعر کہے۔ مَیں نے اُس شخص کو جس نے میرے ساتھ اپنی محبت کا تعلق قائم کیا اُس آدمی جیسا بدلہ دیا جو عمارت کو اُس کی بنیاد پر بناتا ہے اور مَیں نے اپنے دوست کو اُسی طرح کیل کر کے دیا جس طرح اُس نے مجھے پورا پورا یا کمی کے ساتھ کیل کر کے دیا حالانکہ مَیں نے اُس کو خسارہ میں نہیں ڈالا اور مخلوق میں سے بدترین وہ شخص ہے جس کا آج کا دن اُس کے کل کے دن سے زیادہ خسارے والا ہو۔

❷ کلماتِ مخطوطہ کی لغوی تشریح:۔ "عَسْفٌ" بمعنی ظلم وموت۔ مصدر عَسْفًا (ضرب) بمعنی ظلم کرنا۔
"ضَيْمٌ" یہ مفرد ہے اس کی جمع ضُيُوْمٌ ہے بمعنی ظلم۔ مصدر ضَيْمًا (ضرب، اجوف) بمعنی ظلم کرنا۔
"خُطَّةٌ" یہ مفرد ہے اس کی جمع خُطَطٌ ہے بمعنی خصلت، عادت ومعاملہ۔
"اُسٌّ" (الف پر تینوں حرکتوں کے ساتھ) یہ مفرد ہے اس کی جمع اَسَاسٌ ہے بمعنی بنیاد۔
"كَالَ" صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معلوم از مصدر كَيْلًا ومَكِيْلًا (ضرب، اجوف) بمعنی وزن وکیل کرنا۔

❸ آخری شعر کی نحوی ترکیب:۔ واؤ عاطفہ لم اخسر فعل مع فاعل ہٗ ضمیر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر معطوف ہوا ماقبل والے جملہ پر۔ واؤ استینافیہ شر الورى مضاف ومضاف الیہ ملکر مبتداء من موصولہ يومه مضاف ومضاف الیہ ملکر مبتداء اخسر اسم تفضیل من جارہ امسه مضاف ومضاف الیہ ملکر مجرور، جار ومجرور ملکر اسم تفضیل کے متعلق ہوکر خبر، مبتداء خبر ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر صلہ، موصول صلہ ملکر خبر، مبتداء خبر ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

الشق الثانی ...... الكرم ثبت الله جيش سعودك يزين واللوم غض الدهر جفن حسودك يشين والاروع يثيب والمعور يخيب والحلاحل يضيف والماحل يخيف والسمح يغذى والمحك يقذى

والعطاء ینجی والمطال یشجی والدعاء یقی والمدح ینقی والحر یجزی۔ (مقامہ۔٦)(درسِ مقامات۔ص ٢٨١)

عبارت کا ترجمہ کریں، مخطوطہ کلمات کی لغوی تشریح کریں، "اللوم غض الدھر جفن حسودك یشین" کی نحوی ترکیب کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حل تین امور ہیں (١) عبارت کا ترجمہ (٢) کلماتِ مخطوطہ کی لغوی تشریح (٣) "اللوم غض الدھر جفن حسودك یشین" کی نحوی ترکیب۔

جواب ...... ❶ عبارت کا ترجمہ:۔ سخاوت مزین کرتی ہے (اللہ آپ کی برکت کے لشکر کو ثابت رکھے) اور کمینہ پن عیب دار بناتا ہے (زمانہ تیرے حاسد کی پلک کو نیچے رکھے) بہادر و شریف آدمی بدلہ دیتا ہے اور بدکردار آدمی محروم کرتا ہے اور سردار آدمی مہمان نوازی کرتا ہے اور مکار، حیلے باز آدمی ڈراتا ہے اور سخی آدمی غذا دیتا ہے اور بخیل آدمی آنکھ میں تنکا ڈالتا ہے اور بخشش نجات دیتی ہے اور حق کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرنا غمگین کرتا ہے اور دعا حفاظت کرتی ہے اور مدح پاک صاف کرتی ہے اور شریف آدمی بدلہ دیتا ہے۔

❷ کلماتِ مخطوطہ کی لغوی تشریح:۔ "مَحِكٌ" بمعنی بخیل۔ مصدر مَحْكًا ومَحَكًا (فتح، سمع) بمعنی گفتگو میں جھگڑنا، خرید و فروخت کے وقت بھاؤ میں اصرار و لجاجت سے کام لینا۔ "سُعُوْدٌ" یہ باب فتح کا مصدر ہے بمعنی بابرکت وخوش بخت ہونا۔

"حَسُوْدٌ" یہ مفرد ہے اسکی جمع حُسُدٌ ہے بمعنی وہ شخص جو طبعًا حاسد ہو۔ مصدر حَسَدًا وحَسَادَةً (نصر، ضرب) بمعنی حسد کرنا۔

"مُعْوِرٌ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر اِعْوَارٌ (افعال) بمعنی ظاہر ہونا۔ مجرد عَوَرًا (سمع) بمعنی کانا ہونا۔

"مَاحِلٌ" بمعنی مکار، سازشی و دغاباز۔ مصدر مَحْلًا (فتح، سمع) بمعنی حیلہ کرنا، شکایات و سازش کرنا۔

❸ "اللوم غض الدھر جفن حسودك یشین" کی نحوی ترکیب:۔ اللوم مبتدا، یشین فعل فاعل ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر خبر، مبتدا، خبر ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ غض فعل الدھر فاعل جفن مضاف حسودك مضاف ومضاف الیہ ملکر مضاف الیہ، مضاف ومضاف الیہ ملکر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل ومفعول بہ سے ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ (معترضہ) ہوا۔

﴿السؤال الثالث﴾ ١٤٣٨ھ

الشق الاوّل ...... عبارت کا عربی میں ترجمہ کریں۔ (اسلامی قانون کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی سب نعمتیں عام ہیں، ان سے جو چاہے اپنی ضرورت بھر فائدہ اٹھائے مثلاً دریاؤں اور چشموں کا پانی سب کے لئے عام ہے، ہاں! اگر کوئی محنت وقابلیت صرف کرکے ان سے نہریں نکالے یا بند باندھ کر اس پانی کو مفید بنائے تو اسے حق ہے کہ وہ اپنی محنت وقابلیت کا بدلہ لے۔ اسی طرح جنگل کی لکڑی، خود سے اُگنے والی گھاس، جنگل کے رہنے والے جانور اور زمین پر کھلی ہوئی کانیں سب کے لئے ہیں، جو چاہے ضرورت بھر فائدہ اٹھائے، ان پر کوئی پابندی قائم نہیں کی جاسکتی ہے)۔

جواب ...... مکمل جواب کمامرّ فی الشق الاوّل من السوال الثالث ١٤٣٤ھ۔

الشق الثانی ...... مندرجہ ذیل عنوانات میں سے کسی ایک عنوان پر عربی میں مضمون لکھیں جو کم از کم پندرہ سطروں پر مشتمل ہو۔

الشیخ ولی اللہؒ، اللغۃ العربیۃ۔

جواب ...... مکمل جواب کمامرّ فی الشق الثانی من السوال الثالث ١٤٢٣ھ و ١٤٢٥ھ۔

****

الورقة السادسة
منطق وبلاغه
قطبى و دروس البلاغة

﴿الورقة السادسة : فی المنطق﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۲۸ھ

الشق الاوّل ......وَالْفِكْرُ هُوَ تَرْتِيبُ أُمُورٍ مَعْلُومَةٍ لِلتَّأَدِّيْ إِلَى الْمَجْهُولِ، كَمَا إِذَا حَاوَلْنَا تَحْصِيْلَ مَعْرِفَةِ الْإِنْسَانِ وَقَدْ عَرَفْنَا الْحَيْوَانَ وَالنَّاطِقَ وَرَتَّبْنَاهُمَا بِأَنْ قَدَّمْنَا الْحَيْوَانَ، وَأَخَّرْنَا النَّاطِقَ، حَتّٰى يَتَأَدَّى الذِّهْنُ مِنْهُ إِلٰى تَصَوُّرِ الْإِنْسَانِ ۔(ص۳۲۔امدادیہ)

عبارت پراعراب لگا کر ترجمہ کریں، فکرونظر کی اصطلاحی تعریف مع مثال لکھیں۔فکر کی تعریف میں علم ماخوذ ہے، علم الفاظ مشترکہ میں سے ہے جب کہ تعریف میں الفاظِ مشترکہ سے احتراز ضروری ہے، شارح کے طرز پر اس اشکال کا جواب لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) نظر وفکر کی اصطلاحی تعریف اور مثال (۴) الفاظ مشترکہ کے استعمال کی وضاحت۔

جواب ...... ❶ **عبارت پر اعراب:۔** كما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ **عبارت کا ترجمہ:۔** فکر وہ امورِ معلومہ کو ترتیب دینا ہے تا کہ مجہول تک پہنچا دے جیسا کہ ہم انسان کی معرفت کا حصول چاہیں تو ہم حیوان اور ناطق کو جانتے ہوں تو ہم ان دونوں کو یوں ترتیب دیں گے کہ حیوان کو مقدم کریں گے اور ناطق کو مؤخر کریں گے تا کہ ذہن انسان کے تصور تک پہنچ جائے۔

❸ **نظر وفکر کی اصطلاحی تعریف اور مثال:۔** دو معلوم علموں کو ملا کر اس سے ایک نا معلوم علم حاصل کرنے کا نام نظر وفکر ہے جیسے ہمیں یہ معلوم ہے کہ ہر انسان جاندار ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ ہر جاندار جسم والا ہے تو ہم نے ان دونوں کو ملایا تو اس سے ایک نا معلوم علم حاصل ہو گیا کہ ہر انسان جسم والا ہے۔

❹ **الفاظ مشترکہ کے استعمال کی وضاحت:۔** سوال ہوتا ہے کہ فکر کی تعریف میں علم کا لفظ الفاظ مشترکہ میں سے ہے اور تعریف میں الفاظِ مشترکہ سے احتراز ضروری ہے۔ جواب کا حاصل یہ ہے کہ الفاظ مشترکہ کا استعمال قرینہ کے ساتھ تعریف میں جائز ہے اور یہاں قرینہ یہ ہے کہ ہماری مراد علم سے حصول عقلی ہے کیونکہ مصنف رحمہ اللہ نے رسالہ شمسیہ میں علم کی جو تفسیر کی ہے وہ صرف حصول عقلی سے کی ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ یہاں پر لفظ مشترک کا استعمال صحیح ہے۔

الشق الثانی ......قَالَ: وَيُشْتَرَطُ فِي الدَّلَالَةِ الْاِلْتِزَامِيَّةِ كَوْنُ الْخَارِجِ بِحَالَةٍ يَلْزَمُ مِنْ تَصَوُّرِ الْمُسَمّٰى فِي الذِّهْنِ تَصَوُّرُهٗ وَإِلَّا لَامْتَنَعَ فَهْمُهٗ مِنَ اللَّفْظِ، وَلَايُشْتَرَطُ فِيْهَا كَوْنُهٗ بِحَالَةٍ يَلْزَمُ مِنْ تَحَقُّقِ الْمُسَمّٰى فِي الْخَارِجِ تَحَقُّقُهٗ فِيْهِ كَدَلَالَةِ لَفْظِ الْعَمٰى عَلَى الْبَصَرِ مَعَ عَدَمِ الْمُلَازَمَةِ بَيْنَهُمَا فِي الْخَارِجِ ۔ (ص۵۵۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں عبارت کا ترجمہ وتشریح لکھیں، دلالت التزامیہ کی تعریف اور مثال بیان کرنے کے بعد لزوم ذہنی اور لزوم خارجی کی تعریف کریں، دلالت التزامی میں لزوم خارجی کیوں شرط نہیں؟ جواب لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں چھ امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) عبارت کی تشریح

(۴) دلالت التزامیہ کی تعریف ومثال (۵) لزوم ذہنی وخارجی کی تعریف (٦) دلالت التزامی میں لزوم خارجی کے شرط نہ ہونے کی وجہ۔

جواب ...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ دلالت التزامیہ میں یہ شرط ہے کہ امر خارج اس طرح ہو کہ مسمی فی الذہن کے تصور سے اس کا تصور لازم آئے وگرنہ فقط لفظ سے اس کا سمجھنا ممتنع ہوگا اور دلالت التزامیہ میں امر خارج کا اس طرح ہونا شرط نہیں ہے کہ مسمی فی الخارج کے تحقق سے اس کا تحقق لازم آئے جیسے لفظ عمٰی کی دلالت بصر پر دلالت التزامیہ ہے باوجودیکہ خارج میں ان دونوں کے درمیان کوئی تلازم نہیں ہے۔

❸ عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں ابتداء مصنف رحمہ اللہ نے دو دعوے ذکر کئے ہیں پہلا دعویٰ یہ ہے کہ دلالت التزامی میں لزوم ذہنی شرط ہے۔ اس دعوے کی دلیل یہ ہے کہ اگر معنی موضوع لہٗ سے امر خارج کا تصور نہ ہو یعنی دونوں میں لزوم نہ پایا جائے تو لفظ سے امر خارج کا فہم ممتنع ہوگا لفظ امر خارج پر دلالت نہ کرے گا حالانکہ لزوم ذہنی کی تعریف ہی یہ ہے کہ معنی موضوع لہ کے تصور سے امر خارج کا تصور لازم آئے گا۔

دوسرے دعویٰ کا حاصل یہ ہے کہ دلالت التزامی کے لئے لزوم خارجی شرط نہیں ہے اس دعوے کی دلیل یہ ہے کہ اگر دلالت التزامی کے لئے لزومِ خارجی شرط ہو تو شرط کا مشروط کے بغیر پایا جانا لازم آئے گا شرط ہونے کا مطلب یہ ہے کہ دلالت التزامی لزوم خارجی کے بغیر نہیں ہوتی حالانکہ دلالت التزامی لزوم خارجی کے بغیر پائی جاتی ہے۔ اس کے بعد اس عبارت میں مصنف رحمہ اللہ نے لزوم ذہنی وخارجی کی تعریف بیان کی ہے جو مابعد میں آرہی ہے۔

❹ دلالت التزامیہ کی تعریف ومثال:۔ لفظ ایسے معنیٰ موضوع لہٗ پر دلالت کرے کہ وہ معنی مدلول اس لفظ سے خارج ہو کر اس لفظ کو لازم ہو جیسے انسان کی دلالت قابلیتِ علم وصنعتِ کتابت پر دلالت التزامی کہلاتی ہے اس طرح کہ لفظ انسان یہ حیوانِ ناطق کیلئے موضوع ہے لیکن قابلیتِ علم اور صنعتِ کتابت انسان سے خارج ہے مگر اسکو لازم ہے کیونکہ انسان کے علاوہ کوئی اور مخلوق عالم وکاتب نہیں ہوسکتی۔

❺ لزوم ذہنی ولزومِ خارجی کی تعریف:۔ لزومِ ذہنی کی تعریف یہ ہے کہ امرِ خارج کا اس طور پر ہونا کہ معنی موضوع لہ کے تصور سے امر خارج کا تصور لازم آئے اور لزوم خارجی کی تعریف یہ ہے کہ امرِ خارج کا اسطور ہونا کہ معنی موضوع لہ کے تحقق فی الخارج سے امرِ خارج کا تحقق فی الخارج لازم آئے۔

❻ دلالت التزامی میں لزوم خارجی کے شرط نہ ہونے کی وجہ:۔ ابھی عبارت کی تشریح کے ضمن میں یہ عدم اشتراط کی وجہ گزر چکی ہے۔

السوال الثانی ١٤٢٨ھ

الشق الاول ...... واعلم أن المصنف قسم الکلی الخارج عن الماهیة الی اللازم والمفارق ، وقسم کلا منهما الی الخاصة والعرض العام، فیکون الخارج عن الماهیة منقسما الی أربعة ، فیکون أقسام الکلی اذن سبعة علی مقتضی تقسیمه لاخمسة فلایصح قوله بعد ذلك : "فالکلیات اذن خمس" (ص۱۰۴۔امدادیہ)

عبارت کا ترجمہ کریں، کلی خارج عن الماہیت کی اقسام اربعہ کی تعریف لکھیں، شارح رحمہ اللہ کی مراد واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) کلی خارج عن الماہیت کی اقسام اربعہ کی تعریف (۳) شارح کی مراد کی توضیح۔

جواب...... ❶ عبارت کا ترجمہ:۔ اور جان تو بیشک مصنف رحمہ اللہ نے تقسیم کیا کلی کو (جو خارج عن الماہیت ہو) لازم اور مفارق کی طرف اور تقسیم کیا ان میں سے ہر ایک کو خاصہ اور عرض عام کی طرف پس وہ کلی جو خارج عن الماہیت ہو اسکی تقسیم ہوگئی چار اقسام کی طرف تو کلی کی کل اقسام سات ہوگئی اس تقسیم کے تقاضے کے مطابق نہ کہ پانچ تو مصنف کا بعد والا یہ قول کہ کلیات پانچ ہیں صحیح نہ ہوگا۔

❷ کلی خارج عن الماہیت کی اقسام اربعہ کی تعریف:۔

عرض لازم: وہ کلی عرضی ہے جس کا ماہیت سے جدا ہونا ممتنع و محال ہو جیسے حرارت کا آگ سے جدا ہونا محال ہے۔

عرض مفارق: وہ کلی عرضی ہے جس کا ماہیت سے جدا ہونا ممتنع و محال نہ ہو جیسے کتابت بالفعل، کہ انسان بالفعل ہر وقت کاتب نہیں ہوتا بلکہ کتابت بالفعل انسان سے جدا بھی ہو جاتی ہے۔

خاصہ: وہ کلی عرضی ہے جو افراد کی حقیقت سے خارج ہو کر صرف ایک حقیقت والے افراد پر بولی جائے جیسے ضاحک انسان کا خاصہ ہے کہ حقیقتِ انسان (حیوان ناطق) سے خارج ہے مگر صرف انسان پر بولی جاتی ہے دیگر حیوانات پر نہیں بولی جاتی۔

عرضِ عام: وہ کلی عرضی ہے جو افراد کی حقیقت سے خارج ہو کر مختلف حقیقت والے افراد پر بولی جائے جیسے ماشی یہ مختلفۃ الحقیقت افراد مثلاً انسان فرس حمار وغیرہ کی حقیقت سے خارج ہو کر ان پر بولا جاتا ہے۔

❸ شارح کی مراد کی توضیح:۔ یہاں سے صاحب قطبی رحمہ اللہ ایک اعتراض کو بیان کر رہے ہیں جو ماتن رحمہ اللہ کی تقسیم پر وارد ہے کہ وہ کلی جو ماہیت سے خارج ہو مصنف رحمہ اللہ نے اس کی تقسیم لازم و مفارق کی طرف کی ہے پھر ان میں سے ہر ایک کی تقسیم کی ہے خاصہ و عرض عام کی طرف تو اس طرح وہ کلی جو خارج عن الماہیت ہو اس کی کل سات قسم ہوگئیں نہ کہ پانچ تو مصنف رحمہ اللہ کا **فالکلیات اذن خمس** کہنا درست نہیں ہے۔ جواب یہ ہے کہ ماتن رحمہ اللہ سے تسامح ہوا ہے۔

الشق الثانی...... **اَلْفَصْلُ لَهٗ نِسْبَةٌ اِلَى النَّوْعِ، وَنِسْبَةٌ اِلَى الْجِنْسِ اَیْ جِنْسِ ذٰلِكَ النَّوْعِ، فَاَمَّا نِسْبَتُهٗ اِلَى النَّوْعِ فَبِاَنَّهٗ مُقَوِّمٌ لَهٗ اَیْ دَاخِلٌ فِیْ قِوَامِهٖ وَجُزْءٌ لَهٗ وَاَمَّا نِسْبَتُهٗ اِلَى الْجِنْسِ فَبِاَنَّهٗ مُقَسِّمٌ لَهٗ اَیْ مُحَصِّلٌ قِسْمٍ لَهٗ۔**

اعراب لگا کر عبارت کا ترجمہ کریں، عبارت کی تشریح لکھیں، فصل مقوم اور فصل مقسم کی تعریفات مع امثلہ لکھیں۔ (ص ۱۲۶۔ امدادیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) عبارت کی تشریح (۴) فصل مقوم و مقسم کی تعریف مع امثلہ۔

جواب...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ فصل اس کی ایک نسبت نوع کی طرف ہوتی ہے اور دوسری نسبت جنس کی طرف ہوتی ہے یعنی اس نوع کی جنس کی طرف اس کی نوع کی طرف نسبت پس بے شک وہ اس کے لئے مقوم ہے یعنی اس کے قوام میں داخل ہے اور اس کا جزء ہے اور بہر حال اس کی نسبت جنس کی طرف پس بے شک وہ اس جنس کے لئے مقسم ہے یعنی اس جنس کو تقسیم کرنے والا ہے۔

۳ عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں شارح رحمہ اللہ فصل کی اقسام کو بیان فرما رہے ہیں کہ کبھی فصل کی نسبت نوع کی طرف ہوتی ہے اور کبھی جنس کی طرف ہوتی ہے اگر اس کی نسبت نوع کی طرف ہو تو یہ فصل مقوم ہے اور اگر اس کی نسبت جنس کی طرف ہو تو یہ فصل مقسم ہے اگر جنس کو فصل سے ملا دیا جائے تو ان کا مجموعہ جنس کی قسم اور اس کے لئے نوع بنے گا جیسے ناطق کی نسبت انسان کی طرف کی جائے تو ناطق انسان کی ماہیت میں داخل ہونے کی وجہ سے فصل مقوم ہوگا اور جب ناطق کی نسبت حیوان کی طرف کریں تو یہ حیوان کو ناطق وغیر ناطق کی طرف تقسیم کرنے کی وجہ سے فصل مقسم ہوگا۔

۴ فصل مقوم و مقسم کی تعریف مع امثلہ:۔ فصل مقوم: کسی ماہیت کا وہ فصل جو اس ماہیت کی حقیقت میں داخل ہو اور اس کا جزء ہو جیسے انسان کے لئے ناطق فصل مقوم ہے۔ فصل مقسم: کسی ماہیت کا وہ فصل ہے جو اس ماہیت کو تقسیم کردے جیسے حیوان کے لئے ناطق فصل مقسم ہے جو حیوان کو ناطق وغیر ناطق کی طرف تقسیم کرتا ہے۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۲۸ھ

الشق الاوّل ......**البحث الثالث فی العکس المستوی وهو عبارة عن جعل الجزء الأول من القضیة ثانیا، والثانی أو لا مع بقاء الصدق والکیف بحالهما.** (ص۲۴۲۔امدادیہ)

عکسِ مستوی کی تعریف اور مثال ذکر کریں، قضیہ کے جزء اوّل اور جزء ثانی سے کیا مراد ہے، موجہات سالبہ کے ان قضیوں کا نام لکھیں جن کا عکس نہیں آتا۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) عکسِ مستوی کی تعریف ومثال (۲) قضیہ کے جزء اوّل و جزء ثانی کی مراد (۳) موجہات سالبہ کے عدم عکس والے قضایا۔

جواب ...... ۱ عکسِ مستوی کی تعریف ومثال:۔ لغت میں عکس کا معنیٰ الٹنا ہے اور اصطلاح میں قضیہ کے پہلے جز کو ثانی اور ثانی جزء کو اوّل کردینے کا نام عکس مستوی ہے لیکن صدق و کذب کے بقاء کے ساتھ جیسے کل انسان حیوان کا عکس مستوی بعض الحیوان انسان آئے گا اور لاشیٔ من الانسان بحجر کا عکس مستوی لاشیٔ من الحجر بانسان آئے گا۔

۲ قضیہ کے جزء اوّل و جزء ثانی کی مراد:۔ قضیہ کے جزء اول وثانی سے قضیہ کے اجزاء ذکریہ مراد ہیں نہ کہ اجزاء حقیقیہ کیونکہ حقیقت میں تو اوّل جزء ذات موضوع ہے اور ثانی جزء وصف محمول ہے اور ان میں عکس نہیں ہوسکتا کیونکہ عکس کی وجہ سے ذاتِ موضوع وصفِ محمول اور وصفِ محمول ذاتِ موضوع نہیں بن سکتے اور عکس اجزاء ذکریہ میں ہوتا ہے یہ بھی دو ہیں وصف موضوع و ذات موضوع۔ چنانچہ عکس میں ذاتِ محمول قضیہ کا موضوع ہوتی ہے اور وصف موضوع قضیہ کا محمول ہوتا ہے اور تبدیل کرنے کا مطلب یہ ہے ذکر میں موضوع کو محمول اور محمول کو موضوع کردیا جائے۔

۳ موجہات سالبہ کے عدم عکس والے قضایا:۔ بسائط میں سے وقتیہ مطلقہ، منتشرہ مطلقہ، مطلقہ عامہ، اور ممکنہ عامہ کا عکس نہیں آتا ہے اور مرکبات میں سے وقتیہ منتشرہ، وجودیہ لاضروریہ، وجودیہ لادائمہ، ممکنہ خاصہ کا عکس نہیں آتا ہے۔

الشق الثانی ...... مندرجہ ذیل اصطلاحات کی تعریفات مع امثلہ لکھیں۔

مانعۃ الجمع، مانعۃ الخلو، ممکنہ خاصہ، ممکنہ عامہ، مشروطہ عامہ، مشروطہ خاصہ، معدولۃ الطرفین، قضیہ محصلہ۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں فقط مذکورہ اصطلاحات کی تعریف مع امثلہ مطلوب ہے۔

جواب ...... مذکورہ اصطلاحات کی تعریف مع امثلہ:۔

مانعۃ الجمع: وہ قضیہ شرطیہ ہے جس کے دونوں جزء میں صرف صدق کے لحاظ سے منافات کا حکم ہو یعنی دونوں جزء کا اجتماع ممتنع ہو اور کذب کے لحاظ سے منافات کا حکم نہ ہو یعنی دونوں کا ارتفاع ہو سکتا ہو جیسے **امّا یکون هٰذا الشیئ حجرا او شجرًا** یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک ہی چیز درخت بھی ہو اور پتھر بھی ہو البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ وہ چیز نہ درخت ہو اور نہ پتھر ہو بلکہ انسان ہو۔

مانعۃ الخلو: وہ قضیہ شرطیہ ہے جس کے دونوں جزء میں صرف کذب کے اعتبار سے منافات ہوں یعنی دونوں مرتفع نہ ہو سکتے ہوں لیکن جمع ہو سکتے ہوں جیسے **امان ان یکون زید فی البحروا ما ان لا یغرق** اس میں دونوں جزء مرتفع نہیں ہو سکتے کہ زید دریا میں نہ ہو اور ڈوب جائے البتہ دونوں جمع ہو سکتے ہیں کہ زید دریا میں بھی ہو اور ڈوبے بھی نہ، بلکہ تیرا کی کر رہا ہو۔

ممکنہ خاصہ: وہ قضیہ موجہہ مرکبہ ہے جس میں جانبین (نسبتِ موافق ونسبتِ مخالف) میں ضرورۃ مطلقہ کی نفی کا حکم لگایا گیا ہو جس کی نہ جانب وجود ضراری ہو اور نہ جانب عدم ضروری ہو جیسے **بالامکان الخاص کل انسان ضاحك وبالامکان الخاص لاشیئ من الانسان بضاحك۔**

مشروطہ عامہ: وہ قضیہ موجہہ بسیطہ ہے جس میں محمول کا ثبوت موضوع کے لئے یا محمول کا سلب موضوع سے ضروری ہو جب تک کہ ذات موضوع وصفِ موضوع کے ساتھ متصف ہو جیسے **کل کاتب متحرك الاصابع بالضرورة مادام کاتباء** اس میں کاتب کے لئے حرکتِ اصابع کا حکم لگایا گیا ہے جب تک یہ کاتب رہے گا۔

ممکنہ عامہ: وہ قضیہ موجہہ بسیطہ ہے جس میں جانب مخالف کے ضروری ہونے کی نفی کا حکم لگایا گیا ہو جیسے **کل نار حارة بالامکان العام۔**

مشروطہ خاصہ: وہ قضیہ مشروطہ عامہ ہے جسکو لا دوام ذاتی کی قید سے مقید کیا گیا ہے جیسے **بالضرورة کل کاتب متحرك الاصابع مادام کاتبا لا دائما، بالضرورة لاشیئ من الکاتب بساکن الاصابع مادم کاتبا لادائما۔**

معدولۃ الطرفین: وہ قضیہ ہے جس میں حرفِ سلب موضوع اور محمول میں سے ہر ایک کا جزء ہو جیسے **اللاحی جماد، اللاحی لیس بعالم۔**

قضیہ محصلہ: وہ قضیہ غیر معدولہ ہے جسمیں حرفِ سلب نہ موضوع کا جزء ہو اور نہ محمول کا جزء ہو اور وہ قضیہ موجبہ ہو جیسے **زید عالم۔**

○○*

﴿الورقة السادسة : فی المنطق﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ١٤٢٩ھ

الشق الاوّل ......ورسموه بأنه آلة قانونية...... (ص٣٦۔امدادیہ)

منطق کی تعریف، غایت اور وجہ تسمیہ تحریر کریں۔آلہ کی تعریف اور مثال ذکر کریں، منطق کے آلہ ہونے کی وضاحت کریں۔
قانون کے لغوی اور اصطلاحی معنی اور مثال بیان کریں اور منطق کے قانون ہونے کی وضاحت کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا خلاصہ پانچ امور ہیں (١) منطق کی تعریف غایت و وجہ تسمیہ (٢) آلہ کی تعریف و مثال (٣) منطق کے آلہ ہونے کی وضاحت (٤) قانون کا لغوی و اصطلاحی معنیٰ (٥) منطق کے قانون ہونے کی وضاحت۔

جواب ...... ❶ منطق کی تعریف، غایت و وجہ تسمیہ:۔ تعریف: **ھی آلة قانونية تعصم مراعاتها الذھن عن الخطأ فی الفکر**، منطق وہ قانونی آلہ ہے جس کی رعایت کرنا ذہن کو خطا فی الفکر سے بچاتا ہے۔

غرض: ذہن کو خطاء فی الفکر سے بچانا ہے۔ وجہ تسمیہ: منطق کو منطق اس لئے کہتے ہیں کہ اس کے ذریعے قوت نطقیہ کا ظہور ہوتا ہے منطق سبب ہے اور قوت نطقیہ مسبب ہے پس سبب کا نام مسبب پر رکھ دیا۔

❷ آلہ کی تعریف و مثال:۔ جو چیز فاعل کے اثر کو منفعل تک پہنچانے میں واسطہ ہو اس کو آلہ کہتے ہیں جیسے آرہ نجار کے لئے آلہ ہے اس کے ذریعہ نجار کا اثر متعلقہ منفعل (چیز) پر پہنچتا ہے۔

❸ منطق کے آلہ ہونے کی وضاحت:۔ قوت عاقلہ فاعل ہے اور مطالب کسبیہ منفعل ہیں تو چونکہ منطق قوت عاقلہ کے اثر یعنی اکتساب کو مطالب کسبیہ تک پہنچانے میں واسطہ ہے اس لئے اس کو آلہ کہتے ہیں۔

❹ قانون کا لغوی و اصطلاحی معنیٰ:۔ قانون یہ سریانی زبان کا لفظ ہے جس کا معنیٰ ہے مسطرِ کتاب یعنی لکیر کھینچنے کا آلہ۔

اصطلاحی طور پر قانون وہ قاعدہ کلیہ جو اپنے موضوع کی تمام جزئیات پر منطبق ہوتا ہو اور اس کے ذریعے موضوع کی جزئیات کے احکام معلوم کئے جاتے ہوں۔جیسے نحویوں کا قانون و قاعدہ ہے کہ **کل فاعل مرفوع** یہ ایک قاعدہ و امرِ کلی ہے جو اپنی تمام جزئیات (فاعل) پر منطبق ہے اس کے ذریعے فاعل کی تمام جزئیات کے احکام معلوم ہوتے ہیں۔

❺ منطق کے قانون ہونے کی وضاحت:۔ منطق قانون اس طرح ہے کہ اس کے تمام قوانین کلیہ ہیں جو اپنے موضوع کی تمام جزئیات پر منطبق ہوتے ہیں مثلاً قاعدہ ہے کہ سالبہ ضروریہ کا عکس سالبہ دائمہ آتا ہے تو اس سے یہ معلوم ہوگیا کہ **لا شیء من الانسان بحجر بالضرورة** کا عکس مستوی **لاشیء من الحجر بانسان** دائمًا ہوگا۔

الشق الثانی ......**وانما قید حدود الدلالات الثلاث بتوسط الوضع، لأنه لو لم يقيد به لانتقض حدبعض الدلالات ببعضها وذلك لجواز أن يكون اللفظ مشتركا بين الجزء والكل كالا مكان، فانه موضوع للامكان الخاص وھو سلب الضرورة عن الطرفين والامكان العام وھو سلب الضرورة عن أحد الطرفين وأن يكون اللفظ مشتركا بين الملزوم واللازم كالشمس فانه موضوع للجرم وللضوء، ويتصور من ذلك صور أربع** (ص٥٣۔امدادیہ)

عبارت کا ترجمہ اور تشریح کریں، دلالات ثلاثة کی تعریف مع امثلہ اور وجہ تسمیہ ذکر کریں، صور اربعة کو بطرزِ شارح بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال کا حاصل چار امور ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) عبارت کی تشریح (۳) دلالاتِ ثلثہ کی تعریف مع امثلہ اور وجہ تسمیہ (۴) صورِ اربعہ کی وضاحت۔

جواب ...... ❶ عبارت کا ترجمہ:۔ اور دلالاتِ ثلاثہ کی تعریفات کو توسطِ وضع کی قید سے اس لئے مقید کیا کہ اگر یہ مقید نہ کیا جائے تو بعض دلالات کی تعریف بعض سے ٹوٹ جائے گی اور یہ اس لئے کہ بعض لفظ کل اور جزء میں مشترک ہیں جیسے لفظ امکان یہ امکان خاص کے لئے موضوع ہے جو طرفین سے ضرورت کا سلب ہے اور امکان عام کے لئے بھی موضوع ہے جو طرف واحد سے ضرورت کا سلب ہے اور لفظ کبھی ملزوم ولازم کے درمیان بھی مشترک ہوتا ہے جیسے لفظ شمس یہ آفتاب اور اس کی روشنی دونوں کے لئے موضوع ہے اب یہاں چار صورتیں متصور ہیں۔

❷ عبارت کی تشریح:۔ یہ عبارت ایک سوال مقدر کا جواب ہے سوال کی تقریر یہ ہے کہ منطق کی دیگر کتب میں دلالات ثلثہ کو توسطِ وضع کی قید سے مقید نہیں کیا گیا ہے تو ماتن رحمہ اللہ نے یہاں کیوں مقید کیا ہے؟ جواب کا حاصل یہ ہے کہ اگر دلالات کو توسطِ وضع کی قید سے مقید نہ کریں تو بعض دلالات کی تعریف دوسری بعض سے ٹوٹ جاتی ہے کیونکہ یہ ممکن ہے کہ ایک لفظ کل اور جزء کے درمیان مشترک ہو جیسے لفظ امکان یہ امکانِ خاص اور امکانِ عام دونوں کے درمیان مشترک ہے اور دونوں کے لئے وضع کیا گیا ہے حالانکہ امکانِ عام امکانِ خاص کا جزء ہے اس لئے کہ امکانِ خاص سلب ضرورۃ عن جانبین کا نام ہے اور امکانِ عام سلبِ ضرورت عن جانب واحد کو کہتے ہیں۔ پس ثابت ہو گیا کہ امکان عام ہے امکان خاص کا جزء ہے اور لفظ امکان کی وضع دونوں کیلئے ہے۔ اسی طرح ایک لفظ لازم وملزوم کے درمیان بھی مشترک ہوسکتا ہے جیسے لفظ شمس کو آفتاب اور ضوءِ آفتاب دونوں کیلئے وضع کیا گیا ہے حالانکہ جرم ملزوم ہے اور ضوء لازم ہے تو اس طرح کل چار صورتیں متحقق ہوئیں۔

❸ دلالات ثلثہ کی تعریف مع امثلہ اور وجہ تسمیہ:۔ دلالت مطابقی: وہ دلالت لفظیہ وضعیہ ہے کہ لفظ معنیٰ پر اس واسطے سے دلالت کرے کہ وہ لفظ اس معنیٰ مدلول کیلئے وضع کیا گیا ہو۔ جیسے لفظ انسان کی دلالت حیوان ناطق پر اس واسطے سے کہ انسان کی وضع ہی حیوان ناطق کیلئے ہے۔ دلالت تضمنی: وہ دلالت لفظیہ وضعیہ ہے کہ لفظ اپنے معنیٰ پر اس واسطے سے دلالت کرے کہ وہ معنیٰ مدلول اس معنیٰ موضوع لہ میں داخل ہو اور اس کا جزء ہو جیسے انسان کی دلالت حیوان یا ناطق پر اس واسطے سے کہ انسان کی وضع حیوان ناطق کے لئے ہے اور یہ معنیٰ مدلول حیوان ناطق کا جزء ہے۔ دلالت التزامی: وہ دلالت لفظیہ وضعیہ ہے کہ لفظ اپنے معنیٰ پر اس واسطے سے دال ہو کہ وہ معنیٰ مدلول اس معنیٰ موضوع لہ سے خارج ہو کر اس کو لازم ہو جیسے انسان کی دلالت قابلیتِ علم اور صنعتِ کتابت پر اس واسطے سے کہ انسان کی وضع حیوان ناطق کیلئے ہے اور قابلیتِ علم اس سے خارج ہو کر اس کو لازم ہے۔

دلالتِ مطابق کو مطابقی اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں لفظ معنیٰ موضوع لہ کے مطابق وموافق ہوتا ہے اور مطابقہ کا لفظ ''طابق النعل بالنعل'' سے لیا گیا ہے یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب دو چیزیں برابر ہو جائیں اور اس دلالت میں بھی لفظ معنیٰ موضوع لہ کے بالکل مطابق وموافق ہوتا ہے دلالتِ تضمنی کو تضمنی اس لئے کہتے ہیں کہ تضمن کا معنیٰ ضمن میں لینا ہے۔ چونکہ اس دلالت میں

بھی معنی موضوع لہ کے جزء پردلالت ہوتی ہے اور معنی مدلول معنی موضوع لہ کے ضمن میں ہوتا ہے اس لئے اس کو دلالت تضمنی کہتے ہیں۔

دلالتِ التزامی کو التزامی اس لئے کہتے ہیں کہ التزام کا معنی ہے لازم ہونا چونکہ اس دلالت میں بھی لفظ ایسے امر خارج پر دلالت کرتا ہے جو معنی موضوع لہ کو لازم ہوتا ہے اس لئے اس کو التزامی کہتے ہیں۔

④ **صورِ اربعہ کی وضاحت:۔** ① لفظ بول کر کل مرادلیا جائے جیسے امکان بول کر امکانِ خاص مرادلیا جائے ② لفظ بول کر جزء مرادلیا جائے جیسے امکان بول کر امکانِ عام مرادلیا جائے ③ لفظ بول کر ملزوم مرادلیا جائے جیسے شمس بول کر جرم مرادلیا جائے ④ لفظ بول کر لازم مرادلیا جائے جیسے شمس بول کر ضوء مرادلیا جائے۔

﴿السوال الثانی﴾ ١٤٢٩ھ

الشق الاوّل ......وَجُزْءُ الْمَقُوْلِ فِیْ جَوَابِ "مَاهُوَ" اِنْ كَانَ مَذْكُوْرًا بِالْمُطَابَقَةِ يُسَمّٰى وَاقِعًا فِیْ طَرِيْقِ "مَاهُوَ" كَالْحَيَوَانِ وَالنَّاطِقِ بِالنِّسْبَةِ اِلَى الْحَيَوَانِ النَّاطِقِ الْمَقُوْلِ فِیْ جَوَابِ السُّؤَالِ بِمَا هُوَ عَنِ الْاِنْسَانِ وَاِنْ كَانَ مَذْكُوْرًا بِالتَّضَمُّنِ يُسَمّٰى دَاخِلًا فِیْ جَوَابِ مَاهُوَ كَالْجِسْمِ وَالنَّامِیْ وَالْحَسَّاسِ وَالْمُتَحَرِّكِ بِالْاِرَادَةِ الدَّالِّ عَلَيْهَا الْحَيَوَانُ بِالتَّضَمُّنِ۔ (ص ۱۲۵۔ امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر سلیس ترجمہ کریں۔ ماھو اور **أی شیئ ھو فی ذاته** کے جواب میں واقع ہونے والی چیزوں کی مثال دے کر وضاحت کریں۔ **مقول فی جواب ماھو، واقع فی طریق ماھو** اور **داخل فی جواب ماھو** تینوں کو بطرزِ شارح مثالوں سے واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) **ماھو اور ایّ شیئ ھو فی ذاته** کے جواب میں واقع ہونے والی اشیاء کی وضاحت مع امثلہ (۴) **مقول فی جواب ما ھو، واقع فی طریق ما ھو اور داخل فی جواب ما ھو** کی وضاحت مع امثلہ۔

جواب ...... ① **عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا.**

② **عبارت کا ترجمہ:۔** اور مقول فی جواب مَا هُوَ کا جزء اگر مطابقۃً مذکور ہو تو اس کو **واقع فی طریق مَا هُوَ** کہا جاتا ہے جیسے حیوان اور ناطق الحیوان الناطق کے لحاظ سے جو انسان کی بابت مَا هُوَ کے ذریعے سوال کے جواب میں واقع ہوتا ہے اور اگر تضمناً مذکور ہو تو اسکو داخل فی طریق مَا هُوَ کہا جاتا ہے جیسے جسم یا نامی یا متحرک بالارادۃ کا مفہوم جس پر حیوان بطریق تضمن دلالت کرتا ہے۔

③ **مَا هُوَ اور ایّ شیئ هُوَ فی ذاته کی جواب میں واقع ہونے والی اشیاء کی وضاحت مع امثلہ:۔** مَا هُوَ کے جواب میں جنس اور نوع آتا ہے جیسے یوں کہا جائے **الغنم والفرس والبقر ما هم** تو جواب میں حیوان آئے گا جو کہ جنس ہے اور **ایّ شیئ هو فی ذاته** کے جواب میں فصل بولا جاتا ہے جیسے یوں سوال کیا جائے **الانسان ایّ شیئ هُوَ فی ذاته** تو اس کے جواب میں ناطق آئے گا جو کہ انسان کا فصل ہے۔

④ **مقول فی جواب ماھو، واقع فی طریق ماھو اور داخل فی جواب ماھو کی وضاحت:۔** ''مقول فی جواب مَا هُوَ وہ لفظ

ہے جو ماہیت مسئول عنہا پر مطابقۃً دلالت کرے جیسے **الانسان ما ھو** کے ذریعہ سوال کیا جائے تو جواب میں حیوان ناطق آئے گا جو کہ ماہیت مسئول عنہا یعنی انسان پر مطابقۃً دلالت کرتا ہے پھر اس مقول فی جواب **ما ھو** کا جز دو حال سے خالی نہیں وہ جز **ما ھو** کے جواب میں مطابقۃً مذکور ہوگا یا ضمناً مذکور ہوگا اگر مقول فی جواب **ما ھو** کا جز **ما ھو** کے جواب میں مطابقۃً مذکور ہو تو اسکو واقع فی طریق **ما ھو** کہتے ہیں جیسے مذکورہ مثال میں حیوان یا ناطق کا مفہوم حیوان ناطق کے مفہوم کا جزء ہے اور اگر وہ **ما ھو** کے جواب میں تضمناً مذکور ہو تو اس کو داخل فی جواب **ما ھو** کہتے ہیں جیسے حساس یا نامی یا متحرک بالارادہ کا مفہوم داخل فی جواب **ما ھو** ہے اسلئے کہ ان کا مفہوم حیوان ناطق کے مفہوم کا جزء ہے اور یہ **ما ھو** کے جواب میں ایسے لفظ حیوان کے ساتھ مذکور ہے جو اس جزء پر تضمناً دلالت کرتا ہے۔

الشق الثانی ...... **وھو ان لم یصلح لان یخبر به وحده فھو الاداة کفی ولا** ...... (ص ۶۵۔امدادیہ)

ماتن نے ادات کی دو مثالیں کیوں ذکر کی ہیں؟ نیز یہ بتائیں کہ افعال ناقصہ مناطقہ کے ہاں ادات میں داخل ہیں یا کلمہ میں؟

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حل دو امور ہیں (۱) ادات کی دو مثالیں ذکر کرنے کی وجہ (۲) افعال ناقصہ کے عند المناطقہ ادات میں داخل ہونے یا نہ ہونے کی وضاحت۔

جواب ...... ❶ **ادات کی دو مثالیں ذکر کرنے کی وجہ:۔** وہ لفظ مفرد جو اکیلے مخبر بہ بننے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو اس کی دو قسمیں ہیں ① یا تو وہ بالکل مخبر بہ بننے کی صلاحیت نہ رکھتا ہوگا، نہ اکیلے اور نہ کسی کے ساتھ ملکر جیسے **فی**، یہ نہ اکیلے مخبر بہ بننے کی صلاحیت رکھتا ہے اور نہ کسی کیساتھ مل کر مخبر بہ بننے کی صلاحیت رکھتا ہے اسلئے کہ ہمارے قول **زیدٌ فی الدار** میں مخبر بہ **حاصلۃ** یا **حاصلٌ** ہے اور **فی** کو خبر کے اندر کوئی دخل نہیں ② یا وہ اکیلے مخبر بہ بننے کی صلاحیت نہ رکھتا ہوگا لیکن دوسرے کے ساتھ مل کر مخبر بہ بننے کی صلاحیت رکھتا ہوگا جیسے **لا**، یہ اکیلے تو مخبر بہ بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا لیکن دوسرے کے ساتھ ملکر مخبر بہ بننے کی صلاحیت رکھتا ہے جیسے ہمارے قول **زید لا حجر** میں خبر **لا حجر** ہے تو **لا** کو خبر میں دخل ہے، یہاں **لا** حجر کے ساتھ ملکر خبر بن رہا ہے تو شارح رحمہ اللہ نے دو مثالیں دیکر پہلی مثال سے پہلی قسم کی طرف اور دوسری مثال سے دوسری قسم کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (الدرر السنیۃ ص ۱۱۴)

❷ **افعال ناقصہ کے عند المناطقہ ادات میں داخل ہونے یا نہ ہونے کی وضاحت:۔** افعال ناقصہ ادات میں داخل ہیں کیونکہ ادات کی تعریف ان پر صادق ہے کہ یہ افعال تنہا مخبر بہ بننے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۲۹ھ

الشق الاوّل ...... **وھی اما حملیة أو شرطیة، لأنھا اما أن تنحل بطرفیھا الی مفردین أولم تنحل۔** (ص ۱۲۸۔امدادیہ)

قضیہ حملیہ اور شرطیہ کی تعریفیں اور وجہ تسمیہ مع امثلہ تحریر کریں۔ **ھی** ضمیر کا مرجع متعین کریں۔ انحلال قضیہ کا مطلب واضح کریں، مفرد سے مفرد بالقوہ مراد ہے یا بالفعل؟ وجہ کے ساتھ تعین کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں چار امور توجہ طلب ہیں (۱) قضیہ حملیہ و شرطیہ کی تعریف اور وجہ تسمیہ مع امثلہ (۲) **ھی** ضمیر کا مرجع (۳) انحلال قضیہ کا مطلب (۴) مفرد بالقوۃ یا مفرد بالفعل کی تعیین۔

جواب ...... ❶ **قضیہ حملیہ و شرطیہ کی تعریف اور وجہ تسمیہ مع امثلہ:۔** قضیہ وہ قول ہے جس کے کہنے والے کے بارے

میں یہ کہنا سچا ہو کہ وہ سچا ہے یا جھوٹا ہے جیسے زید قائم۔ پھر قضیہ کی دو قسمیں ہیں، حملیہ و شرطیہ۔

قضیہ حملیہ: وہ قضیہ ہے جس کے دو طرف یعنی محکوم علیہ و محکوم بہ دو مفردوں کی طرف کھلیں یعنی اس میں سے ادوات ارتباط کو حذف کریں تو صرف دو مفرد ہی بچیں جیسے **زید عالم، زید لیس بعالم۔**

قضیہ شرطیہ: وہ قضیہ ہے جس کے طرفین دو مفردوں کی طرف نہ کھلیں یعنی اس میں ادوات ارتباط کو حذف کرنے کے بعد مفرد کی بجائے دو جملے بچتے ہوں جیسے **ان کانت الشمس طالعة فالنهار موجود۔**

قضیہ حملیہ کو حملیہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس کے موضوع کا محمول پر حمل ہوتا ہے جیسے **زیدٌ قائم** میں **زیدٌ** کا **قائم** پر حمل ہے۔

قضیہ شرطیہ کو شرطیہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس قضیہ میں ادات شرط پائے جاتے ہیں جیسے **اِنْ** حرف شرط **اِنْ کانت الشمس طالعة فالنهار موجود** میں واقع ہے۔

❷ **ھی ضمیر کا مرجع:۔** **ھی** ضمیر کا مرجع قضیہ ہے جیسا کہ ابھی اس کی اقسام سے معلوم ہوا ہے۔

❸ **انحلال قضیہ کا مطلب:۔** انحلال قضیہ کا مطلب یہ ہے کہ ان ادوات شرط کو حذف کر دیا جائے جو کہ قضیہ کے اطراف میں سے ایک کے دوسرے کے ساتھ ارتباط پر دال ہیں تو وہ طرفین مفرد رہ جائیں جیسے **زیدٌ ھو عالم** میں **ھو** کو حذف کریں تو **زیدٌ** اور **عالمٌ** بچیں گے جو کہ دو مفرد ہیں۔

❹ **مفرد بالقوۃ یا بالفعل کی تعیین:۔** مفرد سے مراد عام ہے خواہ مفرد بالفعل ہو یا مفرد بالقوہ ہو مفرد بالفعل ہونا تو ظاہر ہے اور مفرد بالقوہ کا مطلب یہ ہے کہ لفظ کو مفرد سے تعبیر کرنا ممکن ہو جیسے **الحیوان الناطق ینتقل بنقل قدمیه** قضیہ حملیہ ہے اسکے رابط کو حذف کر کے اس کے طرفین کو مفرد سے تعبیر کرنا ممکن ہے جیسے **هٰذا ذاك، هُوَ هُوَ، موضوع محمول۔**

الشق الثانی ......مندرجہ ذیل اصطلاحات کی تعریفات مع امثلہ لکھیں۔

وجودیہ لاضروریہ، وجودیہ لا دائمہ، منتشرہ، ضروریہ مطلقہ، دائمہ مطلقہ، قضیہ ثلاثیہ، قضیہ ثنائیہ۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں فقط مذکورہ اصطلاحات کی تعریفات مع امثلہ مطلوب ہیں۔

جواب ......**مذکورہ اصطلاحات کی تعریفات مع امثلہ:۔** وجودیہ لاضروریہ: وہ مطلقہ عامہ ہے جس کو لاضروریہ ذاتیہ کی قید سے مقید کیا گیا ہو جیسے **کل انسان ضاحك بالفعل لا بالضرورة۔**

وجودیہ لا دائمہ: وہ مطلقہ عامہ ہے جس کو لا دوام ذاتی کی قید سے مقید کیا گیا ہو جیسے **کل انسان ضاحك بالفعل لا دائما۔**

منتشرہ: وہ قضیہ مرکبہ ہے جس میں اس بات کا حکم ہو کہ موجبہ میں محمول کا ثبوت موضع کیلئے ضروری ہے اور سالبہ میں سلب ضروری ہے وجودِ موضوع کے اوقات میں سے غیر معین وقت میں اور وہ لا دوام کی قید سے مقید ہو جیسے **بالضرورة کل انسان متنفس فی وقت ما لا دائما ای لا شئ من الانسان بمتنفس بالفعل۔**

ضروریہ مطلقہ: وہ قضیہ موجہہ بسیطہ ہے جس میں اس بات کا حکم ہو کہ محمول کی نسبت موضع کے لئے یا محمول کا سلب موضوع سے ضروری ہے جب تک ذات موضوع موجود ہے جیسے **کل انسان حیوان بالضرورة۔**

دائمہ مطلقہ: وہ قضیہ موجہہ بسیطہ ہے جس میں اس بات کا حکم ہو کہ محمول کی نسبت موضوع کیلئے یا محمول کا سلب موضوع سے دائمی طور ہے جب تک کہ ذات موضوع موجود ہے جیسے **دائمًا کل انسان حیوان**۔

قضیہ ثنائیہ: وہ قضیہ حملیہ ہے جس کے صرف دو جزء (محکوم علیہ ومحکوم بہ) ہی مذکور ہوں، تیسرا جزء (رابطہ) مذکور نہ ہو جیسے **زید کاتب** اور اس کو ثنائیہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ صرف دو اجزاء پر مشتمل ہوتا ہے۔

قضیہ ثلاثیہ: وہ قضیہ حملیہ ہے جس کے تینوں اجزاء (محکوم علیہ محکوم بہ ورابطہ) مذکور ہوں جیسے **زید ھو کاتب** اور اس کو ثلاثیہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ تین اجزاء پر مشتمل ہوتا ہے۔

﴿الورقة السادسة : فی المنطق البلاغه﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ١٤٣٠ھ

الشق الاوّل ......**وهو وان لم يصلح لأن يخبر به وحده، فهو الأداة ك"فی" و"لا"**۔ (ص ٦٥۔امدادیہ)

ھو ضمیر کا مرجع متعین کرتے ہوئے اداۃ، کلمہ اور اسم میں سے ہر ایک کی تعریف اور مثال بیان کریں۔ تینوں کی وجہ تسمیہ تحریر کریں۔ نحویوں کے فعل، اسم، حرف اور مناطقہ کے کلمہ، اسم، ادات کے درمیان فرق بیان کریں۔

﴿خلاصہ سوال﴾......اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں (۱) **ھو** ضمیر کا مرجع (۲) اسم، کلمہ، اداۃ کی تعریف مع امثلہ (۳) اسم کلمہ وادات کی وجہ تسمیہ (۴) نحویوں کے فعل، اسم اور حرف اور مناطقہ کے کلمہ، اسم، ادات میں فرق۔

جواب ...... ❶ **ھو ضمیر کا مرجع:۔** لفظِ مفرد ہے۔

❷ **اسم، کلمہ، اداۃ کی تعریف مع امثلہ:۔** اسم: وہ لفظ مفرد ہے جو اپنی ہیئت کے اعتبار سے اکیلا مخبر بہ بن سکتا ہو اور تین زمانوں میں سے کسی ایک کے ساتھ مقترن نہ ہو جیسے زید، عمر، بکر۔

کلمہ: وہ لفظ مفرد ہے جو اپنی ہیئت کے اعتبار سے اکیلا مخبر بہ بن سکتا ہو اور تین زمانوں میں سے کسی ایک کے ساتھ مقترن بھی ہو جیسے ضرب، نصر، سمع۔ ادات: وہ لفظ مفرد ہے جو اکیلا مخبر بہ بننے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو جیسے **فی اور لا**۔

❸ **اسم، کلمہ، اداۃ کی وجہ تسمیہ:۔** اسم کی وجہ تسمیہ: اسم سِمُوٌّ بمعنی بلند ہونا سے مشتق ہے چونکہ اسم بھی اپنے اخوین (کلمہ اور ادات) سے بلند ہوتا ہے بایں طور کہ اکیلے اسم سے کلام بن سکتی ہے اکیلے کلمہ وادات سے کلام نہیں بن سکتی اس وجہ سے اس کو اسم کہتے ہیں۔

کلمہ کی وجہ تسمیہ: کلمہ کلم بمعنی زخمی کرنا سے مشتق ہے چونکہ کلمہ زمانے پر مشتمل ہوتا ہے اور زمانہ اپنے تجدد اور تغیر کی بناء پر لوگوں کی مرادیں پوری نہ کرنے کی وجہ سے لوگوں کے دلوں کو زخمی کرتا ہے اس لئے اس کو کلمہ کہتے ہیں۔

ادات کی وجہ تسمیہ: ادات کا معنی ہے واسطہ چونکہ یہ بھی بعض الفاظ کو دوسرے بعض الفاظ کے ساتھ جوڑنے میں واسطہ کا کام دیتا ہے اس لئے اس کو اداۃ کہتے ہیں۔

❹ **نحویوں کے فعل، اسم، حرف اور مناطقہ کے کلمہ، اسم اور ادات میں فرق:۔** نحویوں کے اسم اور منطقیوں کے اسم کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے البتہ نحویوں کے فعل اور منطقیوں کے کلمہ کے مابین فرق ہے۔ وہ یہ کہ نحویوں کا فعل عام مطلق ہے اور منطقیوں

کاکلمہ خاص مطلق ہے۔ لہٰذا ہر کلمہ منطقیوں کا تو فعل ہوسکتا ہے لیکن نحویوں کا ہر فعل منطقیوں کا کلمہ نہیں کہا جاسکتا کیونکہ نحوی لفظ سے بحث کرتے ہیں اور منطقی معنی سے بحث کرتے ہیں چنانچہ اِضرِبْ وغیرہ نحویوں کے ہاں فعل ہے لیکن منطقیوں کے نزدیک کلمہ نہیں ہے۔

اسی طرح منطقیوں کا ہر ادات نحویوں کا حرف نہیں ہوسکتا کیونکہ کلمات وجودیہ نحویوں کے ہاں افعال ہیں اور منطقیوں کے نزدیک وہ کلمے نہیں بلکہ اداۃ ہیں چونکہ منطقیوں کی نظر معانی کی طرف ہوتی ہے اور یہ کلمات عدمِ استقلال میں بقیہ ادواۃ کی طرح ہیں اس لئے ان کو اداۃ کہتے ہیں۔ اور نحویوں کی نظر الفاظ کی طرف ہوتی ہے نہ کہ معنی کی طرف اور ان کلمات میں معانی کے اعتبار سے لفظ کی جزء معنی کی جزء پر دلالت کرتی ہے تو وہ مرکب ہوئے اور اداۃ منطقیوں کے نزدیک مفرد کی اقسام سے ہے۔

الشق الثانی ...... مندرجہ ذیل اصطلاحات کی تعریفیں مثالوں سمیت لکھیں۔

جنس قریب، عرض مفارق، قضیہ موجہہ، حمل مواطاۃ، حمل اشتقاق، کلی طبعی، کلی منطقی۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں فقط مذکورہ اصطلاحات کی تعریفات مع امثلہ مطلوب ہیں۔

جواب ...... **مذکورہ اصطلاحات کی تعریفات مع امثلہ:۔** جنسِ قریب: اگر ماہیت معینہ اور اس کے بعض مشارکات فی ذالک الجنس سے سوال کا جواب وہی ہے جو اس ماہیتِ معینہ اور اس کے ہر ہر مشارک فی ذلک الجنس کے سوال کا جواب ہے تو یہ جنسِ قریب ہے۔ جیسے حیوان انسان کی جنس قریب ہے۔ کیونکہ انسان کے ساتھ حیوانیت میں شریک بعض مشارکات مثلاً فرس کو ملا کر **ماھو** کے ذریعہ سوال کریں اور یوں کہیں **الانسان والفرس ماھما** تو جواب میں حیوان آئے گا اور اگر انسان کے ساتھ حیوانیت میں شریک ہر ہر مشارک مثلاً غنم، فرس، بقر وغیرہ کو ملا کر **ماھو** کے ذریعے سوال کریں اور یوں کہیں **الانسان والفرس والغنم والبقر ماھم** تو بھی جواب میں حیوان آئے گا پس معلوم ہوا حیوان انسان کی جنس قریب ہے۔

عرض مفارق: وہ کلی ہے جس کا ماہیت سے جدا ہونا ممتنع نہ ہو بلکہ ممکن ہو جیسے کتابت بالفعل انسان کے لئے عرض مفارق ہے کیونکہ کتابت بالفعل کا انسان سے جدا ہونا ممتنع نہیں ہے۔

حمل مواطاۃ: وہ حمل ہے جس میں ایک شی دوسری شی پر بلا واسطہ محمول ہو جیسے **زید ناطق** نطق زید پر بلا واسطہ محمول ہے۔

حمل اشتقاق: وہ حمل ہے جسمیں ایک شی دوسری شی پر کسی واسطہ مثلاً لام، فی، ذو وغیرہ کے ذریعہ محمول ہو جیسے **زید ذو مال**۔

کلی طبعی: کلی کے مفہوم کے مصداق کو کلی طبعی کہتے ہیں جیسے **حیوان من حیث ھو ھو**، یعنی حیوان اس حیثیت سے کہ وہ حیوان ہے یعنی اسکی ماہیت۔ کلی منطقی: کلی کے مفہوم (**مالا یمنع نفس تصورہ عن وقوع الشرکۃ فیہ**) کو کہتے ہیں؟

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۰ھ

الشق الاول ...... صدق الخبر مطابقتہ ......

خبر کے صادق اور کاذب ہونے کے متعلق علماء کا اختلاف بیان کریں۔ صدق اور کذب کی تفسیر میں جمہور، نظام اور جاحظ کا اختلاف تحریر کریں۔ جاحظ کی دلیل اور اس کا جواب ذکر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا خلاصہ تین امور ہیں (۱) خبر کے صادق اور کاذب ہونے میں علماء کا اختلاف (۲) صدق

اور کذب کی تفسیر میں جمہور، نظام اور جاحظ کا اختلاف (۳) جاحظ کی دلیل اور اس کا جواب۔

جواب ...... ❶ **خبر کے صادق اور کاذب ہونے میں علماء کا اختلاف:۔** خبر کے صادق اور کاذب ہونے میں علماء کا اختلاف ہے۔ جمہور اور نظام معتزلی خبر کو صادق اور کاذب ہونے میں منحصر کہتے ہیں یعنی انکے نزدیک یا تو خبر صادق ہوگی یا کاذب ہوگی تیسری کوئی صورت نہیں ہے اور جاحظ معتزلی کہتے ہیں کہ خبر صادق اور کاذب ہونے میں منحصر نہیں ہے بلکہ بعض خبریں صادق ہیں اور بعض خبریں کاذب ہیں اور بعض ایسی خبریں ہیں جو نہ صادق ہیں اور نہ کاذب ہیں۔

❷ **صدق اور کذب کی تفسیر میں جمہور، نظام اور جاحظ کا اختلاف:۔** صدق و کذب کی تفسیر میں اختلاف ہے۔

جمہور کے نزدیک نسبت کلامیہ کا واقع کے مطابق ہونا خبر کا صادق ہونا ہے اور واقع کے مطابق نہ ہونا خبر کا کاذب ہونا ہے۔ نظام کے نزدیک نسبت کلامیہ کا مخبر کے اعتقاد کے مطابق ہونا صدقِ خبر ہے ورنہ کذبِ خبر ہے، خواہ مخبر کا یہ اعتقاد نفس الامر کے مطابق ہو یا نہ ہو۔ جاحظ کے نزدیک صدقِ خبر یہ ہے کہ نسبتِ کلامیہ واقع کے مطابق ہو اور مخبر کو اس مطابقت کا اعتقاد بھی ہو اور کذبِ خبر یہ ہے کہ نسبت کلامیہ واقع کے مطابق نہ ہو اور مخبر کو اس عدمِ مطابقت کا اعتقاد بھی ہو گویا جاحظ کے نزدیک صدقِ خبر میں نسبت کا واقع اور اعتقاد دونوں کے مطابق ہونا ضروری ہے۔

❸ **جاحظ کی دلیل اور اسکا جواب:۔** جاحظ نے آیت کریمہ **افتریٰ علی اللہ کذبًا ام بہ جنۃ** سے استدلال کیا ہے بایں طور کہ کفار قریش نے آنحضرت ﷺ کی ان خبروں کو جو آپ ﷺ حشر و نشر سے متعلق ارشاد فرماتے تھے صرف دو چیزوں میں منحصر کر دیا تھا۔ افتراء یعنی کذب میں اور بحالت آسیب زدگی خبر دینے میں یعنی مشرکین یہ کہتے تھے کہ آپ حشر و نشر کے متعلق (العیاذ باللہ) جھوٹ بول رہے ہیں یا آسیب زدگی میں ایسی باتیں کر رہے ہیں جو کہ نہ صادق ہیں نہ کاذب۔ تو لازمی طور پر یہ کہنا پڑے گا کہ بعض چیزیں ایسی بھی ہیں جو نہ صادق ہیں اور نہ کاذب لہٰذا خبر صدق و کذب میں منحصر نہیں ہے۔

جمہور کی طرف سے جاحظ کے اس استدلال کا جواب یہ ہے کہ آیت میں **ام بہ جنۃ** سے مطلق کذب مراد نہیں ہے کہ ان کے درمیان واسطہ لازم آئے بلکہ اس جملہ کا مطلب **ام لم یفتر** ہے پس کذب عمدی کو افتراء سے اور غیر عمدی کو **ام بہ جنۃ** سے تعبیر کیا گیا ہے، کیونکہ افتراء عمداً جھوٹ بولنے کو کہتے ہیں اور مجنوں کا جھوٹ کا قصد نہیں ہوتا، پس **ام بہ جنۃ** مطلق کذب کا قسیم (مدِ مقابل) نہیں ہے بلکہ کذب کی خاص قسم کذب عمدی کا قسیم ہے پس اخبارِ کاذبہ مطلق کذب کی دو قسموں (عمدی، غیر عمدی) میں منحصر ہوئیں۔ لہٰذا جاحظ کا اس آیت سے استدلال کرنا درست نہیں ہے۔ (تحفۃ الآفاق)

...... دروس البلاغۃ ......

الشق الثانی ...... فن بلاغت جن علوم پر مشتمل ہے، ان میں سے ہر ایک کی تعریف، موضوع اور غرض بیان کریں۔ اس فن کی بعض اہم کتابوں کے نام اور مختصر تعارف تحریر کریں۔ صاحب تلخیص المفتاح کے حالات زندگی پر روشنی ڈالیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) فنِ بلاغت کے علوم کی تعریف، موضوع و غرض (۲) فنِ بلاغت کی اہم کتب کے نام اور مختصر تعارف (۳) صاحب تلخیص المفتاح کے حالات زندگی۔

جواب ...... ❶ فن بلاغت کے علوم کی تعریف موضوع وغرض:۔ فن بلاغت تین علوم پر مشتمل ہے ① علم معانی ② علم بیان ③ علم بدیع۔

علم معانی: **هو علم يعرف به احوال اللفظ العربى التى بها يطابق اللفظ مقتضى الحال** یعنی علم معانی وہ علم ہے جس کے ذریعے عربی لفظ کے وہ حالات پہچانے جاتے ہیں جن کے ذریعے لفظ مقتضی حال کے مطابق ہوتا ہے۔ علم معانی کا موضوع فصحاء اور بلغاء کی تراکیب ہیں بایں طور کہ وہ حال کے مقتضی کے مطابق ہوں اور غرض اسی حال کے مقتضی کے مطابق کلام کی ترکیب میں واقع ہونے والی غلطی سے بچنا ہے۔

علم بیان: **هو علم يعرف به ايراد المعنى الواحد بطرق مختلفة فى وضوح الدلالة عليه** یعنی علم بیان وہ علم ہے جس سے ایک معنی کو ایسے مختلف طریقوں کے ساتھ لانا معلوم ہوتا ہے جو اس معنی پر دلالت کرنے میں وضوح اور خفاء کے اعتبار سے مختلف ہوں۔ علم بیان کا موضوع دلالت کے وضوح وخفاء کے اعتبار سے الفاظ وعبارات اور غرض ایک ہی معنی کو مختلف تراکیب کے ساتھ بیان کرنے کا طریقہ معلوم کرنا ہے۔

علم بدیع: **هو علم يعرف به وجوه تحسين الكلام المطابق لمقتضى الحال** یعنی علم بدیع وہ علم ہے جس سے کلام کے مقتضیٰ حال کے مطابق ہونے کے بعد کلام کے محسنات لفظیہ ومعنویہ معلوم ہوں۔ اور علم بدیع کا موضوع فصحاء وبلغاء کے محسنہ کلام اور غرض فصیح وبلیغ کلام میں زیادہ حسن پیدا کرنے کے طریقے معلوم کرنا ہے۔

❷ فن بلاغت کی اہم کتب کے نام اور مختصر تعارف:۔

① مفتاح العلوم: علامہ ابو یعقوب یوسف سکاکی کی تحریر کردہ کتاب ہے جو نو (۹) علوم پر مشتمل ہے جس کی ایک تہائی علم بلاغت کو محیط ہے جو کہ نہایت انفع اہم وجامع کتاب ہے اور تقریباً دس کے قریب اس کے حواشی وشروح ہیں۔

② تلخیص المفتاح: ابو عبداللہ محمد بن ابی محمد عبدالرحمٰن القزوینی کی تحریر کردہ علم بلاغت میں علامہ سکاکی رحمہ اللہ کی تحریر کردہ کتاب مفتاح العلوم کے ایک ثلث کی تلخیص ہے جو حد درجہ مختصر ہے بعد میں مصنف کو خود اس کی شرح لکھنے کی ضرورت پڑی یہ کتاب جامع الاصول والفصول ہے اور ضوابط وقواعد، محیط امثلہ وشواہد اور توضیح وتنقیح اور حسن ترتیب وتہذیب کے اعتبار سے اپنی مثال آپ ہے اور یہ کتاب مقبول خواص وعوام ہے۔

③ الایضاح: علامہ قزوینی نے تلخیص المفتاح کی تصنیف سے فارغ ہو کر جب اس میں حد سے زیادہ اختصار محسوس کیا تو اس کی شرح ''الایضاح'' کے نام سے لکھی اور یہ بھی تفصیل میں حد درجہ طویل ہو گئی۔

④ مختصر المعانی: علامہ تفتازانی کی تحریر کردہ تلخیص المفتاح کی ہی مختصر شرح ہے اور فنِ بلاغت میں مقبول ترین تصنیف ہے اور داخل درس نظامی ہے اور فن بلاغت میں اس کا کوئی ثانی نہیں ہے۔

⑤ مطول: یہ بھی علامہ تفتازانی کی تحریر کردہ تلخیص المفتاح کی طویل شرح ہے اور یہ کتاب شہرۂ آفاق ہے۔ ۷۴۸ھ کو مقام ہرات میں لکھی گئی اس کی بہت سی شروحات اور حواشی ہیں۔

۳ صاحب تلخیص المفتاح کے حالات زندگی:۔ نام محمد، کنیت ابوعبداللہ، لقب قاضی القضاۃ، والد کا نام عبدالرحمٰن اور کنیت ابو محمد ہے، سلسلہ نسب یوں ہے ابوعبداللہ محمد بن ابی محمد عبدالرحمٰن بن امام الدین ابی حفص عمر بن احمد بن محمد بن عبدالکریم بن حسن بن علی بن ابراہیم بن علی بن احمد بن دلف بن ابی دلف العجلی۔ آپ قزوین کے باشندے اور شافعی المسلک تھے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے آپ کا سن پیدائش ۶۶۶ھ بتایا ہے اور بعض نے ۶۶۰ھ ذکر کیا ہے۔ آپ ساتویں صدی کے مشہور عالم اور فاضل اور باکمال بزرگ ہیں، بہت ہی کم عمر میں فقہ کی تحصیل سے فارغ ہو کر اطراف روم میں کسی جگہ قاضی ہوگئے تھے اس وقت آپ کی عمر بیس (۲۰) سال سے بھی کم تھی، کچھ عرصہ کے بعد دمشق تشریف لائے اور جامع دمشق کے خطیب مقرر ہوگئے۔ کچھ عرصہ کے بعد آپ کو سلطان ناصر نے شام کے عہدہ قضاء کے لئے منتخب کیا اور جو قرض آپ کے ذمہ تھا شاہ نے اُس کی بھی ادائیگی کر دی۔ اس کے بعد علامہ ابن جماعہ رحمہ اللہ کی جگہ مصر میں بھی آپ نے عہدہ قضاء کے فرائض سرانجام دیئے۔ زمانہ قضاء میں آپ پر فالج گرا اور اس سے جانبر نہ ہوسکے، یہاں تک کہ ۱۵ جمادی الاولی ۷۳۹ھ میں آپ اس دنیا سے رخصت ہوگئے۔ (احوال المصنفین ص ۳۳۶)

﴿السوال الثالث﴾ ١٤٣٠ھ

الشق الاوّل ......**الانشاء اما طلبی أوغیر طلبی۔**

انشاء اور اسکی قسموں کی تعریفات مع امثلہ لکھیں۔ انشاء طلبی کتنی چیزوں کے ذریعے ہوتی ہے۔ امر اور نہی کی تعریفات مع امثلہ بیان کریں۔

﴿خلاصہ سوال﴾ ......اس سوال میں تین امور توجہ طلب ہیں (۱) انشاء اور اس کی اقسام کی تعریف مع الامثلہ (۲) انشاء طلبی کی اشیاء کی نشاندہی (۳) امر و نہی کی تعریف مع امثلہ۔

جواب ...... ۱ انشاء اور اس کی اقسام کی تعریفات مع امثلہ:۔ انشاء وہ کلام ہے جس کے ذریعے متکلم کوئی مطلوب چاہے عام ہے کہ وہ مطلوب عند الطلب موجود ہو یا نہ ہو۔ انشاء کی دو قسمیں ہیں، انشاءِ طلبی و غیر طلبی انشاءِ طلبی: وہ کلام ہے جس کے ذریعے متکلم ایسے مطلوب کو چاہے جو بوقتِ طلب غیر موجود ہو جیسے **خذ الكتاب بقوة**۔ انشاءِ غیر طلبی وہ کلام ہے جس میں متکلم ایسے مطلوب کو نہ چاہے جو بوقتِ طلب غیر حاصل ہو جیسے تعجب، قسم، عقود۔

۲ انشاءِ طلبی کی اشیاء کی نشاندہی:۔ انشاء طلبی مندرجہ ذیل پانچ چیزوں کے ذریعے ہوتی ہے ① امر ② نہی ③ استفہام ④ تمنی ⑤ نداء۔

۳ امر و نہی کی تعریف مع امثلہ:۔ امر کی تعریف: **الامر هو طلب الفعل على وجه الاستعلاء** اپنے کو بڑا سمجھتے ہوئے کسی سے کوئی کام کروانا جیسے **خذ الكتاب بقوة**۔

نہی کی تعریف: **النهى هو طلب الكف عن الفعل على وجه الاستعلاء** اپنے کو بڑا سمجھتے ہوئے کام سے رکنے کو چاہنا ہے جیسے **ولا تفسدوا فى الارض بعد اصلاحها**۔

الشق الثانی ...... مندرجہ اصطلاحات کی تعریفات مع امثلہ تحریر کریں۔

فصاحت فی الکلمہ، فصاحت فی الکلام، فصاحت فی المتکلم، غرابت، تعقید، حال، مقتضی الحال۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں مذکورہ اصطلاحات کی تعریف مع امثلہ مطلوب ہے۔

جواب......مذکورہ اصطلاحات کی تعریف مع امثلہ:۔ فصاحت فی الکلمۃ: **سلامتها من تنافر الحروف و مخالفة القياس والغرابة** فصاحت فی الکلمہ کلمہ کا تنافرِ حروف، مخالفتِ قیاس لغوی اور غرابت فی السمع سے محفوظ ہونا ہے۔

فصاحت فی الکلام: **سلامته من تنافر الكلمات مجتمعة و من ضعف التاليف و من التعقيد مع فصاحة كلماته** فصاحت فی الکلام یہ ہے کہ وہ تنافرِ کلمات مجتمعہ، ضعفِ تالیف اور تعقید سے خالی ہو بشرطیکہ اس کے تمام کلمات فصیح ہوں۔

فصاحت فی المتکلم: **هى ملكة يقتدر بها على التعبير عن المقصود بكلام فصيح فى اى غرض كان** فصاحت فی المتکلم وہ ایک ایسی صلاحیت ہے جس کے ذریعے متکلم کسی بھی غرض کے لئے کلامِ فصیح کے ذریعے معنی مقصود کے ادا کرنے پر قادر ہو جائے۔

غرابت: **كون الكلمة غير ظاهرة المعنى** ایسا کلمہ کہ اس کے معنی حقیقی کی طرف ذہن آسانی اور سہولت سے منتقل نہ ہو عموماً لوگوں کے اسے استعمال نہ کرنے کی وجہ سے جیسے **تكاكا** (جمع ہوا) اور **افر نقع** (لوٹا) **اطلخم** (دشوار ہوا)۔

تعقید: **التعقيد ان يكون الكلام خفى الدلالة على المعنى المراد** کلام کی دلالت اپنے معنی مرادی پر مخفی ہو واضح نہ ہو جیسے **نشر الملك السنتة فى المدينة** (بادشاہ نے اپنی زبانوں کو یعنی جاسوسوں کو شہر میں پھیلا دیا)۔

حال: **الحال هو الامر الحاصل للمتكلم على ان يورد عبارته على صورة مخصوصة** حال ایسا امر ہے جو متکلم کو اپنا کلام کسی مخصوص صورت میں لانے پر آمادہ کرے جیسے کسی کی تعریف کرنا۔ ذکی و دانا مخاطب کے سامنے کلام کرنا۔

مقتضائے حال: **هو الصورة المخصوصة التى تورد عليها العبارة** مقتضائے حال وہ مخصوص صورت ہے جس کے مطابق عبارت کو لایا جائے جیسے کسی کی تعریف کرنا یہ ایک حال ہے جو عبارت کو اطناب کی شکل میں لانے کا تقاضا کرتا ہے۔

﴿الورقة السادسة : فى المنطق والبلاغه﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ١٤٣١ھ

الشق الاوّل......**وَقَدْ جَرَتِ الْعَادَةُ بِاَنْ يُسَمَّى الْمُوْصِلُ اِلَى التَّصَوُّرِ قَوْلًا شَارِحًا وَالْمُوْصِلُ اِلَى التَّصْدِيْقِ حُجَّةً وَيَجِبُ تَقْدِيْمُ الْاَوَّلِ عَلَى الثَّانِيْ وَضْعًا۔** (ص ٣٦۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر سلیس ترجمہ کریں۔ **موصل الى التصور** کو قول شارح اور **موصل الى التصديق** کو حجت کہنے کی وجہ بیان کریں۔ قول شارح کو حجت پر مقدم کرنے کی وجہ بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) موصل الی التصور کو قول شارح اور موصل الی التصدیق کو حجت کہنے کی وجہ (۴) قولِ شارح کو حجت پر مقدم کرنے کی وجہ۔

جواب...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ **كما مرّ السوال آنفا۔**

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ تحقیق عادت جاری ہے موصل الی التصور کو قولِ شارح اور موصل الی التصدیق کو حجت کے ساتھ موسوم کر

نے کی اور اول کو ثانی پر وضعاً مقدم کرنا ضروری ہے۔

③ موصل الی التصور کو قول شارح اور موصل الی التصدیق کو حجت کہنے کی وجہ:۔ موصل الی التصور: کو قول اسلئے کہتے ہیں کہ قول کا معنی ہے مرکب اور موصل الی التصور بھی عام طور پر مرکب ہوتا ہے اس لئے اس کو قول کہتے ہیں۔ اور شارح اس لئے کہتے ہیں کہ شارح کا معنی ہے وضاحت کرنے والا۔ یہ بھی اشیاء کی ماہیات کی وضاحت کرتا ہے اسلئے اس کو شارح کہتے ہیں۔

موصل الی التصدیق: کو حجت اسلئے کہتے ہیں کہ یہ حجة بمعنی غالب آنا سے بنا ہے تو حجت کا معنی غلبہ ہوا چونکہ مستدل جب اپنے مطلوب پر استدلال کرتے ہوئے موصل الی التصدیق سے دلیل پکڑتا ہے تو یہ خصم پر غالب آجاتا ہے تو گویا کہ موصل الی التصدیق غلبہ کا سبب ہوتا ہے اور غلبہ مسبب ہوتا ہے۔ تو موصل الی التصدیق کا نام **تسمیه السبب باسم المسبب** کے طور پر حجت رکھ دیا۔

④ قول شارح کو حجت پر مقدم کرنے کی وجہ:۔ موصل الی التصور تصور ہی ہوتا ہے۔ اور موصل الی التصدیق، تصدیق ہی ہوتا ہے اور تصور تصدیق سے طبعاً مقدم ہوتا ہے تو اس کو وضعاً بھی مقدم کرنا واجب ہے تا کہ وضع طبع کے موافق ہو جائے باقی تصور تصدیق سے طبعاً مقدم اس طرح ہے کہ ہر تصدیق کیلئے تصورات ثلاثہ کا ہونا ضروری ہے ① محکوم علیہ کا تصور ② محکوم بہ کا تصور ③ نسبت حکمیہ کا تصور۔ کیونکہ جو شخص ان تین تصوروں میں سے کسی ایک سے جاہل ہوگا تو اسکی طرف سے حکم لگانا ممتنع ہوگا گویا کہ تصورات ثلاثہ تصدیق کیلئے شرط ہیں اور شرط مشروط پر مقدم ہوتی ہے پس اس سے معلوم ہوا کہ تصور تصدیق سے طبعاً مقدم ہوتا ہے لہٰذا وضعاً بھی مقدم کرنا واجب ہے۔

الشق الثانی ......**قال الثالث الكليان متساويان ان صدق كل واحد منهما على كل ما يصدق عليه الآخر وبينهما عموم وخصوص مطلقا ان صدق احدهما على كل ما يصدق عليه الآخر من غير عكس وبينهما عموم وخصوص من وجه ان صدق كل منهما على بعض مايصدق عليه الأخر ومتباينان ان لم يصدق شيئ منهما على ما يصدق عليه الآخر.** (ص ۱۰۷۔ امدادیہ)

عبارت کی وضاحت کریں۔ نسب اربعہ میں وجہ حصر بیان فرمائیں۔ ہر ایک نسبت کی مثال بیان فرمائیں۔

﴿خلاصہ سوال﴾......اس سوال کا حاصل تین امور ہیں (۱) عبارت کی وضاحت (۲) نسب اربعہ کی وجہ حصر (۳) نسب اربعہ کی مثال۔

جواب ...... ① عبارت کی وضاحت:۔ اس عبارت میں مصنف رحمہ اللہ مباحث خمسہ میں سے تیسری بحث کو بیان کر رہے ہیں اور تیسری بحث دو کلیوں کے درمیان نسبت کے اعتبار سے ہے دو کلیوں میں چار نسبتوں میں سے کوئی ایک نسبت ضرور ہوگی وہ چار نسبتیں یہ ہیں۔ ① تساوی: یہ ہے کہ دو کلیوں میں سے ہر ایک کلی دوسری کلی کے ہر ہر فرد پر صادق آئے جیسے انسان و ناطق یہ دونوں ایک دوسرے کے ہر ہر فرد پر صادق آتے ہیں ② تباین: یہ ہے کہ دو کلیوں میں سے کوئی کلی دوسری کلی کے کسی فرد پر صادق نہ آئے۔ جیسے انسان و فرس، ان دونوں کلیوں میں سے کوئی بھی کلی دوسری کلی کے کسی فرد پر صادق نہیں آتی ③ عموم وخصوص مطلق: یہ ہے کہ دو کلیوں میں سے ایک کلی دوسری کلی کے ہر فرد پر صادق آئے اور دوسری کلی پہلی کلی کے بعض افراد پر صادق آئے بعض پر صادق نہ آئے جیسے انسان و حیوان، حیوان انسان کے ہر فرد پر صادق ہے مگر انسان حیوان کے بعض افراد پر صادق ہے بعض پر نہیں۔

④ عموم وخصوص من وجہ: یہ ہے کہ دو کلیوں میں سے ہر ایک کلی دوسری کلی کے بعض افراد پر صادق آئے اور بعض پر صادق

نہ آئے جیسے حیوان وابیض، ان میں سے حیوان بھی ابیض کے بعض افراد پر صادق آتا ہے اور بعض پر نہیں اسی طرح ابیض بھی حیوان کے بعض افراد پر صادق آتا ہے اور بعض پر صادق نہیں آتا۔

❷ نسبِ اربعہ کی وجہ حصر:۔ جب ایک کلی کی دوسری کلی کی طرف نسبت کریں تو وہ دونوں کلیاں دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ دونوں شیٔ واحد پر اکٹھی صادق ہونگی یا نہیں۔ اگر صادق نہ ہوں بلکہ ان میں مفارقت کلیہ ہو تو ان میں پائی جانے والی نسبت کو تباین کہتے ہیں اور ایسی دو کلیاں متبائنین کہلاتی ہیں اور اگر شیٔ واحد پر اکٹھی صادق ہوں پھر دونوں دو حال سے خالی نہیں، یا تو انکے درمیان تصادق کلی ہوگا یا تصادق جزئی ہوگا اگر تصادق کلی ہو یعنی ہر ایک کلی دوسری کلی کے ہر ہر فرد پر صادق آئے تو ان دو کلیوں کے درمیان پائی جانے والی نسبت کو تساوی کہتے ہیں اور ایسی دو کلیاں متساویین کہلاتی ہیں اور اگر تصادق جزئی ہو پھر دو حال سے خالی نہیں۔ تصادق جانبین سے ہوگا یا ایک جانب سے ہوگا۔ اگر جانب واحد سے ہو یعنی ایک کلی دوسری کلی کے تمام افراد پر صادق آئے اور دوسری پہلی کے بعض افراد پر صادق آئے اور بعض پر نہ آئے تو ایسی کلیوں کے درمیان پائی جانے والی نسبت کو عموم وخصوص مطلق کہتے ہیں اور ایسی دو کلیاں اعم و اخص مطلق کہلاتی ہیں۔ اور اگر تصادق جانبین سے ہو یعنی دونوں کلیوں میں سے ہر ایک دوسری کے بعض پر صادق آئے بعض پر صادق نہ آئے تو ایسی دو کلیوں کے درمیان پائی جانے والی نسبت کو عموم وخصوص من وجہ کہتے ہیں۔ اور ایسی دو کلیاں اعم واخص من وجہ کہلاتی ہیں۔

❸ نسبِ اربعہ کی مثال:۔ ابھی عبارت کی وضاحت میں اس کی مکمل امثلہ گزر چکی ہے۔

﴿السوال الثانی﴾ ١٤٣١ھ

الشق الاول ......**قال ويسمى حدا تاما ان كان بالجنس والفصل القريبين وحدًا ناقصا ان كان بالفصل القريب وحده او به وبالجنس البعيد ورسماتا ما ان كان بالجنس القريب والخاصة ورسما ناقصا ان كان بالخاصة وحدها او بها و بالجنس البعيد** ۔(ص١٣٢۔امدادیہ)

واضح ترجمہ کریں۔ اقسام اربعہ کی وجہ حصر اور وجہ تسمیہ مع امثلہ لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حل تین امور ہیں (١) عبارت کا ترجمہ (٢) معرِف کی اقسام اربعہ کی وجہ حصر (٣) اقسام اربعہ کی وجہ تسمیہ۔

جواب ...... ❶ عبارت کا ترجمہ:۔ ماتن نے کہا ہے کہ معرف کا نام حدِ نام رکھا جاتا ہے اگر وہ جنسِ قریب وفصلِ قریب سے مرکب ہو، اور حدِ ناقص اگر وہ صرف فصل قریب سے یا فصل قریب اور جنس بعید سے مرکب ہو، اور رسمِ تام نام رکھا جاتا ہے اگر جنس قریب اور خاصہ سے مرکب ہو اور رسمِ ناقص نام رکھا جاتا ہے اگر صرف خاصہ سے یا خاصہ اور جنسِ بعید سے مرکب ہو۔

❷ معرِف کی اقسام اربعہ کی وجہ حصر:۔ معرِف دو حال سے خالی نہیں، معرف حد ہوگی یا رسم ہوگی پھر حد اور رسم میں سے ہر ایک دو حال سے خالی نہیں تام ہوگی یا قص ہوگی، اگر تام ہو تو حدِ تام و رسمِ تام ہے اور اگر ناقص ہو تو حدِ ناقص اور رسمِ ناقص ہے۔

حدِ تام کی مثال: جیسے انسان کی تعریف حیوان ناطق کے ساتھ کی جائے۔

حدِ ناقص کی مثال: جیسے انسان کی تعریف صرف ناطق یا جسم ناطق کے ساتھ کی جائے۔

رسم تام کی مثال: جیسے انسان کی تعریف حیوان ضاحک کے ساتھ کی جائے۔

رسم ناقص کی مثال: جیسے انسان کی تعریف صرف ضاحک یا جسم ضاحک کے ساتھ کی جائے۔

❸ اقسامِ اربعہ کی وجہ تسمیہ:۔ حدِ تام کو حد تو اس لئے کہتے ہیں کہ حد کا معنی ہے روکنا چونکہ یہ تعریف بھی معرف کی ذاتیات پر مشتمل ہونے کی وجہ سے غیر کو اس میں داخل ہونے سے روکتی ہے اس لئے اس کو حد کہتے ہیں اور تام اس لئے کہتے ہیں کہ یہ تعریف تمام ذاتیات پر مشتمل ہوتی ہے۔

حدِ ناقص کو حد تو اسی لئے کہتے ہیں کہ یہ تعریف ذاتیات پر مشتمل ہونے کی وجہ سے غیر کو اس میں داخل ہونے سے روکتی ہے اور ناقص اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں بعض ذاتیات کو حذف کر دیا جاتا ہے۔

رسمِ تام کو رسم اسلئے کہتے ہیں کہ رسم کا معنی ہے اثر و علامت چونکہ یہ تعریف لازم خارجی یعنی خاصہ پر مشتمل ہوتی ہے جو شی کے آثار میں سے ایک اثر ہوتا ہے تو یہ تعریف بالاثر ہوئی۔ اور تعریف بالاثر کو تعریف بالرسم کہتے ہیں اور تمام اس وجہ سے کہتے ہیں کہ یہ حدِ تام کے مشابہ ہے دو وجوں سے ① حدِ تام میں بھی جنس قریب ہوتی ہے اور رسمِ تام میں بھی جنس قریب ہوتی ہے ② حدِ تام میں امر مختص بالشی کو ذکر کیا جاتا ہے اور رسمِ تام میں بھی اس وجہ سے تام کہتے ہیں البتہ حدِ تام میں امر مختص بالشی فصل ہوتی ہے اور رسمِ تام میں خاصہ ہوتا ہے۔

رسمِ ناقص کو رسم اسی لئے کہتے ہیں کہ یہ تعریف بھی تعریف بالاثر ہونے کی وجہ سے تعریف بالرسم ہوتی ہے اور ناقص اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں بھی رسمِ تام کے بعض اجزاء کو حذف کر دیا جاتا ہے۔

الشق الثانی ...... **قَالَ وَمَوْضُوْعُ الْحَمْلِيَّةِ إِنْ كَانَ شَخْصًا مُعَيَّنًا سُمِّيَتْ مَخْصُوْصَةً وَشَخْصِيَّةً وَإِنْ كَانَ كُلِّيًّا فَإِنْ بُيِّنَ فِيْهَا كَمِّيَّةُ أَفْرَادِ مَا صَدَقَ عَلَيْهِ الْحُكْمُ وَيُسَمَّى اللَّفْظُ الدَّالُ عَلَيْهَا سُوْرًا سُمِّيَتْ مَحْصُوْرَةً وَمُسَوَّرَةً وَهِيَ أَرْبَعٌ** ۔ (ص۱۵۰۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں۔ مسورہ کی اقسام اربعہ اور انکے سور بیان فرمائیں نیز سُور کا ماخذ بیان کریں۔ سالبہ جزئیہ کے تین سوروں کی مثال بیان فرمائیں۔

﴿خلاصہ سوال﴾ ...... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) مسورہ کی اقسامِ اربعہ اور ان کے سور (۳) سُور کا ماخذ (۴) سالبہ جزئیہ کے تین سوروں کی مثال۔

جواب ...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

❷ مسورہ کی اقسامِ اربعہ اور انکے سور:۔ قضیہ مسورہ (محصورہ) کی چار اقسام ہیں۔

① موجبہ کلیہ: وہ قضیہ حملیہ ہے جس میں محمول کا ثبوت موضوع کے تمام افراد کے لئے ہو جیسے **کل انسان حیوان** اس میں محمول (حیوان ہونے) کا ثبوت موضوع (انسان) کے تمام افراد کے لئے ہے۔

موجبہ کلیہ کا سور: **کل** اور الف لام استغراقی ہے، مثال گزر چکی ہے۔

② موجبہ جزئیہ: وہ قضیہ حملیہ ہے جس میں محمول کا ثبوت موضوع کے بعض افراد کے لئے ہو جیسے **بعض الحیوان**

انسان اس میں محمول (انسان ہونا) کا ثبوت موضوع (حیوان) کے بعض افراد کیلئے ہے۔

موجبہ جزئیہ کا سور: بعض، واحد ہے جیسے بعض الحیوان انسان، واحد من الحیوان انسان۔

③ سالبہ کلیہ: وہ قضیہ حملیہ ہے جس میں محمول کا سلب ونفی موضوع کے تمام افراد سے ہو جیسے لاشیئ من الانسان بفرس اس میں محمول کا سلب ونفی موضوع کے تمام افراد سے ہے۔

سالبہ کلیہ کا سور: لاشیئ و لاواحد ہے جیسے لاواحد من الانسان بحمار۔

④ سالبہ جزئیہ: وہ قضیہ حملیہ ہے جسمیں محمول کا سلب ونفی موضوع کے بعض افراد سے ہو جیسے بعض الحیوان لیس بانسان۔

سالبہ جزئیہ کے سور: تین ہیں لیس کل، لیس بعض، بعض لیس جیسے لیس کل حیوان انسان، لیس بعض الحیوان بانسان، بعض الحیوان لیس بانسان۔

③ لفظِ سُور کا ماخذ:۔ سُور کا لفظ سور البلد سے ماخوذ ہے اور سور البلد اس دیوار کو کہتے ہیں جو شہر کا تمام اطراف سے احاطہ کئے ہوئے ہوتی ہے تو جس طرح سور البلد شہر کا احاطہ کرتی ہے اسی طرح سُور بھی محکوم علیہ کے افراد کا کلًا وبعضا احاطہ کرتا ہے۔

④ سالبہ جزئیہ کے تین سوروں کی مثال:۔ ابھی سالبقہ جزئی میں اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

......دروس البلاغة......

﴿السوال الثالث﴾ ١٤٣١ھ

الشق الاول ......وَلِكُلِّ جُمْلَةٍ رُكْنَانِ مَحْكُوْمٌ عَلَيْهِ وَمَحْكُوْمٌ بِهٖ وَيُسَمَّى الْاَوَّلُ مُسْنَدًا اِلَيْهِ كَالْفَاعِلِ وَنَائِبِهٖ وَالْمُبْتَدَأُ الَّذِىْ لَهٗ خَبَرٌ وَيُسَمَّى الثَّانِىْ مُسْنَدًا كَالْفِعْلِ وَالْمُبْتَدَأُ الْمُكْتَفِىْ بِمَرْفُوْعِهٖ ۔ (ص۱۷۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں، خبر اور انشاء میں سے ہر ایک کی تعریف کریں اور مثال دیں، صدق الخبر اور کذب الخبر میں سے ہر ایک کی تعریف کریں اور مثال دیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا خلاصہ تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) خبر وانشاء کی تعریف مع امثلہ (۳) صدق الخبر اور کذب الخبر کی تعریف مع امثلہ۔

جواب ...... ① عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

② خبر وانشاء کی تعریف مع امثلہ:۔ الخبر ما یصح ان یقال لقائله انه صادق فیه او کاذب (خبر ہر وہ کلام ہے جس کے کہنے والے کو اس کلام کے کہنے میں سچا جھوٹا کہا جاسکے جیسے سَافَرَ مُحَمَّدٌ (محمد نے سفر کیا) علی مقیم (علی مقیم ہے)۔

الانشاء مالایصح ان یقال لقائله انه صادق فیه او کاذب (انشاء وہ کلام ہے جس کے کہنے والے کو اس کلام کے کہنے میں سچا یا جھوٹا نہ کہہ سکیں جیسے سَافِرْ مُحَمَّدُ (اے محمد سفر کر)۔

③ صدق الخبر اور کذب الخبر کی تعریف مع امثلہ:۔ صدق الخبر مطابقته ہے کہ وہ خبر صورت واقعہ کے مطابق ہو جیسے علی مقیم اس وقت کہنا جب وہ واقعہ میں بھی مقیم ہو۔

كذب الخبر: یہ ہے کہ وہ خبر صورت واقعہ کے مطابق نہ ہو جیسے **علی مقیم** اس وقت کہنا جب علی واقعہ نفس الامر میں مقیم نہ ہو۔

الشق الثانی ......**وَالْإِطْنَابُ هُوَ تَأْدِيَةُ الْمَعْنٰى بِعِبَارَةٍ زَائِدَةٍ عَنْهُ مَعَ الْفَائِدَةِ نَحْوُ رَبِّ إِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ وَاشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْبًا أَيْ كَبِرْتُ ۔** (ص۸۷۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، مع الفائدۃ کی قید کا فائدہ بیان کریں، ایجاز اور مساوات میں سے ہر ایک کی تعریف کریں اور مثال دیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں چار امور حل طلب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) مع الفائدۃ کی قید کا فائدہ (۴) ایجاز اور مساوات کی تعریف مع امثلہ۔

جواب ...... ❶ **عبارت پر اعراب:۔** **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

❷ **عبارت کا ترجمہ:۔** اطناب یہ ہے کہ معنی مرادی کو اس کی بہ نسبت زائد عبارت سے ادا کیا جائے کسی مخصوص فائدے کے ساتھ جیسے **رب انی و هن العظم الخ** یعنی میں بوڑھا ہو گیا ہوں۔

❸ **مع الفائدۃ کی قید کا فائدہ:۔** اطناب کی تعریف میں مع الفائدۃ کی قید سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اگر کلام میں زائد عبارت ہے مگر اس کا کوئی جدید فائدہ نہیں ہے تو وہ عبارت فصاحت و بلاغت سے خارج ہو جائے گی لہٰذا اطناب کے لئے ضروری ہے کہ اس میں کلام کے زائد ہونے کے ساتھ ساتھ فائدہ جدیدہ بھی ہو۔

❹ **ایجاز اور مساوات کی تعریف مع امثلہ:۔** **الایجاز هو تادية المعنى المراد بعبارة ناقصة عنه مع وفائها بالغرض** (ایجاز اپنے مافی الضمیر کو ادا کرنے کا وہ طریقہ ہے جس میں معنی مرادی زیادہ ہو اور ادائیگی اور ترجمانی کرنیوالی عبارت کم ہو البتہ اس ناقص عبارت میں بھی غرضِ متکلم پورے طور پر ادا ہو رہی ہو جیسے **قفا نبك من ذكرى حبيب و منزل** (اے میرے دونوں دوست تم میری محبوبہ اور اس کے ٹھکانہ کو یاد کر کے روتے ہوئے ٹھہر جاؤ) اس مثال میں متکلم نے یا صاحبی کا لفظ حذف کر دیا ہے مگر "قفا" تثنیہ حاضر کے صیغہ سے وہ مقصد پورا ہو رہا ہے۔

المساواة هي تادية المعنى المراد بعبارة مساوية له (مساوات اپنے مافی الضمیر کو ادا کرنے کا وہ طریقہ ہے جس میں معنی مرادی اور اس کو ادا کرنے والے الفاظ دونوں مساوی اور برابر ہوں یعنی الفاظ بقدرِ معانی اور معانی بقدرِ الفاظ جیسے **و اذا رايت الذين يخوضون فی آياتنا فاعرض عنهم** اور اے مخاطب جب تو ان لوگوں کو دیکھے جو ہماری آیات و احکام میں عیب جوئی کر رہے ہیں تو انکے پاس بیٹھنے سے کنارہ کش ہو جا۔ اس مثال میں کفار کے آیات قرآنی سے استہزاء و عیب جوئی کے وقت کنارہ کش ہونے کا حکم دیا گیا ہے اور اس مقصد کے لئے الفاظ بقدرِ ضرورت ہی لائے گئے ہیں، نہ زیادہ الفاظ ہیں اور نہ کم ہیں۔

﴿الورقة السادسة : فی المنطق والبلاغه﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۲ھ

الشق الاوّل ......**ومن لطائف هذا التعريف انه مشتمل على العلل الاربع ۔** (ص۳۳۔امدادیہ)

هذا التعريف سے کون سی تعریف مراد ہے؟ **العلل الاربع** سے کیا مراد ہے؟ تعریف مذکور ان پر کیسے مشتمل ہے؟ واضح

کریں نیز منطق کی تعریف کے فوائدِ قیود تحریر کریں۔ شارح کے منطق کی تعریف کو رسم قرار دینے کی وجہ ذکر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حل پانچ امور ہیں (۱) تعریف کی مراد (۲) **العلل الاربع** کی مراد (۳) تعریف مذکور کے عللِ اربع پر مشتمل ہونے کی وضاحت (۴) منطق کی تعریف کے فوائدِ قیود (۵) منطق کی تعریف کو رسم قرار دینے کی وجہ

جواب ...... ❶ تعریف کی مراد:۔ اس تعریف سے مراد فکر کی تعریف **هو ترتیب امور معلومة للتأدی الی المجهول** (امورِ معلومہ کو اس طرح ترتیب دینا کہ ذہن امرِ مجہول تک پہنچ جائے) ہے۔

❷ **العلل الاربع** کی مراد:۔ ① علت مادی: مرکب کی وہ علت ہے جو مرکب کی حقیقت میں داخل ہو اور اس سے مرکب کا وجود بالقوۃ ہو جیسے چارپائی کے لئے لکڑی کے ٹکڑے ② علت صوری: مرکب کی وہ علت ہے جو مرکب کی حقیقت میں داخل ہو اور اس سے مرکب کا وجود بالفعل ہو جیسے چارپائی کا مخصوص ڈھانچہ ③ علت فاعلی: مرکب کی وہ علت ہے جو مرکب کی حقیقت سے خارج ہو اور اس سے مرکب کا صدور ہو جیسے چارپائی کے لئے نجار (ترکھان) ④ علت غائیہ: مرکب کی وہ علت ہے جو مرکب کی حقیقت سے خارج ہو اور اس کے لئے مرکب کا صدور ہو جیسے جلوس چارپائی کے لئے۔

❸ تعریف مذکور کے عللِ اربع پر مشتمل ہونے کی وضاحت:۔ شارح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فکر کی یہ تعریف بھی عللِ اربع پر مشتمل ہے وہ اس طرح کہ ترتیب سے علتِ صوری کی طرف مطابقۃً اشارہ ہے کیونکہ فکر کی صورت وہ ہیئت اجتماعیہ ہے جو تصدیقات معلومہ اور تصوراتِ معلومہ کو ترتیب دینے سے حاصل ہوتی ہے (جس طرح سریر کے اجزاء کو ان کے مرتب ہونے کی صورت میں ہیئت حاصل ہوتی ہے یہی ہیئت صورتِ فکر ہے جس کی طرف ترتیب سے اشارہ ہو رہا ہے) اور علتِ فاعلی کی طرف التزاماً اشارہ ہے کہ ہر ترتیب کے لئے مرتب لازم ہے۔ امورِ معلومہ سے اشارہ ہے علتِ مادیہ کی طرف **للتأدی الی المجهول** سے اشارہ ہے علتِ غائیہ کی طرف اس لئے کہ ترتیب سے غرض ذہن کو مجہول تک پہنچانا ہوتا ہے۔

❹ منطق کی تعریف کے فوائدِ قیود:۔ منطق کی تعریف **هو آلة قانونية تعصم مراعاتها الذهن عن الخطأ فی الفکر** میں **آلہ** بمنزلہ جنس کے ہے جو تمام آلات کو شامل ہے خواہ وہ آلاتِ صنعت ہوں یا آلاتِ حرفت ہوں یا آلاتِ غیر صناعیہ ہوں اور **قانونية** فصلِ اوّل ہے اس سے آلاتِ اربابِ صنائع جزئیہ (ہتھوڑا، کسّی وغیرہ) خارج ہو گئے کیونکہ وہ قانونی آلات نہیں۔ **تعصم مراعاتها الذهن الخ** یہ فصلِ ثانی ہے اس سے علوم عربیہ ادبیہ خارج ہو گئے کیونکہ ان کی رعایت رکھنا عاصم **عن الخطأ فی الفکر** نہیں بلکہ ان کی رعایت رکھنا عاصم **عن الخطأ فی المقال** ہے۔ (الدرر السنیۃ ص ٦٥)

❺ منطق کی تعریف کو رسم قرار دینے کی وجہ:۔ شارحؒ نے منطق کی تعریف کے رسم ہونے کی دو وجہیں ذکر کی ہیں۔

① منطق کی تعریف میں منطق کے آلہ ہونے کا ذکر ہے اور منطق کا آلہ ہونا اپنی ذات کے اعتبار سے نہیں۔ کیونکہ کسی شیئ کا ذات ہونا وہ چیز ہوتی ہے جو اس کیلئے فی نفسہٖ ہو اور آلہ ہونا منطق کیلئے فی نفسہٖ نہیں ہے بلکہ غیر یعنی علومِ حکمیہ کے اعتبار سے ہے تو آلہ ہونا منطق کے عوارض میں سے ایک عارض ہوا لہٰذا یہ تعریف بالعارض ہوئی اور تعریف بالعارض رسم ہوتی ہے حد نہیں ہوتی۔

② منطق کی تعریف میں **العصمة عن الخطاء فی الفکر** کے الفاظ ہیں اور یہ منطق کی غایت ہے اور شیئ کی غایت شیئ

سے خارج ہوتی ہے لہٰذا یہ تعریف بالخارج ہوئی اور تعریف بالخارج رسم ہوتی ہے حد نہیں ہوتی۔ (الدرر السنیۃ)

الشق الثانی ......**ولیس الکل من کل منهما بدیهیا والا لما جهلنا شیئا ولا نظریا والا لدار او تسلسل۔**

مذکورہ عبارت کی وضاحت کریں (ص ۲۷۔امدادیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں فقط عبارت کی وضاحت مطلوب ہے۔

جواب ...... عبارت کی وضاحت:۔ اس عبارت میں ماتن نے دو دعوے ذکر کرنے کے بعد ان کی دلیلوں کو بیان کیا ہے۔ پہلا دعویٰ یہ ہے کہ تصور و تصدیق کا ہر ہر فرد بدیہی نہیں ہے کہ اگر تمام تصورات و تصدیقات بدیہی ہوتے تو کوئی تصور اور تصدیق ہم سے مجہول نہ ہوتا حالانکہ بہت سے تصورات و تصدیقات ہم سے مجہول ہیں۔ پس جب لازم یعنی کسی تصور و تصدیق کا ہم سے مجہول نہ ہونا باطل ہے۔ تو ملزوم یعنی تمام تصورات و تصدیقات کا بدیہی ہونا بھی باطل ہے۔ دوسرا دعویٰ یہ ہے کہ نوع تصور اور نوع تصدیق کا ہر ہر فرد نظری نہیں ہے اس لئے کہ اگر تمام تصورات و تصدیقات نظری ہو جائیں تو دور اور تسلسل لازم آئے گا۔ لیکن لازم یعنی دور اور تسلسل باطل ہے۔ تو ملزوم یعنی تمام تصورات و تصدیقات کا نظری ہونا بھی باطل ہے۔

﴿السوال الثانی﴾ ١٤٣٢ھ

الشق الاوّل ......**اَمَّا الْمُرَكَّبُ فَهُوَ اِمَّا تَامٌّ اَوْ غَيْرُ تَامٍّ وَالتَّامُّ اِمَّا خَبَرٌ وَقَضِيَّةٌ وَاِمَّا اِنْشَاءٌ ثُمَّ الْاِنْشَاءُ اِمَّا اَمْرٌ وَاِمَّا سُوَالٌ وَ دُعَاءٌ اَوْ اِلْتِمَاسٌ اَوْ تَنْبِيْهٌ۔** (ص ۲۷۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں، مرکب کی اقسام ثمانیہ مذکورہ فی السوال میں سے ہر ایک کی تعریف کریں۔ امر، سوال، دعا اور التماس کے درمیان فرق واضح کریں، مرکب تقییدی اور غیر تقییدی کی تعریف و مثالیں ذکر کریں۔ **اما المرکب فهو اما تام او غیر تام** کی ترکیب کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حل پانچ امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) مرکب کی اقسام ثمانیہ کی تعریف (۳) امر، سوال، دعا و التماس میں فرق (۴) مرکب تقییدی و غیر تقییدی کی تعریف مع امثلہ۔ (۵) **اما المرکب فهو اما تام او غیر تام** کی ترکیب۔

جواب ...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

❷ مرکب کی اقسام ثمانیہ کی تعریف:۔ مرکب تام: وہ مرکب ہے جس پر متکلم کا سکوت کرنا صحیح ہو جیسے **زيدٌ قائمٌ**۔

مرکب غیر تام: وہ مرکب ہے جس پر متکلم کا سکوت کرنا صحیح نہ ہو جیسے **زيدٌ قائمٌ**۔

خبر اور قضیہ: وہ مرکب تام ہے جس میں صدق اور کذب دونوں کا احتمال ہو جیسے **زيدٌ قائمٌ**۔

انشاء: وہ مرکب تام ہے جس میں صدق اور کذب دونوں کا احتمال نہ ہو جیسے **اِضْرِبْ**۔

امر: وہ انشاء ہے جو **طلبِ فعل علی سبیل الاستعلاء** کے لئے موضوع ہو جیسے **اقرأ**۔

سوال و دعا: وہ انشاء ہے جو **طلبِ فعل علی سبیل الخضوع** کے لئے موضع ہو جیسے **اللهم ارحمنا**۔

التماس: وہ انشاء ہے جو **طلبِ فعل علی سبیل التساوی** کے لئے موضوع ہو جیسے **خذ الکتاب**۔

تنبیہ: وہ انشاء ہے جو طلب فعل پر بدلالۃ وضعیہ دال نہ ہو۔

❸ **امر، سوال دعا و التماس میں فرق:۔** امر: میں طلب فعل علی سبیل الاستعلاء ہوتا ہے یعنی اس میں متکلم اپنے آپ کو مخاطب سے بڑا سمجھتے ہوئے حکم کرتا ہے۔ سوال و دعا: میں طلب فعل علی سبیل الخضوع ہوتا ہے یعنی اس میں متکلم خود کو مخاطب سے چھوٹا سمجھتے ہوئے فعل کو طلب کررہا ہوتا ہے۔ التماس: میں متکلم خود کو مخاطب کے برابر و مساوی سمجھتے ہوئے فعل کو طلب کرتا ہے۔

❹ **مرکب تقییدی و غیر تقییدی کی تعریف مع امثلہ:۔** مرکب تقییدی: وہ مرکب غیر تام ہے جس میں جزء ثانی جزء اوّل کیلئے قید ہو جیسے **غلامُ زیدٍ، الحیوان الناطق** ۔ان دونوں مثالوں میں دوسرا جز پہلے جزء کے لئے قید ہے یعنی غلام سے عام غلام مراد نہیں بلکہ زید کا غلام مراد ہے اور حیوان سے عام حیوان مراد نہیں بلکہ بولنے والا حیوان مراد ہے۔

مرکب غیر تقییدی: وہ مرکب غیر تام جس میں دوسرا جزء پہلے جزء کے لئے قید نہ ہو جیسے **بزید** پھر مرکب غیر تقییدی خواہ اسم واداۃ سے مرکب ہو جیسے **فی الدار** یا فعل واداۃ سے مرکب ہو جیسے **قد ضرب**۔

❺ **اما المرکب فھو اما تام او غیر تام کی ترکیب:۔** **اما** حرف شرط **المرکب** مبتداء متضمن معنی شرط **فاء** جزائیہ **ھو** ضمیر مبتداء **اما** حرف تردید **تام** معطوف علیہ **او** عاطفہ **غیر تام** مضاف مضاف الیہ ملکر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے ملکر خبر، مبتداء خبر ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر خبر متضمن معنی جزاء۔ مبتداء اپنی خبر سے ملکر جملہ اسمیہ یا شرط اپنی جزاء سے ملکر جملہ شرطیہ ہوا۔

الشق الثانی ......**قَالَ وَرَسَمُوْهُ بِاَنَّهٗ كُلِّيٌّ يُحْمَلُ عَلَى الشَّيْئِ فِيْ جَوَابِ اَيُّ شَيْئٍ هُوَ فِيْ جَوْهَرِهٖ فَعَلٰى هٰذَا لَوْ تَرَكَّبَتْ حَقِيْقَةٌ مِّنْ اَمْرَيْنِ مُتَسَاوِيَيْنِ اَوْ اُمُوْرٍ مُتَسَاوِيَةٍ كَانَ كُلٌّ مِّنْهُمَا فَصْلًا لَهَا۔** (ص۹۲۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں، وضاحت کریں، فصل کی تعریف میں قیود کے فوائد بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کی وضاحت (۳) فصل کی تعریف میں مذکورہ قیود کے فوائد۔

جواب ......❶ **عبارت پر اعراب:۔** **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

❷ **عبارت کی وضاحت:۔** اس عبارت میں ماتن رحمہ اللہ نے اولاً فصل کی تعریف کی ہے کہ فصل وہ کلی ہے جو ای **شیئ ھو فی جوھرہ** کے جواب میں محمول ہو۔اس کے بعد مصنف رحمہ اللہ نے ایک اختلافی مسئلہ بیان کیا ہے کہ جس ماہیت کیلئے فصل ہو، اس کے لئے جنس کا ہونا ضروری ہے یا نہیں، متقدمین مناطقہ کے نزدیک جس ماہیت کیلئے فصل ہو اس کے لئے جنس کا ہونا ضروری ہے اور متاخرین کے نزدیک ہر فصل والی ماہیت کے لئے جنس کا ہونا ضروری نہیں ہے۔ مصنف رحمہ اللہ کا مذہب بھی یہی ہے مصنف رحمہ اللہ اس کی دلیل ذکر کرتے ہیں کہ اگر کوئی ماہیت ایسی ہو جو جنس و فصل سے مرکب نہ ہو بلکہ امرین متساوین یا امور متساویہ سے مرکب ہو تو ان امور متساویہ میں سے ہر ہر امر اس ماہیت کے لئے فصل بنے گا کیونکہ ان میں سے ہر ہر امر اس ماہیت کو اس کے مشارکات فی الوجود سے جدا کرے گا تو یہ امور اس ماہیت کے لئے فصل ہوں گے حالانکہ اس ماہیت کے لئے کوئی جنس نہیں تو معلوم ہوا کہ جس ماہیت کے لئے فصل ہو اس کے لئے جنس کا ہونا ضروری نہیں ہے۔

③ فصل کی تعریف میں مذکورہ قیود کے فوائد:۔ اس تعریف میں کلی بمنزل جنس کے ہے جو تمام کلیات کو شامل ہے یحمل علی الشیء فی جواب ای شیء فصل اوّل ہے اس سے جنس، نوع اور عرضِ عام خارج ہو گئے۔ جنس اور نوع تو اس لئے کہ یہ ماھو کے جواب میں بولے جاتے ہیں اور عرض اس لئے کہ یہ کسی کے جواب میں نہیں بولا جاتا اور فی جوھرہ فصلِ ثانی ہے اس سے خاصہ خارج ہو گیا کیونکہ وہ فی جوہرہ کے جواب میں نہیں بولا جاتا بلکہ فی عرضہ کے جواب میں بولا جاتا ہے۔

......دروس البلاغة......

﴿السوال الثالث﴾ ١٤٣٢ھ

الشق الاوّل ......اَلْفَصَاحَةُ فِی اللُّغَةِ تُنْبِئُ عَنِ الْبَیَانِ وَالظُّهُوْرِ یُقَالُ اَفْصَحَ الصَّبِیُّ فِیْ مَنْطِقِهٖ اِذَابَانَ وَظَهَرَ کَلَامُهٗ وَتَقَعُ فِی الْاِصْطِلَاحِ وَصْفًا لِلْکَلِمَةِ وَالْکَلَامِ وَالْمُتَکَلِّمِ فَفَصَاحَةُ الْکَلِمَةِ سَلَامَتُهَا مِنْ تَنَافُرِ الْحُرُوْفِ وَمُخَالَفَةِ الْقِیَاسِ وَالْغَرَابَةِ ۔ (ص۴۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں، ترجمہ کریں، خط کشیدہ امور کی وضاحت کریں اور مثالیں دیں۔

﴿خلاصہ سوال﴾......اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) امورِ مخطوطہ کی وضاحت مع امثلہ۔

جواب ...... ① عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ فصاحت لغت میں ظاہر ہونے اور واضح ہونے کی خبر دیتی ہے۔ کہا جاتا ہے افصح الصبی فی منطقه (بچے نے اپنی بات واضح کی) اس وقت جب کہ اس کی بات واضح اور صاف ہو اور اصطلاح میں یہ کلمہ اور کلام اور متکلم کی صفت واقع ہوتی ہے۔ چنانچہ فصاحت الکلمہ اس کا تنافرِ حروف، مخالفتِ قیاس لغوی اور غرابت فی السمع سے محفوظ رہنا ہے۔

③ امورِ مخطوطہ کی وضاحت مع امثلہ:۔ "تنافر الحروف" کلمہ کی ایک ایسی صفت ہے جس کے پائے جانے کی وجہ سے زبان وادب کا اچھا ذوق رکھنے والے انسان کے لئے اس کا تلفظ وادائیگی مشکل ہو جائے جیسے ظش (کھردری جگہ) هُعْخُعْ (اونٹوں کی گھاس)۔

"مخالفتِ القیاس" یہ ہے کہ کلمہ میں علم صرف ولغت کے قوانین کی خلاف ورزی ہو جیسے) متنبی کے اس شعر میں بوق کی جمع بوقات کی صورت میں لائی گئی ہے جو کہ قیاس کے خلاف ہے کیونکہ قاعدہ سے اس کی جمع قلت اَبْوَاق آنی چاہئے تھی۔

"الغرابة" کوئی کلمہ ایسا ہو کہ اسکے معنی حقیقی کی طرف ذہن آسانی اور سہولت سے منتقل نہ ہو کیونکہ لوگ اسے کثرت سے استعمال نہ کرتے ہوں اور نہ وہ عموماً لوگوں کے سننے میں آتا ہو جیسے تَکَأْکَأ (جمع ہوا) افرنقع (لوٹا) اطلخم (دشوار ہوا)۔

الشق الثانی ......اَلْخَبَرُ اِمَّا اَنْ یَّکُوْنَ جُمْلَةً فِعْلِیَّةً اَوْ اِسْمِیَّةً وَالْاُوْلٰی مَوْضُوْعَةٌ لِاِفَادَةِ الْحُدُوْثِ فِیْ زَمَنٍ مَخْصُوْصٍ مَعَ الْاِخْتِصَارِ وَقَدْ تُفِیْدُ الْاِسْتِمْرَارَ التَّجَدُّدِیَّ بِالْقَرَائِنِ اِذَا کَانَ الْفِعْلُ مُضَارِعًا مَثَلًا اَوَکُلَّمَا وَرَدَتْ عُکَاظَ قَبِیْلَةٌ بَعَثُوْا اِلَیَّ عَرِیْفَهُمْ یَتَوَسَّمُ وَالثَّانِیَةُ مَوْضُوْعَةٌ لِمُجَرَّدِ ثُبُوْتِ الْمُسْنَدِ لِلْمُسْنَدِ اِلَیْهِ وَقَدْ تُفِیْدُ الْاِسْتِمْرَارَ بِالْقَرَائِنِ اِذَا لَمْ یَکُنْ فِیْ خَبَرِهَا فِعْلٌ مَثَلًا اَلْعِلْمُ نَافِعٌ ۔(ص۱۸۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں، ترجمہ کریں، فائدۃ الخبر اور لازم الفائدۃ کا مطلب واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال میں تین امور حل طلب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) فائدۃ الخبر اور لازم الفائدۃ کا مطلب۔

جواب ...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ خبر یا تو جملہ فعلیہ ہوگی یا اسمیہ اور پہلا بنایا جاتا ہے اختصار کے ساتھ مخصوص زمانے میں حدوث کے معنی کا فائدہ دینے کیلئے اور کبھی قرائن کے پائے جانے کے وقت استمرار و تجدد کا فائدہ بھی دیتا ہے بشرطیکہ وہ فعل مضارع ہو جیسا کہ طریف کا یہ قول او کلما الخ (جب کبھی میلۂ عکاظ میں کوئی قبیلہ اترتا ہے وہ میری جانب اپنے نمائندے کو بھیجتے ہیں جو مجھے پہچاننے کی کوشش کرتا رہتا ہے) اور دوسرا بنایا گیا ہے محض مسند الیہ کیلئے مسند کے ثبوت کو بتانے کیلئے جیسے الشمس مضیئۃ (سورج روشن ہے) اور کبھی وہ قرائن کی موجودگی میں استمرار کا فائدہ بھی دیتا ہے بشرطیکہ اس کی خبر میں کوئی فعل نہ ہو جیسے العلم نافع (علم فائدہ دیتا رہتا ہے)۔

❸ فائدۃ الخبر اور لازم الفائدۃ کا مطلب:۔ اگر مخبر اپنی خبر کے ذریعے مخاطب کو اس حکم کا فائدہ پہنچانا چاہتا ہے جو جملہ میں متضمن ہوتا ہے اور جس پر جملہ مشتمل ہوتا ہے تو اسے فائدۃ الخبر کہتے ہیں جیسے معلم کہے حضر الامیر (امیر آگئے) تو اس خبر کے ذریعے متکلم نے مخاطب کو امیر کے آنے کے حکم کا فائدہ پہنچایا اور آنے نہ آنے کے بارے میں مخاطب کی جہالت کو دور کر دیا اور اگر مخبر کی خبر سے غرض مخاطب کو اس بات کا فائدہ پہنچانا ہو کہ مخاطب کی طرح متکلم بھی اس خبر سے واقف ہے تو اسے لازم الفائدہ کہتے ہیں جیسے انت حضرت امس (تو کل آیا) وہ تو اس خبر کے ذریعے اس متکلم نے مخاطب کیلئے کوئی نئی بات نہیں بتائی اور اس کی کوئی جہالت دور نہیں کی بلکہ وہ مخاطب اس خبر سے پہلے ہی سے واقف ہے کیونکہ وہ تو خود ہی آنے والا ہے البتہ متکلم نے اس خبر سے اپنے واقف ہونے کی خبر و فائدہ دیا ہے۔

﴿الورقة السادسة : فی المنطق والبلاغه﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ١٤٣٣ھ

الشق الاوّل ......تلألأ فِیْ ظُلَمِ اللَّیَالِیْ اَنْوَارُ حِکْمَتِهِ الْبَاهِرَةِ، وَاسْتَنَارَ عَلٰی صَفَحَاتِ الْاَیَّامِ اٰثَارُ سَلْطَنَتِهِ الْقَاهِرَةِ نَحْمَدُهٗ عَلٰی مَااَوْلَانَامِنَ الْاٰلَاءِ اَزْهَرَتْ رِیَاضُهَا، وَنَشْکُرُهٗ عَلٰی مَااَعْطَانَامِنْ نَّعْمَاءٍ اُتْرِعَتْ حِیَاضُهَا، وَنَسْاَلُهٗ اَنْ یُّفِیْضَ عَلَیْنَا مِنْ زُلَالِ هِدَایَتِهٖ۔ (ص۴۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں، ترجمہ کریں، استعارہ کی لغوی اور اصطلاحی تعریف کریں، استعارہ کی اقسام بیان کریں، عبارت مذکورہ کے ابتدائی جملہ میں استعارات کی تفصیل لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال کا خلاصہ پانچ امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) استعارہ کی لغوی اور اصطلاحی تعریف (۴) استعارہ کی اقسام (۵) ابتدائی عبارت میں مذکور استعارات کی تفصیل۔

جواب ...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ اس کی غالب حکمت کے انوار راتوں کی تاریکیوں میں چمک اٹھے اور اس کی غالب سلطنت کے نشانات صفحات ایام پر روشن ہو گئے۔ ہم تعریف کرتے ہیں اس کی اس بات پر کہ اس نے عطاء کی ہمیں ایسی نعمتیں کہ جن کے باغ شگفتہ ہو گئے اور ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں اس بات پر کہ اس نے عطاء کی ہمیں ایسی نعمتیں کہ جن کے حوض بھر گئے اور ہم سوال کرتے ہیں کہ وہ ہم پر اپنی ہدایت کا میٹھا اور خوشگوار پانی بہائے۔

❸ استعارہ کی لغوی واصطلاحی تعریف:۔ استعارہ کا لغوی معنی ہے **طلب العارية** (عاریت پر کوئی چیز لینا) اصطلاح میں **تشبيه الشيئ بالشئ بغير ذكر حروف التشبيه** (ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ حروف تشبیہ ذکر کئے بغیر تشبیہ دینا)۔

❹ استعارہ کی اقسام:۔ استعارہ کی چار اقسام ہیں۔ ① استعارہ مکنیہ بالکنایہ: کہ صرف مشبہ کو ذکر کیا جائے اور اسی کو مراد لیا جائے جیسے **اِذَا لْمَنِيَّةُ اَنْشَبَتْ اَظْفَارَهَا** (اچانک موت نے اپنے پنجے گاڑ دیئے) اس میں موت کو شیر سے تشبیہ دی گئی ہے۔ **مَنِيَّة** (موت) کو ذکر کیا گیا ہے اور وہی مراد ہے۔

② استعارہ تصریحیہ حقیقہ: کہ صرف مشبہ بہ ذکر کیا جائے اور مشبہ کو مراد لیا جائے جیسے **رَأَيْتُ اَسَدًا يَتَكَلَّمُ** (میں نے شیر کو بولتے ہوئے دیکھا) اس میں رجل شجاع کو اسد سے تشبیہ دی گئی ہے اور صرف مشبہ بہ کو ذکر کیا گیا ہے اور مراد مشبہ ہے کیونکہ کلام کرنا انسان کا خاصہ ہے۔ شیر دھاڑتا ہے کلام نہیں کرتا۔

③ استعارہ تخییلیہ مخیلہ: کہ مشبہ بہ کے لوازم میں سے کسی لازم کو مشبہ کیلئے ثابت کیا جائے جیسے **اِذَا لْمَنِيَّةُ اَنْشَبَتْ اَظْفَارَهَا** (اچانک موت نے پنجے گاڑ دیئے) اس میں مشبہ بہ یعنی شیر کے لازم ہے۔ **اظفار** (پنجہ) کو مشبہ (موت) کیلئے ثابت کیا گیا ہے۔

④ استعارہ ترشیحیہ مرشحہ: مشبہ بہ کے مناسبات میں سے کسی مناسب کو مشبہ کیلئے ثابت کیا جائے جیسے اسی اوپر والی مثال میں **اظفار** (پنجہ) کو موت کے لئے ثابت کیا گیا ہے جو کہ مشبہ بہ (شیر) کے مناسبات میں سے ہے۔

❺ ابتدائی عبارت کے استعارات کی تفصیل:۔ عبارت مذکورہ کا ابتدائی جملہ **تلألأ فی ظلم اللیالی انوار حکمته البـاهرة** تین استعارات پر مشتمل ہے اس میں حکمۃ مشبہ ہے اور شمس وقمر اور نجوم ہر ایک اس کا مشبہ بہ ہے جو کہ محذوف ہے۔ تو یہ **استعارہ بالکنائیہ** ہے۔ اور مشبہ بہ میں سے ہر ایک کے لئے **نور** لازم ہے جسے **مشبہ** (حکمۃ) کے لئے ثابت کیا گیا ہے یہ **استعاره تخییلیه** ہے۔ اور **تلألأ** (چمکنا) مشبہ بہ میں سے ہر ایک کے مناسبات میں سے ہے جسے مشبہ (حکمۃ) کے لئے ثابت کیا گیا ہے۔ یہ **استعاره ترشیحیه** ہے۔

الشق الثانی ......**وللتمنی اربع ادوات ، واحدة اصلية وثلاثه غير اصلية**۔ (ص ۳۴-امدادیہ)

تمنّی اور ترجی کی تعریف کر کے مثالوں سے واضح کریں، تمنّی کے ادوات اربعہ کون کون سے ہیں؟ مثالوں کے ساتھ ذکر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا خلاصہ دو امور ہیں (۱) تمنّی وترجی کی تعریف مع امثلہ وفرق (۲) تمنّی کے ادوات اربعہ کی نشاندہی مع امثلہ۔

جواب...... ❶ تمنّی وترجی کی تعریف مع امثلہ وفرق:۔ تمنّی: آدمی کسی ایسی محبوب چیز کو طلب کرے کہ اس شیئ

مطلوب کا حصول ناممکن ہو یا خارج میں بعید ہو جیسے **الا لیت الشباب یعود** (اے کاش! کہ جوانی لوٹ آئے) اس مثال میں متکلم ایسی چیز (جوانی کا لوٹنا) کو طلب کر رہا ہے جس کا حصول محال ہے، جیسے تنگدست آدمی کا کلام **لیت لی الف دینار** (اے کاش! کہ میرے پاس ہزار دینار ہوتے) اس مثال میں متکلم ایسی چیز کو طلب کر رہا ہے جس کا حصول قریب بمحال ہے۔

ترجی: آدمی کسی ایسی محبوب چیز کو طلب کرے کہ اس شئی مطلوب کا حصول متوقع ہو جیسے **عسیٰ ان یبعثك ربك مقاما محمودا** (امید ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقام محمود میں جگہ دے)۔ اِس آیت میں آپ ﷺ کیلئے مقام محمود کے حصول کی خواہش کا ذکر ہے اور آپ ﷺ کے حق میں اِس کا پورا ہونا متوقع و ممکن بھی ہے۔

❸ تمنّی کے ادوات اربعہ کی نشاندہی مع امثلہ:۔ ادوات تمنّی چار ہیں، ان میں سے صرف لیت اصلی ہے جیسے شعر (**الا لیت الشباب یعود**) میں ہے اور تین غیر اصلی ہیں، ان میں سے ایک **ھل** ہے جیسے **فَهَلْ لَنَا مِنْ شُفَعَاءَ فَيَشْفَعُوا لَنَا** (اے کاش ہمارے لئے سفارش کرنیوالے ہوتے کہ وہ ہماری سفارش کرتے) دوسرا حرف **لَوْ** ہے جیسے **فَلَوْ أَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ** (کاش کہ ہمیں دنیا میں آنا دوبارہ نصیب ہوتا تو ہم ایمانداروں میں سے ہوتے) اور تیسرا حرف **لعلّ** ہے جیسے شاعر کا یہ شعر ہے۔

أَسِرْبَ الْقَطَا هَلْ مَنْ يُعِيْرُ جَنَاحَهُ لَعَلِّيْ إِلٰى مَنْ قَدْ هَوِيْتُ أُطِيْرُ

(اے قطا نامی پرندوں کی جماعت کیا کوئی مجھے اپنا پر عارت پر دے گا کاش کہ میں اپنے محبوب کے پاس اڑ کر پہنچ جاؤں)

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۳ھ

الشق الاول ......وَمَرَاتِبُ الْاَجْنَاسِ اَيْضًا هٰذِهِ الْاَرْبَعُ ، لٰكِنَّ الْعَالِيَ كَالْجَوْهَرِ فِي مَرَاتِبِ الْاَجْنَاسِ يُسَمّٰى جِنْسَ الْاَجْنَاسِ ، لَا السَّافِلَ كَالْحَيَوَانِ ، وَمِثَالُ الْمُتَوَسِّطِ فِيْهَا اَلْجِسْمُ النَّامِيْ ، وَمِثَالُ الْمُفْرَدِ اَلْعَقْلُ ، اَنْ قُلْنَا اِنَّ الْجَوْهَرَ لَيْسَ بِجِنْسٍ لَهُ ۔ (ص۱۲۱۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں، شارح رحمہ اللہ کے انداز میں تشریح کریں، اجناس اضافیہ کے درمیان وجہ حصر بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال کا خلاصہ تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کی تشریح بطرز شارح رحمہ اللہ (۳) اجناسِ اضافیہ کے درمیان وجہ حصر۔

جواب...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ **کمامرّ فی السوال آنفا۔**

❷ عبارت کی تشریح بطرز شارح:۔ شارح رحمہ اللہ متن کی توضیح بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جس طرح انواع اضافیہ میں ایک خاص ترتیب جاری ہوتی ہے اسی طرح اجناس میں بھی ترتیب جاری ہوتی ہے لیکن فرق یہ ہے کہ انواع اضافیہ میں ترتیب جاری ہوتی ہے لیکن فرق یہ ہے کہ انواع اضافیہ میں ترتیب نزولی جاری ہوتی ہے یعنی **انتقال من العام الی الخاص** ہوتا ہے جبکہ اجناس میں ترتیب صعودی جاری ہوتی ہے یعنی **انتقال من الخاص الی العام** ہوتا ہے اور اس فرق کی وجہ یہ ہے کہ انواع میں مقصود خصوص ہوتا ہے اور نوع کی نوع، نوع سے اخص ہوتی ہے جیسے جسم مطلق جوہر کی نوع ہے اور جوہر سے اخص ہے اور جسم نامی جسم مطلق کی نوع ہے اور جسم مطلق سے اخص ہے اور حیوان جسم نامی کی نوع ہے اور جسم نامی سے اخص ہے اور انسان حیوان کی

نوع ہے اور حیوان سے اخص ہے۔ یہاں عام سے خاص کی طرف انتقال ہے۔اس کا نام ترتیب نزولی ہے اور اجناس میں ترتیب صعودی اس لئے جاری ہوتی ہے کہ اجناس میں مقصود عموم ہوتا ہے اور جنس کی جنس، جنس سے عام ہوتی ہے۔جیسے جسم نامی حیوان کی جنس ہے اور حیوان سے اعم ہے اسی طرح جسم مطلق جسم نامی کی جنس ہے اور جسم نامی سے اعم ہے۔اور جوہر جسم مطلق کی جنس ہے اور جسم مطلق سے اعم ہے گویا کہ یہاں خاص سے عام کی طرف انتقال ہے۔

باقی رہی یہ بات کہ سلسلۂ انواع میں نوع سافل کو نوع الانواع کہتے ہیں اور سلسلۂ اجناس میں جنس عالی کو جنس الاجناس کہتے ہیں اس فرق کی وجہ یہ ہے کہ شیٔ کا جنس ہونا اپنے ماتحت کے اعتبار سے ہوتا ہے جیسے حیوان یہ جنس ہے انسان کے اعتبار سے وغیرہ ذلک لہٰذا وہی جنس جنس الاجناس کہلائے گی جو سب سے اوپر ہوگی اور صاف ظاہر ہے کہ سب سے اوپر جنس عالی ہے اسی وجہ سے سلسلۂ اجناس میں جنس عالی کو جنس الاجناس کہتے ہیں جبکہ شیٔ کا نوع ہونا اپنے مافوق کے اعتبار سے ہوتا ہے جیسے جسم مطلق یہ نوع ہے جوہر کے اعتبار سے اور جسم نامی نوع ہے جسم مطلق کے اعتبار سے اور حیوان نوع ہے جسم نامی کے اعتبار سے اور انسان نوع ہے حیوان کے اعتبار سے لہٰذا وہ نوع نوع الانواع کہلائے گی جو سب سے نیچے ہوگی اور صاف ظاہر ہے کہ سب سے نیچے نوع سافل ہے اس وجہ سے سلسلۂ انواع میں نوع سافل کو نوع الانواع کہتے ہیں۔

باقی ماتن نے جنس مفرد کی مثال عقل دی ہے جنس مفرد کی مثال عقل ہونے کی دو شرطیں ہیں ① اس کے اوپر جو جوہر ہے وہ عقل کیلئے جنس نہ ہو بلکہ عرض عام ہو ② عقل کے نیچے جو عقول عشرہ ہیں وہ عقل کے لئے اشخاص نہ ہوں بلکہ انواع مختلف الحقائق ہوں تو اس صورت میں عقل جنس مفرد بن جائے گی اس لئے کہ اس صورت میں یہ اخص من الجنس بھی نہ ہوگی کیونکہ اس کے اوپر جو جوہر ہے ہم نے اسے عقل کیلئے جنس نہ ہونا فرض کیا ہے۔اور نہ اعم الجنس ہوگی کیونکہ اس کے نیچے جو عقول عشرہ ہیں ہم نے انہیں اس کیلئے انواع فرض کر لیا ہے۔لہٰذا اب نہ تو اس کے اوپر کوئی جنس ہے اور نہ ہی اس کے نیچے کوئی جنس ہے تو یہ جنس مفرد کی مثال ہے۔

③ اجناس اضافیہ کے درمیان وجہ حصر:۔ اجناسِ اضافیہ کے درمیان وجہ حصر یہ ہے کہ جنس چار حال سے خالی نہیں یا تو اخص الاجناس ہوگی یا اعم الاجناس ہوگی یا اعم من البعض اور اخص من البعض ہوگی یا مباین للکل ہوگی۔اگر اخص الاجناس ہو تو وہ جنس سافل ہے جیسے حیوان۔اور اگر اعم الاجناس ہو تو وہ جنس عالی ہے جیسے جوہر۔اور اگر اعم من البعض اور اخص من البعض ہو تو وہ جنس متوسط ہے جیسے جسم نامی اور جسم مطلق اور اگر مباین للکل ہو تو جنس مفرد ہے جیسے عقل۔

الشق الثانی ......قَالَ : اَلْوُجُوْدِيَّةُ اللَّادَائِمَةُ وَهِيَ الْمُطْلَقَةُ الْعَامَّةُ مَعَ قَيْدِ اللَّادَوَامِ بِحَسْبِ الذَّاتِ ، وَهِيَ سَوَاءٌ كَانَتْ مُوْجِبَةً اَوْسَالِبَةً فَتَرْكِيْبُهَامِنْ مُطْلَقَتَيْنِ عَامَّتَيْنِ اِحْدَاهُمَا مُوْجِبَةٌ ، وَالْاُخْرٰى سَالِبَةٌ ، وَمِثَالُهَا اِيْجَابًا وَسَلْبًا مَامَرَّ ۔(ص ۱۹۸۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں، شارح رحمہ اللہ کے انداز میں تشریح کریں، وجودیہ لادائمہ موجبہ اور سالبہ کی مثالیں لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کی تشریح بطرزِ شارح رحمہ اللہ (۳) وجودیہ لادائمہ موجبہ اور سالبہ کی مثالیں۔

جواب ...... ① عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کی تشریح بطرز شارح:۔ عبارت میں ماتن نے اولاً وجود یہ لا دائمہ کی تعریف کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ وجود یہ لا دائمہ وہ مطلقہ عامہ ہے جس کو لا دوام ذاتی کی قید کے ساتھ مقید کیا گیا ہو جیسے **کل انسان ضاحك بالفعل لادائما**۔ پھر وجود یہ لا دائمہ کے اجزاء ترکیبیہ کو بیان فرمایا جس کا حاصل یہ ہے کہ وجود یہ لا دائمہ خواہ موجبہ ہو یا سالبہ ہو بہر صورت یہ دو مطلقہ عامہ سے مرکب ہوتا ہے۔ اگر وجود یہ لا دائمہ موجبہ ہو تو اس کا پہلا جزء مطلقہ عامہ موجبہ ہوگا جو صراحۃً مذکور ہوگا۔ اور اس کا دوسرا جزء مطلقہ عامہ سالبہ ہوگا جو لا دوام کا مفاد ہوگا جیسے **کل انسان ضاحك بالفعل لادائما** یہ وجود یہ لا دائمہ موجبہ ہے، اس کا پہلا جزء **کل انسان ضاحك بالفعل** ہے جو مطلقہ عامہ موجبہ ہے اور صراحۃً مذکور ہے اور اس کا دوسرا جزء **لا شئ من الانسان بضاحك بالفعل** ہے جو کہ مطلقہ عامہ سالبہ ہے اور لا دوام کا مفاد ہے اور اگر وجود یہ لا دائمہ سالبہ ہو تو اس کا پہلا جزء مطلقہ عامہ سالبہ ہوگا جو صراحۃً مذکور ہوگا اور اس کا دوسرا جزء مطلقہ عامہ موجبہ ہوگا جو لا دوام کا مفاد ہوگا جیسے **لا شئ من الانسان بضاحك بالفعل لادائما** یہ وجود یہ لا دائمہ سالبہ ہے اس کا پہلا جزء **لا شئ من الانسان بضاحك بالفعل** ہے جو کہ مطلقہ عامہ سالبہ ہے۔ اور صراحۃً مذکور ہے اور اس کا دوسرا جزء **کل انسان ضاحك بالفعل** ہے جو لا دوام کا مفاد ہے۔ اور مطلقہ عامہ موجبہ ہے۔

③ وجود یہ لا دائمہ موجبہ و سالبہ کی مثالیں:۔ کما مرّ فی الشرح آنفا۔

......دروس البلاغة......

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۳ھ

الشق الاول ...... اَلْاِنْشَاءُ اِمَّا طَلَبِيٌّ اَوْغَيْرُ طَلَبِيٍّ فَالطَّلَبِيُّ مَايَسْتَدْعِيْ مَطْلُوْبًا غَيْرَ حَاصِلٍ وَقْتَ الطَّلَبِ وَغَيْرُ الطَّلَبِيِّ مَا لَيْسَ كَذٰلِكَ، وَالْاَوَّلُ يَكُوْنُ بِخَمْسَةِ اَشْيَاءَ: اَلْاَمْرُ اَلنَّهْيُ وَالْاِسْتِفْهَامُ وَالتَّمَنِّيْ وَالنِّدَاءُ، اَمَّا الْاَمْرُ: فَهُوَ طَلَبُ الْفِعْلِ عَلٰى وَجْهِ الْاِسْتِعْلَاءِ، وَلَهٗ اَرْبَعُ صِيَغٍ: فِعْلُ الْاَمْرِ، نَحْوُ خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ وَالْمُضَارِعُ الْمَقْرُوْنُ بِاللَّامِ، نَحْوُ لِيُنْفِقْ ذُوْسَعَةٍ مِنْ سَعَتِهٖ وَاسْمُ فِعْلِ الْاَمْرِ، نَحْوُ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ وَالْمَصْدَرُ النَّائِبُ عَنْ فِعْلِ الْاَمْرِ، نَحْوُ سَعْيًا فِي الْخَيْرِ۔ (ص۲۲۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، معنی اصلی کے علاوہ جن معانی کیلئے امر کا صیغہ استعمال ہوتا ہے ان میں سے ابتدائی پانچ معانی لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا خلاصہ تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) امر کے پانچ مجازی معانی۔

جواب ...... ① عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ في السوال آنفا۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ انشاء یا تو طلبی ہوگی یا غیر طلبی۔ انشاءِ طلبی یہ ہے کہ کسی ایسے مطلوب کو چاہے جو بوقت طلب حاصل شدہ نہ ہو۔ انشاء غیر طلبی وہ ہے جو اس طرح نہ ہو اور انشاء کی پہلی قسم حاصل ہوتی ہے پانچ چیزوں سے ① امر ② نہی ③ استفہام ④ تمنی ⑤ نداء سے بہر حال امر پس وہ اپنے کو بڑا سمجھتے ہوئے کوئی کام کروانا ہے اور اس کے چار صیغے ہیں فعل امر جیسے **خذ الكتاب بقوة**۔ وہ مضارع جس کے ساتھ لام امر کا لگا ہوا ہو جیسے **ليفق ذو سعة من سعته**، اسم فعل امر جیسے **حی علی الفلاح** وہ

مصدر جو فعل امر کا نائب ہو جیسے سعیا فی الخیر۔

③ امر کے پانچ مجازی معانی:۔ ① دعا جیسے معنیٰ جیسے رب اوزعنی ان اشکر نعمتك اے میرے پروردگار مجھے توفیق دے کہ تیری نعمتوں کا شکرادا کروں۔

یہاں اوزع صیغہ امر ہے مگر معنیٰ امر کا نہیں بلکہ دعا کا ہے کیونکہ اس کلام کا مضمون اور اس کے قائل حضرت سلیمان علیہ السلام پر نظر کرنے سے معلوم ہوگا کہ اس صیغہ سے طلب الفعل تو ہوا ہے مگر علیٰ وجہ الاستعلاء نہیں اور استعلاء کا معنیٰ مقصود ہی نہیں ہوسکتا کہ ایک نبی کبھی بھی اپنے کو خدا کے مقابل بڑا سمجھے اور مضمون میں اپنے مخاطب یعنی اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور اس کی نعمتوں کا اعتراف اور احسان مند بندہ ہونا ظاہر کر کے نعمتوں کی حق شناسی کی مزید توفیق مانگی گئی ہے۔

② التماس جیسے تیرا اپنے ہم عمر کو یوں کہنا اَعْطِنِي الْكِتَاب مجھے کتاب دے۔ یہاں اعطنی امر کا صیغہ ہے مگر معنیٰ امر کا نہیں کیونکہ اگرچہ اس میں طلب فعل بھی ہے۔ مگر علیٰ وجہ الاستعلاء نہیں البتہ اس میں التماس کا معنیٰ ہے کیونکہ اعطنی کا مخاطب اس متکلم کا رفیق ہے اور جب کوئی رفیق اپنے رفیق سے کوئی کام طلب کرے تو اسے التماس کہا جائے گا۔

③ تمنی جیسے الا ایها اللیل الطویل الا انجلی ، بصبح وما الاصباح منك بامثل۔

اے لمبی رات تو جاتی کیوں نہیں کہ صبح آئے اور صبح بھی تیرے مقابلے میں بہتر تو ہے نہیں۔ یہاں بھی الا انجلی اگرچہ امر کا صیغہ ہے مگر معنیٰ امر کا نہیں کیونکہ شاعر امرء القیس کے مخاطب یعنی لیل سے فعل کو طلب کیا جانا ہی ممکن نہیں ہے اور یہ انجلاء لیل اور اس کے نتیجے میں وصال یار کا ہونا شاعر کی ایسی محبوب شیئ ہے جس کے حصول کی یہ شاعر امید نہیں کرتا لہٰذا یہ تمنی کے مجازی معنیٰ میں ہوگا۔

④ ارشاد و نصیحت جیسے اذا تداینتم بدین الیٰ اجل مسمّی فاکتبوہ ولیکتب بینکم کاتب بالعدل یہاں بھی فاکتبوہ کا صیغہ اگرچہ امر کا ہے مگر معنیٰ امر کا نہیں کیونکہ جمیع دیار اسلام میں اکثر و بیشتر مسلمان ادھار کا لین دین بغیر کتابت و اشتہار کے کرتے ہیں اور اس طرح کیا جانا اس بات پر اجماع کہا جائے گا کہ یہ صیغہ اپنے حقیقی معنیٰ میں وارد نہیں ہوا ہے بلکہ اس بات کی تعلیم وارشاد کے لئے ہے کہ اگر اس طریقے پر عمل کیا جائے گا تو اس کا فائدہ مخلوق کو ان کی دنیا ہی میں مل جائے گا اور اس کے فاعل کو اخروی فائدہ نہیں ہوگا۔ الا یہ کہ اس کی نیت امتثال امر کی ہو۔

⑤ تہدید جیسے اعملوا ماشئتم یہاں بھی اعملوا کا صیغہ امر کے حقیقی معنیٰ میں نہیں ہے کہ ملحدین فی الآیات کو چھوٹ دے دی گئی ہو کہ آیات اللہ میں الحاد و کجی تلاش کرتے رہو کیونکہ سچے کلام میں کجی تلاش کرنا امر مکروہ ہے جو اللہ کو ناپسند ہے اور ناپسندیدہ کام کا اللہ تعالیٰ حکم نہیں دے سکتا جبکہ اسی آیت کا اگلا ٹکڑا انه بما تعملون بصیر اور لا یخفون علینا کا قرینہ بتا رہا ہے کہ ٹیڑھی چال چلنے والوں کو اللہ خوب جانتا ہے اور وہ اپنے اسی علم کے مطابق ان کو سزا دے گا۔ لہٰذا یہ تہدید کے مجازی معنیٰ میں ہوگا۔

الشق الثانی ...... وَقَدْ يُنَزَّلُ الْقَرِيْبُ مَنْزِلَةَ الْبَعِيْدِ ، فَيُنَادٰى بِاَحَدِ الْحُرُوْفِ الْمَوْضُوْعَةِ لَهٗ ، اِشَارَةً اِلٰى اَنَّ الْمُنَادٰى عَظِيْمُ الشَّانِ ، رَفِيْعُ الْمَرْتَبَةِ حَتّٰى كَاَنَّ بُعْدَ دَرَجَتِهٖ فِي الْعِظَمِ عَنْ دَرَجَةِ الْمُتَكَلِّمِ بُعْدٌ فِي الْمَسَافَةِ كَقَوْلِكَ : اَيَا مَوْلَايَ وَ اَنْتَ مَعَهٗ ، اَوْ لِاِشَارَةً اِلٰى اِنْحِطَاطِ دَرَجَتِهٖ ، كَقَوْلِكَ اَيَا هٰذَا لِمَنْ هُوَ مَعَكَ (ص ٣٦۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، معنی اصلی کے علاوہ جن معانی کیلئے الفاظ ندا استعمال ہوتے ہیں ان میں سے ابتدائی تین معانی لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) الفاظ نداء کے تین مجازی معانی۔

جواب...... ① عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ کبھی منادیٰ بعید قریب کے درجے میں اتار دیا جاتا ہے۔ پھر قریب کو بعید کے حروف نداء میں سے کسی ایک کے ذریعے پکارا جاتا ہے اس بات کی جانب اشارہ کرنے کے لئے کہ وہ منادیٰ اس قدر عظمت شان اور بلند مرتبہ والا ہے کہ گویا متکلم کے درجے سے عظمت کے لحاظ سے اس کے درجے کی دوری مسافت کی دوری کی طرح ہے جیسے اپنے پاس موجود آقا کو ایامولای کہنا۔ یا اس کے درجے کے انحطاط کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جیسے اپنے پاس بیٹھے ہوئے شخص کو ایاھذا کہنا۔

③ الفاظ ندا کے تین مجازی معانی:۔ الفاظ نداء بھی اپنے حقیقی اور اصلی معنی کے بجائے مجازی معانی میں بھی مستعمل ہوتے ہیں ① اغراء (ترغیب دینا و اکسانا) جیسے ظلم کی شکایت لے کر آنے والے کو یا مظلوم کہنا ② زجر و توبیخ جیسے افؤادی متی المتاب الما تصح والشلیب فوق رأسی الما ③ تحیر و تضجر (حیرت و پریشانی) جیسے ایا منازل سلمی این سلماك۔

﴿الورقة السادسة : فی المنطق والبلاغة﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ١٤٣٤ھ

الشق الاوّل......فَوَجَّهْتُ رِكَابَ النَّظْرِ اِلٰى مَقَاصِدِ مَسَائِلِهَا، وَسَحَبْتُ مَطَارِفَ الْبَيَانِ فِىْ مَسَالِكِ دَلَائِلِهَا وَشَرَحْتُهَا شَرْحًا كَشَفَ الْاَصْدَافَ عَنْ وُجُوْهِ فَرَائِدِ فَوَائِدِهَا، وَنَاطَ اللَّاٰلِئَ عَلٰى مَعَاقِدِ قَوَاعِدِهَا، وَضَمَمْتُ اِلَيْهَا مِنَ الْاَبْحَاثِ الشَّرِيْفَةِ وَالنُّكَتِ اللَّطِيْفَةِ مَاخَلَتِ الْكُتُبُ عَنْهُ وَلَابُدَّمِنْهُ (ص۸۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں، ترجمہ کریں، ابتدائی دو جملوں میں استعارات بیان فرمائیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں تین امور کا حل مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) ابتدائی دو جملوں میں مذکور استعارات۔

جواب...... ① عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ پس متوجہ کیا میں نے نظر کی سواری کو اس کے مسائل کے مقاصد کی طرف اور کھینچ لیا میں نے اس کے دلائل کی راہوں میں بیان کی منقش چادروں کو اور میں نے اس کی ایسی شرح کی جس نے رسالہ کے فوائد کے نایاب موتیوں کے چہروں سے سیپوں کو کھول دیا۔ اور اس کے قواعد کی گردنوں پر موتیوں کو لٹکا دیا اور ملادی میں نے اس کی طرف ایسی عمدہ بحثیں اور ایسے لطیف نکتے جن سے کتابیں خالی ہیں حالانکہ وہ ضروری ہیں۔

③ ابتدائی دو جملوں میں مذکور استعارات:۔ "فوجهت رکاب النظر الی مقاصد مسائلها" اس جملہ میں مصنف رحمہ اللہ نے نظر کو فرس سے تشبیہ دی ہے اور مشبہ بول کر مشبہ بہ ہی مراد لیا ہے تو یہ استعارہ مکنیہ ہوا اور رکاب یہ فرس کو لازم ہے تو مشبہ بہ کے لازم کو مشبہ کے لئے ثابت کیا ہے تو یہ استعارہ تخییلیہ ہوا اور پھیرنا، متوجہ کرنا یہ مشبہ بہ کے مناسبات میں سے ہے۔ اس کو مشبہ

یعنی نظر کے لئے ثابت کیا ہے تو یہ استعارہ تر شیحیہ ہوا۔

"سحبت مطارف البیان فی مسالك دلائلها" اس جملہ میں مصنف رحمہ اللہ نے بیان کو منقش چادروں کے ساتھ یا حسین وجمیل عورتوں کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور مشبہ کو ذکر کر کے مشبہ ہی مراد لیا ہے تو یہ استعارہ مکنیہ ہوا۔ اور مطارف جو کہ مشبہ بہ کے لوازم میں سے ہے اسے مشبہ کیلئے ثابت کیا گیا ہے تو یہ استعارہ تخییلیہ ہوا۔ اور السحب جو کہ مشبہ بہ کے مناسبات میں سے ہے اسے مشبہ کے لئے ثابت کیا گیا ہے تو یہ استعارہ ترشیحیہ ہوا۔ اور دلائل کو حواشی (کناروں) کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور مشبہ بول کر مشبہ ہی مراد لیا ہے تو یہ استعارہ مکنیہ ہوا۔ اور مسالک حواشی کے لوازم میں سے ہے اس کو مشبہ کیلئے ثابت کیا گیا ہے۔ تو یہ استعارہ تخییلیہ ہوا اور السحب مشبہ بہ کے مناسب میں سے ہے اس کو مشبہ یعنی دلائل کیلئے ثابت کیا گیا ہے تو یہ استعارہ ترشیحیہ ہوا۔

الشق الثانی ...... **قَالَ: اَلْبَحْثُ الثَّانِیْ فِیْ مَوْضُوْعِ الْمَنْطِقِ: مَوْضُوْعُ كُلِّ عِلْمٍ مَا يُبْحَثُ فِيْهِ عَنْ عَوَارِضِهِ الَّتِیْ تَلْحَقُهَا لِمَا هُوَهُوَ: اَیْ لِذَاتِهٖ، اَوْ لِمَا يُسَاوِيْهِ، اَوْ لِجُزْئِهٖ فَمَوْضُوْعُ الْمَنْطِقِ اَلْمَعْلُوْمَاتُ التَّصَوُّرِيَّةُ، وَالتَّصْدِيْقِيَّةُ۔** (ص۴۱۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں، ترجمہ کریں، عرض کی تعریف کریں، عوارضِ ذاتیہ کی اقسام مثالوں کے ساتھ بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال کا حاصل چار امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) عرض کی تعریف (۴) عوارض ذاتیہ کی اقسام مع امثلہ۔

جواب ...... ❶ **عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔**

❷ **عبارت کا ترجمہ:۔** ماتن رحمہ اللہ نے کہا کہ دوسری بحث منطق کے موضوع کے بیان میں ہے۔ ہر علم کا موضوع وہ شی ہے جس کے ان عوارض سے علم میں بحث کی جائے جو شی کو لذاتہ یا بواسطہ امر مساوی یا بواسطہ جزء شی لاحق ہوں (مثلاً تصور وتصدیق کی تعریف کیا ہے، ان کی کتنی اور کونسی اقسام ہیں وغیرہ ذالک) پس منطق کا موضوع معلومات تصوریہ وتصدیقیہ ہیں (کیونکہ منطق میں تصور وتصدیق وغیرہ کے احوال سے ہی بحث ہوتی ہے جیسے علم نحو کا موضوع کلمہ وکلام ہے، اس میں اعراب وبناء کے اعتبار سے کلمہ وکلام کے احوال سے بحث ہوتی ہے اسی طرح علم طب کا موضوع بدن انسانی ہے اسلئے کہ علم طب میں صحت ومرض کے اعتبار سے بدنِ انسانی کے احوال سے بحث ہوتی ہے)

❸ **عرض کی تعریف:۔** عرض شی کا وہ اثر اور حال ہے جو شی کی حقیقت سے خارج ہو کر اس شی پر محمول ہوتا ہے۔

❹ **عوارضِ ذاتیہ کی اقسام مع امثلہ:۔** عوارضِ ذاتیہ کی تین قسمیں ہیں۔ ① شی کا وہ اثر اور حال جو اس کی حقیقت سے خارج ہو کر شی پر محمول ہو شی کی ذات کی وجہ سے یعنی بلا واسطہ جیسے تعجب بمعنی امورِ غریبیہ کا ادراک، یہ انسان کو بلا واسطہ لاحق ہوتا ہے انسان کی ذات کی وجہ سے ② شی کا وہ اثر اور حال جو اس شئے پر محمول ہو اس کے جزء کے واسطہ سے اس کی حقیقت سے خارج ہو کر جیسے حرکت بالارادہ یہ انسان کو لاحق ہوتا ہے حیوان کے واسطہ سے اور حیوان انسان کا جزء ہے ③ شی کا وہ اثر وحال جو اس کی حقیقت سے خارج ہو کر اس پر محمول ہو امر خارج مساوی کے واسطہ سے جیسے **ضحك** انسان کو تعجب کے واسطہ سے لاحق ہوتا ہے تعجب انسان کی حقیقت سے خارج ہے اور ادراک کے مساوی ہے۔

اسی طرح عوارضِ غریبہ کی بھی تین اقسام ہیں۔ ① شیٔ کا وہ اثر اور حال جو شیٔ کی حقیقت سے خارج ہو کر اُس شیٔ پر محمول اور لاحق ہو امرِ خارج اعم کے واسطہ سے جیسے حرکت ابیض کو عارض ہوتی ہے جسم کے واسطہ سے اور جسم ابیض کی حقیقت سے خارج ہے اور اُس سے اعم ہے اس لئے کہ ہر ابیض جسم ہوگا لیکن ہر جسم کا ابیض ہونا ضروری نہیں ② شیٔ کا وہ اثر اور حال جو شیٔ کی حقیقت سے خارج ہو کر اُس شیٔ پر محمول اور لاحق ہو امرِ خارج اخص کے واسطہ سے جیسے ضحک یہ حیوان کو لاحق ہوتا ہے انسان کے واسطہ سے اور انسان حیوان سے امرِ خارج اور اخص ہے ③ شیٔ کا وہ اثر اور حال جو شیٔ کی حقیقت سے خارج ہو کر اُس شیٔ پر محمول اور لاحق ہو امر خارج مباین کے واسطہ سے جیسے حرارت یہ پانی کو لاحق ہوتی ہے آگ کے واسطہ سے اور آگ پانی کیلئے امرِ خارج اور مباین ہے۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۴ھ

الشق الاوّل ...... قَالَ: وَمَرَاتِبُهُ اَرْبَعٌ لِاَنَّهُ اِمَّا اَعَمُّ الْاَنْوَاعِ وَهُوَ النَّوْعُ الْعَالِیْ كَالْجِسْمِ اَوْ اَخَصُّهَا وَهُوَالنَّوْعُ السَّافِلُ كَالْاِنْسَانِ وَيُسَمّٰى نَوْعَ الْاَنْوَاعِ اَوْ اَعَمُّ مِنَ السَّافِلِ وَاَخَصُّ مِنَ الْعَالِیْ وَهُوَ النَّوْعُ الْمُتَوَسِّطُ كَالْحَيْوَانِ وَالْجِسْمِ النَّامِیْ اَوْ مُبَائِنٌ لِلْكُلِّ وَهُوَ النَّوْعُ الْمُفْرَدُ كَالْعَقْلِ، اِنْ قُلْنَا اَنَّ الْجَوْهَرَ جِنْسٌ لَهٗ.

عبارت پر اعراب لگائیں، ترجمہ کریں، شارح رحمہ اللہ کے انداز میں تشریح کریں۔ (ص۱۱۹۔امدادیہ)

﴿خلاصہ سوال﴾ ...... اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) عبارت کی تشریح۔

جواب ...... ① عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ مصنف رحمہ اللہ نے کہا کہ اس نوع کے چار مراتب ہیں، کیونکہ وہ یا تو اعم الانواع ہے اور وہی نوع عالی ہے جیسے جسم یا اخص الانواع ہے اور یہی نوع سافل ہے جیسے انسان اور اسی کا نام نوع الانواع ہے، یا سافل سے اعم اور عالی سے اخص ہے اور یہی نوع متوسط ہے جیسے حیوان اور جسم نامی یا ان سب سے جدا ہے اور یہی نوع مفرد ہے جیسے عقل اگر ہم یہ کہیں کہ جوہر اس کیلئے جنس ہے۔

③ عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں مصنف رحمہ اللہ نوع اضافی کے مراتب کو بیان کر رہے ہیں نہ کہ نوع حقیقی کے مراتب کو۔ کیونکہ انواع حقیقیہ میں ترتیب محال ہے۔ وہ اس طرح کہ اگر ان میں ترتیب ہو تو پھر اس کے اوپر ایک اور نوع حقیقی ماننی پڑے گی جو اس کے لئے جنس ہوگی اور نوع حقیقی کا جنس ہونا باطل ہے۔ لیکن انواع اضافیہ میں ترتیب ممکن ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ ایک نوع اضافی کے اوپر ایک اور نوع اضافی ہو جیسے انسان یہ حیوان کے لئے نوع اضافی ہے اور حیوان جسم نامی کے لئے نوع اضافی ہے اور جسم نامی جسم مطلق کیلئے نوع اضافی ہے تو اس اعتبار سے نوع اضافی کے چار مرتبے ہو گئے ① نوع عالی ② نوع سافل ③ نوع متوسط ④ نوع مفرد۔ ان کی وجہ حصر یہ ہے کہ نوع اضافی چار حال سے خالی نہیں، یا تو اعم الانواع ہوگی یا **اخص الانواع** ہوگی یا **اعم من بعض الانواع و اخص من بعض الانواع** ہوگی یا **مبائن للکل** ہوگی۔ اگر **اعم الانواع** ہو تو وہ نوع عالی ہے۔ جیسے جسم مطلق کیونکہ یہ جسم نامی، حیوان انسان ان سب سے اعم ہے اور اگر **اخص الانواع** ہو تو وہ نوع سافل ہے جیسے انسان یہ تمام انواع سے اخص ہے اگر **اعم من بعض الانواع و اخص من بعض الانواع** ہو تو وہ نوع متوسط ہے جیسے حیوان کیونکہ یہ جسم نامی سے اخص ہے اور انسان سے اعم ہے اور جیسے جسم نامی کہ یہ جسم مطلق سے اخص اور حیوان سے اعم ہے۔ اور اگر وہ

مبائن للکل ہوتو نوع مفرد ہے جیسے عقل جبکہ جوہر اس کیلئے جنس ہواور عقول عشرہ اس کیلئے اشخاص ہوں۔

اس کی مزید تفصیل کما مرّ فی الشق الاول من السوال الثانی ۱۴۳۳ھ۔

الشق الثانی ......قَالَ: وَاَمَّا الْمُرَكَّبَاتُ فَسَبْعٌ: اَلْاُوْلٰى اَلْمَشْرُوْطَةُ الْخَاصَّةُ، وَهِيَ الْمَشْرُوْطَةُ الْعَامَّةُ مَعَ قَيْدِ اللَّادَوَامِ بِحَسْبِ الذَّاتِ، وَهِيَ اِنْ كَانَتْ مُوْجَبَةً فَتَرْكِيْبُهَا مِنْ مُوْجَبَةٍ مَشْرُوْطَةٍ عَامَّةٍ، وَسَالِبَةٍ مُطْلَقَةٍ عَامَّةٍ وَاِنْ كَانَتْ سَالِبَةً فَتَرْكِيْبُهَا مِنْ سَالِبَةٍ مَشْرُوْطَةٍ عَامَّةٍ، وَمُوْجَبَةٍ مُطْلَقَةٍ عَامَّةٍ ۔ (ص۱۹۲۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، مشروط خاصہ موجبہ اور سالبہ کی مثالیں لکھیں، لا دوام بحسب الذات کی قید کا فائدہ تحریر فرمائیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) مشروط خاصہ موجبہ اور سالبہ کی مثالیں (۴) لا دوام بحسب الذات کی قید کا فائدہ۔

جواب ...... ❶ عبارت پر اعراب:۔کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ ماتن رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ مرکبات سات ہیں۔ پہلا قضیہ مشروط خاصہ ہے۔اور وہ مشروط عامہ ہوتا ہے لا دوام بحسب الذات کی قید کے ساتھ اگر وہ موجبہ ہوتو اس کی ترکیب مشروط عامہ موجبہ اور مطلقہ عامہ سالبہ سے ہوگی۔اور اگر وہ سالبہ ہوتو اس کی ترکیب مشروط عامہ سالبہ اور مطلقہ عامہ موجبہ سے ہوگی۔

❸ مشروط خاصہ موجبہ اور سالبہ کی مثالیں:۔بالضرورة کل کاتب متحرك الاصابع مادام کاتبا لادائما، بالضرورة لا شیئ من الکاتب بساکن الاصابع ما دام کاتبًا لا دائما۔

❹ لا دوام بحسب الذات کی قید کا فائدہ:۔ مصنف رحمہ اللہ نے مشروط خاصہ کی تعریف میں لادوام بحسب الذات کی قید لگائی اس لئے کہ مشروط عامہ میں ضرورت بحسب الوصف کا حکم ہوتا ہے اور ضرورت بحسب الوصف مستلزم ہے دوام بحسب الوصف کو کیونکہ ضرورت وصفیہ دوام وصفی سے اخص ہے اور اخص کا وجود اعم کے وجود کو مستلزم ہے۔گویا کہ مشروط عامہ میں دوام بحسب الوصف کا حکم بھی ہوتا ہے اور دوام بحسب الوصف کو لادوام بحسب الوصف کی قید کے ساتھ مقید کردیا جائے تو اجتماع نقیضین لازم آئے گا جو کہ باطل ہے پس اس سے معلوم ہوا کہ مشروطہ عامہ کو لادام بحسب الذات کی قید کے ساتھ مقید کرنا درست ہے اور لادوام بحسب الوصف کی قید سے مقید کرنا درست نہیں ہے۔

......دروس البلاغة......

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۴ھ

الشق الاول ......وَاَمَّا النَّهْيُ فَهُوَ طَلَبُ الْكَفِّ عَنِ الْفِعْلِ عَلٰى وَجْهِ الْاِسْتِعْلَاءِ، وَلَهٗ صَيْغَةٌ وَاحِدَةٌ، وَهِيَ الْمُضَارِعُ مَعَ لَا النَّافِيَةِ ، كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى "وَلَاتُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا" وَقَدْ تَخْرُجُ صِيْغَتُهٗ عَنْ مَعْنَاهَا الْاَصْلِيِّ اِلٰى مَعَانٍ اُخَرَ تُفْهَمُ مِنَ الْمَقَامِ وَالسِّيَاقِ ۔ (ص۲۵۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں، ترجمہ کریں، معنی اصلی کے علاوہ نہی کے چاروں معانی بمع امثلہ تحریر فرمائیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال میں تین امور توجہ طلب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) نہی کے چار مجازی معانی کی وضاحت مع امثلہ۔

جواب ...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ اور بہر حال نہی وہ اپنے کو بڑا سمجھتے ہوئے کام سے رکنے کو چاہنا ہے۔ اور اس کا ایک ہی صیغہ ہے۔ اور وہ فعل مضارع لائے نہی کے ساتھ ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان **و لا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحها** (اور زمین میں بعد اس کے کہ اس کی درستگی کردی گئی فساد مت پھیلاؤ) اور کبھی صیغۂ نہی اپنے اصلی معنیٰ کی بجائے دوسرے مجازی معانی میں بھی مستعمل ہوتا ہے جو سیاقِ کلام اور قرائنِ احوال سے سمجھے جاتے ہیں۔

❸ نہی کے چار مجازی معانی کی وضاحت مع امثلہ:۔ ① دعا جیسے **لاتشمت بی الاعداء** (مجھ پر دشمنوں کو مت ہنساؤ)

② التماس جیسے تیرا اپنے برابر کے ساتھی کو یہ کہنا کہ **لاتبرح من المكان حتی ارجع اليك** (تو یہاں سے نہ ہٹنا جب تک میں تیرے پاس لوٹ کے نہ آؤں)۔

③ تمنی جیسے **یاليل طُلْ يا نوم زُلْ ياصبح قِفْ لاتطلع** (اے رات لمبی ہو جا اے نیند اُڑ جا اے صبح ٹھہر جا مت نکل)

④ تہدید، ڈرانا، دھمکانا، جیسے تیرا اپنے نوکر کو یہ کہنا۔ **لا تطع امری** (میرا حکم مت مان)۔

الشق الثانی ...... **واما النكرة فيؤتى بها اذا لم يعلم للمحكى عنه جهة تعريف كقولك جاء ههنا رجل اذا لم يعرف مايعينه من علم او صلة او نحوهما وقد يؤتى بها لاغراض اخرى كالتكثير والتقليل والتعظيم والتحقير والعموم بعد النفى وقصد فرد معين او نوع واخفاء الامر۔**

عبارت کا ترجمہ کر کے تشریح کریں، عبارت میں مذکورہ اغراضِ نکرہ کو مثالوں کے ذریعہ واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) عبارت کی تشریح (۳) مذکورہ اغراضِ نکرہ کی وضاحت مع امثلہ۔

جواب ...... ❶ عبارت کا ترجمہ:۔ ''نکرہ'' پس اس کو اس وقت لایا جاتا ہے جب کہ محکی عنہ کے لئے تعریف و پہچان کی کوئی جہت معلوم نہ ہو، جیسے تیرا قول **جاء ههنا رجل** جب کہ اس کو معین کرنے والا کوئی علم یا صلہ وغیرہ معلوم نہ ہو اور کبھی نکرہ دوسری اغراض و مقاصد کے لئے بھی لایا جاتا ہے۔

❷ عبارت کی تشریح:۔ نکرہ کی غرض حقیقی تو یہ ہے کہ اسے ایسے وقت استعمال کیا جاتا ہے جبکہ محکی عنہ یعنی وہ چیز جس کی بات و حکایت کرنا مقصود ہو اس کے لئے تعریف کی کوئی جہت وصورت متکلم کو معلوم نہ ہو جیسے اگر آپ کے پاس کوئی ایسا اجنبی شخص آیا ہو جس کا نام اور صلہ وغیرہ کوئی طریقۂ تعریف آپ نہ جانتے ہوں اور آپ اپنے کسی متعارف آدمی کو اس کے آنے کی خبر دینا چاہیں تو آپ یہ کہیں گے کہ **جاء ههنا رجل** یہاں ایک شخص آیا۔

اسم نکرہ کی حقیقی غرض تو محکی عنہ کیلئے کوئی جہت تعریف معلوم نہ ہونا ہے۔ مگر کبھی اس کا استعمال اور اغراض کیلئے بھی ہوتا ہے۔

❸ اغراضِ نکرہ کی وضاحت مع امثلہ:۔ ① تکثیر و تقلیل یعنی کسی شیئ کی کثرت یا قلت بتلانا جیسے **لفلان مال** فلاں کے

پاس بہت مال ہے یہ تکثیر کی مثال ہے اس میں لفظ مال سے تکثیر اس طرح سمجھی گئی ہے کہ اس آدمی کے پاس اس قدر زیادہ مال ہے کہ اسے شمار کرنا ہی ممکن نہیں اگر ممکن ہوتا تو ہم شمار کر کے اس کا عدد بتاتے لہٰذا مجبوراً مال کو مطلق ہی ذکر کر دیا، اور جیسے **ورضوان من اللّٰه اکبر** اللہ کی جانب سے کسی کو نصیب ہونے والی تھوڑی سی بھی رضامندی سب نعمتوں سے بڑی نعمت ہے۔ یہ تقلیل کی مثال ہے اور اس میں رضوان سے تقلیل اس طرح سمجھی گئی کہ جنت کی ساری نعمتوں کی اصل جڑ یہی ہے۔

② تعظیم و تحقیر یعنی کسی شیئ کی عظمت یا حقارت بتانا جیسے **له حاجب عن كل امير يشينه ، وليس له عن طالب العرف حاجب** فلاں (میرے ممدوح) کے یہاں ایک عظیم دربان ہے جو اس کو بدنما کرنے والے کسی بھی عیب کو اس کے پاس پہنچنے نہیں دیتا۔ ہاں داد و دہش کے طلب گاروں کو روکنے کیلئے کوئی ادنیٰ دربان بھی نہیں ہے۔ دیکھئے یہاں مقام مدح کے قرینے سے ہم نے ایک جگہ حاجب کا معنیٰ تعظیم کا اور دوسری جگہ تحقیر کا سمجھا کیونکہ اگر اس کے برخلاف معنیٰ سمجھا جائے یعنی پہلے حاجب سے حاجب حقیر و ضعیف اور دوسرے حاجب سے حاجب عظیم سمجھا جائے تو یہ شعر بجائے مدح کے ہجو ہو جائے گا حالانکہ شعر کا مضمون مدح سرائی کا ہے۔

③ عموم بعد النفی یعنی کسی شیئ میں تعمیم کا معنیٰ پیدا کرنا اور یہ فائدہ اس صورت میں حاصل ہوگا جبکہ یہ اسم نکرہ نفی کے بعد آئے جیسے **ماجاء نامن بشير** ہمارے پاس کوئی بھی خوشخبری سنانے والا نبی نہیں آیا اس میں لفظ بشیر اسم نکرہ ہے جو سیاق نفی میں واقع ہونے کی وجہ سے عموم کا فائدہ دے رہا ہے کہ افراد انبیاء میں سے کوئی ایک بھی نہیں آیا۔

④ قصد فرد معین او نوع معین یعنی کسی معین فرد یا معین نوع کا ارادہ کرنا جیسے **والله خلق كل دابة من ماء** اور اللہ تعالیٰ نے ہر ہر (فرد) جانور کو ایک معین پانی (اسکے باپ کے مخصوص نطفے) سے پیدا کیا جو اس کے ساتھ مخصوص ہے۔ یا یہ ترجمہ بھی کر سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے (انواعِ) دواب میں سے ہر (نوع) دابہ کو (پانی کی انواع میں سے) ایک (نوع) پانی (نطفہ) سے پیدا کیا جو اس نوع کے ساتھ مخصوص ہے۔ دیکھئے پہلے ترجمہ سے فردِ معین کا قصد ظاہر ہوگا اور دوسرے سے نوع معین کا قصد معلوم ہوگا۔

⑤ اخفاء امر یعنی کسی خاص بات کو لوگوں سے مخفی رکھنا جیسے کسی امیر یا وزیر نے اپنے حوار یین اور بہی خواہوں سے کہا کہ **قال رجل انك انحرفت عن الصواب** (ایک آدمی نے ہم سے یوں کہا کہ تو راہ راست سے بھٹک گیا ہے) حالانکہ اس وزیر یا امیر کو خوب معلوم ہے کہ اس قول کا قائل کون ہے اگر وہ چاہتا تو اس کا نام ظاہر کر سکتا تھا مگر جان بوجھ کر اس کا نام اس وجہ سے ذکر نہیں کیا کہ میں اگر اس کا نام ظاہر کر دوں تو میرے حوار یین اور بہی خواہ اس ناز یبا بات کہنے والے شخص کو کوئی تکلیف و اذیت پہنچا دیں گے اور یہ اسکی مرضی کیخلاف ہے۔

﴿الورقة السادسة : فی المنطق والبلاغه﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ١٤٣٥ھ

الشق الاوّل ......قال- وليس كله بديهيا والا لاستغنى عن تعلمه ولانظريا والالدار او تسلسل بل بعضه بديهى وبعضه نظرى مستفاد منه - اقول - هذا اشارة الى جواب معارضة توردهنا وتوجيهها ان يقال ...... الخ - (ص۳۹-امدادیہ)

کله میں ضمیر کا مرجع متعین کریں، دور اور تسلسل کی تعریف لکھیں، مطلق معارضہ کی تعریف کر کے عبارت میں معارضہ مذکورہ کی

تقریر ذکر کریں اور پھر اس کا جواب بطرزِ شارح تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حل چار امور ہیں (۱) کله کی "ہ" ضمیر کا مرجع (۲) دور اور تسلسل کی تعریف (۳) معارضہ کی تعریف (۴) معارضہ مذکورہ کی تقریر و جواب۔

جواب...... ① کله کی "ہ" ضمیر کا مرجع:۔ کله کی "ہ" ضمیر کا مرجع علم منطق ہے۔

② دور اور تسلسل کی تعریف:۔ **الدور هو توقف الشئ علی ما یتوقف علی ذلك الشئ من جهة واحدة** (دور وہ ایک چیز کا دوسری ایسی چیز پر موقوف ہونا ہے کہ وہ دوسری چیز اس پہلی چیز پر موقوف ہو بشرطیکہ جہت توقف ایک ہو)۔

"**التسلسل هو ترتب امور غیر متناهیة**" (امورِ غیر متناہیہ کا مرتب ہونا)۔ یہ مطلق تسلسل کی طرف ہے۔

تسلسلِ محال: امورِ غیر متناہیہ مرتبہ کا مجتمع فی الوجود ہونا گویا کہ تسلسل محال کے لئے تین شرطیں ہیں ① امورِ غیر متناہیہ ہوں ② مجتمع فی الوجود ہوں ③ مرتبہ ہوں۔ اگر ان تین شرائط میں سے کوئی ایک شرط نہ پائی جائے تو تسلسلِ محال متحقق نہیں ہوگا۔

③ معارضہ کی تعریف:۔ مقابل و فریق مخالف مستدل کے مدعا کی نقیض کو کسی دلیل سے ثابت کردے۔

④ معارضہ مذکورہ کی تقریر و جواب:۔ عبارت میں مذکورہ معارضہ کا حاصل یہ ہے کہ کل علم منطق بدیہی ہے۔ اور ہر وہ چیز جو بدیہی ہو اس کے تعلم کی احتیاج نہیں ہوتی لہٰذا منطق کے تعلم کی بھی احتیاج نہیں۔ باقی کل علمِ منطق کے بدیہی ہونے کی دلیل کا حاصل یہ ہے کہ اگر کل علمِ منطق بدیہی نہ ہو پھر کل علمِ منطق نظری ہوگا۔ اور کل علمِ منطق کے نظری ہونے کی صورت میں ہم منطق کے جس قانون کو قانون آخر سے حاصل کرینگے۔ تو وہ قانون آخر بھی نظری ہونے کی بناء پر قانونِ ثالث پر موقوف ہوگا اور قانونِ ثالث بھی نظری ہونے کی بناء پر قانونِ رابع پر موقوف ہوگا۔ پھر یہ سلسلہ یا تو **ذاهبه الی غیر النهایة** ہوگا یا عائد الی الاول ہوگا۔ اگر سلسلہ ذاہب ہو تو تسلسل ہے اور اگر سلسلہ عائد الی الاوّل ہو تو تسلسل ہے اور دور و تسلسل دونوں باطل ہیں۔ جب یہ باطل ہیں تو منطق کا نظری ہونا بھی باطل ہے اور جب منطق کا نظری ہونا باطل ہے تو منطق کا بدیہی ہونا ثابت ہو گیا لہٰذا **مصنف** رحمہ اللہ کا کل علم منطق پر بدیہی نہ ہونے کا حکم لگانا صحیح نہیں ہے۔

جواب کا حاصل یہ ہے کہ اس جگہ دو باتیں ہیں ① نفس منطق کا محتاج الیہ ہونا ② تعلم منطق کا محتاج الیہ ہونا۔ اور یہ دونوں الگ الگ چیزیں ہیں۔ ماتن نے دلیل سے نفسِ منطق کا محتاج الیہ ہونا ثابت کیا تھا اور مخالف نے تعلمِ منطق کے محتاج الیہ نہ ہونے کو ثابت کیا ہے۔ حالانکہ تعلم منطق کا محتاج الیہ نہ ہونا یہ نفس منطق کے محتاج الیہ ہونے کی نقیض نہیں ہے۔ بلکہ یہ دونوں جمع ہو سکتے ہیں وہ اس طرح کہ نفس منطق تو محتاج الیہ ہو دوسرے علوم نظریہ کی تحصیل کیلئے لیکن تعلم منطق محتاج الیہ نہ ہو یا تو اس بناء پر کہ یہ خود بدیہی ہو یا اس بناء پر کہ یہ کسی اور ذریعہ سے حاصل ہو جائے تو جب ان دونوں باتوں کے درمیان منافات ہی نہیں تو ہم اس معارضہ کی بابت کہتے ہیں کہ اگر اسکا تام ہونا فرض کر لیا جائے تو یہ معارضہ ہی نہیں بن سکتا کیونکہ معارضہ **المقابلة علی سبیل الممانعة** کو کہتے ہیں یعنی مدعی نے دلیل سے جو دعویٰ ثابت کیا ہے خصم اس دعویٰ کی نقیض پر دلیل قائم کرے جبکہ یہاں تو مناقضہ ہی نہیں ہے کیونکہ مناقضہ تب ہوتا جب خصم نفس منطق کی عدمِ ضرورت کو دلیل سے ثابت کرتا پس جب یہ مناقضہ ہی درست نہیں تو یہ معارضہ معارضہ ہی نہیں کہ اسکا جواب دیا جائے۔

الشق الثانی ......قال:وان کان الثانی فان کان تمام الجزء المشترک بینها وبین نوع آخر فهو المقول فی جواب ماھو بحسب الشرکة المحضة یسمی جنسا۔ (ص۸۲۔امدادیہ)

وان کان الثانی میں الثانی سے کیا مراد ہے؟ جنس کی تعریف ذکر کریں، جنس کی تعریف میں قیود احترازیہ کی وضاحت کریں، تمام الجزء المشترک سے کیا مراد ہے؟ اس کی تشریح بطرز شارح ذکر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حاصل چار امور ہیں (۱) عبارت میں الثانی کی مراد (۲) جنس کی تعریف (۳) جنس کی تعریف میں مذکور قیود کی وضاحت (۴) تمام الجزء المشترک کی مراد۔

جواب...... ❶ الثانی کی مراد:۔ الثانی سے مراد وہ کلی ہے جو اپنے افراد کی حقیقت میں داخل ہو اور اپنے افراد کی حقیقت کا جزء ہو۔

❷ جنس کی تعریف:۔ کلی مقول علی کثیرین مختلفین بالحقائق فی جواب ماھو یعنی جنس وہ کلی ہے جو ماھو کے جواب میں ایسے کثیر افراد پر بولی جائے جن کی حقیقت مختلف ہو۔

❸ جنس کی تعریف میں مذکور قیود کی وضاحت:۔ مصنف رحمہ اللہ نے جنس کی تعریف میں تین قیود احترازیہ کو ذکر کیا ہے پہلی قید کثیرین ہے اس سے جزئی خارج ہوگئی کیونکہ وہ مقول علی واحد ہوتی ہے۔ دوسری قید مختلفین بالحقائق ہے اس سے نوع خارج ہوگئی کیونکہ یہ ایسے افراد پر بولی جاتی ہے جن کی حقیقت ایک ہی ہوتی ہے۔ تیسری قید فی جواب ماھو ہے اس سے خاصہ، فصل اور عرضِ عام نکل گئے کیونکہ عرضِ عام تو کسی کے جواب میں واقع نہیں ہوتا جبکہ فصل ای شیء فی حدذاته اور خاصہ ای شیء فی عرضه کے جواب میں واقع ہوتے ہیں۔

❹ تمام الجزء المشترک کی مراد:۔ تمام الجزء المشترک کی عبارت جو جنس میں وجوداً اور فصل میں عدماً مذکور ہوئی ہے شارح رحمہ اللہ اس کی تعریف کرتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ ماہیت اور نوع آخر کے درمیان تمام جزء مشترک سے مراد وہ جزءِ مشترک ہے کہ اس جزء کے علاوہ ان کے درمیان کوئی اور جزء مشترک نہ ہو یعنی وہ ایسا جزء مشترک ہو کہ ماہیت اور نوع آخر کے درمیان جو اجزاء مشترک ہیں وہ سب اس میں داخل ہوں اس سے خارج نہ ہوں۔ جیسے انسان ایک ماہیت ہے اور فرس نوع آخر ہے اور حیوان فرس اور انسان کے درمیان تمام جزء مشترک ہے۔ اس لئے کہ انسان اور فرس کے درمیان جتنے بھی اجزاء مشترک ہیں وہ سب حیوان میں داخل ہیں کوئی بھی اس سے خارج نہیں بلکہ ان کے درمیان جو اجزاء مشترک ہیں یعنی جوہر ہونا، نامی ہونا حساس ہونا اور متحرک بالارادہ ہونا اور حیوان ہونا یہ سب یا تو عینِ حیوان ہیں یا حیوان کا جزء ہیں حیوان سے خارج نہیں ہیں۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۵ھ

الشق الاوّل ......الفصل الرابع فی التعریفات: المعرف للشیٔ ...... وهو لایجوز ان یکون نفس الماهیة لان المعرف معلوم قبل المعرف والشیٔ لایعلم قبل نفسه ولا اعم لقصوره عن افادة التعریف ولا اخص لکونه اخفی فهو مساو لها فی العموم والخصوص۔ (ص۱۴۸۔امدادیہ)

معرّف اور قولِ شارح کی تعریف ذکر کریں، عبارت مذکورہ کی دلنشین تشریح کریں اور یہ بتائیں کہ معرف کے جامع مانع یا

مطرد اور منعکس ہونے کا مطلب کیا ہے؟ وضاحت کے ساتھ لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) معرف اور قول شارح کی تعریف (۲) عبارت کی تشریح (۳) معرف کے جامع و مانع اور مطرد و منعکس ہونے کا مطلب۔

جواب...... ❶ **معرِّف اور قولِ شارح کی تعریف:۔** کسی شی کا معرِف وہ چیز ہے کہ اس چیز کا تصور اس شی معرَّف کے تصور کو مستلزم ہو یا معرف کے جمیع ماعداہ سے امتیاز کو مستلزم ہو۔ یعنی کسی شی کا معرِف وہ چیز ہوتی ہے کہ جب ہم اس چیز کا تصور کریں تو معرَف کے تصور سے معرَّف کی پوری حقیقت معلوم ہو جائے یا معرَّف اپنے جمیع ماعداہ سے ممتاز ہو جائے۔

❷ **عبارت کی تشریح:۔** مذکورہ عبارت میں ماتن رحمہ اللہ نے دو باتیں بیان کی ہیں ① معرف کی تعریف ② اس کی شرائط۔

تعریف کا حاصل یہ ہے کہ کسی شی کا معرِّف وہ چیز ہوتی ہے کہ جب ہم اس چیز کا تصور کریں تو معرِّف کے تصور سے معرَّف کی پوری حقیقت معلوم ہو جائے یا معرَّف اپنے جمیع ماعداہ سے ممتاز ہو جائے جیسے حیوان ناطق کے ذریعہ انسان کی پوری حقیقت معلوم ہو جاتی ہے۔

اس کے بعد ماتن رحمہ اللہ نے معرِّف کی چند شرائط ذکر کی ہیں۔

① معرِّف معرَّف کا عین نہیں ہو سکتا اس لئے کہ معرِّف کا معرَّف سے قبل معلوم ہونا ضروری ہے لہٰذا اگر معرِّف معرَّف کا عین ہو تو شی معرَّف کا اپنی ذات سے پہلے معلوم ہونا لازم آئے گا جو کہ باطل ہے۔ کیونکہ شی اپنی ذات سے قبل معلوم نہیں ہو سکتی تو معلوم ہوا کہ معرِّف معرَّف کا عین نہیں ہو سکتا ② معرِّف معرَّف سے اعم بھی نہیں ہو سکتا اس لئے کہ اعم افادۂ تعریف سے قاصر ہے یعنی تعریف سے جو مقصود ہے اعم اس کا فائدہ نہیں دیتا لہٰذا معرِّف معرَّف سے اعم بھی نہیں ہو سکتا ③ معرِّف معرَّف سے اخص بھی نہیں ہو سکتا اس لئے کہ معرِّف کے لئے ضروری ہے کہ وہ معرَّف سے اجلیٰ اور واضح ہو جبکہ اخص اعم کی نسبت اخفیٰ ہوتا ہے تو جب معرِّف کا معرَّف سے اعم و اخص ہونا باطل ہے تو متعین ہو گیا کہ مصداق میں معرِّف معرَّف کے مساوی ہو گا۔

❸ **معرِّف کے جامع و مانع اور مطرد و منعکس ہونے کا مطلب:۔** معرِّف کے جامع و مانع یا مطرد و منعکس ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جہاں معرِّف صادق آئے وہاں معرَّف بھی صادق ہو اور جہاں معرَّف صادق آئے وہاں معرِّف بھی صادق ہو۔ کیونکہ تعریف کے جامع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ معرِّف معرَّف کے تمام افراد کو شامل ہو کوئی فرد اس سے خارج نہ ہو، اسی کو شارح نے ان الفاظ سے تعبیر کیا ہے۔ **کلما صدق علیه المعرَّف صدق علیه المعرِّف** اور تعریف کے منعکس ہونے کا بھی یہی مطلب ہے اور تعریف کے مانع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ معرِّف میں معرَّف کا کوئی غیر داخل نہ ہو بلکہ جس پر معرِّف صادق آئے اس پر معرَّف بھی ضرور صادق ہو۔ اسی کو شارح رحمہ اللہ نے **کلما صدق علیه المعرِّف صدق علیه المعرَّف** سے تعبیر کیا ہے اور تعریف کے مطرد ہونے کا بھی یہی معنی ہے۔

الشق الثانی...... **المهملة فی قوة الجزئية بمعنی انهما متلازمان۔** (ص ۱۵۷۔امدادیہ)

قضیہ طبعیہ اور مہملہ میں سے ہر ایک کی تعریف، مثال اور وجہ تسمیہ بطرز شارح ذکر کریں۔ مہملہ اور جزئیہ کے درمیان تلازم بیان کریں اور مثالوں کے ذریعہ واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حل دو امور ہیں (۱) قضیہ طبعیہ و مہملہ کی تعریف و وجہ تسمیہ مع امثلہ (۲) مہملہ و جزئیہ میں تلازم کی وضاحت مع امثلہ۔

جواب ...... ❶ **قضیہ طبعیہ و مہملہ کی تعریف و وجہ تسمیہ مع امثلہ:۔** قضیہ طبعیہ: وہ قضیہ حملیہ ہے جس کا موضوع کلی ہو اور حکم کلی کے مفہوم اور اس کی نفس طبیعت اور ماہیت پر ہو افراد پر نہ ہو جیسے **الحیوان جنس، الانسان نوع** اور اس کو طبعیہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں حکم موضوع کی طبیعت و ماہیت اور مفہوم پر ہوتا ہے، افراد پر حکم نہیں ہوتا۔

قضیہ مہملہ: وہ قضیہ حملیہ ہے جس کا موضوع کلی ہو اور حکم کلی کے افراد پر ہو مگر ان افراد کی کمیت و مقدار کو بیان نہ کیا گیا ہو جیسے انسان محنتی ہیں۔ اس میں محنتی ہونے کا حکم انسان کے افراد پر ہے مگر ان کی کمیت بیان نہیں کی گئی کہ تمام انسان محنتی ہیں یا بعض افراد محنتی ہیں اور اس کو مہملہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اہمال کا معنی ہے بغیر بیان کے خالی چھوڑ دینا۔ چونکہ اس میں بھی افراد کی تعداد کو مہمل چھوڑ دیا جاتا ہے اس کو بیان نہیں کیا جاتا، اس لئے اس کو مہملہ کہتے ہیں۔

❷ **مہملہ و جزئیہ میں تلازم کی وضاحت مع امثلہ:۔** قضیہ مہملہ و جزئیہ میں تلازم کی وضاحت یہ ہے کہ جزئیہ مہملہ کے ضمن میں پایا جاتا ہے یعنی مہملہ کو لازم ہے اور مہملہ جزئیہ کو لازم ہے الغرض تلازم جانبین سے ہے پس یہاں دو دعوے ہوئے ① جہاں مہملہ پایا جائے گا وہاں جزئیہ بھی پایا جائے گا ② جہاں جزئیہ پایا جائے گا وہاں مہملہ بھی ضرور پایا جائے گا۔

پہلے دعویٰ کی دلیل: یہ ہے کہ مہملہ میں ثبوت محمول یا سلب محمول کا حکم موضوع کے افراد فی الجملہ یعنی موضوع کے مطلق افراد پر ہوتا ہے اور جب محمول کے ثبوت یا سلب کا حکم موضوع کے مطلق افراد کیلئے ہو تو یقیناً موضوع کے بعض افراد کیلئے بھی حکم ہوگا اس لئے کہ موضوع کے مطلق افراد پر حکم کی دو ہی صورتیں ہیں ① موضوع کے تمام افراد پر حکم ہو ② موضوع کے بعض افراد پر حکم ہو۔ بہر دو صورت موضوع کے بعض افراد پر حکم ضرور ہوگا اور یہی جزئیہ ہے۔ پس معلوم ہوا کہ جب مہملہ پایا جائے گا تو جزئیہ بھی ضرور پایا جائے گا مثلاً **الانسان فی خسر**، قضیہ مہملہ موجبہ ہے جس میں خسران کا حکم انسان کے مطلق افراد پر لگایا گیا ہے پس جب خسران انسان کے مطلق افراد کیلئے ثابت ہے تو یقیناً خسران انسان کے بعض افراد کیلئے بھی ثابت ہوگا اور یہی جزئیہ ہے۔

دوسرے دعویٰ کی دلیل: یہ ہے کہ قضیہ جزئیہ میں ثبوتِ محمول یا سلبِ محمول کا حکم موضوع کے بعض افراد پر ہوتا ہے اور جب ثبوتِ محمول یا سلبِ محمول کا حکم موضوع کے بعض افراد پر ہوگا تو موضوع کے مطلق افراد پر بھی ہوگا اس لئے کہ جزئیہ میں وہ بعض افرادِ محکوم علیہ مطلق اور غیر متعین ہوتے ہیں کیونکہ ان بعض افراد کی تعیین جزئیہ کے مفہوم سے خارج ہے۔ الغرض جزئیہ میں محمول کا حکم موضوع کے مطلق بعض افراد پر ہوتا ہے پس جب حکم مطلق بعض افراد پر ہوگا تو مطلق افراد پر بھی ہوگا اور یہی مہملہ ہے۔ پس ثابت ہو گیا کہ جب جزئیہ پایا جائے تو مہملہ بھی پایا جائیگا جیسے **بعض الانسان فی خسر** جزئیہ موجبہ ہے جس میں خسران کا حکم انسان کے بعض مطلق افراد پر لگایا گیا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ جب انسان کے بعض مطلق افراد کے لئے خسران ثابت ہوگا تو انسان کے مطلق افراد کیلئے بھی خسران ثابت ہوگا کیونکہ جزئیہ میں بعض افراد متعین نہیں ہوتے بلکہ مطلق ہوتے ہیں۔ (الدرر السنیۃ ص ۲۷۰)

......دروس البلاغة......

﴿السوال الثالث﴾ ١٤٣٥ھ

الشق الاول ......وفصاحة الكلام سلامته من تنافر الكلمات مجتمعة ومن ضعف التاليف ومن التعقيد مع فصاحة كلماته ۔ (ص٦۔امدادیہ)

تنافر کلمات، ضعف تالیف اور تعقید کی تعریف اور مثالیں ذکر کریں، تعقید کی کتنی قسمیں ہیں؟ مثالوں کے ذریعہ واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں فقط دوامر توجہ طلب ہیں (۱) **تنافر کلمات ، ضعفِ تالیف** اور **تعقید** کی تعریف مع امثلہ (۲) تعقید کی اقسام کی وضاحت مع امثلہ۔

جواب ...... ❶ **تنافر کلمات، ضعفِ تالیف** اور **تعقید** کی تعریف مع امثلہ:۔

تنافر: **وصف فی الكلمة توجب ثقلها على اللسان و عسر النطق بها** یعنی تنافر کلمہ میں ایسا وصف ہوتا ہے جو زبان پر اس کی ادائیگی دشوار کردے اور زبان پر اس کے تلفظ کو بوجھل بنا دے یعنی اس لفظ کا تلفظ زبان سے بہت مشکل ہو جیسے **وليس قرب قبر حرب قبر** (حرب نامی مقتول شخص کی قبر کے پاس کسی کی کوئی قبر نہیں ہے۔) اس مثال میں قرب اور قبر اور حرب ایک جیسے ملتے جلتے کلمات اس طور پر جمع ہو گئے ہیں کہ زبان پر ان کی ادائیگی مشکل ہو گئی ہے۔

ضعفِ تالیف: **كون الكلام غير جار على القانون النحوى المشهور** کسی کلام میں مشہور نحوی قانون کی خلاف ورزی کی گئی ہو جیسے اضمار قبل الذکر لفظا ورتبۃ عند الجمہور جائز نہیں ہے مگر شاعر کے اس شعر میں اضمار قبل الذکر ہوا ہے۔

جزى بنوه ابا الغيلان عن كبر و حسن فعل كما جوزى سنمار

(اسکے بیٹوں نے بڑھاپے اور حسن سلوک کے باوجود ابو الغیلان کو ایسا بدلہ دیا جیسا کہ سنمار نامی انجینئر کو دیا گیا) اس مثال میں **اضمار قبل الذكر لفظا و رتبة** ہوا ہے کہ بنوہ کی ضمیر کا مرجع ابو الغیلان ہے جو کہ مابعد میں آرہا ہے سابق میں نہیں گزرا اور اس سے قبل ضمیر کو لے آئے۔

تعقید: **ان يكون الكلام خفى الدلالة على المعنى المراد** یعنی کلام اپنا معنی مرادی صاف طور پر نہ بتائے بلکہ کلام کی مراد مخفی ہو۔

❷ تعقید کی اقسام کی وضاحت مع امثلہ:۔ تعقید کی دو قسمیں ہیں ① تعقید لفظی ② تعقید معنوی۔

① تعقید لفظی: تعقید لفظی اس پیچیدگی کو کہتے ہیں جس کی وجہ سے کلام کا معنی مخفی ہو اور وہ پیچیدگی لفظوں کے ہیر پھیر وغیرہ مثلاً **تقديم ماحقه التاخير، تاخير ماحقه التقديم، فصل بالا جنبى** کی وجہ سے ہو جیسے

جفخت وهم لايجفخون بها بهم شيم على الحسب الاغر دلائل

(فخر کیا حالانکہ وہ لوگ ان پر فخر نہیں کرتے ان لوگوں پر ایسے اچھے اخلاق نے جو معزز حسب ونسب پر دلالت کرتے ہیں)

اس شعر کے ترجمہ سے شاعر کی مراد سمجھ میں نہیں آئی۔ کیونکہ اس شعر میں الفاظ کا ایسا ہیر پھیر ہے جس نے معنی مراد کو مخفی کر دیا ہے۔

اس شعر میں ہیر پھیر یہ ہے کہ **جفخت** فعل کے فاعل و متعلق کو مؤخر کر کے فعل و فاعل اور متعلق کے درمیان فصل بالاجنبی کر دیا گیا ہے۔اسی طرح دلائل موصوف کو مؤخر اور **علی الحسب الاغر** صفت کو مقدم کر دیا گیا ہے۔ تقدیر عبارت یوں ہے۔ **جفخت بهم شيم دلائل على الحسب الاغر وهم لايجفخون بها** تو اس طرح ترتیب کے ساتھ الفاظ کو ذکر کرنے سے معنی مرادی واضح ہو گیا۔ کہ اس گھرانے پر ایسے اچھے اخلاق نے فخر کیا ہے جو گھرانے کی شرافت اور اعلیٰ حسب و نسب پر دلالت کرنے والے ہیں۔ حالانکہ یہ لوگ خود ان اخلاق پر فخر نہیں کرتے۔تو اس لفظی ہیر پھیر کو، جس کی وجہ سے معنی مرادی مخفی ہو جائے تعقیدِ لفظی کہتے ہیں۔

② تعقیدِ معنوی: یہ ہے کہ کلام اپنا معنی مرادی صاف اور واضح طور پر نہ بتلائے اور کلام کا یہ اخفاء معنی کلام میں مجازاتِ کثیرہ اور کنایاتِ بعیدہ کے استعمال کی وجہ سے ہو، جیسے **نشر الملك السنة فی المدينة** (بادشاہ نے اپنے جاسوس شہر میں پھیلا دیئے) یہاں پر متکلم نے **السنه** (زبان) بول کر عیون (آنکھیں) مراد لیا ہے، کیونکہ جاسوسی کرنا آنکھوں کا کام ہوتا ہے، زبانوں کا کام نہیں ہوتا، تو یہاں **السنه** کا لفظ بولنے کی وجہ سے کلام کا معنی مخفی ہو گیا ہے اور یہ اخفاء معنی کی وجہ سے ہے، اس وجہ سے اسکو تعقید معنوی کہتے ہیں۔

الشق الثانی ......**مواضع الوصل بالواو، یجب الوصل فی موضعین.** (ص ۷۰۔امدادیہ)

فصل اور وصل کی تعریف لکھیں، وجوبِ وصل کی مذکورہ دونوں جگہوں کو مثالوں کے ذریعہ واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حل دو امور ہیں (۱) فصل و وصل کی تعریف (۲) وجوبِ وصل کی دونوں جگہوں کی وضاحت مع امثلہ۔

جواب...... ❶ فصل و وصل کی تعریف:۔ وصل: ایک جملے کا دوسرے جملے پر دس حروفِ عاطفہ میں سے کسی عاطف کے ذریعے عطف کرنا جیسے **ان الابرار لفی نعیم وان الفجار لفی جحیم** ۔فصل عطف نہ کرنے کو کہتے ہیں جیسے **فمهل الكافرين امهلهم رويدا**۔

❷ وجوبِ وصل کی دونوں جگہوں کی وضاحت مع امثلہ:۔ وصل کرنا دو جگہوں میں ضروری ہے۔

پہلی جگہ وہ دونوں جملے خبریہ اور انشائیہ ہونے کے اعتبار سے متفق ہوں کہ دونوں خبریہ ہوں یا دونوں انشائیہ ہوں۔ اور موانع عطف میں سے کوئی مانع بھی موجود نہ ہو پھر ان دونوں کے درمیان کوئی ایسی جہت جامعہ و مناسبتِ تامہ موجود ہو جو دونوں کو جمع کرنے والی ہو۔ یعنی ان میں کامل مناسبت پائی جائے۔ جہتِ جامعہ مناسبتِ تامہ سے مراد یہ ہے کہ ان دونوں جملوں میں کوئی ایسا امر پایا جائے جس کی وجہ سے عقل قوتِ مفکرہ میں ان دونوں کے اجتماع کا تقاضا کرے اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب دونوں کے مسند اور مسند الیہ میں اتحاد، تماثل، تقابل یا تضایف پایا جائے جیسے **ان الابرار لفی نعیم وان الفجار لفی جحیم** یہ جملہ خبریہ کی مثال ہے کہ معطوف علیہ اور معطوف دونوں خبر کے اعتبار سے متفق ہیں اور ان دونوں میں مناسبت تامہ بھی پائی گئی ہے کہ ان دونوں کے مسند الیہ یعنی ابرار و فجار میں اسی طرح ان کے مسند یعنی نعیم و جحیم میں تقابل اور تضاد کی نسبت ہے اور ان دونوں جملوں میں کوئی مانع عطف نہیں پایا گیا۔ جب یہ تینوں شرطیں پائی گئیں تو ان دونوں کے درمیان کلمہ واؤ کے ذریعے عطف کر دیا گیا۔

دوسری مثال **فليضحكوا قليلا وليبكوا كثيرا** یہ جملہ انشائیہ کی مثال ہے کہ معطوف علیہ اور معطوف دونوں انشاء کے اعتبار سے متفق ہیں اور ان میں سابقہ مثال کی طرح مسند الیہ یعنی ہم ضمیر مذکر غائب اور اسی طرح انکے مسند یعنی **ليضحكوا** اور **ليبكوا** میں تقابل

اور تضاد کی نسبت ہے اور کوئی مانعِ عطف نہیں پایا گیا یہاں بھی تینوں شرطوں کی موجودگی کی وجہ سے کلمہ واؤ کے ذریعے عطف کیا گیا ہے۔

دوسری جگہ یہ ہے کہ دونوں جملوں میں کمالِ انقطاع ہو کہ ایک خبریہ اور ایک انشائیہ ہو یا دونوں خبر اور انشاء ہونے کے اعتبار سے تو متفق ہوں مگر ان میں کوئی بھی معنوی مناسبت نہ ہو تو اگر ان دونوں میں وصل نہ کیا جائے اور فصل کیا جائے تو مرادِ متکلم اور مقصودِ کلام کے خلاف معنیٰ کا وھم پیدا ہو جائے تو ایسے وقت میں بھی وصل کرنا ضروری ہوگا جیسے کسی نے آپ سے پوچھا **هَلْ بَرِئَ عَلِيٌّ مِنَ الْمَرَضِ** علی اپنی بیماری سے شفایاب ہو گیا اور آپ اس کا جواب نفی میں دینا چاہیں اور اس کے ساتھ ساتھ اس کی شفاء یابی کی دعاء بھی دینا چاہیں تو آپ یوں کہیں گے **لَا وَشَفَاهُ اللّٰهُ** وہ صحت یاب نہیں ہوا ہے اور اللہ اسے اچھا کر دے، دیکھئے اس مثال میں دو جملے ہیں ایک جملہ لا کی صورت میں ہے یعنی کلمہ لا جو جملہ خبریہ کے قائم مقام ہے۔ کیونکہ اس کی تقدیری عبارت **لَا بُرْءَ حَاصِلٌ لِعَلِيٍّ** ہے کہ علی کے لئے شفاء حاصل نہیں ہوئی اور دوسرا جملہ **شفاه الله** کی صورت میں جملہ انشائیہ ہے ان دونوں جملوں میں اس قسم کا تعلق ہے کہ اگر دونوں جملوں میں بجائے وصل کے فصل کیا جائے اور یوں کہا جائے **لَا شفاه الله** تو معنیٰ ہو جائے گا کہ اللہ اسے شفا نہ دے اور اس صورت میں مقصودِ متکلم کے خلاف معنیٰ ہو جائے گا۔ کیونکہ متکلم تو اسے دعاءِ خیر دینا چاہتا ہے اور یہاں اس کلام کا معنیٰ بد دعا ہو جائے گا۔ لہٰذا اس فہم سے بچنے کیلئے وصل یعنی عطف بالواؤ کرنا ضروری ہوگا۔

﴿الورقة السادسة : فی المنطق والبلاغة﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۶ھ

الشق الاوّل ......وأما الحکم فهو اسناد أمر الی آخر ایجابا أو سلبا۔ (ص۲۱۔امدادیہ)

مذکورہ عبارت کی تشریح بطرزِ شارح تحریر کریں، ماہیت تصدیق میں امام رازی اور حکماء کے درمیان اختلاف کو واضح کریں دونوں مذہبوں میں وجوہِ فرق کو تفصیل کے ساتھ بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال کا خلاصہ تین امور ہیں (۱) عبارت کی تشریح (۲) ماہیت تصدیق میں امام رازی وحکماء کے اختلاف کی وضاحت (۳) دونوں مذہبوں میں وجوہِ فرق۔

جواب ...... ① **عبارت کی تشریح:۔** یہاں سے صاحب قطبی رحمہ اللہ حکم عرفی کی تعریف اور اس میں مذکور لفظ ایجابا اوسلبا کے معنیٰ کو مثال سے بیان فرما رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک امر کی نسبت دوسرے امر کی طرف کرنے کا نام حکم ہے خواہ وہ نسبت ایجاباً ہو یا سلباً ہو۔ اور ایجاب ایقاع النسبۃ یعنی نسبت واقع کرنے اور ثابت کرنے کو کہتے ہیں اور سلب انتزاع النسبۃ یعنی نسبت دور کرنے اور نسبت اٹھانے کو کہتے ہیں جیسے **الانسان کاتب** اور **الانسان لیس بکاتب**، اوّل مثال میں کتابت کی نسبت انسان کی طرف ایجابی ہے اور دوسری مثال میں سلبی ہے الحاصل حکم منطقی کی تعریف کا حاصل یہ ہے کہ ہر قضیہ میں چار چیزوں کا ہونا ضروری ہے ① انسان کا ادراک ② کاتب کا ادراک ③ ثبوتِ کتابت کی نسبت کا ادراک ④ اس نسبت کے وقوع یا عدم وقوع کا ادراک۔ انسان کا ادراک محکوم علیہ کا ادراک وتصور ہے اور انسان متصور محکوم علیہ ہے اور کاتب کا ادراک محکوم بہ کے تصور کا ادراک ہے تو کاتب متصور محکوم بہ ہوا اور ثبوت کتابۃ کی نسبت کا ادراک نسبت حکمیہ کا تصور کہلاتا ہے۔ اور وقوع نسبت یا عدم وقوع نسبت کا ادراک حکم منطقی کہلاتا ہے۔

② ماہیت تصدیق میں امام رازی رحمہ اللہ اور حکماء کے اختلاف کی وضاحت:۔ امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ تصدیق تصورات اربعہ یعنی محکوم علیہ و محکوم بہ، نسبت حکمیہ و حکم کے تصور کے مجموعے کا نام ہے اور حکماء کے نزدیک تصدیق نہ تو تصورات اربعہ کا نام ہے اور نہ ہی تصورات ثلثہ مع الحکم کا نام ہے بلکہ تصدیق فقط حکم کا نام ہے۔

③ دونوں مذہبوں میں وجوہ فرق:۔ ① حکماء کے نزدیک تصدیق بسیط ہے اور امام رازی رحمہ اللہ کے نزدیک تصدیق مرکب ہے۔ ② حکماء کے نزدیک تصورات ثلاثہ تصدیق کے لئے شرط ہیں اور اس سے خارج ہیں جبکہ امام رازی رحمہ اللہ کے نزدیک تصورات ثلاثہ تصدیق کا شطر ہیں اور اس میں داخل ہیں ③ حکماء کے نزدیک حکم عین تصدیق ہے اور امام رازی رحمہ اللہ کے نزدیک حکم عین تصدیق نہیں بلکہ جزءِ تصدیق ہے۔

الشق الثانی ......فالاسم اما أن یکون معناه واحدا او کثیرا۔ (ص ٦٨۔امدادیہ)

علم جزئی حقیقی، متواطی اور مشکک کی تعریفات وجہ حصر کے ساتھ تحریر کریں، ہر ایک کی وجہ تسمیہ ذکر کریں، تشکیک کی کتنی صورتیں ہیں؟ تمام صورتوں کو مثالوں کے ساتھ لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حاصل تین امور ہیں (۱) علم و جزئی حقیقی متواطی و مشکک کی وجہ حصر (۲) مذکورہ اقسام کی وجہ تسمیہ (۳) تشکیک کی صورتوں کی وضاحت مع امثلہ۔

جواب ...... ① علم و جزئی حقیقی، متواطی و مشکک کی وجہ حصر:۔ اسم دو حال سے خالی نہیں اس کا معنی ایک ہوگا یا متعدد ہوں گے اگر اس کا معنی ایک ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ معنی معین مشخص ہوگا یا معنی معین و مشخص نہیں ہوگا، اگر اس کا معنی معین مشخص ہو تو وہ علم و جزئی حقیقی ہے (عند النحاۃ علم و عند المناطقہ جزئی حقیقی) اور اگر وہ معنی معین مشخص نہ ہو بلکہ اس کے کثیر افراد ہوں (تو وہ کلی ہے) پھر وہ دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ معنی اپنے تمام افراد پر برابری کے ساتھ صادق آئے گا یا برابری کے ساتھ صادق نہیں آئے گا۔ اگر وہ معنی اپنے تمام افراد پر برابری کے ساتھ صادق آئے تو وہ کلی متواطی ہے اور اگر وہ معنی اپنے تمام افراد پر برابری کے ساتھ صادق نہ آئے تو وہ کلی مشکک ہے۔

② مذکورہ اقسام کی وجہ تسمیہ:۔ علم (جزئی حقیقی) کو علم اس لئے کہتے ہیں کہ علم کا معنی ہے علامت اور یہ اسم بھی اپنے معنی مشخص اور ذات معین پر دال و علامت ہوتا ہے اس لئے اس کو علم کہتے ہیں۔

کلی متواطی کو متواطی اس لئے کہتے ہیں کہ یہ تواطو سے مشتق ہے اور تواطی کا معنی ہے توافق یعنی برابری چونکہ اس کلی کے افراد اس معنی کے صادق آنے میں موافق ہوتے ہیں اس لئے اس کو متواطی کہتے ہیں۔ کلی مشکک کو مشکک اس لئے کہتے ہیں کہ اس کے افراد اپنے اصلی معنی میں مشترک ہوتے ہیں اور اولویت غیر اولویت، تقدم تأخر، شدۃ و ضعف کے اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں تو دیکھنے والا اگر اشتراک کو دیکھتا ہے تو متواطی گمان کرتا ہے اور اختلاف کی جہت کو دیکھتا ہے تو مشترک خیال کرتا ہے تو چونکہ یہ اپنے دیکھنے والے کو شک میں ڈالتی ہے اس لئے اس کو مشکک کہتے ہیں۔

③ تشکیک کی صورتوں کی وضاحت مع امثلہ:۔ تشکیک کی تین صورتیں ہیں ① تشکیک بالاولویۃ: کلی کا صدق بعض افراد

پر اولیٰ وانسب، اتم واثبت ہو بنسبت دوسرے بعض افراد کے جیسے وجود کا صدق واجب تعالیٰ پر اولیٰ وانسب ہے بنسبت ممکن کے وجود پر صادق آنے کے اور جیسے روشنی کا صدق آفتاب پر بالذات ہے اور چاند پر بالتبع ہے ② تشکیک بالتقدم والتأخر: کلی کا بعض افراد پر صدق دوسرے بعض کی بنسبت مقدم ہو یا کلی کا صدق بعض افراد پر علت ہو دوسرے بعض افراد پر صادق آنے کے لئے جیسے وجود کا صدق واجب پر مقدم ہے بنسبت ممکن کے وجود پر صدق کے اور جیسے والدین کا وجود علت ہے اولاد کے وجود کیلئے ③ تشکیک بالاشدیت (بالشدۃ والضعف): کلی کا صدق بعض افراد پر اشد ہو بنسبت دوسرے بعض پر صدق کے جیسے ثلج (برف) پر بیاض کا صدق اشد ہے بنسبت (عاج) ہاتھی کے دانت کی سفیدی کے تو یہ تشکیک بالشدۃ والضعف ہے۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱٤۳٦ھ

الشق الاوّل ......**وكل لفظ فهو بالنسبة الى لفظ أخر مرادف ان توافقافي المعنى ومباين له ان اختلافيه۔**

عبارت کی تشریح کرتے ہوئے ترادف اور تباین کی تعریف اور وجہ تسمیہ مثالوں کے ساتھ لکھیں اور یہ بتائیں کہ کیا ناطق اور فصیح، سیف اور صارم الفاظ مترادفہ میں سے ہیں؟ اگر الفاظ مترادفہ نہیں ہیں تو کیوں؟ وجہ تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال کا خلاصہ تین امور ہیں (۱) عبارت کی تشریح (۲) ترادف وتباین کی تعریف مع وجہ تسمیہ (۳) ناطق وفصیح، سیف وصارم کے الفاظ مترادفہ ہونے نہ ہونے کی وضاحت مع الوجہ۔

جواب ...... ① عبارت کی تشریح:۔ یہاں سے مصنف رحمہ اللہ لفظ کی باعتبار الفاظ کے تقسیم کو بیان فرما رہے ہیں کہ لفظ کی جب ہم نسبت کریں دوسرے لفظ کی طرف تو وہ دو حال سے خالی نہیں ہے یا تو دونوں لفظ معنیٰ میں برابر ہوں گے یا برابر نہیں ہوں گے اگر برابر ہوں تو وہ معنی مترادف ہے۔ اور یہ دونوں لفظ مترادفین ہیں جیسے لیث واسد مترادفین ہیں اور اس کا معنیٰ یعنی شیر مرادف ہے۔ اگر معنی میں مختلف ہوں تو یہ معنی مبائن ہوگا اور یہ دونوں لفظ متبائنین کہلائیں گے کیونکہ مباینہ کا معنیٰ ہی مفارقۃ ہے جیسے انسان فرس وغیرہ۔

② ترادف وتباین کی تعریف مع وجہ تسمیہ:۔ ابھی عبارت کی تشریح میں ہر ایک کی تعریف گزر چکی ہے۔ وجہ تسمیہ کا حاصل یہ ہے کہ ترادف کو ترادف اس لئے کہتے ہیں کہ ترادف کا معنیٰ ہے ایک دوسرے کے پیچھے سوار ہونا تو ان کے معانی چونکہ ایک دوسرے سے سمجھے جاتے ہیں اس لئے ان کو مترادفین کہتے ہیں۔ اسی طرح تباین کا معنیٰ ہے مفارقۃ یعنی جدا ہونا چونکہ ان دونوں کا معنی مختلف وجدا ہوتا ہے۔ اس لئے ان کو متباینین کہتے ہیں۔

③ ناطق وفصیح سیف وصارم کے الفاظ مترادفہ ہونے یا نہ ہونے کی وضاحت مع الوجہ:۔ مذکورہ الفاظ یعنی ناطق و فصیح، سیف وصارم الفاظ مترادفہ میں سے نہیں ہیں۔ اس لئے کہ ترادف کا معنیٰ اتحاد فی المفہوم ہے نہ کہ اتحاد فی الذات اور یہ اتحاد فی المفہوم اتحاد فی الذات کو لازم ہے لیکن اتحاد فی الذات اتحاد فی المفہوم کو لازم نہیں ہے اور ان الفاظ میں اگر چہ اتحاد فی الذات ہے لیکن اتحاد فی المفہوم نہیں ہے لہٰذا اتحاد فی المفہوم نہ ہونے کی وجہ سے یہ الفاظِ مترادفہ نہیں ہیں۔

الشق الثانی ......**والنوع الاضافي موجود بدون الحقيقي۔** (ص۱۲۳۔امدادیہ)

نوع حقیقی اور نوع اضافی میں سے ہر ایک کی تعریف اور وجہ تسمیہ ذکر کریں۔ دونوں کے درمیان کون سی نسبت ہے؟ مثالوں کے ذریعہ واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) نوعِ حقیقی واضافی کی تعریف (۲) نوعِ حقیقی واضافی کی وجہ تسمیہ (۳) نوعِ حقیقی واضافی میں نسبت۔

جواب ...... ① نوعِ حقیقی واضافی کی تعریف:۔ نوعِ حقیقی: ایسی کلی ہے جو ماھو کے جواب میں ایسے کثیرین پر بولی جائے جو متفق الحقائق ہوں۔ نوعِ اضافی: ایسی کلی ہے کہ اس کے ساتھ کسی ماہیت کو ملا کر ماھو کے ذریعہ سوال کریں تو جواب میں جنس واقع ہو قول اولی کے طور پر یعنی بغیر کسی واسطے کے جیسے انسان نوعِ اضافی ہے اس لئے کہ جب اس کے ساتھ دوسری ماہیت مثلاً فرس کو ملا کر ماھو کے ذریعہ سوال کریں تو جواب میں حیوان واقع ہوگا جو کہ ان دونوں کی جنس ہے۔

② نوعِ حقیقی واضافی کی وجہ تسمیہ:۔ نوعِ حقیقی کو حقیقی اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس کا نوع ہونا اس حقیقت واحدہ کے اعتبار سے ہوتا ہے جو اس کے افراد میں پائی جاتی ہے، اس کا نوع ہونا غیر کے اعتبار سے نہیں ہوتا۔

نوعِ اضافی کو اضافی اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس کا نوع ہونا مافوق کے اعتبار سے ہوتا ہے اس کی اپنی حقیقت کے اعتبار سے نہیں جیسے حیوان نوعِ اضافی ہے، لیکن اس کا نوع ہونا اپنی ذات کے اعتبار سے نہیں کیونکہ اپنی ذات کے اعتبار سے یہ جنس ہے بلکہ اس کا نوع ہونا اپنے مافوق یعنی جسم نامی کی طرف اضافت ونسبت کے اعتبار سے ہے۔

③ نوعِ حقیقی واضافی میں نسبت کی وضاحت مع امثلہ:۔ صاحبِ قطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان کے درمیان عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہے اس لئے کہ نوعِ اضافی نوعِ حقیقی کے بغیر پائی جاتی ہے لیکن نوعِ حقیقی نوعِ اضافی کے بغیر نہیں پائی جاتی۔ اور جہاں ایسی نسبت ہو وہاں تین مادے ہوتے ہیں ایک مادہ اجتماعی اور دو مادے افتراقی۔

مادہ اجتماعی کی مثال نوعِ سافل مثلاً انسان ہے کہ اس پر نوعِ حقیقی واضافی دونوں کی تعریف صادق آتی ہے۔

مادہ افتراقی نمبر ایک کی مثال انوعِ متوسط حیوان وجسم نامی ہیں یہاں نوعِ اضافی نوعِ حقیقی کے بغیر صادق آرہی ہے۔

مادہ افتراقی نمبر دو کی مثال حقائق بسیطہ مثلاً عقل، نفس، وحدت اور نقطہ ہے ان تمام میں نوعِ حقیقی نوعِ اضافی کے بغیر صادق آرہی ہے۔

......دروس البلاغة......

﴿السوال الثالث﴾ ١٤٣٦ھ

الشق الاول ......فبلاغة الكلام مطابقته لمقتضى الحال مع فصاحته۔ (ص۱۲۔امدادیہ)

بلاغت کے لغوی واصطلاحی معنی بیان کریں، مقتضیٰ اور حال سے کیا مراد ہے؟ واضح کریں، مطابقت کلام لمقتضی الحال کی تشریح کرتے ہوئے مثالوں سے واضح کریں نیز بلاغت متکلم کی تعریف لکھنا نہ بھولیے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال میں چار امور توجہ طلب ہیں (۱) بلاغت کا لغوی واصطلاحی معنی (۲) مقتضی اور حال کی مراد (۳) مطابقۃ کلام لمقتضی الحال کی تشریح (۴) بلاغت متکلم کی تعریف۔

جواب ...... ① بلاغت کا لغوی واصطلاحی معنی:۔ بلاغت کا لغوی معنی پہنچنا ور کنا ہے، اور اصطلاحی طور پر بلاغت کی دو اقسام ہیں ① بلاغتِ کلام، ② بلاغت متکلم اور مستقل طور پر ان دو قسموں کے علاوہ بلاغت کی کوئی اصطلاحی تعریف نہیں ہے، اور

بلاغتِ کلام یہ ہے کہ کلام فصیح ہونے کے ساتھ ساتھ حال کے مقتضٰی کے مطابق بھی ہو اور بلاغتِ متکلم وہ ملکہ وصلاحیت وقابلیت ہے جس کے ذریعہ متکلم کسی بھی غرض کیلئے کلامِ بلیغ کے ذریعہ اپنی مرادودل کی بات کہہ سکے۔

❷ مقتضٰی اور حال کی مراد:۔ کوئی کلام اس وقت بلیغ کہا جاتا ہے جبکہ اول تو خود وہ کلام فصیح ہو اور مخل فصاحت کوئی سبب وعیب نہ پایا جائے۔ نیز وہ کلام حال کے تقاضے کے مناسب ومطابق بھی ہو جیسے کتاب کی مثال سمجھنے سے قبل ایک خارجی مثال قریب الی الفہم کرنے کے لئے یہ لیجئے کہ اگر تعزیت کے موقع پر کوئی مقرر، علم سائنس یا علم حساب یا منطق وفلسفہ کی دقیق باتیں اور ان کے رموز بیان کرے تو اگر چہ فی نفسہ وہ مضمون کتنا ہی صحیح وفصیح کیوں نہ ہو مگر وہ مقتضائے حال کے ساتھ میل نہیں کھاتا تو اس کلام کو آپ فصیح تو کہہ سکیں گے مگر بلیغ ہر گز نہیں، بلاغت کلام کی اس تعریف مطابقۃ لمقتضی الحال میں جو تین الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ پہلے ان کا معنیٰ معلوم کرلیں ان میں سے ایک لفظ حال ہے تو حال وموقع محل وغیرہ ایسی بات ہے جو متکلم کو اپنا کلام کسی مخصوص صورت میں لانے پر آمادہ کرے دوسرا لفظ مقتضا ہے۔ اور وہ کلام کی وہ مخصوص صورت ہے جس کے مطابق کلام لانے کا تقاضا کیا گیا ہو اور تیسرا لفظ مطابقت ہے اور وہ کلام کا اس مخصوص صورت میں لے آنا مثلاً اگر کسی بڑے کی توقیر ومدح سرائی کرنی ہے تو اس امر اور مقام کا تقاضا یہ ہے کہ کلام میں اطناب اور درازی ہو نہ یہ کہ نہایت موجز کلام کر کے قصہ ختم کر دیا جائے تو مدح کا امر اور مقام یہ حال ہے اور کلام کا مطنب کی صورت میں ہونا یہ تقاضا ہے۔ پہلی چیز یعنی مدح سرائی کرنا اس کو آپ امر، مقام یا مقتضٰی کہیں گے اور دوسری چیز یعنی کلام مطنب لانے کو مقتضا یا اعتبار مناسب کہیں گے اب اگر کوئی متکلم ان دونوں یعنی مقتضٰی اور مقتضا کے درمیان اپنے کلام مطنب کے ذریعے میل (موافقت) بھی کرادے تو ہم اسے مطابقت کہیں گے۔

❸ مطابقۃ کلام لمقتضی الحال کی تشریح:۔ ابھی ماقبل کے امر میں اس کی تشریح بھی ہو چکی ہے۔

❹ بلاغت متکلم کی تعریف:۔ بلاغتِ متکلم وہ ملکہ ولیاقت، قابلیت وصلاحیت ہے کہ جس کی وجہ سے متکلم کسی بھی غرض ومقصد کے لئے کلام بلیغ کے ذریعہ اپنی مرادودل کی بات کا اظہار کرسکے۔

الشق الثانی ...... محسنات معنویہ میں سے توریہ اور ایہام کی تشریح مثالوں کے ذریعہ کریں۔ (ص ۱۲۸۔امدادیہ)

﴿خلاصہ سوال﴾ ...... اس سوال میں فقط توریہ اور ایہام کی تشریح امر مطلوب ہیں۔

جواب ...... توریہ اور ایہام کی تشریح:۔ توریہ: یہ ہے کہ کلام میں ایسا لفظ ذکر کیا جائے جسکے دو معنیٰ ہوں ایک معنی قریبی ہو جسکی طرف ذہن فوراً سبقت کرے اور دوسرا معنی بعید ہو اسکے قلیل الاستعمال ہونے کی وجہ سے لفظ کی اس پر دلالت خفی ہو، لیکن کسی قرینہ کی وجہ سے متکلم کا مقصود یہی معنیٰ بعید ہی ہو۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا قول **وهو الذی یتوفلکم باللیل و یعلم ما جرحتم بالنهار** اس میں **جرحتم بالنهار** کا قریبی معنیٰ اکتساب مال ہے مگر یہ معنی یہاں مراد نہیں ہے یہاں پر معنی بعید یعنی ارتکاب ذنوب مراد ہے۔

ایہام: یہ ہے کہ ایسا کلام لایا جائے جو دو متضاد معنوں کا احتمال رکھتا ہو یعنی متکلم کسی ایک کو ترجیح نہیں دیتا بلکہ مبہم بات کرتا ہے جیسے

بَارَكَ اللّٰهُ لِلْحَسَنِ   وَلِبَوْرَانَ فِی الْخَتَنِ

یَا اِمَامَ الْهُدٰی ظَفِرْتَ   وَلٰكِنْ بِبِنْتِ مَنْ؟

اس شعر میں بنت منیٰ میں دو احتمال ہیں مدح اور شر یعنی مذمت دونوں معنی مراد ہو سکتے ہیں اور دونوں معنی باہم متضاد بھی ہیں۔

﴿الورقة السادسة : فی المنطق والبلاغة﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ١٤٣٧ھ

الشق الاوّل......**وكل واحد من اللازم والمفارق ان اختص بافراد حقيقة واحدة فهو الخاصة كالضاحك والا فهو العرض العام كالماشي.** (ص١٠١۔امدادیہ)

عرضِ لازم اور عرضِ مفارق کو مثالوں سے واضح کریں، خاصہ اور عرضِ عام میں سے ہر ایک کی تعریف کریں اور فوائدِ قیود بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں تین امور حل طلب ہیں (۱) عرضِ لازم ومفارق کی وضاحت مع امثلہ (۲) خاصہ وعرضِ عام کی تعریف (۳) فوائدِ قیود کی وضاحت۔

جواب...... ❶ و ❷ عرضِ لازم ومفارق کی وضاحت مع امثلہ اور خاصہ وعرضِ عام کی تعریف:۔

كما مرّ فی الشق الاوّل من السوال الثانی ١٤٢٨ھ۔

❸ فوائدِ قیود کی وضاحت:۔ **الخاصة كلية مقولة على افراد حقيقة واحدة فقط قولا عرضيًا** میں کلیۃٌ کا ذکر مستدرک ہے اسلئے کہ **مقولة على افراد** کا ذکر اس کے ذکر سے بے نیاز کر دیتا ہے **فقط** یہ فصلِ اوّل ہے اس سے جنس اور عرضِ عام خارج ہو گئے اسلئے کہ یہ دونوں مختلف حقائق پر بولے جاتے ہیں **قولا عرضيًا** یہ فصلِ ثانی ہے اس سے نوع اور فصل خارج ہو گئے کیونکہ اگرچہ وہ ایک حقیقت کے افراد پر بولے جاتے ہیں لیکن بطور عرضی کے نہیں بولے جاتے بلکہ بطور ذاتی کے بولے جاتے ہیں یعنی نوع اور فصل اپنے افراد کی حقیقت میں داخل ہوتے ہیں جبکہ خاصہ اپنے افراد کی حقیقت سے خارج ہوتا ہے۔

العرض العام كلی مقول على افراد حقيقة واحدة وغيرها قولًا عرضيًا اس تعریف میں بھی کلیٌّ مستدرک ہے **وغيرها** یہ فصلِ اوّل ہے اس سے نوع، فصل اور خاصہ خارج ہو گئے اس لئے کہ یہ کئی حقائق کے افراد پر نہیں بولے جاتے بلکہ ایک حقیقت کے افراد پر بولے جاتے ہیں **قولا عرضيًا** اس سے جنس خارج ہو گئی اس لئے کہ وہ اگرچہ کئی حقیقتوں کے افراد پر بولی جاتی ہے لیکن عرضی طور پر نہیں بولی جاتی بلکہ ذاتی طور پر بولی جاتی ہے۔ (الدرر السنیہ ص١٨٠)

الشق الثانی......**القضية اما معدولة أو محصلة** ۔قضیہ معدولہ اور محصلہ کی تعریف اور وجہ تسمیہ ذکر کر کے مثالوں سے واضح کریں۔قضیہ بسیطہ کسے کہتے ہیں؟ وضاحت کے ساتھ لکھیں۔ (ص١٧١۔امدادیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) قضیہ معدولہ ومحصلہ کی تعریف مع امثلہ (۲) قضیہ معدولہ ومحصلہ کی وجہ تسمیہ (۳) قضیہ بسیطہ کی وضاحت۔

جواب...... ❶ قضیہ معدولہ ومحصلہ کی تعریف مع امثلہ:۔ قضیہ معدولہ: وہ قضیہ حملیہ ہے جس میں حرفِ سلب موضوع یا محمول کا جزء ہو، پھر اس کی تین اقسام ہیں ① معدولۃ الموضوع: کہ حرفِ سلب صرف موضوع کا جزء ہو جیسے **اللاحيّ جمادٌ** ② معدولۃ المحمول: کہ حرفِ سلب صرف محمول کا جزء ہو جیسے **الجمادُ لاعالم** ③ معدولۃ الطرفین: کہ حرفِ سلب موضوع ومحمول

دونوں کا جزء ہو اللاحیّ لاعالم۔

قضیہ محصلہ: وہ قضیہ غیر معدولہ ہے جسمیں حرف سلب نہ موضوع کا جزء ہو اور نہ محمول کا جزء ہو اور وہ قضیہ موجبہ ہو جیسے **زید عالم**۔

❷ قضیہ معدولہ ومحصلہ کی وجہ تسمیہ:۔ قضیہ معدولہ کو معدولہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں حرف سلب (**لا، لیس، غیر**) موضوع ومحمول کا جزء ہونے کی وجہ سے اپنے اصل معنی (سلب ونفی) میں استعمال نہیں ہوتے اپنے اصلی معنی سے معدول ہوتے ہیں اس لئے اس کو معدولہ کہتے ہیں۔

قضیہ محصلہ کو محصلہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں حرف سلب موضوع ومحمول میں سے کسی کا بھی جزء نہیں ہوتا گویا اس کی دونوں طرفیں (موضوع ومحمول) وجودی ومحصل ہوتی ہیں اس لئے اس کو قضیہ محصلہ کہتے ہیں۔

❸ قضیہ بسیطہ کی وضاحت:۔ قضیہ بسیطہ وہ قضیہ غیر معدولہ ہے جس میں حرف سلب نہ موضوع کا جزء ہو اور نہ محمول کا جزء ہو اور وہ قضیہ سالبہ ہو جیسے **زید لیس بعالم**۔

......دروس البلاغة......

﴿السوال الثانی﴾ ١٤٣٧ھ

الشق الاوّل ......**وَالْاَصْلُ فِی الْخَبَرِ اَنْ یُلْقٰی لِاِفَادَةِ الْمُخَاطَبِ الْحُکْمَ الَّذِیْ تَضَمَّنَہُ الْجُمْلَةُ کَمَا فِیْ قَوْلِنَا حَضَرَ الْاَمِیْرُ اَوْ لِاِفَادَةِ اَنَّ الْمُتَکَلِّمَ عَالِمٌ بِہٖ نَحْوُ اَنْتَ حَضَرْتَ اَمْسِ وَیُسَمَّی الْحُکْمُ فَائِدَةَ الْخَبَرِ وَ کَوْنُ الْمُتَکَلِّمِ عَالِمًا بِہٖ لَازِمَ الْفَائِدَةِ وَقَدْ یُلْقَی الْخَبَرُ لِاَغْرَاضٍ اُخْرٰی کَالْاِسْتِرْحَامِ وَاِظْہَارِ الضُّعْفِ وَاِظْہَارِ التَّحَسُّرِ۔**

عبارت پر اعراب لگا کر بے غبار تشریح کریں، استرحام، اظہار ضعف اور اظہار تحسر کو مثالوں کے ذریعہ واضح کریں۔ (ص ١٩۔ امدادیہ)

﴿خلاصہ سوال﴾......اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (١) عبارت پر اعراب (٢) عبارت کی تشریح (٣) استرحام، اظہار ضعف واظہار تحسر کی وضاحت مع امثلہ۔

جواب..... ❶ عبارت پر اعراب:۔ **کمامرّ فی السوال آنفا**۔

❷ عبارت کی تشریح:۔ خبر کی حقیقی اور اصلی غرض بتانا چاہتے ہیں کہ کسی بھی خبر کی غرض ومقصد یقیناً دو چیزوں میں سے ایک ہوگی یا تو مخبر اپنی خبر کے ذریعہ مخاطب کو اس حکم کا فائدہ پہنچانا چاہتا ہے جو جملہ میں متضمن ہوتا ہے اور جس پر جملہ مشتمل ہوتا ہے جیسے اگر ہم کہیں کہ **حَضَرَ الْاَمِیْرُ** (امیر آگئے) تو اس خبر کے ذریعہ ہم نے مخاطب کو امیر کے آنے کے حکم کا فائدہ پہنچا دیا اور آنے نہ آنے کے بارے میں مخاطب کی جہالت کو دور کر دیا۔ اس حکم کو فائدۃ الخبر کہتے ہیں۔ اور خبر کی غرض ثانی مخاطب کو اس بات کا فائدہ پہنچانا ہوتا ہے کہ متکلم بھی اس خبر سے واقف کار ہے جیسے **اَنْتَ حَضَرْتَ اَمْسِ** (تو کل آیا) دیکھئے اس خبر کے ذریعہ اس متکلم نے مخاطب کیلئے کوئی نئی بات نہیں بتائی اور اسکی کوئی جہالت دور نہیں کی بلکہ اس خبر سے تو وہ پہلے ہی سے واقف کار ہے کیونکہ وہ تو خود ہی آنے والا ہے۔ البتہ متکلم نے اپنی واقفیت جتائی ہے اور دوسری غرض یعنی متکلم کا اس خبر سے واقف کار ہونے کو لازم فائدۃ الخبر کہیں گے۔ (مفتاح البلاغہ ص ٣٦)

اور کبھی خبر اس حقیقی واصلی غرض کے علاوہ دیگر اغراض مثلاً استرحام، اظہار ضعف واظہار تحسر وغیرہ کے لئے بھی آتی ہے۔

③ **استرحام، اظہارِ ضعف واظہارِ تحسر کی وضاحت مع امثلہ:۔** استرحام کا مطلب ہے رحمت طلب کرنا جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دُعا **رب انی لما انزلت الیّ من خیر فقیر** (اے میرے پروردگار میں اس خیر کا جو تو میری طرف نازل کرے محتاج ہوں) میں خبر بمعنی استرحام ہے یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام رحمت طلب کرنا چاہتے ہیں کہ اے پروردگار! میں تیری جانب سے نازل ہونے والی خیر کا حاجت مند ہوں اور تو میری حاجت روائی فرما۔

اظہارِ ضعف یعنی کمزوری وضعف کا اظہار کرنا جیسے حضرت زکریا علیہ السلام کی دُعا **رب انی وھن العظم منی واشتعل الرأس شیبا** (اے میرے پروردگار میری ہڈیاں کمزور ہوگئی ہیں اور میرے سر پر سفیدی پھیل گئی ہے) میں خبر بمعنی اظہارِ ضعف ہے یعنی حضرت زکریا علیہ السلام کی غرض اپنی ضعیفی وکمزوری اور پیرانہ سالی کا اظہار ہے۔

اظہارِ تحسر یعنی حسرت وافسوس کا اظہار کرنا جیسے امرأۃِ عمران کا یہ قول **رب انی وضعتها انثٰی** (اے میرے رب میں نے اس حمل کو بچی کی شکل میں جنا)۔اس مثال میں امرأۃ عمران اپنی نذر ومنت کے پورا نہ ہونے پر حسرت وافسوس کا اظہار کررہی ہیں۔

الشق الثانی......**کل مایحول فی الصدر من المعانی یمکن ان یعبر عنه بثلاث طرق المساواة والایجاز والاطناب** ۔(ص۷۶۔امدادیہ)

اطناب، تطویل اور حشو کے درمیان کیا فرق ہے؟ مثالوں سے واضح کریں نیز دواعی ایجاز اور دواعی اطناب لکھنا نہ بھولیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حل دو امور ہیں (۱) اطناب، تطویل وحشو میں فرق مع امثلہ (۲) دواعی ایجاز واطناب کی نشاندہی۔

جواب...... ① **اطناب، تطویل وحشو میں فرق مع امثلہ:۔** اطناب میں معنی مرادی کو ضرورت سے زائد الفاظ سے ادا کیا جاتا ہے اور اُن زائد الفاظ کا فائدہ بھی ہوتا ہے جیسے حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا **رب انی وھن العظم منی واشتعل الراس شیبا** اس میں حضرت زکریا علیہ السلام اگر صرف **رب انی کبرت** کے مختصر الفاظ ذکر کرتے تو طلبِ اولاد والا مقصد ادا ہوجاتا مگر اسکی جگہ **وھن العظم منی واشتعل الراس شیبا** کے طویل الفاظ ذکر کیے اور یہ طویل کلام بے فائدہ نہیں ہے کیونکہ یہ مقام طلبِ ولد کا تھا بڑھاپے کی وجہ سے اس کے ظاہری اسباب موجود نہیں تھے، اسلئے مقصد کے حصول کے لئے ایسی مؤثر اور درد انگیز دعا کی ضرورت تھی جس کی وجہ سے مخاطب کو ضرور رحم آجائے اور اس کا دل نرم ہوجائے، لہٰذا اس دعا کے زائد الفاظ خاص فائدہ کی وجہ سے ہیں۔

تطویل میں معنی مرادی کو ضرورت سے زائد الفاظ سے ادا کیا جاتا ہے اور ان کا کوئی فائدہ بھی نہیں ہوتا اور وہ زائد الفاظ متعین بھی نہیں ہوتے جیسے **الفی قولها کذبا و مینا** (اس جذیمہ نامی بادشاہ نے زباء عورت کے نکاح والے قول کو جھوٹ وفریب پایا) اس میں شاعر نے مرادِ متکلم کی ادائیگی کیلئے **کذبا** و **مینا** کے دو الفاظ ذکر کیے ہیں، صرف **کذبا** کہنے سے یا صرف **مینا** کہنے سے بات مکمل ہوسکتی تھی مگر دو الفاظ ذکر کئے اور ان میں سے ایک بے فائدہ لفظ ہے مگر وہ متعین نہیں ہے، اس لئے اس کو تطویل کہیں گے۔

حشو بھی تطویل کی طرح ہے البتہ اس میں بے فائدہ زائد الفاظ متعین ہوتے ہیں جیسے **وَاَعْلَمُ علم الیوم والامس قبله** (میں آج اور کل گذشتہ کی خبر جانتا ہوں) اس مثال میں متکلم نے معنی مرادی کی ادائیگی کیلئے **الامس قبله** کے دو الفاظ ذکر کئے ہیں، حالانکہ **امس** کا معنی کل گذشتہ ہی ہے، لہٰذا اسکے بعد **قبله** کا لفظ زائد ہے بے فائدہ ہے اور یہ زیادتی متعین بھی ہے اسلئے اس کو حشو کہیں گے۔

② دواعی ایجاز واطناب کی نشاندہی:۔ ایجاز کے متعدد دواعی و اسباب ہیں ① تسہیلِ حفظ: جیسے بلاغت میں دروس البلاغہ جو نہایت قلیل العبارت مگر کثیر المعانی ہے اور اس کی وجہ ایجاز حفظ میں آسانی ہے ② تقریب الفہم: یعنی ایک شخص جب کسی کلام کی تفصیلات کو سمجھ چکا ہے تو اس کلام کو موجز کریگا بوقتِ ضرورت اس موجز کلام کا استعمال کیا جائے تو پرانی سمجھی ہوئی باتیں اس کے لئے از سرِ نو تازہ ہو جائیں گی اور بھولی ہوئی بات کا دوبارہ سمجھ لینا بہت جلد ممکن ہوگا، اب دوسری مرتبہ اس شخص کے لئے لمبی تقریر اور کلام کو مطنب کرنے کی ضرورت نہ رہے گی ③ ضیقِ مقام: یعنی وقت کی تنگی ہے جیسے بیمار آدمی کیف انت کے جواب میں صرف علیل کہے اور انا کو حذف کردے ④ اخفاء الامر علی غیر المخاطب: جیسے مخاطب کو خبر دینے کے لئے صرف فعل کو ذکر کرنا تاکہ فاعل بقیہ لوگوں سے مخفی رہے جیسے اَقْبَلَ ای اقبل علیٌّ ⑤ دفع سامۃ المحادثۃ: یعنی اگر موجز کلام لایا جائے گا تو یہ کلام سمجھدار سامعین کی بوریت اور ان کے ملال کا سبب نہ ہوگا۔

اطناب کے متعدد دواعی و اسباب ہیں ① تثبیتِ معنی: یعنی مطنب کلام کے ذریعے متکلم کا اپنی بات کو سامع کے دل میں اچھی طرح جما دینا ② توضیح المراد: یعنی متکلم کا کسی سامع کیلئے اپنی بات کے معنی مرادی کو خوب اچھی طرح کھول دینا اور واضح کر دینا ③ کلام کو پختہ کرنا ④ کلام سے ابہام کو دور کرنا۔ (مفتاح البلاغہ ص ٢٠٠)

﴿السوال الثالث﴾ ١٤٣٧ھ

الشق الاوّل ......وينقسم (التشبيه) باعتبار الطرفين أيضًا الى ملفوف ومفروق ۔ (ص ١٠٢۔ امدادیہ)

تشبیہ ملفوف اور مفروق میں سے ہر ایک کی تعریف کر کے مثالوں سے واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں فقط تشبیہ ملفوف و مفروق کی وضاحت مع امثلہ مطلوب ہے۔

جواب ......تشبیہِ ملفوف و مفروق کی وضاحت مع امثلہ:۔ تشبیہ کی طرفین کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں ① ملفوف ② مفروق۔

تشبیہ ملفوف: وہ تشبیہ ہیں جس میں اولاً دو یا زیادہ مشبہ اکٹھے لائے جاتے ہیں پھر اسی طور پر مشبہ بہ لائے جاتے ہیں جیسا کہ امرؤ القیس شاعر کے اس شعر میں ہے۔

كَاَنَّ قُلُوْبَ الطَّيْرِ رَطْبًا وَيَابِسًا لدیٰ وَكْرِهَا الْعُنَّابُ وَالْحَشَفُ الْبَالِيْ

(عقاب کے گھونسلے کے قریب پرندوں کے گرے ہوئے تازہ و خشک قلوب ایسے لگتے ہیں گویا کہ وہ عناب اور باسی ورڈی چھوہارے ہیں اس شعر میں شاعر نے قلوب طیر کو یعنی رطب طری کو عناب اور قلب یابس کو تمر ردی سے تشبیہ دی ہے مشبہ رطب و یابس میں بھی تعدد ہے اسی طرح مشبہ بہ عناب اور تمر ردی میں بھی تعدد ہے)۔

تشبیہ مفروق: وہ تشبیہ ہے جس میں پہلے ایک مشبہ و ایک مشبہ بہ کو لایا جاتا ہے پھر اس طور پر کئی مشبہ اور کئی مشبہ بہ لائے جاتے ہیں جیسا کہ شاعر کا قول ہے۔

اَلنَّشْرُ مِسْكٌ وَّالْوُجُوْهُ دَنَا نِيْرُ وَاَطْرَافُ الْاَكُفِّ عَنَمْ

(ان عورتوں کی مہک کستوری ہے اور ان کے چہرے دینار کی طرح ہیں اور ان کی انگلیاں عنم کے درخت کی مثل ہیں جن کے پھول سرخ اور ڈالیاں نرم و نازک ہیں)۔ اس شعر میں تین تشبیہات کا ذکر ہے اور ہر مشبہ کے ساتھ ہی اسی کا مشبہ بہ بھی مذکور ہے

(النشرمسكٌ، الوجوه دنانیر، اطراف الاکف عنم)۔

﴿الورقة السادسة : فی المنطق﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۸ھ

الشق الاوّل ...... **والفرق بین الاعتبارین ظاهر فانه لو لم یوجد شیئ من المربعات فی الخارج یصح ان یقال کل مربع شکل بالاعتبار الاول دون الثانی ولو لم یوجد شیئ من الاشکال فی الخارج الا المربع یصح ان یقال کل شکل مربع بالاعتبار الثانی دون الاوّل۔**

عبارت کا واضح ترجمہ کریں، قضیہ حقیقیہ اور خارجیہ کی تعریف اور ان کے درمیان فرق مثال سے واضح کریں، قضیہ حقیقیہ خارج میں وجودِ موضوع کا تقاضا کرتا ہے؟ وضاحت کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) قضیہ حقیقیہ و خارجیہ کی تعریف اور فرق مع مثال (۳) قضیہ حقیقیہ کی خارج میں وجودِ موضوع کے تقاضے کی وضاحت۔

جواب ...... ❶ عبارت کا ترجمہ:۔ دونوں اعتبار میں فرق ظاہر ہے اس لئے کہ مربعات میں سے اگر کوئی شیئ خارج میں موجود نہ ہو تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہر مربع شکل ہے پہلے اعتبار سے نہ کہ دوسرے اعتبار سے اور اگر خارج میں کوئی شکل نہ پائی جائے سوائے مربع کے تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہر شکل مربع ہے ثانی اعتبار سے نہ کہ پہلے اعتبار سے۔

❷ قضیہ حقیقیہ و خارجیہ کی تعریف اور فرق مع مثال:۔ قضیہ محصورہ موجبہ کلیہ کی دو قسمیں ہیں۔ ① حقیقیہ: وہ قضیہ موجبہ کلیہ جو بحسب الحقیقت معتبر ہو یعنی اس میں حکم حقیقت کے اعتبار سے ہوتا ہے۔ ② خارجیہ: وہ قضیہ موجبہ کلیہ جو بحسب الخارج معتبر ہو یعنی اس میں حکم خارج کے اعتبار سے ہوتا ہے۔ اس تعریف سے دونوں میں فرق بھی معلوم ہو گیا کہ حقیقیہ میں حکم حقیقت کے اعتبار سے ہوتا ہے اور خارجیہ میں حکم خارج کے اعتبار سے ہوتا ہے مثلاً اگر خارج میں کوئی شکل مربع موجود نہ ہو تو **کل مربع شکل** " یہ قضیہ خارج میں موجود نہ ہونے کی وجہ سے حقیقیہ ہو کر تو صادق ہوگا مگر خارجیہ ہو کر صادق نہ ہوگا اور اگر خارج میں موجود شکلیں مربع ہی ہوں تو **کل شکل مربع** " خارج میں موجود ہونے کی وجہ سے خارجیہ ہو کر تو صادق ہوگا مگر حقیقیہ ہو کر صادق نہ ہوگا۔ (الدرر السنیہ ص ۲۹۳)

❸ قضیہ حقیقیہ کی خارج میں وجودِ موضوع کے تقاضے کی وضاحت:۔ قضیہ حقیقیہ اس بات کا تقاضا نہیں کرتا کہ اس کے موضوع کے افراد خارج میں موجود ہوں یعنی قضیہ حقیقیہ کے صادق ہونے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اس کے انواع کے افراد خارج میں موجود ہوں بلکہ اس میں تعیم ہے خواہ اس کے موضوع کے افراد خارج میں موجود ہوں یا موجود نہ ہوں بلکہ ممکنہ مفروضۃ الوجود ہوں پس اگر قضیہ حقیقیہ کے موضوع کے افراد خارج میں موجود نہ ہوں تو پھر حکم صرف افراد ممکنہ مفروضۃ الوجود پر ہوگا اور اگر اس کے موضوع کے افراد خارج میں موجود ہوں تو پھر حکم صرف افراد فی الخارج پر بند نہیں ہوگا بلکہ حکم افراد موجود فی الخارج پر بھی ہوگا اور افراد ممکنہ مفروضۃ الوجود پر بھی ہوگا بخلاف قضیہ خارجیہ کے کہ وہ خارج میں وجود موضوع کا تقاضا کرتا ہے یعنی قضیہ خارجیہ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اس کے موضوع کے افراد خارج میں موجود ہوں یعنی قضیہ خارجیہ کے صادق ہونے کے لئے اس کے

موضوع کے افراد کا خارج میں موجود ہونا ضروری ہے لہٰذا قضیہ خارجیہ میں حکم صرف افراد موجودہ فی الخارج پر ہوگا۔

الشق الثانی ...... **الفصل الثالث: فی مباحث الکلی والجزئی، وهو خمسة ، الاول:الکلی قد یکون ممتنع الوجود فی الخارج لالنفس مفهوم اللفظ کشریك الباری عزاسمه وقدیکون ممکن الوجود ولکن لایوجد کالعنقاء......** (ص۱۰۴-امدادیہ)

کلی اور جزئی کی تعریفات، وجہ تسمیہ اور مثالیں تحریر کریں۔ **وهو خمسة** میں ضمیر کا مرجع ذکر کریں۔ وجود خارجی کے اعتبار سے کلی کی اقسام مع امثلہ ذکر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) کلی وجزئی کی تعریف اور وجہ تسمیہ مع امثلہ (۲) ھو ضمیر کا مرجع (۳) وجود خارجی کے اعتبار سے کلی کی اقسام مع امثلہ۔

جواب ...... ❶ کلی وجزئی کی تعریف اور وجہ تسمیہ مع امثلہ:۔ کلی: وہ مفہوم ہے جسکا نفس تصور اسمیں شرکت سے مانع نہ ہو۔ جزئی: وہ مفہوم ہے کہ اس کا نفس تصور اس میں شرکت سے مانع ہو اوّل کی مثال جیسے انسان اس میں شرکت ممتنع نہیں ہے اور ثانی کی مثال جیسے زید اس میں زید کے ساتھ شرکت ممتنع ہے۔

وجہ تسمیہ: کلی عام طور پر جزئی کا جزء ہوتی ہے اور جزئی عام طور پر کلی کا کل ہوتی ہے جیسے انسان اپنی جزئی زید کا جز ہے کیونکہ زید ماہیت انسانی مع التشخص کا نام ہے لہٰذا انسان زید کا جزء اور زید انسان کا کل ہوا۔ اور شئی کا کلی ہونا جزئی کے اعتبار سے اور جزئی ہونا کلی کے اعتبار سے ہوتا ہے اور جب کلی منسوب ہوگی جزئی کی طرف جو کل ہے تو جو کل کی طرف منسوب ہو وہ کلی ہوتی ہے۔ اس لئے اس کو کلی کہتے ہیں اور جزئی منسوب ہے کلی کی طرف جو جزء ہے اور منسوب الی الجزء جزئی ہوتی ہے اسلئے اس کو جزئی کہتے ہیں۔

❷ ھو ضمیر کا مرجع:۔ اس میں ضمیر کا مرجع بحث ہے یعنی اس فصل میں کلی وجزئی کے متعلق پانچ بحثیں ہوں گی۔

❸ وجودِ خارجی کے اعتبار سے کلی کی اقسام مع امثلہ:۔ وجود خارجی کے اعتبار سے کلی کی چھ قسمیں ہیں۔ ① وہ کلی ممتنع الوجود ہو جیسے شریک باری تعالیٰ خارج میں اس کا وجود ممتنع ہے ② وہ کلی ممکن الوجود ہو مگر خارج میں اسکا کوئی فرد نہ ہو جیسے عنقاء پرندہ، اسکا وجود ممکن ہے مگر خارج میں اسکا کوئی فرد نہیں ہے ③ وہ کلی ممکن الوجود ہو مگر خارج میں اس کا صرف ایک فرد ہو دوسرا فرد ممتنع ہو جیسے وجودِ باری تعالیٰ اس کا خارج میں صرف ایک ہی فرد ہے دوسرا فرد ممتنع ہے ④ وہ کلی ممکن الوجود ہو خارج میں اس کا صرف ایک فرد ہو اور دوسرے کا امکان بھی ہو جیسے سورج خارج میں اس کا ایک ہی فرد ہے البتہ دوسرے کا امکان ضرور ہے ⑤ اس کلی کے خارج میں کثیر افراد ہوں جو لامتناہی ہوں جیسے معلومات باری تعالیٰ اس کی حد وانتہاء نہیں ہے ⑥ اس کلی کے خارج میں کثیر افراد پائے جائیں اور وہ افراد متناہی ہوں جیسے کواکب سیارہ۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۸ھ

الشق الاوّل ...... **واما تسمیة الدلالة الاولی بالمطابقة فلان اللفظ مطابق ای موافق لتمام ما وضع له.**

دلالت کا لغوی، اصطلاحی معنی ذکر کریں، دلالت کی اقسام ستہ مع امثلہ تحریر کرکے واضح کریں کہ مناطقہ کی بحث صرف لفظیہ

وضعیہ سے کیوں ہوتی ہے؟ **واما تسمیة الدلالة الاولیٰ** سے غرض شارحؒ واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) دلالت کا لغوی، اصطلاحی معنی (۲) دلالت کی اقسام ستہ مع امثلہ (۳) مناطقہ کے صرف لفظیہ وضعیہ سے بحث کی وجہ (۴) **واما تسمیة الدلالة الاولیٰ** سے غرض شارحؒ کی وضاحت۔

جواب ...... ❶ دلالت کا لغوی، اصطلاحی معنی:۔ دلالت کا لغوی معنی راستہ دکھانا و رہنمائی کرنا اور اصطلاح میں **کون الشیئ بحیث یلزم من العلم به العلم بشیئ آخر** (کسی شیئ کا اس طرح ہونا کہ اس کے علم سے دوسری نامعلوم شیئ کا علم ہو جائے۔

❷ دلالت کی اقسام ستہ مع امثلہ:۔ دلالت کی اولاً دو قسمیں ہیں لفظیہ و غیر لفظیہ۔ لفظیہ وہ دلالت ہے جس میں دال لفظ ہو جیسے لفظ زید کی دلالت ذات زید پر، غیر لفظیہ وہ دلالت ہے جس میں دال غیر لفظ ہو جیسے دوال اربعہ (خطوط، نصب، اشارات وعقود) کی دلالت اپنے اپنے مدلولات پر۔

پھر دلالت لفظیہ کی تین قسمیں ہیں ① وضعیہ: وہ ہے جس میں دلالت کرنے والا کوئی لفظ ہو اور دلالت کرنے کی وجہ واضع کی وضع ہو، یعنی واضع نے کوئی لفظ مدلول پر دلالت کرنے کیلئے وضع کر دیا ہو۔ جیسے زید کا نام جو اس کے والد نے زید پر دلالت کرنے کیلئے رکھا ہے ② طبعیہ: وہ ہے جس میں دال کوئی لفظ ہو اور دلالت کرنے کی وجہ طبیعت کا تقاضا ہو یعنی کوئی لفظ کسی طبعی تقاضے پر دلالت کرے جیسے آہ آہ کا لفظ دلالت کرتا ہے تکلیف پر ③ عقلیہ: وہ ہے جس میں دال کوئی لفظ ہو اور دلالت عقلی تقاضے کی بناء پر ہو یعنی دال کا کسی مدلول پر دلالت کرنا عقل کے ذریعہ معلوم ہو جیسے کوئی بھی آواز اگر دیوار کے پیچھے سے سنائی دے تو سننے والے کو معلوم ہو جاتا ہے کہ کوئی بولنے والا موجود ہیں۔

پھر دلالت لفظیہ وضعیہ کی تین اقسام ہیں دلالت مطابقی، تضمنی والتزامی۔ ان کی تفصیل **کما مرّ فی الشق الثانی من السوال الاوّل ١٤٢٩ھ**۔

❸ مناطقہ کے صرف لفظیہ وضعیہ سے بحث کی وجہ:۔ الفاظ کی بحث کو لانے کی وجہ افادہ واستفادہ ہے اور افادہ واستفادہ لفظیہ وضعیہ کے ذریعہ آسان ہے اور باقی پانچ اقسام میں مشکل ہے۔ اسلئے مناطقہ صرف دلالت لفظیہ وضعیہ سے بحث کرتے ہیں۔

❹ **واما تسمیة الدلالة الاولیٰ** سے غرض شارحؒ کی وضاحت:۔ دلالت لفظیہ وضعیہ کی قسم اوّل دلالت مطابقی کی وجہ تسمیہ کو بیان کرنا چاہتے ہیں کہ مطابقت کا معنی موافقت و برابری ہے جب دو جوتے بالکل برابر ہو جائیں تو کہا جاتا ہے **طابق النعل بالنعل** چونکہ اس دلالت میں بھی لفظ اپنے پورے معنی موضوع لہٗ پر دلالت کرتا ہے تو گویا دال ومدلول میں موافقت و برابری ہوتی ہے اس لئے اس کو دلالت مطابقی کہتے ہیں۔

الشق الثانی ...... **اِنَّ اَبْهٰى دُرَرٍ تُنْظَمُ بِبَنَانِ الْبَيَانِ وَاَزْهَرَ زَهْرٍ تُنْثَرُ فِیْ اَرْدَانِ الْاَذْهَانِ حَمْدُ مُبْدِعٍ اَنْطَقَ الْمَوْجُوْدَاتِ بِاٰيَاتِ وُجُوْبِ وُجُوْدِهٖ وَشُكْرُ مُنْعِمٍ اَغْرَقَ الْمَخْلُوْقَاتِ فِیْ بِحَارِ اِفْضَالِهٖ وَجُوْدِهٖ۔**

اعراب لگا کر ترجمہ کریں، عبارت میں مذکور استعارات واضح کریں، شارحؒ کے حالات لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) عبارت میں

مذکوراستعارات کی وضاحت (۴) شارحؒ کے حالات۔

جواب ...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ بیشک ان موتیوں میں سے جو پروئے جاتے ہیں بیان کے پوروں کے ساتھ خوبصورت ترین موتی اور ان کلیوں میں سے جو بکھیری جاتی ہیں ذہنوں کی آستینوں میں بہترین کلی وہ حمد کرنا ہے ایسے پیدا کرنیوالے کی جس نے گویا بنادیا تمام موجودات کو اپنے واجب الوجود ہونے کی نشانیوں کے ساتھ اور شکر کرنا ہے ایسے انعام کرنے والے کا جس نے ڈبودیا تمام مخلوقات کو اپنے احسان اور سخاوت کے سمندروں میں۔

❸ عبارت میں مذکور استعارات کی وضاحت:۔ "اِنَّ اَبْهٰى دُرَرٍ تُنْظَمُ" اس عبارت میں کلمات کو دُرَرٍ کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔کلمات مشبہ اور دُرَرٌ مشبہ بہ ہے۔ مشبہ بہ کو ذکر کیا ہے اور مشبہ کا ارادہ کیا ہے لہٰذا یہ استعارہ مصرحہ ہوا۔ بہاء (خوبصورت ہونا) یہ دُرَرٌ کو لازم ہے اور دُرَرٌ یہ مشبہ بہ ہے اس کے لازم کو مشبہ یعنی کلمات کیلئے ثابت کیا گیا ہے لہٰذا یہ استعارہ تخییلیہ ہوا۔نظم پرونا یہ دُرَرٌ (مشبہ بہ) کے مناسب ہے اس کو مشبہ (کلمات) کیلئے ثابت کیا گیا ہے لہٰذا یہ استعارہ ترشیحیہ مرشحہ ہوا۔

"بِبَنَانِ الْبَيَانِ" اس میں بیان کو اصابع (انگلیوں) کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔قرینہ بنانٌ ہے کیونکہ پورے انگلیوں کے ہوتے ہیں اصابع مشبہ بہ ہے اور بیان مشبہ ہے، مصنف نے مشبہ کو ذکر کیا اور مشبہ کا ارادہ کیا لہٰذا یہ استعارہ بالکنائیہ ہوا۔ بنان (پورے) یہ انگلیوں کو لازم ہیں۔ان کو (مشبہ بہ کے لازم کو) مشبہ (بیان) کیلئے ثابت کیا جارہا ہے لہٰذا یہ استعارہ تخییلیہ ہوا اور نظم یعنی پرونا انگلیوں کے مشبہ بہ کے لئے مناسب ہے اس کو (مشبہ) یعنی بیان کے لئے ثابت کیا جارہا ہے لہٰذا یہا استعارہ ترشیحیہ ہوا۔

"اَزْهَرَ زَهْرٍ تُنْثَرُ" اس عبارت میں زهر یہ مشبہ بہ ہے اور کلمات مشبہ ہیں۔ مصنفؒ نے مشبہ بہ کو ذکر کیا ہے اور مشبہ یعنی کلمات کا ارادہ کیا ہے لہٰذا یہ استعارہ مصرحہ ہوا اور اِزْهَارَ (کھلنا) یہ زهر (کلی) کو لازم ہے، مصنف نے مشبہ بہ کے لازم (اِزْهَار) کو مشبہ یعنی کلمات کے لئے ثابت کیا ہے لہٰذا یہ استعارہ تخییلیہ ہوا۔اور نثر بکھرنا یہ کلی (زهر) کے مناسب ہے اور زہر کے مناسب یعنی نثر کو مشبہ یعنی کلمات کے لئے ثابت کیا ہے لہٰذا یہ استعارہ ترشیحیہ ہوا۔

"فِیْ اَرْدَانِ الْاَذْهَانِ" اس عبارت میں اذہان یہ مشبہ ہے اور مشبہ بہ ثوب (کپڑا) ہے۔اور مصنفؒ نے فقط مشبہ کو ذکر کیا ہے اور مشبہ ہی کا ارادہ کیا ہے لہٰذا یہ استعارہ مکنیہ ہوا اور اردان ردن کی جمع ہے، ردن (آستین) یہ کپڑے کو لازم ہے۔ یہاں مشبہ بہ یعنی ثوب کے لازم کو مشبہ یعنی اَذْهَان کیلئے ثابت کیا جارہا ہے لہٰذا یہ استعارہ تخییلیہ ہوا اور بکھرنا کپڑے کے مناسب ہے اس کو بکھرنے کو ذہن کے لئے ثابت کیا جارہا ہے لہٰذا یہ استعارہ ترشیحیہ ہوا۔

"بِحَارِ اِفْضَالِهٖ وَجُوْدِهٖ" اس میں مصنفؒ نے افضال اور جود کو تشبیہ دی ہے پانی کے ساتھ۔ یہاں مصنفؒ نے مشبہ یعنی افضال اور جود بول کر افضال اور جود ہی مراد لیا لہٰذا یہ استعارہ بالکنایہ ہوا اور بحر (وسعت) مشبہ بہ (پانی) کو لازم ہے لہٰذا یہاں مصنفؒ نے مشبہ بہ کے لوازمات میں سے ایک لازم کو مشبہ یعنی افضال اور جود کے لئے ثابت کیا ہے لہٰذا یہ استعارہ تخییلیہ ہوا اور ڈبونا یہ مشبہ بہ (پانی) کے مناسب ہے یہاں مصنفؒ نے مشبہ بہ کے مناسبات میں سے ایک مناسب کو مشبہ یعنی جود اور افضال

کے لئے ثابت کیا ہے لہٰذا یہ استعارہ ترشیحیہ ہوا۔

❹ شارحؒ کے حالات:۔ آپ کا نام محمد بن محمد رازی ہے۔شیخ جلال الدین سیوطی اور صاحب کشف الظنون نے ان کا نام ''محمود'' بتایا ہے۔ابو عبداللہ کنیت ہے۔قطب الدین تحتانی لقب ہے، رازی ''ری'' کی طرف منسوب ہے جو بلاد ''دیلم'' کا ایک شہر ہے۔قطب الدین رازی نے اپنے بلاد میں رہ کر ہی علوم شرعیہ اور علوم عقلیہ کی تحصیل کی، مختلف بزرگوں سے استفادہ کے بعد دمشق چلے گئے، پوری زندگی وہیں گزاری۔علامہ تاج الدین سبکی ان کی تعریف کرتے ہوئے یہ لکھتے ہیں "**امام مبرز فی المعقولات اشتهر اسمه وبعد صيته**" یعنی معقولات میں چوٹی کے امام تھے، آپ کا نام مشہور ہوگیا اور دور دراز علاقہ تک آپ کی شہرت پھیل گئی تھی چنانچہ جب وہ ۷۶۳ھ میں دمشق پہنچے اور ہم نے ان سے بحث ومباحثہ کیا تو منطق وحکمت میں امام اور معانی وبیان وعلم تفسیر کا بہترین عالم پایا (طبقات کبری) حافظ ابن کثیرؒ ان کی تعریف میں فرماتے ہیں "**احد المتكلمين العالمين بالمنطق**"۔

درس وتدریس میں آپ کو بہت مہارت تھی، مشکل ترین مباحث کو بالکل آسان کر کے بیان کرتے تھے آپ کے تلامذہ آسمان علم کے آفتاب وماہتاب بن کر نمودار ہوئے۔سعد الدین تفتازانی جیسی شخصیت نے آپ سے استفادہ کیا ہے اور محقق وقت علامہ جلال الدین دوانی بھی آپ ہی کے شاگرد ہیں۔میر سید شریف جرجانی بھی آپ کے پاس استفادہ کے لئے حاضر ہوئے تھے لیکن چونکہ قطب الدین رازی اس وقت بہت ضعیف ہو چکے تھے اس لئے انہیں استفادہ کا موقع نہ مل سکا۔

وفات: ایک قول کے مطابق آپ نے چوہتر سال کے لگ بھاگ عمر پائی۔۶ ذیقعدہ ۷۶۶ھ میں آپ کا انتقال ہوا ہے۔

تصانیف: ① لوامع الاسرار شرح مطالع الانوار، منطق وحکمت میں بہت مفید کتاب ہے۔② محاکمات شرح اشارات، محقق نصیر الدین طوسی اور امام فخر الدین رازی نے شیخ بوعلی ابن سینا (متوفی ۴۲۸ھ) کی کتاب ''الاشارات والتنبیہات'' کی شرح لکھی ہے اور صاحب کتاب پر نقض، معارضہ، بحث ومباحثہ اور بہت کچھ لے دے کی ہے، اسی لئے بعض حضرات نے فخر الدین رازی کی شرح کو ''جرح'' سے تعبیر کیا ہے۔قطب الدین رازی نے فخر الدین رازی کے کلام پر کچھ اعتراضات وابحاث جمع کر کے قطب الدین شیرازی کو دکھائے، آپ نے فرمایا "**التعقب على صاحب الكلام الكثير يسير وانما اللائق بك ان تكون حكما بينه وبين النصير**" تو اس پر آپ نے ''محاکمات'' تصنیف کی۔③ رسالہ قطبیہ ④ حواشی کشاف (الی سورہ طٰہٰ)

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۸ھ

الشق الاول ......اِذَا اُرِيْدَ اِفَادَةُ السَّامِعِ حُكْمًا فَاَيُّ لَفْظٍ يَدُلُّ عَلٰى مَعْنًى فِيْهِ فَالْاَصْلُ ذِكْرُهٗ، وَاَيُّ لَفْظٍ عُلِمَ مِنَ الْكَلَامِ لِدَلَالَةِ بَاقِيْهِ عَلَيْهِ فَالْاَصْلُ حَذْفُهٗ وَاِذَا تَعَارَضَ هٰذَانِ الْاَصْلَانِ فَلَا يُعْدَلُ عَنْ مُقْتَضٰى اَحَدِهِمَا اِلٰى مُقْتَضَى الْاٰخَرِ اِلَّا لِدَاعٍ، فَمِنْ دَوَاعِي الذِّكْرِ۔ (ص۳۸۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں، ترجمہ کریں اور عبارت کا مطلب بیان کریں۔دواعی ذکر کو بمع امثلہ مختصراً ذکر فرمائیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حل چار امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) عبارت کا مطلب (۴) دواعی ذکر کی وضاحت مع امثلہ۔

جواب ...... ① عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ جب سامع کو کسی حکم کا فائدہ پہنچانے کا ارادہ کیا جائے تو جو لفظ اپنے معنی پر دلالت کرے تو اصل اس کا ذکر کرنا ہوگا۔ اور جو لفظ کلام سے سمجھا جائے کلام کے بقیہ حصہ کے اس پر دلالت کرنے کی وجہ سے تو اصل اس کا حذف کرنا ہوگا اور جب یہ دونوں اصل ایک دوسرے سے متعارض ہو گئے تو ایک کے مقتضاء سے دوسرے کے مقتضاء کی طرف بغیر کسی داعی وسبب کے عدول نہیں کیا جاسکتا۔ بس ذکر کے دواعی میں سے ہے۔

③ عبارت کا مطلب:۔ اس عبارت میں دواعی ذکر و دواعی حذف کو بیان کرنے کی تمہید ہے کہ کسی کلام میں مسند یا مسندالیہ، مفعولات یا دیگر قیودات کو ذکر کرنا یا حذف کرنا دونوں امر ہی فائدہ سے خالی نہیں ہیں۔ بالفاظ متن جو لفظ ایسا ہو کہ وہ اپنا معنی بتلائے تو اصل اس کو ذکر کرنا ہے اور جو لفظ کلام سے خود ہی سمجھا جائے بقیہ کلام کے اس پر دلالت کرنے کی وجہ سے تو اصل اس کو حذف کرنا ہے۔ جب یہ دونوں اصل (ذکر و حذف کرنا) باہم متعارض ہیں تو کسی داعی وسبب کے بغیر ہم ایک کے مقتضیٰ کو چھوڑ کر دوسرے کے مقتضیٰ پر عمل نہیں کر سکتے۔ اس لئے دونوں کے دواعی و اسباب کو جاننا ضروری ہے۔

④ دواعی ذکر کی وضاحت مع امثلہ:۔ وضاحت و پختگی: وضاحت اور پختگی سے مراد یہ ہے کہ اگر کسی کلام کے مخصوص لفظ کو ذکر نہ بھی کیا جائے تب بھی وہ کلام پختہ اور واضح ہو مگر اس مخصوص لفظ کو ذکر کرنے کی وجہ سے فائدہ یہ ہوگا کہ اس کی وضاحت اور پختگی میں مزید اضافہ ہو جائے گا جیسے اُولٰئك علٰی هدیً من ربهم واولٰئك هم المفلحون یہاں اگر دوسرا اولٰئك ذکر نہ کیا جاتا تو بھی اصل معنیٰ اور مراد تو حاصل ہو ہی جاتی۔ کہ وہ لوگ من جانب اللہ ہدایت یافتہ ہیں اور وہ بامراد و کامیاب ہیں۔ دیکھیے یہ کلام واضح اور پختہ ہے مگر ایک اور اولٰئك داخل کر دیا گیا تو مزید پختگی آ گئی اور معنیٰ یہ ہو گیا کہ وہی لوگ من جانب اللہ ہدایت یافتہ ہیں اور وہی لوگ بامراد و کامیاب ہیں کوئی اور نہیں یہاں مسندالیہ کو ذکر کیا گیا ہے۔

② دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر بجائے ذکر کے اس لفظ کو حذف کیا جائے اور محذوف پر دلالت کرنے والا کوئی واضح وقوی قرینہ بھی موجود نہ ہو یا قرینہ تو واضح وقوی ہو مگر فہم سامع ضعیف و کمزور ہو۔ نتیجتاً اس کلام سے بجائے معنیٰ مرادی کے دوسرا معنیٰ غیر مرادی کا وہم ہو سکتا ہو تو ایسی صورت میں اس لفظ کو ذکر کرنا ضروری ہوگا۔ جیسے مثلاً آپ اپنے مخاطب کے سامنے زید کے فضائل اور اس کی خوبیاں بیان کر رہے تھے اور اس درمیان کچھ ادھر اُدھر کی دوسری باتیں بھی ہوئیں یا اس ضمن میں کسی اور صاحب کا تذکرہ آ گیا اور زید کا تذکرہ کیسے ہوئے کافی دیر بھی ہو چکی ہے۔ پھر آپ یوں کہیں ھو نعم الصدیق وہ کیا ہی خوب دوست ہے۔ تو ممکن ہے کہ آپ کا مخاطب مذکورہ بالا وجہوں میں سے کسی ایک کی وجہ سے ھو کی ضمیر کا مرجع کوئی دوسرا شخص سمجھ لے۔ مثلاً بجائے زید کے عمر یا بکر کو اچھا دوست سمجھ بیٹھے تو لہٰذا آپ کو ایسے موقع پر ھو کے مرجع یعنی زید کو ذکر کرنا ضروری ہوا اور آپ کو یوں کہنا چاہئے۔ زید نعم الصدیق یہاں ذکر کیا جانے والا لفظ زید ہے جو کلام میں مسندالیہ واقع ہوا ہے۔

③ تیسری وجہ یہ ہے کہ سامع کی غباوت اور کم عقلی پر اشارے کنائے کے طور پر چھیڑ اور چوٹ کرنا ہے۔ جیسے ایک غبی شخص نے کسی ذکی اور دانا آدمی سے یوں پوچھا کہ ماذا قال عمرو (عمرو نے کیا کہا) اب ظاہر ہے جواب میں صرف قال کذا کہنا

چاہئے تھا مگر اس کی بجائے جس مسئول عنہ کا نام سوال میں آ چکا تھا اسے اپنے جواب عمرو قال کذا میں مکرر ذکر کر کے اس غبی مخاطب پر لطیف پیرائے میں چوٹ کردی ہے۔ کہ اے میرے مخاطب تو اس قدر کم عقل اور زود نسیان ہے کہ تو سوال کر کے خود اپنا مسئول عنہ بھول گیا ہوگا اس لئے مجھے پورا جواب مسئول عنہ کے تسمیہ کے ساتھ ذکر کرنا پڑا۔ تا کہ تیرے ذہول ونسیان کا تدارک ہو سکے۔ یہاں ذکر کیا جانے والا لفظ عمرو ہے جو کلام میں مسند الیہ واقع ہو رہا ہے۔

④ سامع کے لئے کلام کو اسقدر محکم و پختہ کرنا ہوتا ہے کہ جس سے اس سامع کو بجز اعتراف و اقرار کے کوئی چارہ کار نہ ہو اور انکار کا رورد کی کوئی گنجائش نہ رہے۔ جیسے اگر زید نے عمرو سے ایک ہزار درہم کا قرض لیا تھا اور اس کا کچھ لوگوں کی موجودگی میں اقرار و اعتراف بھی کر چکا تھا کہ میں نے عمرو سے ایک ہزار درہم بطور قرض لئے تھے مگر کچھ دنوں بعد قرض خواہ عمرو نے مقروض زید سے اپنا قرضہ طلب کیا تو وہ منکر ہو گیا اور دینے سے انکار کر دیا۔ اب معاملہ عدالت میں پہنچا اور بقاعدہ **البینة علی المدعی والیمین علیٰ من انکر عمرو مدعی** سے گواہ طلب کیا گیا اور اس نے گواہ پیش کر دیا اب اس گواہ سے حاکم و قاضی عدالتی و قانونی زبان میں سوال کرتے ہوئے یوں پوچھے گا کہ **هل اقر زید هٰذا بان علیه الف درهم** تو اس کے جواب میں زیرک و ہوشیار شاہد نے یوں کہا **نعم زید هٰذا اقر بان علیه الف درهم** دیکھئے اگر یہ شاہد صرف **نعم** کہتا یا **نعم هو اقر بان علیه الف درهم** کہتا جب بھی بات درست اور مراد حاصل ہو جاتی مگر ان دونوں صورتوں میں کبھی کسی دوسرے وقت مدعیٰ علیہ زید کچھ حیلے اور تاویلات بعیدہ کر سکتا تھا کہ اس شاہد نے فلاں دن بوقت شہادت جو بیان دیا تھا وہ سچا تو ہے مگر اس نے میرا نام زید نہیں لیا یا ہو سے مراد میں نہیں بلکہ کوئی دوسرا شخص کسی اور نام کا یا میرے ہی ہم نام کا نام لیا تھا۔ مگر اس سے مراد میں نہیں بلکہ فلاں زید بن فلاں مراد تھا۔ اس انکار کے موقعہ اور امکان کو ختم کرنے کے لئے اس شاہد نے زید ھذا کا لفظ بڑھا کر دوسرے سارے احتمالات کا دفعیہ کر دیا اور مقروض مدعیٰ علیہ زید کو پوری طرح اپنے شکنجے میں کس لیا۔

⑤ کبھی کسی لفظ کو استعجاب وحیرت کے اظہار کے مقصد سے ذکر کیا جاتا ہے۔ جبکہ اس کلام کا مضمون اور حکم نادر اور انوکھا ہو جیسے ایک شخص سے کسی نے پوچھا **هل علیٌّ یقاوم الاسد** کیا علی شیر سے مقابلہ کر رہا ہے۔ تو مجیب نے جواب دیا **علیٌّ یقاوم الاسد** علی شیر سے مقابلہ کر رہا ہے۔ دیکھیے علی کا ذکر اسم ظاہر کی شکل میں سائل کے سوال میں آ چکا تھا اب مجیب کے لئے اتنا کہہ دینا ہی کافی تھا کہ **نعم** یا **نعم هو یقاوم الاسد** مگر اس نے بجائے ضمیر کے اسم ظاہر لا کر اپنے تعجب کا اظہار کرنا چاہا ہے کہ ہاں بھائی صورت واقعہ اور حقیقت حال ایسی ہی ہے کہ علی ہی شیر سے نبرد آزما ہو رہا ہے۔ چاہے مجھے یا آپ کو کتنا ہی تعجب کیوں نہ ہو۔ یہاں بھی سابقہ مثالوں کی طرح ذکر کیا جانے والا لفظ کلام میں مسند الیہ واقع ہو رہا ہے۔

⑥ کبھی کسی لفظ کے عظمت یا حقارت کے معنیٰ ظاہر کرنے کیلئے ذکر کیا جاتا ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ وہ لفظ عظمت یا حقارت کا مفہوم ومعنیٰ ادا کرنے والا بھی ہو جیسے اگر کسی نے آپ سے یوں پوچھا **هل رجع القائد** کیا امیر لشکر جہاد سے فارغ ہو کر واپس آ گئے۔ اب اگر آپ کو نہ صرف ان کے آنے کی خبر دینا ہے بلکہ یہ بھی بتانا ہے کہ انہیں اس معرکے میں فتح ونصرت بھی حاصل ہوئی ہے اور آپ ان کی عظمت بیان کرنا چاہتے ہیں تو یوں جواب دیں گے۔ **رجع المنصور** فتح یاب امیر لوٹے۔ دیکھئے یہاں اگر آپ

اپنے جواب میں صرف نعم کہتے یانعم رجع یا نعم رجع الامیر کہتے تو بھی آپ کیلئے درست تھا کیونکہ سوال میں تو اسم ظاہر آ ہی چکا ہے۔اب اس کیلئے ضمیر لانا چاہئے تھایا اسی اسم ظاہر کو دوبارہ لے آتے تب بھی صحیح تھا مگر ان صورتوں میں صرف واپسی کا حکم بیان ہوتا اور اس حکم سے زائد امیر کی عظمت بتانے کا مقصد حاصل نہ ہوتا۔اب آپ نے جو المنصور کی شکل میں اسم ظاہر ذکر کیا اس سے اصل حکم کے ساتھ ایک زائد معنیٰ تعظیم کا بھی ادا ہو گیا اس پر دوسری مثال رجع المھزوم کو بھی قیاس کر لیجئے جو تحقیر کا معنیٰ ادا کرتی ہے۔ان دونوں مثالوں میں ذکر کیا جانے والا لفظ المنصور اور المھزوم ہے جو ان مثالوں میں مسند الیہ واقع ہو رہے ہیں۔

الشق الثانی......قصر کی تعریف اور طرقِ قصر کو مع امثلہ تحریر کریں،قصر حقیقی اور اضافی کی تعریف کر کے مثالوں کے ذریعہ واضح کریں۔(ص٦٦۔امدادیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں تین امور حل طلب ہیں (١) قصر کی تعریف (٢) طرق قصر مع امثلہ (٣) قصر حقیقی اور قصر اضافی کی تعریف ومثال۔

جواب...... ❶ قصر کی تعریف:۔ قصر کا لغوی معنیٰ روکنا ہے اور اصطلاحی تعریف یہ ہے **تخصیص شئ بشئ بطریق مخصوص** ایک شی کو دوسری شیئ کے ساتھ قصر کے کسی ایک طریقے کے ذریعے مخصوص اور منحصر کرنا قصر ہے۔

❷ طرق قصر مع امثلہ:۔ قصر کے مشہور طرق چار ہیں ① نفی واستثناء ہو جیسے **ان ھذا الاملك كريمٌ** (نہیں ہے یہ مگر ایک قابل قدر فرشتہ) ② **انما** کا استعمال ہو جیسے **انما الفَاهِمُ عَلِيٌّ** (سمجھدار تو علی ہی ہے) ③ **لا یا بل یالکن** کے ذریعہ عطف کرنا جیسے **اَنَا نَاثِرٌ لَا نَاظِمٌ** میں نثر کہنے والا ہوں نظم کہنے والا نہیں **مَا اَنَا حَاسِبٌ بَلْ كَاتِبٌ** میں حساب جاننے والا نہیں ہوں بلکہ کاتب ہوں ④ جس چیز کو کلام میں مؤخر ہونا چاہئے اس کو مقدم کرنا جیسے **اِيَّاكَ نعبد** ہم تیری ہی بندگی کرتے ہیں۔

❸ قصر حقیقی اور قصر اضافی کی تعریف ومثال:۔ قصر حقیقی: اس قصر کو کہیں گے جس میں ایک شیئ کو دوسری شیئ کے ساتھ حقیقت حال اور صورتِ واقعہ کے اعتبار سے خاص کیا گیا ہو جیسے کسی شہر میں ایک شخص مثلاً علی کے علاوہ کوئی دوسرا شخص انشاء پرداز نہ ہو (کاتب نہ ہو) اور حقیقت حال اور صورتِ واقعہ بھی ایسی ہی ہو تو اس وقت کہا جائے گا **لَا كـاتـب فی المدينة الا علی** (اس شہر میں صرف علی ہی انشاء پرداز ہے) دیکھئے اس مثال میں صرف علی کے لئے صفت کتابت کو ثابت کیا گیا ہے اور اس کے علاوہ اس شہر کے زید، عمر، بکر، خالد وغیرہ ہر فرد سے نفی کی گئی ہے۔

قصر اضافی: اس قصر کو کہیں گے کہ جس میں ایک شیئ کو دوسری شیئ کے ساتھ کسی معین شیئ کی طرف نسبت واضافت کے اعتبار سے خاص کیا گیا ہو جیسے اگر ایک متکلم کا مخاطب علی کے بارے میں اس بات کا اعتقاد رکھتا ہے کہ وہ بیٹھا ہوا ہے مگر یہ متکلم اس مخاطب کے اعتقاد پر رد کرنا چاہتا ہے اور اس کیلئے صفتِ قیام کا اثبات کرنا چاہتا ہے تو اس متکلم کو چاہئے کہ یوں کہے **ما علی الا قائم** کہ علی تو کھڑا ہی ہے۔اس جملے کے ذریعے اس متکلم نے علی کیلئے ایک شیئ یعنی صفت قعود کی نفی کی ہے۔دوسری تمام صفات کو رد نہیں کیا۔

❁✦❁✦❁

﴿الورقة الاولیٰ فی التفسیر و الحدیث﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۹ھ

الشق الاوّل ...... وَمَا كَانَ النَّاسُ إِلَّا أُمَّةً وَاحِدَةً فَاخْتَلَفُوا وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِن رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ فِيمَا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿١٩﴾ وَيَقُولُونَ لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ فَقُلْ إِنَّمَا الْغَيْبُ لِلَّهِ فَانتَظِرُوا إِنِّي مَعَكُم مِّنَ الْمُنتَظِرِينَ ﴿٢٠﴾ (یونس:۱۹،۲۰) آیات کا ترجمہ وتفسیر کیجیے۔ وحدتِ امت کس دور میں تھی؟ اور ''كَلِمَةٌ سَبَقَتْ'' سے کیا مراد ہے؟ ''فَقُلْ إِنَّمَا الْغَيْبُ لِلَّهِ'' ان کے مطالبے کا جواب کیسے بنے گا؟ وضاحت سے لکھئے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① آیات کا ترجمہ ② آیات کی تفسیر ③ وحدتِ امت کے دور کی تعیین ④ ''كَلِمَةٌ سَبَقَتْ'' کی مراد ⑤ مطالبے کے جواب کی وضاحت۔

جواب ...... ① **آیات کا ترجمہ:**۔ اور لوگ صرف ایک ہی امت تھے پھر انہوں نے اختلاف کیا اور اگر تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک بات پہلے سے طے شدہ نہ ہوتی تو ان کے درمیان اس معاملہ میں فیصلہ دیا جاتا جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس نبی پر اس کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نازل نہیں کی گئی؟ پس (اے پیغمبر!) آپ کہہ دیجیے کہ غیب کی باتیں صرف اللہ کے اختیار میں ہیں پس تم بھی انتظار کرو اور میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔

② **آیات کی تفسیر:**۔ جب سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام اس دنیا میں تشریف لائے تو تمام انسان توحید ہی کے دینِ برحق پر چل رہے تھے، بعد میں لوگوں نے الگ الگ مذہب ایجاد کر لیے۔ اللہ تعالیٰ اس دنیا میں بھی ان اختلافات کا فیصلہ کر سکتا تھا مگر چونکہ اللہ تعالیٰ نے تخلیقِ کائنات سے پہلے یہ طے کیا تھا کہ دنیا انسانوں کے امتحان کیلئے پیدا کی جائے گی اور ہر شخص کو موقع دیا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول بھیجے جائیں گے جو لوگوں کو دنیا میں آنے کا مقصد بتائیں اور واضح دلائل سے دینِ برحق کو بیان کریں، پھر ہر شخص اپنی مرضی سے جو راستہ اختیار کرے، پھر آخرت میں فیصلہ کیا جائے گا کہ کس کا راستہ صحیح اور قابلِ انعام تھا اور کس کا راستہ غلط وقابلِ سزا تھا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اس فیصلے کا مشاہدہ نہیں کروایا۔

کفارِ مکہ آپ ﷺ سے نت نئے معجزات کا مطالبہ کرتے رہتے تھے اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کا یہ کام نہیں ہوتا کہ وہ کافروں کے اس قسم کے ہر مطالبے کو پورا کریں، اور ہر شخص کی فرمائش پر ہر روز نئے معجزات دکھائیں بالخصوص جب یہ بات بھی معلوم ہو کہ مطالبہ کرنے والے محض وقت گزاری وبہانہ بازی کیلئے ایسی فرمائشیں کر رہے ہیں۔ اس لیے آپ ﷺ کو ایسی فرمائشوں کا مختصر جواب دینے کی ہدایت فرمائی گئی ہے کہ غیب کی سب باتیں میرے پروردگار کے قبضے میں ہیں جن میں معجزات کا ظاہر کرنا بھی داخل ہے، وہ تمہاری کون سی فرمائش پوری کرتا ہے اور کون سی پوری نہیں کرتا اس کا تم بھی انتظار کرو اور میں بھی انتظار کرتا ہوں۔ (آسان ترجمہ)

③ **وحدتِ امت کا دور:**۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ تک لوگ موحد تھے، پھر حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں کفر وشرک کا ظہور ہوا۔ (معارف القرآن)

④ **''كَلِمَةٌ سَبَقَتْ'' کی مراد:**۔ اس کے متعلق کلبی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو ڈھیل دینے اور دنیوی عذاب سے ہلاک نہ کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ حسنؒ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا ازلی فیصلہ ہو چکا تھا کہ قیامت سے پہلے دنیا میں عذاب وثواب کی شکل میں اختلاف کا فیصلہ نہیں کیا جائے گا کہ دنیا میں ہی جنت وجہنم میں داخل کر دیا جائے، بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنت وجہنم میں داخلے کا وقت روزِ قیامت کو مقرر کیا گیا ہے۔ (مظہری)

⑤ **مطالبے کے جواب کی وضاحت:**۔ معجزہ کا مقصد رسول کے صدق وحقانیت کو ثابت کرنا ہے اور وہ بہت سے معجزات سے ہو چکا

ہے، لہٰذا اب تمہارے فرمائشی معجزات کے ظہور و عدمِ ظہور کا تعلق علمِ غیب سے ہے اور غیب کا علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے کہ تمہاری یہ فرمائشیں پوری ہوتی ہیں یا نہیں۔ (معارف القرآن)

الشق الثانی ...... وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ۚ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۗ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ﴿۳۸﴾ يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَاءُ وَيُثْبِتُ ۚ وَعِنْدَهٗ اُمُّ الْكِتٰبِ ﴿۳۹﴾ (الرعد:۳۸،۳۹)

آیات کا ترجمہ اور مختصر تفسیر کیجیے۔ پہلی آیت کفار کے کس اعتراض کا جواب ہے؟ وضاحت سے بیان کیجیے۔ دوسری آیت کی تفسیر میں مفسرین کے دو قول ہیں، تفصیل سے لکھیے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① آیات کا ترجمہ ② آیات کی مختصر تفسیر ③ پہلی آیت سے متعلق کفار کا اعتراض ④ دوسری آیت کی تفسیر میں مفسرین کے اقوال۔

جواب ...... ① **آیات کا ترجمہ:۔** اور تحقیق ہم نے آپ سے پہلے بھی بہت سے رسول بھیجے ہیں اور انہیں بیوی بچے بھی عطاء کیے ہیں اور کسی رسول کو یہ اختیار نہ تھا کہ وہ کوئی ایک آیت ہی اللہ کے حکم واجازت کے بغیر لا سکے، ہر زمانے کے لیے الگ کتاب دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ جس حکم کو چاہتا ہے منسوخ کر دیتا ہے اور جو چاہتا ہے باقی رکھتا ہے، اور تمام کتابوں کی اصل اسی کے پاس ہے۔

② و ③ **آیات کی مختصر تفسیر و کفار کے اعتراض کی وضاحت:۔** کفار و مشرکین کا رسول و نبی کے متعلق عام خیال یہ تھا کہ وہ جنسِ بشر اور انسان کے علاوہ فرشتوں وغیرہ کی مثل کوئی مخلوق ہونی چاہیے، بالخصوص آپ ﷺ کے تعددِ ازواج پر وہ معترض تھے، تو جواب دیا کہ ابتدا سے ہی سنت اللہ یہی ہے کہ وہ اپنے پیغمبروں کو صاحبِ اہل و عیال بناتے ہیں، اہل و عیال کو نبوت و رسالت یا بزرگی کے خلاف سمجھنا نادانی ہے اور کوئی بھی رسول تمہاری خواہش و مطالبہ کے مطابق احکام نہیں لا سکتا، کسی پیغمبر کو یہ اختیار نہیں کہ وہ اپنی طرف سے کتاب میں کوئی آیت شامل کرے، احکام و آیات میں رد و بدل کرے، اور ہر چیز کی میعاد و مقدار اللہ کے پاس لکھی ہوئی ہے، اللہ تعالیٰ اپنی قدرت و حکمت سے جو چاہتے ہیں مٹا دیتے ہیں اور جو چاہتے ہیں وہ ثابت و باقی رکھتے ہیں، یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس لوحِ محفوظ میں محفوظ ہے جس پر نہ کسی کو دسترس ہے اور نہ اس میں کوئی کمی بیشی ہو سکتی ہے۔

④ **آیت ثانیہ کی تفسیر میں مفسرین کے دو اقوال:۔** ① ائمہ تفسیر میں سے حضرت سعید بن جبیر اور قتادہ رحمہما اللہ نے اس آیت کو احکام و شرائع کے محو و اثبات یعنی مسئلہ نسخ کے متعلق قرار دیا، آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر زمانہ و قوم میں مختلف رسولوں کے ذریعے جو احکام وغیرہ دیتے ہیں یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ دائمی ہوں اور ہمیشہ باقی رہیں، بلکہ قوموں کے حالات و زمانہ کے تغیرات کے مناسب اپنی حکمت کے ذریعہ جس حکم کو چاہتے ہیں مٹا دیتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں باقی و ثابت رکھتے ہیں اور اصل کتاب محفوظ ہے اس میں پہلے سے ہی لکھا ہے کہ فلاں قوم کا فلاں حکم فلاں مدت تک ہے، جب یہ مدت پوری ہوگی تو اس حکم کو بدل کر کون سا حکم لایا جائے گا۔

② سفیان ثوری، وکیع وغیرہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا کہ مخلوق کے ہر فرد کی عمر، رزق اور حرکات و سکنات سب متعین ہیں اور لکھے ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ اس نوشتۂ تقدیر میں جو چاہتے ہیں مٹا دیتے ہیں اور جو چاہتے ہیں باقی رکھتے ہیں۔ (معارف القرآن: ج ۵۔ ص ۲۱۴)

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۹ھ

الشق الاوّل ...... وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَاءُ اِلَّا اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۶﴾ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۷﴾ (النور:۶،۷)

آیات کا ترجمہ اور شانِ نزول لکھیے۔ لعان کی تعریف اور طریقہ قلم بند کیجیے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حل تین امور ہیں: ① آیات کا ترجمہ ② آیات کا شانِ نزول ③ لعان کی تعریف وطریقہ۔

جواب ...... ① آیات کا ترجمہ:۔ جو لوگ اپنی بیویوں پر تہمت لگائیں اور ان کے پاس اپنے علاوہ کوئی گواہ نہ ہو تو ایسا شخص گواہی دے گا چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر کہ بے شک وہ سچا ہے۔ اور پانچویں مرتبہ یہ کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹا ہو۔

② آیات کا شانِ نزول:۔ جس وقت آیت (**و الذین یرمون المحصنات... الخ**) نازل ہوئی اور آپ ﷺ نے منبر پر پڑھ کر سنائی تو عاصم بن عدی انصاری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اگر ہم میں سے کوئی اپنی بیوی کو زنا میں مشغول دیکھے اور لوگوں کے سامنے اسے بیان کرے تو اسے اسی کوڑے مارے جائیں گے، لوگ اسے فاسق کہیں گے اور اس کی گواہی قبول نہ کی جائے گی، ہم اس حالت میں کہاں سے گواہ لا سکتے ہیں؟ گواہوں کی تلاش میں لگ جائیں تو اتنے وقت میں وہ لوگ زنا سے فارغ ہو چکے ہوں گے، انہی عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ کے چچازاد بھائی کا نام عویمر تھا اور ان کی بیوی خولہ بنت قیس تھیں، چند روز بعد یہ عویمر عاصم کے پاس آئے اور کہا کہ میں نے خولہ اور شریک بن سحما کو زنا میں مشغول دیکھا ہے، عاصم نے **انا للہ و انا الیہ راجعون** پڑھا اور آئندہ جمعہ میں آپ ﷺ کی خدمت میں سارا واقعہ بیان کیا تو آپ ﷺ نے عویمر، خولہ، شریک اور عاصم (سب) کو طلب کیا اور عویمر سے فرمایا کہ خولہ تیری بیوی اور چچا کی بیٹی ہے، اللہ سے ڈر اور اس پر بہتان تراشی نہ کر، عویمر نے قسم کھا کر کہا کہ میں چار ماہ سے خولہ کے قریب بھی نہیں گیا اور میں نے اسے زنا کرتے دیکھا ہے، پھر آپ ﷺ نے خولہ سے بھی فرمایا کہ اللہ سے ڈر اور جو کچھ تو نے کیا ہے مجھے بیان کر دے، خولہ نے انکار کر دیا، پھر آپ ﷺ نے شریک سے پوچھا تو اس نے کہا کہ میں بھی وہی کہتا ہوں جو خولہ کہہ رہی ہے، اس موقع پر آیتِ لعان **و الذین یرمون ازواجھم** نازل ہوئی۔ آپ ﷺ نے منادی کو حکم دیا، اس نے **الصلوٰۃ جامعۃ** کی ندا لگائی اور لوگ جمع ہو گئے، آپ ﷺ نے عصر کی نماز پڑھی، پھر عویمر و خولہ رضی اللہ عنہما سے طریقہ لعان کے مطابق قسمیں لیں اور ان دونوں کو الگ کر دیا۔ (مظہری) (اس سے ملتا جلتا ایک اور واقعہ بھی تفاسیر میں لکھا ہے۔)

③ لعان کی تعریف وطریقہ:۔ لعان کا لغوی معنی دھتکارنا اور دور کرنا ہے اور اصطلاح میں لعان اُن مخصوص شہادتوں کو کہا جاتا ہے جو زوجین کے درمیان قسموں کے ساتھ مؤکد ہوں۔

لعان کا طریقہ یہ ہے کہ جب مرد نے قاضی کی عدالت میں قذف وزنا کا مقدمہ پیش کیا تو قاضی کو چاہیے کہ میاں و بیوی دونوں کو بلا کر ان سے مخصوص قسمیں لے، پہلے شوہر چار مرتبہ گواہی دے کہ اللہ کی قسم میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے اپنی عورت پر جو زنا کا عیب لگایا ہے اسمیں میں سچا ہوں اور پانچویں مرتبہ کہے کہ میں نے اپنی عورت پر جو زنا کا عیب لگایا ہے اگر میں اس میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر اللہ کی لعنت ہو، پھر قاضی عورت سے بھی قسمیں لے گا وہ کہے گی اللہ کی قسم میرے شوہر نے مجھ پر جو زنا کی تہمت لگائی ہے اسمیں وہ جھوٹا ہے اور پانچویں مرتبہ وہ کہے گی کہ اگر میرا شوہر اس تہمت میں سچا ہو تو مجھ پر اللہ کی لعنت وغضب ہو۔ ان قسموں کے بعد قاضی زوجین میں جدائی کر دے گا۔

الشق الثانی ...... رَبِّ هَبۡ لِىۡ حُكۡمًا وَّ اَلۡحِقۡنِىۡ بِالصّٰلِحِيۡنَ ۝ وَاجۡعَلْ لِّىۡ لِسَانَ صِدۡقٍ فِى الۡاٰخِرِيۡنَ ۝ وَاجۡعَلۡنِىۡ مِنۡ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيۡمِ ۝ وَاغۡفِرۡ لِاَبِىۡۤ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّيۡنَ ۝ (الشعراء:۸۳تا۸۶)

آیات کا ترجمہ کیجیے۔ "لِسَانَ صِدۡقٍ" کی تشریح کیجیے۔ "حبِّ جاہ" کب مذموم اور کب جائز ہے؟ تفصیل سے لکھیے۔ مشرک کے لیے دعاءِ مغفرت کا کیا حکم ہے؟ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد کے لیے دعاءِ مغفرت کیسے کی؟

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① آیات کا ترجمہ ② "لِسَانَ صِدۡقٍ" کی تشریح ③ مذموم

وجائز حبِ جاہ کی تفصیل ④ مشرک کے لیے دعاءِ مغفرت کا حکم اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاء کا جواب۔

جواب ...... ① **آیات کا ترجمہ:۔** اے میرے پروردگار! مجھے حکمت عطا فرما اور مجھے نیک و صالح لوگوں میں لاحق وشامل فرما اور آنے والی نسلوں میں میرے لیے سچائی کا تذکرہ کرنے والی زبانیں پیدا فرما۔ اور مجھے ان لوگوں میں سے بنا جو نعمتوں والی جنت کے وارث ہوں گے۔ اور میرے والد کی مغفرت فرما، یقیناً وہ گمراہ لوگوں میں سے ہے۔

② **"لسانَ صدقٍ" کی تشریح:۔** لسان صدق سے مراد ذکرِ خیر ہے۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ اے پروردگار! مجھے ایسے پسندیدہ طریقے و عمدہ نشانیاں عطا فرما کہ دوسرے لوگ قیامت تک میری پیروی کریں اور مجھے ذکرِ خیر و عمدہ صفات سے یاد کریں۔ (معارف القرآن)

③ **مذموم وجائز حبِ جاہ کی تفصیل:۔** حبِ جاہ یعنی لوگوں سے اپنی عزت کرنے اور مدح کرنے کی خواہش شرعاً مذموم ہے اور اس سے مراد دنیوی وجاہت ومنافع ہیں، اگر تعریف وثناء کا مقصد دنیا نہ ہو بلکہ مقصد یہ ہو کہ اس کو دیکھ کر دیگر لوگ بھی اعمال صالحہ کی طرف راغب ہوں اور میری اتباع وپیروی کریں تو یہ شرعاً جائز ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جو شخص واقع میں نیک وصالح ہو اور وہ لوگوں کی نظروں میں نیک بننے کے لیے ریاکاری نہ کرے اس کے لیے لوگوں کی طرف سے مدح وثناء کی محبت مذموم نہیں۔ امام غزالی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ دنیا میں عزت وجاہ کی محبت تین شرطوں کے ساتھ جائز ہے: ① اس سے مقصود اپنے آپ کو بڑا اور دوسروں کو چھوٹا یا حقیر قرار دینا نہ ہو بلکہ آخرت کے فائدے کے لیے ہو کہ لوگ معتقد ہو کر نیک اعمال میں میری اتباع کریں۔ ② جھوٹی تعریف مقصود نہ ہو کہ جو صفت اپنے اندر نہیں ہے لوگوں سے خواہش رکھے کہ وہ اس صفت میں اس کی تعریف کریں۔ ③ اس صفت کے حصول کیلئے کسی گناہ یا دین کے معاملے میں مداہنت اختیار نہ کرنی پڑے۔ (معارف القرآن)

④ **مشرک کے لیے دعاء مغفرت کا حکم اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاء:۔** جس شخص کی کفر وشرک پر موت یقینی ہوا یسے شخص کے لیے استغفار ودعاءِ مغفرت ناجائز وحرام ہے۔ ارشاد ربانی ہے: "**ما كان للنبي و الذين امنوا أن يستغفروا للمشركين و لو كانوا اولي قربى من بعد ما تبين لهم انهم اصحاب الجحيم**"۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اپنے مشرک والد کیلئے دعاء مغفرت واستغفار کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے والد کی زندگی میں استغفار اس خیال و نیت سے کیا کہ اللہ تعالیٰ ان کو ایمان لانے کی توفیق دیں، جس کے بعد مغفرت یقینی ہے۔ یا ابراہیم علیہ السلام کا یہ خیال تھا کہ میرا والد خفیہ طور پر ایمان لے آیا ہے اگرچہ اس کا اظہار نہیں کیا، مگر جب ابراہیم علیہ السلام کو معلوم ہوگیا کہ میرا والد کفر پر مرا ہے تو انہوں نے اپنی بیزاری وبراءت کا اظہار فرمایا۔ ارشاد باری ہے و **ما كان استغفار ابراهيم لأبيه الا عن موعدة وعدها اياه فلما تبين له أنه عدو لله تبرأ منه.** (معارف القرآن)

السوال الثالث ۱۴۳۹ھ

الشق الاوّل ...... **وَعَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: مِنْ خَیْرِ مَعَاشِ النَّاسِ لَهُمْ رَجُلٌ مُمْسِكٌ بِعِنَانِ فَرَسِهٖ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ یَطِیْرُ عَلٰی مَتْنِهٖ كُلَّمَا سَمِعَ هَیْعَةً اَوْ فَزْعَةً طَارَ عَلَیْهِ یَبْتَغِی الْقَتْلَ اَوِالْمَوْتَ مَظَانَّهٗ اَوْ رَجُل فِیْ غُنَیْمَةٍ فِیْ رَأْسِ شَعَفَةٍ مِنْ هٰذِهِ الشَّعَفِ اَوْ بَطْنِ وَادٍ مِنْ هٰذِهِ الْاَوْدِیَةِ یُقِیْمُ الصَّلٰوةَ وَیُؤْتِی الزَّكٰوةَ وَیَعْبُدُ رَبَّهٗ حَتّٰی یَاْتِیَهُ الْیَقِیْنُ لَیْسَ مِنَ النَّاسِ اِلَّا فِیْ خَیْرٍ. رواه مسلم.**

حدیث شریف پر اعراب لگائیں، ترجمہ کر کے مفہوم بیان کریں، خط کشیدہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق کریں۔

جواب ...... مکمل جواب کما مر فی الشق الاول من السوال الثالث ۱۴۳۷ھ

الشق الثانی ...... **وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ تَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ جَهْدِ الْبَلَاءِ وَدَرَكِ الشَّقَاءِ وَسُوْءِ**

اَلْقَضَاءِ وَشَمَاتَةِ الْأَعْدَاءِ. متفق عليه.

حدیث پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، خط کشیدہ کلمات کے لغوی معنی ذکر کریں، "ریاض الصالحین" سے صبح و شام پڑھنے کی چار دعائیں لکھئے

جواب ......مکمل جواب کما مر فی الشق الثانی من السوال الثالث ۱۴۲۷، ۱۴۳۲ھ۔

الورقة الثانية فی الفقه

السوال الاوّل ۱۴۳۹ھ

الشق الاوّل ......و فی بیع ثوب علی أنه عشرة أذرع کل ذراع بدرهم أخذ بعشرة فی عشرة و نصف بلا خیار و بتسعة فی تسعة و نصف ان شاء.

مذکورہ مسئلے کی واضح صورت اور ائمہ کا مدلل اختلاف لکھئے۔بیع التعاطی کی تعریف لکھئے۔خیارِ مجلس کی تعریف اور حکم لکھئے۔

جواب ...... ① و ② صورت مسئلہ اور ائمہ کا اختلاف و دلائل:۔کما مر فی الشق الثانی من السوال الاول ۱۴۳۳ھ

③ بیع التعاطی کی تعریف:۔کما مر فی الشق الاول من السوال الاول ۱۴۲۷ھ

④ خیارِ مجلس کی تعریف و حکم:۔کما مر فی الشق الثانی من السوال الثانی ۱۴۳۵ھ

الشق الثانی ......و فیما لم یوجد من حین العقد الی حین المحل و عند الشافعی یجوز اذا کان موجودا وقت المحل للقدرة علی التسلیم حال وجوده و لنا قوله علیه السلام: لا تسلموا فی الثمار حتی یبدو صلاحها. و لأنه عقد المفالیس فلا بد من استمرار الوجود فی مدة الأجل لیتمکن من التحصیل.

بیع سلم کی تعریف و شرائط مختصر لکھئے۔مذکورہ بالا عبارت کی تشریح کیجیے اور احناف کا حدیث سے استدلال واضح کیجیے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① بیع سلم کی تعریف و شرائط ② عبارت کی تشریح اور احناف کے استدلال کی وضاحت۔

جواب ...... ① بیع سلم کی تعریف و شرائط:۔کما مر فی الشق الثانی من السوال الاول ۱۴۳۲ھ

② عبارت کی تشریح اور احناف کے استدلال کی وضاحت:۔اس عبارت میں بیع سلم کی ایک شرط کا ذکر ہے کہ حنفیہ کے نزدیک مسلم فیہ کا ہر وقت بازار میں دستیاب ہونا ضروری ہے، اگر مسلم فیہ عقد کے وقت یا سپردگی کے وقت یا دونوں کے درمیانی وقت میں سے کسی وقت بھی موجود نہ ہو تو بیع سلم جائز نہیں ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر مسلم فیہ ادائیگی کے وقت بازار میں موجود ہو تو عقدِ سلم جائز ہے، اگرچہ عقد کے وقت یا درمیان میں موجود نہ ہو، کیوں کہ سپردگی کے وقت مسلم فیہ موجود ہے اور ادائیگی پر قدرت بھی ہے لہٰذا یہ عقدِ سلم جائز ہے۔

حنفیہ کے دلائل: ① آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھلوں میں بیع سلم نہ کرو حتی کہ وہ قابلِ انتفاع ہو جائیں یعنی قابلِ انتفاع ہونے سے پہلے بیع سلم جائز نہیں ہے، پس معلوم ہوا کہ بیع سلم کے وقت مسلم فیہ کا موجود ہونا ضروری ہے، کیوں کہ بدوِ صلاح سے پہلے مبیع معدوم ہے اور معدوم چیز کی بیع جائز نہیں ہوتی۔ ② عقدِ سلم مفلس و غریب لوگوں کی ضرورت و حاجت پوری کرنے کیلئے مشروع ہوا ہے اور یہ ضرورت تب ہی پوری ہو سکتی ہے جب مسلم فیہ ادا کرنے کیلئے میعاد مقرر کی جائے تاکہ مسلم فیہ حاصل کر کے رب السلم کے حوالے کی جائے، الحاصل مسلم فیہ کا ہر وقت بازار میں موجود ہونا ضروری ہے تاکہ مسلم الیہ اس کو کسی بھی وقت بازار سے حاصل کر کے رب السلم کے حوالے کر دے۔ (احسن الوقایہ: ج ۱، ص ۱۹۵)

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۹ھ

الشق الاول ......**و من وكل بشراء منّ لحم بدرهم فشرى منوين بدرهم مما يباع منّ بدرهم لزم موكله منّ بنصف درهم هذا عند أبي حنيفة رحمه الله۔** توکیل کی تعریف کیجیے۔ مذکورہ مسئلہ کی صورت اور اس میں امام صاحب رحمہ اللہ اور صاحبین رحمہما اللہ کا اختلاف مع دلائل بیان کیجیے۔ **مما يباع منّ بدرهم** کی قید کا فائدہ لکھئے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① توکیل کی تعریف ② صورتِ مسئلہ اور ائمہ کا اختلاف مع دلائل ③ **مما يباع بدرهم** کی قید کا فائدہ۔

جواب ...... ① **توکیل کی تعریف:۔** توکیل کا لغوی معنی ہے سپرد کرنا و بھروسہ کر کے کسی پر کام چھوڑنا۔ اور اصطلاح میں توکیل کسی ایسے شخص کو جائز تصرف میں اپنا قائم مقام بنانا ہے جو تصرف کا اہل ہو۔

② **مسئلہ کی صورت:۔** صورت مسئلہ یہ ہے کہ مؤکل نے اپنے وکیل کو ایک درہم دیا اور کہا کہ اس ایک درہم کے عوض ایک من (سیر) گوشت خرید کر لاؤ، وکیل اپنی فراست کی بدولت ایک درہم کے عوض دو من گوشت خرید لایا۔ (احسن الوقایہ: ج ۲۔ ص ۳۴)

③ **ائمہ کا اختلاف مع دلائل:۔** مذکورہ مسئلہ کی دو صورتیں ہیں: ① وکیل نے ایک درہم کے عوض دو من ایسا گوشت خریدا ہے جو پتلا اور گھٹیا ہے اور ایک درہم کے عوض دو من ہی فروخت ہوتا ہے تو اس صورت میں یہ خریداری وکیل کیلئے ہی ہوگی کیوں کہ وکیل نے اپنے مؤکل کی خلاف ورزی کی ہے اور خلاف ورزی کی صورت میں خریداری وکیل کیلئے ہوتی ہے اور وکیل پر مؤکل کا ایک درہم واپس کرنا لازم ہے۔ (۲) وکیل نے ایک درہم کے عوض دو من ایسا گوشت خریدا ہے جو ایک درہم کے عوض ایک من فروخت ہوتا ہے مگر وکیل نے اپنی فراست سے دو من خریدا ہے تو اس صورت میں اختلاف ہے: امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مؤکل پر آدھے درہم کے عوض ایک من گوشت لازم ہوگا اور ایک من گوشت وکیل کا ہوگا اور آدھا درہم بھی اس پر لازم ہوگا۔ صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ مؤکل پر ایک درہم کے عوض دو من گوشت لازم ہوگا۔

صاحبین رحمہما اللہ کی دلیل یہ ہے کہ مؤکل نے اپنے وکیل کو گوشت کیلئے ایک درہم خرچ کرنے کا حکم دیا ہے اور اس کے خیال میں ایک درہم کے عوض ایک من گوشت فروخت ہو رہا ہے مگر وکیل نے دو من گوشت خرید کر مؤکل کو فائدہ ہی پہنچایا ہے، یہ مؤکل کے حکم کی خلاف ورزی نہیں ہے بلکہ اس کے حق میں خیر کا اضافہ ہے لہٰذا یہ مکمل گوشت مؤکل کیلئے ہی ہوگا۔

امام صاحب رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ مؤکل نے ایک من گوشت خریدنے کا حکم دیا ہے اور اسکے خیال میں ایک من گوشت ایک درہم میں آتا ہے مگر اس کے خیال کے خلاف ایک من گوشت نصف درہم میں مل گیا اور وکیل نے حکم کی مخالفت کرتے ہوئے دو من خرید لیا تو جو خریداری (ایک من) حکم کے مطابق ہے وہ مؤکل کیلئے ہے اور جو خریداری (ایک من زائد) مؤکل کے حکم کے خلاف ہے وہ وکیل پر لازم ہوگی۔

④ **مما يباع منّ بدرهم کی قید کا فائدہ:۔** اس قید کا فائدہ یہ ہے کہ اگر وہ ایسا گوشت ہے جو ایک درہم میں دو من ملتا ہے تو پھر بالاتفاق یہ خریداری وکیل پر لازم ہوگی، اس کی مکمل تفصیل ابھی اختلاف کے ضمن میں گزر چکی ہے۔

الشق الثانی ......**و شرطه (أي: الغصب) كون المغصوب نقليا فلو غصب عقارا و هلك في يده لم يضمن هذا عند أبي حنيفة و أبي يوسف و عند محمد و الشافعي: يجرى فيه الغصب۔**

غصب کی تعریف اور حکم لکھئے۔ غصب العقار میں ائمہ کا اختلاف مع دلائل لکھئے۔ اشیاء میں سے مثلی اور قیمی کون کون سی ہیں؟

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① غصب کی تعریف و حکم ② غصب العقار میں ائمہ کا اختلاف

مع دلائل ④ اشیاء میں سے مثلی اور قیمی کی تعیین۔

جواب ...... ① **غصب کی تعریف وحکم:۔** لغت میں کسی بھی چیز کو علانیۃً زبردستی لینا غصب کہلاتا ہے خواہ وہ مال ہو یا نہ ہو۔ اور اصطلاح میں غصب کا مطلب ہے علانیۃً، زبردستی، مالک کی اجازت کے بغیر، ایسے مال متقوم ومحترم کو لے لینا جو منتقل کرنے کے قابل ہو، اس طریقہ پر لینا کہ مالک کا قبضہ زائل ہو جائے یا ناقص ہو جائے۔

غصب کا دنیوی حکم یہ ہے کہ اگر عینِ شی موجود ہو تو اسی کو واپس کرنا واجب ہے اور اگر عین موجود نہ ہو تو پھر اگر وہ ذوات المثل میں سے ہے تو اس کی مثل اور اگر ذوات القیم میں سے ہے تو اس کی قیمت دینا واجب ہے۔ اخروی حکم یہ ہے کہ غاصب گناہ گار ہوگا، اسلئے کہ غصب منہی عنہ ہونے کی وجہ سے حرام ہے اور حرام کا مرتکب گناہ گار ہے بشرطیکہ مرتکب کو علم ہو کہ یہ غصب کا مال ہے۔ (احسن الوقایہ)

② **غصب العقار میں ائمہ کا اختلاف ودلائل:۔** غصب کے تحقق کی شرط یہ ہے کہ مغصوبہ چیز اشیاء منقولہ میں سے ہو لہٰذا اگر کسی نے دوسرے شخص کی زمین غصب کرلی اور وہ زلزلہ یا سیلاب وغیرہ کے نتیجہ میں غاصب کے قبضہ میں ہلاک ہوگئی تو شیخین رحمہما اللہ کے نزدیک غاصب پر ضمان لازم نہ ہوگی، امام محمد وامام شافعی رحمہما اللہ کے نزدیک زمین کے غصب کی صورت میں بھی ضمان لازم ہوگی۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک غصب کی تعریف "اثبات الید المبطلة" (ناجائز قبضہ ثابت کرنا) ہے، اور یہ تعریف زمین کے غصب پر بھی صادق آتی ہے، اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک اگرچہ غصب کی تعریف "ازالة الید المحققة باثبات الید المبطلة" (حق وجائز قبضہ ختم کرکے باطل وناجائز قبضہ کرنا) ہے مگر زمین وغیرہ میں غصب وازالۃ الید اس حد تک متصور ہوگا جہاں تک ممکن ہوگا اور جب زمین پر غاصب کا قبضہ ہو گیا تو مالک کا قبضہ خود بخود زائل ہو گیا، کیوں کہ ایک ہی محل میں دونوں قبضے جمع نہیں ہو سکتے۔

شیخین رحمہما اللہ کی دلیل یہ ہے کہ غصب کے لیے حق وجائز قبضہ کو ختم کرکے باطل وناجائز قبضہ کے اثبات کے ساتھ غاصب کا عینِ مغصوب میں تصرف کرنا بھی ضروری ہے اور یہ بات زمین میں صرف مالک کو زمین سے نکالنے کے ذریعے ہی متصور ہے، اور یہ (مالک کو زمین سے نکالنا) مالک میں تصور ہے نہ کہ زمین میں، اور یہ عمل ایسے ہی ہے کہ مالک کو مویشیوں سے دور کردیا جائے تو یہ مالک میں تصرف ہے نہ کہ مویشیوں میں۔ (احسن الوقایہ: ج۲۔ ص ۵۴۸)

③ **مثلی وقیمی اشیاء کی تعیین:۔** کما مر فی الشق الثانی من السوال الاول ۱۴۲۶ھ

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۹ھ

الشق الاوّل ...... ۱۔ (و تجب الشفعة) لمن شری أو اشتری له، لا لمن باع أو بیع له أو ضمن للدرك.

۲۔ و لا فیما بیع الا ذراعا من طول حد الشفیع۔

پہلی عبارت میں مذکور مسائل وضاحت سے لکھیے۔ درک کی تعریف کیجیے۔ دوسری عبارت میں اسقاطِ شفعہ کی تدبیر (حیلہ) کا ذکر ہے، وضاحت سے تحریر کیجیے۔ مذکورہ حیلے جیسے حیلوں کا حکم ذکر کیجیے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① پہلی عبارت میں مذکور مسائل کی وضاحت ② درک کی تعریف ③ اسقاطِ شفعہ کے حیلہ کی وضاحت ④ حیلہ کا حکم۔

جواب ...... ① **پہلی عبارت میں مذکور مسائل کی وضاحت:۔** عبارت کا حاصل یہ ہے کہ شفعہ اس شخص کے لیے ثابت ہوتا ہے جس نے خود خریدا ہے یا جس شخص کے لیے کسی دوسرے نے خریدا ہے اس کے لیے بھی ثابت ہوتا ہے۔ البتہ جس شخص نے خود بیچا ہے یا جس کے لیے بیچا گیا ہے ان دونوں کے لیے شفعہ کا حق ثابت نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص کسی دوسرے کیلئے درک کا ضامن ہو گیا اور وہ خود اس مکان میں شفیع بھی ہے تو اس کے لیے بھی شفعہ ثابت نہ ہوگا۔ مثلاً ایک مکان خالد، احمد اور عمر کے درمیان مشترک ہے، خالد نے اپنا حصہ عمر کو فروخت کردیا اور عمر نے خواہ

اصالۃً خودخریدایاوکالۃً کسی کووکیل بناکرخریداتوان دونوں صورتوں میں شریک فی نفس المبیع ہونے کی وجہ سے احمد وعمر دونوں شفعہ میں برابر کے شریک ہوں گے اوردونوں کوشفعہ کاحق حاصل ہوگا۔گویامشتری یامشتریٰ لہٗ ہونے کی وجہ سے عمر کاحق شفعہ ساقط نہ ہوگا۔اور خالد نے جواپنا حصہ فروخت کیا ہے خواہ ازخودفروخت کیایاوکیل کے ذریعہ فروخت کیااس مکان کے متصل اپنی دوسری زمین کی وجہ سے خالداس مکان میں شفعہ کاحق نہیں رکھتا،کیوں کہ ازخودیاوکیل کے ذریعہ فروخت کرنے کی وجہ سے خالد نے اس زمین سے بے رغبتی کی ہےاورشفعہ کے ذریعہ دوبارہ اس میں رغبت کااظہار ہے اوررغبت وبے رغبتی جمع نہیں ہوسکتے۔لہٰذاخالدکوشفعہ کاحق نہ ہوگا۔اسی طرح اگرکوئی شخص درک کاضامن ہوگیایعنی کسی نے مشتری سے کہاکہ تم خوف نہ کروکوئی خطرہ والی بات نہیں ہے،تم یہ زمین خریدواگراس میں کوئی شفعہ کاحق دارآ گیاتومیں ثمن کاضامن ہوں،تویہ شخص بھی شفعہ کاحق دارنہ ہوگا، کیوں کہ شفعہ کادعویٰ کرکے یہ شخص ضمان والے عقدکوباطل کرناچاہتاہےجوکہ مکمل ہوچکاہے،لہٰذااسے شفعہ کاحق نہ ہوگا۔

❷ درک کی تعریف:۔ **کما مر فی الشق الاول من السوال الثانی ۱۴۲۶ھ**

❸ اسقاطِ شفعہ کے حیلہ کی وضاحت:۔ مشتری نے بائع سے زمین خریدی مگرشفعہ سے بچنے کے لیے جوحصہ شفیع کے ساتھ ملاہواہے اس جانب سے عرضاًایک ذراع یاایک گززمین چھوڑدی جولمبائی میں شفیع کی زمین کی حدودکے برابرہےتواس حیلہ سے شفیع کاشفعہ باطل ہو جائے گا،اس لیے کہ مشتری نے شفیع کے متصل والی زمین نہیں خریدی اورجوخریدی ہےوہ شفیع کے متصل نہیں ہے۔لہٰذاشفیع کوشفعہ کاحق نہ ہوگا (یہ حیلہ صرف جاروپڑوسی کے شفعہ کوساقط کرنے کے لیے ہے)۔

❹ حیلہ کاحکم:۔ امام ابویوسف رحمہ اللہ کے نزدیک شفعہ وزکوٰۃ کوساقط کرنے کاحیلہ مکروہ نہیں ہے،دلیل یہ ہے کہ جب تک شفیع کیلئے حق شفعہ ثابت نہیں ہواتوحیلہ اسکےحق کوثابت ہونے سے روکنے کیلئے ہے،نہ کہ اسکے ثابت شدہ حق کوساقط کرنے کیلئے،اورثابت شدہ حق کوساقط کرنامکروہ ہے۔امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک یہ حیلہ مکروہ ہے،دلیل یہ ہے کہ شفعہ کی مشروعیت ضررکودفع کرنے کیلئے ہےاگرحیلہ جائزہوتویہ ضررکو ثابت کرناہےنہ ضررکودفع کرنا۔مصنف فرماتے ہیں کہ شفعہ کے متعلق امام ابویوسف رحمہ اللہ کےقول پرفتویٰ ہےاورزکوٰۃ کے باب میں امام محمد کےقول پرفتویٰ ہے،کیوں کہ اسقاطِ زکوٰۃ کیلئے حیلہ کرناانتہائی قبیح وبرافعل ہے،اس میں بخل کی پیروی اورفقراء کے رزق کوقطع کرناہےاورمال جمع کرنےاورراہ خدامیں خرچ نہ کرنے کی وعیدمیں شامل ہوناہے۔(احسن الوقایہ:ج۳۔ص۳۶)

الشق الثانی......**أرسل کلبه فزجره مجوسی فانزجر أو لم یرسله أحد فزجره مسلم فانزجر۔**

جب شکاری جانورکاارسال وزجرجمع ہوں تواعتبارکس کاہوگا؟زجرکااعتبارکب ہوگا؟مذکورہ دونوں مسائل اوران کاحکم تحریرکیجیے۔ شکاری جانوروں کاشکارحلال ہونے کی شرائط ذکرکیجیے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں درج ذیل امورکاحل مطلوب ہے: ① شکاری جانورکے ارسال اورزجرمیں سے معتبرکی نشاندہی ② زجرکے اعتبارکی صورت ③ مذکورہ مسائل کی وضاحت اورحکم ④ شکاری جانورکاشکارحلال ہونے کی شرائط۔

جواب...... ❶ شکاری جانورکے ارسال اورزجرمیں سے معتبرکی نشاندہی:۔ ① اگرارسال اورزجرجمع ہوجائیں توارسال معتبرہوگا۔لہٰذااگرمسلمان نے ارسال کیاتوشکارحلال ہےاوراگرمجوسی نے ارسال کیاتوشکارحرام ہے۔ ② اگرارسال نہ ہوصرف زجرہوتو پھرزجرہی معتبرہوگا۔لہٰذااگرمسلمان نے زجرکیاتوشکارحلال اوراگرمجوسی نے زجرکیاتوشکارحرام ہوگا۔

❷ زجرکے اعتبارکی صورت:۔ **کما مر آنفاً۔**

❸ مذکورہ مسائل کی وضاحت اورحکم:۔ ابھی پہلے امرکے تحت اس کی وضاحت ہوچکی ہے۔

④ **شکاری جانور کا شکار حلال ہونے کی شرائط:** یہاں تین طرح کی شرائط ہیں: کچھ شکاری سے متعلق ہیں، کچھ آلہ شکار سے متعلق ہیں اور کچھ شکار سے متعلق ہیں۔ **شکاری کی شرائط:** ① شکاری مسلمان یا کتابی ہو، مجوسی وغیرہ نہ ہو۔ ② مسلمان و کتابی کے ساتھ کوئی مجوسی وغیرہ شریک بھی نہ ہو۔ ③ شکاری کی طرف سے ارسال پایا جائے۔ ④ بسم اللہ کو قصداً نہ چھوڑا گیا ہو۔ ⑤ ارسال و شکار پکڑنے کے دوران شکاری کسی دوسرے کام میں مصروف نہ ہو۔

آلۂ شکار کی شرائط: ① کتا و باز وغیرہ معلَّم (سکھلایا ہوا) ہو۔ ② وہ خود نہ جائے بلکہ مالک نے اسے بھیجا ہو یا کم از کم تیز کیا ہو۔ ③ اس کے ساتھ شکار میں کوئی ایسا کتا شریک نہ ہو جس کا شکار حرام ہو۔ ④ شکار کو زخم لگا ہو، اسے دبوچ کر قتل نہ کیا ہو۔ ⑤ شکار کرنے والے جانور نے شکار میں سے نہ کھایا ہو۔ ⑥ ارسال و پکڑنے میں زیادہ وقفہ نہ ہو البتہ چیتے کا وقفہ مستثنیٰ ہے۔

شکار کی شرائط: ① شکار ماکول اللحم و حلال جانور ہو، حرام جانور و پرندہ وغیرہ نہ ہو۔ ② جانور ممتنع و متوحش ہو، لوگوں کے ساتھ مانوس نہ ہو، وگرنہ ذبح اضطراری کافی نہ ہوگا۔ ③ زخم سے مرا ہو، دبوچنے سے نہ مرا ہو۔ ④ اگر شکار زندہ مل جائے شکاری اس کو ذبح کرے، کیوں کہ اب ذبح اختیاری پر قدرت حاصل ہے۔ (احسن الوقایہ: ج ۳۔ ص ۱۹۸)

﴿الورقة الثالثة فی أصول الفقه﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۹ھ

الشق الاوّل ......و هو اسم للنظم و المعنى جميعًا. قرآن مجید کے نظم اور معنیٰ ہونے میں اختلاف مع دلائل لکھیں۔ کیا امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ہاں نماز کے دوران فارسی میں قراءت کرنا جائز ہے؟ اگر جائز ہے تو کس عذر کی بنا پر؟ وضاحت کیجیے۔ مصنف رحمہ اللہ نے لفظ کی جگہ نظم کا استعمال کیوں کیا؟ تقسیم اول باعتبار وضع کے ہے، اس کی چاروں اقسام مع وجہ حصر لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال میں چار امور کا حل مطلوب ہے: ① قرآن کریم کے نظم و معنیٰ ہونے میں اختلاف مع دلائل ② امام صاحب رحمہ اللہ کے ہاں فارسی میں قراءت کا حکم اور اس کی وجہ ③ لفظ کی جگہ نظم کہنے کی وجہ ④ تقسیم اول کی اقسام مع وجہ حصر۔

جواب ...... ① **قرآن کریم کے نظم و معنیٰ ہونے میں اختلاف مع دلائل:** قرآن کریم کس چیز کا نام ہے؟ اس میں تین اقوال ہیں: ① قرآن کریم صرف نظم و لفظ کا نام ہے۔ دلیل یہ ہے کہ قرآن کریم کی اوصاف ثلاثہ (**المنزل على الرسول، المكتوب في المصاحف، المنقول عنه نقلاً متواترًا**) کے ساتھ لفظ ہی متصف ہو سکتا ہے معنیٰ نہیں۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **انا أنزلناه قرآنا عربيا** (ہم نے قرآن کو عربی زبان میں اتارا ہے) اور عربیت وغیر عربیت کا تعلق الفاظ کے ساتھ ہے، نہ کہ معنیٰ کے ساتھ۔ کیوں کہ معانی مشترکہ طور پر سب زبانوں میں یکساں پائے جاتے ہیں۔ ② قرآن کریم صرف معانی کا نام ہے۔ دلیل یہ ہے کہ نماز میں قراءت قرآن فرض ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے عربی میں قدرت کے باوجود فارسی میں قراءت کی اجازت دی ہے اور فارسی میں قرآن کریم کے معانی تو موجود ہو سکتے ہیں الفاظ نہیں۔ دوسری دلیل ارشاد باری تعالیٰ ہے: **و انه لفي زبر الاولين** (یہ قرآن پہلی کتابوں میں موجود ہے) اور پہلی کتابیں غیر عربی میں تھیں، اس لیے قرآن کریم کا پہلی کتابوں میں موجود ہونا معانی کے اعتبار سے ہو سکتا ہے الفاظ کے اعتبار سے نہیں۔ ③ قرآن کریم لفظ و معنیٰ دونوں کے مجموعہ کا نام ہے اور ماتن و شارح کے نزدیک یہی قول زیادہ صحیح ہے۔ مذکورہ دونوں اقوال کے دلائل اس قول کے دلائل ہیں۔ باقی قولِ اول کی یہ دلیل کہ اوصاف ثلاثہ کے ساتھ صرف لفظ متصف ہوتا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ الفاظ کے واسطے سے یہ اوصاف معانی میں بھی جاری ہوتے ہیں، لہٰذا معانی بھی منزل، مکتوب و منقول ہیں۔ قولِ ثانی کی یہ دلیل کہ امام صاحب رحمہ اللہ نے فارسی میں قراء

ت کی اجازت دی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ نماز کی حالت اللہ تعالیٰ سے راز و نیاز کی باتیں کرنے کی حالت ہے اور عربی عبارت معنیٰ خیز، حیرت انگیز اور عاجز کرنے والی ہے، اس لیے ممکن ہے کہ ایک نمازی اس حالت میں بھرپور عبارت زبان پر نہ لا سکے اس لیے اس کو فارسی میں قراءت کی اجازت ہے۔ نیز نمازی کا ذہن عربی الفاظ کی فصاحت و بلاغت اور دیگر مسجع و مقفی عبارتوں وفقروں سے لطف اندوز ہونے میں مصروف ہوسکتا ہے اور اس کا حضورِ قلب اللہ تعالیٰ کے ساتھ خالص و بے لوث نہ رہے گا، اس لیے غیرِ عربی میں قراءت کرنے کی اجازت ہے۔

۲ **امام صاحب ؒ کے ہاں فارسی میں قراءت کا حکم اور اس کی وجہ:۔** نماز میں غیر عربی زبان میں قراءت کرنے کے مسئلہ میں امام ابوحنیفہؒ کا مذہب یہ ہے کہ صرف جوازِ صلوۃ کے بارے میں نظمِ قرآن نماز کا رکن لازمی نہیں ہے بلکہ انہوں نے صرف معنیٰ کو فریضہ صلوٰۃ کے ادا ہو جانے کیلئے کافی سمجھا ہے حتیٰ کہ اگر کوئی شخص غیر عربی میں بلا عذر نماز کی قرأت کرلے تو نماز جائز ہو جائے گی۔ اور جوازِ صلوٰۃ کی تخصیص اسلئے ہے کہ نماز کے علاوہ باقی احکام میں امام صاحب نے بھی نظمِ قرآن کو لازمی قرار دیا ہے جیسے جنبی اور حائض کیلئے قراءۃِ قرآن ممنوع ہے۔ یہ عربی النظم کی قراءۃ ممنوع ہے اگر ان میں سے کوئی قرآن مجید کی ایک آیت فارسی زبان میں پڑھ لے تو ان کیلئے جائز ہے کیونکہ یہ حقیقۃً قرآن نہیں ہے کیونکہ نظمِ عربی اس کو شامل نہیں ہے۔ اسلئے فارسی زبان میں ترجمہ کو قرآن نہیں کہا جائے گا۔ اور اسکی وجہ او پر امرِ اول کے تحت گزر چکی ہے۔

۳ **لفظ کی جگہ نظم کہنے کی وجہ:۔** ماتن نے لفظ کی جگہ نظم کو استعمال کیا اس لیے کہ لفظ کا معنیٰ پھینکنا ہے اور نظم کا معنیٰ موتیوں کو دھاگے میں پرونا ہے اور یہ معنیٰ اچھا ہے، تو ماتن نے ادب کا لحاظ کرتے ہوئے نظم کو استعمال کیا ہے۔

۴ **تقسیم اول کی اقسام مع وجہ حصر:۔** کما مر فی الشق الاول من السوال الثالث ۱۴۲۹ھ

الشق الثانی ......حتی لا یکون الفعل موجبا، أی اذا کان المراد مخصوصا بالصیغة لا یکون فعل النبی موجبا علی الأمة۔ امر میں اشتراک و ترادف ہونے کا مطلب واضح کیجیے۔ احناف کے نزدیک امر میں اشتراک و ترادف ہے یا نہیں؟ فعلِ نبی ﷺ کے موجب ہونے یا نہ ہونے میں اختلاف مع دلائل لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① امر میں اشتراک و ترادف کا مطلب ② عندالاحناف امر میں اشتراک و ترادف کا حکم ③ فعلِ نبی ﷺ کے موجب ہونے میں اختلاف مع دلائل۔

جواب ...... ① **امر میں اشتراک و ترادف کا مطلب:۔** امر میں اشتراک کا مطلب یہ ہے کہ صیغۂ امر وجوب، اباحت وندب کے درمیان مشترک ہو، یعنی اس سے صرف وجوب والا معنیٰ ثابت نہ ہو بلکہ امر سے اباحت وندب والا معنیٰ بھی ثابت ہو۔ ترادف کا مطلب یہ ہے کہ جیسے امر سے وجوب ثابت ہوتا ہے اسی طرح فعلِ نبی ﷺ سے بھی وجوب ثابت ہوتا ہے یعنی وجوب صیغۂ امر و فعلِ نبی ﷺ دونوں سے ثابت ہو۔ گویا وجوب کو ثابت کرنے میں امر اور فعلِ نبی ﷺ دونوں میں ترادف ہے۔

۲ **عندالاحناف امر میں اشتراک و ترادف کا حکم:۔** عندالاحناف امر میں اشتراک و ترادف نہیں ہے یعنی صیغۂ امر سے صرف وجوب ثابت ہوگا، اباحت وندب ثابت نہ ہوگا۔ اسی طرح وجوب صرف صیغۂ امر سے ثابت ہوگا، فعلِ نبی ﷺ وغیرہ سے وجوب ثابت نہ ہوگا۔

۳ **فعلِ نبی ﷺ کے موجب ہونے میں اختلاف مع دلائل:۔** عندالاحناف فعلِ نبی ﷺ سے وجوب ثابت نہ ہوگا بلکہ اس فعل پر آپ ﷺ کی مواظبت بھی ہو اور ترک پر انکار بھی ہو تب وجوب ثابت ہوگا، گویا عندالاحناف محض فعلِ نبی سے وجوب ثابت نہ ہوگا۔ شوافع کے نزدیک امر کی طرح فعلِ نبی ﷺ سے بھی وجوب ثابت ہو جاتا ہے، پہلی دلیل یہ ہے کہ امر وجوب کیلئے ہے اور امر کی دو قسمیں ہیں: قول و فعل، لہٰذا قولِ نبی کی طرح فعلِ نبی سے بھی وجوب ثابت ہوگا۔ دوسری دلیل علی سبیل التردید یہ ہے کہ فعلِ نبی امر کی قسم تو نہیں ہے مگر وجوب کا فائدہ دینے میں امر کی مانند ہے، پس جب فعلِ نبی وجوب کا فائدہ دینے میں امر کی مانند و مشارک ہے تو امر قولی کی طرح فعلِ نبی سے بھی وجوب ثابت ہوگا۔

احناف کی پہلی دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ نے بلا افطار مسلسل روزے رکھے، آپ ﷺ کو دیکھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی مسلسل بلا افطار روزے رکھنے شروع کر دیے، جب آپ ﷺ کو علم ہوا تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو منع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کون میری مثل ہوسکتا ہے؟ مجھے میرا رب کھلاتا و پلاتا ہے یعنی مجھ پر ایسا فیضانِ باری ہوتا ہے کہ مجھے بھوک و پیاس کا احساس نہیں ہوتا۔ پس اگر فعلِ نبی سے وجوب ثابت ہوتا تو آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو منع نہ فرماتے۔ معلوم ہوا کہ فعلِ نبی موجب نہیں ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے نماز میں جوتے اتار دیے، آپ ﷺ کو دیکھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی جوتے اتار دیے، بعد میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے جوتے کیوں اتارے؟ مجھے تو فرشتے نے آ کر اطلاع دی کہ میرے جوتے میں نجاست لگی ہوئی ہے، میں نے اس لیے جوتے اتارے تھے، پس تم جوتے دیکھ کر مسجد میں آیا کرو۔ اس حدیث میں بھی آپ ﷺ نے اپنی اتباع سے منع فرمایا ہے، اگر فعلِ نبی وجوب کے لیے ہوتا تو آپ ﷺ اپنی اتباع سے منع نہ فرماتے۔ پس ثابت ہوا کہ فعلِ نبی سے وجوب ثابت نہیں ہوتا۔ (قوت الاخیار: ج ۱، ص ۱۲۹)

(**نوٹ**) شارح فرماتے ہیں کہ یہ سب اختلاف اس صورت میں ہے جب آپ ﷺ نے عمداً وہ فعل کیا ہو، وہ فعل سہواً صادر نہ ہوا ہو اور نہ وہ آپ ﷺ کا کوئی طبعی فعل ہو اور نہ وہ آپ ﷺ کے ساتھ خاص ہو۔ وگرنہ بالاتفاق اس فعل سے وجوب ثابت نہ ہوگا۔

«السوال الثانی» ۱۴۳۹ھ

الشق الاوّل ......**العام یوجب الحکم فیما یتناوله قطعا حتی یجوز نسخ الخاص به کحدیث العرنیین**

عام کی تعریف کریں۔ ہر عام میں تخصیص کا احتمال ہونے کا تقاضا ہے کہ عام ظنی ہو، پھر احناف قطعی کیوں مانتے ہیں؟ حدیثِ عرینہ کے منسوخ ہونے کی دلیل اور ناسخ لکھیں۔ **بول ما یؤکل لحمه** میں ائمہ کا اختلاف لکھیں۔ اور بتلائیں کہ جمع منکر عام ہے یا نہیں؟

﴿ خلاصۂ سوال ﴾......اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① عام کی تعریف ② احناف کے عام کو قطعی ماننے کی وجہ ③ حدیثِ عرینہ کے منسوخ ہونے کی دلیل اور ناسخ ④ **بول ما یؤکل لحمه** میں ائمہ کا اختلاف ⑤ جمع منکر کا حکم۔

جواب...... ① تا ③ عام کی تعریف، عام کی قطعیت کی وجہ اور حدیث کے منسوخ ہونے کی دلیل و ناسخ:۔

کما مر فی الشق الثانی من السوال الثانی ۱۴۳۶ھ

④ **بول ما یؤکل لحمه میں ائمہ کا اختلاف:۔** ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کا اتفاق ہے کہ غیر ماکول اللحم کا بول و براز نجس ہے۔ اہل ظاہر کے ہاں پاک ہے۔ امام مالک، امام احمد اور امام محمد رحمہم اللہ کے ہاں پاک ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا مختار قول بھی یہی ہے۔

امام ابو حنیفہ، امام شافعی اور امام ابو یوسف رحمہم اللہ کے ہاں ماکول اللحم کا بول و براز ناپاک ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ کا ایک قول بھی یہی ہے۔

جمہور کے دلائل: ① **قوله تعالیٰ ویحرم علیهم الخبائث** خبائث وہ چیزیں ہیں جن سے عرب کی طبائع سلیمہ نفرت کرتی ہیں، ان سے بھی سلیم طبیعت نفرت کرتی ہے، لہٰذا یہ حرام ہیں اور حرمت نجاست کی دلیل ہے، جبکہ حرمت کی بنیاد تعظیم نہ ہو ② **عن ابی هریرة مرفوعًا استنزهوا من البول فان عامة عذاب القبر منه** (ابن ماجہ، دار قطنی و مستدرک حاکم) یہ صحیح حدیث ہر قسم کے ابوال کو شامل ہے، ماکول اللحم کا ہو یا غیر ماکول اللحم کا۔ ③ حضرت ابن عباس کی مرفوع حدیث ہے **ان النبی ﷺ مر علی قبرین فقال انهما یعذبان وما یعذبان فی کبیر اما هذا فکان لا یستتر من بوله**، گو یہ حدیث بول انسانی کے بارے میں ہے تاہم باقی ابوال اسکے ساتھ ملحق ہیں۔

امام مالک، احمد و محمد رحمہم اللہ کے دلیل: **عن انس قال ﷺ اشربوا من البانها وابوالها۔**

جواب: ① ضرورت کیلئے علاج پر محمول ہے، الا ما اضطررتم الیه ... [illegible] آپ ﷺ کو وحی سے ان کی [illegible]

عباسؓ کی مرفوع حدیث ہے ان فی ابوال الابل شفاء لذروة بطونهم۔ ② مذکورہ احادیث سے منسوخ ہے۔ ③ محرم مبیح سے راجح ہے

⑤ جمع منکّر کا حکم:۔ کما مر فی الشق الاول من السوال الاول ۱۴۲۹ھ۔

الشق الثانی ......و أما المجاز: فاسم لما أريد به غير ما وضع له لمناسبة بينهما.

مجاز کی تعریف میں فوائد قیود واضح کریں۔ حقیقت ومجاز کی پہچان کی علامت لکھیں۔ لا يضع قدمه في دار فلان سے جمع بین الحقيقة و المجاز کے قاعدے پروارد شدہ اعتراض مع جواب لکھیں۔ استعارة الحکم للسبب صحیح نہ ہونے کی وجہ لکھیں۔

﴿ خلاصۂ سوال ﴾......اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① مجاز کی تعریف میں فوائدِ قیود ② حقیقت ومجاز کی پہچان کی علامت ③ جمع بين الحقيقة و المجاز کے قاعدے پر وارد اعتراض مع جواب ④ استعارة الحكم للسبب درست نہ ہونے کی وجہ

جواب ...... ① مجاز کی تعریف میں فوائدِ قیود:۔ غير ما وضع له کی قید سے حقیقت کو خارج کر دیا گیا، کیوں کہ حقیقت میں معنی موضوع لہ کا ارادہ کیا جاتا ہے۔ اور لمناسبة بينهما کی قید سے ہزل اور وہ تمام امثلہ خارج ہوگئیں جن میں معنی موضوع لہ اور معنی غیر موضوع لہ کے درمیان مناسبت نہ ہو جیسے لفظِ ارض بول کر آسمان کو مراد لیا گیا ہو تو یہ عدمِ مناسبت کی وجہ سے مجاز نہ ہوگا۔

② حقیقت ومجاز کی پہچان کی علامت:۔ حقیقت ومجاز کی پہچان کی علامت یہ ہے کہ معنی حقیقی اپنے مصداق و مسمّٰی سے کبھی جدا نہیں ہوتا، یعنی لفظ حقیقی کی اس کے معنی موضوع لہ سے نفی کرنا درست نہیں ہے اور معنی مجازی اپنے مصداق و مسمّٰی سے جدا ہو سکتا ہے، یعنی اس کا اپنے مصداق پر صادق آنا بھی درست ہے اور الگ ہونا بھی درست ہے۔

③ جمع بين الحقيقة و المجاز کے قاعدے پر وارد اعتراض مع جواب:۔ پہلے اعتراض کی تقریر یہ ہے کہ اے احناف! تم کہتے ہو کہ جمع بین الحقیقت والمجاز بلفظِ واحد و بوقتِ واحد نا جائز ہے۔ حالانکہ تم خود جمع بین الحقیقت والمجاز کرتے ہو، بایں طور کہ کسی نے قسم کھائی والله لا اضع قدمي في دار خالد (قسم بخدا میں خالد کے گھر میں قدم نہیں رکھوں گا) پھر یہ شخص خالد کے گھر میں جوتا پہن کر داخل ہوا یا ننگے پاؤں داخل ہوا بہر صورت حانث ہو جائے گا تو یہ جمع بین الحقیقت والمجاز ہے اس لئے کہ ننگے پاؤں داخل ہونا وضعِ قدم کا حقیقی معنی ہے اور جوتا پہن کر داخل ہونا وضعِ قدم کا مجازی معنی ہے۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ دارِ خالد کا حقیقی معنی یہ ہے کہ وہ خالد کی ملکیت میں ہو اور مجازی معنی یہ ہے کہ وہ کرایہ و عاریہ کا گھر ہو اب اگر حالف خالد کے مملوکہ گھر میں داخل ہوگا تب بھی حانث ہو جائے گا اور اگر خالد کے کرایہ و عاریہ والے گھر میں داخل ہوگا تب بھی حانث ہو جائیگا۔ تو اے احناف! تم نے وضعِ قدم اور دارِ خالد دونوں میں حقیقت ومجاز کو جمع کیا ہے، حالانکہ یہ تمہارے نزدیک جائز نہیں ہے۔

جواب کا حاصل یہ ہے کہ یہاں پر حالف جمع بین الحقیقت والمجاز کی وجہ سے حانث نہیں ہوگا بلکہ عمومِ مجاز کی وجہ سے حانث ہوگا عمومِ مجاز کا مطلب یہ ہے کہ لفظ کا ایسا مجازی معنی مراد لیا جائے کہ معنی حقیقی بھی اسکے افراد میں سے ایک فرد ہو کر اسکے تحت داخل ہو وہ مجازی معنی یہ ہے کہ لا أضع قدمي سے مراد لا أدخل ہے اور لا أدخل کا لفظ دونوں صورتوں کو شامل ہے خواہ وہ جوتا پہن کر داخل ہو یا ننگے پاؤں داخل ہو بہر صورت وہ حانث ہو جائیگا۔ اسی طرح دارِ خالد سے مراد دارِ سکنی ہے (خواہ سکنی بالفعل ہو یا بالقوہ ہو بایں طور کہ وہ فی الحال اس میں رہ رہا ہو یا اس میں فی الحال رہائش نہ ہو مگر ملک ہونے کی وجہ سے بالقوہ اس میں رہنے کی قدرت حاصل ہو) خواہ دارِ مملوکہ ہو یا مستاجرہ ہو یا مستعارہ ہو بہر صورت دارِ سکنی ہی ہوگا اور حالف اس میں داخل ہونے سے حانث ہو جائیگا۔

الحاصل دونوں صورتوں میں حالف جمع بین الحقیقت والمجاز کی وجہ سے نہیں بلکہ عمومِ مجاز کی وجہ سے حانث ہوگا۔

④ **استعارة الحکم للسبب درست نہ ہونے کی وجہ:۔** حکم بول کر سبب مراد لینا یا مسبب بول کر سبب مراد لینا صحیح نہیں ہے، دلیل و وجہ یہ ہے کہ حکم و مسبب ثبوت کے اعتبار سے سبب کا محتاج ہوتا ہے کہ اس کے بغیر وہ ثابت نہیں ہوتا، کیوں کہ مسبب اپنے سبب کا اثر ہے اور سبب اس کا مؤثر ہے اور اثر اپنے ثبوت میں مؤثر کا محتاج ہوتا ہے مگر سبب مشروع ہونے کے لحاظ سے حکم و مسبب کا محتاج نہیں ہوتا۔ اور ضابطہ ہے کہ محتاج الیہ بول کر محتاج مراد لیا جا سکتا ہے مگر محتاج بول کر محتاج الیہ مراد نہیں لیا جا سکتا، مثلاً طلاق بول کر حریت مراد لینا یا نکاح بول کر بیع مراد لینا درست نہیں ہے، البتہ اس کے برعکس حریت بول کر طلاق مراد لینا یا بیع بول کر نکاح مراد لینا درست ہے۔ (قوت الاخیار)

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۹ھ

الشق الاول ......و قد يقع التعارض بين الحجج فيما بيننا لجهلنا بالناسخ و المنسوخ، فلا بد من بيانه، فركن المعارضة...

معارضہ کی تعریف لکھیں۔ معارضہ کی شرائط بطرزِ مصنف لکھیں۔ معارضہ بین الآیتین کی مثال اور اس کا حل لکھیں۔ معارضہ بین السنتین کی مثال اور اس کا حل لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① معارضہ کی تعریف ② معارضہ کی شرائط ③ معارضة بين الآيتين کی مثال اور اس کا حل ④ معارضة بين السنتين کی مثال اور اس کا حل۔

جواب ...... ① **معارضہ کی تعریف:۔** لغوی معنی پھرنا و مقابلہ کرنا۔ اصطلاح میں مدعی کی پیش کردہ دلیل کے خلاف مدعیٰ علیہ کا دلیل پیش کرنا معارضہ ہے۔

② و ③ **معارضہ کی شرائط و معارضة بين الآيتين کا حل:۔** كما مر في الشق الثاني من السوال الثاني ۱۴۳۴ھ

④ **معارضة بين السنتين کی مثال و حل:۔** اگر دو حدیثوں کے درمیان معارضہ واقع ہو جائے تو پھر قیاس کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ اس کی مثال نمازِ کسوف کی روایات ہیں کہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے سورج گرہن کے موقع پر نماز ادا کی اور اس میں ایک رکوع اور دو سجدے کیے، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے دو رکوع و دو سجدے کیے، پس ان میں تعارض ہو گیا تو اب قیاس کی طرف رجوع کیا اور قیاس یہ ہے کہ عام نماز کی ہر رکعت میں ایک رکوع و دو سجدے ہیں، لہٰذا حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کی روایت کو قیاس کی وجہ سے ترجیح ہوگی۔

الشق الثانی ......الاستثناء يمنع التكلم بحكمه بقدر المستثنى فجعل تكلما بالباقي بعده و عند الشافعي: يمنع بطريق المعارضة.

مذکورہ بالا اختلاف اور فریقین کی ایک ایک دلیل لکھیں۔ شارح نے اس اختلاف کا ثمرہ لکھا ہے وہ ذکر کریں۔ جب چند کلماتِ معطوفہ کے بعد استثناء ہو تو اس کا تعلق تمام معطوفات کے ساتھ ہوگا یا صرف متصل کے ساتھ؟ بطرزِ شارح لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① استثناء کے مفہوم میں اختلاف مع دلائل ② استثناء کے اختلاف کا ثمرہ ③ متعدد کلماتِ معطوفہ کے بعد استثناء کا حکم۔

جواب ...... ① **استثناء کے مفہوم میں اختلاف مع الدلائل:۔** استثناء کے مفہوم کے متعلق حنفیہ و شوافع کا اختلاف ہے: حنفیہ کے نزدیک اگر کسی کلام میں استثناء آ جائے تو یہ مستثنیٰ کی مقدار کے مطابق اسکے حکم سمیت اس کو تکلم سے ہی خارج کر دیتا ہے، گویا کہ متکلم نے مستثنیٰ کی بقدر زبان سے اصلاً کلام کیا ہی نہیں، اور استثناء کے بعد جو کلام باقی رہ گیا ہے متکلم نے اسی کا کلام کیا ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک ابتداءً تو مستثنیٰ کلام سابق میں داخل ہے، البتہ معارضہ کی وجہ سے حکم سے خارج ہو جائے گا، گویا کہ متکلم نے پہلے مستثنیٰ کا بھی تکلم کیا، مگر بعد میں معارضہ کی

وجہ سے حکماً یہ مستثنیٰ منہ سے خارج ہوگیا۔ مثلاً "لفلان علیّ الف درھم الا مائة" کا مطلب حنفیہ کے ہاں یہ ہے کہ گویا متکلم نے ہزار کا تکلم ہی نہیں کیا بلکہ متکلم نے فلاں کیلئے نوسو کا اقرار کیا ہے اور شوافع کے نزدیک متکلم نے پہلے ہزار کا اقرار کیا ہے پھر اس میں سے سو کا استثناء وانکار کررہا ہے تو گویا اس سو میں اقرار وانکار اور نفی واثبات کا تعارض ہوگیا، اسلئے سو درہم ہزار میں سے ساقط ہوجائے گا۔ امام شافعی رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ کلمۂ توحید لا الٰه الا اللّٰه میں غیر اللہ کی نفی بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کے معبود ہونے کا اثبات بھی ہے، لہٰذا اگر کلمۂ توحید میں استثناء صرف بقیہ کا تکلم ہو تو اس کلمہ سے صرف غیر اللہ کی نفی ہوگی اور اللہ تعالیٰ کی الوہیت کا اثبات نہ ہوگا کیوں کہ معنی ہوگا کہ "لا الٰه الا اللّٰه فانه موجود"۔

حنفیہ کی دلیل ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "فلبث فیھم الف سنة الا خمسین عاما" (نوح علیہ السلام اپنی قوم میں ہزار سال تک رہے مگر پچاس سال۔ یہ پچاس سال دعوت سے قبل یا طوفان کے بعد کا زمانہ ہے) اگر استثناء کو بطریقِ معارضہ تسلیم کریں جیسا کہ شوافع کا قول ہے تو اس قصہ وخبر میں کذب لازم آئے گا، حالانکہ حکم کا سقوط بطورِ معارضہ ایجاب میں تو ہوسکتا ہے اخبار میں نہیں ہوسکتا۔ (قوت الاخیار)

③ **استثناء کے اختلاف کا ثمرہ:** حنفیہ وشوافع کے اختلاف کا ثمرہ اس صورت میں سامنے آئے گا جب مستثنیٰ کی جنس اور ماقبل کی جنس مختلف ہو مثلاً "لفلان علیّ الف درھم الا ثوبا"۔ حنفیہ کے نزدیک یہ استثناء درست ہی نہیں ہے اور شوافع کے نزدیک یہ استثناء معتبر ہے، لہٰذا ایک ہزار کی رقم میں سے ایک کپڑے کی مالیت کی بقدر رقم نفی کردی جائے گی، اسلئے کہ استثناء کا عمل دلیل کی مثل ہے اور جب دلیل میں تعارض ہوجائے تو حتی الامکان اس کا اعتبار کیا جاتا ہے اور اس صورت میں یہ ممکن ہے کہ کپڑے کی قیمت کا اندازہ کرتے ہوئے اسکی نفی کردی جائے۔

④ **متعدد کلمات معطوفہ کے بعد استثناء کا حکم:** اگر متعدد کلمات معطوفہ کے بعد استثناء آئے مثلاً "لزید علیّ الف و لبکر علیّ الف و لخالد علیّ الف الا مائة" تو اس صورت میں شوافع کے نزدیک استثناء یعنی مائۃ کا تعلق تمام کلمات وجملوں کے ساتھ ہوگا جیسا کہ اگر متعدد جملوں کے بعد شرط واقع ہو تو شرط کا تعلق تمام جملوں کے ساتھ ہوتا ہے جیسے "ھند طالق و زینب طالق و فاطمة طالق ان دخلت الدار" اس صورت میں تمام زوجات کی طلاق شرط پر موقوف ومعلق ہے، اور چونکہ استثناء وشرط دونوں کا تعلق بیانِ تغییر سے ہے اس لیے دونوں کا حکم ایک ہی ہونا چاہیے۔ احناف کے نزدیک اس صورت میں استثناء کا تعلق صرف اس کلمہ سے ہوگا جو اس کے متصل ہے، دلیل یہ ہے کہ استثناء کلام کو اس نوعیت سے باہر کردیتا ہے کہ وہ تمام کلام پر عمل کرسکے لہٰذا مناسب یہی ہے کہ استثناء کا تعلق تمام معطوفہ کلمات سے نہ ہو، بخلاف شرط کے کہ وہ کلام سابق کو تبدیل کردیتی ہے اس وجہ سے اس کا تعلق تمام معطوفہ کلمات کے ساتھ ہی ہوگا۔

«الورقة الرابعة فی النحو»

«السوال الاوّل» ۱۴۳۹ھ

الشق الاول ......و قد یحذف الفعل الرافع للفاعل لقیام قرینة جوازا فی مثل "زید" لمن قال: من قام؟

لیبك یزید ضارع لخصومة و مختبط مما تطیح الطوائح

فاعل کی تعریف لکھیں۔ مذکورہ شعر پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ محلِ استشہاد کی تعیین اور استشہاد کی وضاحت کریں۔ فاعل کے فعل کو حذف کرنا کب واجب ہے؟ مثال سے واضح کریں۔

جواب ......کما مر فی الشق الاول من السوال الثانی ۱۴۳۷ھ و فی الشق الثانی من السوال الاول ۱۴۳۶ھ۔

الشق الثانی ......و قد یتضمن المبتدأ معنی الشرط فیصح دخول الفاء فی الخبر.

مبتدا کی قسمِ ثانی کی تعریف لکھیں۔ جن مقامات میں مبتدا شرط کو متضمن ہوتا ہے وہ مقامات مع امثلہ لکھیں۔ لَیتَ اور لَعَلَّ کے دخولِ فاء

سے مانع ہونے کی وجہ لکھیں۔إِنَّ (بکسر الھمزۃ) دخولِ فاء سے مانع ہے یا نہیں؟ وضاحت سے لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حل چار امور ہیں: ① مبتدا کی قسم ثانی کی تعریف ② مبتدا متضمن معنی الشرط کے مقامات ③ لَیتَ اور لَعَلَّ کے دخولِ فاء سے مانع ہونے کی وجہ ④ إِنَّ (بکسر الھمزۃ) کے دخولِ فاء سے مانع ہونے یا نہ ہونے کی وضاحت۔

جواب ...... ① **مبتدا کی قسم ثانی کی تعریف:۔کما مر فی الشق الاول من السوال الثانی ۱۴۳۵ھ۔**

② **مبتدا متضمن معنی الشرط کے مقامات:۔کما مر فی الشق الاول من السوال الاول ۱۴۲۹ھ۔**

③ **لَیتَ اور لَعَلَّ کے دخولِ فاء سے مانع ہونے کی وجہ:۔کما مر فی الشق الثانی من السوال الثالث ۱۴۲۷ھ۔**

④ **إِنَّ (بکسر الھمزۃ) کے دخولِ فاء سے مانع ہونے یا نہ ہونے کی وضاحت:۔** إِنَّ مکسورہ خبر پر دخولِ فاء سے مانع نہیں ہے، اس لیے کہ لیت اور لعل کے دخولِ فاء سے مانع ہونے کی وجہ یہ تھی کہ یہ دونوں کلام کو خبریت سے انشائیت کی طرف خارج کر دیتے ہیں جب کہ إِنَّ مکسورہ کلام کو خبر سے انشاء کی طرف خارج نہیں کرتا۔ اور اس کی تائید اللہ تعالیٰ کے فرمان "**ان الذین کفروا و ماتوا و ھم کفار فلن یقبل من احدھم**" سے بھی ہوتی ہے کہ اس میں إِنَّ مکسورہ خبر پر دخولِ فاء سے مانع نہیں ہے، کیوں کہ اس میں مبتدا متضمن معنی الشرط پر إِنَّ مکسورہ داخل ہے اور اس کی خبر پر فاء بھی داخل ہے۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۹ھ

الشق الاوّل ......**و ھو أی ترخیم المنادی حذف فی آخرہ أی آخر المنادی تخفیفا أی لمجرد التخفیف.**

منادیٰ کی تعریف کریں اور اس کی اقسام واعراب مع امثلہ لکھیں۔ترخیم منادیٰ کی شرائط لکھیں۔منادیٰ مرخم کا اعراب لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① منادیٰ کی تعریف ② منادیٰ کی اقسام واعراب ③ ترخیم منادیٰ کی شرائط ④ منادیٰ مرخم کا اعراب۔

جواب ...... ① **منادیٰ کی تعریف:۔کما مر فی الشق الاول من السوال الثانی ۱۴۳۱ھ۔**

② **منادیٰ کی اقسام مع اعراب وامثلہ:۔** منادیٰ کی پانچ اقسام ہیں۔ ① منادیٰ مفرد معرفہ: یعنی وہ منادیٰ جو مضاف وشبہ مضاف نہ ہو نیز نکرہ بھی نہ ہو یہ منادیٰ علامتِ رفع پر مبنی ہوتا ہے جیسے **یا زیدُ، یا زیدانِ، یا زیدُونَ** ② منادیٰ مستغاث باللام: مظلوم آدمی جب کسی کو فریاد و مدد کیلئے بلائے اور اس منادیٰ پر لام داخل ہوتا ہے اور یہ منادیٰ مجرور رہوتا ہے جیسے **یا لزیدٍ** ③ منادیٰ مستغاث بالالف: اس میں بھی مظلوم آدمی کسی کو فریاد و مدد کیلئے بلاتا ہے اور اس منادیٰ کے بعد الف ہوتا ہے یہ منادیٰ منصوب ہوتا ہے جیسے **یا زیداہ** ④ منادیٰ مضاف وشبہ مضاف: یعنی وہ منادیٰ جو کسی دوسرے اسم کی طرف مضاف ہو یا اپنے معنی کے تام ہونے میں دوسرے اسم کی طرف محتاج ہو یہ منادیٰ منصوب ہوتا ہے جیسے **یا عبداللہ یا طالعًا جبلًا** ⑤ نکرہ غیر معین: یعنی وہ منادیٰ جو حرفِ ندا کے داخل ہونے کے بعد بھی نکرہ ہی رہے یہ اسوقت ہوتا ہے جب نابینا نکرہ سے ندا کرے اور یہ منادیٰ بھی منصوب ہوتا ہے جیسے **یا رجلًا خذبیدی۔**

③ **ترخیم منادیٰ کی شرائط:۔کما مر فی الشق الاول من السوال الاول ۱۴۲۸ھ**

④ **منادیٰ مرخم کا اعراب:۔** منادیٰ مرخم پر دو طرح سے اعراب پڑھا جاسکتا ہے ① ضمہ: منادیٰ مستقل ہونے کیوجہ سے اور محذوف کو بمنزلِ **نسیًا منسیًا** کے سمجھتے ہوئے جیسے **یا مالُ یا حارُ** اس صورت میں یہ منادیٰ مفرد معرفہ ہوگا اور مبنی برضم ہوگا۔ ② حرکتِ اصلیہ: جو ترخیم سے پہلے اس حرف پر تھی مثلاً یا حارث میں ثاء کی موجودگی میں راء پر کسرہ تھا تو ثاء کے حذف کرنے کے بعد بھی راء پر کسرہ ہی پڑھا جائے

گویا کہ آخری حرف حذف ہوا ہی نہیں جیسے یامالكُ میں یامالُ، یامالِ اور یاحارثُ میں یاحارُ، یاحارِ۔

الشق الثانی ......المفعول فیه: هو ما فعل فیه فعل مذکور من زمان أو مکان.

مفعول فیہ کی تعریف لکھ کر اس کے منصوب ہونے کی شرط لکھیں۔ وہ کون سا ظرف زمان ومکان ہے جہاں فی کا مقدر ہونا جائز ہے اور کہاں فی کا ذکر کرنا ضروری ہے؟ مکانِ مبہم سے کیا مراد ہے؟ دخلت کا مابعد مفعول بہ ہے یا مفعول فیہ؟ بطرزِ شارح لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① مفعول فیہ کی تعریف ونصب کی شرط ② فی مقدر ومذکور والے ظروف کی نشان دہی ③ مکانِ مبہم کی مراد ④ دخلت کے مابعد کے مفعول فیہ یا مفعول بہ ہونے کی تفصیل۔

جواب ...... ① **مفعول فیہ کی تعریف ونصب کی شرط:** مفعول فیہ وہ زمان یا مکان ہے جس میں فعلِ سابق واقع ہو جیسے جلستُ امامك، صمتُ یوم الجمعة۔ ان میں امامك اور یوم الجمعة مفعول فیہ ہیں کیوں کہ ان میں فعلِ سابق جلوس وصوم واقع ہوا ہے۔

② **فی مقدر ومذکور والے ظروف کی نشان دہی:** ظروفِ زمان کی تمام اقسام خواہ زمان مبہم ہوں یا محدود وہ تقدیرِ فی کو قبول کرتی ہیں جیسے صمت دهرا، افطرت الیوم۔ اور ظروفِ مکان میں سے مکانِ مبہم بھی تقدیرِ فی کو قبول کرتا ہے جیسے جلستُ خلفك۔ البتہ مکانِ محدود تقدیرِ فی کو قبول نہیں کرتا بلکہ اس میں فی کو ذکر کرنا ضروری ہوتا ہے جیسے جلست فی المسجد۔ مزید تفصیل....کما مر فی الشق الاول من السوال الثانی ۱۴۳۳ھ

③ **مکانِ مبہم کی مراد:** مکانِ مبہم سے مراد جہاتِ ستہ (امام، خلف، یمین، یسار، فوق، تحت) ہیں اور یہ ہر جہت وسط انقطاعِ ارض وخلاء تک ہے یعنی یہ جہات لامحدود ہونے کی وجہ سے مبہم ہیں۔

④ **دخلتُ کے مابعد کے مفعول فیہ یا مفعول بہ ہونے کی تفصیل:** بعض نحاۃ کا مذہب یہ ہے کہ یہ مفعول بہ ہے، مگر اصح یہ ہے کہ یہ مفعول فیہ ہے، اصل میں اس کا استعمال حرفِ جر کے ساتھ ہونا چاہیے مگر کثرتِ استعمال کی وجہ سے حرفِ جر کو حذف کر دیا گیا ہے۔ لہٰذا دخلتُ کے مابعد کو بھی ظرف مکان مبہم پر محمول کیا جائے گا۔ شارح رحمہ اللہ ماتن کے مذکورہ قول پر اعتراض کرتے ہیں کہ دخلتُ کا مابعد مفعول بہ ہوتا ہے نہ کہ مفعول فیہ۔ دلیل یہ ہے کہ مفعول فیہ ایک زائد چیز ہے اور اسے اس وقت لایا جاتا ہے جب کلام کا معنی پورا ہو جاتا ہے اور فعل متعدی جس طرح فاعل کے بغیر پورا نہیں ہوتا اسی طرح مفعول بہ کے بغیر بھی اس کا معنی پورا نہیں ہوتا، تو مفعول فیہ تب آئے گا جب مفعول بہ آچکا ہوگا، اگر مفعول بہ نہ آیا ہو تو تکمیلِ فعل کے لیے مفعول بہ چاہیے نہ کہ مفعول فیہ تو جب تک دخلت کا مابعد ذکر نہیں کیا جائے گا اس وقت تک اس کا معنی پورا نہ ہوگا۔ اس کا معنی پورا کرنے کے لیے کوئی چیز چاہیے اور وہ چیز مفعول بہ ہے نہ کہ مفعول فیہ، کیوں کہ دخلتُ کا معنی "دار" کو ذکر کرنے سے پورا ہو رہا ہے لہٰذا دار مفعول بہ ہوگا مفعول فیہ نہ ہوگا۔ اس کی تائید سے قبل ضابطہ سمجھیں کہ مفعول فیہ جب کسی مکانِ خاص کی طرف منسوب ہو تو مفعول فیہ میں واقع ہونے والے فعل کی نسبت اس مکانِ عام کی طرف بھی ہوتی ہو جو اس مکانِ خاص کو بھی شامل ہے اور اس کے علاوہ کو بھی شامل ہے مثلاً ضربت زیدا فی الدار میں جیسے ضرب کی نسبت مکانِ خاص (دار) کی طرف درست ہے اسی طرح ضربت زیدا فی البلد میں مکانِ عام (بلد) کی طرف بھی درست ہے مگر دخلت الدار میں یہ ضابطہ مفقود ہے، اس لیے کہ یہاں دخلت الدار کہنا درست ہے مگر دخلت البلد کہنا درست نہیں ہے، معلوم ہوا کہ دخول میں یہ علامت نہیں پائی جاتی، لہٰذا الدار کا لفظ دخلت کا مفعول بہ ہے مفعول فیہ نہیں ہے، اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ فعل کو مفعول بہ کی وہاں ضرورت ہوتی ہے جہاں فعل متعدی ہو۔ اور وہ مصدر جو فُعُوْلٌ کے وزن پر ہو وہ لازمی ہوتا ہے نہ کہ متعدی۔ لہٰذا دخول یعنی دخلتُ کو مفعول بہ کی ضرورت نہیں ہے، پس مابعد والا اسم (دار) مفعول فیہ ہے نہ کہ مفعول بہ۔ باقی تائید کے لیے پیش کردہ ضابطہ اکثری ہے کلی نہیں ہے، اس کے خلاف بھی ہو سکتا ہے مثلاً ایک دار کے متعدد بیوت ہیں، مگر کوئی شخص اس کے ایک کمرے میں بیٹھ کر نہیں کہہ سکتا کہ میں

پورے گھر میں بیٹھا ہوں، یہاں بیٹھنے کی نسبت مکانِ خاص (بیت) کی طرف درست ہے مگر مکانِ عام (دار) کی طرف درست نہیں ہے، معلوم ہوا کہ یہ ضابطہ اکثری ہے۔ **اصح** کے متعلق شارح نے دوسرا قول ذکر کیا ہے کہ بعض کے نزدیک **اصح** سے مراد مذہب اصح نہیں ہے بلکہ "اصح" استعمال کی صفت ہے یعنی اصح استعمال مراد ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ **دخلت** کے استعمال کے دو طریقے ہیں: ① **فی** کے ساتھ، جیسے **دخلت فی الدار** ② **فی** کے بغیر جیسے **دخلت الدار** اور **دخلت المسجد**، یہ دونوں استعمال صحیح ہیں مگر فی کے بغیر استعمال اصح ہے۔ (المفتاح السامی)

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۹ھ

الشق الاوّل ......**و لا تفيد الاضافة اللفظية الا تخفيفا فى اللفظ، و من ثم جاز مررت برجل حسن الوجه، و امتنع مررت بزيد حسن الوجه.**

اضافتِ لفظیہ لفظ میں تخفیف کا فائدہ دیتی ہے، تخفیف کی صورتیں ذکر کریں۔ خط کشیدہ عبارت کی وضاحت کریں۔ **الضارب زيد** کی ترکیب ممتنع ہونے کی وجہ لکھیں۔ **الواهب المائة الهجان و عبدها** میں محل استشہاد کی تعیین واستشہاد کی وضاحت کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① تخفیف کی صورتیں ② خط کشیدہ عبارت کی وضاحت ③ **الضارب زيد** کی وجہِ امتناع ④ **الواهب المائة الهجان و عبدها** میں استشہاد و محلِ استشہاد کی وضاحت۔

جواب...... ① و ② **تخفیف کی صورتیں وعبارت کی وضاحت:** کما مر فی الشق الاول من السوال الثالث ۱۴۳۸ھ

③ **الضاربُ زيدٍ کے ممتنع ہونے کی وجہ:** اس ترکیب کے ممتنع ہونے کی وجہ یہ ہے اضافتِ لفظیہ کا فائدہ (تخفیف فی اللفظ) حاصل نہیں ہو رہا، کیوں کہ **ضاربٌ** سے تنوین کا سقوط الف لام کی وجہ سے ہے نہ کہ اضافت کی وجہ سے۔ پس اضافتِ لفظیہ والا فائدہ حاصل نہ ہونے کی وجہ سے یہ ترکیب درست نہیں ہے۔

④ **استشہاد و محلِ استشہاد کی وضاحت:** مذکورہ شعر فراء نحوی نے **الضارب زيدٍ** کے جواز پر بطورِ دلیل پیش کیا ہے کہ اس شعر میں **عبدها** کا لفظ **المائة** پر معطوف ہونے کی وجہ سے مجرور ہے، چونکہ جو عامل معطوف علیہ کا ہوتا ہے وہی عامل معطوف کا بھی ہوتا ہے، لہٰذا تقدیرِ عبارت **الواهب عبدها** ہوگئی اور یہ ترکیب بالکل **الضارب زيدٍ** کی طرح ہوگئی پس معلوم ہوا کہ **الضاربُ زيدٍ** کا استعمال بھی درست ہے۔ مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ ترکیب ضعیف ہے۔ شارح نے اس جواب کی دو تقریریں کی ہیں: ① یہ قول فصاحت میں اس قدر قوی نہیں ہے کہ اس سے استدلال کیا جاسکے، کیوں کہ اضافتِ لفظیہ کا تخفیف والا فائدہ اس میں حاصل نہیں ہو رہا، لہٰذا **الضاربُ زيدٍ** کی طرح اس کا یہ مماثل بھی درست نہیں ہے۔ ② یہ تقریر اس بات پر مبنی ہے کہ **ضَعُفَ** کا فاعل **استدلال** ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ فراء کا یہ استدلال ضعیف ہے، اس کی دو وجہیں ہیں: ۱۔ ضعف کی پہلی وجہ یہ ہے کہ اس پر کوئی صریح دلیل نہیں ہے کہ **عبدها** مجرور ہے اور **الواهب** اس کی طرف مضاف ہے، کیوں کہ **عبدها** کے نصب کا بھی احتمال ہے، یا تو اس بناء پر کہ یہ **المائة** کے محل پر محمول ہے اور **المائة** محلاً منصوب ہے اس لیے کہ یہ **الواهب** کا مفعول بہ ہے۔ یا پھر اس لیے کہ یہ **الواهب** کا مفعول معہ ہے۔ ۲۔ ضعف کی دوسری وجہ یہ ہے کہ بسا اوقات ایک چیز معطوف میں جائز ہوتی ہے اور معطوف علیہ میں جائز نہیں ہوتی جیسے **رُبَّ شَاةٍ وَ سَخْلَتِهَا**، اس ترکیب میں **سخلتها** کا **شاة** پر عطف ہے اور **رب** عطف کے واسطے سے **سخلتها** معرفہ پر بھی داخل ہے اور یہ جائز ہے مگر بغیر عطف کے **رب** کو **سخلتها** پر داخل کر کے **رب سخلتها** کہنا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح یہاں بھی بذریعہ عطف **الواهب عبدها** جائز ہو مگر بغیر عطف کے جائز نہ ہو۔ (التقریر السامی: ص ۴۳۲)

الشق الثانی ......**و من ثم لم يجز فى ما زيد بقائم أو قائما و لا ذاهب عمرو الا الرفع.**

تابع کی تعریف کریں۔ مذکورہ عبارت کس قاعدے پر تفریع ہے؟ قاعدہ ذکر کر کے تفریع کی وضاحت کریں۔ نکرہ کے معرفہ سے بدل ہونے کی شرط اور اس کی وجہ لکھیں۔ اسم ظاہر ضمیر سے بدل بن سکتا ہے یا نہیں؟ بطرز شارح مفصل لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① تابع کی تعریف ② متفرع علیہ قاعدہ کی نشان دہی و تفریع کی وضاحت ③ نکرہ کے معرفہ سے بدل ہونے کی شرط و وجہ ④ اسم ظاہر کے ضمیر سے بدل ہونے کی وضاحت۔

جواب ...... ① تابع کی تعریف:۔ کما مر فی الشق الاول من السوال الثالث ۱۴۳۱ھ

② متفرع علیہ قاعدہ کی نشان دہی و تفریع کی وضاحت:۔ ماقبل میں ضابطہ بیان کیا گیا ہے کہ جو احوال معطوف علیہ کو عارض ہوتے ہیں حرف عطف کی وجہ سے وہی احوال معطوف کو بھی عارض ہوتے ہیں یعنی جو امور معطوف علیہ کے لیے جائز و ناجائز ہوتے ہیں بعینہ وہی امور معطوف کے لیے بھی جائز و ناجائز ہوتے ہیں۔ اس ضابطہ پر تفریع قائم کی کہ **ما زید بقائم یا ما زید قائما و لا ذاهب عمرو** میں **عمرو** پر رفع متعین ہے اس میں **بقائم** یا **قائما** پر عطف کرتے ہوئے نصب یا جر جائز نہیں ہے، اسلئے کہ نصب و جر کی صورت میں یہ بذریعہ عطف **زید** کی خبر ہوگا حالانکہ **ذاهب** کا **زید** کی خبر واقع ہونا ممتنع ہے، اسلئے کہ معطوف علیہ یعنی **قائم** میں ضمیر ہے جو **ما** کے اسم یعنی **زید** کی طرف راجع ہے اور معطوف یعنی **ذاهب** ضمیر سے خالی ہے کیوں کہ یہ **عمرو** کی خبر مقدم ہے اور یہ **عطف الجملة علی الجملة** کے قبیل سے ہے، نہ کہ **عطف الخبر علی الخبر** کے قبیل سے۔

③ نکرہ کے معرفہ سے بدل ہونے کی شرط و وجہ:۔ نکرہ کے معرفہ سے بدل ہونے کی شرط یہ ہے کہ نکرہ کی کوئی صفت لائی جائے اسلئے کہ صفت نکرہ کو معرفہ کے قریب پہنچا دیتی ہے لہٰذا بدل جو نکرہ ہونے کی وجہ سے مبدل منہ سے انقص ہے وہ صفت کی وجہ سے مبدل منہ کے مساوی ہو جائے گا لہٰذا بدل و مبدل منہ دونوں مساوی ہونے سے ترکیب درست ہو جائے گی، جیسے **لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ**۔

④ اسم ظاہر کے ضمیر سے بدل ہونے کی وضاحت:۔ اسم ظاہر ضمیر غائب کے علاوہ کسی اور ضمیر (مخاطب و متکلم) سے بدل الکل نہیں بن سکتا، البتہ ضمیر غائب سے بدل الکل بن سکتا ہے جیسے **ضربته زیدا** اسلئے کہ ضمیر مخاطب و متکلم دلالت کے اعتبار سے اسم ظاہر سے اقوی و اخص ہیں، پس اگر اسم ظاہر کو ان سے بدل الکل بنایا جائے تو مقصود کا غیر مقصود سے انقص ہونا لازم آئے گا حالانکہ بدل الکل اور مبدل منہ کے مدلول میں عینیت ہوتی ہے، لہٰذا اسم ظاہر کا ضمیر مخاطب و متکلم سے بدل الکل بنا صحیح نہیں ہے البتہ اسم ظاہر کا بدل البعض، بدل الاشتمال اور بدل الغلط بنا درست ہے کیوں کہ ان میں بدل کا مدلول بعینہ مبدل منہ کا مدلول نہیں ہوتا جیسے **اشتریتك نصفك، اشتریتنی نصفی** (بدل البعض کی مثالیں)، **اعجبتنی علمك، اعجبتك علمی** (بدل الاشتمال کی مثالیں) اور **ضربتك الحمار، ضربتنی الحمار** (بدل الغلط کی مثالیں)۔

﴿الورقة الخامسة فی الأدب العربی﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۹ھ

الشق الاول ...... وَاَرْجُوْاَنْ لَّااَكُوْنَ فِیْ هٰذَا الْهَذَرِ الَّذِیْ اَوْرَدْتُّهٗ وَالْمُوْرِدِ الَّذِیْ تَوَرَّدْتُّهٗ كَالْبَاحِثِ عَنْ حَتْفِهٖ بِظِلْفِهٖ وَالْجَادِعِ مَارِنَ اَنْفِهٖ بِكَفِّهٖ فَالْحَق بِالْاَخْسَرِیْنَ اَعْمَالًا الَّذِیْنَ ضَلَّ سَعْیُهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَهُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا، عَلٰی اَنِّیْ وَاِنْ اَغْمَضَ لِیَ الْفَطِنُ الْمُتَغَابِیْ وَنَضَحَ عَنِّی الْمُحِبُّ الْمُحَابِیْ لَا اَكَادُ اَخْلُصُ مِنْ غَمْرٍ جَاهِلٍ.

عبارت پر اعراب لگائیں، ترجمہ کریں، مخطوطہ الفاظ کے ابواب اور معانی لکھیں۔

جواب ...... مکمل جواب ...کما مر فی الشق الثانی من السوال الثانی ۱۴۳۰ھ

الشق الثانی قَالَ: نَظَمَنِيْ وَ أَخْدَانًا لِيْ نَادٍ لَمْ يَخِبْ فِيْهِ مُنَادٍ، وَ لَا كَبَا قَدْحُ زِنَادٍ، وَ لَا ذَكَتْ نَارُ عِنَادٍ، فَبَيْنَا نَحْنُ نَتَجَاذَبُ أَطْرَافَ الْأَنَاشِيْدِ وَنَتَوَارَدُ طُرَفَ الْأَسَانِيْدِ إِذْ وَقَفَ بِنَا شَخْصٌ عَلَيْهِ سَمَلٌ وَفِيْ مِشْيَتِهِ قَزَلٌ فَقَالَ: يَا أَخَايِرَ الذَّخَائِرِ وَ بَشَائِرَ الْعَشَائِرِ عِمُوْا صَبَاحًا وَأَنْعِمُوْا اِصْطِبَاحًا وَانْظُرُوْا إِلٰى مَنْ كَانَ ذَا نَدِيٍّ وَنَدًى.

عبارت پراعراب لگا کر ترجمہ کیجیے، خط کشیدہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق کیجیے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حل تین امور ہیں: ① عبارت پراعراب ② عبارت کا ترجمہ ③ خط کشیدہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق۔

جواب...... ① **عبارت پراعراب:۔** کما مر فی السوال آنفًا۔

② **عبارت کا ترجمہ:۔** حارث بن ہمام نے کہا کہ مجھے اور میرے دوستوں کو ایک ایسی مجلس نے پرو دیا جس میں منادی (پکارنے والا) اور سائل محروم ونامراد نہیں رہا، اور نہ چقماق کی رگڑ بے آگ رہی اور نہ ہی عناد کی آگ اس میں بھڑکی ہے۔

بقیہ ترجمہ وتحقیق...کما مر فی الشق الاول من السوال الاول ١٤٣٧ھ

③ **خط کشیدہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق:۔** أَخْدَانٌ: جمع ہے، اس کا واحد خِدْنٌ ہے بمعنی دوست وساتھی۔

لَمْ يَخِبْ: صیغہ واحد مذکر غائب فعل نفی جحد بلم معلوم از مصدر خَيْبَةٌ (ضرب۔اجوف) بمعنی نامراد و ناکام ہونا۔

كَبَا: صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معلوم از مصدر كَبْوًا، كُبُوًّا (نصر۔ناقص) بمعنی آگ نہ نکلنا اور روشن نہ ہونا۔

ذَكَتْ: صیغہ واحد مؤنث غائب فعل ماضی معلوم از مصدر ذُكُوًّا (نصر۔ناقص) بمعنی تیز و مشتعل ہونا۔

﴿السوال الثانی﴾ ١٤٣٩ھ

الشق الاول فَقَالَ الْحَدَثُ: أَمَّا الشَّيْخُ فَأَصْدَقُ مِنَ الْقَطَا وَ أَمَّا الْإِفْضَاءُ فَفَرَطٌ عَنْ خَطَاءٍ وَ قَدْ رَهَنْتُهُ عَنْ أَرْشِ مَا أَوْهَنْتُهُ مَمْلُوْكًا لِيْ مُتَنَاسِبَ الطَّرَفَيْنِ مُنْتَسِبًا إِلَى الْقَيْنِ نَقِيًّا مِنَ الدَّرَنِ وَ الشَّيْنِ يُقَارِنُ مَحَلُّهُ سَوَادَ الْعَيْنِ يُفْشِي الْإِحْسَانَ وَ يُنْشِئُ الْإِسْتِحْسَانَ وَ يُغْذِي الْإِنْسَانَ.

عبارت پراعراب لگا کر ترجمہ کیجیے، مذکورہ عبارت کا تعلق کس "مقامہ" سے ہے؟ مقامہ کا نام لکھیے۔خط کشیدہ کلمات کی تحقیق کیجیے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① عبارت پراعراب ② عبارت کا ترجمہ ③ خط کشیدہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق ④ متعلقہ مقامہ کی نشان دہی۔

جواب...... ① **عبارت پراعراب:۔** کما مر فی السوال آنفًا

② **عبارت کا ترجمہ:۔** نوجوان نے کہا: بہر حال شیخ قطا پرندے سے بھی زیادہ سچا ہے، اور رہا پھاڑنے کا عمل سو وہ غلطی سے سرزد ہوا ہے، جب کہ میں نے جس چیز کو خراب کیا ہے اس کے تاوان میں اس کے پاس ایسے مملوک وغلام کو رہن رکھوایا ہے جس کے دونوں اطراف برابر ہیں، جو لوہار کی طرف منسوب ہے، وہ ہمہ قسم کے میل کچیل وعیب سے پاک ہے، اس کا محل آنکھ کی سیاہی کے ساتھ ملتا ہے، وہ احسان ونیکی پھیلاتا ہے، خوب صورتی کو پیدا کرتا ہے اور انسان (آنکھ کی پتلی) کو غذا دیتا ہے۔

③ **خط کشیدہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق:۔** قَطَا: یہ ایک پرندہ ہے جو پانی کو دیکھ کر قطا قطا کی آواز لگاتا ہے اور اسکی یہ آواز دوران سفر پانی کی بالکل صحیح خبر ہوتی ہے۔ خَطَا: یہ اسم ہے بمعنی گناہ و غلطی، بعض نے کہا کہ اس سے مراد غیر ارادی گناہ ہے۔

أَرْشٌ: یہ مفرد ہے اس کی جمع أُرُوْشٌ ہے بمعنی دیت ورشوت۔مصدر أَرْشًا (نصر۔مہموز) بمعنی دیت دینا۔

أَوْهَنْتُ: صیغہ واحد متکلم فعل ماضی معلوم از باب افعال (مثال) بمعنی کمزور کرنا۔

اَلْقَيْنُ: یہ مفرد ہے اسکی جمع قِيَانٌ ہے بمعنی لوہار۔ شَيْنًا: یہ باب ضرب (اجوف) کا مصدر ہے بمعنی عیب لگانا۔

اَلدَّرَنُ: یہ مفرد ہے اس کی جمع اَدْرَانٌ ہے بمعنی میل کچیل۔ مصدر دَرَنًا (سمع) بمعنی میلا ہونا۔

مَحَلٌّ: یہ ظرف کا مفرد ہے اس کی جمع مَحَالٌّ ہے از مصدر حَلًّا حُلُوْلًا (نصر و ضرب۔ مضاعف) نازل ہونا واترنا۔

۴ متعلقہ مقامہ کی نشان دہی:۔ اس عبارت کا تعلق آٹھویں مقامہ "المعرّیۃ" سے ہے۔

الشق الثانی ......قَالَ: هَتَفَ بِيْ دَاعِي الشَّوْقِ اِلٰى رَحْبَةِ مَالِكِ بْنِ طَوْقٍ، فَلَبَّيْتُهُ مُمْتَطِيًا شِمِلَّةً وَ مُنْتَضِيًا عَزْمَةً مُشْمَعِلَّةً، فَلَمَّا اَلْقَيْتُ بِهَا الْمَرَاسِيَ، وَ شَدَدْتُ اَمْرَاسِيَ، وَ بَرَزْتُ مِنَ الْحَمَّامِ بَعْدَ سَبْتِ رَاْسِيْ رَاَيْتُ غُلَامًا اُفْرِغَ فِيْ قَالِبِ الْجَمَالِ وَ اُلْبِسَ مِنَ الْحُسْنِ حُلَّةَ الْكَمَالِ.

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے، مذکورہ عبارت کا تعلق کس "مقامہ" سے ہے؟ مقامہ کا نام لکھیے۔ خط کشیدہ کلمات کی تحقیق کیجیے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① عبارت پر اعراب ② عبارت کا ترجمہ ③ خط کشیدہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق ④ متعلقہ مقامہ کی نشان دہی۔

جواب ...... ① عبارت پر اعراب:۔ کما مر فی السوال آنفًا

② عبارت کا ترجمہ:۔ حارث بن ہمام نے کہا کہ مجھے شوق کے داعی نے مالک بن طوق کے شہر رحبہ کی طرف پکارا، میں نے تیز رفتار اونٹنی پر سوار ہو کر بلند عزم کو نیام سے نکالتے ہوئے لبیک کہا، پس جب میں نے وہاں اپنے لنگر ڈال دیے اور اپنی رسیاں باندھ لیں اور حمام سے اپنے سر کا حلق کروانے کے بعد نکلا تو میں نے ایک غلام (لڑکے) کو دیکھا جو جمال وخوب صورتی کے سانچہ میں ڈھالا گیا تھا اور اسے حسن سے کمال کا جوڑا پہنایا گیا تھا۔

③ خط کشیدہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ اَمْرَاسٌ: یہ مَرَسٌ کی جمع ہے اور مَرَسٌ مَرَسَةٌ کی جمع ہے بمعنی رسی۔

هَتَفَ: صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معلوم از مصدر هَتْفًا و هُتَافًا (ضرب) بمعنی آواز دینا۔

مُنْتَضِيًا: صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر اِنْتِضَاءٌ (افتعال۔ ناقص) بمعنی تلوار نیام سے نکالنا۔

عَزْمَةٌ: بمعنی پختہ ارادہ۔ مصدر عَزْمًا مَعْزَمًا عَزِيْمًا عَزِيْمَةً (ضرب) بمعنی پختہ ارادہ کرنا۔

اَلْمَرَاسِيْ: یہ جمع ہے اس کا مفرد مِرْسَاةٌ ہے بمعنی کشتی یا بحری جہاز کا لنگر۔ مصدر رَسْوًا و رُسُوًّا (نصر۔ ناقص) بمعنی ثابت و راسخ ہونا، لنگر انداز ہونا۔ مُشْمَعِلَّةٌ: صیغہ واحد مؤنث بحث اسم فاعل از باب افعلال بمعنی چست ہونا۔

④ متعلقہ مقامہ کی نشان دہی:۔ اس عبارت کا تعلق دسویں مقامہ "الرحبیۃ" سے ہے۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۹ھ

الشق الاول ......درج ذیل اُردو عبارت کا عربی میں ترجمہ کریں۔

اسلامی قانون کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی سب نعمتیں عام ہیں ان سے جو چاہے اپنی ضرورت بھر فائدہ اٹھائے مثلاً دریاؤں اور چشموں کا پانی سب کیلئے عام ہے، ہاں اگر کوئی محنت وقابلیت صرف کر کے ان سے نہریں نکالے یا بند باندھ کر اس پانی کو مفید بنائے تو اسے حق ہے کہ وہ اپنی محنت وقابلیت کا بدلہ لے۔

اسی طرح جنگل کی لکڑی، ازخود اگنے والی گھاس، جنگل کے رہنے والے جانور اور زمین پر کھلی ہوئی کانیں سب کیلئے ہیں جو چاہے ضرورت بھر فائدہ اٹھائے، ان پر کوئی پابندی قائم نہیں کی جا سکتی، لیکن اگر کوئی ان نعمتوں کو سمیٹ کر اپنی ضرورت سے زائد اپنے پاس ذخیرہ کرے تو اُس کو اِس کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

جواب......کما مر فی الشق الاول من السوال الثالث ۱۴۳۴ھ

الشق الثانی......(حیاۃ الشاہ ولی اللہ ، دین الفطرۃ) میں سے کسی ایک پر کم ازکم پندرہ سطروں کا عربی مضمون تحریر کیجیے۔

جواب......کما مر فی الشق الثانی من السوال الثالث ۱۴۳۲ و ۱۴۳۳ھ

الورقۃ السادسۃ فی المنطق و البلاغۃ

السوال الاوّل ۱۴۳۹ھ

الشق الاوّل......**العلم اما تصور فقط و ھو حصول صورۃ الشیئ فی العقل.**

"ھــو" ضمیر کا مرجع کیا ہے؟ بطرزِ شارح بیان کیجیے۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے "تصورِ فقط" کی بجائے مطلق تصور کی تعریف کیوں کی؟ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اور حکماء کے مذہب میں کتنے فرق ہیں؟ مختصراً لکھیے۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے تصور کی جگہ "تصورِ ساذج" کہا، کیوں کہ تصور کہنے پر دو طرح سے اعتراض ہوتا ہے، اعتراض و جواب بطرزِ شارح تفصیل سے تحریر کیجیے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① ھــو ضمیر کا مرجع ② مطلق تصور کی تعریف کرنے کی وجہ ③ امام رازی و حکماء کے مذہب میں فرق ④ تصورِ ساذج کہنے پر ہونے والے دو اعتراض و جواب۔

جواب...... **①** ھو ضمیر کا مرجع:۔ ھو ضمیر کے مرجع میں دو احتمال ہیں: ① تصورِ مطلق ② تصورِ فقط۔

تصورِ فقط کو مرجع بنانا درست نہیں ہے، اس لیے کہ اس صورت میں **حصول صورۃ الشیئ فی العقل** تصورِ فقط کی تعریف ہوگی، جس کا حاصل یہ ہوگا کہ تصورِ فقط کسی چیز کی صورت کا عقل میں آنا ہے، تو یہ تعریف تصورِ فقط کے مدِ مقابل و قسیم یعنی تصدیق پر بھی صادق آئے گی اس لیے کہ اس میں بھی **حـصـول صـورۃ الشیئ فـی العقل** ہوتا ہے (اگرچہ حکم کے ساتھ ہوتا ہے) الغرض اگر مرجع تصورِ فقط کو بنائیں تو یہ تعریف دخولِ غیر سے مانع نہ ہوگی اور تعریف کا دخولِ غیر سے مانع ہونا ضروری ہے۔ جب ضمیر کا مرجع تصورِ فقط کو بنانا محال ہے تو متعین ہوگیا کہ احتمالِ اول (تصورِ مطلق) ہی ضمیر کا مرجع ہے۔

② مطلق تصور کی تعریف کرنے کی وجہ:۔ ماتنؒ کے مطلق تصور کی تعریف کرنے کی حکمت و وجہ اس بات پر تنبیہ کرنا ہے کہ لفظِ تصور کا اطلاق دو چیزوں پر ہوتا ہے: ① اس تصور پر جو تصدیق کا مقابل ہے یعنی تصورِ ساذج ② اس تصور پر جو تصدیق سے عام ہے اور علم کا مرادف ہے، مقسم کا درجہ رکھتا ہے اور مطلق تصور ہے۔ اگر مصنفؒ مقام کے مقتضیٰ کے خلاف مطلق تصور کی تعریف نہ کرتے تو اس نکتہ پر تنبیہ نہیں ہوسکتی تھی۔

③ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اور حکماء کے مذہب میں فرق:۔ کما مر فی الشق الاول من السوال الاول ۱۴۳۶ھ

④ تصور کہنے پر وارد شدہ اعتراض و جواب:۔ علم کی مشہور تقسیم **العلم اما تصور أو تصدیق** ہے، مصنف نے **العلم اما تصور ساذج او تصدیق** کہہ کر مشہور تقسیم سے کیوں عدول کیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ مشہور تقسیم پر دو اعتراض وارد ہوتے ہیں ان سے بچنے کے لیے اس سے عدول کیا ہے۔

① علم کی مشہور تقسیم میں تصدیق سے مراد نفسِ حکم ہے یا تصور مع الحکم مراد ہے؟ اگر تصور مع الحکم مراد ہے تو اس صورت میں قسم الشی کا

قسیم الشی ہونا لازم آئے گا کیوں کہ مشہور تقسیم میں تصور مع الحکم کو مطلق تصور کا قسیم بنایا گیا ہے، حالانکہ حقیقت میں تصور مع الحکم مطلق تصور کی ایک قسم ہے اور قسم الشی کا قسیم الشی ہونا باطل ہے، لہٰذا جو تقسیم امرِ باطل پر مشتمل ہو وہ بھی باطل ہے۔ اور اگر نفسِ حکم مراد ہو تو اس صورت میں قسیم الشی کا قسم الشی ہونا لازم آئے گا، اس لیے کہ نفسِ حکم حقیقت میں تصور کا قسیم ہے کیوں کہ تصور میں حکم نہیں ہوتا، مگر مشہور تقسیم میں اسے علم کی قسم بنا دیا گیا ہے جو کہ تصور کا مرادف ہے اور یہ قسیم الشی کا قسم الشی ہونا بھی باطل ہے اور جو تقسیم امر باطل پر مشتمل ہو وہ بھی باطل ہے۔

مصنف کی ذکر کردہ تقسیم (**العلم اما تصور ساذج او تصدیق**) پر یہ اعتراض وارد نہیں ہوتا، اس لیے کہ تصدیق سے مراد تصور مع الحکم ہے، اس صورت میں قسم الشی کا قسیم الشی ہونا لازم نہیں آتا، اس لیے کہ تصور مع الحکم حقیقت میں کس تصور کی قسم ہے؟ اگر یہ تصورِ ساذج کی قسم ہے تو یہ صریح البطلان ہے، کیوں کہ تصورِ ساذج میں حکم نہ ہونے کی شرط ہے اور تصور مع الحکم میں حکم ہونے کی شرط ہے، اور اگر تصور مع الحکم مطلق تصور کی قسم ہے تو یہ بات مسلم ہے مگر اس صورت میں اعتراض نہیں ہوسکتا، اس لیے کہ ماتنؒ نے بھی تصور مع الحکم کو مطلق تصور کی قسم بنایا ہے، اس کا قسیم نہیں بنایا، الغرض تصور مع الحکم جس کی قسم ہے اس کا قسیم نہیں اور جس کا قسیم ہے اس کی قسم نہیں بنایا، لہٰذا قسم الشی کا قسیم الشی ہونا لازم نہ آیا۔

② **العلم اما تصور او تصدیق** سے کیا مراد ہے؟ مطلق حضورِ ذہنی مراد ہے یا حضورِ ذہنی مقید بعدم الحکم مراد ہے؟ اگر مطلق حضورِ ذہنی مراد ہے تو اس صورت میں **انقسام الشیئ الیٰ نفسہٖ** کی خرابی لازم آئے گی، اس لیے کہ مطلق حضورِ ذہنی بعینہٖ علم ہے، تو مطلب یہ ہوگا **العلم اما علم او تصدیق** اور یہ **انقسام الشیئ الیٰ نفسہٖ** ہے جو کہ باطل ہے۔ اور اگر حضورِ ذہنی مقید بعدم الحکم مراد ہے تو حکماء کے نزدیک **اشتراط الشیئ بنقیضہٖ** کی خرابی لازم آئے گی، اس لیے کہ حکماء کے نزدیک تصدیق کے لیے تصور شرط ہے اور تصور میں عدمِ حکم معتبر ہے، گویا کہ تصدیق کے لیے عدم الحکم شرط ہے، اور تصدیق نفسِ حکم کا نام ہے، تو گویا کہ عدم الحکم حکم کے لیے شرط ہے اور یہی **اشتراط الشیئ بنقیضہٖ** ہے جو کہ باطل ہے۔ اور امام رازی رحمہ اللہ کے مذہب پر **ترکب الشیئ من النقیضین** کی خرابی لازم آئے گی، اس لیے کہ امام رازی رحمہ اللہ کے نزدیک تصدیق کے لیے تصور شطر و جزو ہے، اور تصور میں عدم الحکم معتبر ہے، تو گویا کہ عدم الحکم تصدیق کے لیے جزو ہے اور تصدیق کا ایک جزو حکم بھی ہے، گویا کہ تصدیق حکم و عدمِ حکم سے مرکب ہے اور یہی **ترکب الشیئ من النقیضین** ہے جو کہ باطل ہے۔ مصنف کی ذکر کردہ تقسیم (**العلم اما تصور ساذج او تصدیق**) میں دونوں خرابیاں اور اعتراض وارد نہیں ہوتے، اسلئے کہ تصور سے مراد حضورِ ذہنی مقید بعدم الحکم ہے اور تصدیق میں وہ تصور معتبر ہے جو کہ مطلق حضورِ ذہنی کے معنیٰ میں ہے، لہٰذا عدم الحکم تصدیق میں نہ شرط کی حیثیت سے معتبر ہے کہ **اشتراط الشیئ بنقیضہٖ** کی خرابی لازم آئے اور نہ جزو ہونے کی حیثیت سے معتبر ہے کہ **ترکب الشیئ من النقیضین** کی خرابی لازم آئے۔

الشق الثانی ......و **یشترط فی الدلالۃ الالتزامیۃ کون الخارج بحالۃ یلزم من تصور المسمیٰ فی الذھن تصورہ، و الا لامتنع فھمہ من اللفظ.** دلالتِ التزامی میں کون سا لزوم شرط ہے؟ بطرزِ شارح لکھئے۔ مفرد اور مرکب کی تعریف لکھ کر مفرد کی اقسام مع امثلہ تحریر کیجیے۔ اسم، کلمہ اور ادات کی تعریفیں اور ہر ایک کی وجہ تسمیہ لکھئے۔ افعالِ ناقصہ ادات ہیں یا کلمہ؟

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① دلالتِ التزامی میں مشروط لزوم ② مفرد و مرکب کی تعریف و مفرد کی اقسام ③ اسم، کلمہ اور ادات کی تعریف و وجہ تسمیہ ④ افعالِ ناقصہ کے ادات یا کلمہ ہونے کی وضاحت۔

جواب ...... ① دلالتِ التزامی میں مشروط لزوم:۔ **کما مر فی الشق الثانی من السوال الاول ۱۴۲۸ھ**

② مفرد و مرکب کی تعریف و مفرد کی اقسام:۔ مفرد: وہ لفظ کہ جس کے جزء سے معنیٰ کی جزء پر دلالت کا قصد نہ کیا گیا ہو جیسے ہمزۂ استفہام۔ مرکب: وہ لفظ کہ جسکے جزء سے معنیٰ کی جزء پر دلالت کا قصد کیا گیا ہو جیسے **زید عالم، زید قائم۔**

مفرد کی چار اقسام ہیں: ① لفظ کا جزء نہ ہو جیسے ہمزہ استفہام اس کا کوئی جزء نہیں ② لفظ کا جزء ہو معنیٰ کا جزء نہ ہو جیسے لفظِ انسان کے

اجزاء الف،نون،سین،الف،نون،مگر معنی دار نہیں ④ لفظ کا جزء ہو معنی دار بھی ہو مگر معنی مقصودی کے جزء پر دلالت نہ ہو جیسے خلیل الرحمن جب کسی کا نام ہو،لفظ کے اجزاء ہیں خلیل، رحمٰن، معنی دار بھی ہیں، خلیل کا معنی دوست اور رحمٰن کا معنی بہت رحم کرنے والا۔ مگر نام رکھتے وقت یہ معنی مقصود نہیں ہوتا۔ بلکہ فقط معنی علمی مقصود ہوتا ہے ④ لفظ کا جزء ہو، معنی دار بھی ہو، معنی مقصودی کے جزء پر دلالت بھی کرتا ہو مگر دلالت کا قصد نہ کیا گیا ہو جیسے حیوانِ ناطق جب کسی کا نام ہو، اسلئے کہ لفظ کا جزء بھی ہے، حیوان و ناطق۔ معنی دار بھی ہے حیوان کا معنی جاندار اور ناطق کا معنی بولنے والا۔ معنی مقصودی کے جزء پر دلالت بھی ہے کیونکہ اس شخص کی حقیقت حیوان ناطق ہی ہے مگر نام رکھتے وقت اس دلالت کا ارادہ نہیں کیا گیا۔

③ اسم،کلمہ اور ادات کی تعریف وجہ تسمیہ:۔ **کما مر فی الشق الاول من السوال الاول ۱۴۳۰ھ**

④ افعال ناقصہ کے ادات یا کلمہ ہونے کی وضاحت:۔ **کما مر فی الشق الثانی من السوال الثانی ۱۴۲۹ھ**

السوال الثانی ۱۴۳۹ھ

الشق الاول ......**الوجودية اللادائمة و هی المطلقة العامة مع قيد اللادوام بحسب الذات.**

''موجہات بسیطہ'' کتنے ہیں؟ ان کے نام لکھئے۔ ''وقتیہ مطلقہ'' اور ''منتشرہ مطلقہ'' کی تعریف مع مثال تحریر کیجیے۔ ''عرفیہ خاصہ'' موجبہ اور سالبہ کی مثالیں لکھئے۔ ''وجودیہ لا دائمہ'' موجبہ اور سالبہ کی مثالیں لکھئے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① موجہات بسیطہ کی تعداد و نشان دہی ② وقتیہ مطلقہ اور منتشرہ مطلقہ کی تعریف و مثال ③ عرفیہ خاصہ موجبہ و سالبہ کی مثالیں ④ وجودیہ لا دائمہ موجبہ و سالبہ کی مثالیں۔

جواب ...... ① موجہات بسیطہ کی تعداد و نشان دہی:۔ موجہات بسیطہ آٹھ ہیں: ① ضروریہ مطلقہ ② دائمہ مطلقہ ③ مشروطہ عامہ ④ عرفیہ عامہ ⑤ وقتیہ مطلقہ ⑥ منتشرہ مطلقہ ⑦ مطلقہ عامہ ⑧ ممکنہ عامہ۔

② وقتیہ مطلقہ اور منتشرہ مطلقہ کی تعریف و مثال:۔ وقتیہ مطلقہ: وہ قضیہ موجہہ بسیطہ ہے جس میں ثبوتِ محمول للموضوع یا سلب محمول عن الموضوع کے ضروری ہونے کا حکم لگایا گیا ہو، ذاتِ موضوع کے اوقات میں سے کسی وقت معین میں جیسے **كل قمر منخسف بالضرورة وقت حيلولة الارض بينه و بين الشمس** ۔ اس مثال میں چاند کے لیے انخساف (گہن) کے ضروری ہونے کا حکم لگایا جا رہا ہے ایک خاص وقت میں کہ جب زمین سورج اور چاند کے درمیان حائل ہو۔

منتشرہ مطلقہ: وہ قضیہ موجہہ بسیطہ ہے جس میں ثبوتِ محمول للموضوع یا سلب محمول عن الموضوع کے ضروری ہونے کا حکم لگایا گیا ہو ذاتِ موضوع کے اوقات میں سے کسی غیر معین وقت میں جیسے **كل انسان متنفس بالضرورة وقتا ما** ۔ اس مثال میں انسان کے لیے تنفس کے ضروری ہونے کا حکم لگایا جا رہا ہے کسی غیر معین وقت میں، اس لیے کہ انسان کا سانس لینا کسی وقت کے ساتھ خاص نہیں بلکہ بلا تعینِ وقت وہ سانس لیتا رہتا ہے۔

③ عرفیہ خاصہ موجبہ و سالبہ کی مثالیں:۔ موجبہ کی مثال: **كل كاتب متحرك الاصابع بالدوام مادام كاتبا لا دائما۔**

سالبہ کی مثال: **لا شيئ من الكاتب بساكن الاصابع بالدوام ما دام كاتبا لا دائما۔**

④ وجودیہ لا دائمہ موجبہ و سالبہ کی مثالیں:۔ **کما مر فی الشق الثانی من السوال الثانی ۱۴۳۳ھ**

الشق الثانی ......**و الشرطية قد تتركب عن حمليتين و عن متصلتين و عن منفصلتين أو من حملية و متصلة أو من حملية و منفصلة أو من متصلة و منفصلة.** قضیہ شرطیہ کی مذکورہ بالا چھ اقسام کی مثالیں لکھیں۔ حملیات

اربعہ کے سور لکھیں۔حملیہ، متصلہ اور منفصلہ کی تعریفیں لکھیں۔ضروریہ مطلقہ اور دائمہ مطلقہ کی نقیضیں تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① قضیہ شرطیہ کی اقسام مذکورہ کی مثالیں ② حملیات اربعہ کے سور ③ حملیہ، متصلہ ومنفصلہ کی تعریفیں ④ ضروریہ مطلقہ اور دائمہ مطلقہ کی نقیض کی وضاحت۔

جواب...... ① قضیہ شرطیہ کی اقسام مذکورہ کی مثالیں:۔ حملیتین سے مرکب کی مثال: **كلما كان الشيئ انسانا فهو حيوان۔**

متصلتین سے مرکب کی مثال: **كلما ان كان الشيئ انسانا فهو حيوان فكلما لم يكن الشيئ حيوانا لم يكن انسانا۔**

منفصلتین سے مرکب کی مثال: **كلما كان دائما اما أن يكون هذا العدد زوجا أو فردا فدائما اما أن يكون منقسما بمتساويين أو غير منقسم۔** حملیہ ومتصلہ سے مرکب کی مثال: **ان كان طلوع الشمس علة لوجود النهار فكلما كانت الشمس طالعة فالنهار موجود۔** حملیہ ومنفصلہ سے مرکب کی مثال: **ان كان هذا عددا فهو دائما اما زوج أو فرد۔ كلما كان هذا اما زوجا أو فردا كان هذا عددا۔** متصلہ ومنفصلہ سے مرکب کی مثال: **ان كان كلما كانت الشمس طالعة فالنهار موجود فدائما اما أن يكون الشمس طالعة و اما أن لا يكون النهار موجودا۔**

② حملیات اربعہ کے سور:۔ **كما مر في الشق الثاني من السوال الثاني ۱۴۳۱ھ**

③ حملیہ، متصلہ ومنفصلہ کی تعریفیں:۔ قضیہ حملیہ: وہ قضیہ جو دو مفردوں سے ملکر بنے، خواہ ایک مفرد کا دوسرے مفرد کیلئے اثبات کیا گیا ہو جیسے زید کھڑا ہے یا ایک مفرد کی دوسرے سے نفی کی گئی ہو جیسے زید کھڑا نہیں ہے۔ پہلے کو حملیہ موجبہ اور دوسرے کو حملیہ سالبہ کہتے ہیں۔

قضیہ متصلہ: وہ قضیہ شرطیہ جس میں دو قضیوں اور نسبتوں کے درمیان اتصال یا عدم اتصال کا حکم ہو جیسے اگر سورج نکلا ہے تو دن موجود ہے اس میں طلوعِ شمس اور وجودِ نہار کے درمیان اتصال کا حکم ہے اسے موجبہ متصلہ کہتے ہیں اور ایسی بات نہیں کہ اگر سورج نکلا ہے تو رات موجود ہے اس میں طلوعِ شمس اور وجودِ لیل کے درمیان عدمِ اتصال کا حکم ہے، اسے سالبہ متصلہ کہتے ہیں۔

قضیہ منفصلہ: وہ قضیہ شرطیہ ہے جس میں دو نسبتوں کے درمیان جدائی کے ثبوت یا جدائی کی نفی کا حکم لگایا گیا ہو جیسے انسان نیک بخت ہے یا بد بخت اس میں دو نسبتوں کے درمیان جدائی کے ثبوت کا حکم ہے اسے موجبہ منفصلہ کہتے ہیں۔اور ایسا نہیں کہ زید یا تو انسان ہے یا ناطق ہے اس میں زید کے انسان ہونے اور ناطق ہونے کے درمیان جدائی کی نفی کا حکم ہے اسے سالبہ منفصلہ کہتے ہیں۔

④ ضروریہ مطلقہ اور دائمہ مطلقہ کی نقیض کی وضاحت:۔ ضروریہ مطلقہ کی نقیض ممکنہ عامہ ہے، کیوں کہ امکان عام وہ ہوتا ہے جس میں حکم کی جانب مخالف سے ضرورت کا سلب ہو، اب اگر اسی جانب مخالف میں ضرورت کا ایجاب واثبات بھی ہو تو ظاہر ہے کہ ان میں تناقض ہوگا۔لہٰذا ضروریہ مطلقہ کی نقیض ممکنہ عامہ ہے۔

دائمہ مطلقہ کی نقیض مطلقہ عامہ ہے، کیوں کہ دائمہ مطلقہ سالبہ میں محمول موضوع سے تمام اوقات میں مسلوب ہوتا ہے، اور مطلقہ عامہ موجبہ بعض اوقات میں ثبوت پر دلالت کرتا ہے اور ظاہر ہے سلب فی الکل اور ثبوت فی البعض میں منافات ہے، اسی طرح اس کے برعکس ہے یعنی تمام اوقات میں ایجاب جو دائمہ مطلقہ موجبہ میں ہوتا ہے، اور بعض اوقات میں سلب جو مطلقہ عامہ سالبہ میں ہوتا ہے، ان میں منافات ہے، لہٰذا دائمہ مطلقہ موجبہ کی نقیض مطلقہ عامہ سالبہ ہے، اور دائمہ مطلقہ سالبہ کی نقیض مطلقہ عامہ موجبہ ہے۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۹ھ

الشق الاول......**القصر تخصيص شيئ بشيئ بطريق مخصوص۔**

قصرِ حقیقی، قصرِ اضافی، قصرِ افراد، قصرِ قلب اور قصرِ تعیین کی تعریفیں مع امثلہ لکھیں۔ ایجازِ قصر اور ایجازِ حذف کی تعریفیں مع امثلہ لکھیں۔

درج ذیل شعر کا ترجمہ لکھ کر محلِ استشہاد کی تعیین اور استشہاد کی وضاحت کیجیے۔

و تظن سلمی أننی أبغی بها — بدلا أراها فی الضلال تهیم

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① قصرِ حقیقی، اضافی، افراد، قلب اور تعیین کی تعریف ومثال ② ایجازِ قصر وایجازِ حذف کی تعریف ومثال ③ شعر کا ترجمہ اور استشہاد ومحل استشہاد کی وضاحت۔

جواب...... ① قصر کی اقسام کی تعریف:۔ قصرِ حقیقی واضافی: کما مر فی الشق الثانی من السوال الثالث ۱۴۳۸ھ

قصرِ افراد: اس قصرِ اضافی کو کہتے ہیں کہ جس میں کسی متکلم کا مخاطب ایک صفت میں دو یا زیادہ موصوف کو اسی طرح ایک موصوف میں دو یا زیادہ صفت کو شریک سمجھے۔ قصرِ موصوف علی صفت کی مثال جیسے **ما محمد الا رسول** لہٰذا ان پر موت طاری ہو سکتی ہے۔ اور قصرِ صفت علی موصوف کی مثال جیسے **ماغنی الابکرٌ** بکر کے علاوہ اور کوئی غنی نہیں ہے۔

قصرِ قلب: وہ قصرِ اضافی جس میں مخاطب اس حکم کے برعکس اعتقاد رکھے جیسے یہ متکلم ثابت کرنا چاہتا ہے چاہے وہ حکم کسی موصوف کے لئے کسی صفت کے یا کسی صفت کے لئے کسی موصوف کے ثابت کرنے کا ہو۔ جیسے قصرِ صفت علی موصوف کی مثال **لا فارس الّا علیٌ** گھوڑ سوار تو صرف علی ہے اور کوئی نہیں۔ اور قصرِ موصوف علی صفت کی مثال جیسے **"لا علی الّا فارس** علی صرف گھوڑ سوار ہی ہے اور کچھ نہیں ہے۔

قصرِ تعیین: وہ قصرِ اضافی جس میں مخاطب ایک صفت کیلئے دو موصوف میں سے ایک کو یا ایک موصوف کیلئے دو صفتوں میں سے ایک کو متعین کرنے میں متردد ہو۔ جیسے قصرِ صفت علی موصوف کی مثال **ما قائم الّا زید** کھڑا ہونے والا صرف زید ہے اور کوئی نہیں ہے۔ اور قصرِ موصوف علی صفت کی مثال جیسے **مازید الّا قائم** کہ زید تو صرف کھڑا ہونے والا ہی ہے۔

② ایجازِ قصر وایجازِ حذف کی تعریف ومثال:۔ ایجازِ قصر: وہ طریقۂ تعبیر ہے جس کی عبارت کے الفاظ تو کم ہوں مگر معانی بہت زیادہ ہوں اور اس عبارت سے کسی لفظ کو حذف نہ کیا گیا ہو۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان **ولکم فی القصاص حیوٰۃ** (اور تمہارے لئے اے عقلمند و قصاص یعنی مقتولوں میں برابری کرنے میں بڑی زندگی ہے) دیکھئے یہ آیت کریمہ بلاغت کے اعلیٰ درجہ پر متمکن ہے کیونکہ اس کے الفاظ اگرچہ قلیل ہیں مگر اس میں کثیر معانی مضمر ہیں اور اس میں شریعت کا ایک ایسا بڑا راز مضمر ہے جس پر انسانی معاشرے کی دنیوی اور اخروی سعادت کا دارومدار ہے اور وہ راز یہ ہے کہ یہ حکم قصاص ظاہری نظر میں اگرچہ بھاری معلوم ہوتا ہے لیکن عقلمند سمجھ سکتے ہیں کہ یہ حکم بڑی زندگانی کا سبب ہے، کیونکہ قصاص کے خوف سے ہر کوئی کسی دوسرے کو قتل کرنے سے رکے گا تو قاتل ومقتول دونوں کی جان محفوظ رہے گی۔

ایجازِ حذف: وہ طریقۂ تعبیر ہے جس میں سے کوئی ایک کلمہ یا پورا جملہ یا کئی ایک جملے حذف کئے گئے ہوں۔ ایک کلمہ کو حذف کرنے کی مثال امرؤ القیس کا شعر ہے: فقلت یمین اللہ ابرحُ قاعدًا — وَلَوْ قَطَّعُوْ رَأْسِیْ لَدَیْكَ وَاَوْصَالی

اس مثال میں ابرح سے قبل لا کو حذف کیا گیا ہے کیونکہ یہ فعل ناقص ہے جو ماضی میں ماابرح اور مضارع میں لایبرح ہوتا ہے۔

اور ایک جملے کے حذف کرنے کی مثال اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے **وان یکذبوك فقد كذبت رسل من قبلك** اس مثال میں ایک جملہ یعنی تَـأَسَّ محذوف ہے جو کہ فعل وفاعل ہے کیونکہ فعل لازم میں فعل وفاعل مل کر جملہ تام ہو جاتا ہے اور ایک جملے سے زائد جملوں کے حذف ہونے کی مثال اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان **فارسلون یوسف ایها الصدیق** یعنی اے بادشاہ جیل خانہ میں آپ مجھے یوسف علیہ السلام کے پاس بھیجو تاکہ میں ان سے آپ کے خواب کی تعبیر معلوم کروں چنانچہ انہوں نے اس ساقی کو اجازت دے دی۔ آخر یہ شخص ان کے پاس آیا اور [illegible] یوسف الخ دیکھئے اس فصل میں پانچ جملے [illegible] ہیں اور وہ یہ ہیں [illegible] الرؤ [illegible]

فقال له، اور "یا" جو ادعو کے قائم مقام ہے۔

③ شعر کا ترجمہ، استشہاد و محل استشہاد کی وضاحت:۔ ترجمہ: میری محبوبہ سلمٰی یہ خیال کرتی ہے کہ میں اسکے مقابلہ میں کسی اور عورت کو چاہتا ہوں۔ میرا خیال یہ ہے کہ وہ غلط فہمی میں مبتلا ہے۔ یہ شعر مواضع فصل میں سے تیسرے مقام کی مثال ہے۔

شعر میں تظن سلمٰی، اننی ابغی بها بدلا اور اراها فی الضلال تهیم تین جملے ہیں اس میں تیسرے جملہ کا پہلے جملہ تظن سلمٰی پر عطف کرنا درست ہے۔ کیونکہ ان میں معنوی اتحاد کی وجہ سے مناسبت تامہ موجود ہے۔ کہ تظن (گمان) کا فاعل محبوبہ اور اراها (گمان، خیال) کا فاعل محب ہے، جب مسند و مسند الیہ میں مناسبتِ تامہ موجود ہے تو دونوں جملوں میں عطف کے ذریعہ وصل ہونا چاہئے تھا، مگر عطف کو ترک کر دیا گیا، کیونکہ عطف کی صورت میں تیسرے جملہ کے متصل دوسرا جملہ ہے، سامع سمجھے گا کہ شاید اسی دوسرے جملہ پر عطف ہو رہا ہے اور شعر کا مطلب یہ ہوگا کہ جیسے "اننیٔ ابغی بها بدلا" سلمٰی کا خیال ہے اسی طرح اراها فی الضلال تهیم بھی سلمٰی کا خیال ہے کہ سلمٰی یہ خیال کرتی ہے کہ میں اس کے مقابلہ میں دوسری عورت سے محبت کرتا ہوں اور سلمٰی یہ خیال بھی کرتی ہے کہ میں اسے غلط فہمی کا شکار سمجھ رہا ہوں، حالانکہ شاعر کی یہ مراد نہیں ہے۔ بلکہ تیسرا جملہ شاعر کا گمان و خیال ہے کہ میں سلمٰی کو غلط فہمی میں مبتلا سمجھتا ہوں۔ تو اس وہم سے بچنے کے لئے فصل کیا جائے گا، عطف نہیں کیا جائے گا۔

الشق الثانی......التشبیه الحاق أمر بأمر فی وصف بأداة لغرض.

تشبیہِ ملفوف اور مفروق کی تعریفیں مع امثلہ لکھیں۔ استعارہ کی اقسام کی تعریفیں لکھیں۔ درج ذیل شعر کا ترجمہ لکھ کر محلِ استشہاد اور استشہاد کی وضاحت کیجیے۔

أشاب الصغیر و أفنی الکبیر　　　کر الغداة و مرّ العشیّ

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① تشبیہِ ملفوف و مفروق کی تعریف و مثال ② استعارہ کی اقسام اور ان کی تعریفیں ③ شعر کا ترجمہ اور استشہاد و محلِ استشہاد کی وضاحت۔

جواب...... ① تشبیہِ ملفوف و مفروق کی تعریف و مثال:۔ کما مر فی الشق الاول من السوال الثالث ۱۴۳۷ھ

② استعارہ کی اقسام اور ان کی تعریفیں:۔ کما مر فی الشق الاول من السوال الاول ۱۴۳۳ھ

③ شعر کا ترجمہ، استشہاد و محل استشہاد کی وضاحت:۔ ترجمہ: بچے کو بوڑھا کر دیا اور بوڑھے کو فنا کر دیا، صبح و شام کے آنے جانے نے

یہ شعر مجازِ عقلی کی مثال ہے اور مجازِ عقلی یہ ہے کہ فعل یا معنیٰ فعل کا اسناد کسی علاقہ و تعلق کی وجہ سے فاعلِ حقیقی کی بجائے غیر کی طرف کر دیا جائے، جیسے اس شعر میں بوڑھا کرنے اور فناء کرنے کی نسبت فاعلِ حقیقی اللہ تعالیٰ کی بجائے فاعلِ مجازی مرورِ زمانہ کی طرف کر دی گئی ہے۔

ہماری دیگر مطبوعات